

# الذمعة الساكبة

جلد دوم

مولف: آقائے محمد باقر دہشتی بہبانی نجفی



وَلَّى الْكَصْرِ ثَرْسٹ





وَالْعَصْرِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ۖ وَاللَّيْلِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ۖ وَالنَّهَارِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ۖ وَالْجَنَّةِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ۖ وَالنَّارِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ۖ وَالْجَنَّةِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ۖ وَالنَّارِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ۖ

وَالْيَوْمَ نَبْرِثُ الْغَنَى وَالْيَوْمَ نَبْرِثُ الْغَنَى وَالْيَوْمَ نَبْرِثُ الْغَنَى

الذمعة السكاكية

جلد دوم

مَوْلَانَا

آقاے محمد باقر و ہشتی بہیمانی نجفی

مترجم

حجت الاسلام علامہ اشرف جاڑوی

تصحيح

مولانا سید نثار عباس جھاد پے تڑپوالی

پس

سید محمد شہر عباس مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ ۔۔۔ رتہ متہ ضلع جھنگ

وَالْيَاقِصِرِثُ وَالْيَاقِصِرِثُ وَالْيَاقِصِرِثُ وَالْيَاقِصِرِثُ

وَالْيَوْمَ نَبْرِثُ الْغَنَمَ لَكُمْ وَلِيَّ الْغَنَمِ نَبْرِثُ وَلِيَّ الْقَوْمِ نَبْرِثُ.]



## داعی حقوق اشاعت بنام سید محمد شبر عباس محفوظ ہیں

نام کتاب: \_\_\_\_\_ الدرۃ السکبر (جلد دوم)  
 مؤلف: \_\_\_\_\_ آقائے محمد اقرہ ہشتی بہبہائی نجفی  
 مترجم: \_\_\_\_\_ علامہ اشیر جاڑوی  
 تعداد: \_\_\_\_\_ ۵۰۰  
 سن اشاعت اول: \_\_\_\_\_ ۱۹۹۳ء بمطابق ۱۴۱۴ھ  
 کتابت: \_\_\_\_\_ دارالکتب حضرت کیلیا قوالہ (گوجرانوالہ)  
 ہدیہ: \_\_\_\_\_  
 مطبع: \_\_\_\_\_ ٹیکسٹ پرنٹنگ پریس  
 تصحیح: \_\_\_\_\_ مولانا سید شاعر عباس مجاہد پے تروٹیوالی



## عرض ناشر

کتاب پیش نظر الدمعة الشاکیه جلد دوم مؤلفہ آقائے مجدد باقر دہشتی بہبانی نجفی اعلیٰ الشہ مقامہ ہمارے والد محترم جناب سید محمد شہر عباس شاہ صاحب بخاری رئیس عظم رتہ متہ ضلع جھنگ اپنے ادارہ وللی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ کی طرف سے ہدیہ قوم کرنا چاہتے تھے۔ یہ کتاب ابھی کتابت کے مراحل میں تھی کہ والد صاحب بقضائے الہی وفات پا گئے۔

افتخار بک ڈپو اسلام پورہ کے متمم آغا افتخار حسین نے یہ ذمہ داری سنبھالی اور کتابت مکمل کروانے کے بعد مولانا سید نثار عباس جمادی تریووالی سے اغلاط کی تصحیح کروائی۔

الحمد للہ میں آغا افتخار حسین کے تعاون سے اپنے والد مرحوم کی دلی تمنا کو پورا کرنے کے لیے مذکورہ نذر قوم ملت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مجھے اُمید ہے کہ قارئین کتاب ہذا وقت مطالعہ کتاب مرحوم کو سورۃ فاتحہ سے نوازیں گے۔

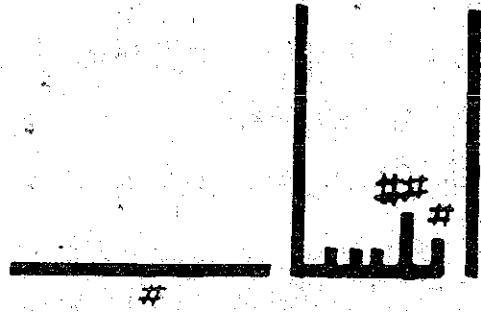
سید محمد علی عمران شاہ بخاری  
سید محمد علی عدنان شاہ بخاری  
وللی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ



چھاپا لاہور ۱۴۰۱ھ







الدموع الساكبة لعينيه جتے ہرے آنسو میں چہارہ معصومین کے ان سوانح عمری کو  
سر دکاٹتے کے زامی میں دغا لڑنے کی محنت بگڑ حرمی وحشی کے پیادوں  
بہنے و سجاد و باتشہ کے ہمراہ قید و نجانہ والی حضرت ام المصائب کے  
نام منسوب کرتا ہوں !

فاکائے اہلبیت  
سید محمد شہر عباس مرحوم



# فہرست

## الذمعة الساکبہ جلد دوم

سبیل سکینہ پاکستان  
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۰	کشتی نوح	۲۲	شادی سے منع	۱۱	آغاز تخلیق
۵۲	ابراہیم خلیل	۲۴	بچہ کس کا ہے	۱۲	کنیت
۵۳	اسمعیل ابن خرقیل	۲۳	میرے قاتل	۱۴	فطرکس
۵۵	حضرت موسیٰ	۳۳	اہل کوثر کو پانی	۱۵	غلام حسین
۵۵	حضرت سلیمان	۳۴	حج	۱۷	غلام حسنین
۵۶	حضرت ذکیاء عیسیٰ	۳۵	اللہ کا جواب	۱۸	صلصال
۵۸	بیب الاخبار	۳۶	کفارہ	۱۸	حسین منی
۵۹	نصارا کا گرہ	۳۷	ناچار سے سنگدلی	۱۹	بیٹیا نواسہ
۶۰	ماں کی بے قراری	۳۸	بہترین بدلہ	۲۰	محب ذریعہ حسین
۶۰	میری امت	۳۸	مومن کو خوش کرنا	۲۱	سید ابن سید
۶۲	نہائے ملک	۳۹	استاد کی خدمت	۲۱	سید شباب اہل جنة
۶۲	کاش اللہ مجھ سے	۴۰	اکرم الناس	۲۲	پشت رسول
۶۵	امین وحی	۴۱	صافی	۲۲	ہرنی کا بچہ
۶۶	اجریارت	۴۲	دربار شام میں	۲۳	آپ افضل میں انحر
۶۷	انجام قاتل	۴۳	عرب کی مدح	۲۴	امامت
۶۷	نبی اکرم	۴۵	عمر سے گفتگو	۲۸	برص کا داغ
۶۸	تقریرت ملائکہ	۴۶	مروان سے دو باتیں	۲۹	بدنیت ہاتھ
۶۹	سرخ رنگ مٹی	۴۷	یزید کے لیے رشتہ	۳۰	مردہ زندہ
۷۰	ناک کر بلا	۴۹	حضرت آدم	۳۱	ناخرمانی کا انجام



ولی العصر ثرث ولى العصر ثرث ولى العصر ثرث		فہرست		ولی العصر ثرث ولى العصر ثرث ولى العصر ثرث	
صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۵۰	اہل بصرہ کو خط	۹۷	حضرت ایوب	۷۰	نمائے قدرت
۱۵۱	ابن زیاد کو فرمیں	۹۸	حضرت شیب	۷۱	جناب نہرا
۱۵۲	جناب ہانی کی شہادت	۹۹	شیب ابن صالح	۷۲	میری ذریت
۱۵۶	شہادت جناب مسلم	۹۹	حسان ابن سنان	۷۶	تلواروں کے مقامات
۱۵۷	فرزندان مسلم	۱۰۰	حارث ابن شعیب	۷۷	مادر معاویہ کا خواب
۱۶۰	کم سے کر بلا	۱۰۰	عذاب بر قوم شیب	۷۸	مقام زائر
۱۶۳	محمد حنیفہ	۱۰۱	جناب ذکر یا	۷۸	عمر سعد
۱۶۴	عبد اللہ ابن عباس	۱۰۲	جناب یحییٰ	۷۹	ایک زیارت
۱۶۵	عبد اللہ ابن عمر	۱۰۵	جناب یونس	۸۰	قاتلان ذریت رسول
۱۶۵	فرزدق	۱۰۷	جناب جرجیس	۸۰	یزید اصحی
۱۶۷	ذات عرق	۱۱۰	ماہ محرم میں جنگ	۸۲	کوفیوں کو پانی
۱۶۷	ثعلبہ	۱۱۱	زیارت مظلوم	۸۲	حضرت علی کر بلا میں
۱۶۷	غذیب	۱۱۲	یوم عاشورہ اور کعب	۸۴	زعفرانی مینگیاں
۱۶۸	ذولید ابن عتبہ	۱۱۲	یوم عاشورہ کا روزہ	۸۵	براء ابن عازب
۱۶۹	حاجز	۱۱۳	زائرین غریب	۸۷	آسمان سے خون
۱۷۰	چاہ عرب	۱۱۳	رونے کی شکل	۸۷	اپنی پیشین گوئی
۱۷۱	زبیر بن عقیل	۱۱۷	عزاداری میں انشار	۸۷	نجی امیہ
۱۷۲	شہادت مسلم کی اطلاع	۱۱۹	قتیل العبرۃ	۸۸	سفید داغ
۱۷۲	فرود	۱۲۰	عزاداری میں خرچ	۸۸	حرم کا کتبہ
۱۷۴	وادئ زوبالا	۱۲۳	اصحاب مظلوم	۸۸	ابوذر
۱۷۴	بلعن عقبہ	۱۲۸	روانگی	۸۹	میشم تار
۱۷۵	آمد بحر	۱۳۴	مدینہ سے مکہ	۹۰	کابل
۱۷۶	کوہ ذی حشم	۱۳۶	کوفہ سے خطوط	۹۵	یوم عاشور
۱۷۹	قصر بنی مقاتل	۱۳۷	جناب مسلم کو فرمیں	۹۵	یوم برکت
۱۸۰	نینوا	۱۳۸	شیعیان معاویہ	۹۶	انبیاء کے امتحانات

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۳۳	قاسم ابن حسنؑ	۲۳۷	جابر ابن عروہ	۱۸۵	ابن زیاد اور جنگی تیاریاں
۲۳۵	محمد اکبر ابن علیؑ	۲۳۷	مالک ابن داؤد	۱۹۹	شب عاشور
۲۳۵	عمر ابن علیؑ	۲۳۷	طراح ابن عدی	۲۰۲	صبح عاشور
۲۳۶	عثمان ابن علیؑ	۲۳۷	جنادہ انصاری	۲۰۹	فضائل جناد
۲۳۶	جعفر ابن علیؑ	۲۳۷	عمر ابن جنادہ	۲۱۱	ندامت حر
۲۳۶	عبد اللہ ابن علیؑ	۲۳۸	عبد الرحمن ابن عروہ	۲۱۷	برید
۲۳۶	محمد اصغر ابن علیؑ	۲۳۸	عابس شاکری	۲۱۷	دوب کبھی
۲۳۶	ایساہیم ابن علیؑ	۲۳۹	شوذب	۲۱۸	ازدی
۲۳۶	عبید اللہ ابن علیؑ	۲۳۹	عبد اللہ غفاری	۲۱۹	مسلم ابن عوسجہ
۲۳۷	عباس ابن علیؑ	۲۳۰	ترکی غلام	۲۲۰	ہلال ابن نافع
۲۳۸	علی اکبر ابن حسین	۲۳۰	ابو عمرو	۲۲۲	عبد الرحمن مزی
۲۴۰	علی اصغر ابن حسین	۲۳۰	سیف ابن حارث	۲۲۲	عمر ابن قرظہ
۲۴۰	عبد اللہ رضیع ابن حسین	۲۳۰	مالک ابن عبد اللہ	۲۲۲	خون جشی
۲۴۰	جنگ مظلوم	۲۳۰	صرف اولاد ابوطالب	۲۲۳	عمر و صید اوی
۲۴۲	آمد ملائکہ	۲۳۱	عبد اللہ ابن مسلم ابن عقیل	۲۲۴	سختہ شامی
۲۴۳	آمد جنات	۲۳۱	محمد ابن مسلم	۲۲۵	سویید
۲۵۰	کیفیت شہادت	۲۳۱	جعفر ابن عقیل	۲۲۵	یحییٰ ابن سلیم
۲۵۳	ذوالجناح	۲۳۱	عبد الرحمن ابن عقیل	۲۲۵	قبرہ غفاری
۲۵۴	تاراجی خلم	۲۳۱	عبد اللہ ابن عقیل	۲۲۵	انس ابن حارث
۲۵۸	فاطمہ کو مدینہ میں اطلاع	۲۳۲	محمد ابن ابوسعید ابن عقیل	۲۲۵	عمر و جعفر
۲۵۸	ام المومنین ام سلمہ کا خواب	۲۳۲	محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار	۲۲۵	ججاج ابن مسروق
۲۶۲	معجزات بعد از شہادت	۲۳۲	عون ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار	۲۲۶	زبیر ابن عقیل
۲۶۳	پہنہ مزار رسولؐ پر	۲۳۲	عبد اللہ ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار	۲۲۶	حبیب ابن مظاہر
۲۶۵	دختر یہودی	۲۳۲	احمد ابن حسن	۲۲۶	ہلال ابن نافع
۲۶۶	سر بریدہ کا حکام	۲۳۳		۲۲۶	نوخیز شہزادہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۰۲	عصر امام اور اموی حکمران	۲۴۸	قائدان شہید	۲۶۷	سر مظلوم اور شہر
۲۰۲	نفل امامت	۲۴۹	انجام یزید	۲۶۷	دفن شہداء
۲۰۲	حجر اسود	۲۴۹	آبن زیاد	۲۶۲	شہدائے اہل بیت
۲۰۶	بکری	۲۴۹	ابن سعد	۲۶۲	اولاد اور ازواج غریب
۲۰۶	مردہ	۲۵۶	کوفی لوہار	۲۶۲	بیٹیاں
۲۰۷	پانی یا موتی	۲۵۸	ابن عباس اور یزید	۲۶۷	کوفہ میں
۲۰۹	عبد الملک	۲۶۰	مختار آل محمد	۲۸۸	عمر سعد کی ندامت
۲۱۱	پانی پر چلنا	۲۶۱	والدہ مختار	۲۸۹	مدینہ میں اطلاع
۲۱۲	یونس کی مچھلی	۲۶۲	انحضورؐ اور مختار	۲۹۱	سوئے شام
۲۱۲	برنی کا بچہ	۲۶۲	حضرت علیؑ اور مختار	۳۰۳	شام میں
۲۱۲	تقسیم بزرگ	۲۶۲	امام سجادؑ اور مختار	۳۰۹	سر مظلوم اور تخت یزید
۲۱۴	جن جاگ گیا	۲۶۲	امام باقرؑ اور مختار	۳۱۵	دربار یزید میں
۲۱۵	غربت ختم	۳۶۲	امام صادقؑ اور مختار	۳۲۲	خطاب یزید
۲۱۷	ہکسا اشارہ	۳۶۲	محقق اردبیلی اور مختار	۳۲۲	یہودی عالم
۲۲۳	جنات کی خدمت	۳۶۳	ابن نما اور مختار	۳۲۲	نصرانی عالم
۲۲۳	علم غیب	۳۶۷	دو نہری گرفتاری	۳۲۶	عبدالوہاب
۲۲۳	عبد الملک کا خط	۳۶۸	تیسری گرفتاری	۳۲۸	جاثلیق
۲۲۴	عبادت	۳۷۶	مختار زندان کوفہ میں	۳۳۱	خواب سکینہ
۲۲۵	مسکین پروری	۳۸۹	ابو جعفر سفاح اور بنی امیہ	۳۳۳	بند کا خواب
۲۲۵	غیبت	۳۹۵	مزار غریب اور بنی عباس	۳۳۵	عاتکہ بنت یزید
۲۲۵	طالب علم	۳۹۹	روضہ مظلوم	۳۳۵	ام حبیبہ زوجہ یزید
۲۲۵	کثرت غم	۳۹۹	زیارت غریب	۳۳۶	ربائی
۲۲۶	درخواست جابر			۳۴۰	مدفن سر مظلوم
۲۲۷	شاعری	۴۰۱	امام زین العابدین علیہ السلام	۳۴۰	شام سے کربلا
۲۲۹	عفو		تاریخ وفات	۳۴۵	گریہ ارض و سما



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۱۲	علامات امام	۲۶۹	مخالفین	۲۳۰	شہادت
۵۱۵	اسماء گرامی	۲۷۳	عبادت	۲۳۱	اولاد
۵۱۶	نص امامت	۲۷۴	سماوات	۲۳۱	سلسلہ نسل
۵۱۷	امام مالک	۲۷۵	صبر	۲۳۳	امام محمد باقر علیہ السلام
۵۲۲	حلم و عفو	۲۷۶	عبد الملک سے مناظرہ	۲۳۳	عصر امام اور حکمران
۵۲۵	صبر	۲۷۷	عمر و ابن عبدالعزیز	۲۳۴	ولادت
۵۲۵	صدقات	۲۸۰	سب حضرت علیؑ	۲۳۴	اسماء گرامی
۵۲۸	مخالفین	۲۸۳	در بار شام میں	۲۳۵	نص امامت
۵۲۹	عبداللہ ابن مبارک	۲۹۰	نافع غلام عمر	۲۳۷	مناقب
۵۲۹	سالم ابن ابو حنیفہ	۲۹۳	نافع ابن ازرق سے مناظرہ	۲۳۷	ملاقات ایسا س نبی
۵۳۰	غیاث ابن حصص	۲۹۵	عمر ابن ذر	۲۳۹	اسم عظم
۵۳۳	علم غیب	۲۹۷	شامی عالم	۲۴۰	آمد ملائکہ
۵۴۲	عقہ صادق باغیر سید	۲۹۸	طاؤس یمانی	۲۴۱	آمد جنات
۵۵۱	مختلف زبانیں	۵۰۱	ابو حنیفہ	۲۴۲	امام ناظر
۵۵۲	آمد ملائکہ	۵۰۲	عبداللہ دیشی	۲۴۲	عبرانی اور سریانی
۵۵۵	آمد جنات	۵۰۳	شراب	۲۴۲	موسیقی اور خضر
۵۵۸	اسماء شاہان و شیعہ	۵۰۴	دنیا میں اندھا	۲۴۶	عالم تابع امام
۵۶۱	حیوانوں کی زبان	۵۰۴	رویت باری	۲۴۶	اولی الامر
۵۶۲	شیر	۵۰۵	فرزندان رسولؐ	۲۴۶	علم امام
۵۶۷	قبولیت دعا	۵۰۵	محمد ضیفہ	۲۴۷	اہل بیت
۵۷۲	تبدیلی جنس	۵۰۶	فیدائیں حسنؑ	۲۴۹	آپ کا دشمن
۵۸۲	عالم تکوین	۵۱۱	اولاد		مردہ
۵۹۳	علم غیب	۵۱۳	امام جعفر صادق علیہ السلام		وارث رسولؐ
۶۰۲	آمد امیریکہ	۵۱۳	شاہان وقت		علم غیب

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست		فہرست		ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست	
صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۶۲	حمران سے مناظرہ	۶۳۳	ابو حنیفہ سے چند سوال	۶۰۷	ہزن سے باتیں
۶۶۳	ہشام ابن حکم اور جاثیق	۶۳۸	گناہان کبیرہ	۶۱۷	منصور کا دربار
۶۷۰	مومن طاق	۶۳۹	خلافت	۶۲۰	دربار منصور میں ۱
۶۷۲	سید ابن محمد حمیری	۶۴۲	صوفیوں کو سبق	۶۲۱	دربار منصور میں ۲
۶۷۷	ازواج و اولاد	۶۴۶	توحید	۶۲۲	دربار منصور میں ۳
۶۷۸	وفات اسماعیل	۶۵۲	دیسانی کا اسلام	۶۲۴	دربار منصور میں ۴
۶۷۹	نہادت	۶۵۳	زندیق سے مناظرہ	۶۲۹	دربار منصور میں ۵
				۶۳۱	دربار منصور میں ۶

# امام حسين عليه السلام

## آغاز تخلیق :-

عوالم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اے ابن مسعود! اللہ نے مجھے علیؑ کو۔ فاطمہؑ کو۔ اور حسینؑ کو اپنے نور مقدس سے خلق فرمایا ہے۔ پھر اللہ نے تخلیق آدم سے ہزاروں برس قبل ہمارے پانچ انوار سے نور اور پیدا کیے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت جنت تک ایک ایک کا نام لیا۔

جناب ام ایمن سے مروی ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد آنحضرتؐ جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور یہ فرمایا۔

بیٹی اب کچھ عرصہ تک ایسا لباس نہ پہننا جس میں تمہجے اس آتش محسوس ہو۔ میں تیری پیشانی میں ابوالائمہ کا نور دیکھ رہا ہوں اور یہ نور اپنے آخری مقام پر پہنچ گیا ہے۔

جب بی بی کو دو ماہ پورے ہوئے تو بی بی نے کھانا اور پینا چھوڑ دیا۔ جب بھی میں کھانا پیش کرتی بی بی فرائیں ام ایمن آج کل اللہ کی طرف سے مجھے ایسی غزال رہی ہے کہ میرا کسی چیز کے کھانے کو دل ہی نہیں کرتا۔

چوتھے ماہ بی بی نے مصلائے عبادت سے اٹھنا چھوڑ دیا۔ اور جب بی بی تنہا بیٹھی ہوتی تھیں تو مجھے محسوس ہوتا تھا کہ کسی سے باتیں کر رہی ہیں۔ آخر ایک دن میں نے پوچھ لیا۔ بی بی تنہائی میں آپ کس سے باتیں کرتی ہیں؟

بی بی نے فرمایا۔ ام ایمن اب کے میرے صدفِ صحت میں جو بچہ ہے اس نے خود مجھے بھی حیران کر رکھا ہے۔ تنہائی میں مجھ سے باتیں کرتا ہے۔

پانچویں ماہ آپ نماز صبح کی تعقیبات پر بیٹھی تھیں میں نے باہر سے آپ کے گریہ کی آواز سنی میں دوڑ کر اندر آئی اور پوچھا بی بی کیا بات ہے خیریت تو ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ آج اس بچہ نے مجھے رلا دیا ہے۔ السلام علیک یا امہ انا ولدک العطشان۔

ماں میرا سلام ہو۔ میں آپ کا پیاسا بیٹا ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ بی بی آپ روئیں نہیں نبی اکرمؐ سے جا کر پوچھ لیں۔

بی بی نے فرمایا۔ نہیں ام ایمن ابھی کسی کو نہ بتانا۔ میں تو پریشان ہوئی ہوں میں بابا اور علیؑ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی

جب ظہرین کی نماز سے فارغ ہو کر بی بی تعقیبات کے لیے بیٹھیں تو پھر بی بی نے بے ساختہ روضا شروع کیا۔ میرے پوچھنے پر بی بی نے بتایا کہ اب اس بچے نے صبح سے مختلف سلام کیا ہے۔ اب کہتا ہے۔ السلام علیک یا امہا انا ولدك العربیات۔ ماں بے لباس بیٹے کا سلام ہو۔

میں نے پھر عرض کیا۔ بی بی آپ اس حضور کو بتائیں تو سہی۔  
بی بی نے فرمایا۔ ام ایمن کل بھی اگر اسی طرح ہوا تو بتاؤں گی۔

جی بی نے فرمایا۔ ام ایمن کل بھی اگر اسی طرح ہوا تو بتاؤں گی۔

جب مغربین کی نماز سے فارغ ہو کر تحقیقات کے لیے بیٹھیں تو بے ساختہ رو کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور فرمایا: ام المین اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ امیر سے ساتھ بابا کے پاس جاتی ہوں انہیں بتاتی ہوں۔  
میں نے عرض کیا: بی بی اب کیا ہوا؟

میں نے عرض کیا۔ یہی بی بی اب کیا ہوا؟

بی بی نے فرمایا۔ ام ایمن میری پیشانی میں اضافہ نہ کر۔ جب بابا کو بتاؤں تو تو بھی سن لینا۔ کہ اب کی بار بچے نے کیا کہا ہے۔

جب ہم آئے تو حضور مسجد سے فارغ ہو کر گھر مندر نبوت پر تشریف فرما تھے۔ حجرہ ام المؤمنین ام سلمہ کا تھا۔ ان حضور نے حسب معمول اٹھ کر استقبال کیا۔ مندر نبوت پر اپنے سامنے بٹھایا۔ اور چہرہ زہرا دیکھ کر فرمایا۔

بیٹی! لگتا ہے آج روتی رہی ہو؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان روتی رہی ہوں۔

انھوں نے فرمایا: بیٹی خیریت تو ہے کس بات پر رونا آگیا؟

بی بی نے صبح سے عشاء تک کا تمام واقعہ سنایا اور عرض کیا بابا تعقیبات مغرب کے وقت میرے بچے نے مجھ کو سلام کیا ہے۔

السلام عليك يا اماه انا ولدك المسحقان۔

انھیں خود آبدیدہ ہو گئے۔ جناب سیدہ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ زہرا بس ایک نافرمان بیٹھی سلام کرتا ہے گا کوشش کرنا کہ تیری زندگی میں یہ سچہ کبھی پیدا نہ رہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔

چھٹے ماہ بمبئی کی ہینڈ فی میں روحانی اتنی بڑھی کہ ہمیں تاریک رات میں کبھی چراغ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔

جب چھ ماہ مکمل ہوئے تو آنحضرتؐ جناب سیدہ کے پاس تشریف لائے۔ یہ سلسلہ ۶ شعبان کا دن تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔

بیٹھی آج رات کسی دقت تیرے گھر میں جنت کی وہ حور آئے گی جس کا نام لعبہ ہے۔ اور جو مکرراتی ہے تیرے جنت

مکمل کرنے لگتی ہے۔ اللہ نے اسے ستر ہزار محلات دیئے ہیں۔ ہر محل میں ستر ہزار کنیزیں ہیں۔ اللہ نے اسے عظمت اور

حسن و جمال صرف اس لئے دیا ہے کہ وہ ترے گل صبح کے مولود کی حاضری ہوگی۔ باں بٹنی سنا ہے کہ کفار حملہ کر رہے ہیں۔ اگر میں

کسی وجہ سے مصروف ہو جاؤں تو میرے آنے تک بچے کو نہ غسل دینا اور نہ دودھ



اس رات جناب ام سلمہ ام المؤمنین اور انحضرت کی پھوپھی جناب صفیہ بنت عبد المطلب بھی جناب سیدہ کے پاس تھیں جب درویشان کی رات ڈھلی۔ و تتر رسول بستر سے اٹھیں۔ تجدید وضو کر کے مضامین عبادت پر آئیں نماز شب پڑھی۔ اور مصروف تسبیح و تقدیس ہوئیں۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہ اور جناب صفیہ بھی اٹھ گئی تھیں۔ وہ بھی مصروف عبادت تھیں کہ یکایک تمام مکان منور ہو گیا۔ اور حجرہ جناب زہرا میں ایک انتہائی حسین و جمیل نوجوان عورت داخل ہوئی۔ جناب سیدہ کو تو چونکہ علم تھا اس لیے بی بی تو پریشان نہ ہوئیں البتہ جناب ام سلمہ اور جناب صفیہ ذرا گھبرا گئیں۔

آنے والی مستور نے آتے ہی کہا۔ السلام علیک یا بنت خاتم الاند۔ السلام علیک یا سیدۃ النساء۔ انما خور من الجنة اسمی لعلہ جئت بحکم الرب لاساعدک میرام لعلہ ہے میں جنت کی حور کون اور اللہ کے حکم سے آپ کے تعاون کو آئی ہوں۔

میں نے یہی دیکھا کہ ہمارے اور جناب سیدہ کے مابین ایک حجاب ساحلی ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد حجاب ہٹا تو ہم نے دیکھا۔ شہزادہ کوئین بنزریاں میں بلوس دوڑا رہا تھا۔ انگشت شہادت سرے آسمان بلند کر رکھی تھی اور کہہ رہا تھا۔ اشہد ان لا اله الا الله واشہد ان جدی محمد رسول الله واشہد ان ابی و اخي اولیاء الله واشہد ان اخی سیدۃ نساء اهل الجنة بلند آنے لگے بڑھ کر اٹھایا۔ خوشبوئے جنت لگائی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور جناب سیدہ کو مبارک باد دی۔

تیسرے دن نبی کوئین تشریف لائے اور فرمایا۔ یا ام ایمن۔ ایمنی بانہی یا ام ایمن میرا بیٹا میرے پاس لے آ۔ میرے بولنے سے پہلے جناب صفیہ نے کہا۔ آپ کے حکم کے مطابق ابھی تک ہم نے بچے کو غسل نہیں دیا۔ تھوڑا سا انتظار فرمائیں تاکہ ہم غسل دے لیں۔

آپ نے فرمایا یا عمتی انت تنظفینہ ایمنی بہ قد نظفت الله المذک الجبار۔ پھوپھی ماں ایک میرے بچے کو آپ غسل دیں گی یہاں لایئے اللہ نے میرے بچے کو پاک و پاکیزہ بھیجا ہے۔

جناب صفیہ نے ہاتھوں پر اٹھایا۔ انحضرت کے پاس لائیں۔ آپ نے ہاتھوں پر لیا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ گلا چوما اور زبان نبوت دہن حسین میں دے دی۔ جب حسین میرا ہو گیا۔ تو مجھے واپس کیا۔ اور جب جانے لگے تو فرمایا۔ زہرا بیٹی بچے کو دودھ نہ پلانا۔ اسے میں ہی پالوں گا۔

پھر آپ روزانہ تشریف لاتے تھے اور امام حسین کو زبان رسات چہاتے تھے۔ کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ امام حسین نے اپنی ماں سمیت کسی عورت کا دودھ نہیں پیا تھا۔

**نام۔ کنیت۔ لقب اور آمد ملائکہ :-**

امالی صدوق کے مطابق امام سجاد سے مروی ہے کہ ولادت امام حسین کے بعد جناب سیدہ نے عرض کیا۔ یا علی بچے کا نام کیا ہو گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ زہرا جس نے حسنؑ کا نام رکھا تھا وہی اس بچے کا نام بھی رکھے گا میں اپنے آقا سے یکے سبقت کر سکتا ہوں۔

انحضور تشریف لائے تو نبیؐ نے عرض کیا۔ بابا جان! حسنؑ کا نام بھی آپ نے رکھا تھا اب اس بچے کا نام بھی آپ ہی تجویز فرمادیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ بیٹی! حسنؑ کا نام میں نے رکھا تھا اور نہ اس مولود کا نام میں رکھوں گا۔ حسنؑ کا نام بھی اللہ ہی نے رکھا تھا اور اس بچے کا نام بھی محمد ہی رکھے گا۔ میں اللہ سے یکے سبقت کر سکتا ہوں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ جیسے جبریلؑ نے اکر بتایا تجھے بتا دوں گا۔

آپؐ اسی انتظار میں تھے کہ جبریلؑ نے اکر اللہ کی طرف درود و سلام کے بعد عرض کیا۔ کہ ارشاد قدرت کے مطابق علیؑ سے آپؐ کو وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لہذا حسنؑ طرح بڑے بیٹے کا نام فرزند ہارونؑ کے نام پر ہے اسی طرح چھوٹے بچے کا نام بھی ہارونؑ کے چھوٹے بچے کے نام پر شبیرؑ کا عربی ترجمہ حسینؑ رکھو۔

### کنیت :-

امام حسینؑ کی صرف اور صرف ایک ہی کنیت ہے۔ اور وہ ہے۔ ابو عبد اللہ

### القاب :-

رشید، طیب، وفا، سید، زکی، مبارک، تابع، سبط

### عقیدہ :-

نبی اکرمؐ نے ساتویں دن حقیقہ کیا۔ دو دن بعد ذبح کیے۔ سر کے بال اتار کر ان کے ہموزن چاندی حدتہ کی۔ امام حسنؑ کی طرح انحضورؐ نے سر کے بال اتار اتے وقت سر کے اوپر دانے حقہ میں بائیں جانب کچھ بال چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح امام حسنؑ کی نافر دایں کان کی لویں اور بائیں کان کے درمیان سے اوچھ سو راج کر کے دائیں میں قرط اور بائیں میں شنف پنا دیا۔

### فطرس :-

نجم اور امالی شیخ کے مطابق ولادت امام حسینؑ کے ساتویں دن ذات احیرت نے جبریلؑ کو ملائکہ کے ساتھ بھیجا کہ محمدؐ علیؑ اور فاطمہؑ کو میری طرف سے ولادت حسینؑ کی مبارکباد دے کے آ۔

جبریل آگے پیچھے اور دائیں بائیں ملائکہ کے ساتھ آ رہا تھا۔

ایک جزیرہ میں فطرس جس کی کسی ترک ادلی کا ارتکاب کیا تھا اور ذاتِ احدیت نے اسے اختیار دیا تھا کہ تو چونکہ عالمین عرش سے ہے اس لیے انتخابِ سزا میں تجھے اختیار ہے دنیا میں بھگت لے یا آخرت میں۔ فطرس نے عرض کیا تھا بارالہا! سزائے دنیا کی ایک حد ہے جب کہ آخرت کی سزا غیر محدود ہوگی میں دنیا میں ہی بھگت لوں گا۔ ذاتِ احدیت نے اسے ایک جزیرہ میں ایک درخت کے ساتھ پلکوں سے لٹکا دیا۔ اس درخت سے ہمیشہ دھواں اٹھتا رہتا تھا۔ اور کوئی جانور اس درخت کے قریب نہیں جاتا تھا۔

جبریل ملائکہ کے ساتھ اسی جزیرہ سے گزرا۔ فطرس نے ملائکہ سے پوچھا۔

آج بڑی شان و شوکت اور بڑے کدو فر سے جا رہے ہو کیا بات ہے؟

ملائکہ نے جواب دیا۔ خاتم الانبیاء کو اللہ نے دوسرے نواسہ سے نوازا ہے۔ اور حکمِ جلیل سے جبریل کے ساتھ مبارک باد دینے جا رہے ہیں۔

فطرس نے جبریل سے کہا۔ اگر مہربانی کر سکو تو مجھے بھی ساتھ لیتے جاؤ۔ میں نبی کو نین کو اس عظیم مولود کی مبارک باد دے کر اسی کا واسطہ دوں گا۔ مجھے امید ہے وہ بارگاہِ خالق میں میری شفاعت کر دیں گے۔ اور اللہ ان کی شفاعت مسترد نہیں کرتا۔

## سبیلِ سکینہؑ

حیدر آباد الحیف آباد، پمٹ نمبر ۸-۷۹

جبریل نے ملائکہ کو حکم دیا۔ اسے اٹھا لو ملائکہ نے فطرس کو اٹھایا۔

جبریل نے آکر مبارک باد دی۔ اور فطرس کی درخواست پیش کی۔

آنحضورؐ نے مسکرایے فرمایا۔ فطرس میرے قریب آ۔ فطرس قریب ہوا۔ آپ نے امام حسینؑ کا کرتہ فطرس کے جسم سے مس کیا اور عرض کی۔ بارالہا۔ تجھے اس مولود کا واسطہ اسے معاف فرادے۔

فطرس کو معافی مل گئی۔ جب واپس اپنی جگہ جانے کے لیے ٹھہر رہا تھا تو تمام ملائکہ سے آگے بڑھ کے کہتا تھا۔  
من مثلی انا عتیق الحسین۔  
مجھ جیسا بھی کوئی ہو سکتا ہے میں حسینؑ کا آزاد کردہ ہوں۔

## غلامِ حسینؑ فرشتہ :-

شیخ صدوق نے کمال الدین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ولادتِ امام حسینؑ کے بعد جبریل سات دن مسلسل ملائکہ کے ساتھ بخواب اللہ مبارک باد دینے کو آ رہا۔ اور ہم عجائبات دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے رہے۔ ہمیں تو صرف بیمار ہی نظر آتے تھے۔ جب معافی مل جاتی تھی تو پھر ہماری نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔ ولادتِ امام حسینؑ کے تیسرے دن ایک توہمراسا آنحضورؐ کے سامنے آیا۔ لائے والا تو کوئی نہ تھا۔ چونکہ وہ کہیں سے گرا نہ تھا اس لیے ہم نے اندازہ لگایا کہ

کسی نے رکھا ہے۔

انحضورؐ اندر گئے۔ واپس تشریف لائے تو آپ کے ہاتھوں پر کپڑوں میں لپٹا ہوا حسینؑ تھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر بارگاہِ خالق میں عرض کیا۔

اللهم بحق هذا المولود لابل بحقك عليه و  
على جده محمد و ابراهيم واسماعيل و  
اسحاق ويعقوب ان كان للحسين ابن علي  
و ابن فاطمة عندك قدر فارض عن  
درد ايشل درد اجنته ومقامه من صفوف  
الملائكة۔  
اے اللہ! تجھے اس مولود کا واسطہ نہیں بلکہ تجھے اس  
حق کا واسطہ جو تیرا اس مولود اس کے نانا محمد اس  
کے دادا ابراہیم اسماعیل اسحاق اور یعقوب پر ہے  
اگر تیری بارگاہ میں حسین ابن علی و فاطمہ کا کوئی مقام ہے  
تو تو درد ایشل سے راضی ہو جا اسے اس کے پرد بال اور  
ملائکین اس کا مقام واپس عطا فرما۔

اس کے بعد وہ جسم ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔

کچھ دیر بعد انحضورؐ مسکرانے لگے۔

ہم نے عرض کیا کہ قبلہ وہ کیا شے تھی جس کے لیے آپ نے حسینؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر دعا مانگی اور اب مسکرا رہے ہیں اس  
کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا وہ درد ایشل فرشتہ تھا ملائکہ مقربین سے تھا۔ اللہ نے اسے سولہ ہزار پروے رکھے تھے ایک دن اس  
نے دل میں خیال کیا کہ کیا اللہ کے اوپر بھی کوئی شے ہوگی۔

اس کے یہ خیال آتے ہی ذاتِ احدیت نے اسے دگنے پر مٹا کر کے فرمایا۔ اب اثر اس نے پانچ سو برس پرواز کی  
لیکن قائمہ عرش تک نہ پہنچ سکا۔

جب تھک کر بیٹھ گیا تو ذاتِ احدیت نے فرمایا۔

اب اپنی جگہ جا۔

یہ اپنی جگہ آگیا۔ اللہ نے اس سے تمام پرد بال اور ملائکہ میں مقام لے لیا۔ اور فرمایا۔ میں لا شریک ہوں۔ مجھ سے اوپر  
کوئی بھی نہیں ہے۔ اور یوں ہی رہے گا۔

کئی صدیاں اسے اس حالت میں بیت گئیں۔

جبریل جب مجھے مبارک باد دیتے آ رہا تھا۔ تو اس نے جبریل سے درخواست کی آپ محمدؐ کو میری طرف سے بھی  
مبارکباد عرض کریں۔ اور انہیں اسی مولود کا واسطہ دے کر میری سفارش کی درخواست کریں۔

میں نے اسی لیے حسینؑ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر وہ دعا مانگی جو تم نے سنی ہے۔ اللہ نے میری دعا قبول کر لی ہے اسے  
اپنے پرد بال مل گئے ہیں۔



اب جبریل نے آکر بتایا ہے کہ درذائیل نے اپنا پہلا نام بدل کر دوسرا نام مولیٰ الحسین (علامہ حسینؑ) رکھ لیا ہے جبریلؑ یہ سنکر میں مسکرا رہا تھا۔

## علامہ حسینؑ:-

بجاریں جناب سلمان سے سردی ہے کہ ایک دن نبی کو نبیؐ کو بے موسم انگوتر تحفہ ملے۔ آپ نے مجھے فرمایا: جا میرے حسین کو بلا لانا کہ وہ بھی میرے ساتھ کھائیں۔

میں نے جناب سیدہ کادق الباب کر کے حسین کا پوچھا۔ تو بی بی نے فرمایا: وہ تو کافی وقت سے باہر گئے ہوئے ہیں میں تو سمجھی تھی کہ بابا جان کے پاس ہوں گے۔

جب میں نے آنحضورؐ کو بتایا۔ تو پریشان ہو گئے۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی: ہاں الہا میرے حسین کہاں گئے ہیں؟ مجھے تیرہودیوں سے ڈر رہا ہے۔

جبریلؑ نے نازل ہو کر عرض کیا: ذاتِ احییت کا ارشاد ہے۔ حسین کے معاملہ میں یہودیوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو منافقین سے خطرہ ہے اور وہ بھی تیرے بعد۔ دونوں حدیقہ ابو و حداح میں سو رہے ہیں۔

آنحضورؐ نے مجھے ساتھ لیا۔ اور حدیقہ ابو و حداح میں آئے۔ دونوں ایک دوسرے کے گھے میں بازو حائل کر کے سو رہے تھے ایک بہت بڑا اثر دہا ان کے سر پر تھا۔ اس کے منہ میں بریجان کا فنجن تھا۔ اور وہ اس کے ذریعہ شہزادوں سے تنگس رانی کر رہا تھا۔ جب اثر دہا نے آنحضورؐ کو دیکھا تو غنچہ بریجان ایک طرف رکھ دیا اور عرض کیا۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔ قبلہ میرا سلام ہو۔ میں اثر دہا نہیں ہوں۔ ملاکھ کروہین سے ایک ملک تھا۔ ایک لمحہ کے لیے یاد خدا سے غافل ہوا۔ اللہ نے بصورتِ اثر دہا زین پر ڈال دیا۔ رسولؐ گزر گئے ہیں۔ کسی ایسے کرم کی تلاش میں تھا جس کی سفارش مجھے میرا کھویا ہوا مقام واپس کر دے۔ آج اتفاق سے گزرا تو شہزادوں کو سویا ہوا دیکھا۔ میں جبریلؑ کو ملا کہ کے ساتھ ان کی خدمت کرتے دیکھ چکا تھا۔ ان کی خدمت میں امید نظر آئی تو یہاں رک گیا۔ اگر مناسب سمجھیں تو اللہ سے سفارش فرمادیں۔ مجھے یقین ہے اللہ آپ کی سفارش کی رو نہیں فرمائے گا۔

اس اثر دہا سے آپؐ بیتی سننے کے بعد آپؐ زین پر بیٹھ گئے۔ دونوں شہزادوں کو باری باری چومنے لگے تین چار بوسوں کے بعد دونوں شہزادے جاگ گئے۔ آپؐ بیٹھ گئے دونوں شہزادے آپ کے ایک ایک زانو پر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا بیٹے یہ ستم رسیدہ ملک ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ سفارش کی درخواست کرتا ہے۔

دونوں شہزادے اٹھے۔ تجدید وضو کی دو دو رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللہم بحق جِدِّنا الجلیل الحبیب محمد المصطفیٰ اے اللہ! تجھے ہمارے جدِ تیرے حبیب محمد مصطفیٰ

و بابتنا علی المرضی و بابتنا فاطمة الزہرا کا واسطہ تجھے ہمارے علی مرتضیٰ کا واسطہ تجھے ہماری ماں

الامارددته الى حالته الاولى.

فاطمہ زہراؑ کا واسطہ اس ملک مقرب کو اپنا پہلا مقام

عنایت فرما۔

ابھی شہزادوں کی دعا ختم نہ ہوتی تھی کہ ملائکہ کے ساتھ جبریل آیا اور عرض کی۔ اے حبیب خدا! اللہ نے دونوں شہزادوں کی دعا قبول فرما کر اسے معاف کر دیا ہے اور ہمیں بھیجا ہے تاکہ ہم اسے لے آئیں۔ وہ اتر دہا سے ملک بنا اور پرواز کر گیا۔ میں سن رہا تھا وہ اڑتے ہوئے کتنا جبار تھا۔

مجھ جیسا کہ ن ہوگا، میں غلام حسین ہوں۔

من مثلى أنا مولى الحسين -

## صلوات

بجاریں مفصل نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ صلصائیل ایک ملک تھا۔ اللہ نے اسے کسی کام پر مامور کیا یا اس نے فراموشی دیکر اللہ نے اس کے تمام پردہ بال سلب کر لیے ایک جزیرہ میں ڈالا دیا۔ جب جبریل ولادت امام حسینؑ کے پانچویں دن مبارک کے لیے آ رہا تھا تو صلصائیل نے ملائکہ سے وجہ نزول پوچھی۔ ملائکہ نے وجہ بتائی۔ صلصائیل نے جبریل سے کہا۔ میری طرف سے بھی ان حضورؑ کو مبارک باد دے کر التجا کرنا کہ وہ ذات احدیت سے میری معافی کی درخواست کریں۔ جبریل نے ان حضورؑ کو مبارک باد کے بعد صلصائیل کی درخواست کی۔ آپ نے امام حسینؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ قبلہ رخ ہوئے اور عرض کی۔

اللّٰهُمَّ بِحَقِّ ابْنِي الْحُسَيْنِ اغْفِرْ لِمَا نَفْسِي لَصَلِّا يُثَلِّ

اے اللہ! تجھے میرے حسینؑ کیلئے دعا واسطہ صلواتیں

کو معاف کر دے۔

اللہ نے اسے معاف کر دیا اور اسے پر وبال غیبت فرما کر دوبارہ اپنا مقام دے دیا۔

حسین منی و

کامل میں معلیٰ ابن مرہ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ کسی دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ تھے آپ نے مجھ سے ہاتھ پر قدم رکھا تو خباب حبشین دونوں بھائی درمجموعہ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ زمین پر بیٹھ گئے دونوں بازو پھیلا کر امام حسینؑ کو بلایا شمر ادہ دونوں بازوؤں کے درمیان آگیا۔ پہلے تو آپ نے پیار کیا۔ پھر دایاں ہاتھ امام حسینؑ کے سر پر رکھا بایاں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔ سر امام حسینؑ کو قدرے بلند کر کے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا۔

حسین منی وانا منہ احب اللہ من  
 احب حسینا۔

حسین مجھ سے ہے میں حسین سے مول اللہ اسی سے  
 محبت رکھے گا جسے حسین سے محبت ہوگی۔

عوالم میں مروج ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے۔

من احب ان ينظر الى احب اهل الارض  
الى السماء فليتنظر الى الحسين -  
جو شخص اہل ارض میں سے ایسے شخص کو دیکھنا پسند  
کرے جسے اہل سما سب سے زیادہ محبت رکھتے ہوں  
تو میرے حسینؑ کو دیکھ لے۔

عوالم میں اسماعیل ابن رجا اور عمرو ابن شعیب سے مروی ہے کہ ہم دونوں اور عبدالرحمن ابن عمر ابن عاص بیٹھے تھے کہ  
امام حسینؑ ہمارے پاس سے گزرے۔ آپ کے گزر جانے کے بعد عبدالرحمن نے ہمیں کہا۔  
اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جو اہل ارض سے ہو لیکن اہل سما کا سب سے زیادہ محبوب ہو تو اس گزرنے والے  
کو دیکھ لو۔

دیسے میں جنگ صفین کے بعد اس کے سامنے کبھی نہیں ہوا۔  
ہم نے پوچھا۔ وہ کیوں؟

عبدالرحمن نے کہا۔ صفین میں ابوسعید خدری مجھے حسینؑ کے پاس لے گیا۔ حسینؑ نے ہم دونوں سے کہا۔ کیا تم نے میرے نانا سے  
سنا ہے کہ اہل سما کی نظروں میں اہل ارض میں سے محبوب ترین شخص حسینؑ ہے۔  
میں تو چپ رہا ابوسعید نے کہا۔ ہاں میں نے سنا ہے۔

حسینؑ نے کہا۔ جب تم نے سنا ہے تو پھر مجھ سے اور میرے بابا سے کیوں برسر پیکار ہو جب کہ یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ  
نبی اکرمؐ نے جہاں ہماری خوبیوں کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔  
میں نے کہا یہ بھی تو آپ کے نانا کا حکم ہے کہ والدین کی اطاعت واجب ہے۔

حسینؑ نے کہا۔ میرے نانا نے حکم خدا کی مخالفت کبھی نہیں کی۔ انہوں نے ان حالات کے لیے فرمایا۔ جب اطاعت والدین  
اطاعت خدا سے متصادم نہ ہو۔ جہاں اطاعت والدین اطاعت خالق سے متصادم ہو وہاں اطاعت باری اور والدین کی  
نافرمانی واجب ہوتی ہے۔

## بیٹایا تو اسے :-

عوالم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ کے دائیں زانو پر آپ کا فرزند ابراہیم  
اور بائیں پر شہزادہ حسینؑ تھا۔ آپ کبھی ابراہیمؑ کا منہ چومتے تھے اور کبھی حسینؑ کا گلا چومتے تھے کہ جبریل آیا۔ آپ خاموش ہو گئے  
دیر بعد جب آپ نے بات کی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

ہم نے دہر پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ابھی جبریل اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آیا تھا کہ۔  
محمدؐ بیٹا اور نواسا دونوں میں اکٹھے نہیں کروں گا ان میں سے ایک جسے چاہے چن لے۔  
ہم نے عرض کیا۔ قبل آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ باریہ کبڑ ہے۔ اس کے میکے یہاں سے بہت دور ہیں۔ اگر ابراہیم اللہ لے لے تو صرف دوھیال غم زدہ ہوں گے۔ اگر حسینؑ کو اللہ لے لے تو دوھیال اور نیچال دونوں کے آنسو بہیں گے۔ اسی لیے میں نے حسینؑ کو چن لیا ہے۔

تین دن بعد حنبلہ ابراہیم کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد جب بھی آپ حسینؑ کو گود میں لیتے تھے۔ فرماتے تھے حسینؑ میں نے تجھ پر اپنا بیٹا قربان کیا ہے۔

## ریحانہ نبیؑ:

امالی صدوق بن ابن نعیم سے مروی ہے کہ میں عبد اللہ ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے اگر مچھ مارنے کا کفارہ پوچھا۔  
عبد اللہ نے پوچھا: کس علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس نے جواب دیا عراق سے ہوں۔  
عبد اللہ نے کہا: خدا اسے بھی دیکھو یہ شخص مچھ مارنے کا کفارہ پوچھتا ہے۔ لیکن آج تک اہل عراق نے یہ نہیں پوچھا کہ فرزند رسولؐ کو شہید کرنے کی کیا سزا ہے۔ حالانکہ میں نے اپنے ان کانوں سے آنحضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔  
الحسن والحسين ثمرة فؤادی

## محب حسینؑ:

عوالم میں خلیفہ یمانی سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ نے امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اور فرما رہے تھے۔  
ایہا الناس هذا الحسین ابن علیؑ  
فاعرفوه فالذي نفسی پیدا انہ  
لفی الجنة ومحبه فی الجنة ومحبه فی  
الجنة۔ محب ذریت حسینؑ فی الجنة۔  
لوگو! یہ حسینؑ ابن علیؑ ہے اسے پہچان لو۔ جس  
ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حسینؑ  
جنتی ہے۔ محب حسینؑ جنتی ہوگا۔ اور محب حسینؑ کا  
محب بھی جنتی ہوگا۔

## محب ذریت حسینؑ:

کامل میں جناب ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو دیکھا وہ امام حسینؑ کے بوسے بھی لے رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

من احب الحسن والحسين وذریۃ تمہما  
جو شخص میرے حسینؑ اہل ان کی ذریت سے خلوص



فخلص الحرق النار وجهه ولو كانت  
ذنوبه يعد درمل عالج -  
فخلص نیت سے محبت رکھے گا۔ آتش جہنم اس کا  
چہرہ نہ جلا سکے گی۔ اگرچہ اس کے گناہ ریگ سحر کے  
برابر بھی ہوں گے۔

## سید ابن السید:

عوالم میں جناب ابوالفرسے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ امام حسینؑ کو اپنی گود میں جھکا کر چوم رہے تھے اور فرما  
رہے تھے۔

انت السید وابن السید ابوالسادة  
انت الامام ابن الامام و ابو  
الائمة -  
تو خود سید ہے۔ سید باپ کا بیٹا ہے۔ اور سادات  
کا باپ ہے۔ تو خود امام ہے۔ امام کا بیٹا ہے۔ اور  
نواکرم کا باپ ہے۔

انت الحجة ابن الحجة و ابو الحجج تاسعهم  
قاممہم -  
تو حجت خدا ہے۔ حجت خدا کا بیٹا ہے اور نو ہجج الیہ  
کا باپ ہے۔ ان میں سے نواں قائم ہو گا۔

منتخب میں ام ایمن سے مروی ہے کہ ایک دن جناب زہراؑ سواری تھیں۔ میں کسی کام میں مصروف تھی۔ امام حسینؑ ماں کے  
پہلو میں بیٹھے ہوئے رو رہے تھے کہ۔

کوئی اگر امام حسینؑ کو بہلانے لگا۔ مجھے بہلا دے کی آواز تو سنائی دیتی تھی لیکن بہلانے والا نظر نہیں آتا تھا۔ میں حیرت سے  
دیکھتی بھی رہی اور اپنا کام بھی کرتی رہی۔ جب تک جناب زہراؑ بیدار نہ ہوئیں۔ بہلانے والا بہلاتا رہا۔ جب جناب زہراؑ بیدار  
ہوئیں تو بہلانے والے کی آواز ختم ہو گئی۔

میں نے بی بی کو بتایا۔ بی بی نے جا کر انھیں رو سے پوچھا۔

تو آپ نے فرمایا۔ بیٹی جبریل نے جب دیکھا کہ تو سو رہی ہے ام ایمن کام میں مصروف ہے اور حسینؑ رو رہا ہے تو وہ  
تیرے حسینؑ کو بہلانے لگا۔

عموماً تاریک راتوں میں جس کمرہ میں حسینؑ سوتا تھا ہمیں چراغ کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ امام حسینؑ کے سینہ اور پیشانی  
سے روشنی کی ایک کرن چھوٹی رہتی تھی اور دن میں یہ روشنی واضح نظر آتی تھی۔ نبی اکرمؐ بالعموم امام حسینؑ کی پیشانی اور سینہ ہی  
کے دوسے جیسے تھے۔

## سید شباب اہل الجنة:

منتخب میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن مدینہ میں ایک جنازہ کے ساتھ شریک ہوئے جب جنازہ قبرستان

میں پہنچ گیا۔ اور لوگ تیاری قبر کا انتظار کرنے کی خاطر بیٹھ گئے۔ تو میں نے دیکھا ابوہریرہ امام حسینؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اور آپ کے پاؤں سے مٹی جھاڑ کر سہلانے لگا۔

امام حسینؑ نے پاؤں پیچھے ہٹا کر کہا۔ ابوہریرہ ایسا نہ کرو۔

ابوہریرہ نے کہا۔ فرزند رسولؐ مجبوریاں ہیں بخدا جو کچھ میں نے آپ کے بارے میں آپ کے نانا سے سنا ہے اگر یہ لوگ جانتے ہوتے تو آپ کی راہ میں بلکیں بچھاتے۔

بخدا! میں نے اپنے ان کانوں سے آپ کے نانا سے سنا ہے فرما رہے تھے۔

هَذَا وَلَدِي الْحُسَيْنُ سَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ میرا یہ حسینؑ بیٹا جوانانِ جنت کا سردار ہے۔

## پشت رسول پر:

منتخب میں لیث ابن سعد سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ نماز پڑھا رہے تھے۔ امام حسینؑ آپ کے ساتھ مصلیٰ پر بیٹھا تھا آپ سجدہ میں گئے تو امام حسینؑ آپ کی پشت پر بیٹھ گیا۔ آپ نے سجدہ کو طول دے دیا۔ جب تک امام حسینؑ نہ اٹھے آپ نے سر نہ اٹھایا۔

ایک یہودی کڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جب نماز ختم ہوئی تو اس نے کہا۔

محمد! کیا نماز میں جو بچہ بھی تمہاری پشت پر بیٹھ جائے تم بچے کو نہیں بٹاتے اور سجدہ لمبا کر دیتے ہو؟

آپ نے فرمایا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میرا یہ حسینؑ عام بچوں جیسا نہیں ہے۔ میں اس سے پیارا تو اسہ ہونے کے ناطے نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اس کے نانا تو اسہ ہونے کی حیثیت میں اٹھاتا ہوں۔ میرے اللہ کا حکم ہے کہ میں حسینؑ کو ناراض نہ کروں۔ میرا حسینؑ میرے دین کا محسن ہے۔ اور یہ وقت بتائے گا کہ میں حسینؑ سے کیوں غیر معمولی پیار کرتا ہوں۔

## ہرنی کا بچہ:

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن ایک دیہاتی عرب نے ہرنی کا ایک بچہ آنحضورؐ کو ہدیہ پیش کیا۔ اس وقت امام حسنؑ آنحضورؐ کے پاس تھا۔ شہزادہ نے نانا سے ہرنی کا بچہ مانگا آپ نے اسے دے دیا۔ امام حسنؑ اسے لے کر گھر گیا۔ امام حسینؑ نے پوچھا۔

بھیا یہ ہرنی کہاں سے لیا ہے۔

امام حسنؑ نے بتایا۔ نانا نے دیا ہے۔

امام حسینؑ فوراً مسجد میں آئے اور عرض کی۔ نانا مجھے بھی حسنؑ کی طرح ہرنی چاہیے۔

سردار کو نہیں نے مر جھکا لیا۔ امام حسینؑ اپنے مطالبہ پر اصرار کرتا رہا اور آنحضورؐ سر جھکائے رہے۔ ہم نے دیکھا امام حسینؑ

کا چہرہ پشمرہ ہو گیا۔ اب قریب تھا کہ ہنزادہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔

گلی میں شور بلند ہوا۔ ہم نے دیکھا تو ایک ہرنی ہے اس کے ساتھ ایک بچہ ہے اور اس کے تعاقب میں بھیڑیا ہے۔ ہرنی دوڑتی ہوئی ان حضورؑ کے قریب آئی۔ بھیڑیا در مسجد پر رک گیا۔

ہرنی نے فصیح عربی میں عرض کیا۔ جسے مسجد میں موجود تمام صحابہ نے سنا۔ انا میرے دو بچے تھے۔ مدینہ سے کم از کم ایک شب و روز کی مسافت پر دور میرا صحرا میں قیام ہے۔ ایک نکلی نے کل میرا ایک بچہ قتل کر کے آپ کو مدینہ پیش کیا ہے۔ آج میں اس بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ کسی ہاتھ غیبی نے کہا۔

جلدی دوڑ کر مدینہ جا۔ حسینؑ ہر لڑکا مانگ رہا ہے اور یاسی سے رونے کے قریب ہے۔ اگر حسینؑ کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑا تو میں اس بھیڑیے کو تجھ پر مسلط کر دوں گا جو تجھے بچہ سمیت کھا جائے گا۔

میں نے ایک طرف دیکھا تو یہ بھیڑیا میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے دوڑ لگا دی اور بھیڑیا میرے پیچھے رہا۔ قبلہ اچھے یقین ہے کہ میں جس قدر بھی تیز دوڑتی اتنی لمبی مسافت میں چند لمحات میں طے نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ نے میرے لیے طی الارض کر دیا۔ میں تیرے حسینؑ کی آنکھ میں آنسو آنے سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچنے پر کامیاب ہو گئی ہوں۔

شکر خدا ہے کہ میرے دونوں بچے آپ کے حسینؑ کا بہلاوا بنے ہیں۔

## آپ افضل ہیں میں افخر ہوں:

تقلم الزہراء میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں گھر میں آیا تو حسنؑ سہرا تھا اور نبی کو نبی حسینؑ کو گود میں سے کر بیٹھے تھے۔ بنت رسولؐ بھی آپ کے قریب بیٹھی تھیں حسینؑ چھ برس کا تھا۔

میں نے کہا۔ بیٹے اب بڑے ہونا نا کو تکلیف نہ دیا کرو۔

انحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ میرے اور حسینؑ کے معاملہ میں تم دونوں خاموش رہا کرو۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا حسینؑ آپ کو اتنا پیارا ہے۔

انحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ! یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے حسینؑ میرا حصہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آج یہ فرمائیں کہ میں آپ کو زیادہ عزیز ہوں یا حسینؑ۔

انحضورؐ کے جواب دینے سے پہلے امام حسینؑ نے کہا۔ ابا جان! جو شرف میں زیادہ ہو گا وہی زیادہ محبوب رسولؐ ہو گا۔

میں نے کہا۔ بیٹے کیا میرے ساتھ مفاخرت کرو گے؟

حسینؑ نے کہا۔ کیوں نہ کروں گا۔ بشرطیکہ آپ اجازت دیں۔

میں نے کہا۔ بیٹے تجھے معلوم ہے میں امیر المومنین ہوں۔ میں زیان حق ہوں۔ میں وزیر مصطفیٰ ہوں۔ میں نے متر فضائل بیان کیے۔ اور خاموش ہو گیا۔

آنحضورؐ نے حسینؑ کا منہ چوم کر فرمایا۔ بیٹے تیرے بابا کے فضائل میں سے تیرے بابا نے عشرِ شیر بھی بیان نہیں کیا۔ حسینؑ نے کہا۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اپنے تمام بندوں سے افضل قرار دیا ہے۔ بابا جان جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے وہ سچ ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ بیٹے اب تم بھی تو بیان کرو۔

حسینؑ نے کہا۔ بابا جان! آپؐ نے جتنے فضائل بیان کیے ہیں وہ سب حقیقی ہیں اور وہی ہیں۔ اب میں جو فضائل بیان کر رہا ہوں وہ سب نسبی ہیں اور وہی ہیں۔

آپؐ تسلیم کریں گے کہ

میرا بابا امیر المومنین ہے جو تمام مومنین سے افضل ہے۔

میری ماں سیدۃ النساء العالمین ہے جسے آدم سے لے کر قیامت تک ہر شخص تسلیم کرے گا۔

میرا نانا سید الانبیاء ہے۔ جس کا کلمہ نہ پڑھنے والے کا فر کہلاتے ہیں۔

میرا بھائی حسن مجتبیٰ ہے۔

آپؐ تسلیم کریں گے کہ۔ میرے باپ جیسا آپ کا باپ نہیں۔ میری ماں جیسی آپ کی ماں نہیں۔ میرے نانا جیسا آپ کا نانا

نہیں اور میرے بھائی جیسا آپ کا بھائی نہیں۔ اگر شرف کے لحاظ سے آپؐ افضل ہیں تو نسب کے اعتبار سے میں افخر ہوں۔

آنحضورؐ نے حسینؑ کو گلے لگا کر بوسہ دیا۔ پھر میں نے حسینؑ کا منہ چوما۔ آخر میں بنت رسولؐ نے حسینؑ کو گود میں لے کر گلے

لگایا اور منہ چوم لیا۔



## امامت امام حسینؑ

امام حسینؑ کی امامت پر بے شمار مرتبہ نصوصِ نبویہ موجود ہیں جنہیں شیوخِ سنن ہر دو محدثین و محدثین نے نقل کیا ہے۔ ہم ذیل میں صرف چند ایک پر اکتفا کرتے ہیں۔

اکمال الدین میں شیخ صدوقؒ نے جابر ابن یزید جعفی کے ذریعہ جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ

جب یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ نازل ہوئی تو میں نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا قبہ!

ہم نے اللہ اور رسول کو تو پہچان لیا ہے۔ لیکن یہ اولی الامر جن کی اطاعت کو اللہ نے بلا فصل آپ کی اطاعت سے متصل فرمایا ہے۔

کون ہیں؟

انحضور نے فرمایا۔

یا جابر ائمة المسلمين  
من بعدی اولہم علی ابن ابی طالب  
ثم الحسن ثم الحسین ثم علیؑ ابن الحسین  
ثم محمدؑ ابن علیؑ المعروف فی التوراة  
بالباقر سدرکہ یا جابر وقرأ السلام  
ثم الصادقؑ جعفرؑ ابن محمدؑ ثم موسیٰ ابن  
جعفرؑ ثم علیؑ ابن موسیٰ ثم محمدؑ ابن  
علیؑ ثم علیؑ ابن محمدؑ ثم الحسنؑ ابن  
علیؑ ثم سسی وکینتی حجة الله فی الارض  
ابن الحسن ابن علی ذاک الذی یفتح  
الله تعالی ذکرہ علی یدیه مشارق الارض  
ومغاربہا ذاک الذی یغیب عن شیعته و  
اولیائہ غیبة لا یشبت فیہا علی القول بامامة  
الامن امتن الله قلبہ بالایمان۔

اے جابر اولی الامر جن کی اطاعت کو اللہ نے میری  
اطاعت سے وابستہ رکھا ہے یہ میرے خلفاء اور  
میرے بعد امت مسلمہ کے آئمہ ہیں جن میں پہلا علیؑ ہے  
اس کے بعد حسنؑ ہوگا۔ اس کے بعد حسینؑ ہوگا، پھر علیؑ  
ابن حسینؑ ہوگا پھر محمدؑ ابن علیؑ ہوگا جس کا تورات میں  
باقرا نام ہے۔ جابر تیری اس سے ملاقات ہوگی۔ جب  
ملاقات ہو تو میرے سلام اسے کہہ دینا پھر جعفرؑ ابن محمدؑ  
ہوگا۔ پھر موسیٰ ابن جعفرؑ ہوگا۔ پھر علیؑ ابن موسیٰ ہوگا۔ پھر  
محمدؑ ابن علیؑ۔ پھر علیؑ ابن محمدؑ ہوگا۔ پھر حسنؑ ابن علیؑ ہوگا۔  
پھر میرا ہم نام اور ہم کنیت جت ابن حسنؑ ہوگا۔ اسی کے  
ہاتھوں اللہ پناہ ذکر کرہ ارض کے مشرق و مغرب میں  
پہنچائے گا۔ اس کی محبت اپنے شیعوں اور موالیوں سے  
اتنی طویل ہوگی کہ زمانہ غیبت میں اس کی امامت کے نائل  
صرف وہی مومن رہ جائیں گے جن کا اللہ نے امتحان لیا ہوگا

شیخ مفید نے کتاب الفیئۃ میں فائدہ رقی سے روایت کی ہے کہ میں امام صادق کے پاس آیا اور سلام کیا۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ کوفہ سے۔

آپ نے فرمایا۔ کوفہ میں کیا حال ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ جناب زید کو لوگ جہاد کے لیے آمادہ کر رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر کیا خیال ہے زید کا مکیاب ہو بھی جائے تو کیا وہ منصوص من اللہ امام ہو جائے گا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں۔

آپ نے سماعہ ابن مہران کو آواز دی۔ سماعہ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ تبرکات والا صندوق اٹھا کے لے آ۔ سماعہ

سبیل سکینہ  
حیدر آباد سندھ، پاکستان

صدق لایا۔

آپ نے اسے کھولا۔ اس میں سے بنبریشم کا ایک ٹکڑا نکالا اور مجھے دے کر فرمایا اسے پڑھ۔  
میں نے پڑھا تو اس پر رکھا تھا۔

لا اله الا الله محمد رسول الله ان عده الشعور عند الله اثنا عشر شهوا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم امير المؤمنين علي ابن ابي طالب الحسن ابن علي والحسين ابن علي وعلى ابن محمد بن علي وجعفر ابن محمد وموسى ابن جعفر وعلى ابن موسى ومحمد ابن علي وعلى ابن محمد والحسن ابن علي والحجة ابن الحسن۔

پھر آپ نے فرمایا اسے دائرہ تحریر اللہ نے تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل کھچی ہے

اکمال الدین میں اصبح ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ گھر سے اس طرح برآمد ہوئے کہ آپ کا ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں تھا اور فرما رہے تھے۔ دین میں ایک دن بالکل اسی انداز میں نبی اکرمؐ میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر گھر سے باہر آئے تھے۔ اہل بیتوں نے فرمایا تھا۔

میرے بعد افضل خلائق اور سید المخلوق میرا بیٹا علیؑ ہے جو ہر مسلمان کا امام اور ہر مومن کا مولیٰ ہے۔ لوگو! میں بھی انھوں کی طرح کہتا ہوں کہ میرے بعد سید الخلائق اور افضل المخلوق میرا بیٹا حسنؑ ہے جو میرے بعد ہر مسلمان کا امام اور ہر مومن کا مولیٰ ہے۔ یہ بھی بتا دوں کہ جس طرح دنات رسولؐ کے بعد مجھ پر ظلم ہوا ہے اسی طرح میرے بعد یہ بھی مظلوم ہوگا۔ حسنؑ کے بعد اس کا یہ بھائی حسینؑ امام امت ہوگا۔ جو اپنے بھائی کے بعد نہ صرف مظلوم ہوگا بلکہ۔ سرزمین کربلا میں شہید بھی ہوگا۔ لیکن حسینؑ اور اس کے ساتھی شہداء قیامت کے دن سید الشہداء ہوں گے۔ حسینؑ کے بعد اس کی ذریت سے نو خلفائے باری ہوں گے تو زمین خدایں حجت خدا ہوں گے۔ امت مسلمہ کے امام ہوں گے مومنین کے قائد اور مشفق کے سردار ہوں گے۔ ان میں نوال قائم ہوگا۔

خیر المخلوق بعدی وسیدہم اخی هذا امام کل مسلم ومولی کل مومن ومومنتہ بعد وفاتی الا وانی اقول ان خیر المخلوق بعدی وسیدہم ابن هذا وھو امام کل مسلم ومولی کل مومن بعد وفاتی الا وانه سید المخلوق وسیدہم بعد وفاته رسول الله وخیر المخلوق وسیدہم بعد الحسن ابنی واخوة الحسنین المظلوم بعد اخیه المقتول فی ارض کربلا اما انه واصحابہ من سادة الشہداء یوم القیامہ وبعد الحسنین تسعة من ولدہ خلفاء الله فی ارضہ وحججہ علی عبادہ ائمة المسلمین وقادة المومنین وسادة المتقین وتاسعہم القاہ۔

اکمال الدین میں شیخ صدوق نے امام محمد باقرؑ کے متعدد صحابہ سے روایت کی ہے کہ جب امام باقرؑ کا وقت آخر آیا تو آپ نے اپنے بیٹے جعفر کو وصیت کی خاطر بلایا۔





- ۶۔ پانچواں امام ابو جعفر محمد بن علی باقر ہوگا اس کی والدہ کا نام ام عبد اللہ فاطمہ بنت حسن ہوگا۔
- ۷۔ چھٹا امام ابو عبد اللہ جعفر ابن محمد صادق ہوگا اس کی والدہ ام فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر ہوگی۔
- ۸۔ ساتواں امام ابو ابراہیم موسیٰ ابن جعفر ہوگا اس کی والدہ حمیدہ بریرہ ہوگی۔
- ۹۔ آٹھواں امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ ہوگا اس کی والدہ کا نام نجمہ ہوگا۔
- ۱۰۔ نواں امام ابو جعفر محمد بن علی زکی ہوگا اس کی والدہ کا نام خیران ہوگا۔
- ۱۱۔ دسواں امام ابو الحسن علی ابن محمد ابن ہوگا اس کی والدہ کا نام سوسن ہوگا۔
- ۱۲۔ گیارہواں امام ابو محمد حسن ابن علی اس کی والدہ کا نام سمانہ ہوگا۔
- ۱۳۔ بارہواں امام حجت قائم ابن حسن ہوگا اس کی والدہ کا نام ریحان ہوگا۔

اس کے بعد امام باقر نے زید سے فرمایا۔ بھیا آپ نے دیکھ لیا ہے یہ عہدہ کسی کے دینے سے نہیں اللہ کے انتخاب سے ہے اور یہ انتخاب پہلے سے ہو چکا ہے۔ اللہ بنا کر امام بھیجتا ہے وہ بھیج کر امام نہیں بناتا۔  
علاوہ ازیں بھی واضح نصوص امامت میں جو منتخب۔ امامی۔ تاویل الایات الباہرہ۔ عوالم۔ اور کشف الغمہ وغیرہ جیسی کتب میں موجود ہیں۔ نص خصوصی سابقا شہادت امام حسن میں پیش کی جا چکی ہے۔

## معجزات امام حسینؑ

### ۱۔ برص کا داغ :

سجاریں صالح ابن یشیم اموی سے مروی ہے کہ یں اور عبایہ ابن دلعبی عبایہ والیہ کے پاس گئے یہ عورت حجت آل محمد میں معروف تھی آئمہ اہل بیت ہی کی دعا سے اسے اتنی طویل زندگی نصیب ہوئی امام رضاؑ تک کی زیارت سے مشرف ہوئی عبایہ نے اسے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

- ۱۔ جب یہ آپ کا بھتیجا آپ سے ملنے آیا ہے۔
- ۲۔ جب یہ نے پوچھا۔ میرا کونسا بھتیجا ہے؟
- ۳۔ جب یہ نے کہا۔ صالح ابن یشیم والی ہے۔
- ۴۔ جب یہ نے کہا۔ واقعی میرا بھتیجا ہے۔

پھر یہیں بیٹھنے کو کہا۔ جب ہم بیٹھ گئے تو کہنے لگی اگر پسند کرو تو تمہیں اپنے آقا مولیٰ کی ایک ایسی بات سناؤں جو میری آپ بیتی ہے؟

ہم نے کہا۔ آپ ضرور سنائیں۔

جواب نے کہا۔ میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک سفید داغ ہو گیا۔ جو چھپائے نہ چھپتا تھا۔ میں نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا لوگوں کو بھی پتہ چل گیا کہ میں باہر کیوں نہیں آتی۔

امام حسینؑ نے اپنی بعض کینزوں سے پوچھا کہ آج کل جوابہ کو کبھی نہیں دیکھا۔ خیریت سے تو ہے؟

ایک کینز نے عرض کیا۔

قبہ اس کی دونوں آنکھوں کے مابین ایک چھوٹا سا سفید داغ نکل آیا ہے۔ جو ایسی جگہ ہے کہ اسے چھپایا نہیں جاسکتا اس لیے جوابہ نے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔

آپ اسی وقت میرے گھر آئے۔ دق الباب کیا۔ جب میں نے اجازت دی تو اندر تشریف لائے اور فرمایا۔

جوابہ کیا ہو گیا ہے کئی دنوں سے تو نظر نہیں آئی۔

میں نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ کی عرض کروں۔ آنکھوں کے درمیان ایک سفید داغ نکل آیا ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

بس شرم کے مارے باہر نکل چھوڑ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ سراپراٹھا۔

میں نے سراٹھایا۔ آپ نے انگلی پر لعاب دہن لیا اور اس داغ پر لگا دیا۔ اور فرمایا۔ اٹھ اب آئینہ دیکھ۔ جب میں نے آئینہ دیکھا تو حیران رہ گئی کہ اس داغ کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ میں نے اللہ کا شکرا دیا۔

## ۴۔ بد نیت ہاتھ؛

بحاریں ایوب ابن امین نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بیت اللہ میں ایک عورت مصروف طواف تھی۔ اس کے عقب میں ایک مرد بھی طواف کر رہا تھا۔ عورت نے ہاتھ لپکا کر کے حرا سود کو چھونا چاہا۔ اس مرد نے بھی ہاتھ بڑھا کر اسی عورت کے بازو پر رکھ دیا۔ قدرت خدا سے اس کا ہاتھ عورت کے بازو سے چٹ گیا۔ لاکھ کوشش کی گئی لیکن ہاتھ جدا نہ ہوا لوگ جمع ہو گئے۔ دونوں کو امیر مکہ کے پاس لے گئے۔ مشورہ یہی ہوا کہ مرد کا ہاتھ کاٹ لیا جائے کیوں کہ اس نے زیادتی کی ہے۔

امیر مکہ نے کہا۔ بھلا پتہ کرو۔ آل محمد سے کوئی موجود ہے؟

مجمع سے ایک شخص نے کہا۔ رات حسینؑ ابن علیؑ آیا ہے۔

امیر مکہ نے کہا - یا انہیں بلاؤ اور یا انہیں ان کے پاس لے جاؤ۔  
وہ تمام مجمع اس عورت اور مرد کو لے کر امام حسینؑ کے پاس آیا۔ آپ نے دست دعا بلند کیے۔ دعا مانگی۔ اس کا ہاتھ عورت کے بازو سے جدا ہو گیا۔

۳. مرد و زننده :

خارج میں بھی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ کے پاس ایک نوجوان روتا ہوا آیا۔ آپ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ کیوں روتا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ تہدماں کافی مال دار تھی لیکن دولت چھپا کر رکھتی تھی۔ فوت ہو گئی ہے۔ بتا کر نہیں گئی کہ کہاں رکھی ہے۔

ایک مرتبہ پہلے اس نے مجھے کہا تھا کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو میرے غسل و کفن سے پہلے فرزند رسول کو ضرور اطلاع دینا۔

آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ آؤ چلیں۔

ہم آپ کے ساتھ آئے۔ آپ گھر کے دروازے پر رک گئے۔ اور اللہ سے دعا کی۔ وہ عورت زندہ ہو گئی۔ چار پائی پر بیٹھ کر عرض کیا۔ فرزند رسول آپ باہر کیوں کھڑے ہیں اندر تشریف لائیں۔

آپ نے فرمایا: میں تنہا نہیں ہوں۔

اس نے کہا آپ تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لے آئیں۔

آپ کے ساتھ ہم بھی اندر گئے۔

عذرت نے مرض کیا۔ قبلہ کوئی حکم ہے تو فرمائیے۔ ابھی تک ملک الموت میری روح کو لے کر اپنی جگہ تک نہیں پہنچا تھا کہ واپس آیا۔ اندر ٹھہرے کہنے لگا جانتے ہو فرزند رسول بلا سنا ہے۔ آنا وہ صرف آپ کے حکم کا منتظر ہے۔ میرے پاس ہی وہ سامنے کھڑا ہے۔

آپنی اس کی طرف دیکھا اور سسکا دیے۔ پھر فرمایا۔ بیٹے کو جو وصیت کرنا ہے کرے اور اسے یہ بھی بتادے کہ تو نے مال کہاں کہاں رکھا ہے۔

اسی نے عرض کیا۔ تبہ اتنا مال ہے اور ننان فلاں جگر رکھا ہے۔ میرے مال کے تین حصے کریں ایک حصہ آپ کا ہوگا خواہ آپ اپنی ضروریات پر صرف کریں یا اپنے موالیوں کو دیں۔ اور دو حصے میرے بیٹے کے ہوں گے بشرطیکہ یہ آپ کا محبوب ہو۔ اگر یہ آپ کا محبوب نہ ہو تو میرا مال اس کے لیے حرام ہے۔ مجھ پر جنازہ خود پڑھیں۔ اور تدفین تک تکلیف فرمائیں۔

اس کے بعد وہ لیٹ گئی۔ اور عرض کی۔ اچھا! السلام علیک یا رسول اللہ۔

## ۴۔ نافرمانی کا انجام :

خارجہ میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ جب اپنے نوکروں کو کسی کام کیلئے بھیجتے تھے تو انہیں گھر کے جانے سے لے کر واپسی تک کے راستہ تک کی ہدایات دے دیتے تھے اور فرماتے تھے اگر میرا کہنا نہ مانا تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ایک مرتبہ تمام نوکروں نے مشورہ کر لیا کہ فرزند رسولؐ یونہی دہم میں مبتلا ہے جیلاہم اتنے آدمی ہوتے ہیں۔ کوئی ہمیں کھا جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے عہد آپؐ کی ہدایات کے برعکس وہی راستہ اختیار کیا جس سے آپؐ نے انہیں روکا تھا۔ راستہ میں ڈاکا پڑا وہ سب قتل ہو گئے اور جو کچھ لار ہے تھے وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ جب آپؐ کو پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا۔ میں نے انہیں روکا تھا کہ اس راستہ سے نہ جاؤ یہ کہہ کر آپؐ اٹھے اور امیر مدینہ کے پاس آئے۔

امیر مدینہ نے کہا : اے فرزند رسولؐ سننا ہے کہ آپؐ کا مالی نقصان بھی ہو گیا ہے۔ اور آپؐ کے غلام بھی مارے گئے ہیں بڑا افسوس ہوتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ جب چوراہہ اور ڈاکو امر کی پناہ میں پلنے لگیں تو رعیت کا یہی حال ہوتا ہے۔ امیر مدینہ نے کہا۔ فرزند رسولؐ یہ آپؐ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی کسی چور یا ڈاکو کو پناہ نہیں دی۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر میرے غلاموں کا یہ قاتل آپؐ کے دربار میں ایک اچھے خاصے عہدہ پر کیسے فائز ہو گیا ہے۔ اس شخص نے کہا۔ فرزند رسولؐ یہ آپؐ نے کیا فرما دیا ہے مجھے کیا معلوم ہے اور میں کیوں ذمہ داری کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ دیکھ تم سات آدمی تھے۔ چار تم غلام تھے اور تین تمہارے ساتھ وحشی تھے۔ تم سات آدمی فلاں جگہ اکٹھے ہوئے۔ تمہارے پاس فلاں فلاں ہتھیار تھا۔ فلاں جگہ تم گھات لگا کر بیٹھے۔ میرے فلاں فلاں غلام کے پاس فلاں فلاں چیز تھی۔

تم نے اچانک ان پر حملہ کیا۔ پہلے فلاں فلاں نے فلاں غلام کو مارا۔ اسی طرح آپؐ نے ایک ایک کا نام لے کر بتایا کہ تم لوگوں نے کسے مارا اور کب مارا۔ پھر تم نے مال آپس میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک کے حصہ میں اتنا مال آیا ہے جسے تم فلاں جگہ چھپا کے آئے ہو۔

اگر اب بھی شک ہے تو چل میں تجھے اس جگہ سے سامان برآمد کروں۔ یہ سنکر وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کا رنگ فق ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کیا آپؐ بھی ہمارے ساتھ تھے؟ آپؐ نے فرمایا۔ میں صرف تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ کہہ ارض پر جو کچھ بھی ہوتا ہے اس سے امام وقتؑ مطلع ہوتا ہے۔

امیر مدینہ نے فوراً سپاہی بھیج کر اس کے دوسرے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ ان سے مال برآمد کیا۔ اور مقتول غلاموں کے قصاص میں ان سب کو قتل کر دیا۔

## ۵۔ شادی سے منع؛

خواجه کے مطابق ایک شخص اچھا خاصا مالدار تھا۔ وہ امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کیا۔  
قبیلہ فلاں عورت جو بڑی مالدار ہے سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔  
آپ نے فرمایا۔ وہ مالدار ضرور ہوگی۔ لیکن تیرے لیے نقصان دہ ہوگی۔ اگر مجھ سے مشورہ لینا چاہتا ہے تو اس سے شادی نہ کر۔

اس شخص نے اسی عورت سے شادی کر لی۔ ابھی چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ اس کی تمام دولت حادثات کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔

پریشان ہو کر آپ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے اسی لیے نہ صرف روکا تھا بلکہ تجھے بتا دیا تھا کہ تیرے لیے نقصان دہ ہے اب بھی وقت ہے اسے طلاق دے دے۔ اور فلاں عورت کا رشتہ اگر تجھے مل جائے تو وہ تیرے لیے سودمند ہوگی۔  
اس نے اس عورت کو طلاق دے کر دوسری سے شادی کر لی ہے۔ اور پھر پہلے کی طرح مالدار ہو گیا۔

## ۶۔ بچہ کس کا ہے؛

مناب میں صفوان ابن مہران سے مروی ہے کہ مدینہ میں دو شخصوں کے درمیان ایک عورت اور اس کے بچہ پر نزاع ہو گیا۔ دونوں مدعی تھے کہ یہ میری بیوی اور بچہ میرا بیٹا ہے۔

جھگڑا فیصلہ کے لیے امام حسینؑ کے پاس آیا۔ آپ نے عورت سے فرمایا۔ دیکھ سیدھی سیدھی بات بتا دے کہ تیرا شوہر کون ہے اور بچہ کس کا ہے؟

عورت نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ میرا شوہر ہے اور یہ بچہ اسی کا ہے۔ اس دوسرے کو میں نہیں جانتی۔  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ دیکھ اللہ سارا عیوب ہے۔ اس نے تیرے کتے عیوب پر پرودہ ڈال رکھا ہے۔ لیکن امام وقت کو دھوکا کی صورت میں اللہ کسی کا حجاب نہیں رکھتا۔ رازناش ہونے سے پہلے تو خود سیدھی بات بتا دے۔  
عورت نے پھر وہی بات دہرائی۔

اب بچہ سے مخاطب ہوا اور فرمایا۔ قدرت خدا سے قبل از وقت بول اور تو یہی تاکہ تیرا باپ کون ہے؟  
چند ماہ کا کم سن بچہ گویا بولا اور کہنے لگا۔ قبلہ ان دونوں میں سے میرا باپ کوئی بھی نہیں ہے (اچھی ہے یا بری ہے میری ماں

بی ہے آپ مجھے اس سے زیادہ وضاحت نہ کرائیں۔ آپ بہتر جانتے ہیں۔  
 آپ نے فرمایا۔ میں تو جانتا ہوں۔ لیکن تیری ماں مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس لیے ان تمام لوگوں کو صرف  
 اپنے باپ کا نام بتا دے۔

بچہ نے عرض کیا۔ قہر میں مدینہ نفلان چرواہا میرا حقیقی باپ ہے۔  
 آپ نے عورت سے فرمایا۔ اب بتا۔ اپنے بیٹے کی تصدیق کرتی ہے یا نہیں؟  
 اگر اب بھی لالچ کرے گی تو پھر میں تیرے اسی بیٹے کی زبانی وہ پورا واقعہ دھڑا دوں گا۔ جس کے مطابق یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔  
 عورت نے سر جھکایا۔ آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھے اور عرض کیا۔ میں میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ میں سب کے سامنے اپنا  
 جرم تسلیم کرتی ہوں۔ بچہ نے درست کہا ہے۔  
 آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

۷۔ میرے قاتل :

خروج میں حدیقہ یمانی سے مروی ہے کہ نبی کو نین کے زمانہ میں جب حسین کس تھا۔ ایک دن کہنے لگا۔ بخدا انہی امیر کے ماتحتی میں سرکش میرے قتل پر جمع ہوں گے۔ ان کے لشکر کا قائد عمر ابن سعد ہوگا۔ میں نے یوحنا ایک ایک کو نبی کو مرنے بتایا ہے۔

امام حسین نے کہا۔ نہیں تو۔ انہوں نے مجھ سے ایسی بات کبھی نہیں کی۔

میں ان حضور کے پاس آیا۔ اور انہیں پوری بات بتادی۔

احضور نے فرمایا۔ حذیفہ علی علمہ وعلیہ علی۔ میرا علم حسین کا علم ہے اور حسین کا علم میرا علم ہے۔ کیونکہ اللہ نے میرے سب اہل بیت کو ماکان و مایکون کے علم سے نوازا رکھا ہے۔

۸۔ اہل کوفہ کو پانی :

عوالم میں زلزلہ نے امام صادقؑ سے روایت سے کہ جب حضرت علیؑ کا قیام کوفہ میں تھا تو ایک سال خشک سال ہو گئی اہل کوفہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور عرض کی کہ تیرے خشک سال نے تباہ کر ڈالا ہے عرض سے بارش کا منہ نہیں دیکھا۔ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا بیٹے اہل کوفہ قلت آب اور پیاس کا شکار ہو کر رہے ہیں۔ انہیں پانی پلا دو۔ آپ اہل کوفہ کے لئے کھیر دن کوفہ صحرائیں آئے۔ اور دست دعا بلند کر کے دعا مانگی۔ بار بار اہل اہل کوفہ کو میرا رب کر دے۔ ابھی تک دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش برسنے لگی اور ہر طرف جل تھل ہو گیا۔



## مکرم اخلاق اور زہد و عبادت

۱۔ محمد حنفیہ کانزاع

عزائم میں امام صادق سے مروی ہے کہ کسی بات پر محمد حنیفہ نے آپ سے نزاع کر لیا۔ امام حسینؑ نے اسے محسوس نہ کیا اور خاموش رہے۔ جب محمد کہ اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے آپ کو ایک خط لکھا۔

المبعد! بھیا! میرا اور آپ کا باپ ایک ہے اس لحاظ سے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے برابر ہوں۔ لیکن ماں کے اعتبار سے اگر پورا کہہ ارض بھی سونا بلکہ میری ماں کی ملکیت میں آجائے تو پھر بھی میری ماں آپ کی والدہ سے کسی بھی مقام پر برابر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ انہیں۔ آپ نے جو شرف زبان رسالت چوس کر حاصل کیا ہے وہ بھی مجھے حاصل نہیں۔ اور نہ ہی میں عہدہ تطہیر کے منصب جلیلہ پر فائز ہوں۔ لہذا آپ بزرگ ہیں۔ افضل ہیں۔ اور برتر ہیں۔ اور ہمیشہ بزرگ ہی خوردوں پر نظر غیبت فرماتے ہیں آپ میرے پاس تشریف لائیں تاکہ باہمی گفتگو سے میں اپنی غلط فہمی کا ازالہ کر لوں۔

یہ خط پڑھتے ہی آپ محمد کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے گلے لگا کر فرمایا۔ بھیا! میں نے تو کبھی آپ سے ناراضگی کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔

۲۔ یتیم پروری :

بجاریں شعیب ابن عبد الرحمن خزاعی سے منقول ہے۔ کہ یوم عاشور جن ظالموں نے آپ کے جسم مبارک سے قیص اتارا تھا۔ انہیں آپ کی پشت مبارک پر سیاہ گٹھے دکھائی دیئے۔ انہوں نے جناب سجادؑ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ مدینہ میں یتیموں اور یرواؤں کو رات کے وقت اپنی پشت پر لا کر کھانا پہناتے تھے۔

۳-ع

منائب میں ابن عبد ربہ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ نے پچیس حج پیدل کیے۔ جب کہ سواریاں آپ کے ساتھ ہی خالی چلتی تھیں۔

## ۴۔ غلام آزاد:

مناقب ہی میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک غلام کے ساتھ کوچہ سے گزر رہے تھے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا تھا۔ آپ نے غلام سے فرمایا۔  
یہ اٹھاے اور گھر واپس پہنچ کر مجھے یاد دلانا میں کہاں گا۔  
غلام نے وہ ٹکڑا اٹھایا اور مٹی جھاڑ کر کھایا۔  
جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا۔ وہ روٹی کا تھمہ کہاں ہے؟  
غلام نے عرض کیا۔  
قبلہ وہ تو میں نے اسی وقت مٹی صاف کر کے کھالیا تھا۔  
آپ نے فرمایا۔ جاتوئی سبیل اللہ آزاد ہے۔  
کسی نے عرض کیا۔ قبلہ صرف روٹی کا ایک ٹکڑا کھانے پر آپ اسے آزاد کر رہے ہیں۔  
آپ نے فرمایا۔ ہاں! میں نے اپنے نانا سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ جو شخص کسی جگر روٹی کا گراہو اٹھا دیجھے اور صاف کر کے کھائے۔ اللہ اس شخص کو اس ٹکڑے کے ہضم ہونے سے پہلے آتش جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔  
بھلا تو یہی تاجہ اللہ آتش جہنم سے آزاد کر دے میں اسے اپنا غلام کیسے رکھوں۔

## ۵۔ اللہ کا جواب:

بخاری میں عیون سے مروی ہے کہ انس ابن مالک نے بتایا ہے ایک رات امام حسینؑ مکہ میں مجھے ساتھ لے کر چلے پہلے ام المومنین جناب فدیجہ کے مزار پر آئے کافی دیر تک وہاں بیٹھ کر روتے رہے۔ پھر مجھے فرمایا۔ انس اب مجھے تنہا چھوڑ دے۔ میں ایک طرف ہو گیا۔ امام حسینؑ غمزدن نماز ہو گئے۔ میں ذرا سا پرے جا کر چھپ گیا۔ تاکہ دیکھوں تنہائی میں کیا کرتے ہیں میں نے سنا وہ کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے۔

- (۱) یا رب یا رب لنت مولاہ۔ فارح عبید اللہ علیہ السلام اے اللہ! اے اللہ! تو ہی آتا ہے ان بندوں پر رحم فرما جن کا
- (۲) یا ذا المعالی علیک معتمدی۔ طوی لمن کنت انت مولاہ۔ مجاہد تو ہے اے ذات معلیٰ تو ہی میرا سہارا ہے خوش نصیب
- (۳) طوی لمن کان نادما رقا۔ لشکوالی ذی الجلال بلواہ۔ ہے وہ بندہ جس کا تو مولیٰ ہے خوش نصیب ہے وہ جو اپنی
- (۴) دماہ عطیة ولا سقم۔ اکثر من حبه لمولاہ۔ کم بائگی کا اعتراف کرنا ہو۔ اور اپنے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں
- (۵) اذا اشتکی شبة وغصة۔ اپنے مصائب پیش کرنا ہو اسیا بندہ جسے نہ کوئی تکلیف ہو اور نہ بیماری اسیا بندہ جس کی ہر تکلیف اور بیماری صرف اپنے

(۱) اِذَا ابْتُلِيَ بِالْظَّلَامِ مَبْتَهَلًا -

اَكْرَمَ اللّٰهُ شَمَادَنَا -

آتا سے عشق ہو جب اپنے آقا کے سامنے اپنے مصائب کا  
شکوہ کرے تو اللہ بیک کہہ کر اس کی دعا قبول کرے۔ جب  
تاریکی شب میں عاجزی سے حاضری دے تو اللہ اسے معزز کر کے  
اپنا مقرب بنائے۔

میں نے اپنے ان کانوں سے سنا ہے جب امام حسین نے مذکورہ اشعار میں مناجات کی تو ذات احدیت کی طرف یہ  
جواب ملا۔

(۲) لَبِيكَ عَجْدِي وَانْتَ فِي كَتْعِي -

وَكَلِمَا قُلْتَ قَدْ عَلِمْنَا -

بیک میرے بندے تو میری پناہ میں ہے جو کچھ تو نے کہا ہے  
ہم اس سے واقف ہیں میرے ملاکر تیری صدا کے مناجات  
کے شائق رہتے ہیں۔ تیری صرف مناجات ہی کافی ہے ہم نے  
سن لی ہے۔

(۳) صَوْتُكَ لَشَتَا قَهْ مَلَا تُكْتِي -

فَحَبِيبُ الصَّوْتِ قَدْ سَمِعْنَاهُ -

#### ۴۔ کفارہ:

بجاریں ابوسلمہ سے مروی ہے کہ ایک سال میں عمر کے ساتھ حج پر گیا۔ راستہ میں ایک دیہاتی عرب نے اگر عمر سے  
ایک مسئلہ پوچھا۔

کہ میں نے احرام باندھا اور مجھے شتر مرغ کے انڈے مل گئے۔ میں نے انہیں پکا کر کھالیا۔ اب کیا کروں۔

عمر کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

کہ مسئلہ مجھے بھی نہیں آتا۔ بیٹھ کوئی نہ کوئی صحابی رسول آجائے گا۔ اور تیری مشکل حل ہو جائے گی۔ کافی دیر بعد حضرت  
علیؑ اور جناب حسین تشریف لے آئے۔

عمر نے عرب سے کہا۔ جا اور علیؑ سے مسئلہ پوچھ لے۔

عرب حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور مسئلہ بیان کیا۔

حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ میرے اہل کم سن بچے سے پوچھ لے۔

عرب نے کہا۔ تعجب ہے کہ ایک تو تم مجھے ایک درس سے کی طرف دھکیلتے ہو۔ اور دوسرا اتنا بڑا مسئلہ جب ایک بڑے  
اور سفید ریش کو معلوم نہ تھا تو اس کم سن بچے کو کیا معلوم ہو گا۔

حضرت علیؑ کے ساتھی صحابہ نے پوچھا۔ کیا اور کسی سے بھی پوچھا؟

عرب نے کہا۔ پوچھا نہیں تو کیا کہا ہے؟ میں تو سچ سے جھک مار رہا ہوں کوئی بتاتا ہی نہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ بیٹھ کوئی  
آجائے گا۔

بیٹھ بیٹھ کے سینا ناس ہو گیا ہے۔

انہوں نے پوچھا کہ ہم پر ناراض کیوں ہوتا ہے۔ ہمیں تو تیرا مسند بھی اب ہی معلوم ہوا ہے۔ پہلے کس سے پوچھا ہے؟

عرب نے کہا۔ وہ سامنے نہیں خیر لگا ہوا اور ایک شخص مسند پر بیٹھا ہے۔ لوگ ہر طرف سے جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا۔ اچھا برہم نہ ہو۔ اس بڑے سے بھی پوچھا تھا اب ذرا اس کم سن سے بھی پوچھ کر دیکھ توئے۔  
عرب نے آگے بڑھ کر امام حسینؑ کو سلام کیا۔ اور اپنا مسند پیش کیا۔ اتنے میں عمر اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ اسی جگہ آگیا جہاں حضرت علیؑ نے ڈیرہ لگا رکھا تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں تبھی ان کی تعداد تو معلوم ہے۔

عرب نے کہا۔ بالکل معلوم ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ پھر ایسا کرتے انڈے کھائے ہیں اتنی مقدار میں ناناؤں کو حاملہ کرا اور ان سے جو بچے پیدا ہوں وہ کفارہ دے دے۔

عمر نے کہا حسینؑ ہو سکتا ہے تمام ناناؤں بچے نہ دیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عمر ہو سکتا تھا تمام انڈوں سے بچے نہ نکلتے۔

عمر نے کہا۔ واقعی آپ نے درست بتایا ہے۔

حضرت علیؑ نے اٹھ کر امام حسینؑ کو گلے لگایا۔ اور فرمایا۔ اللہ کی قسم جس نے فدیت طیبہ سے نوازا ہے۔

## جو دوسختائے امام حسینؑ

### ۱۔ نادار سے سنگ دلی بدترین خصلت ہے:

بحار میں عمرو ابن دینار سے مروی ہے کہ اسامہ ابن زید بیمار ہوا۔ امام حسینؑ اس کی عیادت کو گئے۔ اسامہ نے حضرت سے آہ سرد بھری۔

آپ نے پوچھا کیا بات ہے۔

اسامہ نے کہا۔ چھ لاکھ درہم کا مقروض ہوں اور میرے بعد کوئی ادا کرنے والا مجھے نظر نہیں آتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ فکر نہ کریں ادا کر دوں گا۔

اسامہ نے عرض کیا۔ اگر آپ نوازش فرماتے ہیں تو میری زندگی میں ادا فرما دیجئے تاکہ اطمینان سے مسکوں۔  
 آپ اٹھے۔ اسامہ کا قرض ادا کیا۔ اور اسے پیغام بھیجا کہ تیرا قرض ادا ہو گیا ہے۔ پھر فرمایا۔  
 کسی امام کے یہ تین عادتیں انتہائی بری ہوتی ہیں۔  
 دشمن پر تشدد۔  
 نادار سے سنگ دلی۔  
 غنایت کے وقت بخل۔

## ۲۔ جو مال عزت کا تحفظ کرے عمدہ مال ہوتا ہے :

جب فرزدق کو مروان نے مدینہ بدر کیا تو امام حسینؑ نے فرزدق کو چار سو درہم دیئے۔ کسی نے عرض کیا۔ قبلہ یہ تو بڑا  
 یہودہ قسم کا آدمی ہے۔ پتہ نہیں کہاں خرچ کرے گا۔  
 آپ نے فرمایا۔ اولاً تو اللہ فرزدق سے بھی زیادہ یہودہ قسم کے افراد کو وسیع رزق دے رہا ہے۔ اور ثانیاً دولت  
 وہی اچھی ہوتی ہے جو عزت کے تحفظ میں کام آئے۔

## ۳۔ بہترین بدلہ :

بحاری میں انس سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام حسینؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کی ایک کینز نے آپ کو ایک گلدستہ  
 پیش کیا۔

آپ نے فرمایا جاتو آزاد ہے۔

میں نے کہا۔ اے فرزند رسول! آپ نے ایک گلدستہ کے عوض کینز کو آزاد کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں اللہ نے ہمیں یہی سکھایا۔

میں نے پوچھا۔ وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔ اگر تمہیں سلام کیا جائے تو یا ویسا ہی جواب دیا اس سے اچھا۔ ظاہر ہے کہ

گلدستہ کے جواب میں عمدہ تو اسے آزاد کرنا ہی تھا۔

## ۴۔ مومن کو خوش کرنا افضل الاعمال ہے :

بحاری میں امام حسینؑ ہی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے نانا کی اس حدیث کا تجربہ کیا ہے کہ نماز کے علاوہ اگر کوئی  
 افضل عمل ہے تو وہ مومن کو خوش کرنا ہے۔ ایک مرتبہ میں بیرون مدینہ گیا۔ راستہ میں میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ کھانا

کھا رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک کتا بیٹھا تھا۔ وہ ایک لقمہ خود کھاتا تھا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا تھا۔ میں کافی دیر تک کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ وہ مجھ سے بے خبر تھا۔

کافی دیر کے بعد میں آگے بڑھا اور پوچھا یہ کیا کر رہا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کے جدا مجد کا ارشاد ہے کہ نماز کے علاوہ اگر کوئی افضل عمل ہے تو وہ مومن کو خوش کرنا ہے میری اتنی استطاعت تو ہے نہیں کہ کسی مومن کو خوش کر سکوں۔ میں آپ کے نانا کے اس ارشاد کی تعمیل کا اثر اس کتے میں دیکھنا چاہتا ہوں میں اسے خوش کر رہا ہوں۔ دیکھنا اللہ مجھے خوش کرتا ہے یا نہیں؟

میں نے پوچھا تجھے کیا غم ہے۔

اس نے کہا۔ میرا مالک یہودی ہے اور میں اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

میں اسے ساتھ لے کر اس کے یہودی مالک کے پاس آیا اور اسے کہا۔ کہ یہ غلام مجھے فروخت کر دے۔ میں نے اسے دو سو دینار بھی دیئے۔

یہودی نے کہا۔ فرزند رسول! میں غلام آپ کو بلا قیمت ہیہ کرتا ہوں۔ اور آپ کے قدموں کا صدقہ یہ باغ بھی آپ کو دیتا ہوں۔

میں نے کہا۔ یہ دو سو دینار میں تجھے ہیہ کر رہا تھا۔ اور ہم جو چیز ہیہ کر دیں وہ واپس نہیں لیتے۔ اور میں غلام کو آزاد کرتا ہوں۔ اور جو باغ تو نے مجھے دیا ہے میں وہ باغ بھی اس غلام کو دیتا ہوں۔ یہودی نے وہ دو سو دینار غلام کو دے دیئے یہودی کی خدمت یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

اس نے کہا۔ فرزند رسول آپ کے اس کرم و جود کو دیکھ کر میں اسلام قبول کرتی ہوں۔ اور اپنا حق مہر اپنے شوہر کو معاف کرتی ہوں۔

یہودی نے کہا۔ قبلہ! میں بھی اسلام قبول کرتا ہوں۔ اور یہ مکان جس میں ہم رہتے ہیں۔ اپنی بیوی کے نام ہیہ کرتا ہوں۔

## ۵۔ استاد کی خدمت:

بحار میں عبدالرحمن سلمیٰ سے روایت ہے کہ میں نے امام حسینؑ کے ایک بچے کو سورۃ فاتحہ یاد کرائی جب آپ نے سورۃ فاتحہ سنی تو آپ نے مجھے ایک ہزار دینار۔ ایک ہزار لباس عطا کر کے میرا منہ موتیوں سے بھر دیا۔

کسی نے کہا۔ فرزند رسول! یہ صرف سورۃ فاتحہ یاد کرانے پر؟

آپ نے فرمایا۔ جو کچھ اس نے میرے بچے کو دیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں میری عطا کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ سخیل کرنے سے دولت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اور خرچ کرنے سے دولت میں کمی نہیں ہوتی۔ جب رازہ راتھ

دے خرچ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

## ۶۔ اکرم الناس :

بھائی مروی ہے کہ ایک شخص امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔

اے فرزند رسول مجھے ایک دیت ادا کرنا ہے مگر حالات ساتھ نہیں دے رہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے ایسا اکرم الناس بتاؤ کہ اس کے پاس جانے کے بعد مجھے کوئی دوسرا دروازہ نہ دیکھنا پڑے۔ تمام لوگوں نے مجھے آپ کا ہی نام بتایا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں تجھ سے تین باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر ایک بات کا جواب دیا تو ۱/۲ ادوں گا۔ اگر دو کا جواب دیا تو ۲/۲ ادوں گا۔ اور اگر تینوں جواب دیا تو جو کہنے کا اتنا ادوں گا۔

عرب نے عرض کیا۔ قبلیں آپ کے سوالوں کا جواب دوں۔ آپ علم لدنی کے مالک ہیں اور میں ایک گنہگار عرب ہوں؛ آپ نے فرمایا۔ میرے نانا کا ارشاد ہے معرفت کے مطابق احسان ہونا چاہیے۔

عرب نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ پوچھیں اگر جواب دے سکا تو عرض کر دوں گا۔ ورنہ آپ سے سیکھ لوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بتا افضل الاعمال کون سا عمل ہے۔

عرب نے عرض کیا۔ اللہ پر ایمان افضل الاعمال ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مصائب میں ذریعہ نجات کیا ہوتا ہے۔

عرب نے عرض کیا۔ اللہ پر بھروسہ ذریعہ نجات ہوتا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ انسان کی زینت کیا ہے؟

عرب نے عرض کیا۔ علم کے ساتھ علم

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر یہ نہ ہو تو؟

عرب نے عرض کیا۔ مردت کے ساتھ دولت

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر یہ نہ ہو تو؟

عرب نے عرض کیا۔ صبر کے ساتھ فقر

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عرب نے عرض کیا۔ پھر ایسے شخص پر آسمان سے بجلی گر کر اسے جلا دے۔

آپ مسکرا دیئے۔ اور ایک ہزار دینار اور ایک قیمتی انگوٹھی دے کر فرمایا۔ جا ہزار دینار دیت میں ادا کر دے اور انگوٹھی سے اپنے اخراجات پورے کر۔

## ۷- صافی:

تذکرہ الحرمین میں ابو الحسن بصری سے مروی ہے کہ امام حسینؑ کا ایک صافی نامی غلام تھا۔ جو بیرون مدینہ آپ کے باغ میں کام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کھجوروں کے موسم میں آپ اپنے چند صحابہ کے ساتھ باغ میں آئے۔ آپ نے دیکھا آپ کا وہ غلام ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔ اور کتا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ غلام ایک لقمہ خود کھاتا تھا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا تھا۔

آپ یہ دیکھ کر غلام کی نظریں بچا کر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ کھانے کے نامزد تک آپ اسے دیکھتے رہے اور غلام اسی طرح کرتا رہا۔

جب کھانا ختم ہو گیا تو آپ سامنے ہوئے اور فرمایا۔

صافی! معاف رکھنا میں تیرے باغ میں تیری اجازت کے بغیر چلا آیا ہوں۔

صافی نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو آپ کا غلام ہوں۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں بعد میں بتاؤں گا پہلے تو یہ بتا کہ تو ایک لقمہ کتے کو کھلا رہا تھا اور ایک خود کھا رہا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

صافی نے عرض کیا۔ قبلہ! جب میں نے کھانے کی تیاری کی۔ اور کھانا اپنے سامنے رکھا تو یہ مکتا میرے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ پہلے تو دو تین لقمے میں نے خود کھائے لیکن مجھے خیال آیا کہ میں بھی آپ کا غلام ہوں۔ اور یہ کتا بھی آپ ہی کا غلام ہے۔

میں نے سوچا ہم دونوں ایک ہی مالک کے دسترخوان پر رہتے ہیں۔ جن درختوں کی میں گوڑی کرتا ہوں اور میرا ب کرتا ہوں یہ کتا انہی درختوں کی شب دروز حفاظت کرتا ہے۔ لہذا میرا حق ہے کہ مالک کی طرف سے جو کچھ مجھے ملتا ہے۔ اس میں اسے بھی برابر کا شریک کروں۔ یہ خیال آئے ہی میں نے ایک لقمہ خود کھانا شروع کیا۔ اور ایک لقمہ کتے کو کھلانے لگا۔ یہ سنکر آپ رو دیئے اور فرمایا۔ اگر یہ بات ہے تو تو راہ نند آزاد ہے۔ اور میں تجھے دو ہزار دینار بھی ساتھ دیتا ہوں۔

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ! اگر آپ مجھے آزاد فرما رہے ہیں تو میری ایک درخواست بھی قبول فرمائیے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہاں ہاں بتا کیا بات ہے۔

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ! آج تک غلام بن کے اس باغ کی خدمت کی ہے۔ اب مجھے اجازت دے دیں کہ اب آزاد بن کر اس باغ کی خدمت کروں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اوبندہ خدا! تو اسی باغ میں ہی رہے گا۔ تجھے بھول گیا ہے جب میں نے تجھے کہا ہے کہ یہ باغ



رکھنا میں تیری اجازت کے بغیر تیرے باغ میں آگیا ہوں۔ میں نے تو اسی وقت تجھے آزاد کر کے باغ تیرے حوالہ کر دیا تھا اب تو میں تجھے اور اپنے ان ساتھیوں کو صرف اپنے فیصلہ سے مطلع کر رہا ہوں۔ یہ باغ اور اس باغ میں جو کچھ ہے وہ بس آج کے بعد تیرا ہے۔

البتہ میرے یہ صحابی آج کچھ پھل کھانے آئے تھے۔ تو میرا اور ان کا میزبان بن جا۔ ہمیں کچھ پھل کھلا دے۔ اللہ تیرے باغ میں برکت دے گا۔

غلام نے عرض کیا۔ بلکہ آپ جیسے کریم کے لیے دل چاہتا ہے کہ جان آپ کے قدموں پر رکھ دوں۔ اگر آپ نے مجھ پر یہ کرم فرمایا ہے تو میں آپ کو اور آپ کے ان صحابہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ۔  
یہ میرا باغ آج کے بعد آپ کے شیعوں اور موالیوں کے لیے وقف ہے۔

## مختلف افراد سے مکالمے

### ۱۔ دربار شام میں خطبہ :

اجتماع کے مطابق ایک مرتبہ امام حسینؑ شام میں تھے۔ ایک دن دربار معاویہ میں بیٹھے تھے کہ معاویہ کے حاشیہ نشینوں میں سے کسی نے معاویہ سے کہا۔

اگر حسینؑ کو منبر پر جانے کی اجازت دیتا۔ اور یہ بھی چھٹس جاتا تو بڑا مزہ آتا۔ کیونکہ ان لوگوں کو نہ آج تک منبر نصیب ہوا ہے۔ اور نہ انہوں نے کبھی کوئی خطبہ دیا ہے۔ اسے پسینہ چھوٹ جلے گا۔ زبان لڑکھڑاہائے گی۔ اور جگ ہنسائی ہوگی۔

معاویہ نے کہا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگ اس قسم کے مطالبات کیوں ہوتے ہو۔ اگر مجھے ذرہ بھر بھی شک ہو تا کہ تم میرے ہی خواہ نہیں ہو تو میں یقیناً تمہیں اپنا دشمن سمجھتا۔ تب ازیں تم لوگوں نے اس کے بڑے بھائی حسن کے سلسلہ میں بھی یہی غلط رائے قائم کی تھی۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ لیکن تم نے میری بات نہیں مانی تھی پھر جو نتیجہ سامنے آیا تھا تمہارے سامنے ہے۔ آخر کار مجھے ہی حسن کو روکنا پڑا تھا۔ تم نہیں جانتے ان لوگوں نے علم سیکھا نہیں۔ زبان رسالت سے چوسا ہے۔

انہوں نے کہا۔ اس وقت ہم موجود نہیں تھے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ حسنؑ نے کیا کہا تھا اور کیسے کہا تھا۔ ویسے ہمیں

یقین ہے کہ حسینؑ سے ہنر پر بلا بھی نہ جائے گا۔ آپ اسے ایک مرتبہ اجازت دے دیں۔ آپ کا گھر ہے۔ آپ کا دیار ہے آپ حکمران ہیں۔ آپ کو کاجے کا خوف ہے آپ کمزور تو نہیں ہیں۔

معاویہ نے کہا۔ تم کیا جانو گریں کتنا طاقتور ہوں۔ میری طاقت کا مجھے خود اندازہ ہے۔ اور میں ان لوگوں کی قوت سے بھی واقف ہوں۔

انہوں نے پھر اصرار کیا۔ بالآخر معاویہ کو ہتھیار ڈالنا پڑے۔

معاویہ نے کہا۔ اے ابوسعید! آج دل چاہ رہا تھا کہ آپ نمبر پڑ جا کر ہمیں خطبہ دیتے۔  
امام حسین نے معاویہ کی طرف دیکھا، مسکرائے اور بسم اللہ کر کے نمبر پر تشریف لے گئے۔ اور حمد و ثنائے الہی و درود بر  
محمد بھیجا تو ایک شامی داخل دربار ہوا اور امام حسینؑ کو فداخت و بلاغت سے حمد و ثنائے خالق بیان کر کے دیکھ کر  
پر پوچھا۔

یہ کون ہیں؟

درباری نے جواب دیا: حسینؑ ابن علیؑ وفا طرہ ہے۔

امام حسینؑ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا :-

نحن حزب الله الغاليون وعترته رسول  
الله الاقربون - واهليته ايطيون -

واحد الثقلين الذين جعلنا رسول الله  
ثاني كتاب الله الذي فيه تفصيل كل شيء  
لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من  
خلفه والمعول علينا في تفسيره ولا يبطنا  
تأويله بل نطبع حقائقه فاطيعونا فان  
اطاعتنا مقرونة بطاعة الله  
ورسوله مقرونة قال الله عز وجل  
اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي  
الامر منكم فان تنازعتم في شئ  
فردوه الى الله والرسول وقال الله  
عز وجل ولوروده الى الرسول واولي  
الامر منهم لعلم الذين يستنبطونه

سید محمد علی شاہ

ہم اللہ کا حزب غالب اور نبی کو نبین کی معشرت طیبہ ہیں۔ ہم نبی  
عالمین کے پاکیزہ اہل بیت ہیں۔

ہم ان دو ہوزن بوجھوں میں سے ایک ہیں جنہیں رسول  
کو نبی نے قرآن کے ساتھ دوسرا نقل فرمایا ہے۔ وہ قرآن جس  
میں ہر شے کی تفصیل ہے اور باطل نہ تو اس کے سامنے سے آ  
سکتا ہے اور نہ پیچھے ہے۔ ہم ہی وہ ہیں جن پر تفسیر قرآن میں  
اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ تاہل قرآن ہم سے پوشیدہ نہیں۔ ہم  
حقائق قرآن سے آشنا ہیں۔ ہماری اطاعت کرو ہماری اطاعت  
اطاعت خدا اور رسول سے وابستہ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے  
اللہ رسول خدا اور تمہاری خاطر جنہیں اولی الامر مقرر کیا ہے اس  
کی اطاعت کرو۔ اگر کسی بات پر نزاع ہو جائے تو اللہ اور رسول  
سے پوچھو (خدا اولی الامر بناؤ) ارشاد قدرت ہے اگر یہ اپنا  
نزاع اللہ اور رسول سے فیصلہ کراتے اور اولی الامر سے  
پوچھتے تو ان میں سے جو استنباط کرنے کے اہل ہیں وہ انہیں

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبَعْتُمْ  
الشَّيْطَانَ الْاَقِيلَا وَاحِدًا رَكَعًا لَا صَغَاءَ  
اِلَى هَتَوَاتِ الشَّيْطَانِ بِكُمْ فَانَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ  
مُبِينٌ فَتَكُونُوا كَالْوَلِيَّاتِ الَّذِينَ قَالَ لَهُمْ  
لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّي  
حَابِلٌ بِكُمْ فَلَا تَرَأَيْتُمُ الْفُسْتَانَ نَكْصَ عَلَيَّ  
عِيقَبِيهِ وَقَالَ اِنِّي بِرُحْمَتِي مِنْكُمْ فَتَلْقَوْنَ  
لِلسَّيُوفِ ضَرْبًا وَلِلرَّمَا حِ وَرَدًا لِلنَّارِ  
حَطِيًا وَلِلْهَامِ عَرْضًا ثُمَّ لَا يَقْبَلُ مِنْ نَفْسٍ  
اِيْمَانَهَا لَوْ تَكُنْ اَمْنَتُ مِنْ قَبْلِ اَوْ كَسِيتُ  
فِي اِيْمَانِهَا خِيْرًا

بنادیتے۔ اگر اللہ کی نوازش اور رحمت تمہارے شامل حال نہ رہی  
تو چند ایک کے سوا تم سب شیطان کے مقتدی بن جاؤ گے۔  
میں تمہیں شیطان کی پکار سے خبردار کرتا ہوں وہ تمہارا حکم کھلا  
دشمن ہے۔ اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا حشر شیطان کے ان دو بتوں  
جیسا ہو گا جن سے شیطان پہلے تو کہتا ہے۔ تمہارا مقابلہ کون کر سکتا  
ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب آمادہ کر کے میدان جنگ میں  
لے آتا ہے اور دونوں گروہ آگے سامنے ہوتے ہیں تو شیطان  
اپنے پچھے قدموں پر ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے میرا تم سے کیا تعلق۔  
نتیجہ میں تم تلوار کا لقمہ نیروں کی خوراک۔ جہنم کا ایندھن۔ اور تیروں کا  
نشانہ نہ بن جاؤ گے پھر اس انسان سے ایمان قبول نہ کیا جائے گا  
جس نے پہلے ایمان قبول نہ کیا ہو یا اعمال خیر نہ کئے ہوں۔

جب آپ یہاں تک پہنچے تو معاویہ نے کہا۔ فرزند رسول اتنا کافی ہے۔

## ۲۔ عرب کی مداح سرائی:

عوالم کے مطابق ایک مرتبہ امام حسینؑ معاویہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ کہ ایک دیہاتی عرب معاویہ کے پاس آیا۔ اور اپنی  
ضرورت پیش کی۔

معاویہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

عرب نے ایک درباری سے پوچھا۔ معاویہ کے پاس یہ کون بیٹھا ہے۔

اس نے جواب دیا۔ یہ فرزند رسول حسینؑ ابن علیؑ مونا طہ ہے۔

عرب نے آگے بڑھ کر امام حسینؑ سے سفارش کی درخواست کی۔

امام حسینؑ نے معاویہ سے سفارش کر دی۔ معاویہ نے اس عرب کا کام کر دیا۔ اس عرب نے امام حسینؑ کی توفیق میں وہی  
کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

اَتَيْتُ الْعِثْبِيَّ فَلَمْ يَجِدْ لِي

اِلَى اَنْ هَزَّ ابْنُ الْبَتُولِ

هُوَ ابْنُ الْمِصْطَفَى كَوْمًا وَجُودًا

وَمِنْ بَطْنِ الْمُطَهَّرَةِ الْبَتُولِ

میں اس عیثی کے پاس آیا لیکن اس سے نہ مل سکی حتیٰ کہ  
اسے فرزند بتول نے آدھہ کیا۔ کرم اور سخاوت میں یہ فرزند مصطفیٰ  
ہے اور بتول طاہرہ کے صدف عصمت کا موتی ہے ویسے بھی  
بنی ہاشم کو تم لوگوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو موسیٰ پر ان کو

وَاللَّهِ اسْمُ فَضْلًا عَلَيْكُمْ - کما فضل ربیع علی المحول  
معاویہ نے کہا۔ اے بدو! کام میں نے کیا اور تعریف حسینؑ کی کرتا ہے؟  
عرب نے کہا۔ میرا کام تیرے میری درخواست پر نہیں کیا۔ حسینؑ کی سفارش پر کیا ہے۔

### ۳۔ عمرو عاص سے گفتگو:

مناقب میں محاسن برقی کے حوالہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو عاصؓ نے امام حسینؑ سے کہا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کی نسبت ہمارے بچے زیادہ ہوتے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھ سے پوچھنے کی کون سی ضرورت تھی۔ تمہارے عرب شاعر نے تیری اس بات کا جواب زمانہ جاہلیت میں دے دیا۔

عمرو عاصؓ نے کہا۔ مجھے تو معلوم نہیں وہ کیا جواب ہے۔  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ عرب کا شعر ہے۔

يَعَاثُ الطَّيْرُ وَكَثُرَ هَا نَرَاخَا  
وَأَمَّ الصَّنَقُ مَقْلَالُ نَزْوَرِ  
یہودہ اور فضول پرندوں کی مائیں بے شمار بچے دیتی ہیں جب کہ عقاب کی ماں اولاد کے معاملہ میں کم ہوتی ہے۔

عمرو عاصؓ نے کہا۔ یہ ہماری مویں کیوں جلدی سفیدی ہوتی ہیں۔ اور آپؑ لوگوں کی مویں دیر سے سفید ہوتی ہیں؟  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ تمہاری مویوں کے منہ سے بدبو کے جو بھکے نکلتے ہیں انہی کی وجہ سے تمہاری مویں قبل از وقت سفید ہو جاتی ہیں۔

عمرو عاصؓ نے کہا۔ یہ تمہاری داڑھیاں گھٹی کیوں ہوتی ہیں اور ہماری داڑھیاں پتی کیوں ہوتی ہیں؟  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ قرآن میں ارشاد قدرت ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ بَنَاتَهُ بِأَذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبِثَ لَا يَخْرِجُ إِلَّا تَكَدًا۔

پاکیزہ اراضی میں پیداوار اذن حکم سے وافر مقدار میں آگئی ہے اور خبیث مٹی (شورزدہ) میں کہیں کہیں کوئی دانہ آگتا ہے  
معاویہ نے عمرو عاصؓ سے کہا۔ کبھی میرا واسطہ ہے اب زبان بند کرے۔ ابن علیؑ کا بیٹا ابوطالب کا پوتا ہے کیوں دوبار میں خود بھی رسوا ہوتا ہے اور مجھے بھی رسوا کرتا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

ان عادات العقرب عدنا لها۔ وکانت  
المتعل لها حاضرة قد علم العقرب  
واستیقت ان لا لها دینا ولا آخره۔

اگر کچھ نئے دوبارہ پٹنے کی کوشش کی تو ہم بھی تیار ہوں گے اور جوتا اس کے لیے حاضر ہو گا۔ کچھ کو بھی اس بات کا یقین ہے کہ اس کی نذر دینا ہے اور نہ آخرت۔

## ۴۔ مروان سے دو باتیں :

اجتاج وغیرہ میں محمد بن سائب سے مروی ہے کہ ایک دن مروان نے امام حسین سے کہا :  
اگر تم فاطمہ کے بیٹے نہ ہوتے تو تمہارے لیے کیا بات باعث فخر تھی ۔

خچند اور لوگ بھی بیٹھے تھے ۔ امام حسینؑ نے فرمایا ۔

مروان اگر کوئی دوسرا یہ بات کرتا تو اس سے فریب دیتی تھی ۔ لیکن مجھے تو اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا ۔

مروان نے کہا ۔ کیوں مجھے کیوں نہ کہنا چاہتے تھے ؟

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ مجھے تیرے محبوب کی قسم ! تو ہی بتا ۔ ابوطالب نے اس وقت نبی عالمینؐ کو سہارا فراہم کیا جب تم تمام لوگ  
نبی کو نبی کی غمان کے دشمن تھے ۔

مروان نے کہا ۔ ہاں ۔

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ کیا میں اسی ابوطالب کا پوتا نہیں ؟ اور کیا میرا یہ فخر میری ماں کا فخر ہے ۔

مروان نے کہا ۔ واقعی یہ فخر درست ہے ۔

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ مجھے معلوم ہے جب نبی کو نبی سے سوشل بائیکاٹ کرنے کے وقت تیرا باپ پیش پیش تھا اس دوران  
تین برس تک میرے باپ کو میرا دادا نبی عالمینؐ کے بستو پر سلاتا رہا ؟

مروان نے کہا ۔ مجھے معلوم ہے ۔

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ کیا میرے لیے اس علیؑ کا فرزند ہونا کم باعث فخر ہے جو شعب ابی طالب میں تین بری اور شعب بھرت  
فدیہ رسولؐ بن کر سوتا رہا ؟

مروان نے کہا ۔ درست ہے ۔

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کون سی جنگ ہے جو اسلام سے تم نے لڑی ہے اور میرا باپ اس میں شامل  
شامل نہ ہوا ہو ۔

مروان نے کہا ۔ ایسا کوئی جنگ نہیں ہے ۔

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ کیا میرے لیے علیؑ سے باپ کا ہونا کم باعث فخر ہے ۔

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ مروان ۔ نسب ہی کی بات کر لو ۔ پورے عرب کے سردار بن قبائل میں سے وہ کون سا قبیلہ ہے ۔

جس کے سردار نے نبی اکرمؐ سے بیٹی کا رشتہ نہ مانگا تھا ۔

مروان نے کہا ۔ تمام سرداران عرب اس رشتہ کے خواہش مند تھے ۔

امام حسینؑ نے فرمایا ۔ پھر میری ماں کے لیے زوج علیؑ ہونا باعث فخر ہے یا علیؑ کے لیے زوج بتولی ہونا باعث فخر ہے وہ

میرا ہی باپ علیؑ تھا۔ جو نگاہ رسالت میں رشتہ زہرائے کے لیے منتخب ہوا تھا۔ اگر ادا کوئی شرف بھی تو تسلیم نہ کرے تو یہ سمجھے۔ ماننا ہی پڑے گا کہ جس دختر رسولؐ کے رشتہ کی خواہش تمام سرداران عرب کو تھی۔ وہی رشتہ میرے باپ کو نبی رحمتؐ نے حکم عظیم سے بلا مانگے دے دیا تھا۔

مردان نے کہا۔ درست ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مردان! سمجھتی رہو کہ میرے نبی نانا نے تجھ پر تیرے باپ اور تیری ذریت پر لعنت کی تھی!

مردان نے کہا۔ پس ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا علی بابا اہل بیت نبیؐ میں شامل ہے اور اس درود کا حصہ دار ہے جو میرے باپ کے دوست و دشمن نمازیں پڑھتے ہیں۔

مردان نے کہا۔ ہاں معلوم ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ پھر ایسا شخص جس کے باپ سے لے کر قیامت تک ہونے والی نسل بقول نبیؐ ملعون ہو۔ اس شخص کے بارے میں بھلا زبان درازی کر سکتا ہے۔ جو بشمول میرے والد کے تا قیامت ذریت کے درود کا حصہ دار ہو۔ یہ سنکر مردان خاموش ہو گیا۔

## ۵۔ یزید کے لیے رشتہ!

بحار وغیرہ بن عبد الملک ابن عمر۔ حاکم اور ابن عباس سے مروی ہے کہ معاویہ نے مدینہ میں گورنر مروان کو خط لکھا کہ کلثوم بنت عبد اللہ ابن جعفر کا رشتہ یزید کیلئے عبد اللہ ابن جعفر سے مانگ۔

مردان جناب عبد اللہ کے پاس آیا۔ اور مکتوب معاویہ کا تذکرہ کیا۔

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔ سمجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم نبی ہاشم کا سردار حسینؑ ہے۔ میری بیٹیاں حسینؑ کی بیٹیاں ہیں۔ تو ان سے بات کر جہاں وہ رشتہ منظور کر لیں گے میں قبول ہوگا۔ مروان کے چلے جانے کے بعد جناب عبد اللہ نے امام حسینؑ کو بتایا پوری گفتگو سے آگاہ کر دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔ جیسے حکم خدا ہوگا۔ ویسے کریں گے۔

دوسرے دن امام حسینؑ اور کچھ دوسرے معزز اہل مدینہ مسجد نبویؐ میں بیٹھے تھے۔

مردان آیا اور کہنے لگا۔

مجھے امیر شام نے یزید کے لیے کلثوم بنت عبد اللہ کا رشتہ مانگنے کو کہا ہے۔ اور عبد اللہ نے آپ کو ذمہ دار

قرار دیا ہے۔

معاویہ نے جس طرح مجھے لکھا ہے اس کے مطابق۔

عبداللہ جتنا مہر مانگے اتنا مہر دیا جائے گا۔

دونوں قبائل میں یہ سلسلہ جنگ و جدل ختم ہو جائے گا۔

عبداللہ کے تمام قرضہ جات کا ذمہ معاویہ نے لیا ہے۔

ویسے حسینؑ تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ لوگوں کی نسبت زید پر رشک کرنے والے زیادہ ہیں میرے خیال میں تو زید کیلئے  
رشتہ کا صرف پیغام آجانا ہی عزت کے لیے کافی ہے۔ اس سے مہر کا مطالبہ حیرت انگیز ہو گا۔ زید بے نظیر کفو ہے۔ زید کا واسطہ  
دے کر تو لوگ بارش کی دعائیں مانگتے ہیں۔

اے حسینؑ مجھے امید ہے تم مثبت جواب دو گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مروان جو کچھ تو نے کہا ہے۔ مسجد میں ہر شخص موجود نے اسے خاموشی سے سنا ہے۔ اب کچھ بھی کہتا ہوں  
تو بھی خاموشی سے سن لے۔

اس کے بعد آپ نے حمد و ثنائے باری اور درود پر محمد و آل محمد پڑھا اور فرمایا۔

مروان جہاں تک مہر کا تعلق ہے مجھے یقین رکھنا چاہیے کہ ہم جتنا بھی مانگیں اس مہر سے زیادہ نہیں مانگ سکتے جو انھیں  
نے سنت قائم کی ہے اور وہ ہے چار سو اسی درہم۔

جہاں تک دونوں قبیلوں میں اصلاح احوال کا تعلق ہے وہ ناممکن ہے۔ کیونکہ۔

اولاً جو سلسلہ جنگ نسب کی بدولت ختم نہیں ہو سکا وہ انجنت کے عارضی سبب سے ختم نہیں ہوتا۔ اور۔

ثانیاً:- ہم نے تم سے آغاز جنگ نہیں کیا۔ جنگ کی ابتداء سے لے کر آج تک تم ہی جنگ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور وہ  
صرف اس لیے کہ ہم معبود و امد کو چھوڑ نہیں سکتے اور تم معبود واحد کو مان نہیں سکتے۔ جس جنگ کی بنیاد دین ہو وہ دنیاوی سود  
بازی سے ختم نہیں ہو سکتی۔

تیسرا یہ کہنا کہ زید سے مہر کی بات باعث حیرت ہو گی۔ اس لیے غلط ہے کہ اس ہستی نے اپنی بیٹی کا حق مہر مانگا تھا  
جو زید زید کے باپ اور زید کے دادا سے بہتر تھی۔

تیسرا یہ کہنا کہ زید بے نظیر کفو ہے۔ اس لیے غلط ہے کہ جو لوگ کئی زید کے کفو تھے۔ وہی آج بھی زید کے کفو ہیں۔  
حکومت سے کفو نہیں بدل جاتے۔

تیسرا یہ کہنا کہ معاویہ نے عبداللہ کے قرضوں کا ذمہ لیا ہے تو خود ہی بتا کہ ہماری بیٹیوں نے کب اپنے باپوں کے  
قرض ادا کیے ہیں۔

تیسرا یہ کہنا کہ۔ ہماری نسبت زید پر رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو میں اس کی تردید نہیں کروں گا یہ درست  
ہے کیونکہ زید پر رشک کرنے والے ہوں زبر کے مرثیوں اور جابل ہیں۔ جن کی تعداد ہر فرد میں زیادہ رہی ہے اور ہمارے ساتھ

دشک کرنے والے خود مندا اور بندگانِ خدا میں جو ہر زمانہ میں کم رہے ہیں۔

تیرا یہ کہنا کہ یزید کے واسطے سے بارش مانگی جاتی ہے تو یہ بھی اپنے گھر سے نہیں لایا۔ ہمارے ہی گھر کی بات ہے میرے دادا ابوطالب نے میرے رسول نانا کے حق میں فرمایا تھا۔ کہ محمدؐ مبارک ہے جس کے چہرہ کے واسطے سے بارش مانگی جاتی ہے ایسا چہرہ صرف اور صرف انحضرتؐ کا ہی تھا۔

اس کے بعد آپ نے اسی محفل میں خطبہ نکاح پڑھا اور جناب کلثوم کا عقد جناب کلثوم کے چچا زاد قاسم ابن محمد ابن جعفر سے کر دیا۔

مروان نے کہا۔ حسین میرا خیال تھا کہ ہماری باہمی عداوت ختم ہو جائے لیکن تم لوگ شاید آمادہ صلح نہیں ہو۔

# ذات باری اور شہادت امام حسینؑ کی پیشگوئیاں

۱۔ حقارت آدم:

صاحبِ درشین نے اپنی تفسیر میں "حققی آدم من ربہ کلمات" کے ذیل میں لکھا ہے کہ جناب آدم نے ساق عرش پر چنارہ معصومین کے اسمائے گرامی تحریر دی رکھے۔ جبریل نے کہا۔

اگر ان چہارہ معصومین کا واسطہ دو توفاتِ امدیت ترکِ ادلی معاف فرما دے گی۔

پناہ بخیر جناب آدم نے عرض کیا۔ یا محمود بحق محمدؐ یا علی بحق علیؑ یا فاطمہ بحق فاطمہؑ یا حسن بحق الحسنؑ یا قاسم الاحسان بحق الحسنؑ

جب جناب آدم نے امام حسینؑ کا نام لیا تو آپ کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے۔

آپ نے جہریں سے سوال کیا۔ یہ کیسا نام ہے کہ بے اختیار رونے کو جی چاہتا ہے۔

جبریل نے عرض کی۔ آپ ہجی کی نسل سے یہ آپ کا وہ فرزند ہے جس پر اتنے مصائب آئیں گے کہ ان کے مقابلہ میں ہر مصیبت بیچ ہوگی۔

جناب آدم نے کہا۔ وہ کیسے مصائب ہوں گے۔



جبریل نے کہا۔ آپ کا یہ فرزند تنہا بلا ناصر و مددگار تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید ہوگا۔ اگر آپ وہ منظر دیکھ لیتے جب یہ کہہ رہا ہوگا۔ واعطشاه۔ و آتقہ ناصرہ۔ حتی کہ پیاس کی شدت حسینؑ اور آسمان کے مابین و حواں بن کر مائل ہو جائے گی۔ اور جواب میں اسے تلواریں نیزے۔ تیر اور پتھر ملیں گے۔ آپ یہ منظر ہرگز برداشت نہ کر سکیں گے۔ پھر اسے پس گردن سے ذریعہ کیا جائے گا۔ اس کے دشمن اس کے خیام لوٹ کر جلادیں گے۔ حسینؑ اور اس کے ساتھ جان دینے والوں کے سر نوک نیزہ پر سوار کیے جائیں گے۔ اس کی مستورات اور نیزوں پر بلند کودہ سروں کو شہر بہرہ پھرایا جائے گا یہ سنکر جناب آدم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

## ۲۔ حضرت آدمؑ کو بلا میں :

باغ سے باہر آنے کے بعد جناب آدم اور حوا کے مابین جب قدرت نے فراق ڈال دیا تو جناب آدم جناب حوا کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ جب سرزمین کر بلا میں آئے تو آپ کا دل تنگ ہو گیا۔ طبیعت منموں ہو گئی۔ جب مقام شہادت پر آئے تو ٹھوکر لگی آپ گر گئے اور پاؤں سے خون ٹپک پڑا۔ عرض کیا۔ بارالہا کوئی دوسرا ترک اولیٰ تو نہیں ہوا پھر کیا وجہ ہے میں گرا کیوں ہوں اور میرا خون کیوں بہنے لگا ہے۔ جبریل نے کہا۔ آدم یہ سرزمین کر بلا ہے۔ یہی جگہ قتل حسینؑ ہے۔ اسی جگہ آپ کا فرزند حسینؑ مظلوم اور بیاسا ہی شہید ہوگا۔

جناب آدم نے پوچھا۔ میرے حسین پر ظلم کرنے والے کا نام کیا ہوگا؟  
جناب جبریل نے بتایا۔ یزید ہوگا۔  
جناب آدم نے چادر تیرہ یزید اور اس کے تمام معاذین پر لعنت کی۔ بہتا ہوا خون خود بخود درک گیا۔

## ۳۔ حضرت نوحؑ کی کشتی :

امان الاخطار میں سید ابوالقاسم علی ابن موسیٰ نے لکھا ہے کہ۔ ذیل میں پیش کی جانے والی روایت میں نے اہلسنت ذرائع سے دیکھی ہے۔ اور صرف اس لیے نقل کر رہا ہوں کہ اس کا راوی محمد ابن بخاری مذہب اربعہ کا متفق علیہ اور مقبول ترین راوی ہے۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ نبی کو نبی نے فرمایا ہے کہ جب حضرت نوحؑ نے اپنی امت کے لیے بد دعا کی جبریل نے حضرت نوحؑ کو اللہ کی طرف سے کشتی بنانے کا حکم پہنچایا اور ساتھ ایک لاکھ انیس ہزار میخ دی۔

جناب نوحؑ کشتی سازی میں شروع ہوئے۔ جب تمام کیل لگا دیئے صرف پانچ کیل بچ رہے۔ آپ نے ایک کیل کو ہاتھ میں لیا تو اس سے روشنی پھوٹنے لگی۔ آپ حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ دعا کی بارالہا جبریل کو بھیج تاکہ مجھے اس کیل کا راز

راز بتائے کہ پہلے کسی بھی کیل سے روشنی نہیں پھوٹی تھی۔ آخر اس کیل سے اس قدر روشنی کیوں پھوٹ رہی ہے۔  
جبریل نے اُکرتایا۔ ارشاد قدرت ہے کہ روشنی صرف اس ایک کیل سے نہیں پھوٹی بلکہ ان پانچ کیلوں میں سے چار  
سے بغیر رنگ روشنی پھوٹے گی اور ایک کیل سے سرخ رنگ روشنی بھی پھوٹے گی اور خون کے قطرات بھی ٹپکیں گے۔  
جناب نوح نے پوچھا۔ آخر وہ کیا ہے۔

جبریل نے بتایا۔ اس وقت جو کیں آپ کے ہاتھ میں ہے کہ خاتم الانبیاء محمد ابن عبد اللہ کے نام سے منسوب ہے اس نسبت کی وجہ سے یہ روشن ہے اسے آپ کشتی کے اگلے حصہ میں درمیان میں لگائیں۔ دوسری کیں خاتم الانبیاء کے بھائی، داماد وصی اور خلیفہ بلا فصل علیؑ کے نام سے منسوب ہے۔ اسے آپ کشتی کے اگلے حصہ میں دائیں جانب لگائیں۔ تیسری کیں دختر مصطفیٰؑ، زوجہ علی مرتضیٰؑ اور اداۃ مہدیؑ کے نام سے منسوب ہے اسے آپ کشتی کے اگلے حصہ میں دائیں جانب اس کے ٹوہر کے نام سے منسوب کے ساتھ لگائیں۔ چوتھی کیں۔ ان کے بیٹے حسن مجتبیٰ کے نام سے منسوب ہے اسے اگلے حصہ کے بائیں جانب لگائیں اور پانچویں کیں سبط نبیؑ، فرزند علی و فاطمہ اور برادر حسنؑ، امام حسینؑ کے نام سے منسوب ہے۔ اسے کشتی کے اگلے حصہ میں بائیں جانب حسن کے نام سے منسوب کیں کے ساتھ لگائیں۔

جناب نوح نے پوچھا۔ جو رمل آپ بتا رہے تھے کہ اس کیل سے سرخ رنگ روشنی چھوٹے گی اور قطرات خون ہی ٹپکیں گے۔

جبریل نے کہا۔ ہاں۔

حضرت نوحؑ نے پوچھا۔ وہ کیوں؟

جبریل نے جناب نوح کو محفوظ واقعات سنائے۔ جناب نوح نے واقعات کو بلا سنکر گویہ کیا۔ اور قاتلان شبیر پر لعنت کی۔

جب کشتی تیار ہو گئی۔ طوفان آگیا۔ حضرت نوح کشتی پر سوار ہو کر تیرنے لگے۔ کشتی سطح آب پر بلند ہو کر پانی میں چکر لگانے لگی۔ اسی دوران جب کشتی سر زمین کر بلا میں آئی تو گرداب میں گھر گئی۔

جناب نوح پریشان ہو گئے کہ کہیں ڈوب ہی نہ جائے۔

دست و دعا بلند کر کے عرض کی ہمارا الہا ایک عرصہ ہو گیا ہے اس کشتی میں۔ اور ہم پورے کرہ ارض کا چکر کاٹ چکے ہیں۔  
لیکن ایسا گرداب کہیں نہیں دیکھا۔

جبریل نے ذاتِ احدیت کی طرف سے بتایا۔ نوح! یہ سرزمینِ کربلا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں فرزندِ خاتمِ الانبیاء تین دن کا بھوکا اور پیاسا ہے یا روند و گار امتِ نبی کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہوگا جب تک اس کے قاتل پر تو اور تیری کشتی میں موار تمام افرادِ لعنت نہیں کر دے اس وقت تک گرداب سے نہیں نکلو گے۔ جنابِ نوح نے تمام اہل کشتی کو بتایا۔ تمام نے قاتلِ قبیلہ پر لعنت کی۔ اور کشتی گردابِ بلا سے نکل گئی۔

## ۴۔ جناب ابراہیم خلیلؑ

عیون اخبار الرضا میں فضل ابن شاذان نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب ابراہیم نے اپنے بیٹے اسماعیل کی جگہ ذنبہ ذبح کیا۔ تو بارگاہ خالق میں عرض کی۔

بارالہا! میری خواہش تھی کہ میں تیری رضا کی خاطر ذنبہ کی جگہ اپنا بیٹا ہی ذبح کرتا۔  
ذاتِ احدیت نے بندیلہ وحی سوال کیا۔

ابراہیم تجھے میری مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ بارالہا! مجھے محمد خاتم الانبیاء سے محبت ہے۔

ارشادِ قدرت ہوا۔ تجھے میرا حبیب محمدؐ زیادہ محبوب ہے یا تیری اپنی جان؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ بارالہا! میں محمدؐ کو اپنی جان سے زیادہ محبوب سمجھتا ہوں۔

ارشادِ جلیل ہوا۔ ابراہیم تجھے اولاد محمدؐ زیادہ عزیز ہے یا اپنی اولاد؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ مجھے اپنی اولاد کی نسبت اولاد محمدؐ زیادہ عزیز ہے۔

ارشادِ جلیل ہوا۔ ابراہیم تیرے لیے تیرے اپنے ہاتھوں سے تیرے بیٹے کا ذبح ہو جانا زیادہ باعثِ رنج ہوگا۔ یا

فرزند محمدؐ کا دشمنوں کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہونا زیادہ باعثِ تکلیف ہوگا؟

جناب خلیل نے عرض کیا۔ بارالہا! ظاہر ہے کہ فرزند محمدؐ کا دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہونا زیادہ باعثِ تکلیف ہوگا۔

ارشادِ رب العزت ہوا۔ ابراہیم فرزند محمدؐ اپنے ایسے دشمنوں کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہوگا جو کلمہ محمدؐ پڑھتے

ہوں گے۔ اپنے خیال میں وہ امت محمدیہ سے ہوں گے۔

وہ حسینؑ کو پس گردن سے ذبح کریں گے۔

یہ سنکر جناب خلیل بے ساختہ رونے لگے۔

ذاتِ احدیت نے فرمایا۔ ابراہیم میں نے حسینؑ پر گریہ کو تیرے بیٹے اسماعیلؑ پر گریہ کا فدیہ بنا دیا ہے۔ اور تیرے

اسماعیلؑ کا فدیہ حسینؑ کو بنا دیا ہے۔

بعد میں ایک مرتبہ جناب خلیل اپنے کسی سفر میں گھوڑے پر سوار سرزمینِ کربلا سے گزرے جب آپ مقامِ قتل پر آئے تو

گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔

جناب خلیل زمین پر آئے سر پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا۔

عرض کی۔ بارالہا! کی کوئی ترکِ اولیٰ ہوا ہے۔

جبریلؑ نے اگر رب جلیل کی طرف سے سلام کے بعد عرض کیا۔ جبکہ اولیٰ نہیں ہوا۔ یہ مقتلِ حسینؑ ہے اس کی یاد

میں اس کے نام پر تیرا خون بہایا گیا ہے۔

ابھی قاتل حسین پر لعنت کر خون رک جائے گا اور زخم مندمل ہو جائے گا۔  
جناب ابراہیم نے قاتل حسین پر لعنت کی۔ خون رک گیا۔

۵۔ جناب اسماعیل:

بحار میں مروی ہے کہ جناب اسماعیل کی بچیاں دریا نے فرات پر چڑھ کر تھیں۔

ایک مرتبہ چرواہے نے عرض کیا۔ حضور! آج کتنے دن ہو رہے ہیں بکریاں دریا سے پانی نہیں پیتیں۔

جناب اسماعیل نے دست و پا بند کر کے خالق ارض و سما کی خدمت میں عرض کی۔

جناب جبریل نے اگر عرض کیا۔ رب تقدیر کا حکم ہے کہ بکریوں کے پانی نہ پینے کی وجہ ہم سے نہ پوچھ خود بکریوں

سے پوچھو۔

جناب اسماعیل نے بحریوں سے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ تم یانی نہیں بیٹھتے۔

بکریوں نے زبان فصیح میں عرض کیا۔

اے فیض اُمّ الدّین! یہ زمین کربلا ہے یہ دنیائے فرات ہے۔ اور آج کل ایامِ محرم ہیں۔ اسی دریا پر اسی جگہ آپ کا بیٹا

حسینؑ اسی عشرہ میں پیاسا شہید ہوگا۔

اس چرواہے نے تو اس مرتبہ خیال رکھا ہے لیکن ہم ہمیشہ یوم عاشورہ سے دودن پہلے سے پانی چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ

صرف آپ کے بیٹے کی یاد میں ایسا کرتی ہیں۔

جناب اسماعیل نے پوچھا: کیا تمہیں بھی معلوم ہے کہ میرے اس مظلوم بیٹے کے قاتل کون ہوں گے۔

بجریوں نے عرض کیا۔

اے ذبیحہ اللہ اکائیات عالم میں کوئی ایسی شے نہیں جو آپ کے بیٹے کے غم میں یوم عاشورہ غمرہ نہ ہوتی ہوگی۔ اور آپ

کے بیٹے کے قاتلوں کے ناموں سے آشنا نہ ہوگی۔ براہ راست قاتل تو ایک ہوگا لیکن پس پردہ ایک گروہ ہوگا۔ جو نیک کی طرح

شریک قتل ہوگا۔

عالمین کی ہر مخلوق تاہلین حسینؑ پر لفت کرتی ہے۔

۴۔ اسماعیل ابن حزقیل :

کامل میں بریدہ عملی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سوال کیا۔

قبلہ قرآن میں ارشاد باری ہے۔

واذکری الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعدہ کان رسولاً نبیاً۔ کتاب میں اسماعیل کو بھی یاد کیا کرو۔ وہ وعدہ کا سچا الہی مرسل تھا کیا یہ اسماعیل ابن ابراہیم ہی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیا اسماعیل ابن ابراہیم نبی تھا۔  
میں نے عرض کیا۔ ایت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اسحاق نبی تھا۔  
میں نے عرض کیا۔ وہ بھی نبی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ امت اسحاق تو ملتی ہے۔ کیا امت اسماعیل بھی ملتی ہے۔ کیا تو بتا سکتا ہے کہ حضرت اسماعیل ابن ابراہیم خلیل کس علاقہ میں نبی تھے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ واقعاً آپ نے بہت بڑے مسئلہ کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ ہم نے تو کبھی اس طرف توجہ بھی نہیں دی تھی۔ واقعی اسماعیل ابن ابراہیم خلیل تو نبی معلوم نہیں ہوتے۔ پھر یہ کون اسماعیل ہے؟

آپ نے فرمایا۔ یہ اسماعیل ابن حزیل ہے۔ اللہ نے اسے مبعوث فرمایا۔ اس کی قوم نے اسے شہید کر دیا جب وہ لوگ اسے شہید کر رہے تھے تو اللہ نے سطا طائیل نامی ملک کو بھیجا

سطا طائیل نے اگر عرض کیا۔ اے نبی خدا اللہ نے مجھے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اس پوری قوم کو معذب کر دوں۔

جناب اسماعیل نے فرمایا۔ میں قوم کو معذب نہیں کرانا چاہتا۔ اگر ذاتِ احدیت کی نظر میں میرا کوئی مقام ہے تو اسے معلوم ہے کہ میں صرف اور صرف اس کی خاطر زیرِ خنجر ہوں۔ وہ خود مجھ سے براہِ راست پوچھ لے گا۔ اور میں اپنا مدعا بیان کر دوں گا۔

ذاتِ احدیت نے فرمایا۔ اسماعیل بتا تیری کیا حاجت ہے۔

جناب اسماعیل نے عرض کیا۔

بارہا! تو نے تمام انبیاء سے اپنی ربوبیت، نبوت محمد، اور ولایت آل محمد کا سہد لیا ہے۔ تو ہی نے تمام انبیاء کو حسین ابن علی و فاطمہ کی مظلومانہ شہادت کی تفصیل سے آگاہ کیا ہے۔ اور تو ہی نے بتایا ہے کہ قیامت سے قبل تو حسینؑ اور اس کے مقتول شہداء کو واپس دنیا میں مبعوث کرے گا۔ اور وہ اپنے خون کا انتقام لیں گے۔ مجھے اس زمانہ میں حسینؑ کے ساتھ مبعوث فرمادینا تاکہ میں بھی حسینؑ کے ہمراہ ہو کر قاتلانِ حسینؑ سے انتقام لے سکوں۔

اس کے بعد ان ظالموں نے جناب اسماعیل کو بے دردی سے شہید کر دیا۔

## ۷۔ حضرت موسیٰ:

منتخب میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ ذاتِ احدیت سے میرے لیے استغفار فرمائیں۔

جب حضرت موسیٰ کو وہ طور پر تشریف لے گئے۔ تو مناجات کے بعد عرض کیا: بار الہا! فلاں اسرائیلی کے لیے میں استغفار کرتا ہوں۔

ارشادِ قدس: ہوا موسیٰ کہہ ارض کے جس گناہگار کے لیے بھی استفادہ کرے میں اسے بخش دوں گا۔ صرف تامل حسینؑ کی سفارش قبول نہیں کروں گا۔

جناب موسیٰ نے عرض کیا۔ بارالہا! آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر گناہگار کو معاف فرماتا ہے اور قاتل حسینؑ کی سفارش سے منع فرماتا ہے۔

ارشاد قدس ہوا۔ موسیٰ۔

اولاً: تو قاتلان حسینؑ بد حسینؑ کا کلمہ پڑھتے ہوں گے۔

ثانیاً :- قاتلان حسینؑ اپنے کو وارث مسند خاتم الانبیاء سمجھیں گے۔

مثلاً:۔ موسیٰ کا شہ تو اس وقت دیکھتا۔ جب فریت حسین کے کم سن پیاس سے ٹرپ ٹرپ کر جان دے رہے ہوں گے۔

اور ذریت حسینؑ کے بچوں کے چہرے شدتِ پیاس سے پھٹ چکے ہوں گے۔ پھر حسینؑ پانی مانگے گا۔ اسے جواب میں تیز-تواریں-نیزے۔ بھالے اور پتھر ملیں گے۔ ان کا اور اس کے تمام ساتھی شہداد کے سر کاٹ کر ٹوک ہائے نیرہ پر بلند کیے جائیں گے۔ ذریتِ محمدؑ کی مستورات کے خیام لوٹ کر جلادیںے جائیں گے۔ بناتِ محمدؑ کو پابندِ رسن کر کے بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیا جائے گا۔ اور کئی دنوں تک سروں کے ساتھ انہیں بھی شہرِ بشار پھرایا جائے گا۔

اگر عظمت محمد کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اسی وقت زمین کو ہی غرق کر دیتا۔ لیکن میں انہیں اس طرح معذب کروں گا کہ اہل جہنم ان کے عذاب کو دیکھ کر پناہ مانگیں گے کہ اے محمد ﷺ! قاتلانِ حسینؑ جیسے عذاب سے محفوظ رہے ہیں ان پر کائناتِ عالم کی ہر شے لعنت کرے گی۔

## ۸۔ حضرت سلیمان :

منتخب میں مروی ہے کہ ایک دن جناب سلیمان اپنی بساط پر بیٹھ کر محوِ راز تھے کہ ان کی بساط سرزمینِ کربلا کی حدود میں داخل ہو گئی۔ جب مقام شہادت پر آئی تو بساط چکوانے لگی۔ اودھ ہوا رک گئی۔

جناب سلیمان نے ہوا سے پوچھا۔ رکنے کی کیا وجہ ہے۔  
ہوا نے عرض کیا۔

حضور ایہ خاتم الانبیاء کے پارہ جگر کی مقتل ہے۔ حکم خدا ہی سے میں آپ کی بساط کو اس طرف سے لے آئی ہوں۔  
اور حکم خدا ہی سے میں رک گئی ہوں۔ تاکہ آپ فرزند خاتم الانبیاء کا غم تازہ نہ کریں۔ اور اس کے قاتلوں پر لعنت کر لیں۔

## ۹۔ جناب زکریا :

کمال الدین بن شیخ صدوق نے سعد ابن حماد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے صاحب الامر کی خدمت میں عرض کیا کہ۔

اے فرزند رسول ! مجھے کہیں کے متعلق بتائیے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے :

آپ نے فرمایا۔ یہ علم غیب ہے

ذاتِ احیاء نے جناب زکریا کو انہی حروف میں واقعہ کو ملا سے مطلع کیا۔

جناب زکریا نے جب واقعہ کو ملا کی تفصیل سنی تو آپ تین دن اور تین رات مسلسل عبادت گاہ میں مصروف گریہ رہے۔  
کچھ کھایا۔ نہ پیا۔ اور نہ کسی سے بات کی۔

پھر عرض کی۔ بارالہا ! مجھے بھی ایک ایسے فرزند سے نواز۔ فرزند خاتم الانبیاء کی طرح میرے سامنے شہید ہو تاکہ میرے  
دل میں یاد حسین ہمیشہ تازہ رہے۔ اور میں زخمی دل سے قاتلان حسین پر لعنت کرتا رہوں۔

## ۱۰۔ جناب عیسیٰ :

بحاری مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ اپنے کسی سفر کے دوران میدانِ کربلا سے گزرے۔ راستہ میں ایک شیر بیٹھا  
ہوا تھا وہ گزرنے سے مانع ہوا۔ آپ کے ساتھ حواری تو خوف سے کانپنے لگے۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے انہیں حوصلہ دیا۔ اور  
فرمایا۔ چلو یہ راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری طرف سے چلے جاتے ہیں۔ جب دوسری راہ پر گئے تو دیکھا کہ شیر وہاں بھی  
موجود تھا۔

آپ نے حواریوں سے فرمایا۔ میرے خیال میں شیر ہمیں کچھ کہنا چاہتا ہے۔ یہ ہمیں کسی قسم کا نقصان تو نہیں پہنچاتا کیونکہ  
اگر اس کی نیت ٹھیک نہ ہوتی تو کبھی کا اس نے ہم میں سے کسی کو دبوچ لیا ہوتا۔ اس نے کوئی نقصان پہنچائے بغیر صرف ہماری  
راہ روک رکھی ہے۔

حواریوں نے عرض کیا تبت ! بات آپ کی درست ہے۔ آپ نبی خدا ہیں۔ خدا اس سے بات تو کریں۔ ممکن ہے قدرت نے  
اسے قوت گویائی سے نوازا دیا ہو۔

حضرت عیسیٰ آگے بڑھے اور فیروز سے فرمایا۔ اسنو تجھے ہمارا راستہ روکنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں جانے کیوں نہیں دیتا۔ ویسے بھی نبی خدا ہونے کی حیثیت سے مجھے حتیٰ کہ میں تجھے یہ نصیحت کروں کہ راستہ چھوڑ دے اور گزرنے والے نبی آدم کو تنگ نہ کر۔

فیروز نے فصیح عبرانی میں جواب عرض کیا۔  
قبذ میری مال نے آج ہی ایک ڈیوٹی لگائی ہے۔ آپ نینوئیں رہنے والے کسی بھی شخص سے پوچھ سکتے ہیں۔ مجھے یہاں کسی نے نہیں دیکھا۔ اور نہ اس وقت کے بعد مجھے کوئی یہاں دیکھے گا۔ بس اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے وہ ادا کرنے کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا کیا تیری ڈیوٹی کا تعلق ہمارا راستہ روکنے سے ہے۔

فیروز نے عرض کیا۔ حضور! آپ نے درست فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ کیا تیری ڈیوٹی میرے حواریوں میں سے کسی کو شکار کرنا ہے۔  
فیروز نے عرض کیا۔ ہرگز نہیں۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ پھر بتا تیری یہاں کیا ڈیوٹی ہے اور کیسے پوری ہوگی۔

فیروز نے عرض کیا۔ قبذ میرا علاقہ صحرائیں ہے۔ اس صحرائیں رہنے والا فیروز چند دن ہوئے مر گیا ہے۔ رات ذات احیاء کی طرف سے مجھے حکم ملا ہے کہ۔

کل یہاں سے عیسیٰ روح اللہ گزرے گا۔ تو میدان کربلا میں جا۔ اور حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھیوں کا راستہ روک لے اور انہیں بتانا کہ یہ میدان کربلا ہے۔ اسی میدان میں خاتم الانبیاء کا نواسہ اپنے نانا کی امت کے ہاتھوں تین دن کا بھوکا اور پیاسا اپنے اعزاء و اقرباء کے ساتھ مظلوم شہید ہوگا۔ جب تک حضرت عیسیٰ اور اس کے حواری قاتلان حسین پر لعنت نہ کریں اس وقت تک انہیں اس صحرائے گزرنے کی اجازت نہ دینا بڑی آسان سی بات ہے۔ آپ خود اور آپ کے حواری یہاں سے گزرتے ہوئے قاتلان حسین پر لعنت کرتے جائیں اور گزرتے جائیں حواریوں کو حکم دیں ذرا جلدی یہ کام کریں۔ تاکہ آپ بھی دن میں اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں اور میں بھی ڈیوٹی پوری کر کے اپنے علاقہ میں واپس جاؤں۔

حضرت عیسیٰ نے فوراً دست دعا بلند کیے۔ اور قاتلان حسین اور معاونین قاتلان حسین پر لعنت کی تمام حواریوں نے بے شمار کہی۔

فیروز یہ سنکر راستہ سے ہٹ گیا۔ جناب عیسیٰ اور آپ کے حواریوں نے فیروز کو جاتے دیکھا جو کسی اور طرف جا رہا تھا۔  
منتخب کے مطابق جب جناب عیسیٰ فیروز سے فارغ ہو کر آگے بڑھے اور مقتل فرزند زہرا کے قریب آئے تو آپ نے چند برنیوں کو وہاں چرتے دیکھا۔ مقام مقتل پر آکر آپ بیٹھ گئے۔ اور روزنا شروع کر دیا۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے حواری بھی رونے میں آپ کا ساتھ دینے لگے۔ لیکن حواریوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔



آخر تک نے ہمت کر کے عرض کیا۔

اے روح اللہ! اس جگہ بیٹھ کر رونے کا مقصد کیا ہے اور وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو اس طرح بے ساختہ رلا دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا ہے تم اس حقیقت سے بے خبر ہو جسے میں اپنی چشم نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ آہ فرزند ہر! تو کتنا مظلوم ہے۔ تو کتنا فریب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول کی اکوتی بیٹی کا دوسرا فرزند حسینؑ بلا جرم و خطا اپنے ناناکا کی امت کے ہاتھوں گرسنہ اور تشنہ شدید ہو گا۔

اس جگہ اس کے اہل بیت کے خیم ہوں گے۔ فلاں جگہ اس کا اپنا خیمہ ہو گا۔ اور فلاں جگہ اس کے چند انصار کا قیام ہو گا۔

اس طرح پورا صحرا اور ساحل قزاق فرج زید سے اٹا پڑا ہو گا۔

پھر آپ نے ہر نبی کی چند بیگنیاں اٹھائیں۔ اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھیں اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ بار الہا۔

ان بیگنیوں میں خاک کر بلا کی خوشبو بسا کر انہیں اسی طرح رہنے دے۔ حتیٰ کہ اس شدید مظلوم کا باپ اگر ان بیگنیوں کو دیکھے اور اسے میری تعزیت یاد آ جائے۔

## ۱۱۔ کعب الاحبارؓ

امام صدوقؑ میں کعب الاحبارؓ سے مروی ہے کہ۔ ہماری کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے کہ اولاد خاتم الانبیاءؑ میں سے ایک ایسا شخص بھی ہو گا کہ اس کے ادراں کے ساتھیوں کے گھوڑوں کا ابھی پسینہ بھی خشک نہ ہوا ہو گا کہ وہ داخل جنت ہو کر حوریں سے خدمت لے رہے ہوں گے۔

اتنے میں امام حسنؑ وہاں سے گزرے۔ ہم نے کعب سے پوچھا۔ کہیں یہ تو نہیں ہے۔

کعب نے غور سے دیکھا اور فرمایا۔ نہیں اس میں ان علامات میں سے کوئی بھی نہیں جو کتاب مقدس میں تحریر ہیں۔

کچھ دیر بعد امام حسینؑ وہاں سے گزرے۔ ہم نے پوچھا۔ کیا یہی وہ ہے۔

کعب الاحبارؓ نے کافی دیر تک دیکھنے کے بعد کہا۔ بخدا! یہی وہ ہے۔ سر سے پیر تک ایک ایک علامت اس میں

نظر آتی ہے۔

## ۱۲۔ نصاریٰ کے گرجا میں:

امالی صدوق ہی میں مسیحی این یمان نے بنی سلیم کے ایک مرد پیر سے روایت کی ہے کہ ہم روم میں دوران جنگ ایک گرجا میں گئے۔ ہم نے اس میں ایک پتھر پر یہ شعر کندہ دیکھا۔

اتدجوامۃ قتلت حسینا  
شقاۃ جده یوم الحساب۔

ہم نے ان نصاریٰ سے پوچھا۔ گرجا میں یہ پتھر کب سے نصب ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ تمہارے نبی کی بعثت سے تین سو برس پہلے سے نصب ہے۔

مشیر اللہ خزان میں سلیمان انش سے مروی ہے کہ ایک سال حج میں دوران طواف ایک شخص کو دیکھا جو غلاف کعبہ ہاتھ میں لے کر کہہ رہا تھا۔ اللہم اغفر لی۔ اے اللہ مجھے معاف کر دے۔ پھر خود ہی کہتا تھا۔ لا اراک ان تغفر لی۔ مجھے نظر نہیں آتا کہ تو بخشنے لگا۔

میں نے کہا: بندہ خدا! آج یوم عرفات ہے تو خانہ خدا میں ہے۔ اور یہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ اگر مجھے ذرہ بھر بھی امید ہوتی تو میں ایسا ہرگز نہ کہتا۔

میں نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔

اس نے کہا کہ بلا سے شام تک جی چالیس افراد کی ڈیوٹی سرِ مظلوم کر بلا پر تھی میں بھی ان میں شامل تھا۔ ہم دن کے وقت مظلوم زہراؑ کے سر کو نیزہ پر اور رات کے وقت صدوق میں بند کر دیتے تھے۔ ایک رات اچھی تک ہم نے سرِ صدوق میں بند نہیں کیا تھا۔

نوکن نیزہ پر بلند سر کو ہم نے ایک گرجا کی دیوار کے ہمارے کھڑا کیا۔ اور خود کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ جو نہی ہم نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ گرجا کی دیوار سے ایک ہاتھ نمودار ہو کر ہمارے سامنے آیا۔ اس پر یہ شعر لکھا تھا۔ ہم حیران ہو گئے۔

ہم میں سے بعض افراد نے ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ہاتھ کو ہمارے دل سے واقفیت ہو جو نہی ہم لوگ ہاتھ بڑھاتے تھے ہاتھ ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔  
بھلا تم ہی بتاؤ کہ میں کیا امید رکھ سکتا ہوں۔

## ۱۳۔ سرور انبیاء

### ۱۔ ماں کی بے قراری:

کامل الزیارات میں امام صادق سے مروی ہے کہ کرہ ارض پر تنہا ایک ماں تھی جسے یہ علم تھا کہ میرے صدف عصمت میں پرورش پانے والا بیٹی نہیں بیٹا ہے۔ مگر بایں اس نے کبھی دل میں خوشی محسوس نہیں کی تھی۔ بلکہ ہر وقت مصروف گریہ و بکا رہتی تھی۔

صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ اس کی کیا وجہ تھی؟

آپ نے فرمایا۔ جس وقت مظلوم کربلا کا نور مقدس جبین مبین حضرت علیؑ سے منتقل ہو کر جناب زہراؑ کے صدف عصمت میں آیا۔

ذاتِ امدیت نے اسی دن نبی کو نبین کو جبریل کے ذریعہ تمام واقعہ کربلا سے مطلع کر دیا تھا اور آنحضرتؐ نے جناب سیدہ کو تمام حالات بتا دیئے تھے۔

جبریل نے ذاتِ امدیت کی طرف آنحضرتؐ کو یہ پیغام بھی دیا تھا کہ۔ ولادتِ حسینؑ کے بعد حسینؑ شبِ دروز کے جس وقت جس چیز کی خواہش کرے اسے بلاتا ہے میرا کادیا کرنا اور دیر نہ کرنا۔ پھر آنحضرتؐ نے جناب سیدہ کو بھی اس طرح فرمادیا تھا کہ حسینؑ کی ہر خواہش کا بالعموم اور پیاس کا بالخصوص ہر وقت خیال رکھنا۔ کیونکہ حسینؑ پیاسا سا نہید ہو گا۔

### ۲۔ میری امت اور تین علم:

کامل الزیارات ہی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی کو نبین کے پاس آیا تو آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔

بابی انت دایم یا رسول اللہ۔ اے رسول خدا! میرے ابا قربان جائیں۔ آپ رو کیوں رہے ہیں۔ کسی سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں یا علیؑ میری زندگی میں تو مجھے جو تکلیف پہنچی ہے برداشت کر لوں گا۔ اگر میرے بعد تجھے یا میرے بچوں کو کوئی تکلیف پہنچی تو میرے لیے برداشت کرنا مشکل ہو گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ ہم آپ سے زیادہ عظیم تر نہیں ہیں۔ اگر آپ اپنی تکالیف برداشت کر لیں گے تو کیا ہم اپنی تکالیف برداشت نہیں کر سکیں گے۔

آپ نے فرمایا اعلیٰ بات صرف برداشت کر سکنے کی نہیں ہے۔ برداشت تو تم کو لوگے میں اپنے مزار میں اس لیے تڑپتا رہوں گا تم دنیا میں میری وجہ سے کانٹوں پر چل رہے ہو اور میرے بعد بھی صدیوں تک کانٹوں پر چلتے رہو گے اور تم پر آنے والی ہر مصیبت کی وجہ میرا رشتہ اور میرا دین ہو گا۔ میں نے عرض کیا۔ قبل اس وقت رونے کی کوئی خاص وجہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یا علیؑ ہاں۔ ابھی ابھی مجھے جبرئیلؑ بتا کر گیا ہے کہ میرا حسینؑ ساحلِ دریا پر پیاسا شہید ہو گا۔ کیا تجھے خاکِ کربلا دکھاؤں؟  
میں نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ۔

آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ اور سرزمینِ کربلا سے لپک مٹھی مٹی کی اٹھا کر مجھے دی۔ میں نے جو نی لے کر اسے سوگھا میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے۔  
جب حسینؑ دو برس کا ہوا۔

تو ایک دن ان حضورؐ کسی سفر پر جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک جگہ رک گئے۔ انا اللہ پڑھا آپ کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ صحابہ نے عرض کیا: قبلہ خیریت تو ہے اس وقت رونے کا سبب۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی ابھی جبریل مجھے بتا کے گیا ہے کہ میرا حنین عمیدان کر ملا میں یزید نامی شخص کے ہاتھوں پیاسا شہید ہو گا۔

آپ اس پورے سفر میں غم زدہ اور منہموم رہے۔ جب سفر سے واپس تشریف لائے تو غریبہ سرائے امام حسن اور حسینؑ آپ کے سامنے بیٹھے تھے۔

و عظمہ نصیحت فرمانے کے بعد دونوں بچوں کو اٹھایا۔ گود میں بٹھایا دیا یاں ہاتھ امام حسینؑ کے سر پر اور بایاں ہاتھ امام حسینؑ کے سر پر رکھ کر فرمایا۔

اے اللہ! یہ محمد تیرا بندہ اور تیرا نبی ہے۔ یہ دونوں میری پاکیزہ عزت، میری طاہرہٴ نفیس، اور میرے دل کا چین ہیں۔ یہی وہ ہیں جنہیں میں ان کے باپ کے ساتھ اپنی امت میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ جاؤں گا۔ مجھے جبریل نے تیری طرف سے بتایا ہے کہ میرے دونوں بیٹے شہید ہوں گے۔ لیکن زیادہ مظلوم میرا یہ حسین بیٹا ہوگا۔ جس کے بچے بھی پیاسے شہید ہوں گے اور یہ خود بھی پیاسا وطن سے دور شہید ہوگا۔ اس کا لاشہ یا مال سم اسیاں اور سر نوک نیزہ پر بلند ہوگا۔

اے اللہ! اے سید الشہداء بنانا۔ اس کے قاتل کو دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کھنا۔

مسجد میں موجود ہر شخص کی آنکھ اشکیار ہو گئی۔

آپ نے فرمایا۔ آج تو تم رورہے ہو۔ لیکن کل اس کی مدد نہیں کرو گے۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور ہستی آنکھوں سے فرمایا۔

اے لوگو! میں اس دنیا سے جاتے ہوئے تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت و اہل بیت۔ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر کے پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی میں ان دونوں کا منتظر رہوں گا۔ اور تم سے صرف وہی کچھ پوچھوں گا جو مجھے حکم خدا ہوگا۔ میں تم سے مودۃ فی القربی کے بارے میں پوچھوں گا۔ دیکھ لو! میرے پاس حوض کوثر پر میرے اہل بیت کا بغض اور میری عترت پر مظالم کا بوجھ لے کر آنا۔

قیامت کے دن میری امت میرے پاس تین حصوں میں بٹ کر تین علمے کر آئے گی۔ پہلا علم مکروہ متکبر اس قدر سیاہ ہوگا کہ اہل محشر اس کی سیاہی سے تڑپ جائیں گے۔ یہ لوگ اگر میرے سلسلے سے ہو جائیں گے میں ان سے پوچھوں گا۔

تم کون ہو؟

ان لوگوں کے دل سے میرا نام مٹ چکا ہوگا۔ یہ جواب دیں گے ہم اہل توحید اور آپ کی امت سے پکے موحد ہیں۔

میں کہوں گا۔ مجھے جانتے ہو میں عرب و عجم کا احمد بنی ہوں۔

یہ لوگ جواب دیں گے۔

ہاں ہاں! موحد ہونے کی وجہ سے ہم نے دنیا میں آپ کی طرف کبھی کوئی خاص دھیان نہیں دیا تھا۔ اس لیے ہم آپ کا نام ہی بھول گئے ہیں۔ ہم آپ ہی کی امت ہیں۔

میں پوچھوں گا۔ میں تم میں اپنی امانت کے بطور دو وزنی چیزیں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت چھوڑ کے آیا تھا۔ تم نے ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

یہ جواب دیں گے جہاں تک کتاب خدا کا تعلق ہے تو اس میں سے تمام وہ آیات جو مشرکین اور بت پرستوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں ہم نے آپ کی امت کے لاء اللہ اللہ پڑھ کر آپ سے اور آپ کی اہل بیت سے زیادہ وابستگی رکھنے والوں پر فٹ کر کے انہیں مشرک کہہ کر خارج از اسلام کر دیا تھا۔ اور جہاں تک آپ کی عترت کا تعلق ہے تو ہم نے اولاد ان کے وجود کو روتے روتے ختم کرنے کی کوشش کی تھی اور ثانیاً ان کے ذکر کو براہ اعتبار سے مٹانے کی کوشش کی تھی۔ کبھی بدعت کہہ کر۔ کبھی جالاد مرسم کہہ کر۔ کبھی بے فائدہ کہہ کر۔ کبھی منشاو مرضی اہل بیت کے خلاف کہہ کر۔ کبھی اصلاح محافل و مجالس کے نام سے۔ کبھی اصلاح الشیعہ کے نام سے۔ کبھی نفیس طے کرنے کو حرام کہہ کر۔ غرض جیسے بھی ہوسکا۔ اور جس پلیٹ فام سے ہوسکا ہم نے آپ کے اہل بیت کے وجود اور ذکر ہر دو کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

میں ان لوگوں سے منہ پھیر لوں گا۔ ملا لکھو انہیں دھکے دے کر حوض کوثر سے دور بھگا دیں گے۔

پھر دوسرا گروہ آتے گا۔ ان کے علم کی سیاہی پہلے علم سے بھی زیادہ مہیب اور ڈراؤنی ہوگی۔ میں ان سے پوچھوں گا تم کون ہو؟

یہ جواب دیں گے ہم آپ کی امت سے ہیں۔

میں پر پھول گا۔ جو درد زنی چیزیں نقل اکبر قرآن اور نقل اصغر میری اہلیت میں تمہارے درمیان چھوڑ  
کے آیا تھا۔ تم نے ان سے کی سلوک کیا ؟

یہ جواب دیں گے۔ ہم نے ثقل اکبر یعنی قرآن کے احکام کی زندگی میں ہر لمحہ اور ہر قدم پر مخالفت کی تھی۔ اور ثقل اصغر یعنی آپ کی ذریت کے یہ جگہ جگہ اتنے کانٹے بچھائے کہ وہ کسی ایک جگہ جمع ہو کر رہ نہ سکے (ان کی عظمت کو کم کرنے کی خاطر لوگوں کو درس دیا کہ اگر کم عند اللہ اتقا کم۔ وہی محترم ہے جو متقی ہے آپ کے رشتہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے)

ان لوگوں سے بھی میں کہوں گا۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے میرے پاس تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔  
ان کے بعد تیسرا گروہ آئے گا۔ ان کے پاس بھی سیاہ علم ہی ہوگا۔ لیکن ان کے علم کی سیاہی میں جاذوبیت  
اور کشش ہوگی۔ ان کے چہرے سفید اور مکھڑے نورانی ہوں گے۔ علم کی سیاہی سے روشنی کی کرنیں پھوٹیں  
گی۔

ان سے میں پوچھوں گا: تم لوگ کون ہو؟

یہ جواب دیں گے۔ ہم کلمہ تقویٰ واسے ہیں۔ ہم اہل حق میں سے باقی رہ جانے واسے اہل حق ہیں، ہم نے آپ کے چھوڑے ہوئے ثقلِ اکبر کا ہمیشہ احترام کیا۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا (انسان ہونے کے ناطے بعض مقامات پر عمل نہ ہو سکا لیکن عقیدت میں پکے رہے) آپ کے دوسرے ثقلِ اصغر کی محبت میں بے دین کہلواتے۔ غالی کہلواتے۔ لیکن جہاں کہیں ضرورت ہوئی چاہیے ہم نے دل سے۔ زبان سے۔ اور ہاتھ پاؤں سے آپ کی ذریت کی عظمت اور محبت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اپنی جان سے زیادہ محبت اہل بیت سے کی۔

ان کے دجہ کے مخالفین سے بھی لڑے اور ان کے ذکر کے مخالفین سے برسرِ پیکار ہوئے۔ ابن لوگوں سے میں کہوں گا۔ اؤ میرے قریب آؤ۔ تم میرے ہو۔ میں تمہارا نبی ہوں۔ میرے پاس تمہارا نامہ اعمال روزِ آتاب ہے۔ دنیا میں واقف تم اسی طرح تھے جس طرح کہہ رہے ہو۔ ان لوگوں کو میں خوش کو شاپنے ہاتھ سے پلاؤں گا۔ اور یہ لوگ میرا بہرہ و داخلِ جنت ہوں گے۔

### ۳۔ ندائے ملک :

بھاریں شرجیل ابن ابوعون سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا جس دن میرے حسینؑ کی ولادت ہوئی۔ اس دن حکم باری سے ایک ملک نے ارض و سما کے مابین ندا کی۔  
اے مخلوق خدا! بابائے غم دنیا میں آگیا ہے۔ لباس غم پہن لو۔ اور دل کو غم آتش ناکر لو۔ محمدؐ کا دنیا میں آنے والا یہ بچہ کرہ ارض کا مظلوم ترین شہزادہ ہے۔

اس ندا سے فارغ ہونے کے بعد یہی فرشتہ میرے پاس آیا اور عرض کیا۔  
اے حبیب خدا! آپ کا یہ بچہ کرہ ارض کا مظلوم ترین فرد ہو گا۔ آپ کی امت کا بظاہر مسلمان اور باطن کا نر سرکش اور فاسق گروہ اسے زمین کر بلا پر شہید کرے گا۔ یہ اس کے مقتل کی خاک ہے۔  
اس نے خاک کر بلا مجھے دی اور کہا۔ اسے اپنے پاس محفوظ رکھیں دم آخر میں بھی اس خاک کا اہل سمجھیں اسے دیں اور بتادیں کہ جب یہ خاک خون بن جاتے تو وہ مجھ لے کہ آپ کا حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔  
پھر اس ملک نے کچھ خاک کر بلا اپنے پروں پر ڈالی اور سوتے آسمان پر واز کر گیا۔ ملائکہ کی جس صف سے بھی گزرا انہوں نے اس ملک کے پروں سے اٹھنے والی خوشبو کی محک سے متاثر ہو کر اس سے پوچھا۔ یہ خوشبو تو کس جنت سے لایا ہے۔

ملک نے جواب دیا یہ کسی جنت کی خوشبو نہیں ہے۔ یہ خاک کر بلا ہے۔ جو مقتل حسینؑ ابن علیؑ وناظرہؑ ہے۔  
راوی کا بیان ہے کہ آپ اپنی ہر تنہائی میں اس خاک کو اپنے سامنے رکھ کر دیکھتے بھی تھے اور روتے بھی تھے ساتھ ساتھ قتال حسینؑ پر لنت کرتے تھے۔

### ۴۔ کاش اللہ مجھ سے طاقت پرواز سلب کر لیتا :

منتخب ہی میں مروی ہے کہ حالمین عرش میں سے ایک ملک ہمیشہ زیارت نبیؐ کو نہیں کا شائق رہتا تھا۔ ایک دن اس نے ذات احدیت سے روتے ارض پر جا کر آنحضورؐ کی زیارت کی اجازت مانگی۔  
ذات احدیت نے اجازت دے دی اور فرمایا۔ ہا زیارت بھی کر۔ اور میری طرف سے میرے حبیب کے نام یہ پیغام بھی لے جا۔  
کہ تیرا یہ بیٹا تیرے بعد پیاسا اور مظلوم شہید ہو گا۔  
آنحضورؐ فرمایا کرتے تھے جب یہ ملک روانہ ہوا تو دل میں سوچتا کہ ہاتھ کا کاش میں نے زیارت کی اجازت نہ لی ہوتی اب میں کیسے بتاؤں گا کہ آپ کا نومو لود فرزند مظلوم شہید ہو گا۔  
اسی فکر اور پرواز کے دوران اسے ندائے قدرت آئی کہ۔ تیرا کام تمہیں۔ تیرا کام اطاعت کم ہے۔

وہ ملک انحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شوق زیارت پورا کرنے کے بعد عرض کیا۔

قبلاً! اگر اللہ میرے پروہال سلب کر لیتا تو مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی ذات احدیت کا یہ پیغام دینے میں ہو رہی ہے کہ آپ کا حسین میدان کر بلا میں تین دن کا تشنہ و گر سنبے یا رو مد و گار پس گردن سے شہید ہو گا۔ اس کے قاتل جہنم کے اس طبقہ میں ہوں گے جس سے تمام طبقات جہنم گرم کیے جائیں گے۔

## ۵۔ امین وحی جبریلؑ!

بھائی جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کو نبین میرے حجرہ میں تشریف لائے ان کے پیچھے پہلے امیام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ تشریف لائے۔

آپ نے امام حسنؑ کو دائیں زانو پر اور امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھایا کبھی آپ حسنؑ کا منہ چومتے اور کبھی حسینؑ کا گلا چومتے۔

جبریلؑ آیا۔ اور عرض کیا۔ قبلیہ دونوں آپ کو بہت عزیز ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ جبریلؑ وہ کون فرد ہے جسے اپنے دل اور آنکھوں سے محبت نہ ہو۔ اگر ان دونوں کو میں دل کہوں تو ایک دل ہے اور دوسرا دھڑکن ہے۔ اگر ان کو آنکھوں سے تشبیہ دوں تو ایک دانتیں اور دوسرا بائیں آنکھ ہے۔ بھلا کون ایسا انسان ہے جو دل کے بغیر زندہ رہ سکے اور آنکھوں کے بغیر کچھ دیکھ سکے۔

جبریلؑ نے عرض کیا۔ قبلیہ میں اللہ کی طرف سے ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا پیغام ہے۔

جبریلؑ نے عرض کیا۔

ذاتی احدیت کا درد و سلام کے بعد ارشاد ہے کہ حسنؑ کو تیری امت نہر ہے اور حسینؑ کو بے دردی سے پیاسا پس گردن سے شہید کرے گی۔

آپ نے فرمایا، جبریلؑ! اگر اللہ مجھے بھی اپنے دین پر قربان کر دے تو میری جان حاضر ہے۔ جب یہ بھی میری روح و دل میں تو یہ کیسے دین کی خاطر کسی قربانی سے دریغ کریں گے۔ یا میں کیسے انکار کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ جیسے بھی شہید ہوں گے دین خدا کی خاطر شہید ہوں گے۔ اور مجھے سب کچھ قبول ہو گا۔



اللہ کی طرف سے نبی کو نبین کو حضرت علیؑ، جناب زہراءؑ

اور

جناب حسینؑ کی پیشگوئی شہادت

۱۔ اجزئیاریت جنت؛

کامل میں جابر نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی کو نبین خانہ اہل بیت میں تشریف لائے۔ جناب ام المومنین ام سلمہ کا ہدیہ کردہ دودھ۔ کھن۔ اور کھجور رکھے تھے۔ اہل محمدؑ نے آپ کو پیش کیے حضور نے تناول فرمایا۔ اور معروف نواہل ہو گئے۔ جب آپ نواہل سے نارغ ہوئے اور مجہدہ شکر میں گئے تو بے ساختہ با آواز بلند گریہ کرنے لگے۔

ہم سب حیرت سے دیکھتے رہے۔ کوئی پوچھ نہ سکا با آغز کس حسینؑ اٹھا اور پہلو میں جا کر عرض کیا۔ نانا جان! جب آپ ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم بے حد شاداں و فرحاں ہوئے۔ لیکن آپ کے گریہ نے ہمیں بھی پریشان کر دیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

آپ نے مجہدہ سے سراٹھایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے جس طرح تم مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اسی طرح میں بھی تمہیں اکٹھے بیٹھا دیکھ کر خوش ہوا۔ لیکن ابھی جبریلؑ نے مجھے آکر یاد دلایا ہے کہ۔ محمدؑ تیرے تمام اہل بیت شہید ہوں گے اور ان کے مزارات ایک دوسرے جنت دور ہوں گے۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! کیا کوئی ہمارے منراہوں کی زیارت کو آئے گا؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں بیٹے میری امت کا ایک قلیل گروہ تمہاری زیارت کو آئے گا۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! کیا ہمارے ناسرین کو ہماری زیارت پر آنے کا کوئی اجر ملے گا؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے ان کا کم از کم اجر یہ ہوگا کہ میں تمہارے ناسرین کی خصوصی شفاعت کروں گا تمام کو داخل جنت کروں گا

اور دشت قیامت سے انہیں محفوظ رکھوں گا۔

## ۲۔ انجام قاتل؛

منتخب میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں اس قدر خشک سالی ہو گئی کہ پینے کا پانی تک نہ رہا ایک دن جناب زہراؑ اپنے دونوں بچوں کو انحصار کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا۔ ابا جان! ہم تو بڑے ہیں جیسے تیسے گزرا کر رہے ہیں۔ لیکن میرے یہ دونوں بچے پیاس برسواشت نہیں کر سکتے خصوصاً حسینؑ کے متعلق تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ اسے پانی کی طلب زیادہ ہی رہتی ہے۔

آپ نے دونوں کو قریب بلایا۔ پئے امام حسینؑ کے دین مبارک میں زبان نبوت دی۔ جب امام حسینؑ میرا بھوکے تو پھر امام حسنؑ کے منہ میں اپنی زبان دی امام حسنؑ بھی میرا بھوکے۔ پھر آپ نے دونوں کو اپنی گود میں بٹھالیا اور باری باری دونوں کو پوس دینے لگے۔ آپ غیر معمولی طہر پر خوش ہو رہے تھے کہ جبریلؑ آگیا۔

جبریلؑ نے سلام و درود رب جلیل کے بعد عرض کیا۔ حضور! ذاتِ احیاء کا ارشاد ہے کہ تیرے یہ دونوں بچے نبی امیہ کے ہاتھوں شہید ہوں گے۔ حسنؑ زہر سے شہید ہوگا۔ اور حسینؑ پس گردن سے ذبح کیا جائے گا ان کے قاتل یوں تو اپنے کو آپ کی امت سے شمار کرتے ہوں گے لیکن ان کا تیری امت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ آپ نے جبریلؑ سے سوال کیا۔ کیا ان کے قاتلوں کو نجات ملے گی؟ جبریلؑ نے عرض کیا۔

حبیبِ خدا! انہیں دنیا اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ دنیا میں ان پر ایسے افراد مسلط ہوں گے جو ان کے کم سن بچوں تک کو قتل کر دیں گے۔ اور آخرت میں زقوم کھانے کو اور جہنم سے نکلنے والا پیپ پینے کو ملے گا۔ ذاتِ احیاء نے انہی کے قاتلین کے عذاب پر خود اپنی توبیف فرمائی ہے۔

فقطعوا برا القوم الذین ظلموا والحمد لله رب العالمین۔ ظالم قوم کی نسل ہی ختم کر دی گئی ہے رب العالمین اللہ کی حمد ہے۔

اس کے بعد آپؑ کبھی امام حسنؑ کی طرف اور کبھی امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر کافی دیر تک فرماتے رہے۔

اللہ تمہارے قاتل پر لعنت کرے۔

اللہ تمہارے غاصب حقوق پر لعنت کرے۔

## ۳۔ نبی اکرمؐ پر گندہ؛

ارشاد شیخ مفیدؒ ام المؤمنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک رات سرورِ انبیاؐ گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس طرح غائب ہوئے کہ تھانسی بیچ کے بعد کسی کو بھی نہ مل سکے۔ کافی دیر کے بعد رات گئے واپس تشریف لائے تو آپؐ کے پاؤں خاک آلود تھے۔

اور بال پریشان تھے۔ چہرہ مغموم تھا۔ اور آنکھیں کس طرح سرخ تھیں جیسے گریہ فرماتے رہتے ہوں۔  
ہم نے عرض کیا۔ قبل آپ رات کے اس وقت تنہا کہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے دشمن دوستوں کی نسبت زیادہ ہیں  
ہم تو سخت پریشان تھے؛

آپ نے فرمایا۔ میرا محافظ میرے دشمنوں پر بھی غالب ہے اور میں تنہا بھی نہیں تھا۔ جبریل میرے ساتھ تھا۔ جبریل ہی  
حکم رب جلیل سے مجھے میدان کر بلا میں لے گیا تھا۔ وہاں جا کر میں نے اپنی فدیت کے مقام شہادت دیکھے۔ مقتل حسینؑ پر کافی  
ذریک بیٹھ کر روتا رہا ہوں۔ یہ دیکھ خاک کر بلا ہے جو میرے سر اور بالوں میں بھی موجود ہے اور میرے پاؤں بھی خاک  
کر بلا ہی سے آلودہ ہیں۔

یہ تیرے لیے میں کچھ خاک کر بلا بھی لایا ہوں پہلے تیرے پاس جو خاک کر بلا ہے وہ ملا کر دے کے گئے تھے۔ اب  
میں خود مقتل حسینؑ سے اٹھا کے لایا ہوں اسے بھی اسی خاک میں ملا کر رکھ دے۔ جس دن یہ خاک خون ہو جائے مجھ لینا میرا  
حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔

جس دن امام حسینؑ نے مدینہ چھوڑا اور عازم طراق ہوئے اس کے بعد میں روزنامہ عین مرتبہ خاک کر بلا کو دیکھا کرتی تھی نماز  
صبح کے بعد۔ نماز ظہر میں کے بعد اور نماز مغرب میں کے بعد۔ یوم عاشور کی صبح کو خاک کر بلا خاک ہی تھی لیکن جب ظہر میں عاشور  
کے بعد میں نے شیشی کو دیکھا تو اس میں خاک کی جگہ خون جو دشمن تھا۔ بے اختیار میرے منہ سے وا محمداء۔ اور دایلیہ کے ہن  
نکلی۔ مگر میں نے فوراً اپنے پر صرف اس لیے قابو پایا کہ اگر اموی گورنر کو شہادت حسینؑ کا پتہ چل گیا۔ تو وہ عید منائیں گے۔ کم از کم  
میرے ذریعہ تو انہیں پتہ نہ چلے۔ میں نے وہ وقت نوٹ کر لیا۔ بعد میں جب شہادت فرزند رسولؐ کی اطلاع ملی۔ تو وہی وقت  
تھا جب خاک خون میں بدلی تھی۔

## ۴۔ تعزیت ملائکہ؛

ارشاد میں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ولادت امام حسینؑ کے بعد ارض و سما میں کوئی فرشتہ ایسا نہ رہا جس نے آنحضورؐ  
کو ولادت امام حسینؑ پر مبارک باد ہی کے علاوہ توبت نہ پیش کی ہو۔ فرشتہ نے قاتلین امام حسینؑ پر لعنت کے ساتھ ساتھ  
آنحضورؐ کو خاک کر بلا میں بھی پیش کی۔ البتہ ہر فرشتہ مختلف مقام سے خاک اٹھا کے لایا تھا۔ کسی نے ذوالحجاء سے زمین پر  
آنے کی جگہ سے خاک پیش کی۔ کسی نے مقتل تک جانے کے لیے اسی جگہ کو کھینچا تھا ان مقامات میں سے کسی مقام کی خاک  
پیش کی۔ کسی شہک بنی کے بیڑیاں رگڑنے کی جگہ سے خاک پیش کی۔

جناب سلمان سے روایت کرنے والا بعد الرحمن غنوی کہتا ہے کہ میں سلمان سے سنی ہوئی آنحضورؐ کی بدو عایاد کرتا تھا  
اور قاتلین حسینؑ کا انجام دیکھتا تھا تو مجھے حرف بحرف صداقت دعا پر یقین ہو جاتا تھا۔  
آنحضورؐ نے بدو عافرائی تھی۔

اللهم اخذل من خذل له -  
اللهم اقتل من قتله -  
اللهم اذبح من ذبحه -  
اللهم لا تمتعه بما طلب -

اے اللہ! میرے حسین کی رسوائی چاہنے والے کو رسوا کر دے -  
اے اللہ! میرے حسین کے قاتل کو قتل فرما -  
اے اللہ! جو میرے حسین کو ذبح کرے گا تو بھی اسے ذبح کرنا -  
اے اللہ! میرے حسین کے قاتل کو اس کی خواہش سے نفع  
اندوز نہ فرماتا -

عبداللہ کہتا ہے تم بخدا! یزید سے لے کر قتل حسینؑ میں شریک ہونے والے اور انی ترین فرد تک ہر ایک کا انجام میری  
نگاہوں میں ہے۔

یزید تو قتل شبیر کے بعد انتہائی کم عمر رہا اور عین عالم شباب میں داخل بہنم ہوا رات کو تندرست سویا اور صبح کو مردہ  
پایا گیا۔ اس کا چہرہ اس قدر سیاہ اور سرخ ہو گیا تھا کہ پہلی مرتبہ تو پہچانا بھی نہ گیا۔ دیگر جو افراد انتقام مختار سے بچ گئے تھے  
وہ یا پاگل ہو گئے تھے۔ یا ہندام میں مبتلا ہو گئے تھے اور یا مبرص ہو گئے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ جنوں جذام اور برص ان کے  
نسلوں میں وراثت بن گئی تھی۔ اور ان لوگوں کا ذریعہ تلف یہی ہوتا تھا کہ یہ شخص فلاں قاتل حسینؑ کا بیٹا یا پوتا ہے۔

## ۵۔ سرخ رنگ مٹی!

امالی طوسی میں ام المومنین زینب کے غلام زید سے مروی ہے کہ مجھے ام المومنین نے بتایا ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ میرے حجرہ  
میں سو رہے تھے۔ اور مجھے فرمایا تھا کہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا۔

اتنے ہی شہزادہ حسینؑ آگیا۔ میں کافی دیر تک تو اسے بھلاتی رہی۔ پھر میں کسی کام میں مصروف ہوئی اور شہزادہ اندر چلا گیا  
جو نہی مجھے احساس ہوا میں جلدی سے اندر آئی تاکہ حسینؑ کو باہر لاؤں۔ دیکھا تو حسینؑ سینہ نبی پر سو رہا تھا انحضرتؐ اسے جوم جوم  
کر رہے تھے۔ مجھے فرمایا۔

زینب! میں نے تجھے یہ کب کہا تھا کہ میرے ان بچہ پاروں سے بھی کوئی آئے تو اسے روک دینا۔  
میں نے عرض کیا۔ قبل آپؐ تو رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ ہاں زینب! ابھی جبریلؑ مجھے یہ خاک کر بلا دے کے گیا ہے۔

میں نے دیکھا تو وہ سرخی مائل مٹی تھی۔

میں نے عرض کیا۔ قبل یہ کیسی خاک ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ زینب! میرے اس حسینؑ کی مقتل کی خاک ہے جو مجھے ابھی جبریلؑ دے گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبل کیا حسینؑ شہید ہوگا۔

آپؐ نے فرمایا۔ ہاں زینب! شہید تو ہم سب ہوں گے۔ لیکن جس بے دردی سے میرا یہ حسینؑ شہید ہوگا وہ صرف

اسی کا حصہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ حسینؑ کو یہودی شہید کریں گے۔ یا عیسائی یا مشرکین مکہ۔ آپ نے فرمایا۔ زینب ظاہرؑ تو حسینؑ کو شہید کرنے والے مسلمان ہی ہوں گے۔ لیکن باطناً انہی تینوں گروہوں کے وہ افراد ہوں گے جنہوں نے صرف اپنی جان اور مال کے خوف سے کمر بٹھا ہوگا۔ اور اسلام صرف ان کی زبانوں تک ہی محدود ہوگا۔

## ۶۔ خاک کمر بلا بدست میکائیلؑ؛

امالی طوسی میں سالم ابن جعدہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میکائیلؑ نے فاطمہؑ سے سرور انبیاءؑ کی زیارت کی اجازت مانگی اجازت ملی میکائیلؑ آنحضرتؐ کے پاس آکر بیٹھا۔ باتوں کے دوران امام حسینؑ تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے آگے بڑھ کر امام حسینؑ کو گلے لگایا اور اپنی گود میں بٹھا کر گوئے حسینؑ کے بوز سے پلٹنے لگے۔

میکائیلؑ نے عرض کیا۔ قبلہ کیا حسینؑ آپ کو بہت زیادہ عزیز ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میکائیلؑ اپنی جان کے عزیز نہیں ہوتی۔

میکائیلؑ نے عرض کیا۔ قبلہ میرے پاس مقتل حسینؑ کی کچھ خاک ہے اسے اپنے پاس رکھ لیں جب یہ خون بن جائے تو شہادت حسینؑ کی علامت ہوگی۔

آپؐ نے وہ خاک میکائیلؑ سے لے کر امام المومنینؑ ام سلمہؑ کو دے دی اور فرمایا اسے محفوظ رکھنا۔ تبھی شہادت حسینؑ کی اطلاع دی گئی۔

## ۷۔ ندائے قدرت؛

کامل الزیادہ میں جہاب کبیدہ سے منقول ہے کہ ایک دن سرور انبیاءؑ میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ حسینؑ آپ کی گود میں تھا آپ بوسے رہے تھے۔ کہ ایک نخت گریہ فرما کر سجدہ میں گر گئے۔

میں نے عرض کیا۔ بابا جان خیریت تو ہے؟

آئی سرت کے بعد یہ گریہ کیسا۔

آپؐ نے فرمایا۔ بیٹی ابھی جب میں حسینؑ کو چوم رہا تھا۔ ندائے قدرت آئی۔

فاطمہؑ حدیث نے مجھ سے سوال کیا۔

اے محمدؐ! کیا حسینؑ بہت پیدار ہے۔

میں نے عرض کیا۔ بارالہا۔ حسینؑ میری روح ہے اور روح کسی پیاری نہیں ہوتی۔

ذاتِ احدیت نے فرمایا۔

محمدؐ! تجھے میرا یہ عطیہ مبارک ہو۔ میری تمام برکتیں رحمتیں اور نعمتیں اس کے لیے ہیں۔ اور میری تمام لعنت غضب اور عذاب اس کے قاتلوں کے لیے ہے۔ اسے میں نے اولین و آخرین میں سید الشہداء بنایا ہے۔ یہ جو انسانِ جنت کا سر دار ہے اور اس کا باپ اس سے افضل اور بہتر ہے۔ میری طرف سے اپنے حسینؑ کو بشارت دے دے۔ میں نے اسے علم ہدایت اور مینار اولیاء بنایا ہے۔ یہ میرے دین کا محافظ اور میری مخلوق کا شاہد عادل ہے۔ میرے علم کا خزینہ اور جمیع اہل سما و ارض بشمول جن و ملک تمام کے لیے میری طرف سے حجت ہے۔

## ۸۔ جناب زہرا کو خیر شہادت:

تفسیر فرات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب زہراؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا ہوا تھا۔ نبی اکرمؐ نے جناب سیدہ سے حسینؑ بے لیا۔ آپ کے گلے کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔  
اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے۔

اللہ تیرے لباس اتارنے والوں پر لعنت کرے۔

تیرے خلاف فوج کشی کرنے والوں کو اللہ عذاب الیم سے دوچار کرے۔ تیرے قاتلوں اور ظالموں کا مقدمہ میں خود دربارِ خالق میں پیش کروں گا۔

جناب سیدہ نے عرض کیا۔ بابا جان یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹی مجھے وہ وقت یاد آگیا ہے جب نہ میں ہوں گا۔ نہ تم ہوگی۔ نہ علیؑ ہوگا اور نہ حسنؑ ہوگا۔ تنہا حسینؑ ہوگا۔ اس کے چند ساتھی ہوں گے۔ چند ازباد ہوں گے۔ اور گردن لاکھوں کی تعداد میں فوجیں ہوں گی۔ تیرے حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو میدانِ موت کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہ اسی طرح مینارِ ہدایت ہوں گے جس طرح تاریک رات میں درختِ زندہ ستارے۔ میں اس وقت بھی چشمِ نبوت سے ان کی لشکر گاہ۔ ان کے خیام کی ترتیب اور ان کی ایڑیوں کی رگڑ سے اڑنے والی ٹی دیکھ رہا ہوں۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان! یہ جگہ ہے کہاں جس کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔

انھوں نے فرمایا۔ بیٹی اس مقام کو کر بلا کہتے ہیں۔ واقعاً ہے ہی مقامِ کرب اور۔ بلا۔ میری امت کے بد معاش ان کے خلاف خود ج کریں گے۔

اگر ان لوگوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی جملہ ایلانِ ارض و سما کی شفاعت کریں گے تو اللہ قبول نہیں فرمائے گا۔ وہ لوگ ہمیشہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا! کیا میرا یہ حسینؑ وہاں شہید ہوگا۔

انحضورؑ نے فرمایا۔

ہاں بیٹی تیرا یہ حسینؑ وہی شہید ہوگا۔ اور اس طرح شہید ہوگا کہ حسینؑ سے پہلے حسینؑ کی طرح کوئی شہید نہ ہوا ہوگا اور نہ کوئی بعد از حسینؑ اس طرح شہید ہوگا۔ شہادت حسینؑ پر ارض و سما روئیں گے۔ جن دہک گریہ کریں گے وحوش و ظہور ماتم کریں گے۔ پہاڑ اور سمندر غم زدہ ہوں گے۔

پھر اللہ ہمارے محبوبوں کا ایک گردہ پیدا کرے لے گا کہ ارض پر سے معرفت خدا اور ہمارے حقوق کا تحفظ تنہا ہی جماعت کرے گی۔ کہہ ارض پر اس مخصوص گردہ کے سوا ہمارا نام تک لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ لوگ تاریخی ضلالت میں چراغ ہدایت ہوں گے۔ ان لوگوں کو حق شفاعت ہوگا۔ کل وہی میرے عوض سے میرے ہاتھوں پانی پی سکیں گے۔ جب میرے پاس آئیں گے تو میں ان کی پیشانی کے نور اور سینہ پر داغ ماتم کی علامت سے پہچان لوں گا۔

بیٹی اس جماعت کا کتنا مقام ہوگا کہ ہر فرقہ اپنے امام کی تلاش میں ہوگا۔ اور میں محمدؐ ملائکہ کے ساتھ ان کی تلاش میں ہوں گا انہی کی بدولت زمین قائم ہوگی۔ انہی کی بدولت آسمان سے بارشیں برسے گی۔ یہ سن کر جناب سیدہ نے اناللہ پڑھا اور ہائے بیٹا کر کے رونے لگی۔

انحضورؑ نے فرمایا۔ بیٹی تیرا حق ہے تو درو۔ لیکن یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اہل جنت میں سے افضل شہداء ہی ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنی جان اور مال راہ خدا میں قربان کی۔ کچھ کو قتل کیا پھر خود راہ خدا میں شہید ہوئے۔

بیٹی آخر اس دار دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہونے کی خاطر کوئی صورت تو ضروری ہے۔ یا بستر کی موت۔ یا میدان جنگ کی موت۔

اے دختر نبیؑ!

وہ کتنی عظیم دقت ہوگا جب میدان محشرؑ تو حکم کرے گی۔ اور تیرے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی

وہ کتنی عظمت کا مقام ہوگا جب تیرا یہ بیٹا حاکمین عرش کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوگا۔

تیرے لیے کتنی عزت کی گھڑی ہوگی جب آدم سے عیسیٰؑ تک اور میری امت کا ہر فرد تیرے باپ کے پاس شفاعت کی درخواست کریں گے مگر میں اپنے حسینؑ کے قاتلوں پر شفاعت سے انکار کر دوں گا۔

وہ کتنے فخر کا مقام ہوگا جب تیرا شوہر اپنے موالیوں کو حوض کوثر سے پانی پلائے گا اور دوسروں کو پرے دھکیل رہا ہوگا۔

وہ کتنے مبارک لمحات ہوں گے جب تیرے شوہر کے حکم سے جہنم تیزی ذریت کے دشمنوں کو اپنے شعلوں کی لپٹ میں لے رہی ہوگی۔

وہ کتنے سعید لمحات ہوں گے جب اللہؑ تجھ سے فرمائے گا میری زہراؑ کتنے اپنے محبوبوں اور موالیوں کو لے کر جنت میں

میں چلی جا۔

زہراؑ تو دیکھے گی کہ تیرے شوہر نے اپنا مقدمہ دائر کر رکھا ہو گا۔ اللہ تیرے۔ تیرے شوہر اور تیری ذریت کے قاتلوں کو میدانِ محشر میں ایک صف میں کھڑا کرے گا۔ اور مجرم وغیرہ مجرم ان پر لعنت کر رہے ہوں گے۔

بٹی کتنا عظیم ہے تیرا حسینؑ جس کی شہادت پر جو روحِ غلمان اور ملائکہ گریہ کریں گے۔

بٹی کتنی خوش نصیب ہے تو کہ قیامت میں تیرے اور تیری ذریت کے زائر اللہ کی ضمان اور امان میں ہوں گے بٹی کتنی خوش بخت ہے تو کہ تیری ذریت کے زائرین کو وہی اجر ملے گا جو بیت اللہ کے زائرین کو مل رہا ہو گا۔

بٹی کتنی سعادت مند ہے تو کہ تیرا اور تیری ذریت کا مولیٰ اپنے بستر پر بھی شہادت کی موت کا درجہ حاصل کرے گا۔

پھر آپؑ نے جنابِ سیدہ کی پیشانی اور سر پہ ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ بیٹی میں تیرا شوہر۔ تو اور تیری معصوم ذریت سب ہی شہید ہوں گے اور جنت میں ایک دوسرے کے بیٹھیں ہوں گے۔

بی بی نے آنسو صاف کر کے عرض کیا۔ الحمد للہ علی کل حال۔

## ۹۔ میری ذریت اور میری امت؛

جیسا کہ شیخ صدوق نے ابن عباس سے منقول روایت لکھی ہے کہ ایک دن سرورِ انبیاء جناب ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ شہزادہ حسنؑ آیا آپ شہزادہ کو دیکھ کر رو دیے۔ اپنی طرف بلایا۔ دائیں زانو پر بٹھایا۔ پھر شہزادہ حسینؑ آیا۔ آپ نے اسے بھی بلایا اور بائیں زانو پر بٹھایا۔ پھر جناب سیدہ تشریف لائیں آپ نے انہیں بھی قریب بلایا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ آخر میں حضرت علیؑ تشریف لائے انہیں بھی قریب بلا کر جناب زہراؑ کے پیلو میں بٹھایا۔ جناب ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ان تمام وقت میں میں دیکھتی رہی آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ پڑتے رہے۔

جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کے عرض کیا۔ قبلہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آج آپ غیر معمولی انداز میں جو بھی آتا ہے اسے قریب بلا کر روتے جا رہے ہیں اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔ اسی اثنا میں چند ازواج اور ابوبکر و عمرؓ بھی آگئے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں بھی اسی وقت پہنچا۔

انھوں نے فرمایا۔ مجھے خالقِ اکبر کی قسم ہے کہ ارض پر اگر کوئی میرا محبوب ہے تو یہی چار ہیں۔

علیؑ! میرا بھائی بھی ہے۔ میرا جانشین بھی ہے۔ میرا پروردہ بھی ہے۔ میرے بعد صاحب الامر بھی ہے۔ دنیا اور آخرت میں میرا علمبردار بھی ہے۔ میرے عوض کا نام بھی ہے۔ میری شفاعت کا مالک بھی ہے۔ ہر مسلمان کا مولیٰ اور سر مومن کا امام بھی ہے۔ ہر متقی کا قائد بھی۔ میرا وصی خلیفہ بھی ہے۔ اس کا محب میرا محب اور اس کا دشمن میرا دشمن ہو گا۔ اسی کی ولایت کی



درجہ سے میری امت مرحومہ اور اس کی عداوت کی بدولت میری امت ملعونہ کھلائے گی۔

جب یہ آیا تو میں اسے دیکھ کر رو دیا۔ مجھے وہ وقت یاد آگیا جب میرے بعد میری امت اس سے دھوکا کرے گی۔ میری منداں سے چھین لی جائے گی۔ حالانکہ اللہ نے میرے بعد اسی کو میرا مسند نشین بنایا ہے۔ پھر اسی مظلومی میں اس وقت کا گڑے لگا حتیٰ کہ اس کے سر پر ضرب لگائی جائے گی۔ جس سے اس کی سفید ریش رنگیں ہو جائے گی۔ مہینوں کے اعتبار سے وہ مہینہ دنوں کے لحاظ سے وہ دن اور مقامات کی نسبت سے وہ منظم افضل ہوگا۔ مسجد کا محراب ہوگا۔ انیس تاریخ ہوگی۔ اور ماہ رمضان ہوگا۔

یہ میری ذہن ہے۔ جو نئے ادین و آخرین کی سردار ہے۔ میرا حصہ ہے۔ میری آنکھوں کا نور ہے۔ میرے دل کا چین ہے۔ میری پسلیوں میں دھڑکنے والے دل کی دھڑکن ہے۔ انسانی عجز ہے۔ جب محراب عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو مانگ میں اس کا نور اس طرح درخشاں ہوتا ہے جس طرح زمین پر ستارے چمکتے ہیں۔

اس وقت اللہ جل جلالہ طائفہ سے فرماتا ہے۔ ذرا جھک کر زمین پر دیکھو۔ میری کینز کس طرح میری بارگاہ میں حاضر ہے  
اس کے جسم کا ایک ایک عضو میرے خوف سے لرز رہا ہے۔ خلوص دل سے میری بارگاہ میں حاضر ہے۔ میں تمہیں گواہ بنا کے کتابوں  
میں نے تمام شیطان زہرا کو آتشِ جہنم سے نجات دے دی ہے۔

لیکن جب مجھے وہ وقت یاد آ جاتا ہے جب میرے بعد اس سے راسلوک ہو گا۔ میں اب بھی اپنی نگاہ موت سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کی چار دیواری کا جیا کیے بغیر میری امت کے کچھ لوگ اس کے گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کا حق غضب کر رہے ہیں اسے میری میراث سے محروم کر رہے ہیں۔ اس کے پہلو پر تلوار کی نوک رکھ رہے ہیں۔ اس کے صدف عصمت میں بچہ دم توڑ رہا ہے۔ امدیہ زیاد کر رہی ہے۔ وا محمد! لیکن کوئی فریاد سنی نہیں کر رہا۔

میرے بعد یہ ہر وقت غم رہے گی۔ مصیبت زدہ رہے گی۔ روتی رہے گی۔ اسے رونے سے روک دیا جائے گا۔ اس کا بیت الخزان گرا دیا جائے گا۔ اسے وہ وقت یاد آجائے گا جب اس کے گھر نزول وحی ہوتا تھا۔ کسی وقت اسے میری جدائی یاد آئے گی اور کسی وقت میری امت کے مظالم اسے رلائیں گے۔ رات کی تاریکی میں میری آواز تلاش کرے گی لیکن اسے اپنی آہوں کے سوا کچھ سنائی نہ دے گا۔ اپنے حالات کو دیکھے گی کہ میری زندگی میں اس کا کیا مقام تھا اور میرے بعد کیا ہو گیا۔

ایسے حالات میں اللہ ملائکہ کو بھیجے گا جو اس کے مونس ہوں گے اور ملائکہ اللہ کی طرف سے اسے پیغام دیں گے۔ اے  
فاطمہ بنت محمدؑ اللہ نے تجھے مصطفیٰ کیا ہے۔ اللہ نے تجھے طاہرہ کیا ہے۔ اللہ نے تجھے مصطفیٰ کر کے نسلِ عالمین کی سیدہ  
بنایا ہے۔

اے فاطمہ اللہ کے سامنے جھک۔ بارگاہِ خالق میں سجدہ ریز ہو۔

اس کے پیلوپر نوک تھمار اور مجھے ہونے دروازے کی ضرب کا درد نہ روز بڑھتا جائے گا ستے اکیرہ صاحب فرشتی

ہو جائے گی۔

ذاتِ احدیت کی طرف سے مریم بنتِ عمران اس کی تیمارداری کو آئے گی۔ اس وقت یہ دستِ دعا بلند کر کے عرض کرے گی۔

یا رب انی قد سئمت الحیاة وبتیرمت یا اهل الدنیا فالحقنی یا بانی۔

اے اللہ! میں زندگی سے تھک گئی ہوں، میں دنیا سے اکتا گئی ہوں۔ مجھے میرے بابا کے پاس پہنچا دے۔

اللہ اس کی دعا قبول فرمائے گا اور میرے پاس پہنچا دے گا۔ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی میری بیوی سچی ہوگی۔ میرے پاس آئے گی اس کا پہلو زخمی ہوگا۔ دل چھلنی ہوگا۔ چکر کباب ہوگا۔ آنسو بہتے ہوں گے۔ مغصوبہ ہوگی۔ منوومہ ہوگی۔ شہیدہ ہوگی۔ اسے دیکھ کر میں بارگاہ خالق میں عرض کروں گا۔ بار اہل! میری بیٹی کے ظالموں پر لعنت بھیج۔ اس کے غاصبوں کو مذنب فرما۔ اس کی رسوائی چاہنے والوں کو رسوا کر۔ اس کے پہلو زخمی کرنے والوں کو دائمی جہنم دے۔ تمام ملانکہ میری اس دعا پر آمین کہیں گے۔

یہ میرا لال حسن ہے۔ میرا بیٹا ہے۔ میری اولاد ہے۔ میری آنکھوں کا نور  
اور میرے دل کا سردار ہے۔ جو انان جنت کا سردار ہے۔ میری امت پر رحمت خدا ہے۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول  
ہے۔ اس کا مطیع میرا مطیع ہے۔ اور اس کا نافرمان میرا نافرمان ہے۔ میں جب اسے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ وقت یاد آجاتا ہے  
جو میرے بعد اس پر بیتے گا۔ یہ اس طرح رہے گا جتنی کہ اس کا خاموش بیٹھنا بھی میری امت کو گولہ لاندہ ہوگا۔ اسے نہ ہر جفا سے  
شہید کیا جائے گا۔ اس کی شہادت پر آسمان کے ملائکہ جنت کی حویلیں سمندر کی مچھلیاں اور ہوا میں پرندے گریہ کریں گے۔ اس کے  
غم میں آنسو بہانے والے کی آنکھ قیامت میں بنیاد رہے گی۔ اس کی مصیبت پر غم زدہ ہونے والا دل میدان محشر میں غم زدہ نہ ہوگا  
اس کے زوار کے قدم بل صراط پر نہ ڈگمگائیں گے۔

یہ میرا حسینؑ ہے۔ یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں۔ میرا بیٹا ہے۔ بھائی کے بعد افضل الخدا حق ہے۔ امت مسلمہ کا امام اور مومنین کا مولیٰ ہے۔ میرا خلیفہ اور رب العالمین کی جنت ہے۔ فریاد کنندگان یا فریاد ریں ہے۔ پناہ خواہوں کا پناہ دہندہ ہے جو اتان جنت کا سردار ہے۔ امت کا باب نجات ہے۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔

جب میں اسے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ وقت یاد آ جاتا ہے جب اسے دینہ بدر کیا جائے گا میں چشمِ نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ میرے حرم میں آیا ہے میرے مزار کو گلے لگایا ہوا ہے۔ میں مزار سے اٹھ کر اسے گلے لگا رہا ہوں۔ اور اسے کہہ رہا ہوں بیٹے میرے شہر سے ہجرت کر جا۔ میرا لالہ تیرے لیے اب میرے شہر میں امن نہیں رہا بیٹے تو کر بلا چلا جا۔ میں دیکھ رہا ہوں میدانِ کربلا میں یہ تنہا ہے۔ پیاسا ہے۔ پانی مانگ رہا ہے لیکن میرے کلمہ گو اسے پانی نہیں دے رہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے پیاس سے خشک میری دوسرا گاہ گلوٹے نازنین پر شعبہ تیر لگا ہے گھوڑے رینھل نہیں پا رہا۔ کبھی دائمی اور کبھی بائیں جھک رہا ہے۔

رکابوں سے پاؤں نکال لیے ہیں زمین پر آکر رہا ہے۔ تیروں پر تیج خالق پڑھ رہا ہے۔ قاتل آکر رہا ہے۔ اور اس کے پس گردن سے ذبح کر رہا ہے۔

پھر آپ اتنا روئے کہ تمام حجرہ میں کرام مچ گیا۔ بیٹھے ہوئے تمام افراد بے ساختہ رونے لگے۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور عرض کیا۔

اللہم انی اشکو الیک ما یلقى اہلبیتی بعدی۔ اے اللہ جو کچھ میرے اہلبیت سے میرے بعد پیش آئے گا۔ اس کا شکوہ میں تیری ہی بارگاہ میں کرتا ہوں۔ پھر آپ مسجد میں چلے آئے۔

## ۱۰۔ تلواروں تیروں اور نیزوں کے مقامات :

کائنات زیارت میں امام باقر سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ کا معمول تھا کہ جناب زہراؑ کے گھر تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو اٹھاتے پھر حضرت علیؑ سے فرماتے۔

یا علیؑ! تو حسینؑ کو اٹھاتا کہ میں اسے چوم لوں۔

حضرت علیؑ امام حسینؑ کو اٹھاتے۔ اور آنحضرتؐ پاؤں سے لے کر سر تک دوسے بھی لیتے اور روتے بھی۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔ قبل آپ روتے کیوں ہیں؟

آنحضرتؐ جواب میں فرماتے تھے۔ بیٹے میں تیرے جسم کے ان مقامات کو چومتا ہوں۔ جہاں تلواریں پڑیں گی۔ اور نیزے لگیں گے۔ تیرے سر میں گئے۔ پھر آئیں گے اہل گھوڑوں کے سم پڑیں گے۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔ نانا جان! کیا میں شہید ہوں گا

آنحضرتؐ فرماتے۔ ہاں بیٹا۔ تو شہید ہوگا۔ میں شہید ہوں گا۔ تیری ماں شہید ہوگی۔ تیرا باپ شہید ہوگا۔ اند تیرا بھائی شہید ہوگا۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔ نانا جان! ہمارے مزار کیا اکٹھے ہوں گے؟

آپ فرماتے نہیں بیٹا۔ کوئی کہیں ہوگا اور کوئی کہیں ہوگا۔

امام حسینؑ عرض کرتے۔

نانا جان! ہمارے مزاروں کی زیارت کو بھی کوئی آئے گا۔

آپ فرماتے بیٹا۔ میرے مزار کی زیارت کو تو بہت آئیں گے۔ البتہ تمہاری زیارت کو میری امت کے صرف صدیق ہی آئیں گے۔

## ۱۱۔ ہند مادر معاویہ کا خواب :

بحاریں ابن عباس سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایک دن ہند ام المومنین عائشہ کے گھر آئی اور ام المومنین سے کہا۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ انھوں نے اس کی تعبیر پوچھنا چاہتی ہوں۔

ام المومنین نے کہا۔ پوچھ لے۔

ہند نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔ قبلہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر پوچھنا چاہتی ہوں۔

آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔

پوچھ کیا پوچھتی ہے۔

ہند نے کہا۔ قبلہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان پر سورج چمک رہا ہے۔ اس سورج سے دو چاند نکلے ہیں۔ پھر ایک گہرا سیاہ بادل نمودار ہوا جس سے سورج کی روشنی ماند پڑ گئی۔ اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ پھر اس بادل نے ایک چاند کو بالکل ختم کر دیا۔

پھر اس بادل سے ایک سفید و سیاہ انتہائی ڈھلوانا اتر دیا نکلا اس نے دوسرے کو نگل لیا۔ پھر چھوٹے چھوٹے سانپ ہر طرف زمین پر ریگلتے لگے۔ اور تمام زمین سانپوں سے ڈھک گئی۔

آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور فرمایا۔ ہند چلی جایاں ہے۔ تو نے میرے غم تازہ کر دیے ہیں۔ تو نے میرے زندوں کی خبر موت مجھے سنلایا ہے۔ اٹھ جا۔

جب ہند چلی گئی تو ام المومنین عائشہ نے عرض کیا۔ قبلہ کیا بات ہوئی۔ آپ نے کبھی اتنا غصہ نہیں کیا۔ اور غصہ میں روئے بھی نہیں آپ نے ہند پر غصہ بھی کیا ہے اور اب بے تماشا رو رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ عائشہ! ہند نے جو خواب دیکھا ہے اس کا تعلق میرے اہل بیت سے ہے۔ اور بعید نہیں کہ وہ اپنے اس کی تعبیر کسی کا ان سے پوچھ کر آئی ہو اور مجھ سے صرف مجھے دکھ پہنچانے کی خاطر پوچھ رہی ہو۔

ام المومنین عائشہ نے عرض کیا۔ قبلہ اب ہند تو چلی گئی ہے۔ ہمیں اس خواب کی تعبیر سنا دیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں تجھے بھی ضرور سنا چاہیے۔ ہند نے جو سورج دیکھا ہے۔ یہ علیؑ ہے۔ سورج سے نکلنے والے دونوں چاند میرے حسین ہیں۔ سیاہ بادل ہند کا بیٹا معاویہ ہے۔ جو علیؑ و حسنؑ کا قاتل ہو گا۔ بادل سے نکلنے والا سفید و سیاہ اتر دیا معاویہ کا بیٹا یزید ہے۔ جو میرے حسینؑ کا قاتل ہو گا۔ اور زمین پر ریگلتے والے چھوٹے چھوٹے سانپ بنی امیہ کے افراد میں جو اسلامی مملکت پر چھا جائیں گے۔



وہ وقت آگیا۔ جب میرے اہل بیت سے میرے بعد رسول کو ہو گا۔ انہیں شہید کیا جائے گا۔ در بدر کیا جائے گا۔ سب و شتم کیا جائے گا اور میرے اہل بیت سے اسلام میں پہلا سر میرے اس حسینؑ کا ہو گا جو نوک نیرہ پر بلند کیا جائے گا۔  
امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! بھلا آپ کی امت میں سے بھی مجھے کوئی قتل کرے گا؟  
آپ نے فرمایا۔ ہاں بیٹے۔ میری امت کے لنگے متحد ہو کر تجھے قتل کریں گے اور یہ عمر سعدان کا ناند ہو گا۔  
اس کے بعد اصحاب رسول جب بھی رسول کو دیکھتے تھے تو تہمت تہمت وہ دیکھتا تھا شبیر اکبر ہے۔

## ۱۴۔ ایک زیارت نوے حج :

کامل الزیارت میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کو نبی ام المومنین عائشہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے کہ امام حسینؑ آگئے۔ اور انھوں نے سیز پر لیٹ گئے۔ انھوں نے امام حسینؑ سے ٹوٹ کر پیار کرنے لگے۔  
ام المومنین نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں۔ آپ اس بچے سے حد سے زیادہ پیار کرتے ہیں  
آپ نے فرمایا۔ ہاں عائشہ! یہ حسینؑ مجھ سے ہنسنے میں حسینؑ سے ہوں یہ میرے دل کا سرور ہے۔ میری آنکھوں کا نور ہے۔ میرے دین کا محافظ ہے۔ میرے بعد میری امت اسے شہید کرے گی۔ جو اس کے مزار کی زیارت کرے گا اسے ایک حج کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین نے کہا۔ قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب ایک حج کے برابر؟

انھوں نے فرمایا۔ دو حجوں کے برابر ہو گا

ام المومنین نے حیرت سے کہا۔ دو حجوں کا ثواب؟

آپ نے فرمایا۔ چار حجوں کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین کی حیرت میں اضافہ ہو گیا اور کہا۔ چار حجوں کا ثواب؟

آپ نے فرمایا۔ اٹھ حجوں کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین نے پھر حیران ہو کر عرض کیا۔ قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب اٹھ حجوں کے برابر؟

آپ نے فرمایا۔ سولہ حجوں کا ثواب ملے گا۔

ام المومنین کی حیرت میں اضافہ ہوا اور کہا حد ہے قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب سولہ حجوں کے برابر؟

آپ نے فرمایا۔ پنتالیس حجوں کا ثواب ملے گا

ام المومنین کی حیرانی اور بڑھ گئی اور کہا۔ یا رسول اللہ! کمال ہے قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب پنتالیس حجوں کے برابر۔

آپ نے فرمایا۔ عائشہ میرے حسینؑ کے مزار کی زیارت کا ثواب نوے حج کے برابر ہو گا۔

## ۱۵۔ قاتلانِ فریت رسولؐ؛

کامل میں جابر نے محمد ابن حنفیہ سے محمد نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی اکرمؐ ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔

آپ نے فرمایا۔

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میری طرح زندگی اور میری طرح موت حاصل کرے اور میرے ساتھ جنت عدن میں رہنا چاہے تو علیؑ کا موالی بنے۔ اللہ نے جن فضائل سے علیؑ کو نوازا ہے ان کا خلوص دل سے اعتراف کر لے۔ علیؑ کے بعد میرے اولیاء کی معرفت حاصل کر لے۔ میرے دشمنوں سے تبرا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا ہم۔ میرا علم۔ اور میرا اور اک ہی عنایت فرمایا ہے۔

یہ میری عنترت نہیں میرا خون ہیں۔

اے اللہ! میں ان کے دشمن کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ ان کے فضائل کا انکار کرنے والوں کا شکوہ تجھ سے کرتا ہوں میری قطع رحمی کرنے والوں کی شکایت تجھ سے کرتا ہوں۔

بخدا! میرے اہل بیت شہید ہوں گے۔ اور قیامت کے دن ان کے قاتل میری شفاعت سے محروم ہوں گے۔

## حضرت علیؑ

اور

## شہادت امام حسینؑ کی پیش گوئی

### ۱۔ یزید اصحی؛

کامل الزیارات۔ ارشاد اور احتجاج طبرسی میں اصبح ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن فبر کو فر پر حضرت علیؑ نے دورانِ خطبہ فرمایا۔ میرے دینا چھوڑ جانے سے قبل جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ میں تمہیں تائیات جہنم لیتے دے اسلامی ملک اور غیر اسلامی سیاسی اور مذہبی جماعتوں۔ ان کے لیڈروں۔ اور مرفقہ و جماعت کے افراد کی تعداد تک بتا سکتا ہوں۔ یزید اصحی کھڑا ہوا اور کہا۔ یا علیؑ میری دائرہ میں کتنے بال ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا۔

مجھے میرے آٹائے صادق اطلاع دے چکے تھے کہ تو آج کے دن اس مسجد میں مجھ سے یہی سوال کرے گا۔ انہوں نے مجھے تیرا جواب بھی بتا دیا تھا۔

تیرے سر کے ایک ایک بال پر ایک ایک ملک ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور تیری داڑھی کے ایک ایک بال پر ایک ایک شیطان ہے جو تجھے کفر کی ترغیب دیتا ہے۔ تو نے نہ کبھی اسلام قبول کیا ہے اور نہ آئندہ کرے گا جو سوال تو نے کیا ہے اس کا جواب آسان ہے لیکن اہل مسجد اور تیرے لیے اس کی تصدیق مشکل ہے۔ البتہ تجھے ایسی بات بتاتا ہوں جس کی تصدیق ذرا دیر بعد ہوگی۔ لیکن تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں نے غلط نہیں کیا۔

تیرے پہلو میں بیٹھا ہو یا یہ کم سن بچہ میرے اس حسین کاناقل ہو گا۔

یہی بچہ وہ عمل ہے جس نے امام حسینؑ کے سینہ میں نیزہ مارا تھا۔ جو آپ کی پشت کی طرف سے نکل گیا تھا جس کے بعد آپ زمین میں سنبھل نہ سکے تھے۔

۲۔ سعد ابن ابی وقاص :

شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ سعد ابن قناص نے حضرت علیؑ سے عرض کیا۔ میرے سرور و اطہی میں کتنے بال ہیں۔

آپ نے جواب دیا۔ اسے ابن قدامت نے ایسا سوال پوچھا ہے۔ جس کی تصدیق تیرے لیے بھی اور حاضرین کے لیے بھی مشکل ہوگی البتہ کچھ ایک ایسی اطلاع دیے دیتا ہوں۔ جس کی تصدیق تو بھی کرے گا اور ان حاضرین کی اکثریت بھی میرے علم کی تصدیق کرے گی۔ اور وہ اطلاع یہ ہے کہ تیرا یہ بیٹا جو اس وقت تیری گود میں کھیل رہا ہے۔ میرے اس حسین کا تامل ہوگا۔

دیئے تجھے یہ بتا دوں کہ تیرے سردار داڑھی کے ہر بال میں ایک شیطان رہتا ہے جو تجھے ہر وقت محال میں گمراہی پر آمادہ کئے رکھتا ہے۔

۳۔ عمر ابن سعد :

منتخب میں مروی ہے کہ ایک دن عمر سعد حضرت علیؑ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔ اے ابن سعد وہ کیسا وقت ہوگا جب تجھے جنت اور جہنم میں سے کسی ایک کے انتخاب کا حق ملے گا اور تو جہنم کو ترجیح دے گا

اسرار سے عرض کیا۔ قبلہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔



آپ نے فرمایا۔ پھر میری بات بھی اور اپنی بات بھی یاد رکھنا۔

## ۴۔ امام حسینؑ کا کو فیوں کو پانی پلانا؛

بکار میں عبد اللہ ابن تیس سے مروی ہے کہ میں جنگ صفین میں شامی فوج کے خلاف حضرت علیؑ کی فوج میں تھا۔ معاویہ کے حکم سے شامی فوج فرات پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ نے کافی کوشش کی لیکن معاویہ نہ مانا۔ ابوالیوب سلمیٰ کی کمان میں معاویائی فوج تھی۔ حضرت علیؑ نے کئی سالار بھیجے لیکن سب ناکام واپس آتے۔

امام حسینؑ نے از خود جانے کی پیش کش کی۔

حضرت علیؑ نے اجازت دے دی۔

امام حسینؑ ایک دستہ فوج لے کر گئے۔ ابوالیوب کو شکست دی اور پانی لے کر واپس آئے۔

جب حضرت علیؑ کو اطلاع ملی تو آپ رو دیئے۔ آپ سے درجہ پوچھی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔

کتنا عجیب اتفاق ہے کہ آج حسینؑ نے زندگی کی پہلی جنگ لڑی ہے۔ وہ بھی پانی لینے کی خاطر۔ اور پانی بھی اہل کوفہ پلایا ہے۔

اسے اہل کوفہ آج حسینؑ کا پانی پلانا یاد رکھنا۔

## ۵۔ حضرت علیؑ میدان کر بلا میں؛

مجالس میں شیخ صدوق نے ہرثمہ ابن ابوسلم سے روایت کی ہے کہ جنگ صفین سے واپسی کے بعد جب ہم کر بلا سے گزرے تو آپ نے دہن قیام کیا۔ نماز صبح کا وقت تھا۔ آپ نے نماز صبح سرزمین کر بلا میں پڑھی۔ پھر خاک کر بلا کو اٹھا کر سو گھا۔ اور فرمایا۔ اے سرزمین کر بلا! تو کتنی خوش نصیب ہے کہ تیرے دامن میں ایسے لوگ دفن ہوں گے جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

میں جب گھر آیا۔ تو اپنی بیوی جو حضرت علیؑ کی غلیفہ اول اور دھی رسول سمجھی تھی اسے بتایا کہ۔

تیرا امام کر بلا میں یہ بات کہہ رہا تھا۔ بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی کسی جگہ دفن ہونے کی وجہ سے بلا حساب۔ داخل

جنت ہو۔

اس نے کہا۔ خدا معلوم! تجھے کیوں علیؑ سے بیر ہے۔ رہتا بھی اسی کے ساتھ ہے اور اس کی ہر بات میں شک بھی

کرتا ہے؟

میں نے کہا۔ پتا صرف اس لیے ہوں کہ ممکن ہے کبھی کسی جگہ کی حکومت مل جائے۔ مجھے علیؑ سے بیر نہیں ہے البتہ جو کچھ

وہ کہتا ہے۔

اس کی باتوں پر اعتبار نہیں آتا۔

میری بیوی نے کہا۔ بھلا انصاف سے بتا کہ علیؑ جو کچھ کہتا ہے اس نے کبھی یہ بھی کہا ہے کہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔

میں نے کہا۔ اس نے یہ تو کبھی نہیں کہا۔ جو بھی کہتا ہے یہی کہتا ہے کہ مجھے میرے جیب اور آٹانے یہ بات بتائی تھی۔ میری بیوی نے کہا۔ اچھا یہ بتا جو کچھ آج تک میرے مولائے کہا ہے۔ مثال کے طور پر کچھ کوئی ایک بات ایسی یاد ہے جو غلط ثابت ہوئی ہو۔

میں نے کہا۔ میرے پاس ایسی مثال بھی نہیں ہے۔

میری بیوی نے کہا۔ انصاف سے بتا یہ میر نہیں تو کیا ہے جو کچھ علیؑ کہتا ہے۔ اپنی طرف سے بھی نہیں کہتا۔ نبی اکرمؐ کے حوالہ سے کہتا ہے اور آج تک تو ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا جو حضرت علیؑ نے بتائی ہو اور غلط ثابت ہوئی ہو، پھر حضرت علیؑ کی ہر بات کو شک کی نگاہ سے بھی دیکھتا ہے۔

میں نے کہا۔ بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی جنت میں بلا حساب چلا جائے۔

میری بیوی نے کہا۔ اگر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے تو یقیناً ایسا ہوگا۔ مجھے یقین ہے تو میرے آقاؐ کے اس فرمان کی صداقت دیکھ کر ہی رہے گا۔ اور میں یہ بھی یقین ہے کہ سکتی ہوں کہ تو ان خوش نصیبوں سے بھی نہیں ہوگا جو بلا حساب داخل جنت ہوں گے۔

میں نے بیوی کی بات کو ایک کان سے سنکر دوسرے نکال دیا۔

جب امام حسینؑ نے بلایا میں آئے اور ان زیاد نے کوفہ سے آپؑ کے مقابلہ میں فوجیں بھیجا شروع کیں۔ تو میں بھی ان میں شامل تھا۔ جب میں اس مقام پر آیا۔ جہاں حضرت علیؑ نے وہ جملہ فرمایا تھا۔ تو عرصہ بعد مجھے وہ بات بھی یاد آگئی ہے۔

میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا امام حسینؑ کے پاس گیا۔

انہیں جا کر وہ واقعہ سنایا۔

امام حسینؑ نے پوچھا یہ تو اچھا ہوا کہ تجھے یہ بات یاد ہے۔ اب یہ بتا ہمارے حتیٰ میں ہے یا مخالفین؟ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ بات یاد نہ آتی تو یقیناً آپؑ کے مخالف ہونا اب مخالفت میں لڑوں گا نہیں۔ اور آپؑ کا ساتھ بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں اور مجھے ان زیاد سے خطر ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہر ثمن بچے تو میرے بھی چھوٹے ہی ہیں۔ اور میرے ساتھ دوسروں کے بھی چھوٹے بچے ہیں۔ لیکن تیری بیوی تجھے بہتر ہی جانتی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میری بیوی بھلا کیسے مجھے بہتر جانتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

تجھ یاد نہیں جب تو نے بابا کی یہی بات جو مجھے اب بتائی ہے اپنی بیوی کو واپس جاتے ہی بتائی تھی۔ اور کافی نکھار کے بعد تجھے بیوی نے کہا تھا کہ مجھے یقین ہے تو ان خوش نصیب افراد سے نہیں ہوگا جو بلا حسب داخل ہوں گے۔ واقعی تیرے نصیب ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ ہاں یہ یاد رکھنا اگر میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ تو کربلا میں نہ رہ۔ یوم عاشور اگر تو نے میرا استغاثہ سن لیا۔ اور میرا ساتھ نہ دیا تو پھر میرے نانا کے سامنے کوئی بھی عذر نہ کر سکے گا۔

## ۶۔ زعفرانی مینگلیاں:

مجالس میں شیخ صدوق نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ صفین پر جاتے ہوئے جب کربلا سے گزرے تو حضرت علیؑ نے فرمایا۔

اے ابن عباس بھلا بھلا ہے کہ یہ کسی زمین ہے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں سچ ہے۔ اگر تو بھی میری طرح جانتا ہوتا تو میری طرح بلاگریہ کیسے یہاں سے نہ گزرتا۔ آپ نے فرمایا۔ ابن عباس فدا یہاں ٹھہر جا۔

ہم ٹھہر گئے۔ آپ نے وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ وہیں جائے نماز پر دراز ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پریشان ہو کر اٹھے اور مجھے بکھارا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں یہاں ہوں۔ اتنے میں آپ کے پاس آ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابن عباس! ابھی ابھی جو خواب میں نے دیکھا ہے تجھے سناؤں؟

میں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! اللہ آپ کو خیر ہی دکھائے فرماتے۔

آپ نے فرمایا۔ ابن عباس! میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ سرزمین کربلا خون کا سمندر بنی ہوئی ہے اور میرا

حسینؑ اس میں تیر تیر کر استغاثہ بلند کر رہا ہے لیکن اسے کوئی جواب نہیں دیتا۔ آسمان سے کچھ آوازیں آئیں۔

اے فرزند رسول صبر کر۔ کہہ ارض کے شریر لوگوں کے ہاتھوں تجھے شہادت نصیب ہو رہی ہے۔ جنت آپ کی

مشتاق ہے۔

پھر میرے نام آوازیں آئیں اے بابائے شبیر اللہ آپ کے اجر میں اضافہ فرماتے۔ صبر فرمائیے۔

ابن عباس اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

پھر آپ اس قدر روتے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی کافی دیر تک آپ عالم غش میں رہے غش سے افاقہ ہونے کے



تو نے حسینؑ کو مہر نبوت پر سوا دی کھا ہے۔

برائے عرض کیا۔ یا علیؑ دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے آنکھوں سے سنا ہے الحین منی وانا من الحینؑ؟

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے نبی اکرمؐ سے یہ سنا ہے۔ الحسن والحینؑ سید شباب اہل الجنۃ؟

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے نبی مالمین اسے یہ دعا سنائی ہے کہ حسینؑ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور حسینؑ کی نصرت میری نصرت ہے۔

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے حضرت ختمی مرتبتؐ سے یہ سنا ہے۔ اے اللہ! محب حسینؑ کو اپنا محبوب اور دشمن حسینؑ کو اپنا بیغوض بنا؟

برائے عرض کیا سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ براہ اس سب کچھ کے باوجود تجھے ایک بات بتاؤں؟

برائے عرض کیا۔ بقدر ضرورت بتائیں۔

آپ نے فرمایا۔ براہ! فرزند رسولؐ میرا پارہ بگڑ۔ اور لخت دل زہراؑ یہ حسینؑ تیری زندگی میں شہید ہوگا تو مدد کے قابل ہوگا لیکن اس کی مدد نہ کرے گا۔

برائے عرض کیا۔ یا علیؑ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یاد رکھنا۔

برائے کہتا ہے کہ جب فرزند نبیؐ کر بلا میں گیا۔ میں اس وقت شام میں تھا۔ لیکن اموی نوازشات کے جال میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ میرے لیے نکلنا ناممکن تھا۔ میری ساری زندگی کی حسرت اور ندامت کے لیے یہی کافی ہے کہ میں حسینؑ کی نصرت نہ کر سکا۔

# امام حسنؑ اور شہادت امام حسینؑ کی پیش گوئی

## ۱۔ آسمان سے خون برسے گا؛

مجلس میں شیخ صدوق نے امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام حسنؑ کے پاس گیا وہ تنہا بیٹھے تھے۔ مجھے ان کا مسکوم ہونا یاد آگیا اور میں بے ساختہ رو دیا۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا: کیوں ابوجہد اللہ کیا بات ہے۔

میں نے کہا: مجھے آپ کا مسکوم ہونا یاد آگیا ہے جس کی وجہ سے بے ساختہ رو دیا۔

انہوں نے آہ مرد بھر کے فرمایا: حسین میرا زہر ہے۔ تجھے یاد آ رہا ہے کیا تجھے میدان کربلا میں اپنی تہا کی یاد نہیں آتی جب تو تنہا ہو گا۔ تیرے گرد لاکھوں کی تعداد میں اموی فوج ہوگی۔ جو بظاہر ہمارے ناما کے کلمہ گو ہوں گے۔ دین اسلام کے مدعی ہوں گے لیکن تیرے قتل پر اکٹھے ہوں گے۔ تیرے اہل بیت کو پابند رسن کریں گے۔ تیرے خیم لوٹ کر جلا دیں گے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے بنی امیہ پر لعنت برے گی۔ آسمان سے خون برسے گا۔ محرواؤں میں دندے۔ بوائیں پر ندے اور سمندریں ٹھیلیاں تیری شہادت پر آنسو بہائیں گی۔

## ۲۔ امام حسینؑ کی اپنی پیشگوئی؛

کامل الزیارات میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ احرام حج توڑ کے مکہ سے تشریف لے جانے لگے تو عبد اللہ بن زبیر نے عرض کیا۔

فرزند رسول! دنیا حج پر آ رہی ہے اور آپ یہاں سے جا رہے ہیں۔

آپ نے جواب دیا۔ اے فرزند زبیر! میرے کربلا میں میرے لیے شہید ہو جانا اس بات سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے کربلا کا تقدس پامال ہو اور میرا خون بیت اللہ میں بہا دیا جائے۔

## ۳۔ بنی امیہ میرے قتل کے بغیر چین سے نہ بیٹھیں گے؛

کامل الزیارات میں امام مجاہدؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ سے مکہ نہ چھوڑنے کا اصرار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس حقیقت سے واقف ہوں کہ بنی امیہ مجھے قتل کیے بغیر بے آرام رہیں گے۔ لیکن بخدا! میرے قتل کے بعد کبھی یہ آپس میں مل کر بیٹھ نہ سکیں گے۔

زمانہ بیت المال کے لیے ایک پھوٹی کوڑی ہاتھ آئے گی۔ اہل بیت محمدؐ میں سے میں پہلا مقتول ہوں گا اور میرے اہل بیت ہوں گے جنہیں قتل کر کے یہ لوگ عید مناتے رہیں گے میرے قتل کے بعد جب مجھے مار سکیں گے تو میرے مٹانے کی کوشش کریں گے۔ اور ان کی یہ کوشش قیامت تک جاری رہے گی۔

## ۴۔ سفید داغ والا کتا :

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ دوران سفر جب آپ عقیقۃ البطن پر چڑھنے لگے تو اپنے صحابہ سے فرمایا میں اپنی شہادت کی اطلاع تمہیں دے رہا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ خیریت تو ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی گھوڑے پر ہی میری آنکھ لگ گئی تھی۔ اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہر طرف کتے ہیں جو مجھ پر حملہ کر رہے ہیں اور ان سب میں سے آگے آگے ایسا کتا ہے جس کے سینہ پر سفید داغ ہے۔

## ۵۔ تمہاری شہادت کا اعلان ہو گیا ہے :

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ نے یوم عاشور جب نماز پڑھائی تو اپنے پیچ جانے والے ساتھیوں سے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ تمہاری شہادت کا اعلان ہو چکا ہے حوصلہ سے کام لو آگے بڑھو میں بھی تمہارے نقش قدم پر آ رہا ہوں۔

## ۶۔ حرم کا کبوتر :

کامل الزیارات میں ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ احرام حج توڑ کے مکہ چھوڑنے لگے تو عبد اللہ ابن زبیرؓ آپ کے پاس آیا اور کافی دیر تک تنہائی میں گفتگو ہوتی رہی۔ جب ابن زبیر واپس ہوا تو امام حسینؑ نے اپنے ہی ساتھیوں سے فرمایا۔

یہ چاہتا ہے کہ میں بھی حرم کا ایک کبوتر بن جاؤں۔ لیکن اسے نہیں معلوم کہ۔ مجھے حرم میں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ میں حوائج کربلا میں شہید ہونا پسند کروں گا لیکن بیت اللہ کے تقدس کو پامال نہیں کروں گا۔

## ۱۔ ابو ذر اور شہادت امام حسینؑ :

کامل الزیارات میں عروہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ جب جناب ابو ذرؓ کو عثمان نے مدینہ بدر کیا۔ تو اصحاب رسولؐ نے ابو ذرؓ کو حوصلہ دینے کی خاطر کہا۔

ابوذر! جو صدر کھنا۔ اللہ کی اس جزاء کے مقابل میں جو آپ کو اس مدینہ بدری کے عوض ملے گی یہ تکلیف بہت ہی کم ہے۔

جناب ابوذر نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا ہے۔ لیکن یقین رکھو تمہارا یہ موجودہ کمرہ اور ایک دن تم کو وہ کچھ دکھائے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب اس مدینہ کی تمام دیواریں رنگین ہو جائیں گی۔ آسمان سے خون برسے گا۔ کائنات عالم کی ہر چیز مصروف گیر ہوگی۔

اسے اہل مدینہ اکاش تم وہ کچھ دیکھ سکتے ہیں جو میں دیکھ رہا ہوں۔ فرزند رسول حسینؑ شہید ہوگا۔ میری مدینہ بدری اتنی اہم نہیں ہے جتنی شہادت حسینؑ اہم ہوگی۔ تم اہل مدینہ آج میری مدینہ بدری پر آنسو بہا رہے ہو لیکن کل فرزند رسول حسینؑ کی شہادت پر تمہیں آہ سرد بھی کوئی نہ لینے دے گا۔

## ۲۔ یثم تمار اور شہادت کی پیشگوئی :

شیخ صدوق نے امالی میں جملہ کتب سے روایت کی ہے۔ جبکہ کہتی ہے میں نے جناب یثم سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ————— یہ وہ بد نصیب امت ہے جو اپنے نبی زادے کو قتل کرے گی۔ مہینہ محرم کا ہوگا۔ اور تاریخ دسویں ہوگی۔ ستم بالائے ستم یہ ہوگا کہ یہی امت اپنے نبی زادے کو قتل کر کے اسی دن کو یوم عید کے بطور منانے گی۔ اس دن کو انتہائی مبارک دن سمجھیں گے۔

حالانکہ شہادت حسینؑ پر ارض و سما کے ملائکہ۔ رنوائ جنت۔ اور حامین عرش گریہ کریں گے۔ آسمان سے خون کی بارش ہوگی۔ ————— قاتلین حسینؑ پر لعنت اس طرح واجب ہوگی جس طرح مشرکین، یہود۔ نصاریٰ۔ اور مجوسیوں پر واجب ہے۔

جملہ کا بیان ہے میں نے پوچھا۔ یثم بھلا اس دن کو یہ لوگ مبارک کیسے سمجھیں گے۔ جناب یثم نے بتایا۔ ان کے درباری محدث اور عالم ایک حدیث گھڑیں گے۔ اس حدیث میں محرم کا یوم عاشور کے فضائل بیان کیے جائیں گے۔

اس حدیث میں بتایا جائے گا کہ۔

محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس دن حضرت آدمؑ نے ترک اولیٰ سے توبہ کی تھی۔ حالانکہ حضرت آدمؑ نے ذی الحجہ میں توبہ کی تھی۔

اس حدیث میں کہا جائے گا کہ محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس میں جناب داؤدؑ کے ترک اولیٰ پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی تھی حالانکہ جناب داؤدؑ کے ترک اولیٰ کی توبہ بھی ذی الحجہ ہی میں قبول ہوئی تھی۔

اس حدیث میں انہیں بتایا جائے گا کہ یہی محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس میں اللہ نے حضرت یونسؑ کو شکم ماہی سے باہر نکالا تھا



حالا کہ جناب یونس ذی القعدہ میں شکم ماہی سے باہر آتے تھے۔

اس موضوع حدیث میں بتایا جائے گا کہ محرم کا یوم عاشور ہی تھا جس میں کشتی نوح کوہ جودی پر ساری تھی حالانکہ کشتی نوح ۸ ذی الحجہ کوہ جودی پر ساری تھی۔

اس عظیم حدیث میں بتایا جائے گا کہ اسی محرم کے یوم عاشور کے دن بنی اسرائیل کے لیے دیاتے نیل میں شگاف ڈالا گیا تھا۔ حالانکہ بنی اسرائیل کے لیے دیاتے نیل میں اللہ تعالیٰ شگاف ڈالا تھا وہ ریح الادول کا مہینہ تھا۔ اسے جلد تو دیکھ گئی کہ حسین اور اس کے ساتھی شہداء کا قیامت میں کتنا مقام ہوگا۔

اسے جلد جس دن حسین ابن طاہر شہید ہوگا اس دن سورج خون کی طرح سرخ ہوگا۔ جس دن بھی تجھے سورج خون کی مانند سرخ نظر آئے سمجھ لینا اس دن زہراؑ زادہ شہید ہو گیا۔

جبکہ کہتی ہے کہ مکہ میں ایک دن دوپہر کو مجھے کچھ دھند دھند سی نظر آئی۔ میں جڑو کے اندر سے نکل کر باہر آئی تو آفتاب میں تمازت نام کو بھی نہ تھی۔ جب میں نے نوٹے آسمان دیکھا تو سورج کا رنگ اس طرح سرخ نظر آیا کہ معلوم ہوتا تھا۔ سورج سے خون ٹپکتا ہے۔

یہ دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا۔ مجھے یشتم کی بات یاد آگئی اور میں نے باواز بلند و امجادہ و احسیناہ کہنا شروع کر دیا کہ کی عورتیں میرے گرد جمع ہو گئیں اور مجھ سے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ میں نے کہا سورج کو دیکھ رہی ہوں اس سے خون ٹپکتا نظر آ رہا ہے۔ دن اور وقت نوٹ کر زہراؑ زادہ ابھی ابھی شہید ہو گیا ہے۔

بعد میں جب اطلاع شہادت آئی تو تصدیق ہو گئی۔ کہ اسی یوم عاشور میں اسی وقت فرزند رسول کو شہید کیا گیا تھا۔

### ۳۔ کامل اور عمر سعد!

منتخب میں مروی ہے کہ جب ابن زیاد نے فرزند رسول سے جنگ کے لیے لشکر جمع کیا۔ اس وقت اس کی ابتدائی تعداد ستر ہزار تھی۔

ابن زیاد نے تمام لشکر کو مخاطب کر کے کہا:

کون ہے جو فرزند رسول کو قتل کرنے پر آمادہ ہو اور جس جگہ کی حکومت چاہے ابھی اس کا معاہدہ حاصل کرے؟ ستر ہزار میں سے کسی نے جواب نہ دیا۔

ابن زیاد نے خود ہی کہا۔

اے عمر سعد! میرا خیال ہے تیرے سوا اس کام پر کوئی بھی آمادہ نہ ہوگا تو خود یہ کام کر۔

عمر سعد نے کہا اے ابن زیاد۔ اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

ابن زیاد نے کہا۔ ٹھیک ہے کوئی خبر نہیں ہے۔ ہم تجھے کچھ نہیں کہتے۔ البتہ وہ زری (طهران) کی گورنری کا نکھایا ہوا معاہدہ ہمیں واپس کر دے۔

یہ سنکر عمر سعد نے کہا۔ مجھے ایک رات کی مہلت دے دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمیں اتنی جلدی نہیں۔ تجھے ایک رات کی مہلت ہے سوچ لے۔ عمر سعد گھر آیا۔ اپنے اقرباء کو بلایا۔ ان سے مشورہ لیا۔ لیکن کسی نے بھی عمر سعد کو مشورہ نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک نے شرکت جنگ ہی سے منع کی۔

عمر کے انہی رشتہ داروں میں کامل نامی ایک شخص تھا۔ یہ ذرا دیر سے آیا تھا۔ مشورہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ عمر سعد حیران بیٹھا تھا۔

کامل نے پوچھا۔ عمر سعد آخبات کیا ہے آج تو بہت پریشان نظر آتا ہے۔

عمر نے کہا۔ کامل! مجھے حیرت ہے میرے ان اقرباء پر۔ یہ لوگ میری ترقی سے جلتے ہیں۔ ابن زیاد مجھے فرزند رسولؐ کی مانند بیگ اور فرزند رسولؐ کو قتل کرنے پر سالار شکر بنا پایا ہے اور ان میں سے کوئی بھی میری حافی نہیں بھرتا۔ حالانکہ حسینؑ کے ساتھ اولاً تو کوئی ہو گا نہیں۔ اگر چند آدمی ہوں بھی یہی تو میرے نزدیک انہیں قتل کرنا ایسے ہے جیسے لقمہ توڑنا یا پانی کا گھونٹ حق سے آنا زنا۔

پھر میں نے ری۔ (طهران) کی حکومت کا پروانہ پہلے سے حاصل کر لیا ہے۔ قتل حسینؑ کے بعد میں رہے چلا جاؤں گا۔ اولاً تو معاویہ نے بنی ہاشم کو بالعموم اور آل محمدؐ کو بالخصوص اتنا کچل ڈالا ہے کہ ان میں انتقام لینے کی سکت ہی نہیں ہے۔ اور اگر یہ انتقام لیں بھی تو میں یہاں سے دور رہے میں حکمران ہوں گا وہاں میرے پاس اپنی فوج ہوگی۔ مجھے اللہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

کامل حیرت سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

جب وہ خاموش ہوا تو کامل نے کہا۔

اے ابن سعد کیا تو اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ تو کیا سمجھتا ہے۔ اگر میں مسلمان نہیں تو کیا ہوں۔

کامل نے کہا۔ تیرے اس اسلام پر توف ہے۔ تجھے معلوم بھی ہے کہ تو کس سے جنگ کی سوچ رہا ہے۔ انا للہ وانا

الیہ راجعون۔ بخدا اگر مجھے پوری دنیا کی حکومت دی جائے اور کہا جائے اس حکومت کے عوض امت محمدؐ کے کسی بیگناہ فرد کو قتل کر دوں۔ تو میں کہہ ارض کی حکومت ٹھکرا دوں لیکن امت محمدؐ کے کسی بے گناہ کو قتل نہ کر دوں گا اور تو حسینؑ ابن ناظم بیت رسولؐ کے قتل کو لقمہ توڑنے یا پانی کا گھونٹ حق سے آنارنے کے برابر کہہ رہا ہے۔ حالانکہ اس وقت کہہ ارض پر تنہا وہ شخص ہے جو سید شباب اہل الجنۃ ہے۔ حسینؑ اس وقت ہمارے لیے اپنے بھائی باب اور نانا کا قائم مقام ہے اور واجب الاطاعت

ہے۔ اسی وقت حسین جنت کا دروازہ ہے اور زندہ جہنم کا دروازہ ہے۔ جو بھی فیصلہ کرنا دوسوچ سمجھ کر کرنا۔ ویسے میں تجھے اتنا بتا دوں۔

میں اٹھ کر گواہ کر کے کہتا ہوں کہ۔ اگر تو نے حسینؑ سے جنگ کی یا تو نے حسینؑ کو قتل کیا۔ یا تو نے حسینؑ کی مخالفت کی۔ یا قتل حسینؑ میں تعاون کیا۔ یا درگھنا قتل حسینؑ کے بعد تو اس دنیا میں بہت کم مدت ہی رہ پائے گا۔

عمر نے کہا۔ او کامل اکیا تو مجھے موت سے ڈرا رہا ہے۔ بھلا کچھ معلوم ہے جب میں قتل حسینؑ سے فارغ ہوں گا تو میری لکمان میں ستر ہزار کا لشکر ہو گا اور صوبہ ربیع (مہران) کا گورنر ہوں گا کامل نے ہنس کر کہا۔ واقعا آج کچھ بہت بڑا لشکر نظر آ رہا ہے لیکن جب اللہ کی گرفت آتی ہے تو لشکر دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ تو تقریباً ارادہ کر چکا ہے۔ یہ بزم مشاہدت تو نے صرف رسماً معتقد کی تھی۔ میں تیری نگاہ میں دوسروں سے زیادہ برتر نہیں ہوں۔ صحیح مشورہ دینا میرا فرض ہے جو میں نے تجھے دے دیا ہے۔ اب تجھے ایک بات سنانا، ہوں جو میری رفقاء بھی ہے اور تیرے باپ کی روایت بھی ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا میں نے کسی دوسرے سے سنی تھی اور نہ تیرے باپ نے کسی سے سنی تھی میری بھی آپ بیتی ہے اور تیرے باپ کی بھی آپ بیتی ہی تھی۔ ممکن ہے وہ واقعہ سن کر تو کچھ غور کرنے پر موقوف ہو جاتے۔

میں ایک مرتبہ تیرے باپ سعد کے ساتھ شام جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جگہ میرا گھوڑا بدک گیا۔ اور اس نے لگام اپنے منہ میں لے لیا۔ میں بے قابو ہو گیا۔ گھوڑا بھاگ کھڑا ہوا میں نے جب اپنے ہاتھ لگام کبے فائدہ دیکھا تو میں نے اپنی پوری توجہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مضبوط رکھنے کی طرف کر لی۔ اور گھوڑے کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ کہ جب دوڑ دوڑ کر تھک جائے گا رک جائے گا۔ کافی دیر بعد گھوڑا بہت دور جا کر رکا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجھے اپنا کوئی ساتھی نظر نہ آیا۔ ایک تو میں راستہ بھٹک چکا تھا اور دوسرا پیاس سے برا حال ہو رہا تھا۔ گھوڑے کو اپنی مرضی پر چھوڑ رکھا تھا کہ جہاں چاہے جائے کچھ دیر بعد مجھے دور ایک گر بانظر آیا۔ میں نے باگ گر جا کی طرف موڑ دی۔ گر بے کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دق الباب کیا۔ چھت پر ایک بوڑھا پادری نمودار ہوا۔

سبیل سکیہ

محمد باقر آیت نمبر ۸۱-۸۲

اس نے پوچھا۔ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔

میں نے کہا۔ مسلمان ہوں اور پیاسا ہوں۔

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اور کہنے لگا کہ اسی امت سے ہے جو اقدار کی خاطر ایک دوسرے کا سر کاٹ رہی ہے۔

میں نے کہا۔ میں امت محمدیہ سے ہوں۔

اس نے کہا۔ تم بد نصیب امت ہو۔ تمہارا نبی جتنا ادا والو العزم تھا تم اتنے بد محنت واقع ہوئے ہو۔ مذاہب عالم کی تاریخ سے جاکے

پوچھ کہی نبی کی امت نے اپنے نبی کے اہل بیت کو نہیں ستایا۔ لیکن تم وہ سیاح بخت ہو جنہوں نے اپنے نبی کی عزت کو صرف

اقدار کی خاطر در بدر کر کے قتل کر دیا۔ ہماری کتب کے مطابق تم اپنے نبی کے اہل بیت کے بدترین دشمن ہو۔

میں نے کہا۔ راہب تو کیا کہہ رہا ہے۔

راہب نے کہا۔ دیکھ جذباتی نہ بن۔ تو دیکھ رہا ہے جہاں میں رہتا ہوں یہ ایک صحرا ہے۔ یہاں تیرے جیسا کوئی پیاس سے مجبور آدمی صرف پانی کے چند گھونٹ لینے آتا ہے۔ اور پھر چلا جاتا ہے۔ میرے پاس یہاں کوئی ذریعہ اطلاعات نہیں ہے۔ میرے پاس اپنی کتابیں ہیں۔ میں اپنی کتاب ہاتھ میں لے کر تجھ سے ایک ایک پوچھتا ہوں جو ہو چکی ہو اس کی تصدیق کر دینا۔ اگر وہ سچ ثابت ہوئی تو پھر جو ہونے والی میں وہ بھی سچ ہی ہوں گی۔

میں نے کہا۔ ہاں یہ درست ہے۔

اس پادری نے انجیل ہاتھ میں لی۔ اور مجھ سے پوچھا۔

کیا تمہارے نبی کی بیٹی ایک تھی۔ ؟

میں نے کہا۔ سچ ہے۔

اس نے کتاب کو بوسہ دیا۔ اور پوچھا۔ یہ سچ ہے یا نہیں کہ نبی زادی بطبی موت نہیں مری بلکہ اس کے صدق عصمت میں بچہ تھا۔ اور امت نے نبی زادی کے گھر داخل ہونے کی خاطر اس کا درد اڑھ جلایا۔ جلتا ہوا دروازہ دختر بنی پر چھینکا۔ پھر اس کے پہلو کو لوگ تلوار سے مجروح کیا۔ وہ بچہ شہید ہو گیا۔ اور اسی صدمہ اور زخم کی وجہ سے نبی زادی بھی زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہ سکی۔

میں نے کہا۔ سچ ہے۔

اس نے پھر کتاب کو بوسہ دیا۔ اور کہا۔ کیا یہ سچ ہے کہ اپنے نبی کے بھائی اور داماد کو تم لوگوں نے بحالت نماز محراب مسجد میں شہید کیا ہے۔

میں نے کہا۔ یہ بھی سچ ہے۔

اس نے کتاب کو بوسہ دیا۔ اور کہا: تمہارے نبی کے بڑے بیٹے کا نام شہید تھا۔ اسے تم لوگوں نے نہر سے شہید کیا ہے کیا یہ سچ ہے؟

میں نے کہا۔ سچ ہے۔

اس نے کہا۔ اگر میری کتاب کے سائلہ واقعات سچ ہیں تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ۔ شہر کے مشیر بھاتی کو بھی تم شہید کرو گے۔ نبی زادیوں کو یا بند رسن کرو گے۔ آل نبی کے خیم لوٹو گے۔

بن نے کہا: راہب بھلا یہ کام ہم محمد کے کلمہ گو آل محمد سے کریں گے؛

راہب نے کہا۔ اگر دُشتر نبی پر مظالم کر سکتے ہو تو پھر دُشتر نبی کی ذریت پر ظلم کرنے سے کون سی رکاوٹ رہ جاتی ہے یاد رکھنا جس دن تم نے اس چھوٹے نبی زادے بشیر کو قتل کیا۔ اس دن ارضی دُشمنوں میں گئے۔ کوہ و صحرا انصوبہائیں گے درندہ پرند ماتم کریں گے۔ اور ارضی دُشمنیں موجودہ مخلوق قاتلانہ بشیر پر لعنت برساتے گی۔ اور ناقص بشیر دنیا میں چند ماہ

سے زیادہ تیز رہ سکے گا۔

ایک شخص انتقام خون حسینؑ کا سہارا لے کر قیام کرے گا اور شبیر سے جنگ میں تمام شتر کا مکو بہت جلد واصل جہنم بھی کرے گا۔

اس کے بعد راہب نے میرا چہرہ بغور دیکھا۔ اور کہنے لگا۔ تیرے چہرے سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو قاتل شبیر کا قریبی رشتہ دار ہے۔ بخدا! اکاش مجھے وہ وقت مل جاتا۔ میں اپنی جان افرزد رسول کے قدموں میں رکھ دیتا۔

میں نے کہا: راہب! میں تو سوج بھی نہیں سکتا کہ میں فرزند رسول کے مقابلہ میں آؤں۔

راسب نے کہا۔ میں نے تجھے بتا دیا ہے تو اس کا قریبی رشتہ دار ہے۔ میری کتاب اور میرا علم غلط نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھنا  
 پوری کائنات جہنم کے نصف کا عذاب اللہ نے صرف قاتل حسین کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ قاتل حسین کا عذاب دیکھ کر فرعون  
 ہامان اللہ کی حمد کریں گے کہ انہیں قاتل حسین کے عذاب سے کم عذاب ملا ہے۔

یہ کہہ کر اسے چھت پر واپس چلا گیا۔

میں نے یانی کے لیے آواز دی۔

راہب ایک مرتبہ پھر آیا۔ اور کہنے لگا۔ اپنی راہ لے۔ تم لوگ تجی زادے کو پیسا قتل کر دو گے۔ میں نے جب سے اپنی کتاب میں یہ دیکھا ہے اس دن سے عہد کر رکھا ہے کہ کسی ایسے شخص کو پانی نہیں دوں گا جو نجی زادے کے قتل میں شریک ہوگا یا قاتل کا رشتہ دار ہوگا۔

اب یہاں سے چلا جا۔ تجھے اس گرجا سے پانی نہیں ملے گا۔

اس کے بعد میں گھوڑے پر بیٹھا۔ پریشانی میں مجھے پیاس کا خیال ہی نہ رہا تھا۔ پوچھتا یا چھتا قافلہ سے اُٹلا۔

تیرے باپ نے پوچھا۔ کہاں رہ گیا تھا۔

میں نے اسے راہب کا واقعہ سنایا۔

تیرے باپ نے کہا : واقعاً درست ہے۔

ایک مرتبہ مجھے بھی اس راہب کے پاس جانے کا اتفاق ہو چکا ہے۔ مجھے تو اس نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ یا تو خود فرزند رسول کا قاتل ہے اور یا تیرا بیٹا بنی زادے کا قاتل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ سعد نے تجھے اپنے گھر سے نکال دیا تھا اور وہ تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔

عمر آئند سے ڈرنا اپنا انجام دیکھ کر اسے حکومت کا ملنا یقینی نہیں ہے۔ لیکن قتل حسینؑ کے بعد جہنم یقینی ہے۔

عمر سعد نے جا کر ابن زیاد کو مریح سالہ لگا کر کامل کا تمام واقعہ سنایا۔

ابن زیاد نے کامل کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ جب کامل آیا تو ابن زیاد نے پوچھا۔

میں یہ کیا سن رہا ہوں۔

کامل نے کہا۔ جو کچھ میں نے سنا تھا۔ وہی سنا گیا ہے۔ اپنی طرف سے نہ ایک حرف کی کمی ہے نہ بیشی۔  
ابن زیاد نے کہا۔ ٹھیک ہے آئندہ تو کبھی یہ واقعہ کسی کو نہ سنا سکے گا۔ پھر کامل کی زبان کاٹنے کا حکم دیا۔ دودن بعد کامل شہید کر دیا گیا۔

یوم عاشور یوم عزایکوں !

علی الشرائع میں عبد اللہ ہاشمی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت عرض کیا۔ قبلہ  
نبی اکرم کی شہادت سے امام حسینؑ کی شہادت تک ہر شہادت اپنے مقام پر بہت بڑا المیہ ہے۔ لیکن آپ لوگ  
سب سے زیادہ اہمیت صرف یوم عاشورہ کی کو کیوں دیتے ہیں۔ اگر میدان جنگ کے شہداء اہم ہوں تو پھر جناب حمزہ و جناب  
عبیدہ اور جناب جعفر وغیرہ بھی میدان جنگ ہی کے شہداء ہیں ان کے ایام شہادت کو اتنی اہمیت کیوں نہیں دی جاتی؟  
آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ امت محمدیہ شہداء کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ شہداء ہیں جو کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے۔  
اور ایک وہ ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اب تو خود ہی بتا۔ جو دشمن کے ہاتھ سے مارا جاتے دردناک زیادہ ہوتا  
ہے یا جو اپنیوں کے ہاتھ سے مارا جاتے اس کا درد زیادہ ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ واقعاً آپ کی بات درست ہے جو اپنیوں کے ہاتھ سے مارا جائے اس کا درد زیادہ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔

قید پھر نبی اکرم کا یوم شہادت زیادہ اہم ہونا چاہیے تھا۔  
آپ نے فرمایا۔ بخدا اللہ شہادت نبی اکرم کی ہو یا نہ ہو یا دختر نبی کی۔ اسی طرح شہادت برادر نبی علی کی ہو یا فرزند نبی حسن کی ان افراد کے بعد ایک گونہ سکون و اطمینان تھا۔ کیوں کہ امت کے پاس پانچ اصحاب کسا تھے۔ انھوں نے کے بعد چار ابھی باقی تھے۔

جناب سیدہ کے بعد تین باقی تھے۔ حضرت علیؑ کے بعد دو باقی تھے۔ امام حسن کے بعد ایک باقی تھا۔ اور امام حسین کے بعد تو ہی بتا کون باقی رہ گیا۔ امام حسینؑ کی شہادت سے تمام اہل کسا کی یاد مٹ گئی ہے اس لیے یوم عاشورہ کو یا ایک امام حسینؑ کا یوم شہادت نہیں بلکہ اصحاب کسا، تمام کا یوم شہادت ہے۔

یوم عاشور یوم برکت کیوں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ نبی امیہ یوم عاشور کو یوم برکت کے بطور کیوں مناتے ہیں ؟  
 آپ رو دیے اور فرمایا۔ عیدِ اشد احسن دن فرزندِ رسول کر بلا میں پیاسا اور بھوکا شہید ہوا۔ یزید نے اطلاع ملنے کے  
 بعد فتح کا جشن منایا۔ امیروں سے منگے لیے غریبوں کو انعام دیتے۔ یزید اور بنی امیہ کے لیے واقعا یوم عاشور ہی یوم عید ہے

کیونکہ ان کے بدی انتقامات کی آگ یوم عاشور کو بجھی اور آل نبی کا آخری فرد انہوں نے ختم کر دیا۔ اور ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر ایک طرف کچھ لوگ آل رسول کے غم میں آسو بھانا چاہیں تو دوسری طرف سرکاری طور پر یوم عاشور یوم نوح کے طور پر منایا جائے تاکہ لوگوں کی توجہ مظلومیت آل محمد کی طرف کم سے کم ہو۔ لوگ دربار میں حاضری دیتے رہیں۔ انعامات وصول کرتے رہیں اور مظلومیت محمد و آل محمد ان کے ذہن سے رفتہ رفتہ مٹتی چلی جائے۔

## ابتلاآت انبیاء

شیخ صدوق نے مہران کے ذریعہ امام صادق سے روایت کی ہے کہ مخلوق خدا میں سے سب سے زیادہ آزمائش انبیاء پر آتی ہے۔

انبیاء کے بعد اولیا اللہ۔ اولیا اللہ کے بعد مومنین مبتلائے امتحان ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ اعمال کی کمی و بیشی ہوتی ہے چونکہ اللہ نے اس دنیا کو مومن کے لیے مقام آرام و سکون قرار نہیں دیا۔ اس لیے اہل ایمان میں سے جہی کے اعمال سب سے زیادہ ہوں گے۔ اس کی ابتلا بھی زیادہ ہوگی۔

شیخ طوسی نے مساتل الاولیاء میں متصل سلسلہ سند سے جابر ابن یزید جعفی کے ذریعہ جناب سلمان سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ آپ کب سے ہیں ؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا۔

سلمان ! یہ نہ پوچھ کر میں کب سے ہوں۔ جب سے اللہ نے سلسلہ انبیاء جاری کیا ہے۔ میں اس وقت سے ہوں۔ مہر نبی کا ناصر رہا ہوں۔ اور میں ہی انبیاء کی وجہ آزمائش رہا ہوں۔ اللہ نے تمام انبیاء سے نبی کو نبی کی رسالت کے ساتھ میری ولایت کا یشاق بھی لیا تھا۔ میں اللہ کی حجت بالذکر کلمہ باقیہ ہوں۔ میں سفیر السقا ہوں۔ جناب سلمان نے عرض کیا۔

اے شہید محراب امیرے ماں باپ قربان ہوں لوگوں کے دیوانہ اور مغتری کہنے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو بخدا! جو کچھ میں نے صفحہ انبیاء میں پڑھا وہ سب لوگوں کو بتاتا کہ

علی وہ امیر المومنین ہے جس کے ذریعہ آدم کی توبہ قبول ہوئی۔

علی وہ امام المتقین ہے جس نے یوسف کو کنوئیں میں بچھا لیا۔

علی وہ سید الاولیاء ہے جس کے نام سے اللہ نے یوب کا امتحان ختم کیا۔

علی وہ وصی خاتم المرسلین ہے جس کی ولایت کا اقرار آدم سے خاتم تک ہر نبی سے لیا گیا ہے۔

## ۱۔ حضرت ایوبؑ :

بحار کے مطابق حضرت ایوب اہل روم سے تھے۔

جناب ایوب کا منجھڑہ نسب اس طرح ہے۔ ایوب ابن اموی ابن رزاح ابن روم ابن عیص ابن اسحاق ابن ابراہیم۔  
آپ کی والدہ لوط ابن ہاران کی اولاد سے تھی۔

ملکیت:

جناب ایوب پور سے خط شام کے واحد ایک تھے۔ ادنیٰ۔ گا بن۔ بھیڑیں۔ بکریاں۔ گھوڑے اور دنبے ہر قسم کے پالتو مویشی آپ کے پاس سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ پر موشی کے بسے دو نوکر تھے۔

اللہ نے آپ کو بارہ بیٹے اور بارہ بیٹیاں دی تھیں۔

صالح متقی یتیم پرورد، مہمان نواز، مسافر نواز، اور نعمات الہیہ پر شاکر تھے۔

شیطان نے ذاتِ احدیت کی خدمت میں عرض کیا۔

شکر ایوب کا راز اس بے پناہ دولت میں مضمر ہے جو اسے دی گئی ہے اگر ایوب کے پاس دولت نہ رہے تو اسے شکر کرنا بھول جائے گا۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ ابلیس میں نے تجھے پہلے ولی جب جنت سے نکالا تھا تو تم کہہ دیا تھا کہ میرے بندے تیرے  
 درغلا نے میں نہیں آتیں گے۔ ایوب میرے انہی غصہ میں سے ہے میری نعمات رہیں یا نہ رہیں ایوب جس طرح اب شاکر ہے اسی  
 طرح میرے شاکر ہی رہے گا۔

ابلیس نے کہا۔ ذرا ایک مرتبہ نعماتِ دایس لے لے پھر میں دیکھتا ہوں شکر کرتا ہے یا نہیں ؟

ذاتِ احدیت نے فرمایا: ابلیس! میں بلا وجہ دی کوئی شے واپس نہیں لیتا اگر تجھے شکرِ ایوب میں شک ہے تو جا میں نے تجھے دولتِ ایوب پر تسلط کیا ہے۔ آزمائے۔

ابلیس نے پہلے حضرت ایوب کے مویشیوں کو مارا۔ پھر زراعت کو تباہ کیا۔ پھر بیٹیوں اور بیٹوں پر مع بہوؤں اور لمبا دون کے مکان گرا دیا۔

لیکن جناب ایوب کے شکر میں نہ صرف کمی نہیں آئی۔ بلکہ اور اضافہ ہو گیا۔

شیطان نے کہا: میرے اللہ! اب مجھے جہنم کی آگ کو آزمانے دے۔

ذاتِ احدیت نے فرمایا: جا جم ایوب کو بھی آزمائے۔ البتہ ذہن اور نگاہِ یر میں تجھے ہاتھ نہیں ڈالنے دوں گا۔

ابلیس نے حضرت ایوب کے جسم کو زخمی کر دیا زخم بڑھتے گئے ۔



جناب الیوب کی بیوی رحیمہ خاتون جناب یوسف کی اولاد سے تھی۔ بی بی کے بال جناب یوسف ہی کی طرح سنہری اور حسین تھے۔

اہل شہر نے جناب ایوب کو شہر سے باہر ایک جھونپڑی میں لاکر رکھا دیا۔ جناب رحیم روزانہ شہر میں مزدوری کرنے جاتی تھی۔ ایک دن مزدوری نہ ملی۔ یا یوس ہو کر واپس آ رہی تھی۔ راستہ میں چند اچھے کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اسے زود چلا۔ ایوب آج تیری چال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تجھے اپنے بیمار شوہر کے لیے کچھ نہیں ملا۔ اگر تو ہمیں اپنے سر کے بال دکھا دے تو ہم تجھے آج کے گزارہ کی اجرت دیئے دیتے ہیں۔

یہ سنکر جناب رحیم رودی گھر آکر جناب ایوب کو بتایا۔ اس وقت جناب ایوب نے اپنے زخمی ہاتھ بلند کیے اور عرض کی بارالہ! میں نے ہر امتحان شکر سے گزارا ہے۔ لیکن اب یہ امتحان میرے بس سے باہر ہے۔ تجھے ناصر انبیاء ایلیا کا واسطہ ہے اب میرا امتحان ختم کر دے۔

ذاتِ احدیت نے جبریل کو بھیجا۔ جبریل نے اپنے پر جنابِ ایوب کے جسم سے مس کیے۔ جسم تندرست ہو گیا۔ باغات ہرے بھرے ہو گئے۔

اللہ نے وہی بیٹے۔ وہی بیٹیاں ہوتیں اور داماد زندہ کر دیتے۔ پہلے کی طرح پھر دولت اور مال سب کچھ جمع ہو گیا۔

عمر حضرت ایوب۔ آپ نے تیرانوے برس کی زندگی میں وفات پائی۔  
وصی حضرت ایوب۔ حضرت ایوب نے اپنے بیٹے بشر کو وصیت کی۔ یہی بشر ہے جس کا لقب ذوالکفل ہے۔ اور  
اسی نام سے معروف ہے۔

۲۔ حضرت شعیب یثرون ابن صیفون!

حیدرآباد، دکن، ۱۱ مارچ ۱۹۴۷ء

جناب شعیب کا اسم گرامی یثرون تھا۔

آپ کے شجرہ نسب میں اختلاف ہے بعض مورخین آپ کو حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کی ذریت سے بتایا ہے۔ اور بعض مورخین کے نزدیک جناب شعیب حضرت ابراہیم کی ذریت سے نہ تھے۔

دونوں مورخین کا والدہ کے سلسلہ میں اتفاق ہے کہ آپ کی نانی جناب لوط کی صاحبزادی تھی۔

جانب شفیق خوف خدا سے اس قدر گریہ کرتے تھے کہ تین مرتبہ آپ کی بیٹائی ختم ہو گئی۔ اسی لیے آپ کی قوم کا تذکرہ قرآن میں اس طرح موجود ہے کہ۔

شقیب تو ہمیں کمزور نظر آتا ہے۔

ہر مرتبہ بینائی ختم ہونے کے بعد خالق اکبر دوبارہ بینائی عطا فرمادیتا تھا۔ جب چوتھی مرتبہ بینائی ختم ہوئی تو جبریل نے

ذاتِ احیاء کی طرف سے پیغام دیا کہ۔

اگر تو آتشِ جہنم کے خوف سے روتا ہے تو تجھے معلوم ہے کہ تو اس میں نہیں جاتے گا۔

اگر جنت کے شوق میں روتا ہے تو تجھے یقین ہے کہ تو اہل جنت سے ہے۔

جنابِ شعیب نے فرمایا۔

بجہرِ بول بارگاہِ خالقِ یسٰی عرض کر دے کہ تو بہتر جانتا ہے جس لیے میں روتا ہوں۔ چونکہ تیری ذات کا اس سوال سے مقصد یہ ہے کہ میری امت میرا جواب سن لے۔ اس لیے میں عرض کیے دیتا ہوں۔

میری کثرتِ گریہ نہ جہنم کے خوف سے ہے نہ جنت کے لالچ میں ہے۔ صرف اور صرف تیری محبت میں ہے۔

دوسو بیالیس برس جنابِ شعیب نے اپنی امت کو تبلیغ کی لیکن انہوں نے آپ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جنابِ شعیب کو آپ کی امت نے غمِ بدر کر دیا تھا۔ قرآن میں آپ کی امت کو اصحابِ الایمہ کہا گیا ہے۔ علاقہ بدری کے بعد یوں تو آپ نے اپنی امت کے پاس کافی مبلغ بھیجے تھے۔ لیکن تین مہینوں کا تذکرہ تاریخِ اسلام میں ملتا ہے۔

## ۱۔ شعیب ابن صالح:

خراج میں ابنِ بابویہ سے مروی ہے کہ۔ سہل ابن سعید کہتا ہے کہ مجھے ہاشم ابن عبدالمطلب اپنے صحن میں کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ میں نے جب دوسو ہاتھ (چار سو فٹ) تک کھود دیا تو ہمیں ایک انسانی سر نظر آگیا۔ ہم نے احتیاط سے اس کے ارد گرد کھودا تو ایک شخص کو پتھر پر بڑے آرام سے سوئے ہوئے دیکھا اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ پیشانی پر رکھا ہوا تھا۔ ہم نے ہاتھ کو پیشانی سے ہٹایا تو پیشانی پر زخم تھا جس سے تازہ خون رسنے لگا۔ ہم نے بہت کوشش کی لیکن خون بند نہ ہوا۔

ہم نے پھر دایاں ہاتھ پیشانی پر رکھ دیا۔ زخم بھی چھپ گیا اور خون بھی رک گیا۔ بعد میں تین چار مرتبہ ایسا کیا۔ خون بہنے لگ جاتا تھا۔ بالآخر ہم نے ہاتھ کو پیشانی پر رہنے دیا۔ اس کے لباس پر رکھا ہوا تھا۔ میں شعیب ابن صالح ہوں۔ حضرت شعیب نے مجھے اپنی قوم کو وعظ کرنے کی خاطر بھیجا تھا۔ ان لوگوں نے میری پیشانی پتھر مار کر زخمی کر دی۔ اور مجھ زندہ کو اس دیرانِ کوتاہی میں ڈال کر اوپر مٹھی بھر دی۔ میں نے ہاشم کو اطلاع دی۔

اس نے کہا۔ اسے ویسے ہی بند کر دو۔

سہل سکینہ

حدیث لطیف آباد، پینٹ نمبر ۸-۱

## ۲۔ حسان ابن سنان:

کراچی نے کفرِ الفوائد میں عبدالرحمن ابن زیاد افریقی سے روایت کی ہے کہ افریقہ میں اپنی بستی سے باہر جاری مزدورم اراضی تھی ایک دن میں بچا کے ساتھ وہاں گیا۔ وہیں ایک کنواں کھودنے کی ضرورت تھی۔ میں نے ایک جگہ کی نشاندہی کی۔ مزدور

کھودنے لگے۔ مٹی ڈھیلی ڈھالی معلوم ہوئی۔ یوں رادن عز و رکھوتے رہے شام کے قریب جب ہم کام ختم کرنے والے تھے۔ ایک کمرہ نما غار سامنے آگیا۔ جب اسے احتیاط سے ہموک دیا۔ مٹی کی دیوار کے ساتھ ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کے لباس پر کچھ ہوا تھا۔ میں احسان ابن سنان ہوں۔ مجھے جناب شعیب نے ان لوگوں کو تبلیغ کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے مجھے اس غار میں بند کر دیا شاید قیامت سے پہلے میں پہچان نہ آسکوں۔

### ۳۔ حارث ابن شعیبؑ

کراہی ہی نے کنز العمال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیمان ابن عبد الملک وادی قرملی سے گزرا۔ اس نے ایک مقام پر کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ کھودتے کھودتے ایک چٹان نکل آئی۔ جب چٹان کو اٹھایا گیا تو اس کے پیچھے ایک شخص سو رہا تھا۔ اس نے دو قمیص پہن رکھے تھے۔ اس کا ہاتھ سر پہ تھا۔ جب ہاتھ ہٹایا گیا تو سر میں بڑا گہرا زخم لگا ہوا تھا۔ اس سے خون اپنے لگا۔ کافی کوشش کے بعد خون نہ رکا۔ دوبارہ ہاتھ کو سر پہ رکھ دیا گیا۔ خون رک گیا۔ اس کی قمیص پر کچھ ہوا تھا۔ میں حارث ابن شعیب ہوں۔ مجھے حضرت شعیب نے اہل مدین کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے قتل کر دیا ہے۔

### عذاب پر قوم شعیبؑ

جناب شعیب کی امت بڑی الما رہی۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان لوگوں نے تولنے کے دو قسم کے باٹ اور پائے کے دو قسم کے پیلے رکھے ہوئے تھے۔ جب کوئی چیز خریدتے تھے تو مقدار سے زیادہ وزن دے باٹوں کو تولتے تھے یا پانوں سے ماپتے تھے۔ اور جب فروخت کرتے تھے تو کم وزن دے باٹوں سے تول کر دیا۔ ماپ کر دیتے تھے۔ جب ان لوگوں نے جناب شعیب کو علامتہ بدر کر دیا۔ اور آپ کی طرف سے آنے والے مہینے کو تنہید کر دیا تو ذاتِ اہیت نے ان پر گرمی مسلط کر دی۔

نودن اس قیامت کی گرمی رہی کہ تمام کھیتیاں جل کر رکھ ہو گئیں۔ پانی کے کنوئیں خشک ہو گئے۔ مویشی شربتِ پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ انسانوں کے چڑے چھلکے گئے۔ دسویں دن اللہ نے آسمان پر ایک بادل بھیج دیا۔ یہ لوگ بادل کے سایہ میں آ گئے۔ جب تمام لوگ اکٹھے ہو گئے تو اس بادل سے آگ برسنے لگی۔ اس آگ نے ان تمام کو جلا کر رکھ کر ڈالا۔

قرآن میں اللہ نے اس دن کو یوم الظلہ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی سایہ کا دن

## ۳. حضرت زکریاؑ

جناب زکریا حضرت ہارون کی اولاد سے تھے۔ بیت المقدس میں تھا۔ بیت المقدس کے مولوی جناب زکریا سے جلتے تھے۔ کیونکہ بیت المقدس میں آنے والا ہر شخص جناب زکریا کا سلام کرتا تھا۔ آپ ہمیشہ تورات کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کی زوجہ کا نام حنا تھا۔ جو جناب حنا والدہ مریم کی بہن تھیں۔ ایک سو بیس برس تک آپ کے کوئی اولاد بھی نہ ہوتی۔

جب جناب مریم کی کفالت کا مسئلہ سامنے آیا تو بیت المقدس کے مولویوں نے دیکھا کہ مریم شاہی خاندان کی بیچی ہے۔ اس کی کفالت جو بھی کرے گا۔ اس کی پانچوں گھی میں ہوں گی۔ کیونکہ جناب مریم عمران ابن ماثان کی پوتی تھی۔ اور اس وقت ماثان خاندان بنی اسرائیل کا حکمران خاندان تھا۔ چنانچہ ہر مولوی کی خواہش تھی کہ مریم کے کفالت میں کر دوں۔ جناب مریم کی والدہ جناب حنا کی خواہش تھی کہ چونکہ جناب زکریا بنی معصوم ہیں۔ اس لیے کفالت جناب زکریا کریں۔

انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ معصوم ہونے کے ساتھ ساتھ خاندانی اعتبار سے بھی جناب زکریا ماثان خاندان سے تھے اور وہ کسی دیناوی لالچ میں ویسے بھی نہ آئیں گے۔ لیکن مولوی آمادہ نہ ہوئے۔ بالآخر قرعہ اندازی کی گئی۔ قرعہ اندازی میں جناب حنا کی خواہش پوری ہوئی اور جناب مریم کی کفالت کا قرعہ جناب زکریا کے نام نکل آیا۔ اسی سے مولوی اور جل گئے۔

جناب زکریا ایک سو بیس برس کے ہو گئے تھے لیکن اولاد نہیں تھی۔ ذات احیاء نے قرآن کریم میں جناب زکریا کی خواہش اولاد کا تذکرہ بھی فرمایا تھا۔ آخر جناب یحییٰ کی نوید ملی۔ مزید کچھ حالات جناب یحییٰ کے ذیل میں ذکر کریں گے۔ اس جگہ تو جناب زکریا کے امتحان کا تذکرہ مقصود ہے۔ ایک سو بیس برس تک اولاد سے محرومی ایک بہت ہی بڑا امتحان تھی۔ دوسرا امتحان بیت المقدس کے مولویوں کی رفاقت تھی جو جناب مریم کی کفالت کے بعد روز افزوں ہی ہوتی چلی گئی۔

تیسرا امتحان مولویوں نے رفاقت کا اظہار جناب مریم سے متہم کرنے میں کیا۔ یہ تمام امتحانوں سے بڑھ گیا۔ بالآخر جناب عیسیٰ کی ولادت پر مولویوں کی سبید بن گئی۔ جب ہر طرف سے شور برپا ہوا تو جناب زکریا بیت المقدس سے نکل کر باہر آ گئے۔

ایک باغ میں آئے۔ ایک درخت نے آواز دی۔ اے نبی خدا! آپ کے دشمن آپ کی تلاش میں ہیں۔ آپ میرے پاس آجائیں۔

جناب زکریا درخت کے قریب آئے درخت کے تن میں شکاف پڑ گیا۔ آپ اندر چلے گئے۔ درخت دوبارہ پہلے کی طرح ہو گیا۔

مولوی سپاہیوں کے کرباغ میں آگئے۔ شیطان بھی ایک بزرگ منش کا روپ دھار کر ان کے پاس آ گیا۔ اور پوچھا۔ کیا تلاش کر رہے ہو؟

انہوں نے بتایا۔ وہ بیت المقدس میں ایک مقدس نہیں رہتا تھا۔ جو مدعی نبوت بھی تھا۔ اور مریم کی کفالت بھی کرتا تھا۔ اس کے سوا مریم کے پاس کوئی بھی نہ جاتا تھا۔ اب مریم کا بیٹا ہوا ہے۔

شیطان نے کہا۔ آؤ! تلاش کرتے ہیں۔ جب اس درخت کے قریب آئے جس میں جناب زکریا تھے اور شیطان نے آپ کو درخت میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ شیطان نے کہا۔ میرے خیال میں وہ جادوگر بھی تھا۔ میں نے ایک آدمی کو اسی درخت میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے وہی زکریا تھا۔ میں خود حیران رہ گیا کہ درخت پھٹ کیسے گیا۔ اور پھر جڑ کیسے گیا۔

سپاہیوں نے اور مولویوں نے شیطان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ شیطان نے کہا۔ میرے قریب آؤ۔ شیطان درخت کے قریب گیا اور سینہ کے برابر اپنا کان لگا دیا۔ پھر سپاہیوں اور مولویوں سے کہا۔ تم آؤ اور اس جگہ کان لگاؤ۔ اگر دل کے دھڑکنے کی آواز سناتی دے میں سچا ہوں۔ ورنہ جو چاہو سزا دے لینا۔ سب نے باری باری کان لگاتے جناب زکریا کے دل کی دھڑکنے کو ہر ایک نے محسوس کیا۔ اور یقین کر لیا کہ یہ بزرگ سچ کہتا ہے۔

بڑھی بلاتے گئے۔ انہوں نے درخت کی شاخیں کاٹ کر درمیان میں اسرا ڈال دیا۔ جناب زکریا دو نیم ہو کر شہید ہو گئے۔

## ۴۔ جناب یحییٰ

جناب یحییٰ حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ بڑے تھے۔

جناب یحییٰ نے جناب عیسیٰ کی تصدیق نبوت دومرتبہ کی۔ پہلی مرتبہ اس وقت کی جب جناب یحییٰ اپنی ماں جناب حنہ کے صدف عصمت میں تھے اور جناب عیسیٰ حضرت مریم کے صدف عصمت میں تھے۔

ہوایوں کہ جناب زکریا نے جناب مریم کے بیٹے بیت المقدس کی چھت پر ایک کمرہ بنایا تھا۔ کوئی میٹر بھی وغیرہ نہ تھی صرف کھانا دینے کا خاطر جب آتے تو میٹر بھی گھر سے آتے۔ میٹر بھی لگا کر اوپر چڑھتے کھانا اور پانی دینے کے بعد واپس میٹر بھی گھر سے جاتے۔ جب جناب زکریا نے جناب مریم میں آثار حمل دیکھے تو آپ کو دل میں خطرہ محسوس ہوا کہ مولوی پہلے ہی مجھ سے جلتے ہیں۔ اب انہیں زبان درازی کا موقع مل جائے گا۔ اور میرا کوئی بھی مقابل قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ میرے بغیر مریم کے پاس جاتا ہی کوئی نہیں۔ اسی پریشانی میں گھر آئے۔ جناب حنہ سے تذکرہ کیا۔



جب اس مکار عورت نے دیکھا کہ بادشاہ آمادہ نہیں ہو رہا تو ایک دن اس نے بادشاہ کو خوب شرب پلائی جب بادشاہ نشہ میں مدہوش ہو گیا تو بیٹی کو بنا سوار کر بادشاہ کے پاس لے آئی۔ بادشاہ نے دست اندازی کرنا چاہی تو عورت نے کہا: آپکو یہ سبجی نے منع کیا ہے۔ یہ میری بیٹی ہے۔ آپ اسے ہاتھ نہ لگائیں۔

بادشاہ مخمور تھا۔

اس نے کہا: سبجی کون ہوتا ہے مجھے رکھنے والا۔ بادشاہ میں ہوں یا سبجی ہے؟

عورت نے کہا: اگر آپ بادشاہ ہیں تو پیسے یہاں سبجی کا سر لایا جائے پھر یہ آپ کے پاس آئے گی۔ میں اپنے محل میں جا رہی ہوں۔ جب سبجی کا سر مجھے مل جاتے گا تو میں بیٹی لے کر آپ کے پاس آ جاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ مکار اٹھ کر چلی گئی اور عورت کو بھی ساتھ لے گئی۔

بادشاہ دیوانہ ہو گیا۔ اسی وقت وزیر کو بلایا۔ حکم دیا اسی وقت جہاں کہیں سبجی ہو اسے فوراً یہاں لایا جائے۔

ہر طرف سپاہی پھیل گئے۔ کچھ دیر بعد جناب سبجی بادشاہ کے سامنے پیش کئے گئے۔

بادشاہ نے حکم دیا۔ سبجی کا سر قلم کر کے نہری طشت میں رکھ کر اوپر ریشم سے ڈھانپا جانے اور میری بیوی کے محل میں اسی وقت اسے یہ تحفہ پیش کیا جائے۔

جناب سبجی نے فرمایا: بادشاہ تو نشہ میں بدست ہو رہا ہے۔ میرے قتل ہو جانے سے حرام خدا حلال نہیں ہو جائے گا۔

اتنے میں سپاہیوں نے جناب سبجی کو پکڑا۔ زمین پر لٹا دیا۔ طشت میں سر رکھ کر تلواریں سے سر جدا کر لیا۔ کوشش کی گئی کہ خون طشت سے باہر نہ جائے۔ لیکن ایک قطرہ خون کا اچھل کر طشت سے باہر فرش پر جا گرا اور چھتے کی طرح خون ابلنے لگا۔

طشت اس عورت کو پیش کیا گیا۔ وہ اس طشت کو ہاتھوں پر رکھ کر بیٹی کو ساتھ لائی۔ بادشاہ لڑکی کو دیکھ کر پھر دیوانہ ہو گیا۔ طشت میں کٹے ہوئے سر سے آواز آتی رہی۔ بادشاہ یہ تیری بیوی کی بیٹی تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ حرام خدا کو حلال نہ کر۔

ادھر دوسرے سے مسلسل یہ آواز آرہی تھی۔ دوسری طرف خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ محل کے تمام نوکر مٹی ڈال رہے تھے لیکن خون بند نہیں ہو رہا تھا۔ آخر پوری رعایا جمع ہو کر مٹی ڈالنے لگی۔ لیکن خون بند نہ ہوا۔ وہ محل میں رہا اس میں ہر طرف مٹی ہی مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ بالآخر سو برس بعد نخت نصر نے ابلتے ہوئے خون پر ستر ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا تو کہیں جا کر وہ خون بند ہوا۔



## ۵۔ حضرت یونسؑ:

سہارا اور مجمع البیان کے مطابق جناب یونس کے امتحان کی مختصر تاریخ یوں ہے ۔

مناقب میں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ عبد اللہ ابن عمر جناب سجادؓ کے پاس آیا اور کہا۔

سجادؑ! میں نے سنا ہے کہ چونکہ جناب یونس نے حضرت علیؑ کی دُعا کو قبول کرنے میں تاخیر کی تھی اس لیے اللہ نے اس کو مچھلی کے شکم میں رکھا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ ہاں میں نے اسی طرح کہا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ اگر تو سچا ہے تو دلیل پیش کر۔

جناب سجاد اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عبد اللہ سے فرمایا: آمیرے ساتھ۔ جب بیرون مدینہ آئے تو یہ فرمایا کہ آنکھیں بند کرے۔

کچھ دیر بعد فرمایا۔ اب کھول دے۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا تو سمندر کا کنارہ ہے۔ گہرا کر کہنے لگا۔

اے فرزند رسول! میری زندگی کا خیال رکھنا۔ آپ کو اپنی جد کا واسطہ۔

آپ نے فرمایا۔ اب خاموش رہ اگر میں سچا ہوں تو تجھے اپنے دعویٰ کی دلیل دکھاتا ہوں۔ پھر آپ نے مسند رکھی  
 طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

ایتعا الحوت اطلعی۔ اے مچھلی باہر آ جا۔

ایک پہاڑ جیسی مچھلی نے سمندر سے ہر نکال اور عرضی کیا۔

بیک بیک یا دلی اللہ۔ اے ولی خدا! میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو کونسی مچھلی ہے۔

پچھلی نے عرض کیا۔ قبلہ میں رہی پچھلی ہوں جس نے جناب یونس کو اپنے شکم میں رکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا تفصیل سے بتا لوگ مجھ سے دلیل مانگتے ہیں۔

میٹھلی نے عرض کیا۔ قبہ: اللہ نے جسی بھی نبی کو مبعوث فرمایا ہے۔ یہاں بہشت آب کی ولایت کے اقرار کرنے کا

فرمایا ہے۔

جس جس نبی نے فوراً آپ کی ولایت کا اقرار کر لیا ہے۔ انہیں اعلیٰ مقام اور مرتبہ ملا ہے۔ اور جن انبیاء نے آپ کی ولایت

کے اقرار میں توقف کیا ہے اللہ نے انہیں تنبیہ کے طور پر مبتلائے امتحان کیا ہے۔ اور جب تک آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کیا

اس وقت تک امتحان ختم نہیں ہوا۔

جناب پڑوس بھی انہی انبیاء سے تھے جنہوں نے آپ کی ولایت میں توقف کیا تھا۔ اللہ نے مجھے حکم دیا اور میں جا لیس دن



تک اپنے شک میں لے کر انہیں مختلف مسندوں کی سیر کرائی رہی۔ بحیرہ قلزم۔ رودیل۔ اور بحیرہ طبرستان میں میں نے جناب یونس کو سیر کرائی۔ آخر میں جد میں آئی۔ وجہ سے فرات میں گئی۔ اور فرات کے کنارے حکم خدا سے انہیں اپنے شکم سے باہر نکالا۔ جناب یونس کے شکم ماہی میں رہنے کی مدت میں اختلاف ہے کم از کم تین گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن بتائے گئے ہیں۔

حضرت علیؑ نے ایک یہودی کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ جب پھلی جناب یونس کو زیر زمین کے پانی میں گئی تو قارون کے قریب سے گزری۔ حضرت موسیٰ کے حکم کے مطابق قارون کو ایک ایک اونچے کے برابر نکل رہی تھی جب قارون نے جناب یونس کی صدا تے تسبیح سنی تو زمین سے درخواست کی مدت کے بعد کسی انسان کی آواز سنی ہے مجھے اتنی اجازت دے اس سے دو باتیں کر لوں۔ دل حیران کیا ہے۔ زمین نے روک دیا۔

قارون نے جناب یونس سے پوچھا: آپ کون ہیں؟

خواب یونس نے جواب دیا۔ امتحان باری میں مبتلا یونس ہوں۔

قانون نے پرجیبا غضب ذوالجلال کے مظہر حضرت موسیٰ کا کیا حال ہے۔

جناب یونس نے کہا: عرصہ ہوا فوت ہو گئے ہیں

قارون نے کہا: رحم خالق کے نمائندہ جناب ہارون کا کیا حال تھا۔

جناب پرنس نے فرمایا وہ بھی فوت ہو گئے ہیں۔

قارون نے یو چھا۔ موسیٰ و ہارون کی ہمشیرہ کلثوم میری نینگتر تھی اس کا کوئی حال۔

جناب یونس نے فرمایا۔ آج کل آل عمران سے کوئی بھی معروف آدمی ایسا نہیں رہا جس کا نام لیا جاتا ہو۔

یہ سکر فارون کی آہ نکلی گئی۔

ذاتِ احدیت نے قارون کے اہل عمران کے گناہم ہو جانے پر انھیں پر ترس کھا کے زمین کو حکم دیا۔ قارون کو مزید  
 ٹھکانا بند کر دے۔

جب جناب یونس دوبارہ اپنی قوم میں واپس آئے تو سوچنے لگے کہ لوگوں کے مطابق تو مجھے مچھلی نے نگل لیا تھا اب یہ کیسے یقین کریں گے کہ میں ہی یونس ہوں۔ شہر سے باہر آئے دیکھا تو ایک چرواہا بکریاں جیرا رہا تھا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ جاشہ والوں کو بتایا کہ ایسی آگ ہے اور شہر سے باہر موجود ہے۔

چرواہے نے کہا، جا جا تو کن ہے یونس بنے والا شاید تجھے معلوم نہیں کہ یونس کو دریا میں پھینک دی گئی تھی۔ ابھی تک تو وہ لوگ خود موجود ہیں جنہوں نے یونس کو پھینک کے منہ میں ڈال رکھا۔ انہیں تو سر بسنے دیا ہونا۔ پھر یہ دعویٰ کرتا تو کوئی

جواب یس نے پہلے تو اصرار علامات بتائیں۔ لیکن چرواہے نے جب کسی بھی علامت پر یقین نہ کیا۔ تو ایک بکری کی طرف

اشارہ کر کے فرمایا۔

تجھے معلوم ہے میں نبی خدا یونس ہوں۔ اور تو دیکھ رہی ہے کہ تیرا چرواہا میری بات نہیں مان رہا تو گواہی کیوں نہیں دیتی۔ اللہ نے بکری کو قوت گویائی سے نوازا۔

بکری نے جناب یونس کو سلام کیا۔ پھر چرواہے سے کہا۔ یہی جناب یونس ہیں۔ اللہ نے تم پر انہیں دوبارہ بھیجنے کی نوازش فرمائی پہل مجھے ساتھ لے جا۔ میں شہر میں گواہی دوں گی کہ ہمارا نبی واپس آ گیا ہے۔

چرواہا بکری کو ساتھ لے کر شہر گیا۔ جب اس نے بتایا تو شہر والے اسے مارنے کو دوڑے۔

چرواہا نے کہا۔ دیکھو جلد بازی نہ کرو۔ میں اپنا گواہ ساتھ لایا ہوں۔

انہوں نے کہا۔ کہاں ہے تیرا گواہ؟

چرواہے نے بکری کی طرف اشارہ کیا۔

بکری نے اللہ کی عنایت کہ وہ قوت گویائی سے شہر والوں کو بتایا کہ جناب یونس بیرون شہر کھڑے ہیں۔

یہ سنتے ہی سب شہر والے دوڑے دوڑے آئے جناب یونس کے قدم بوس ہوتے۔ اور احترام سے شہرے گئے۔

#### ۶۔ جناب جبرجیسؑ

بحار میں شیخ صدوق کے حوالہ سے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ذات احیث نے جناب جبرجیس کو شام کے واذان نامی بت پرست بادشاہ کو تبلیغ کیے بیٹھے بھیجا۔

جناب جبرجیس نے واذانہ سے فرمایا۔ تو کتنا بڑا حکمران ہے۔ کتنا دانش مند ہے۔ جہلا کبھی کوئی دانشمند اپنے ہاتھ سے تراشے گئے پتھر کی بھی عبادت کرتا ہے؟

اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ اسی کی عبادت کیا کرو۔ بت پرستی چھوڑ دو۔

واذانہ نے پوچھا۔ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟

جناب جبرجیس نے فرمایا۔ میرا اصل وطن توروم میں ہے لیکن آج کل قیام فلسطین میں ہے۔ اللہ نے مجھے آپ کے

پاس بھیجا ہے۔

واذانہ نے حکم دیا کہ اللہ کے اس بھیجے ہوئے کو زندان میں ڈال دو۔

جب جناب جبرجیس زندان میں بھی تبلیغ سے نذر کے۔ تو بادشاہ نے لوبے کی کنگھیاں بنوائیں اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس نجی کا گوشت ان لوبے کی کنگھیوں سے کھریج ڈالو۔ غلاموں نے جناب جبرجیس کا گوشت لوبے کی کنگھیوں کے ذریعہ ہڈیوں سے

جد کر دیا۔ ہڈیوں پر سر کہ چھڑکا گیا۔ اوپر اون کی لباس پہنا دیا گیا۔ لوبے کی سلاخیں گرم کر کے ان سے جناب جبرجیس کا حجم داغا گیا۔ پھر لوبے کی میٹھیں جناب جبرجیس کی رانوں۔ گھٹنوں اور پاؤں میں نصب کیں گئیں۔

آخر میں لوہے کے کیل گرم کر کے آپ کے سر میں نصب کیے گئے اور اوپر سے سب سے پگھلا کے ڈال دیا گیا۔ اور زندان میں ایک ایسی چٹان رکھی تھی جسے اٹھاؤ آدمی مل کر اٹھتے تھے۔

جناب جبرئیل کو سلا کر اوپر وہ چٹان الٹ دی گئی جب وہ لوگ ایک طرف ہٹے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک ملک آیا اور کہا۔

جبرئیل اللہ جل جلالہ کا پیغام ہے کہ یہ لوگ تجھے چار مرتبہ شہید کریں گے تو گھبراتا مت۔ میں ہر مرتبہ تجھے زندہ کروں گا۔

جب صبح ہوتی تو بادشاہ نے غلام بھیجے کہ جاؤ وہ نبی اپنے اللہ کے پاس پہنچ گیا ہو گا۔ اسے زندان سے اٹھا کر باہر دفن کر دو۔

جب غلاموں نے آکر دیکھا تو جناب جبرئیل اس چٹان پر بیٹھ کر ذکر خدا میں مصروف تھے۔

سب گھبرا کر بادشاہ کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ نبی صاحب تو چٹان پر بیٹھ کر اپنے اللہ کے نام کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

فاذانہ نے کہا۔ اسے جلدی میرے پاس آؤ۔ غلام آپ کو لے کر گئے۔ آپ نے فرمایا۔ فاذانہ جس اللہ نے تجھے تانا اقتدار دیا ہے اس کی نعمات کا شکریہ ادا کر اور سرکشی چھوڑ دے۔

فاذانہ نے دزیروں سے مشورہ کیا۔ اور کہا۔ مجھے ایسے لگتا ہے کہ یہ شخص جادوگر ہے۔ جادو کوئی اچھا سا قابل جادوگر تلاش کر دو جو ہی اس کا مقابلہ کرے گا۔

باہر جادوگر تلاش کیا گیا۔ اس نے آکر اپنا ہر کتب آزمایا۔ لیکن جناب جبرئیل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ تنگ آکر جادوگر نے آپ کو زہر کھلادیا۔

آپ نے زہر لیا اور بسم اللہ الذی یضلل عند صدقہ کذاب الفجورہ و سحی الطہرۃ پڑھ کر زہر کھالیا۔ آپ کو کچھ بھی نہ ہوا۔

جادوگر آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور کہنے لگا۔ آپ حق ہیں۔ آپ کا مہبود حق ہے۔ اگر اس زہر کا سودا حصہ میں ہزار آدمی کو کھلاتا تو ان کے جگر کباب ہو کر باہر آ جاتے۔ لیکن آپ پر اثر بھی نہیں ہوا۔ مجھے اپنے مہبود کا کلمہ پڑھائیں۔

جناب جبرئیل نے کلمہ پڑھایا۔ اور بادشاہ نے اس جادوگر کے قتل کا حکم دیا۔ جادوگر قتل کر دیا گیا اور جناب جبرئیل کو دوبارہ زندان میں بھیج دیا گیا۔

ہر قسم کی اذیت پہنچانے کے بعد جناب جبرئیل کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک شے میں ڈال کر اسے بند کر دیا گیا فاذانہ اپنے دزیروں اور شیعوں کے ساتھ آکر دسترخوان پر بیٹھا تاکہ جنت منائے۔

اللہ نے ایک سیاہ بادل بھیجا جس کی گرج۔ چمک اور ٹوک سے یہ لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔ زمین میں زلزلہ آ گیا۔

انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا۔

اللہ نے میکائیل کو بھیجا۔ جا امیرے جرجیس سے کہہ۔ اٹھ اور تبلیغ کر۔ میکائیل نے ہلکے کے قریب کھڑے ہو کر جناب جرجیس کو ذاتِ احدیت کا پیغام دیا۔

جناب جرجیس بسم اللہ پڑھ کر کھڑے ہوئے۔ اور دسترخوان پر بادشاہ کے سامنے آکر فرمایا۔ بادشاہ اللہ نے تجھے جو صلہ دیا ہے۔ ہمت دی ہے۔ اپنی ہمت کو پتھر کے قدموں میں ضائع نہ کر۔ ایک اللہ کو معبود مان لے۔

جب پولیس انچارج نے جناب جرجیس کو دیکھا تو اسی وقت آپ کے قدموں میں گرا اور عرض کی۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے۔ آپ معاف فرمائیں آپ کو دوسرے قتل کرنے کے بعد بھی زندہ دیکھ کر آپ کے اللہ کو نہ ماننا بہت بڑی خیانت ہے اور اتنی بڑی خیانت کہ از کم میں تمہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ چار ہزار اور آدمی بھی مسلمان ہو گئے۔

فاذانہ نے حکم دیا تمام مسلمانوں کو قتل کر دو۔ شاہی حکم سے ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔

فاذانہ نے حکم دیا کہ اب میں دیکھتا ہوں تو کیسے اٹھتا ہے اور تیرا اللہ کیسے تجھے زندہ کرتا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ تانبے کی ایک چادر کو آگ میں سرخ کیا جائے۔ جب وہ سرخ ہو گئی تو جناب جرجیس کو اس پر لٹا دیا گیا۔ سیدہ گھلا کر جناب جرجیس کے دہن مبارک میں ڈال گیا۔ آنکھوں اور سر میں گرم پیچیں گاڑی گئیں۔ آخر میں اوپر پکڑیاں ڈال کر آگ لگا دی گئی۔ نبی خدا کی راکھ لکڑیوں کی راکھ میں مل گئی۔ اس نے حکم دیا کہ اس راکھ کو ہوا میں بکھیر دو۔

ادھر اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ میرے نبی کی راکھ کو ایک جگہ جمع کر۔ جب راکھ جمع ہو گئی۔ تو اللہ نے جرجیس سے فرمایا۔ جا اور میرے نبی سے کہہ۔ اٹھ اور جا کر فاذانہ کو تبلیغ کر۔

میکائیل نے راکھ پر کھڑے ہو کر اللہ کا پیغام سنایا۔ اللہ کا نبی بسم اللہ پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا فاذانہ کے پاس آئے وہ اپنے وزیروں اور مشیروں کے درمیان بیٹھا گیس بانگ رہا تھا۔ جرجیس کو دیکھ کر قلم انگشت بدندان ہو گئے۔

ایک وزیر نے کہا۔ جرجیس تو دیکھ رہا ہے ہم جن مہروں پر بیٹھے ہیں۔ یہ سب لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ اگر واقعی تیرا خدا سچا ہے تو اسے کہہ جس جس درخت کی یہ لکڑیاں ہیں ابھی ابھی اسی جگہ ہری ہو جائیں اور پھل دیں۔ تو ہم تجھے نبی اور تیرے خدا کو اپنا معبود مان لیں گے۔ اور بت پرستی چھوڑ دیں گے۔

جناب جرجیس نے دعا کی۔ اسی وقت وہاں باغ لگ گیا۔ اور پھل پک گئے۔

یہ دیکھ کر فاذانہ نے حکم دیا کہ اسے پکڑ کر اسی جگہ پھٹے پر لٹاؤ۔ جناب جرجیس کو پھٹے پر لٹا کر اسے سے چیر دیا گیا۔

ایک بڑی دیگ جو پہلے پر چڑھا کر اس میں گندھک سیدہ اور تار کول ڈال کر انہیں کھولایا گیا۔ جب یہ کھول گئے تو جناب جرجیس کا گوشت اٹھا کر دیگ میں ڈال دیا گیا۔

اس وقت کرہ ارض پر تاریکی چھا گئی۔ اسرائیل نے ایک ایسی آواز دی جس سے تمام لوگ اوندھے منہ گر گئے۔ اسرائیل اس دیگ کے قریب آیا اور کہا۔

اے نبی خدا! حکم خدا ہے اٹھ اور میری توحید کی تبلیغ کر۔ جناب جبرئیل نے اٹھے اور بادشاہ ذاذانہ کے سامنے آکر کہا۔ ابھی تک تو میرے معبود کو تسلیم نہیں کر رہا۔ اپنی کوشش بھی دیکھ اور میرے معبود کی قدرت بھی دیکھ۔ تمام شہر والے یہ دیکھ کر گھبرا گئے۔

ایک عورت نے آکر جناب جبرئیل سے کہا۔ اے بندہ خدا! میرا ایک بیل تھا جو مر گیا ہے۔ ہمارا ذریعہ معاش تھا۔ اب ختم ہو گیا ہے۔

جناب جبرئیل نے فرمایا۔ جابل سے کہہ۔ تجھے اللہ کا نبی جبرئیل مکم دیتا ہے اب اٹھ جا۔ عورت نے جا کر بیل کو کہا۔ بیل زندہ ہو گیا۔

تمام شہر والے جمع ہو گئے۔ ذاذانہ نے کہا اب اسے تلواروں سے ختم کر دو۔ جناب جبرئیل نے فرمایا۔ مجھے اپنے اللہ سے ایک مرتبہ دعا مانگ لینے دو۔ وہ رک گئے۔ جناب جبرئیل نے عرض کیا۔

بارا لہا تو دیکھ رہا ہے یہ لوگ اب ایمان نہیں لائیں گے۔ مجھے اگر تیری راہ میں ہزار دفعہ بھی موت آئے تو میں گوارا کر لوں گا۔ لیکن یہ قطعاً ایمان نہیں لائیں گے۔

اس کے بعد وہ لوگ تلواروں سے پل پڑے۔ انہوں نے آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ واپس شہر میں آئے تو اللہ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ تمام شہر جل کر بھسم ہو گیا۔

عشرہ محرم

چند اہل بیت علیہم السلام

۱۔ ماہ محرم میں جنگ کفار بھی نہیں کرتے تھے!

امامی ابن بابویہ نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ امام رضاؑ نے فرمایا۔ ماہ محرم وہ مہینہ ہے جس میں زمانہ جاہلیت کے کافر بھی جنگ کو حرام سمجھتے تھے۔ لیکن امت مسلمہ نے اسی ماہ میں ذریت نبی کا خون بہانا حلال سمجھ لیا۔

اسی ماہ ذریت نبی کے خیام لوٹ کر جاتے گئے۔

اسی ماہ رسول زاد یوں کو رسی بستہ کیا گیا۔

مسلمانوں نے نہ جاہلیت کے رواج کو سامنے رکھا اور نہ حرمت نبویہ کا لحاظ کیا۔

یوم عاشور نے آل محمد کی آنکھیں زخمی کر دی ہیں۔ ہمارے آنسو نہیں تھکتے۔ قیامت تک ہم کربلا کو نہیں بھول سکتے۔

اگر کوئی رونا چاہے تو ہمارے مصائب کربلا پر آنسو بہاتے۔ مصائب حسین پر گریہ سے گناہان کبیرہ بھی معاف ہو جاتے

ہیں۔ میرے بابا کو پورے عشرہ محرم میں کبھی کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ یوم عاشور تو بار بار غش کر جاتے تھے۔ اور

فراتے تھے۔ یہی وہ دن ہے جس میں راکب دوش رسول اور پروردہ آغوش بتول بے گناہ بھوکا اور پیاسا شہید ہوا۔

## ۲۔ زیارت حسینؑ مظلوم اور آپ پر گریہ:

عیون میں ریان ابن شیب سے مروی ہے کہ میں محرم کی یکم کو امام رضاؑ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا۔

اے پسر شیب تجھے معلوم ہے کہ ماہ محرم زمانہ جاہلیت میں بھی محترم ہوتا تھا۔ اور مشرکین و کفار کا کوئی بھی فرقہ اس

ماہ نہ جنگ کرتا تھا۔ اور نہ کسی پر ظلم و زیادتی کرتا تھا۔ حتیٰ کہ اپنے انتقام بھی اس ماہ میں بھول جاتے تھے۔ لیکن امت مسلمہ

نے ذریت رسول کے معاملہ میں نہ جاہلیت کے رواج کی پابندی کی نہ اسلامی احترام کا پاس کیا۔ اور نہ ہی احترام نبوی کا خیال

کیا۔ اسی ماہ آل محمد کے بے گناہ خون بہاتے گئے۔ غارت گری کی گئی۔ خیام کو نذر آتش کیا گیا رسول زاد یوں کو پابند رسی کر کے

کوچہ کوچہ لگی لگی اور شہر شہر تشہیر کیا گیا۔

اے پسر شیب اگر کبھی کسی چیز پر رونا چاہے تو مظلومیت حسینؑ پر رویا کر۔ مظلوم زہراؑ کو پس گردن سے فوج کیا گیا ہے

آل محمد کے اٹھارہ ایسے جوان خاک و خون میں غلطان کیے گئے کہ ارض و سما میں ان کا نظیر کوئی نہ تھا۔ شہادت شہیر پر آسمان

زمین نے آنسو بہائے ہیں۔

چار ہزار تک قیامت تک مزار حسینؑ پر نالاں و گریاں رہے گا۔

اے پسر شیب مجھے اپنے آباء و اجداد سے یہ روایت موصول ہوتی ہے کہ یوم عاشور شہادت حسینؑ کے بعد آسمان سے

خون اور سرخ رنگ مٹی کی بارش ہوتی تھی۔

اے پسر شیب اگر غم حسینؑ میں اس قدر ردو کہ تمہارے آنسو تمہارے رخسار سے تک بہہ جائیں تو اللہ تیرا ہر کبیرہ و

صغیرہ گناہ معاف فرمادے گا۔

اے پسر شیب اگر تو چاہتا ہے کہ کسی گناہ کے بوجھ کے بغیر دہر خالق میں پیش ہو تو پھر غم حسینؑ میں رویا کر۔

اے پسر شیب اگر توجہ میں نبی اکرمؐ کا پڑوسی ہونا چاہتا ہے۔ تو تاکا حسینؑ پر لعنت کیا کر۔

اے پسر شیب اگر توجہ میں انصار حسینؑ سے مستور ہونا چاہتا ہے توجہ کبھی تجھے یاد حسینؑ آجائے تو کہا کر۔

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَكُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا۔

اے پسر شیب اگر تو قیامت میں ہمارے علم کے سایہ میں رہنا چاہتا ہے تو ہمارے غم میں مغموم اور ہماری خوشی میں مسرور ہو کر یقین رکھ اگر کوئی شخص پتھر سے بھی محبت رکھتا ہو گا تو اللہ اسے قیامت کے دن پتھر کے ساتھ محض کرے گا مصباح میں شیخ طوسی نے عبد اللہ ابن سنان سے روایت ہے کہ یوم عاشور میں امام صادق ؑ کو تعزیت کرنے کی خاطر حاضر ہوا اور عرض کی قبلہ! یہ یوم عاشور کے روزہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اے عباد اللہ! اس دن روزہ کہاں ہے۔ عصر کے ایک گھنٹہ بعد فاتحہ سے افطار کر لیا کر یہ وہی دلت ہے جب ایک طرف زہرا زادیوں کے سامنے صحرا کا گرم بریت پران کے عزیز و اقارب کے کھمڑے بکڑے پامال پیاسے لاشے پڑے تھے۔

ایک طرف جلعے ہوئے خیام تھے اور دوسری طرف نبی زادیوں کو تین دن بعد پانی ملتا تھا۔ پھر آپ اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

یوم عاشق و کسب معاش !

شیخ صدوق نے امامی میں امام رضاؑ سے روایت کی ہے امام رضاؑ نے فرمایا ہے جو شخص یوم عاشور کسب معاش کے پیچھے نہ بھاگے اللہ دنیا و آخرت میں اس کی ضروریات پوری فرمائے گا۔ جو شخص یوم عاشور کو غم و مصیبت میں گزارے گا اللہ قیامت کے دن اسے فرح و مسرت میں رکھے گا۔

جو شخص یوم عاشور کو یوم کب معاش اور روز بکرت سمجھے گا۔ یوم عاشور ایک پیسہ بھی کما کر گھولائے گا اس کے رزق میں برکت نہیں ہوگی اور قیامت کے دن۔ ابن زیاد۔ ابن سعد اور زید کے ساتھ حضور ہوگا۔

یوم عاشور کا روزہ حرام ہے :

کافی ہیں عبد الملک نے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے نبوی اور دسویں محرم کے روزہ کا پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔

یہ دونوں دن آل زیادہ اور آل ابو سفیان کے لیے خوشی کے دن ہیں۔ نویں کے دن پہلی مرتبہ انہوں نے غریب دُہرا پیر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ ہر طرف سے ناکہ بندی کی بدولت انہیں یقین ہو چکا تھا کہ اب کسی طرف سے فرزند رسول کو کوئی اہدائیں نہیں ملے گی۔ اور یوم عاشور تو ان کے لیے عید کا دن تھا۔ رب کعبہ کی قسم ان دونوں دنوں کا روزہ رکھنا شریعت محمدیہ میں حرام ہے۔

ایک طرف آدم سے لے کر خاتم تک تمام انبیاء تمام ملائکہ ارض و سما اور تمام کائنات مغنوم اور گریاں تھی۔ دوسری طرف

آل زیادہ اور آل ابوسفیان جشنِ فتح مناسبتی تھی۔ جو غنیمتِ یومِ عاشور کو مبارک سمجھے گیا اس دن روزہ رکھے گا۔ وہ مسخ شدہ دل کے ساتھ یومِ حشر آل زیاد کے ہمراہ محشر ہوگا۔ جو شخص یومِ عاشور کسبِ معاش کرے گا۔ اس کے دل میں نفاق پیدا ہوگا جو تادمِ مرگ اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کے رزق سے برکت سلب ہو جائے گی اور شیطان اس کے مال اور ادا دین بھی صفحہ دار ہوگا۔

ناترین غریب نہ ہر اے !

منتخب میں مروی ہے کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی امام صادقؑ کے گھر صف ماتم بچھ جاتی تھی۔ مجلس عزاء پر ہوتی تھی۔ ہر طرف سے لوگ آپ کو پرسمہ دیتے آتے تھے۔ گریہ و بکا اور نوحہ خوانی و سینہ زنی ہوتی تھی۔ بعد از مجلس عزاء آپ فرماتے تھے۔

امام حسینؑ شہید ہیں، شہید زندہ ہوتے ہیں۔ امام حسینؑ روزانہ میدانِ کربلا میں پہلے اپنے خیمہ، پھر اپنے اعزاء کے وہ مقامات جہاں سب ایک ایک کر کے گھوڑوں سے اترے تھے اور آخر میں اپنی مقتل دیکھتے ہیں۔ پھر پورے عالم میں اپنے زائرین۔ اپنے عزاداروں اور اپنے غم میں غم کرنے والوں کو دیکھتے ہیں۔ امام حسینؑ کے پاس ان کے عزاداروں کی ہرست جاتی ہے۔ وہ خود بھی اپنے عزاداروں کے یہ استغفار کرتے ہیں۔ نبی اکرمؐ، جناب میدہ، حضرت علیؑ اور امام حسنؑ سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ میرے عزاداروں کیلئے آپ بھی استغفار کریں۔

عزائے مظلوم زہراؑ میں روئے رلائے

و

رونے کی شکل بنانے کا ثواب

نوٹ از مترجم صاحب دمعہ نے اکثر روایات مع سلسلہ سند لکھی ہیں۔ لیکن ترجمہ میں ہم نے سلسلہ سند نہیں لکھا لیکن اس عنوان میں پیش کردہ روایات کے ترجمہ میں ہم سلسلہ سند بھی پیش کر رہے۔ کیوں کہ عصر حاضر میں کچھ افراد عزاداروں کو یہ کہہ کر عزاداری سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کتاب عزاداری کے سلسلہ میں مروی روایات غیر مستند ہیں۔ (مترجم)



کامل الزیارات میں محمد بن مسلم نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے امام باقرؑ نے امام مجاہدؑ سے روایت کی ہے کہ غم شہادت حسینؑ میں اگر کسی مومن کی آنکھ سے آنسو بہا تو اس کے رخصت پر آجائے تو اللہ اسے داخل جنت کرے گا۔ ہمیں دشمنوں سے پہنچنے والی کسی بھی تکلیف پر اگر کسی مومن کی آنکھوں سے آنسو بہا تو اللہ جنت میں صادقین کے ساتھ اسے جگہ دے گا۔

ہماری عزاداری کے سلسلہ میں اگر کسی مومن کو ایسی تکلیف پہنچے جس سے اپنی تکلیف کی وجہ سے مومن کی آنکھ سے آنسو بہا نکلیں۔ تو اللہ اسے قیامت کے ہر مولیٰ سے محفوظ رکھے گا۔

کامل الزیارات میں محمد حنفی نے اپنے باپ سے۔ محمد کے باپ نے علی ابن محمد ابن سالم سے۔ علی نے محمد ابن خالد سے خالد نے عبد اللہ ابن حماد سے۔ عبد اللہ نے عبد اللہ ابن عبد الرحمن سے۔ عبد اللہ نے مسع ابن عبد الملک کو دینی بھری سے روایت کی ہے کہ۔

مسع کہتا ہے کہ مجھے امام صادقؑ نے فرمایا۔

اے مسع تو عراق کا باشندہ ہے کیا کبھی غریب زہراؑ کی زیارت کو کر بلا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو معلوم ہے کہ زیارت غریب زہراؑ سرکاری طور پر نہیں ہے۔ اور میں ایک انتہائی معروف آدمی ہوں مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں گیا تو یقیناً میری چٹلی کھائی جائے گی۔ اور میں زیر عتاب آجاؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا مصائب غریب زہراؑ یاد کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ بالکل کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مصائب یاد کرنے کے بعد کیا سیز زنی کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اس کی تصدیق تو میرے اہل خانہ بھی کریں گے کہ میں مصائب مظلوم زہراؑ یاد کر کے کتنا روتا ہوں اور کتنی سیز زنی کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ مجھ سے کھانا چھوٹ جاتا ہے۔ اور میرا جسم میرے عزادار ہونے کی غمازی کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تیرے آنسوؤں پر رحم فرمائے۔ تو قیامت میں ہمارے غم میں سیز زنون کے گروہ سے محذور ہوگا۔ تو ان لوگوں میں شامل ہوگا جو ہماری خوشی میں سرور اور ہمارے غم میں غمزدہ رہتے ہیں۔ اس گریہ و سیز زنی کی قیمت کا تجھے اس دنت پرست چلے گا جب تو سکرات موت میں ہوگا۔

حضور آبائی لٹ و وصیتہم ملک الموت وما یلقونک به من البشارة۔ میرے آباد تیرے پاس حاضر ہوں گے ملک الموت کو تیرے ساتھ حسن و سلوک کی وصیت کریں گے اور تجھے بشارت جنت دیں گے۔

کلام معصوم میں لفظ حضور قابل توجہ ہے معصوم نے روایت نہیں فرمایا حضور فرمایا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ مومن صرف حضرت علیؑ اور نبی کو نبین کو دیکھے گا نہیں۔ بلکہ وہ چل کر مومن کے پاس بنفیس نفیس تشریف لائیں گے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ان کے حکم کے بعد ملک الموت تیرے لیے تیری ماں سے بھی زیادہ شفیق ہوگا۔  
یہ فرما کر آپ رو دیئے۔ میرے بھی آنسو بہنے لگے۔

پھر فرمایا۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہم پر اپنی رحمتیں نازل کی ہیں۔ اور ہمیں بھی صفت رحمت سے ہی  
نوازا ہے۔

اے مسیح! جب سے امیر المومنین شہید ہوا ہے اس دن سے ارض و سما صرف گریہ ہیں۔

مسیح! جو شخص بھی ہماری مظلومیت پر آنسو بہائے اس پر آنسو ٹپکنے سے پہلے رحمت خدا کا نزول ہو جاتا ہے۔

مسیح! ہماری مظلومیت پر بہنے والا اگر ایک آنسو بھی جہنم میں ڈال دیا جاتے تو آتش جہنم خاموش ہو جاتے گی۔

مسیح! ہمارے غم میں رونے والا دم مرگ جب ہمیں اپنے سر ہانے دیکھے گا تو اسے ہر غم بھول جائے گا۔ اور یہ خوشی ہمارے

پاس حوض کوثر کے پینے تک برقرار رہے گی۔

مسیح! جب ہمارے محبوب حوض کوثر پر پہنچیں گے تو کوثر فرط مسرت سے چھلک جائے گا۔

مسیح! حوض کوثر سے پیالہ ایک جام ہمیشہ کے لیے کافی ہوگا۔ حوض کوثر کا نور کی طرح ٹھنڈا مشک کی طرح خوشبودار

اور زنجیل کے ذائقہ کا حامل ہوگا۔ آنسو سے زیادہ صاف۔ مکھن سے زیادہ نفیس اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔

اے مسیح! تو بھی ان افراد میں شامل ہوگا جو حوض کوثر سے میراب ہوں گے۔

مسیح! ہمارے غم میں رونے والی آنکھ پر اللہ کی پہلی عنایت یہ ہوگی کہ وہ حوض کوثر کو دیکھ سکے گی۔

مسیح! حوض کوثر پر امیر المومنین ہوگا اور اپنے اعداء کو حوض کوثر کے قریب تک نہ آنے دے گا۔

مسیح! حوض کوثر پر آنے والے ایسے افراد جو ہمارے غم میں آنسو نہیں بہاتے۔ جب آئیں گے اور جناب امیر المومنین انہیں

دور بھگانیں گے۔ تو وہ عرض کریں گے۔

یا علیؑ۔ ہم اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پڑھتے رہے ہیں۔

حضرت علیؑ جواب دیں گے مجھے معلوم ہے کہ تم پڑھتے رہے ہو۔ آج بات شہادتیں کی نہیں ہے شہادت کی ہے جاؤ جس کو

امام مانتے تھے ان سے کوثر مانگو۔

وہ عرض کریں گے۔ آج ہمارے وہ امام تو ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

آپ فرمائیں گے۔ جا انہیں تلاش کر۔ تیرے نزدیک تو وہ افضل مخلوق تھے۔ اور افضل مخلوق کی شفاعت اللہ مسترد

نہیں کرتا۔

(بقیہ حاشیہ صوبالقبہ) مومن سے ہم کلام ہو کر بشارت جنت دیں گے اور ملک الموت کو نرمی کی وصیت فرمائیں گے۔ لفظ حضور آئمہ

کے حاضر و ناظر ہونے کے لیے کافی ہے۔

وہ مرض کرے گا۔ قبلہ! میرا پیاس سے برا حال ہے۔  
حضرت علیؑ فرمائیں گے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجھے تو اشد کی طرف سے صرف انہی کو کوثر چلانے کا حکم ہے جو دنیا میں صرف ہماری وجہ سے مظلوم رہتے ہیں۔

فتحب میں پورے سلسلہ سند کے ساتھ امام صادق سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔  
جس شخص کے سامنے ہماری مظلومیت بیان کی جائے اور اس کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آئے تو اشد اس کے تمام گناہ معاف فرما دے گا خواہ عہد کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

اشد ہمارے شیعوں پر رحم فرمائے کہ وہ تاریخ کے طویل ترین غم حسینؑ میں ہمارے شریک غم ہیں۔

جو شخص ہمارے غم میں خود بھی روئے اور سوا فرد کو رلائے وہ داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے اور پچاس افراد کو رلائے داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے اور تیس آدمیوں کو رلائے وہ داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے اور دس آدمیوں کو رلائے داخل جنت ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں خود روئے اسی ایک آدمی کو رلائے داخل جنت ہوگا۔

جس شخص کے آنسو نہیں بہتے اگر رونے کی شکل ہی بنائے تو داخل جنت ہوگا۔

میرے نانا سے مروی ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد کوئی شخص غم حسینؑ میں صرف اتنا روئے کہ مکھی کا پر تر ہو جائے تو اس کا اجر اشد اپنے ذمے لے گا اور اشد جنت سے کم اجر نہیں دے گا۔

بحار میں مروی ہے کہ جب سرور انبیاءؑ نے جناب سیدہ کو شہادت حسینؑ کی اطلاع دی تو دختر رسولؐ کافی وقت تک گریہ فرماتی رہیں۔

پھر عرض کیا۔ بابا! میرا حسینؑ کب شہید ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹی! اس وقت شہید ہوگا جب نہ میں ہوں گا۔ نہ تو ہوگی۔ نہ علیؑ ہوگا اور نہ حسنؑ ہوگا۔

یہ سن کر بیٹی کا گریہ بڑھ گیا۔ اور عرض کیا۔ بابا جان! کیا میرے حسینؑ کو کوئی رونے والا بھی ہوگا۔

سرور انبیاءؑ نے فرمایا۔ ہاں بیٹی! اشد میری امت سے ایک گروہ پیدا کرے گا جو ہر سال تیرے حسینؑ کی یاد تازہ کریں گے

گریہ کریں گے۔ نوحہ خوانی کریں گے اور سینہ زنی کریں گے اور یہ سلسلہ ان کی نسلوں میں جاری رہے گا ان کے مرد ہمارے مردوں

کے غم میں اور ان کی عورتیں ہماری عورتوں کی مظلومیت پر آنسو بہائیں گی۔

قیامت کے دن تو بھی عزاداران حسینؑ کی شفاعت کرے گی اور میں بھی سزاواروں کی شفاعت کروں گا۔ بیٹی قیامت کے

دن ہر آنکھ اشکبار ہوگی لیکن جو آنکھ غم حسینؑ میں روئی ہوگی وہ سرور شاداں ہوگی۔

# غریب زہر کی عزا داری میں شعر لکھنا

شیخ صدوق نے امالی میں اور ابن قویہ نے کامل الزیارات میں پورے سلسلہ سند کے ساتھ ابوعمارہ شاعر کے ذریعہ امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے مجھے فرمایا۔

اے ابوعمارہ مجھے مظلومیت حسینؑ کے چند اشعار سناؤ۔

میں نے ایک مرثیہ سنایا۔ آپؑ ٹٹ کر روئے۔ میں چپ ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ نہیں ابوعمارہ تو مرثیہ خوانی کرتا رہ۔ اور میں ایک کے بعد دوسرا مرثیہ پڑھتا رہا۔ اور امام صادقؑ دھڑلے مار کر دوتے رہے حتیٰ کہ پس پردہ سے بھی رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

آپؑ نے فرمایا۔ ابوعمارہ جو غم مظلوم کو بلا میں شعر لکھ کر پچاس آدمیوں کو رلاتے وہ داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر تیس آدمیوں کو رلاتے وہ داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر دس آدمیوں کو رلاتے وہ داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر ایک آدمی کو رلاتے وہ داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر خود روئے داخل جنت ہو گا۔

جو غم حسینؑ میں شعر لکھ کر رونے کی شکل بنا لے وہ داخل جنت ہو گا۔

کامل الزیارات میں ابوہارون کفوف سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس گیا۔ ایام عزاتھے آپؑ اور آپؑ کے گرد بیٹھنے والے تمام صحابہ منہ مغموم تھے۔

آپؑ نے مجھے فرمایا۔ ابوہارون غم مظلوم کو بلا میں اشعار سنا۔

میں نے یونہی تحت اللفظ شعر پڑھا۔

آپؑ نے فرمایا۔ اس طرح نہیں۔ بلکہ جس طرح تم اپنی مجالس عزایں موز خوانی کرتے ہو اسی طرح سنا۔

میں نے ایک مرثیہ پڑھا۔ آپؑ نے دوسرے کا حکم دیا میں نے دوسرا مرثیہ پڑھا۔ آپؑ خود روتے رہے۔ پس پردہ سے سدا لے

گریہ بلند ہوتی۔

جب مستورات کی آواز بلند ہوتی تو آپؑ نے فرمایا۔

اے ابوہارون جو شعر لکھ کر دس آدمیوں کو رلاتے وہ داخل جنت ہو گا۔ جو ایک کو رلاتے وہ داخل جنت ہو گا اور جو خود روتے

داخل جنت ہوگا۔

منتخب میں دلیل خزانہ سے مروی ہے کہ میں ایام عزائم میں امام رضاؑ کے پاس گیا۔ مجھے آتا ہوا دیکھ کر آپ نے فرمایا۔  
مرحباً بك یا دعبیل دلیل خوش آمدی

مرحبا بتا صرنا پیدا ولسا تہ اپنے اتھ اور زبان سے ہماری مدد کرنے واسے خوش آمدی۔  
آپ نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کو جگہ دی اور فرمایا۔ دھیل تجھے معلوم ہے آج کل ایام عزائیں۔ مرنیہ خوانی کرتا کہ کچھ  
آسودہ جائیں۔

وعلیٰ یہ وہ دن ہیں جو آل محمد کے لیے باعثِ غم اور دشمنانِ آل محمد کے لیے بالعموم اور بنی امیہ کے لیے بالخصوص ایامِ مسرت ہیں۔

و میں جو شخص ہمارے غم میں روئے یا رلائے اس کا اجر اللہ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

دلیل جو شخص ہمارے منظرِ نبوت پر آنسو بہا لے وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محصور ہو گا۔

وکیل جو شخص غریب زہرا کے غم میں روئے گا اللہ لا محالہ اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔

پھر فرمایا۔ ہاں وہیں اب مرتبہ نخواستی کر۔ تو جب تک زندہ ہے ہماری مدح سرائی اور مرتبہ نخواستی کرتا رہے گا بھی اس سے غفلت نہ کرنا۔

پھر میں نے دوسرے پڑھے۔ امام رضاؑ ایسی دوسری اہلیت نے بے تحاشا گریہ کیا۔

منتخب میں زید شہام سے مروی ہے کہ ہم اہل کوفہ کا ایک اچھا خاصہ گروہ امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ جعفر ابن عوفان آگیا۔

آپ نے جعفر کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا۔

جعفر میں نے سنا ہے تو مظلومیت غریب زہرا پر شعر کہتا ہے اور اچھے کہتا ہے ؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! جہاں تک شعر کہنے کا تعلق ہے تو وہ میں کہتا ہوں جہاں تک اچھے اشعار کہنے کا تعلق ہے تو میں کچھ عرض کر نہیں سکتا۔ دیسے لوگ کہتے ہیں کہ اچھے اشعار کہتا ہوں۔ قبلہ! اگر اچھے ہوں بھی سبھی تو لوگوں کے لیے ہوں گے۔ آپ کے سامنے میرے اشعار کی کیا حیثیت ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا کوئی مرتبہ سنا۔

جعفر نے مرثیہ پڑھا۔ ہم نے دیکھا کہ آنسو آپ کے رخساروں پر ہلکے ہلکے تڑکے ہو رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بخدا! تیرے اس ذکرِ حسینؑ کو ملائکہ نے بھی سنا ہے اور وہ ہم سے زیادہ روئے ہیں۔ اللہ نے تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اور تیرے لیے جنت واجب کر دی ہے۔

جعفر! جو بھی غریب دہر کی مظلومیت پر ایک شعر کہہ کر ایک شخص کو بھڑا دے اللہ اس کے لیے جنت واجب قرار

دے دیتا ہے۔

ہر یوم عاشور آسمان سے ملائکہ نازل ہوتے ہیں ان کے پاس شیشیاں ہوتی ہیں۔ ہر گھر میں اور ہر مجلس عزائیں جا کر ان شیشیوں کو عزاداروں کے آنسوؤں سے پر کرتے ہیں۔ قیامت کے دن جب لوگ پل صراط سے گزریں گے اور عزاداران حسینؑ کے گناہوں کی وجہ سے آتش جہنم کے شعلے عزاداروں کی طرف لپکیں گے تو ملائکہ انہی آنسوؤں کے چھٹے آتش جہنم پر باریں گے آتش جہنم ساٹھ ہزار فرسخ کے فاصلہ تک دور چلی جائے گی۔

## قتیل العبرة

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے ہر مومن کے آنسو۔

کامل ہی میں ابو حمزہؑ سے مروی ہے کہ جس دن امام صادقؑ کے سامنے امام حسینؑ کا نام لے لیا جاتا تھا۔ اس دن نام لیے جانے کے بعد کبھی کسی نے امام صادقؑ کو مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ فرمایا کرتے تھے حسینؑ ہر مومن کا آنسو ہے۔

کامل الزیارات میں ابو نعیمؑ سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔ امام حسینؑ اکثر فرمایا کرتے تھے: میں کشتہ عبرت ہوں۔ جو مومن بھی میرا نام لے گا یا سنے گا اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نیک پڑیں گے۔

کامل الزیارات میں ہارون ابن خارجہؑ سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ امام حسینؑ کا تذکرہ چل نکلا تھا۔

امام صادقؑ گریہ فرمانے لگے۔ ہم بھی روئے پھر آپ نے فرمایا۔ امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے: میں کشتہ عبرت ہوں۔ جو مومن بھی میرا نام لے گا یا میرا نام لے گا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نیک پڑیں گے۔

کامل الزیارات میں ہارون ابن خارجہؑ ہی سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔ امام حسینؑ بالعموم فرمایا کرتے تھے: میں کشتہ عبرت ہوں۔ میں کشتہ عبرت ہوں۔ میں انتہائی غربت اور بے کسی میں تھیک کیا جاؤں گا۔ میرا حق ہے کہ میرے پاس جو بھی مصیبت کا مارا آئے میں اسے واپس خوش و خرم لوٹاؤں۔

## عزاداری غریب زہرا میں خراج

مقتل طرحی میں مردی ہے کہ جناب موسیٰ نے ایک مرتبہ مناجات میں عرض کیا۔ بارالہا! تو نے امت محمد کو کس بنا پر دیگر امتوں سے افضل قرار دیا ہے۔

ذاتِ احدیت نے یہ جواب دیا کہ۔ امت محمد کے پاس دس ایسی خصوصیات ہوں گی جو اور کسی نبی کی امت میں ہی نہیں ہیں۔

جناب موسیٰ نے عرض کیا۔ وہ دس خصوصیات کون سی ہیں؟  
ذاتِ احدیت نے فرمایا۔

- ۱۔ نماز۔ ۲۔ زکوٰۃ۔ ۳۔ روزہ۔ ۴۔ حج۔ ۵۔ جہاد۔ ۶۔ جمعہ۔ ۷۔ جماعت۔ ۸۔ قرآن۔ ۹۔ علم۔ ۱۰۔ عاشورہ۔

جناب موسیٰ نے عرض کیا۔ بارالہا! دوسری چیزوں سے تو میں متعارف ہوں۔ لیکن یہ عاشورہ کیا ہے۔

ذاتِ احدیت نے فرمایا۔ عاشورہ سبط محمد پر فنا اور دلانا۔ فرزندِ مصطفیٰ کے غم میں نوحہ اور ماتم کرنا ہے۔

موسیٰ! اس زمانہ میں میرے بندوں میں سے جس نے بھی ذریتِ محمد کے غم میں سوگ منایا۔ صف ماتم بچائی۔ اور نوحہ و بکا کیا میں اسے بلا حساب داخل جنت کروں گا۔

موسیٰ! امت محمد میں سے جس نے فرزندِ مصطفیٰ کے غم میں کسی کو کھانا کھلایا۔ یا مراسم عزائیں ایک درہم خرچ کیا۔ میں دنیا میں اس کے مال میں ستر گناہ برکت دوں گا۔ بلا حساب داخل جنت کروں گا اور اس کے تمام گناہ معاف کر دوں گا۔

موسیٰ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے اگر فرزندِ مصطفیٰ کے غم میں یومِ عاشورہ یا سال کے کسی دن کسی نے ایک آنسو بھی بہایا میں اسے سونہید کا ثواب دوں گا۔

مقتل طرحی میں مدینہ کی ایک طوائف اور اس کے پڑوسیوں سے منقول ہے کہ میں پیشہ و طوائف تھی اور میرے پڑوس میں ایک شیخِ عزادار کا گھر تھا۔ عزادار کے مکان میں بالعموم صف ماتم کا انتظام رہتا تھا۔ گرمی کے موسم میں ایک ایسا ہی دن تھا عزادار کے مکان میں صف ماتم بھی تھی۔ باہر سے آئے ہوئے چند مشرک (ذکر) مصائب پڑھ رہے تھے۔ صاحبِ خانہ نے ان ذاکروں اور مجلسِ عزائیں شریکِ افراد کے لیے نیاز پکانے کا حکم دے رکھا تھا۔ نیاز کی دیگ چولہے پر تھی اور وہ مصروفِ عزاداری تھے۔ مجھے آگ کی ضرورت ہوئی میں آگ لینے کی خاطر عزادار کے گھر آئی۔ دیکھا تو آگ تقریباً بجھ چکی تھی۔ میں نے چنگاریوں کو پھونکنا شروع کیا۔ میرے منہ اور سر پر رکھ پڑ گئی میرے ہاتھ سیاہ ہو گئے۔ آگ جل گئی۔ میں آگ سے کر چلی گئی۔ دیگ کے نیچے آگ جل رہی تھی۔

میں نے گھر آکر اپنا کام کیا۔ اور دوپہر کو قتلہ کے لیے سو گئی۔ عالمِ خواب میں میدانِ محشر دیکھا۔ ہر طرف العطش العطش

کی صدائیں تھیں۔ کچھ ملائکہ آئے انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا۔ اور جہنم کی طرف بے جانے لگے۔ میں فریاد کرنے لگی۔ لیکن وہاں میری فریاد سننے والا کون تھا۔ جب وہ ملائکہ جہنم کے کنارے پر پہنچ گئے۔ تو پیچھے سے ایک آواز آئی ٹھہر جاؤ اسے جہنم میں نہ ڈالنا۔

۴۔ ملائکہ رک گئے۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک انتہائی حسین و جمیل اور خوش پوش شخص دوڑتا آ رہا تھا۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ۔

اسے فرزندِ رسول! کیا آپ نے اس کی شفاعت کی ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں کی ہے۔

ملائکہ نے کہا۔ کیا شفاعت قبول ہو گئی ہے۔

اس نے کہا۔ کیا شفاعت قبول ہونے کے بغیر میں تمہیں روک سکتا ہوں۔

ملائکہ نے عرض کیا۔ قبلہ ہمیں بتانے کی ضرورت تو نہیں کہ یہ عورت کون ہے۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ نے اس کی شفاعت کیوں کی۔

اس نے کہا۔ تم اس کے ہاتھ دیکھو راکھ سے سیاہ ہیں۔ اس کا سر دیکھو راکھ سے اٹا ہوا ہے۔ اور اس کا چہرہ دیکھو راکھ سے الود ہے۔

لائسنک نے عرض کیا۔ قبلہ سب کچھ تو ہے لیکن اس کا اس کی شفاعت سے کیا تعلق ہے۔

اس نے کہا۔ اس کے پڑوس میں میرے غلام عزادار کا مکان ہے۔ آج اس نے صف ماتم چھار کھی تھی۔ اور نیاز پکا رہا تھا۔ وہ میرے ماتم میں مصروف ہو گئے اور آگ بجھ گئی۔ نیاز ابھی تک بچی نہ تھی۔ اس کو آگ کی ضرورت ہوئی یہ آگ لینے کی خاطر پڑوسی عزادار کے گھر گئی۔ اس نے آگ دوبارہ جلائی۔ اس کے آگ جلانے سے نیاز میں جو خامی تھی وہ پوری ہو گئی۔ اگرچہ اس نے آگ اپنی خاطر جلائی تھی لیکن میرے نام پکے والی نیا کو جو فائدہ ہوا ہے وہ اسی کی آگ جلانے سے ہوا ہے اور میں کسی کا قرض نہیں رکھتا چاہتا۔

یہ سنکر لاکھ نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں اس شخص سے مخاطب ہوئی اور عرض کیا آپ نے اس کڑے وقت میں مجھ پر احسان کیا ہے۔ آپ کون ہیں۔

اس نے کہا میں کشتہ حضرت علی و زہرا کا فرزند حسین مظلوم ہوں۔

میں اسی وقت آپ کے قدموں میں گر گئی اور عرض کی۔ قید جو بدکاری کر چکی ہوں۔ وہ آج آپ نے معاف کرادی ہے آج کے بعد میں بدکاری سے توبہ کرتی ہوں۔ کیونکہ آپ جیسے کرم کی زیارت کے بعد کسی بدعاش سے بات کرنا بھی میری توہین ہوگی۔ میں نیند سے بے دار ہوئی۔ دیکھا تو ابھی تک مجلس عزائمال تھی۔ میں فوراً وہاں آئی اور ان سونگواروں کو مقام واقف سنایا۔ گریہ اور نوحہ بکا وہ چند ہو گیا۔ پھر میں نے ان تمام کے سامنے اپنے جرم بدکاری سے توبہ کی۔



بحار میں سید حسینی سے مروی ہے کہ میں ایک دستہ کے ساتھ شہد میں امام رضاؑ کے پڑوس میں رہ رہا تھا۔ محرم کے ایام تھے۔ روزانہ مجلس سزا ہوتی تھی۔ میرے ہی ساتھیوں میں سے ایک شخص ذاکر تھا جو مجلس پڑھتا تھا۔ یوم عاشورا اس ذکر کرنے امام باقرؑ کی یہ روایت پڑھی کہ۔

عزائے مظلوم زہراؑ میں اگر مجھ کے پر کے برابر بھی آنسو آجائے تو اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں گے اللہ اسے معاف فرادے گا۔

میرے انہی ساتھیوں میں ایک مولوی تھا۔ جو صرف دس تو شاید بت پڑھا ہوا تھا لیکن معرفت سے خالی تھا اس نے کہا۔ کہ یہ روایت خلاف عقل ہے۔ میں نہیں مانتا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ اتنے بڑے گناہ صرف ایک آنسو سے ہی معاف ہو جائیں۔

ہماری کافی بحث و محاور ہوئی۔ لیکن وہ نہ مانا۔ ہماری مجلس سزا محفل محکوم بن گئی۔ سب لوگ بے لطف ہو کر اٹھ گئے۔ شام کے وقت وہی عالم نما جاہل قیام گاہ پر آگیا۔ اور ہم سب سے اس نے پتے فرداؑ اپنی اس غلطی کی معافی مانگی پھر بارگاہ خالق میں توبہ کی۔

ہم نے پوچھا۔ آخر جو کیا ہے؟ صبح تو اتنا گرم تھا کہ راوی اور روایت کو دیوار پر مار رہا تھا اور اب اتنا نرم ہے کہ ہم سے بھی معافی مانگتا ہے اور دوبار خالق میں بھی توبہ کرتا ہے۔

اس نے کہا۔ جب مجلس برخواست ہوئی۔ آپ لوگوں کی طرح میں بھی پریشان تھا۔ آپ لوگ میرے انکار سے پریشان تھے اور میں آپ کے اس اصرار سے پریشان تھا۔ میں اٹھا اور حرم امام رضاؑ کے باہر نکلاں جگہ تنہائی دیکھ کر لیٹ گیا۔ مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ مجھے نیند آگئی۔

عالم خواب میں میں نے دیکھا محشر بپا ہے۔ بڑا وسیع میدان ہے۔ ایک طرف آگ دکھ رہی ہے۔ اس پر ایک پل بنا ہے ایک طرف میزان نصب ہے۔ لوگوں کے نامہ ہائے اعمال تلی رہے ہیں۔ ہر ایک پیاس سے بد حال ہے۔ میں بھی پیاس سے جان بلب تھا۔ کہیں پانی نظر نہ آ رہا تھا۔ بہت دور مجھے ایک جگہ پانی کی چمک دکھائی دی۔ میں اس طرف دوڑا جب قریب گیا تو ایک بہت بڑا حوض تھا۔ اس پر دو مرد اور ایک بڑا تھوڑا بچہ تھے۔

میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔ یہ حوض کوثر ہے اور مرد حضرت رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ ہیں۔ اور عورت دختر رسولؑ ہے۔

یہ سنکر میں خوش ہو گیا۔ جب حوض کے قریب گیا تو دیکھا حضرت نبیؐ اور حضرت علیؑ کے لباس سیاہ تھے۔ اور ان کی صورت ایسی پرہیزگار تھی کہ مجھے ان سے پانی مانگنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ میں نے سر جھکا کے جناب میدہ کی خدمت میں عرض کی۔ بی بی مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ میں بہت پیاسا ہوں۔

دختر رسولؑ نے فرمایا۔ مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے بی بی زہراؑ ہی ہوں۔ جب تو اس بات سے انکار



لیکن یہ تیسرا دن بہت سخت تھا۔ کیونکہ جناب حمزہ اور جناب جعفر کی شہادت کے بعد آل محمد کے پاس بہت کچھ بچ رہا تھا لیکن جناب عباس کی شہادت کے بعد آل محمد کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

جانب حمزہ اور جانب جعفر کی شہادت کے وقت سفیرات آل محمد اپنے گھروں میں محفوظ تھیں لیکن جانب عباس کی شہادت کے وقت ذریت رسول لقم و دق صحرا میں بے سہارا تھی۔

تفسیر امام حسنؑ مکرری ہیں مروی ہے کہ ایک دن بنی کونین نے معاہدہ سے فرمایا کہ جب اللہ نے یہودیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ گے۔ اور انہوں نے عہد کر کے اسے توڑ دیا۔ رسول خدا کی تکذیب کی۔ اولیائے خدا کو شہید کیا۔

اگر چاہو تو میں تمہیں اپنی امت کے یہودیوں سے بھی آگاہ کر دوں۔

صحابہ نے عرض کیا: قبہ ضرور آگاہ فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے امت سے ایک گروہ ایسا ہوگا جو میرا کلمہ پڑھیں گے۔ لوگوں کو دھوکا دیں گے کہ ہم امت محمد سے ہیں۔ لیکن میری ذریت کے ناصبی ترین اہل میری نسل کے پاکیزہ ترین افراد کو بے گناہ شہید کریں گے۔ میری سنت اور شریعت کو بدل ڈالیں گے۔ میرے حسین کو شہید کریں گے۔ اللہ ان پر اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ذکر یا اور نیکی کے قاتلوں پر لعنت کرتا ہے۔ اللہ ان کی بقیہ نسل کے یہ میرے حسین کی ذریت سے مہدی بھیجے گا۔ اللہ قاتلین حسینؑ اور مجسمین قاتلین حسینؑ انصار قاتلان حسینؑ اور قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنے میں خاموش رہنے والوں پر لعنت کرے۔ اللہ مجاہدان حسینؑ، عزاداران حسینؑ، اعدائے حسینؑ پر لعنت کرنے والوں۔ ان کے محوں اور موالیان حسینؑ پر رحمت نازل کرے۔ یقین رکھو قاتل حسینؑ پر اسی ایسے ہوں گے جیسے قاتل حسینؑ میں شریک ہوں۔ قاتلان حسینؑ اور ان کی طرف داری کرنے والے دین خدا سے بری ہیں ان پر اللہ لعنت کرے اور تمام مخلوق کی لعنت ہوگی۔

اللہ ملائکہ کو حکم دے گا کہ سزا داران حسین کے آنسو جمع کر کے حوض کوثر میں ڈالیں۔ اسی سے حوض کوثر کے پانی کی شیرینی نفاست اور لذت میں ہزار گنا اضافہ ہوگا۔

اور ملائکہ کو حکم دے گا کہ قتل حسین پر غور و خوض ہونے والوں اور قتل حسین پر خاموش رہنے والوں کے آئینہ جمع کر کے جہنم میں ڈالو۔

جب وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو آتش جہنم میں اضافہ ہوگا۔

عبد اللہ ہجری نے فرمایا: داؤد ابن سلیمان قرا۔ فریے امام رضا سے روایت کی ہے کہ نبی کو نہیں نے فرمایا ہے۔ قتال حسینؑ کے ہاتھ ادرپاؤں باندھ کر آگ کے تابوت میں ڈالا جائے گا۔ تمام اہل جہنم کا نصف عذاب قتال حسینؑ پر ہوگا۔ کامل الزیارات میں خالد ربیع نے کب سے روایت کی ہے کہ۔

سب سے پہلے قاضی حسینؒ پر جناب ابراہیم نے لغت کی ہے پھر انہوں نے اپنی اولاد سے تادم زیست قاضی حسینؒ پر

لنت کرنے کا ہمدیا ہے۔

دوسرے نمبر پر حضرت موسیٰؑ نے خود بھی قاتل حسینؑ پر لنت کی ہے اور اپنی امت کو بھی قاتلان حسینؑ پر لنت کرنے کا حکم دیا ہے۔

تیسرے نمبر پر حضرت داؤدؑ نے قاتلان حسینؑ پر لنت کی ہے اور بنی اسرائیل کو بھی قاتلان حسینؑ پر لنت کرنے کا حکم دیا ہے۔

پھر انہیں فرمایا۔ اگر اللہ تمہیں وہ زمانہ نصیب کرے تو نصرت حسینؑ میں نفدت یا کوتاہی نہ کرنا۔ یقین رکھو حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ شہادت میں وہی مرتبہ ہو گا جو کسی نبیؑ کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے شہادت میں یہ لہے گا۔ میں اپنی چشم نبوت سے اس وقت بھی نبی زادے حسینؑ ابن فاطمہؑ کو تنہا صحرائے کربلا میں زخموں سے چوریا نی مانگتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو۔ اور مقتل مغرب زہراؑ پر کھڑے ہو کر یہ نہ کہا ہو۔ کہ اے زمین کربلا تو وہ مقدس اور مبارک مقام ہے جس کے دامن میں زہراؑ کا پاندا آرام کرے گا۔

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جناب یحییٰؑ کا قاتل ولد الزنا تھا۔ امام حسینؑ کا قاتل ولد الزنا تھا ہر معصوم کا قاتل ولد الزنا ہی ہوتا ہے۔ البتہ آسمان صرف انہی دو کی مظلومانہ شہادت پر رویا ہے۔ حسنؑ ابن زیاد کہتا ہے قبلہ آسمان کیسے روتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا۔ گریہ آسمان کی علامت یہ ہے کہ سورج خون میں ڈب کر چڑھتا ہے اور خون میں ڈوب کر ہی غروب بھی ہوتا ہے۔

کامل الزیارات میں ہے کہ امام صادقؑ سے کسی نے پوچھا۔ قبلہ فرعون جناب موسیٰؑ کا سخت ترین دشمن تھا۔ مگر بایں ہمزخون نے کبھی حضرت موسیٰؑ کو نہ قتل کی دھمکی دی تھی اور نہ ہی قتل کی کوشش کی تھی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ انبیاء اور اولیائے انبیا کو قتل صرف وہی بد نصیب کرتے ہیں جو ولد الزنا ہوتے ہیں۔ فرعون کا فر تھا۔ مشرک تھا۔ مدعی خدائی تھا لیکن ولد الزنا نہ تھا۔

معتاب الاعمال میں بجا ابن احمدؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے مکہ سے مدینہ تک امام صادقؑ کے ساتھ آنے کا اتفاق ہوا۔ ہم معمول کی راہ سے بٹ کر غیر معروف راستہ پر آ رہے تھے۔ راستہ میں ایک عسکری نامی جگر پر قیام کیا۔ دوسرے ہی دن ہم ایک پہاڑ کے قریب سے گزرے جو راستہ کے بائیں جانب تھا یہ پہاڑ بہت وحشت ناک اور سیاہ تھا۔ اسے دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ دوسرے بھی کافی لوگوں نے محسوس کیا ہے اور میں بھی محسوس کرتا ہوں کہ پہاڑ اپنی نوعیت کا پہلا پہاڑ ہے۔

کبھی کسی پہاڑ سے گزرتے ہوئے خوف یا ڈر محسوس نہیں ہوا۔ لیکن اس پہاڑ کے قریب سے گزرتے ہوئے خوف، ہراس

اور وحشت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کی سواریاں اس پہاڑ کے قریب سے گزرنے سے انکار کر دیتی ہیں۔ اور یہاں سے دور بھاگ جاتی ہیں۔

اور اس وحشت کو بھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے، ہم سنتے ہیں کہ ایک زمانہ میں یہ پہاڑ بڑا سرسبز و شاداب تھا۔ لیکن اب تو اس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ کوئی پرندہ رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں! تو نے سچ کہا ہے۔ اس پہاڑ کا نام کتب انبیاء میں مکد ہے۔ یہ پہاڑ جہنم کی دادیوں میں سے ایک دادی پر ہے۔ اگر کبھی اس کے قریب سے گزرا کرتا اللہ سے پناہ مانگ کے گزرا کر۔ اس پہاڑ میں قاتلان حسینؑ کو رکھا گیا ہے۔

اس کے نیچے آب جہنم کی نہریں اور البتہ ہوا پانی بتاتا ہے۔ آتش جہنم کے اٹھنے والے شعلوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔ نقلی۔ حطلہ۔ مقرر جمیم۔ بادید۔ خیال اور سمیر یہ جہنم کے سات طبقات ہیں اور ان میں سے جو بھی غبار اٹھتے ہیں وہ سب جمع ہو کر اس کو مکد پر پڑتے ہیں۔

میں ہمیشہ جب بھی مکہ آتا ہوں واپس اسی راہ سے آتا ہوں۔ مجھے قاتلان حسینؑ میں جلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہیں آتش جہنم میں تڑپتا دیکھ کر دل کو کچھ تسکین ہوتی ہے۔ اور میں انہیں مخاطب کر کے کہتا ہوں۔ جو کچھ تم نے لیا تھا یہ سب اسی کا پھل ہے۔ اب کھاؤ اور نہ ختم ہونے والی زندگی میں ہمیشہ کھاتے رہو۔ تم نے فریت رسول پر ترس نہیں کھایا تھا۔ اب کون تم پر ترس کھاٹے گا۔

سکونی نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ گھربو کو تر اپنے گھروں میں رکھا کر در یہ قاتلان حسینؑ پر لعنت کرتے ہیں۔

داؤد ابن فرقہ کہتا ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ کو تر منڈیر پر بیٹھا۔ اور کافی دیر تک قزقرانا رہا۔

آپ نے فرمایا۔ داؤد تیرے یہ کو تر کیا کہہ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبل اگر ہم پرندوں کی زبان سمجھ لیتے تو پھر ہم بھی حجت خدا ہوتے۔

آپ نے فرمایا۔ قاتلان حسینؑ پر لعنت کر رہا ہے۔ اپنے گھروں میں یہی کو تر رکھا کر وہ قاتلان حسینؑ پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

داؤد رقی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپ نے پانی پیا۔ میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ پھر فرمایا۔ اللہم العن قتلۃ الحسینؑ۔ پھر مجھے فرمایا۔ داؤد جو مومن بھی پانی پینے کے بعد قاتلان حسینؑ پر لعنت کرے گا اللہ اس کے نامہ اعمال سے سوگنا، مٹا دے گا۔ سونکیاں درج کر دے گا۔ اور سودرہ

بڑھا دے گا۔

بجائیں جن ابن ابوناختہ سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا تبہ کبھی کبھی خلوت میں یاد حسین آجاتی ہے۔

اگر یاد حسین آجائے تو میں کیا کہوں۔

آپ نے فرمایا: تین مرتبہ صلی اللہ علیہ یا ابا عبد اللہ۔ کہا کر۔

عیون میں ریان ابن شیب سے مروی ہے کہ امام رضا نے مجھے فرمایا: اے ابن شیب اگر جنت الفردوس میں رہنا چاہتا ہے تو قاتلان حسین پر لعنت کیا کر۔

اے ابن شیب۔ اگر انصار حسین کے ساتھ محذور ہونا چاہتا ہے تو جب بھی یاد حسین آئے کہا کر۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ابدی الناس۔

فضل نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب کبھی شطرنج یا شراب کو دیکھا کر تو زید اور زید پر لعنت کیا کر اگر تیرے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہوں گے تو اسٹ معاف فرادے گا۔

طریقی نے منتخب اور علامہ مجلسی نے بحار میں کتب الاحبار سے روایت کی ہے جب کب دور عمر میں مسلمان ہوا تو معاف اس سے آنے والے حالات پوچھنے لگے۔ اور کب بتانے لگا۔

کب نے کہا: کہہ ارض پر بہت بڑے فسادات ہو چکے ہیں اور بہت بڑے ہونے والے ہیں۔ جو ہو چکے ہیں ان میں عظیم تر ظلم قابل نے کیا تھا۔ کہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو بے گناہ شہید کر دیا۔ اور جو ہونے والے ہیں ان میں عظیم تر فساد وہ ہے جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن میں ان لفظوں سے کیا۔ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ابدی الناس۔ لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی بدولت بحروب میں فساد رونما ہو گیا ہے۔ اور یہ فساد تمہارے زمانہ کے بالکل قریب ہے۔ ممکن ہے تم میں سے کچھ افراد اس فساد کے وقت زندہ موجود ہوں۔

صحابہ کا شوق بڑھ گیا۔

انہوں نے پوچھا: بھلا یہ فساد کیسا ہو گا؟

کب نے کہا: یہ فساد قتل حسین ابن زہرا کا ہو گا۔ اس دن آسمان خون روئے گا۔ حسن دن آسمان پر سرخی چھائی ہوئی دیکھو مجھ لینا۔ فرزند زہرا شہید ہو گیا ہے۔

صحابہ نے کہا: کب اتنے بڑے بڑے انبیاء شہید ہوئے ہیں ان کی شہادت پر تو آسمان نہیں رویا۔ بھلا شہادت حسین پر آسمان کیوں خون روئے گا۔

کب نے کہا: جس نبی کو بھی شہید کیا گیا ہے وہ اپنی امت کے ہاتھوں شہید نہیں ہوا۔ اسے زمانے والوں نے شہید کیا تھا اور جو زمانے والے ہوں ان سے ہر ظلم کی توقع کی جاسکتی ہے۔ جب کہ حسین کو دن دھاڑے۔ اس کے نانا کے کلمہ گو۔ بھوکا اور پیاسا شہید کریں گے۔

قاتلان حسینؑ نہ تو سرور انبیاء کے ارشادات دیکھیں گے اور نہ نبی کریمؐ کی وصیت ان کے پیش نظر ہوگی۔ ان کی نگاہیں صرف اور صرف انتقام ہوگا۔ بھلا خود بتاؤ۔ کسی بنی کو کسی کافر کے خون کے انتقام میں کس کی امت نے شہید کیا ہے۔

جب کہ حسینؑ سے کفار و بد کے خون کا انتقام کلمہ گو لینے واسے ہوں گے جلائے کہ حسینؑ کے متعلق ارشاد باری ہے حسینؑ مٹی وانا من الحسین جس ذات کے قبضہ قدرت میں کعب کی جان ہے اس کی قسم! شہادت حسینؑ پر ملائکہ روئیں گے۔ اور تاقیامت روتے رہیں گے۔

سرزمینِ کربلا میں دفن ہو گا۔ تمام انبیاء و غمخسین میں روئیں گے۔ زیارتِ حسین کو آئیں گے۔ روزانہ سجن و ملک کربلا میں خریجِ حسین کی زیارت کو آئیں گے۔ ہر شب جمعہ نوے ہزار غرشتہ شام سے صبح تک غریب زہرا کی خریج پر رونے آئے گا۔ آسمان میں حسین کو حسینؑ مذکور کہا جائے گا اور زمین پر حسین کو حسین مقتول کہا جائے گا۔ بخدا شہادتِ حسینؑ پر سورج کو گرہن لگے گا۔ تین دن تک لوگ تاریکی میں ڈوبے رہیں گے۔ آسمان سے خون کی بارش ہوگی پہاڑ لرز جائیں گے۔ سمندروں میں طغیانی و طوفان ہو گا۔

اگر حسینؑ کے اسنے دئے چند افراد نے نہ پہچنا نہ ہوتا۔ اور اگر انہی نے حسینؑ کا انتقام اور عزاداری نہ کرنا ہوتی تو اللہ آسمان سے آگ نازل کر کے کہہ ارض کو جلا ڈالتا۔

تم حیران ہو کر میرا منہ دیکھ رہے ہو۔ حالانکہ اللہ نے قیامت تک ہونے والے واقعات جس طرح حضرت موسیٰ کو بتادیئے تھے اور انہوں نے اپنے وصی کو بتائے اور وہ سینہ بسینہ منتقل ہوتے ہوئے مجھ تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات نبی اکرمؐ کو بھی بتادیئے تھے۔ انہوں نے بھی بعض افراد کو ان تمام واقعات سے آگاہ فرمادیا تھا لیکن تم ان افراد کے قریب نہیں جاتے۔ بلکہ تمہیں جانے نہیں دیا جاتا۔

سید علی سیکسٹم پاکستان  
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

مدینہ سے روانگی

بیمارِ الہی یا بریرہ۔ تنظیمِ الزہراء۔ ہدف۔ ارشاد اور کامل الزیارات سے جو کچھ ملا ہے اس کے مطابق امام حسین کے مدینہ چھوڑنے کی تفصیل کیجیوں ہے۔

سنا کہ جب کو شام میں معاویہ کا دنیا میں آخری دن اور آخرت کا پہلا دن تھا جب معاویہ کا آخری وقت آیا تو اس نے  
یہ ذکر یہ وصیت کی۔

دیکھ کر میں نے اپنی زندگی بھر کی مشقت سے پورے عالم اسلام کو زیرِ کمر کے تیرے قدموں میں ڈال دیا ہے۔

نہ جھکنے والی گردنوں میں سے کچھ کو زہر سے کچھ کو تلوار سے ختم کر دیا ہے۔ کچھ کو خوف سے، کچھ کو لاپرواہی سے خاموش کر دیا ہے اور بچے والوں کو خرید لیا ہے۔ جو زندہ ہیں اور ہمیں نہیں چاہتے ان میں سے اتنی سکت ہی نہیں چھوڑی کہ وہ زبان تک ملا سکیں۔ پوری اسلامی مملکت کا بلا شرکت غیرے تو تھا حکمران ہے۔ اس سلسلہ میں اگر مجھے کسی سے خطرہ ہے تو وہ صرف تین آدمی ہیں جو اگر لوگوں کو اکٹھا کرنا چاہیں تو لوگ ان کے گرد جمع ہونے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

ایک عبد اللہ ابن عمرؓ ہے۔ اس سے تجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تیرا ساتھ دے گا۔ دوسرا عبد اللہ ابن زبیرؓ ہے۔ یہ شخص شیر کی طرح بہادر اور لوطی کی طرح مکار ہے۔ موقع ملنے پر شیر کی طرح حملہ کرے گا۔ اور دیسے لوطی کی طرح دھوکا دے گا۔ اس پر جب بھی موقع ملے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا ایک منٹ کی محنت نہ دینا تیرا حقیقتاً ابن علیؓ ہے۔ اس کی رگوں میں علی کا خون ہے۔ اور اس کے خون میں لعاب رسول اور شیر رسول شامل ہے۔ میں نے اپنی سیاست سے اسے خاموش کیے رکھا۔ لیکن میرے بعد اس کا خاموش رہنا مشکل ہے تیری راہ کا یہ بہت بڑا پتھر ہے۔ سرورِ انبیاء کا نواسہ بھی ہے اور از روئے قرآن بیٹا بھی ہے۔ ان کے اثرات ناقابل انکار ہیں۔ اسے اپنی راہ ٹھٹھانے میں جلد بازی نہ کرنا۔ ابھی لوگوں کے دلوں میں نبی اکرمؐ سے عقیدت اور محبت باقی ہے۔

اہل عراق اگر روزِ گور زبد نے کا مطالبہ کریں تو پورا کیے رکھنا۔ اگر حسینؑ کو تیرے سامنے آنے پر کسی نے آمادہ کیا تو وہ صرف اہل عراق ہوں گے۔ اگر چہ میں نے اپنے طور پر کوفہ اور بصرہ میں کوئی شیخہ زندہ نہیں چھوڑا۔ لیکن پھر بھی تیرے اعمال کو بہانہ بنا کر لوگوں کو تیری مخالفت اور حسینؑ کی حمایت پر آمادہ ہی کرنا آسان ہو گا۔

اس کے بعد معاویہؓ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ہمیشہ کے لیے اپنے دائمی مقام کی طرف منتقل ہو گیا۔ یزیدؓ نے حاکم مدینہ ولید ابن عتبہؓ کو خط لکھا۔ کہ باہوم تمام اہل مدینہ سے اور باخصوص عبد اللہ ابن عمرؓ عبد اللہ ابن زبیرؓ اور حسینؑ ابن علیؓ سے میری بیعت لے۔

رات کا کافی وقت گزر چکا تھا۔ جب ولیدؓ کا قاصد امام حسینؑ کو بلانے آیا۔ امام حسینؑ مسجد نبویؐ میں مصروفِ عبادت تھے۔ عبد اللہ ابن زبیرؓ بھی مسجد ہی میں بیٹھا تھا۔ جب قاصد نے آکر ولیدؓ کا پیغام دیا تو دونوں نے کہا تو چل ہم آ رہے ہیں۔ جب قاصد واپس چلا گیا تو عبد اللہ ابن زبیرؓ نے پوچھا۔

سبیلِ سیکندر  
حیدر آباد، سندھ، پاکستان

رات کے اس وقت ہمیں کیوں بلایا گیا ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا۔ معاویہؓ مر گیا ہو گا۔ یزیدؓ تخت نشین ہوا ہو گا۔ اور یزیدؓ کی بیعت لینے کی خاطر ہی ہمیں بھی بلایا جا رہا ہو گا۔



عبداللہ نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر میں نہیں آؤں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں چونکہ وعدہ کر چکا ہوں اس لیے میں توہر صورت جاؤں گا۔

عبداللہ ابن زبیر اسی وقت اٹھ کر گیا۔ ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر بیٹھ کر مکہ کی راہ لی۔

امام حسینؑ گھر تشریف لائے۔ بنی ہاشم کو جمع کیا۔ اور انہیں بتایا کہ ولید نے اس وقت بلایا ہے۔ اور شاید مجھ سے یزید کی بیعت لینا چاہتا ہے۔ جب کہ میں یزید کی بیعت پر آمادہ نہیں ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ دروازہ پر باہر رک جانا۔ اندر میں تنہا جاؤں گا اگر وہاں کسی نے شرارت کی تو میں بکسر کہوں گا تم اندر آ جانا۔ اگر خاموشی سے گفتگو ہو گئی تو میں بھی واپس آ جاؤں گا۔

ان ہاشمی جوانوں نے خنجر کمر سے لٹکائے اور آپ کے ساتھ چسے گئے۔ جب دربار میں پہنچے تو تمام ہاشمی نوجوان دروازہ پر رک گئے۔ امام حسینؑ تنہا اندر گئے۔ ولید نے اٹھ کر استقبال کیا۔ پھر موت معاویہ کی اطلاع دی۔ اور یزید کا خط آپ کے سامنے رکھ دیا۔

آپ نے خط کو پڑھ کر فرمایا۔

ولید پہلی بات تو یہ ہے کہ۔ میں اہل بیت نبوت اور معدن رسالت سے ہوں۔ یزید ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے۔ میرے جیسا شخص یزید جیسے کی بیعت کیسے کر سکتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میری رات کی تاریکی میں بیعت کو تو جی تو پسند نہ کرے گا۔

ولید نے کہا۔ یہ تو درست ہے۔ میری خواہش ہوگی کہ آپ دربار میں لوگوں کے سامنے بیعت کریں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ پھر ٹھیک ہے صبح ہو لینے دو دیکھیں گے۔

ولید نے کہا۔ جیسے آپ کی مرضی۔

امام حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے مروان جو خاموش بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

ولید اگر حسینؑ اس وقت بیعت نہیں کرتا تو اسے اپنے پاس نظر بند کرے۔ صبح بیعت کے بعد گھر جانے کی اجازت بھی دے دیتا۔

اگر بصورت آزادی حسینؑ اب گھر چلا گیا تو پھر کبھی تم لوگ حسینؑ سے بیعت نہ لے سکو گے۔ بہت سی خونریزی کے بعد بھی یہ بیعت ناممکن ہو جائے گی۔

اگر تیری جگہ میں ہوتا تو اسی وقت بیعت یا سر الیک فیصلہ کرتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بابن الزرقاء انت تفتلنی ام ہو۔ اسے نیلی آنکھوں والی ماں کے بیٹے مجھے تو قتل کرے گا یا یہ!

یہ کہہ کر آپ اٹھے۔ مروان نے تلوار نکال لی۔ اور ولید سے کہا۔ اپنے جلاو کو حکم دے کہ اسے ابھی اور یہیں

قتل کر دے۔

امام حسینؑ نے صدائے تکبیر بلند کی دروازے پر کھڑے ہوئے انہیں ہاشمی خنجر بکف اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے جب اندر داخل ہوئے تو مروان کے ہوش اڑ گئے بسب سے آگے جناب عباسؓ تھے۔

آپؑ تمام کو لے کر واپس آئے مروان نے ولید سے کہا: دیکھا تو نے میری بات نہیں مانی اب یہ بیعت کتنی خونریزی لے گی اس کا اندازہ کیجئے نہیں۔

ولید نے کہا: مروان تو بھی سچ کہتا ہے۔ لیکن کیا میں فرزند رسولؐ کو صرف اس لیے قتل کروا دیتا کہ اس نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے۔ اگر مجھے پوری دنیا کی حکومت دی جائے اور اس کے عوض مجھ سے سر حسینؑ کا مطالبہ کیا جائے تو میں دنیا کی حکومت کو ٹھکرا دوں گا۔ لیکن فرزند زہراؑ کو قتل نہیں کروں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص پوری دنیا کے گناہ لے کر جائے اور اس کے مقابلہ میں ایک شخص صرف قتل حسینؑ کا جرم لے کر جائے۔ تو قاتل حسینؑ کے جرم کا وزن پوری دنیا کے گناہوں کے وزن سے زیادہ ہوگا۔

مروان نے کہا: اگر یہ بات تھی تو پھر تو نے درست کیا ہے۔

دوسری صبح امام حسینؑ گھر سے باہر آئے تاکہ حالات معلوم ہوں مروان سے ملاقات ہو گئی مروان نے کہا: حسین یزید کی بیعت کر لے۔ دین و دنیا ہر دو اعتبار سے بہتر ہوگا۔

امام حسینؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: مروان میں اس اسلام کو سلام کرتا ہوں۔ جس کا نگران یزید ہو۔

بھلا کیا تو اسی دین کی بات کر رہا ہے جو نبی خدا محمدؐ لائے ہیں یا اور کسی دین کی؟

مروان نے کہا: اور کونسا دین ہوگا۔ وہی دین جو آپؐ کا نانا لایا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے میرے نانا نبی کا یہ فرمان سنا ہے۔ ان الخلافہ۔ محمد علی آل ابی سفیان۔ خلافت آل ابی سفیان کے لیے حرام ہے۔

مروان یہ سنکر غصہ سے پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

۷ ہر جب سنت چکی رات امام حسینؑ منرار رسولؐ پر آئے منرار رسولؐ کو گلے لگایا اور عرض کیا۔

نانا میں آپؑ کا حسین ہوں میں آپؑ کا سبط ہوں میں آپؑ کے نخت دل زہراؑ کا جگر گوشہ ہوں۔ نانا۔ آپؑ کی امت مجھ سے آپؑ کا جوار چھیننا چاہتی ہے۔ آپؑ گواہ رہیں۔

پھر آپؑ مصروف عبادت ہو گئے۔

ساری رات منرار رسولؐ کے پہلو میں بیٹھ کر عبادت میں گزار دی۔ صبح کو واپس گھر تشریف لائے۔ دن گھر میں گزارا۔

تانیہ زہراؑ کے ساتھ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

۲۸ رجب ۶۰ھ کی رات پھر روضہ رسول پر آئے۔ روضہ رسول کو گلے لگا کر پہلے نانا کی امت کا شکوہ کیا۔ پھر عرض کیا۔

اے اللہ! تجھے معلوم ہے حالات میرے بابا اور بھائی کے وقت سے کتنے بدل چکے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ نانا میری ماں میرے بابا اور میرے بھائی کے روضہ پر وہ قاتلوں سے پردہ اٹھایا جائے۔ اس خوابیدہ امت محمدیؑ کی آنکھیں کھولی جائیں۔ انہیں غلاب خرگوش سے بیدار کیا جائے تو بہتر جانتا ہے کہ اگر اب یہ کام نہ ہوا تو پھر قیامت تک کبھی نہ ہو سکے گا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی محنت و اقیامت تاریکی کی گردیں دب کر رہ جائے گی۔ اس وقت امیرالمعروف اور نبی عن المنکر کے علاوہ تیری توحید اور میرے نانا کی تجدید تبلیغ کی جتنی ضرورت ہے اس سے تو آگاہ ہے۔ اگر یہ کام میرے حصہ میں ہے تو مجھے تو ہی صراحت سے بتاتا کہ میں اسے انجام دینے کی فکر کروں۔ تو ہی موافق اور علام الغیوب ہے۔ آپ نے تمام رات مزار رسول کو گلے لگا کر گزاری۔ طلوع صبح کے قریب اسی حالت میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔

آپ نے عالمِ نبیؐ دیکھا کہ نبی کو نبین مزار سے باہر آگئے۔ انہوں نے آپ کو سینہ سے لگایا۔ پہلے منہ چومنا پھر گلے کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ حسین بیٹے! نہیں۔ میں تو بچنے میں بھی تیرا گریہ برداشت نہ کر سکتا تھا اب مجھ سے تیری آنکھوں میں آنسو کیسے دیکھے جائیں گے۔

میرے پیارے تیرے لیے اللہ نے جنت میں جس جگہ کا انتخاب کیا ہے وہ تیری ہی ملکیت ہے خواہ تو اب آجائے یا شہید ہو کر آئے۔ لیکن بیٹے جیسا کہ تجھے معلوم ہے میری تین برس کی محبت تیرے بابا کی پچیس برس کی کوشش اور تیرے بھائی کی دس برس کی تبلیغ اسی وقت کا میاب ہو گی جب تو اس موتی ہوئی میری فاضل امت کو جگائے گا۔ حسین بیٹے زمین کو بلا خاک شفاف بننے کی خاطر تیری منتظر ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں تو کر بلا میں پانی مانگ رہا ہے۔ تیرے بچے پیاس سے بک رہے ہیں۔ لیکن جواب میں میری امت تجھے تیرا درتواریں پیش کر رہی ہے۔

میرے بچے اللہ تمہارے ظالموں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے گا۔ تیری ماں۔ تیرا باپ۔ تیرا بھائی جنت میں تیرے منتظر ہیں۔

آپ بیدار ہوئے۔ انا اللہ والیہ را جھون پڑھا۔ نماز صبح سے فارغ ہوئے۔ گھر تشریف لائے تمام بنی ہاشم کو جمع کیا اور انہیں خواب سنایا۔

بنی ہاشم کے ہر گھر میں صف قائم کئے گئے۔

آپ سے محمد حنیف نے عرض کیا۔ آپ میرے بھائی بھی ہیں اور واجب الطاعت امام بھی ہیں۔ میں اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کو کوئی مشورہ دوں۔ صرف دل میں ایک خواہش ہے اگر اجازت دیں تو پوری کر لوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ بھیا ہر خواہش پوری کر لو۔

جناب محمد نے عرض کیا۔ آپ ایسا کریں پسے کہ تشریف لے جائیں۔ اللہ کا گھر ہے آپ ہر قسم کے ہر خطرہ سے باہر رہیں گے۔ اگر خدا نخواستہ وہاں کوئی خطرہ پیش آجائے تو آپ یمن چلے جائیں وہاں مہمان اہل بیت کی کمی نہیں ہے۔ اگر یمن میں بھی امن نہ رہے تو آپ صحراؤں میں چلے جائیں۔

امام حسین نے فرمایا۔ بھیا! آپ بیمار ہیں۔ آپ تو یمن مدینہ میں قیام فرمائیں۔ میں آپ کو مختصر سی بات بتا دوں کہ میں کسی قیمت پر یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ اور یزید کسی قیمت پر بیعت کے بغیر کرام سے نہ بیٹھے گا۔ اگر میں کسی پہاڑ کی غار میں بھی جا کر چھپ جاؤں تو وہ میری اس خاموشی کو بھی برداشت نہیں کرے گا۔ اور بنی امیہ مجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے اب وقت ہے کہ میں اپنی قربانی دے کر توحید و رسالت کے علاوہ نانا۔ ماں۔ بابا۔ اور بھائی کے تاتلوں کو بے نقاب کروں فی الحال تو میں کہہ ہی جا رہا ہوں۔ پھر دیکھیں گے کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے قلم دوات اور کاغذ منگوا کر وصیت لکھی۔ محمد حنیف کے سپرد کی۔

وصیت یہ ہے۔

یہ وہ وصیت ہے جو حسین ابن علیؑ وناطمہ نے مدینہ سے روانگی کے وقت محمد ابن حنیف اپنے بھائی سے کی ہے۔ میں توحید خدا کی گواہی دیتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول اور خاتم الانبیاء ہے۔ جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لائے دین حق ہے۔ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے۔ قیامت حق ہے۔ اللہ قبروں میں سے ہر ایک کو اٹھا کر حساب و کتاب کے لیے محشور کرے گا۔ میں کسی تخریب کاری کی غرض سے مدینہ نہیں چھوڑ رہا۔ نہ میں کسی فتنہ و فساد کے ارادہ سے مدینہ سے باہر جا رہا ہوں میرا مقصد صرف اور صرف اصلاح امت ہے۔ توحید و رسالت کا تحفظ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میرا نصب العین ہے میں اپنے نانا۔ بابا اور بھائی کے نقش قدم پر چل کر زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ اگر لوگوں نے میری حق بات کو قبول کر لیا۔ تو فہم اور نہ ہر مصیبت اور دکھ میں صبر کروں گا اللہ میرے اور نانا کی امت کے مابین بہترین ثالث ہے وہی فیصلہ فرمائے گا۔

یہ وصیت لکھ کر آپ نے سر بھر کی اور جناب محمد کے سپرد کی۔ اور اعلان کو چھ کر دیا۔ جب ام المؤمنین ام سلمہ نے سنا تو آپ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔

آپ تشریف لائے۔ بی بی نے فرمایا۔ بیٹے اور جس طرف بھی چاہو جاؤ لیکن عراق نہ جانا میں نے جس وقت سے سنا ہے آپ جا رہے اسی وقت سے میرے دل میں بول اٹھ رہے ہیں اور آپ کے نانا کی ایک بات یاد آ رہی ہے عراق میں کہ بلانامی ایک علاقہ ہے بنی اکرم فرمایا کرتے تھے میرا حسین کہلا میں بے یار و مددگار شہید ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ نانی! ماں!

میں اس مقام کو بھی جانتا ہوں جہاں مجھے دفن ہونا ہے۔

میں ان افراد کے نام بھی جانتا ہوں جو میرے ساتھ شہید ہوں گے۔

میں اپنے قاتل اور اس کے نام کو بھی جانتا ہوں۔

اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اپنا مدفن اور اپنی مقلد دکھا دوں۔ آپ نے اشارہ انگشت کیا۔ زمین کر بلا بلند ہو گئی۔ درمیانی فاصلہ سمٹ گیا۔ اب آپ نے انگلی کے اشارہ سے ایک ایک جگہ بتانا شروع کی۔ ہمارے یہاں خیام ہوں گے یہاں عباس کا ایک بازو قلم ہو گا۔ یہاں دوسرا بازو قلم ہو گا۔ یہاں شہید ہونے والے زمین سے زمین پر آئے گا۔ پھر آپ نے مٹھی میں خاک کر بلا اٹھائی اور جناب ام المومنین ام سلمہ کو دے کر عرض کیا۔

اے اس خاک کے ساتھ ملا دیں جو نانا نے آپ کو دی تھی۔ جس دن یہ مٹی خون بن جائے سمجھ لینا آپ کا حسین شہید ہو گیا ہے۔

۲۹ رجب شدہ کی رات ہو چکی تھی۔ آپ روزہ رسول پر آئے۔ کافی دیر تک مزار رسول کو گلے لگا کر الوداع کرتا رہے پھر مزار نہر پر آئے۔

آخر میں مزار امام حسن پر آئے ہر ایک سے الوداع کیا۔

ادھر ثنائیہ نہر پر آئے بھی ہاشمی مستورات کے حلقہ میں ایک ایک مزار سے الوداع کہی۔ اور رات کی تاریکی میں مدینہ کو الوداع کہہ کر عازم مکہ ہوئے۔

پورے مدینہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ مورخین کے بقول شہادت رسول عالمین کے دن اور دعا گئی فرزند نہر ام کے دن مدینہ میں جتنا گریہ و ماتم ہوا نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ پھر کبھی ہو گا۔

## مدینہ سے مکہ میں :

ارشاد ادرہ ہمارے مطابق۔ آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ کی عمومی راہ پر روانہ ہوئے آپ کے بعض ساتھیوں نے یہ مشورہ دیا کہ ابن زبیر کی طرح ہمیں بھی خفیہ راستہ سے چلنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ولید ہماری تلاش میں ہی فوج بھیج دے۔

آپ نے فرمایا۔ میں ہرگز نہ کسی خفیہ جگہ قیام کروں گا اور نہ ہی کسی خفیہ راستہ سے چلوں گا۔ میرا نصب العین صرف اپنے قاتلوں کو بے نقاب کرنا نہیں میرا مقصد تمام اہل بیت کے قاتلوں کو بے نقاب کرنا ہے۔

راستہ میں آپ کے پاس ملائکہ کی فوج آئی اور انہوں نے عرض کیا۔ فرزند رسول! اس وقت آپ۔ نانا۔ بابا اور بھائی کے بعد کہہ راض پر حجت خدا ہیں اللہ نے جس طرح کئی مقامات پر آپ کے نانا کی ہمارے ذریعہ امداد فرمائی تھی اسی طرح اللہ نے ہمیں آپ کی نصرت کی اجازت دی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہاں نہیں۔ کر بلا میں یوم عاشور آ جانا۔ اگر میں نے ضرورت محسوس کی تو تم سے مددے لوں گا۔

ملائکہ نے عرض کیا حضور! ہمیں آپ کی اطاعت کا حکم ہے۔ جیسے ارشاد ہو ہم حاضر ہیں۔ اگر راستہ میں کوئی خطرہ ہو تو ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے معلوم ہے یہ لوگ اور کسی بھی جگہ مجھ پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔

ایک دن جنات کا شکر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

حضور! آپ واپس مدینہ تشریف لے جائیں۔ آرام سے گھر بیٹھیں ہم آپ کے دشمنوں کو ان کے گھروں میں ایک ایک کر کے اپنے انجام کو پہنچا دیں گے۔

آپ نے فرمایا۔

کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ اِنَّمَا تَكُونُوا يَدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ۔ جہاں بھی رہو موت تمہیں اگر رہے گی پھر ارشاد رب العزت ہے۔ لِمَ ذَٰلِكَ الَّذِينَ كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلَ اِلٰى مَضٰجِعِهِمْ جَنِّ كِى شَٰهَادَتِ جَہَاں ہے وہ اپنی مقتل کی طرف خود چل کر آتے ہیں۔

اگر آپ میرے دشمنوں کو ان کے گھروں میں مار دیں۔ تو بعد میں آنے والی نسوں کو کیسے پتہ چلے گا حق پر کون تھا اور باطل پر کون تھا۔

اس خواب غفلت میں غمور امت کو کیسے پتہ چلے گا کہ سلطان الانبیاء کو کس نے اور کب شہید کیا۔

انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ دختر رسول کے قاتل کون ہیں؟

انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ امیر المومنین کے اصل قاتل کون خارجی تھے۔

انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ سید شباب اہل الجنۃ حسن ابن علیؑ کے قاتل کون ہیں؟

اللہ نے کربلا کو میرے لیے اسی دن سے منتخب کر لیا تھا جس دن زمین کو بچایا آدم سے لے کر عیسیٰؑ تک ہر نبی نے میری مقتل کی زیارت کی ہے۔

میرا دفن میرے شیعوں کا مرکز ہو گا۔

وہاں ہمارے شیعوں کی دعائیں قبول ہوں گی۔

میرا دفن دنیا اور آخرت میں ہمارے شیعوں کے لیے جائے امن ہو گی۔

یوم عاشورہ کربلا میں آجانا۔ اگر مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو تم سے مدد لے لوں گا۔

سردار جنات نے عرض کیا۔

تبد اگر آپ کی اطاعت فرض نہ ہوتی تو ہم ضرور آپ کی مخالفت کر کے آپ کے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالتے لیکن مجبوری ہے۔ جیسے آپ ارشاد فرمائیں ہمارے سر تسلیم خم ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جیسی موت تم مارنا چاہتے ہو۔ اگر میں چاہوں تو اس سے بھی زیادہ برتاؤ دے دوں لیکن مصلحت الہیہ

اسی میں ہے کہ زندہ رہنے والے بالیقین ہو کر زندہ رہیں اور مرنے والے بالیقین ہو کر مریں۔

شب جمعہ ۳ شعبان ۶۱ھ آپ پانچویں دن مدینہ سے مکہ میں پہنچے۔ اہالیان مکہ اور حج پر آنے والے اطراف و نواح سے لوگ جیسے جیسے سنتے گئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے گئے۔ ہر دوسرے دن عبد اللہ ابن زبیر بھی آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ کا مکہ میں قیام سب سے زیادہ عبد اللہ ابن زبیر کے لیے بوجھ تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ فرزند رسول کی موجودگی میں میری بیعت کوئی بھی نہ کرے گا۔

### اہل کوفہ کے خطوط :

جب اہل کوفہ کو پتہ چلا کہ معاویہ مر گیا ہے اور فرزند رسول حسینؑ نے بیت یزید سے انکار کر دیا ہے اور مدینہ چھوڑ کر مکہ آگئے ہیں۔ تو سلیمان ابن مردخوائی کے گھر جمع ہوئے اور ابی صالح مشورہ کیا۔ طے یہ پایا کہ فرزند رسول کو کوفہ آنے کی دعوت دی جائے۔

سلیمان ابن مردخوائی نے کھڑے ہو کر کہا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ معاویہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے اور یزید تخت حکومت پر بیٹھ گیا ہے۔ اور یہ بھی سن چکے ہو کہ فرزند رسول نے بیت یزید سے انکار کر کے مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں ٹھکانا لیا ہے۔ میں کافی دیر سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ تم فرزند رسول کو کوفہ میں بلانا چاہتے ہو۔ نہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس وقت کوفہ میں شعیبان علی بن ابی ذر نے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اکثریت شہید ہو چکی ہے اور کچھ پس دیوار زندان موت کے منتظر ہیں۔ تم لوگ صرف یزید سے نفرت کی بنا پر یہ سوچ رہے کہ فرزند رسول کو دعوت دی جائے۔ اپنی حیثیت کو دیکھ لو۔ اگر تو اس کی مدد کر سکو تو انہیں دعوت دو۔ اور اگر وہ آجائیں اور تم خوف یا لالچ میں آکر اسے تنہا چھوڑ دو تو پھر وہ جہاں ہیں ٹھیک ہیں۔ اور نہ انہیں بلاؤ اور نہ رسوائی لو۔

سب نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔ جب بلائیں گے تو پھر ہر لحاظ سے ان کا ساتھ دیں گے۔

سلیمان نے کہا۔ میں یہ صرف اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے آج بالکل نئے چہرے نظر آ رہے ہیں جو لوگ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے ساتھ مخلص ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک فرد بھی مجھے نظر نہیں آ رہا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں۔ تو تم میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہوں یا پھر گھروں میں دہک کے بیٹھے رہے ہوں۔

سب نے کہا۔ وہ اور وقت تھا۔ اب بھلا یزید کی بیعت کیسے کی جاسکتی ہے۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد آپ کو دعوت دینے کا فیصلہ ہو گیا۔

اور پہلا خط جو لکھا گیا وہ یہ تھا۔

اللہ کی حمد ہے کہ اسی نے آپ کے جابر دشمن کو اپنے پاس بلایا ہے۔ وہ جابر جس نے امت محمدیہ کے ہر نیک کو تشدید کیا تھا۔ اور ہر برے کو مقرب بارگاہ بنایا تھا۔ مال خدا کو اپنی جاگیر سمجھ کر رکھا تھا۔ اس وقت ہم بلا امام ہیں ہمارا کوئی راہنما نہیں۔ ہم نے یزید کی بیت نہیں کی۔ اگر ہمیں ہلکی طرف سے یقین ہو جائے تو ہم عامل یزید نعمان ابن بشیر کو نکال باہر کریں گے۔

یہ خط عبداللہ ابن مسیح ہمدانی اور عبداللہ ابن دال کو دے کر روانہ کیا۔ یہ پہلا خط امام حسینؑ کو مکہ میں دس ماہ و رمضان کو موصول ہوا۔ اس کے بعد خطوط کا سلسلہ شروع ہو گیا عبداللہ ابن مسیح کی رواجی کے دودن بعد ایک سو بیچاس خط تھیں ابن مسیح کی بیوی۔ عبدالرحمن ابن شداد ارجی۔ اور عمارہ ابن عبدالملک کو دے کر بھیجا گیا۔ یہ سلسلہ شروع رہا۔ ایک ایک دن میں چھ چھ سو خطوط بھی آپ کو موصول ہوئے۔

وفد ثبث ابن ربیعہ۔ جابر ابن البربر یزید ابن حارث۔ عروہ ابن قیس۔ عمرو ابن جراح زبیدی اور محمد ابن عمر تیمی پر مشتمل تھا مجموعی طور پر بارہ ہزار خط پہنچ گئے آخری وفد ہانی ابن ہانی اور سعید ابن عبداللہ حنفی کا تھا۔ آپ نے ان تمام خطوط کو سنبھال کر رکھنے کا حکم دیا۔

اور اہل کوفہ کو اس مضمون پر مشتمل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین ابن علی کی طرف سے مومن اشراف کوفہ کے نام آپ کی طرف سے میرے پاس آنے والوں میں سے ہانی اور سعید آپ کے آخری نامہ بر ہیں۔ جو کچھ تم نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم بلا امام ہیں۔ آپ تشریف لے آئیں۔ ہم آپ کے منتظر ہیں۔ اگر آپ نہ آئے تو یوم حشر ہمارے اعمال کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ ہم نے تمام حجت کر دیا ہے۔

چونکہ تم لوگوں نے تمام حجت کی بات کی ہے اسی لیے اللہ کی طرف سے مجھے پروا جب ہو جاتا ہے کہ تمہاری دعوت کو قبول کروں۔ میں ہمیشہ جیتی کے بطور اپنا بھائی۔ اپنا چچا زاد۔ اور اپنا معتمد خاص اپنے اہل بیت سے مسلم ابن عقیل تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اگر مسلم نے مجھے لکھا کہ جو کچھ تم نے لکھا تھا تم اس پر قائم ہو تو میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

والسلام

جناب مسلم کوفہ میں!

ارشاد اور بخار کے مطابق :-

امام حسینؑ کے حکم سے جناب مسلم تیس ابن مضر اور عمارہ ابن عبداللہ کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ آئے۔



بہن افراد سے ملتا تھا۔ انہیں ملے بنی قیس سے دور اہٹالیے اور کو فہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ پوشیدہ راہ پر سفر کرنا تھا۔ اس لیے عام راستہ سے ہٹ کر سفر شروع کیا۔ دونوں راہنما راستہ بھٹک گئے۔ موسم گرمی کا تھا۔ پیاس کی شدت سے دونوں جاں بلب ہو گئے اور مرتے مرتے انہوں نے جناب مسلم کو ایک جانب سفر جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔ جناب مسلم بڑی مشکل سے مقام ضیق پر پہنچے۔

آپ نے تیس ابنِ مصر کو خط دے کر ایک مرتبہ پھر مکہ واپس بھیجا۔ امام حسینؑ کو لکھا۔ آپ کے حکم کے مطابق میں مدینہ سے کوفہ کی طرف دو راہنماؤں کی راہنمائی میں جا رہا تھا۔ راہنما راستہ بھٹک کر دم توڑ گئے۔ ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے یرکاوٹ اس بات کا اشارہ ہو کہ میں کوفہ نہ جاؤں۔ جواب آنے تک میں مقامِ فصیق پر مقیم ہوں۔ جیسے حکم ہو گا۔ ویسے میں عمل کروں گا۔

جب تیس نے مکہ پہنچ کر امام حسین کو خط دیا۔ تو آپ نے جواب میں لکھا۔ پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ کا نام  
ہے کہ سفر جاری رکھو۔

جناب پہنچے کے بعد جناب مسلم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ کوثر پہنچ گئے۔ مختار کے گھر قیام کیا۔ یہی وہ گھر ہے۔ جو  
 اس وقت مسلم ابن مسیب کے گھر کے نام سے معروف تھا۔  
 اہل کوثر آنے لگے۔ جناب مسلم بیعت لینے لگے۔  
 جب اٹھارہ ہزار افراد بیعت کر چکے۔ تو جناب مسلم نے امام حسینؑ کو کوثر آنے کے لیے لکھا اور تمام حالات سے  
 بھی آگاہ کیا۔

شیعیان معاویہ کی نیرید کو اطلاع :

جب نعمان ابن بشیر گورنر کوفہ کو جناب مسلم کی آمد اور لوگوں کے بیعت کرنے کا علم ہوا تو اس نے فوراً اہل کوفہ کو خطبہ دیا۔  
دیکھو اختلاف کی کوشش نہ کرو۔ میں جنگ کی ابتداء نہ کروں گا۔ جو مجھ سے برسرِ پیکار نہ ہو گا۔ میں اسے کچھ بھی نہ کہوں گا۔

اگر تم نے تلوار اٹھائی تو پھر مجھے بھی مجبوراً طاقت استعمال کرنا پڑے گی۔  
عبداللہ ابن مسلم ابن ربیعہ حضری نے اٹھ کر کہا۔

گورنر صاحب آپ کی پالیسی درست نہیں ہے۔ اس طرح تو کام خراب ہو جائے گا اور عزت برباد ہو جائے گی۔  
نعمان نے جواب دیا۔ اطاعت خدا میں کمزوری کو میں اللہ کی نافرمانی کی طاقت سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور معصیت خالق  
میں عزت کو اطاعت الہی میں ذلت سے بدتر سمجھتا ہوں۔

یہ کہہ کر نعمان مبر سے نیچے آگیا۔  
عبد اللہ ابن مسلم فوراً گھر آیا۔  
اور یزید کو خط لکھا۔

مسلم ابن عقیل کو فہم میں آچکا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد نے کوفہ میں کوئی بھی شیعہ علیؑ نہیں چھوڑا تھا۔ لیکن اب وہ تمام افراد جن سے تیرے والد نے علیؑ اور حسنؑ کے خلاف کام لیا تھا۔ آل محمد کی جھولی میں گر رہے ہیں۔ تمام شیعہ بن معاویہ مسلم کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ یوں ہی رہا تو چند دنوں میں کوفہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ نعمان انتہائی کمزور آدمی ہے۔ اگر کوفہ کی ضرورت ہے تو کسی اور مضبوط آدمی کو بھیج۔

دوسرا خط عمارہ ابن عقبہ نے اور تیسرا خط عمر ابن سعد نے لکھا۔ جب یزید کو یہ خطوط موصول ہوئے تو اس نے معاویہ کے غلام خاص یہودی المسکہ سرجون سے مشورہ کیا۔

چونکہ یزید کی ابن زیاد سے ان بن تھی۔ اس لیے سرجون نے براہ راست ابن زیاد کا نام لینے کی بجائے معاویہ کے حوالے سے یوں بات کی۔

اگر آج معاویہ زندہ ہوتا اور وہ تجھے اس وقت کوئی مشورہ دیتا تو اس کا مشورہ قبول کر لیتا۔  
یزید نے کہا۔ یقیناً قبول کر لیتا۔

سرجون نے کہا۔ معاویہ کو پہلے سے اہل کوفہ کے متعلق کچھ شبہات تھے کہ وہاں نعمان کی گرفت ڈھیلی ہے۔ اس لیے اس نے مرنے سے صرف دو دن پہلے ابن زیاد کے نام بصرہ کے ساتھ کوفہ کی گورنری کا حکم بھی لکھ دیا تھا۔ لیکن شدت مرض کی بدولت وہ یہ حکم بھیج نہ سکا۔ یہ دیکھ کر یہ حکم نامہ لکھا ہوا ہے۔ اس پر ہنر بھی ثابت ہے۔ تو اس ہنر کے ساتھ ہی اپنی مہر بھی لگا دے۔

اور یہی حکم نامہ ابن زیاد کو بھیج دے۔ نعمان کو معزول کر دے۔ ابن زیاد کوفہ کو کنٹرول کرے گا۔

یزید نے سرجون سے کہا۔ ٹھیک ہے تو اسی وقت یہ حکم نامہ بصرہ بھیجنے کا انتظام بھی کر۔ اور ساتھ ہی ایک خط بھی لکھ دے۔

سرجون نے مسلم ابن عمرو باہلی کو بلایا۔ اور اسے معاویہ کے حکم نامہ کے ساتھ حسب ذیل مضمون کا خط دیا۔ اور اسے بصرہ بھیج دیا۔

یزید ابن معاویہ کی طرف سے گورنر بصرہ ابن زیاد کی طرف۔ بصرہ سے ہمارے مخلص شیعوں کی اطلاع کے مطابق مسلم ابن عقیل حسین ابن علیؑ کی نمائندگی کے لیے کوفہ پہنچ چکا ہے۔ اور ہمارے سادہ لوح شیعوں کو درغلا کر حسینؑ کے لیے بیعت لے رہا ہے۔ اس حکم کے پہنچنے ہی تو کوفہ روانہ ہو جاتا۔ اور مسلم

کو گرفتار کر کے قتل کر دے۔ یا قید کر دے یا کوفہ سے نکال دیں۔ اور یہ سب ہی تیری صواب دید پر ہے  
مسلم ابن عمر وہابی یہ خط لے کر بصرہ روانہ ہوا۔ جو نہی بصرہ پہنچا۔ ابن زیاد نے فوراً تیاری کا حکم دیا۔ اپنے بھائی  
عثمان ابن زیاد کو بصرہ میں نائب بنایا اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

## امام حسینؑ کی طرف سے اہل بصرہ کو خط :-

جناب مسلم کو کوفہ روانہ کرنے کے بعد امام حسینؑ نے اشراف بصرہ کے نام خط لکھا۔ مومنین کو جن افراد کے نام معلوم ہو سکے  
ہیں وہ یہ دو ہیں۔

بنی نضل سے یزید ابن مسعود اور بنی عید سے منذر ابن جبارود۔

آپ نے اہل بصرہ کے یہ خطوط اپنے غلام سلیمان جس کی کنیت ابو زین تھی کو دے کر بصرہ روانہ کیا۔ ابو زین نے  
پہلے یزید ابن مسعود نشئی کو خط پہنچایا بعد میں منذر ابن جبارود کے پاس خط لایا۔

چونکہ منذر ابن زیاد کا سہم تھا۔ اور اس کے مظالم سے خائف رہتا تھا اس لیے منذر نے اس خیال سے کہ ممکن ہے  
یہ شخص ابن زیاد ہی کا جاسوس ہو۔ ابو زین اور خط دونوں کو ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد نے خط پڑھ کر بھاڑ دیا  
اور ابو زین کے قتل کا حکم دے دیا۔

اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ کربلا کا پہلا شہید ابو زین ہے۔

یزید نے بنی تمیم۔ بنی حنظلہ اور بنی سعد کو بلایا۔ اور ان سے کہا۔

پہلے تو آپ پہ بتائیں کہ تم لوگ مجھے کیا سمجھتے ہو۔

تمیزوں قبیلوں کے افراد نے کہا۔ آپ ہمارے سردار بھی ہیں۔ اور ہم آپ کے پسینہ پر خون گرانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

یزید نے کہا۔ دیکھو معاویہ مر گیا ہے۔ جو کچھ اسلام اور امت کے ساتھ وہ کر گیا۔ ہر ایک کے سامنے ہے مرنے مرنے  
شرابی۔ رئیس الجفرہ۔ یزید کو امت مسلمہ کے سر تھوپ گیا ہے۔ جس میں نہ علم ہے۔ نہ علم نہ حتیٰ اشتہ ہے اور نہ حتیٰ جو میں اللہ  
کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ یزید سے جہاد شرکین کے جہاد سے افضل ہے۔

اس کے مقابلہ میں حسینؑ ابن علیؑ عو قول۔ آغوش رمال کا پروردہ ہے۔ صاحب حب و نسب ہے۔ علم کا سمندر اور  
علم کا کوہ گراں ہے۔ ہر وہ صفت جو کسی انسان میں ہونا چاہیے فرزند مولیٰ میں موجود ہے۔ نہ حتیٰ سے روشنی حاصل کر دے۔  
اور قیس ابن صخر نے جنگ جمل میں مخالفت علیؑ میں لڑا کہ جو ہمیں رسوا کیا تھا اس داغ کو دھو ڈالو اور حسینؑ کی تدبیر پر  
بیک ہو۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں نے ذرہ پہن لی ہے۔ ترکش بنگھال لیا ہے۔ تلواریں کمر سے لٹکالی ہیں۔ یقین رکھو

جو قتل ہونے سے بچ جاتے ہیں موت سے ہرگز نہیں بچتے۔ جو میدان جنگ سے بھاگ جاتے ہیں موت انہیں بھی پکڑ ہی لیتی ہے۔

اللہ آپ پر رحم کرے۔ اچھا اور مناسب جواب دو۔

بنی سعد نے کہا۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ کی بات ہم ٹال نہیں سکتے۔ لیکن جنگ جمل سے شکست کے بعد تیس ابنِ صخر نے ہمیں مرتے وقت وصیت کی تھی کہ ہمیشہ جنگ سے دور رہنا۔ جب سے ہم نے قیس کی وصیت پر عمل شروع کیا ہے۔ آرام سے کھا رہے ہیں اور وقتِ اطمینان سے پاس ہو رہا ہے۔

یزید نے کہا ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں۔ لیکن میری بات یاد رکھا آج کا اس جنگ سے تو بچ جاؤ گے۔ لیکن تمہاری تلوار کبھی نیام میں نہیں جائے گی۔

بنی حنظلہ اور بنی تمیم نے جواب دیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ جنگ کریں اور ہم امن سے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ بسم اللہ جہاں آپ قدم رکھیں گے وہاں ہمارے سر ہوں گے۔ صرف ہمیں تیاری کے لیے کچھ مہلت دے دیجئے۔

پھر یزید نے امام حسینؑ کو خط لکھا۔ بسم اللہ آپ جہاں فرمائیں بنی تمیم اور بنی حنظلہ کے سر آپ کے قدموں میں ہوں گے اس وقت آلِ محمد میں سے ایک آپ ہی تو ہیں تو ہمارا سراپا اور جنتِ خدا میں۔ ہم انشاء اللہ جنگ جمل کا داغ بھی دھو ڈالیں گے۔

جب امام حسینؑ کو یزید کا خط ملا۔

تو آپ نے حسرت سے فرمایا۔

یزید! تو میری مدد کو پہنچ تو نہیں پائے گا ویسے تیری اس نصرت کا میں۔ میرا بابا۔ اور میرا نانا ممنون ہیں۔ اللہ تجھے قیامت کے مول سے محفوظ رکھے۔ اللہ تجھے پیاس کے دن سیراب کرے۔ اور اللہ تجھے معزز رکھے۔ تیری بیک میری حوصلہ افزائی ہے اور تیرے خلوص کی علامت ہے۔

ابنِ زیاد نے قاصد امام حسینؑ کو سولی پر چڑھانے کے بعد فہر پر جا کر خطبہ دیا۔ اہل بصرہ کو نصرتِ آلِ محمد سے باز رکھنے کی خاطر خوب ڈرایا اور دھمکایا۔ راتوں رات تیاری کی اور صبح کو کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

## ابنِ زیاد کو فہ میں :-

ابنِ زیاد کو فہ میں رات کے وقت داخل ہوا۔ اس کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور غلاموں کے علاوہ مسلم ابنِ عمر دباہلی اور شریک ابنِ عمرو حارثی تھے۔

ابنِ زیاد نے سپاہِ عمامہ سر پر رکھا ہوا تھا۔ منہ چھپایا ہوا تھا۔ لوگوں نے سمجھا فرزندِ رسولؐ آگیا ہے۔ دیکھئے

والوں نے فرزند رسول کی حیثیت سے مرجاہک یا بن رسول اللہ۔ کہہ کر استقبال کیا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا سیدھا دارالعمارہ آیا۔

نعمان ابن بشیر نے دارالعمارہ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ دارالعمارہ کی چھت سے نعمان نے کہا۔ اے فرزند رسول! نہ تو میں آپ سے جنگ کی خواہش رکھتا ہوں۔ اور نہ ہی یہ امانت آپ کے سپرد کر سکتا ہوں۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔

کافی دیر بعد اسے پتہ چلا کہ فرزند رسول نہیں بلکہ ابن زیاد ہے۔ اس نے دروازہ کھولا۔ ابن زیاد اندر آیا۔ رات آرام سے سو رہا۔ صبح ابلصوتہ جامعہ کی منادی کرائی۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو اس نے یہ خطبہ دیا۔

ابا بعد! مجھے یزید نے تمہارے اس شہر کا گورنر بنایا ہے۔ تمہاری سرحدوں کی حفاظت اہلبیت المال کی نگرانی میرے سپرد کی ہے۔ میں مظلوم سے انصاف کروں گا۔ محروم پر نوازش کروں گا۔ ہر اطماعت شعار کے ساتھ مہربان باپ کا نسا سلوک کروں گا۔

ہاں میرا کوڑا اور میری تلوار ضرور ایسے افراد کے خلاف ہوں گے جو میرے حکم کی نافرمانی کریں گے۔ تمہیں اپنی زندگی سے محبت ہونا چاہئے اپنی جان کے دشمن نہ بنو۔ میں صرف دھمکیاں دینے کا قائل نہیں ہوں۔ میں اپنے قول کی صداقت اپنے عمل سے پیش کروں گا۔

تم سب میرے معتمد ہو، ہر شخص مجھے ایسے افراد کے نام اور ٹھکانے بتائے جو یزید کے باغی ہیں۔ جو جو شخص ایسے افراد کے نام اور ٹھکانے بتاتا جائے اپنا ماہانہ وظیفہ ابھی اکر لیتا جائے۔ اور اب میں اس وظیفہ کو دگنا کر رہا ہوں۔ جن لوگوں نے ایسے افراد کے نام اور ٹھکانے نہ بتائے۔ یا۔ جن لوگوں نے ایسے افراد کو اپنے ہاں پناہ دی ان کے نام وظیفہ خواروں کی فہرست سے ہمیشہ کے لیے خارج کر دیے جائیں گے۔

اب جاؤ اور جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو۔

ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو بلا دیا اسے تین ہزار درہم دیے اور کہا جا کر مسلم ابن عقیل کا کھوج لگا۔ جب جناب مسلم کو پتہ چلا کہ ابن زیاد نے آتے ہی ان کی تلاش شروع کر دی ہے۔ تو انہوں نے جناب مختار کا مکان چھوڑ کر جناب ہانی کے مکان کو اپنا ٹھکانا بنالیا۔

ابو تمامہ صیلاوی آپ کی طرف سے ہتھیار جمع کرنے پر مامور تھا۔ جب پچیس ہزار افراد نے بیعت کر لی تو جناب مسلم نے ابن زیاد کے خلاف جنگ لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

جناب ہانی نے مشورہ دیا کہ ابھی آپ جنگ شروع نہ کریں۔ ابن زیاد نے آج صبح جو تقریر کی ہے۔ اور لوگوں کو وظیفہ دگنا کرنے کا لالچ بھی دیا ہے ساتھ ہی نافرمانی سے دھمکیاں بھی ہے اس کا رد عمل دیکھ لیں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ فزین شیعان علی صرف چند افراد ہیں جو انگیختوں پر گئے جاسکتے ہیں۔ یہ اکثریت شیعان معاویہ ہے۔ یہ لوگ صرف معاویہ اور یزید

کے گورنروں سے تنگ تھے۔ ان کے دل میں محبت آج بھی معاویہ اور یزید سے ہے۔

جناب مسلم ابن عوجہ جناب مسلم ابن عقیل کی طرف سے بیعت لیتے تھے۔ ابن عوجہ مسجد کوفہ میں بیٹھے تھے کس نے دوسرے سے کہا۔

یہ شخص ابن عقیل کے لیے بیعت لے رہا ہے۔  
مقتل غلام زیاد نے یہ بات سن لی۔

ابن عوجہ کے قریب آیا۔ اندر کھنکھارے لگا۔ اسے سردار کوفہ ایمن شام سے آیا ہوں۔ سنا ہے فرزند رسول تشریف لارہے ہیں۔ اللہ نے محبت آل محمد کا انعام کیا ہے۔ میں بھی فرزند رسول کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں کوئی ایسا آدمی تلاش کر رہا تھا لیکن کوئی بھی مجھے سفیر حسین کی نشاندہی نہ کر پا رہا تھا۔ ابھی مسجد میں میں نے آپ کے متعلق سنا ہے کہ آپ سفیر حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں۔

مجھ سے یہ تین ہزار بھی لے لیں۔ انہیں ہتھیاروں میں خرچ کریں اور مجھ سے بیعت بھی ابھی لے لیں۔ جب مناسب سمجھیں تو مجھے صرف ایک مرتبہ سفیر حسین کی زیارت کر انہیں۔

ابن عوجہ نے بیعت لے لی اور فرمایا۔ درہم اپنے پاس رکھ۔ میں سفیر حسینؑ سے اجازت لے لوں۔ اگر انہوں نے تیری ملاقات کی اجازت دے دی تو پھر درہم اس کو دینا جس کا وہ فرمائیں۔

مقتل نے بیعت کر لی۔ دو دن بعد مقتل جناب مسلم کے پاس پہنچ گیا۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک یہ مکینہ ابن زیاد کے خلاف ہر منصوبہ میں پیش پیش رہتا تھا۔ جب بھی وقت ملتا تھا ابن زیاد کو رپورٹ پہنچا دیتا تھا۔ جناب مسلم کے حکم سے اس نے وہ تین ہزار درہم ابو تمامہ ہضادی کے حوالہ کر دیئے تھے۔

شریک ابن اعور حدی بصرہ سے ابن زیاد کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن شیعین آل محمد سے تھا۔ کوفہ پہنچ کر عمار ہو گیا جناب ہانی کے گھر قیام کیا۔

ابن زیاد اس کی عیادت کو آیا۔ شریک نے جناب مسلم سے کہا کہ ابن زیاد میری عیادت کو آ رہا ہے۔ جب وہ آجائے تو اسے قتل کر دینا۔ جب میں موقع سمجھوں گا تو میں پانی مانگو گا۔ میرا پانی مانگنا اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ وقت مناسب ہے۔

ابن زیاد شریک کی عیادت کو آیا۔ شریک نے پانی مانگا۔ لیکن کسی نے نہ دیا۔ جب اس نے اصرار کیا اور کوئی بھی پانی دینے نہ آیا تو شریک پریشان ہو گیا۔

ابن زیاد بھی سمجھ گیا۔ ابن زیاد فوراً اٹھ کر واپس چلا گیا۔

ابن زیاد کے جانے کے بعد جب جناب مسلم شریک کے پاس آئے تو شریک نے پوچھا۔ کیا ہوا آپ نے کیوں اس خبیث کو قتل نہیں کیا۔



ہانی نے کہا۔ اے امیر آپ کیا رہے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ ہانی تو کچھ کرتا پھر رہا ہے کیا میری زندگی کے لیے کر رہا ہے، تو نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر بٹھا رکھا ہے۔ لوگ تیرے گھرتے جاتے ہیں۔ جنگ کے منصوبے بنتے ہیں۔ اسلحہ جمع ہو رہا ہے۔ حسینؑ کو خط لکھ دیا گیا ہے اور اب اس کی آمد کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہ ہوگا۔

ہانی نے کہا۔ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ان میں سے میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تو اس سے بھی زیادہ کر رہا ہے۔

ہانی نے پھر کہا۔ میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔

ابن زیاد نے مقتل کو بلایا۔ جب جناب ہانی نے مقتل کو دیکھا تو وہ سب کچھ سمجھ گئے کہ یہ شخص ابن زیاد کا جاسوسی تھا۔ جو ہم میں شامل ہوا ہے۔ ادیبہ ہمارے کافی رازوں سے واقف ہے۔ اب چونکہ انکار کی کوئی صورت نہ تھی اس لیے ہانی نے کہا۔

میں نے نہ تو مسلم بن عقیل کو دعوت دی ہے اور نہ اسے بلایا ہے۔ مسلم نے مجھ سے پناہ مانگی اور میں نے سب دستور کے مطابق اسے پناہ دی ہے۔

آپ اگر اجازت دیں تو میں ابھی جا کر اسے گھر سے نکال دیتا ہوں۔ اور اسے کہہ دیتا ہوں کہ جہاں چاہیں چلے جائیں میری پناہ ختم ہو جائے گی۔

ابن زیاد نے کہا۔ اب تو اس وقت جا سکے گا جب مسلم میرے حوالہ کر دے گا۔

ہانی نے کہا۔ یہ تو بڑا مشکل ہے کہ میں آپ کو اپنا جہان اپنے ہاتھوں لاکر اس لیے دوں کہ آپ اس کو قتل کر دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ بخدا تجھے لانا ہوگا۔

ہانی نے کہا۔ بخدا میں اسے تیرے حوالے نہ کروں گا۔

جب بات گرم ہو گئی تو مسلم بن عمرو ہارلی نے ابن زیاد سے کہا۔ آپ ذرا مجھے اس سے علیحدگی میں بات کرنے دیں ابن زیاد نے کہا۔ اسے بے جا اور سمجھا۔ یہ اپنی زندگی کو خطرہ میں نہ ڈالے۔

مسلم نے ہانی کو ایک طرف لے جا کر کافی کوشش کی آپ مسلم ابن زیاد کے سپرد کر دیں۔

ہانی نے ایک جواب دیا۔ مسلم اگر میرا پاؤں آل محمدؐ میں سے کسی فرد کے اوپر پڑا اور مجھے کہہ دیا جائے کہ پاؤں ہٹا لے تاکہ آل محمدؐ کے فرد کو نکال کر قتل کر دیا جائے۔ تو میں پاؤں کٹوانا تو گوارا کروں گا لیکن قدم نہ ہٹاؤں گا۔ جب تک میں زندہ ہوں میں مسلم ابن زیاد کے حوالہ نہیں کر سکتا۔

ابن زیاد نے یہ بات سن لی۔ اس نے حکم دیا۔ ہانی کو میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو ابن زیاد کے قریب لایا گیا۔ اس ظالم



نے جناب ہانی کے چہرہ پر چھڑی مارنا شروع کی۔ جناب ہانی کے رخساروں سے گوشت گرنے لگا۔ ابداناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

جب تک چھڑی نہ ٹوٹی یہ مارتا رہا۔ تمام کپڑے ہمو بہان ہو گئے۔  
جناب ہانی کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا گیا۔  
مشہور ہو گیا کہ ہانی شہید ہو گئے۔

جب عمر ابن حجاج کو شہادت ہانی کی اطلاع ملی تو اس نے بنی مذحج کو تیار کیا۔ اور سح ہو کر دار العمارہ کا گھیراؤ کر لیا۔

جب ابن زیاد کو علم ہوا تو اس نے قاضی شترج سے کہا۔ جا ہانی کو دار العمارہ کی چھت پر لے جا اور بنی مذحج کو دکھا دے کہ ہانی زندہ ہے۔ قاضی شترج جناب ہانی کو چھت پر لے گیا۔ اور دار العمارہ کی چھت سے دکھا یا بنی مذحج واپس ہو گئے۔  
**شہادت جناب مسلم**

امالی صدوق۔ ہونف۔ ارشاد مفید اور منتخب کے مطابق جناب مسلم کو جب ہانی کی اطلاع ملی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ چند افراد نے ساتھ دیا۔ انہیں لے کر آپ نے دار العمارہ پر حملہ کر دیا۔ ابن زیاد نے دار العمارہ کا دروازہ بند کر دیا۔ غروب آفتاب تک گھیراؤ جاری رہا۔

ابن زیاد کے مبلغین دار العمارہ کی چھت سے ان لوگوں سے کہتے رہے۔

آج تمہیں کیا ہو گیا ہے ابن زیاد نے تمہارا وظیفہ دگنا کر دیا ہے۔ بھلا تم مٹھی بھرا فرا دیا کر سکو گے۔ کل تک تم علیؑ اور حسنؑ کے خلاف معاویہ کا ساتھ دیتے رہے ہو۔

دوسری طرف لوگ آنے لگے۔ عورت آکر بیٹھے سے کہتی اتنے سارے لوگ موجود ہیں۔ اگر تو نہ لڑا تو کونسا پہاڑ ٹوٹ جائے گا۔ چل میرے ساتھ۔ بھائی بھائی کو لے گیا۔ باپ بیٹے کو لے گیا۔ جب شام کا اندھیرا چھا گیا تو جناب مسلم کے ساتھ صرف دس آدمی رہ گئے۔ آپ مسجد میں آئے نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے۔ تو وہ دس بھی جا چکے تھے۔ آپ تنہا گلیوں میں چلنے لگے۔ ایک مقام پر آپ کو پیاس لگی۔ ایک دروازہ پر کھڑے ہو کر پانی مانگا۔ طوع نامی عورت نے آکر پانی دیا۔ آپ پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔

اس نے کہا۔ بندہ خدا! آپ نے پانی پی نہیں لیا۔

آپ نے فرمایا۔ پی لیا ہے۔

طوع نے کہا۔ جب پانی پی لیا ہے تو گھر کی راہیں میرے دروازہ پر نہ بیٹھیں۔

آپ نے سر جھکایا اور فرمایا میرا یہاں نہ گھرے اور نہ قبیلہ۔

طوع نے کہا۔ تو کون ہے۔

آپ نے فرمایا: میں مسلم ابن عقیل ہوں۔

طوع نے کہا: اگر آپ مسلم ہیں تو پھر باہر نہ بیٹھیں اندر تشریف لائیں۔

آپ اندر تشریف لے گئے۔ اس نے علیحدہ کمرہ میں بٹھایا۔ اور عرض کی اسے آل رسولؐ آپ ان میں کیسے پھنس گئے۔

میں عورت ہوں۔ میں بہت کچھ سنتی رہی ہوں۔ یہ لوگ تو آپ کے دشمن ہیں۔ معاویہ نے بھرے کوفہ سے چن چن کر شیعین علی کو شہید کر دیا تھا۔ اکثر لوگ تو کوفہ چھوڑ کر ترک وطن کر گئے ہیں۔ یہ لوگ دل و جان سے شیعین معاویہ میں صرف معاویہ کے گورنروں سے نالاں ہیں اور نیرید کو یہ سب سے دے رہے ہیں کہ ہم اہل کوفہ مخالفت بھی کر سکتے ہیں ان لوگوں نے تمہارا اسہارا لیا ہے۔ پورے کوفہ میں گنتی کے چند افراد کے سوا آل محمد کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں۔ اور جو آپ کے شیعہ ہیں وہ بھی ابھی تک پیچھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو ان پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ مسلم ابن عویض اور ابومنامہ حیدادی کے سوا آپ کے ساتھ کوئی بھی شخص نہیں ہے۔ لیکن یہ دو آپ کی کیا مدد کریں گے اور کہاں تک مدد کریں گے ان کے قبیلے معاویہ کے وظیفہ خوار ہیں۔

جناب مسلم نے فرمایا: تو ٹھیک کہتی ہے۔ اس کے بعد آپ مصروف عبادت ہو گئے۔

طوع کا بیٹا محمد ابن اشعث کے دستہ میں پسپا ہی تھا۔ رات گئے گھر آیا۔ اور سو گیا۔ صبح کو جب اس نے ماں کو دوسرے کمرے میں پانی لے جاتے دیکھا تو اس نے پوچھا: وہاں کون ہے؟

طوع نے پہلے تو انکار کیا۔ لیکن جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو قسم لے کر اسے بتا دیا۔ وہ خبیث چپ کر کے باہر آیا اور محمد کو بتا دیا۔

ادھر ابن زیاد نے حصین ابن نمیر جو پولیس انچارج تھا کو سختی سے حکم دیا کہ کوفہ کے ہر کوچہ میں پہرہ بٹھا دے۔ مسلم اگر کوفہ سے نکل گیا تو تیری خیر نہیں۔ مجھے وسیع اختیارات ہیں۔ جس گھر میں مجھے شک ہو اہل خانہ سے اجازت لیے بغیر اندر چلا جا۔ صبح کو طوع کے بیٹے نے اس وقت محمد کے کان میں آکر اطلاع دی جب محمد ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا۔ ابن زیاد نے اندازہ لگایا کہ مسلم ہی کی اطلاع ہے۔

ابن زیاد نے محمد سے کہا: ابھی جا اور مسلم کو گرفتار کر کے لے آ۔

محمد پانچ سو کا دستہ لے کر جناب مسلم کی گرفتاری کے لیے چلا گیا۔

طوع نے جناب مسلم سے پوچھا: میں سمجھتی ہوں کہ آپ ساری رات مصروف عبادت ہی رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: توڑی دیر کے لیے سویا تھا۔ آکھ گئی تھی۔ حضرت علیؑ نے خواب فرمایا ہے۔ مسلم ہم تیرا انتظار کر رہے ہیں جلدی آ۔

میرا اندازہ ہے کہ بس آج میری زندگی کا آخری دن ہے۔ یہی بات فرما رہے تھے کہ باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز

آئی۔ آپ اٹھے۔

طوع سے فرمایا۔ آپ کے بیٹے نے اطلاع دے دی ہے اور اب ابن زیاد کے سپاہی مجھے گرفتار کرنے کی خاطر آ رہے ہیں۔

آپ نے ذرہ بینی۔ تلوار میان سے نکالی اور گلی میں آ گئے۔ کئی مرتبہ آپ نے ان کا حملہ کوپ پیا کیا۔ بجوان حمران کی ایک ضرب آپ کے چہرہ پر لگی جس سے آپ کا ایک ہونٹ اور دو دانت کٹ گئے۔ دوسری ضرب وہ لگانا چاہتا تھا کہ آپ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔ آپ ایک ایک کو اٹھا کر پھینکتے تھے۔ مکانوں کی چھتوں کے اوپر سے ہو کر دوسری جانب جا گرتے تھے۔

جیب انہوں نے دیکھا کہ ایسے قابو میں نہیں آ رہا۔ تو انہوں نے چھتوں پر گام اور پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ آپ نے کافی زبردیوں کو دھکیل دیا۔

جب محمد ابن اشعث ابو بکر کے بھانجے نے دیکھا کہ میرے سپاہی کم ہو گئے ہیں تو اس نے ابن زیاد کو ملک بھیجئے کا پیغام بھیجا۔

ابن زیاد نے جواب میں کہا۔

تجھے شرم نہیں آرہی ہے۔ تنہا ایک آدمی ہے اور تیرے ساتھ پانچ سوتھے۔

محمد نے جواب دیا۔ کیا تو مسلم کو کوہ کا بھڑی فروش سمجھ رہا ہے۔ یہ محمد ابن عبداللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

ان تمام نے اور کم بھیجی۔

اس اثنا میں جناب مسلم کو دم لینے کا موقع مل گیا تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ پھر ذرہ درست کی۔ اور توارے کر پھر ان پر حملہ کیا۔ جناب مسلم کا جسم تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ جب دوسری ملک بھی ناکام ہوئی تو محمد نے تیسری مرتبہ پھر مدد مانگی۔

ابن زیاد نے تیسری مرتبہ ملک بھیجنے کے ساتھ محمد کے نام پر پیغام بھیجا۔ ظالم یہ تو کیا کہہ رہا ہے اٹنے والے تو وہی ہیں جو تو مسلم کے ہاتھوں مروادے گا حسین اور عباس سے کون اٹے گا۔ مسلم کو فریب دے۔ محمدؐ نے جناب مسلم کو امان کی پیشکش کی۔ لیکن عبید اللہ ابن عباس سلمیٰ نے کہا۔ مسلم امان کی بات انہی سے کرنا میں کوئی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا۔

بجائے اسم نے محمد سے فرمایا۔

تو مجھے دھوکا سے گرفتار کرنا چاہتا ہے بخدا ابھی تک میری جان میں جان ہے میں اس وقت تک اپنا ہاتھ  
کس فاسق کے ہاتھوں میں نہیں دوں گا۔

اور اس وقت تمہارے ہاتھ آؤں گا جب کوفہ کے ہر محلہ میں میرے ہاتھ سے مقتول کی صف ماتم بچھی ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ نے پھر حملہ کر دیا۔

آخر محمد نے جب دیکھا کہ جنگ سے قابو میں نہیں آئے گا۔ ایک کوچہ میں گڑھا کھدوایا۔ اور پر سے اسے ڈھانپ دیا اور جناب مسلم کو دوسری طرف سے گھیر کر اس کوچہ میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔ جب جناب مسلم اس کوچہ میں آئے تو روتے روتے چاہک گڑھے پر آ گئے۔ اور گڑھے میں گر گئے۔

اب ان لوگوں نے جناب مسلم کو گھیر لیا۔ محمد نے آگے بڑھ کر آپ کے چہرہ پر توار سے وار کیا۔ پھر گرفتار کر لیا۔ اور ساتھ ہی امان کا وعدہ بھی کیا۔

جب گرفتار کر کے آپ کو دارالعمارہ کے دروازہ پر لا کر بٹھایا گیا۔ سامنے ایک پانی کا مشینہ رکھا تھا۔ آپ نے بیٹھتے ہوئے فرمایا۔

پانی تو پلا دو۔

مسلم ابن عمرو باہلی نے کہا۔ مسلم پانی تو بڑا ٹھنڈا ہے لیکن تجھے نہ ملے گا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ آج تک کسی ماں نے تجھ سے زیادہ سنگدل بچہ نہ جتا ہوگا۔ اور محمد نے ابن زیاد سے اجازت مانگی۔

اتنے میں اجازت مل گئی۔

جناب مسلم کو ابن زیاد کے سامنے لے جایا گیا۔ آپ خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔

ایک غلام نے کہا۔ مسلم امیر کو سلام تو کر لیا ہوتا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ جب میں نے اسے امیر بنایا۔ نہیں تو سلام کا ہے کو کروں۔

ابن زیاد نے کہا۔ سلام کر یا نہ کر۔ تو قتل سے نہیں بچ سکتا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ اگر زندگی اور موت تمہارے بس میں ہوتی تو شاید میں پہلے ہر چکا ہوتا۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ تو نے کیا کیا ہے۔

جناب مسلم نے کہا۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ حسین کے یہ بیٹ لیتا پھر تا ہے یہ کیا بات ہے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔

اس کا جواب میرے متعلق تو نہیں تھا۔ لیکن میں تجھے بتائے دیتا ہوں کہ ان لوگوں نے فرزند رسول کو خطوط سکھے کہ

آپ آئیں ہم اموی مظالم سے تنگ آچکے ہیں۔ اور شریعت محمدیہ کے مطابق عدل و انصاف کریں۔

ابن زیاد نے حکم دیا۔ یہ ہاشمی ہے ہاتھ کی طرح ان کی زبان بھی تیز ہوتی ہے اسے ایسی موت دو کہ اسلام میں

پہلے کبھی کسی کو نہ دے گئی ہو۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ اسلام میں ایجاد بدعت تھے ہی زیب دیتی ہے اور کون ہے جو اسلام میں کسی بدعت کو رائج کر سکے۔

محمد نے جنگ کا تمام واقعہ سنایا۔ یہ بھی بتایا کہ بکوابن حران نے پہلا وار کیا تھا۔ اور میں نے بھی مسلم سے امان کا وعدہ بھی کیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تیرا امان سے کیا تعلق ہے۔ میں نے تجھے مسلم کی گرفتاری کی خاطر بھیجا تھا یا امان دینے کی خاطر جا اپنا کام کر۔

پھر بکوابن حران سے کہا۔ چونکہ مسلم پر پہلا کامیاب وار کرنے ہی کیا تھا اس لیے آخری وار بھی تو ہی کر۔ اسے دارالعمارہ کی چھت پر لے جا اور منڈیر پر کھڑا کر کے پہلے سر زین پر بیچنا پھر جسم۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ اگر اجازت ہو تو میں وصیت کر لوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ وصیت کرے۔

جناب مسلم نے ابن زیاد کے ماشیہ نشینوں میں دیکھا تو عمر سعد بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمر مجھے وصیت کرنا ہے لیکن علیحدگی میں کروں گا۔

عمر نے کہا۔ مجھے آپ سے کیا تعلق ہے۔ اور اگر وصیت تجھے کرنا ہی ہے تو یہیں ابن زیاد کے سامنے ہی کر دے۔

ابن زیاد نے کہا۔ عمر جا اور اس کی وصیت سن لے۔

عمر سعد اٹھا۔ جناب مسلم اسے ایک طرف لے آئے۔ اور فرمایا۔ جب میں کوفہ میں آیا ہوں۔ تو سات سو درہم کا مقروض ہوں۔

میری توار اور ذرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔

میری شہادت کے بعد میرا جسم ابن زیاد سے لے کر دفن کر دینا اور میں نے فرزند رسول کو کوفہ آنے کے متعلق لکھا تھا میری طرف سے اسے خط لکھ کر بھیج دینا کہ وہ نہ آئیں۔

یہ کہہ کر آپ گریہ کرنے لگے۔

عبداللہ ابن عباس سلمیٰ نے کہا۔ مسلم آپ جیسے بہادر موت کا شکر دتے نہیں ہیں آپ کیوں رورہتے ہیں۔

جناب مسلم نے فرمایا۔

میں اپنی موت پر ذرا بھی نہیں رورہا۔ میں تو مکہ سے موت کے لیے تیار ہو کر چلا تھا۔ میں صرف اس لیے رورہا ہوں کہ میں فرزند رسول کو کوفہ آنے کا لکھ دیا تھا۔ اور ان کے ساتھ منات رسول ہیں۔

بکر آپ کو دلا عمارہ کی چھت پر لے گیا۔

اس نے تلوار علم کی۔ نضائیں لہرائی اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔

ابن زیاد نے دوسرا آدمی بھیجا وہ مر گیا۔

پھر تیسرا آدمی بھیجا اس نے آپ کو شہید کیا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ جب چھت پرے جا رہے تھے تو کیا کہتا تھا۔

قاتل نے بتایا۔ جب میں نے پہلا دار کیا۔ تو مسلم نے کہا۔

الحمد للہ کتنی با عزت اور قابل فخر موت ہے۔

جناب مسلم کی شہادت کے بعد محمد نے ابن زیاد سے کہا۔ ہانی کو میں سے آیا تھا۔ ورنہ ہانی نہیں آتا تھا۔ آپ ہانی کو

میری خاطر چھوڑ دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو وہ بات کیوں کرتے ہیں جس کا تبھی اختیار نہیں ہوتا۔ تو اپنی نوکری کو اور تنخواہ سے۔ امان وغیرہ

کے چکروں میں نہ پڑا کر۔ محمد اپنا سامنے کر رہ گیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو بازو میں سے جا کر قتل کر دو۔

جناب ہانی کو رکن بستہ بازار لے گئے۔ اور کہا کہ سر اڑ گئے۔

جناب ہانی نے فرمایا میرے معاملہ میں کبھی سچی نہیں رہا۔ بالآخر ان لوگوں نے جناب ہانی کو شہید کر دیا۔ اور سر ابن زیاد

کے پاس لے آئے۔ ابن زیاد نے جناب مسلم اور جناب ہانی دونوں کے سر زید کو بھیجے۔ ساتھ کوثر پر کھنڈل کا بکھا۔ اور زید

ہدایت مانگیں۔

زید نے جب دونوں سر دیکھے تو غور سے دیکھا۔ اور جواب میں ابن زیاد کی حوصلہ افزائی کے علاوہ اسے کچھ کہہ میں

نے سنا ہے حسین بھی کوفہ کی طرف آ رہا ہے۔ اور اس سے باخبر رہ۔ مجھے مطلع کرتا رہ۔ اور جب بھی موقع ملے اسے

قتل کر دے۔

جناب ہانی اور جناب مسلم کے لاشے پاؤں میں رسی ڈال کر کوفہ کی گلی بازاروں میں تشہیر کرائے گئے۔ جب نبی مذبح

کو جناب ہانی کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ آئے۔ دونوں لاشے لیے اور دفن کر دیا۔

۸ ذی الحجہ۔ بروز بدھ ۶۰ھ جناب مسلم اور جناب ہانی دونوں شہید ہوئے۔

# فرزدان جناب مسلم

امالی صدوق - بخار - ابرار شاہد و مفید کے مطابق - جناب مسلم کے کوثر میں شہید ہونے والے دونوں بچوں میں بھی اختلاف ہے۔

بعض مورخین کے بقول دونوں بچے جناب مسلم کے ساتھ آئے تھے۔

اور بعض کے بقول یوم عاشور جب اندراجی خیام ہوئی اس وقت دونوں بچے خیام سے باہر بھاگے۔ راستہ بھٹک گئے تھے۔

پھر فوج یزید کے ہاتھ آئے ابن زیاد نے دونوں کو قید کر دیا۔

دونوں قسم کی روایات میں واقعہ شہادت ایک جیسا ہے۔

جو یوم عاشور گرفتاری کہتے ہیں ان کے مطابق جناب مسلم کا اس مشکل سفر میں دو کم سن بچوں کو ساتھ لانا بھی ناممکن ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ جناب مسلم کے ساتھ تھے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ۔

اولاً - تو قافلہ اہل بیت جب کم و بیش بعد از عاشورا ایک ماہ تک کوثر میں رہا اس وقت ان بچوں کو اس قافلہ میں شامل کیوں نہ کیا گیا۔

ثانیاً - اگر یہ مان لیا جائے کہ دونوں بچے قافلہ اہل بیت کے شام کی طرف جانے کے بعد ابن زیاد نے قید کیے تھے تو پھر ابن زیاد نے انہیں شام کیوں نہ بھیجا۔

بہر صورت میری تحقیق کے مطابق دونوں روایات میں سے جو روایت بھی پڑھ لی جائے گی۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (نثار جہادی)

ابن زیاد نے دار و فرزدان کو ہدایت کی کہ۔ دونوں بچوں کو نہ ٹھنڈا پانی دینا اور نہ پیٹ بھر کھانا دینا۔ جتنا ہو سکے قید میں سمجھی کر ان کو پیش ایک ہی اسی حالت میں گزر گیا۔

ایک دن چھوٹے شہزادے نے کہا۔ بھیا ہمیں ایک برس ہو گیا ہے اور لگتا ہے شاید ہماری ساری زندگی اسی زندان میں گزر جائے آج دروغ کو اپنا تئاف تو کرادیں۔ ممکن ہے اس کے دل میں رحم آجائے۔ جب شام کو حسب معمول ایک روٹی جو کی اور ایک جام گرم پانی کا لیا۔

تو بڑے شہزادے نے کہا۔ اسے زندہ خدا! ایک برس ہو گیا ہے۔ آپ نے ہم پر ہر ممکن سختی کر لی ہے لیکن تجھے معلوم ہے ہم نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔

داروغہ نے کہا۔ تم سچ کہتے ہو۔ میں خود کبھی کبھی پوچتا ہوں کہ آخر تم دونوں کس ہو۔ تمہارا کیا قصور ہے کہ ابن زیاد نے تم پر اس قدر سختی کرنے کو کہا ہے۔

شہزادے نے کہا۔ کیا تو محمد بن عبداللہ کو پہچانتا ہے؟

داروغہ نے کہا۔ بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ اسی کا تو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔

شہزادہ نے کہا۔ کیا جعفر بن ابی طالب کو بھی پہچانتا ہے۔

داروغہ نے کہا۔ اسے بھی پہچانتا ہوں۔ اسے جنت میں باروؤں کے عوض دو پرے ہوئے ہیں اسی لیے اسے طیار بھی کہتے ہیں۔

شہزادہ نے کہا۔ کیا علی بن ابی طالب کو بھی پہچانتا ہے؟

داروغہ نے کہا۔ علی کو پہچانتا ہوں۔ دانا دنی اور برادر رسول تھا۔

شہزادہ نے کہا۔ شاید مجھے معلوم نہیں کہ ہم ذریت محمدؐ اولادِ مسلم اور علیؑ کے نواسے ہیں۔

داروغہ یہ سنتے ہی دونوں کے قدموں میں گر گیا۔ اٹھا اور قید خانہ کا دروازہ کھول کر کہنے لگا۔ یہ در زندان کھلا ہے۔

میں اپنی سزا بھگت لوں گا لیکن آج کے بعد تمہیں اپنی قید میں نہیں رکھ سکتا۔ جیسے کوشش کرنا رات کو سفر کرنا اور دن میں چھپ رہنا۔

دونوں شہزادے اللہ کا نام لے کر زندان سے نکلے لیکن کمٹی اور نادانیت کی وجہ سے کوئی راستہ تلاش نہ کر سکے۔ چل چل کے جب تھک گئے تو ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اندر سے ایک بڑھیا نکلی۔

اکن نے پوچھا۔ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔

شہزادوں نے کہا۔ ہم کم سن مسافر ہیں۔ ہمارا سفر لمبا ہے۔ صرف آج کی رات گزارنا چاہتے ہیں۔ اگر مہربانی کر کے۔

بڑھیا نے کہا۔ تمہارے جسم سے عجیب قسم کی خوشبو ہمک رہی ہے ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی تم پورا تعارف کرو کون ہو؟

شہزادوں نے بتایا۔ ہم ذریت رسولؐ سے سلم بن عقیل کی اولاد ہیں۔

بڑھیا نے کہا۔ زمانہ تمہارا دشمن ہے۔



میرا ادا خارجی ہے۔ اگر اس کو پتہ چل گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میرے ہی گھر میں شہید کر دیے جاؤ۔ میرا گھر میرا نہیں تمہارا ہے آؤ بسم اللہ

دونوں شمنرا دے اندر داخل ہوئے۔ بڑھیا نے کھانا پیش کیا۔ شمنرا دے کھانا کھا کے اور پانی پی کے سو گئے۔ سوتے وقت بڑے شمنرا دے نے کہا۔

بھیا مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یہ رات ہماری زندگی کی آخری رات ہو۔ امیرے سینہ سے لگ جا۔ تو مجھے گلے لگائے میں تجھے گلے لگاؤں۔ پھر ممکن ہے قیامت کو ملاقات ہو۔ دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں بازو حاصل کر کے سو گئے۔

نصف شب کے قریب بڑھیا کا دق الباب ہوا۔ اس نے یوچھا کون ہے۔

جواب ملا میں آپ کا داماد ہوں۔ تھکن سے برا حال ہے۔ دروازہ جلدی کھول۔

بڑھیا نے کہا: یہ کہاں تو رات کو مارا مارا پھر رہا ہے۔ یہ بھی کوئی دقت ہے آنے کا نہ خود آرام کیا اور نہ دوسروں کو آرام کرنے دیا۔

بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ یہ اندر داخل ہوا، شہزادے اسی ہی کمرہ میں سو رہے تھے۔

اس نے چراغ جلانے کا کہا۔

بڑھیا نے جواب دیا نہ آگ ہے اور نہ تیل ہے۔

بڑھیا نے کھانا دیا۔ یہ کھاپی کر سورتا۔

بڑھیا نے کہا یہ کہاں پھر رہا ہے۔

اس نے کہا زندان سے اب زیادہ کے دو قیدی بھاگ گئے ہیں۔

بن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی ایک کولائے گا تو ایک ہزار درہم اور اگر کوئی دس کولائے گا تو دو ہزار

بڑھیا نے کہا یہ قیدی کون ہیں؟

س نے کہا۔ مسلم کے کمن پتے ہیں۔

بڑھ جانے کہا تجھے شرم نہیں آتی بھڑک کر جواب دے گا۔ ان بچوں کو قتل کر کے تجھے کیا مل جائے گا۔

اس نے کہا: کہیں تجھے علم تو نہیں ہے، وکالت تو ایسے کر رہی ہے جیسے تجھے معلوم ہو۔

بڑھیا نے کہا۔ بڑ بڑ نہ کر اب سونے دے۔

جب خاموشی ہوئی تو اسے محسوس ہوا کہ بڑھیا کے علاوہ بھی کوئی سانس لے رہا ہے۔ یہ چپکے سے اٹھا اور اندھیرے

کون ہے؟

شہزادہ نے بھائی کو جگایا۔ اور کہا۔ بیابا اب اٹھ جا کافی سوچے۔ دوسرا شہزادہ بھی جاگ گیا۔ اس نے دوسری مرتبہ پوچھا کون ہے؟

شہزادہ نے کہا اگر یہ سچی بات بتادیں تو امان ہے۔

اس نے کہا۔ امان ہے۔

شہزادہ نے کہا۔ اللہ اور رسول کی امان؟

اس نے کہا۔ اللہ اور رسول کی امان۔

شہزادہ نے کہا۔ محمد ابن عبد اللہ اس امان کے گواہ ہیں۔

اس نے کہا۔ محمد گواہ ہے۔

شہزادہ نے کہا۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس کا وکیل اور شاہد ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں اللہ شاہد ہے۔

شہزادہ نے کہا۔ ہم عزت نبی۔ اولاد علی اور فرزندانِ مسلم ہیں۔

یہ سنتے ہی یہ ظالم پھر گیا اور کہنے لگا میں تمہاری خاطر کہاں کہاں مارا مارا پھر ابوں۔ شکر ہے کہ پھر بھی تم مجھے ہی مل گئے ہو۔ اور انعام میرا ہی مقدر ہے۔

اس نے دونوں کے بالوں میں ہاتھ ڈالا اور اتنا تشدد کیا کہ دونوں کے رخساروں سے خون بہنے لگا۔ پھر اس نے دونوں شہزادوں کے دونوں ہاتھ پس گردن باندھے اور ستون کے ساتھ کھڑا کر کے باندھ دیا۔ اور رات کھڑے ہوئے گزر گئی۔

صبح کو یہ اٹھا۔ دونوں کو ساتھ لیا۔ بڑھیلے چھڑانے کی کوشش کی اس نے تلوار ماری وہ وہیں اٹھ کر پیاری ہو گئی پھر اس نے اپنے غلام سے کہا۔ ان دونوں کو دریا کے کنارے لے جا۔ قتل کر کے لاشیں دریا میں ڈال دینا اور سر میرے پاس لے آنا۔

جب غلام دونوں شہزادوں کو لے کر چلا۔ تو بڑے شہزادہ سے نے کہا۔ تیرا رنگ ہمارے نانا کے غلام بلال جیسا ہے کیا تجھے ڈر نہیں لگتا کہ جہنم میں جائے۔

اس نے پوچھا۔ آپ کون ہیں۔

شہزادوں نے کہا۔ تیرے نبی کی عترت۔ علی کے نواسے اور مسلم کے بیٹے ہیں۔

یہ دونوں کے قدموں میں گر گیا۔ پاؤں کو چوم کر تلوار دور پھینک دی اور عرض کیا۔ یا محمد پریری جان قربان ہو میں آپ کے خون سے ہاتھ رنگیں نہیں کرتا۔ اس نے دریا میں پھلانگ لگا لی اور دور چلا گیا۔

حارث نے کہا۔ تو نے غلام ہو کے میری نافرمانی کی ہے اچھا نہیں کیا۔  
غلام نے کہا۔ جب تک تو اللہ کی اطاعت میں تھا۔ اس وقت تک میں آپ کا مطیع تھا۔ اب جب کہ آپ نے اللہ  
کی اطاعت چھوڑ دی ہے تو میں دنیا اور آخرت میں تجھ سے بری ہوں۔

پھر اس نے بیٹے سے کہا۔ تو ارے اور جا کر ان کو قتل کر دے تاکہ میں ابن زیاد سے انعام لے آؤں۔ حارث  
کا بیٹا دونوں کو لے کر چلا۔

شہزادوں نے کہا۔ تو کتنا حسین ہے اور کتنا جوان ہے۔ کتنا افسوس ہو گا جب تیرا یہ حسین جسم آتش جہنم کے  
شعلوں میں جلیے گا۔

اس نے پوچھا۔ تم کون ہو۔

شہزادوں نے کہا۔ ہم نبی مصطفیٰؐ کی ذریت علی کے نواسے اور مسلم کے بیٹے ہیں۔

اس نے بھی تلوار پھینک دی اور شہزادوں سے معافی مانگ کر دریا میں کود گیا۔ حارث نے کہا بیٹا ہو کر تو بھی  
نافرمانی کر رہا ہے۔

اس نے جواب دیا تیری نافرمانی کر کے اللہ کی اطاعت کر لینا اس بات سے بہتر ہے کہ اللہ کی نافرمانی کر کے تیری  
اطاعت کی جائے۔

حارث نے کہا۔ مجھے نظر کر رہا ہے کہ میرے بغیر تمہیں کوئی بھی قتل نہ کرے گا۔ اس نے تلوار اٹھائی اور دونوں کو لے کر  
دریائے فرات پر آیا۔ اور عواریان سے نکالی۔

جب دونوں شہزادوں نے بہتہ تلوار دیکھی تو دونوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور دونوں نے کہا۔ ایسا کہ ہمارے  
خون سے ہاتھ سرخ نہ کر۔ تجھے دولت کی ضرورت ہے ہمیں غلام بنائے۔ بازاریں جا کر ہمیں فروخت کر دے۔ تجھے دو ہزار  
درہم سے زیادہ مل جائیں گے۔ محمد کو قیامت میں اپنا مدعی نہ بنا۔

اس نے کہا۔ میں تمہیں قتل کر کے وہی دو ہزار درہم ابی زیاد سے انعام لینا چاہتا ہوں۔

دونوں شہزادوں نے کہا۔ کیا تجھے ہماری قربت نبویہ کا خیال نہیں آ رہا۔

حارث نے کہا۔ تمہارا رسولؐ سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

شہزادوں نے کہا۔ اچھا ایسا کہ ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا جیسے وہ مناسب سمجھے گا۔ وہ خود فیصلہ  
کرے گا۔

حارث نے کہا۔ مجھے ابن زیاد کے دربار میں جو تقرب تمہارے سرے جانے سے حاصل ہو گا وہ زندہ لے جانے  
میں نہیں ہو گا۔

شہزادوں نے کہا۔ ہماری کشتی پر ترس کر۔

حارث نے کہا۔ میرے دل میں تمہارے لیے رحم پیدا ہی نہیں ہوا۔  
شہزادوں نے کہا۔ اگر تو خواہ مخواہ ہمیں قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو پھر ہمیں چند رکعات نماز پڑھ لینے دے۔  
حارث نے کہا۔ اگر تمہیں نماز فائدہ دیتی ہے تو بے شک پڑھ لو۔  
دونوں شہزادوں نے چار رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی۔

یا حیی یا حکیم یا احکم الحاکمین احکم بیننا و بینہ بالحق فاستوت . سقنا منہ فی الدنیا والاخرہ .  
حارث نے بڑے شہزادے پر وار کیا۔ اس کا سر قلم کر کے تھیلے میں رکھا اور لاشہ دریا میں ڈال دیا۔ اس نے دیکھا  
کہ لاشہ دریا کی سطح پر اس طرح رک گیا جس طرح زمین پر رکھا ہوا۔

پھر یہ چھوٹے شہزادے کے پاس آیا۔ دیکھا تو شہزادہ اپنے بھائی کے خون سے اپنے بالوں کو رنگین کر رہا تھا اس  
نے وار کے ارادہ سے تلوار کو لہرایا۔ شہزادہ نے بھائی کا سر سینہ سے لگا رکھا تھا۔

شہزادے نے کہا مجھے اپنے معبود کا واسطہ ہے مجھے اپنے بھائی کا خون اپنے چہرہ پر مل لینے دے۔  
حارث نے کہا۔ اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔

شہزادے نے کہا۔ میری خواہش ہے کہ میں اسی طرح نانا کے پاس جاؤں۔

شہزادہ بھائی کے سر پر جھکا ہوا تھا۔ حارث نے ایک دوسرے کہا۔ شہزادہ نے سبز اٹھایا تو اس نے شہزادہ کو پس  
گردن سے شہید کر دیا۔ شہزادہ کے ہاتھوں سے بھائی کا ہمر چھوٹ گیا۔ اس نے دونوں سراٹھا کر تھیلے میں ڈالے چھوٹے  
شہزادہ کا لاشہ بھی دریا میں ڈالا۔ دونوں لاشے ایک دوسرے کی طرف چل کر ایک دوسرے سے بے گھر ہو گئے۔ ایک  
روایت کے مطابق پانی میں غائب ہو گئے۔ اور ایک روایت کے مطابق شمال کی جانب بنے گئے۔

اس نے دونوں سراٹھائے۔ ابن زیاد کے پاس آیا۔ دونوں سر تھیلے سے نکال کر ابن زیاد کے سامنے رکھے۔

جب ابن زیاد نے سروں کو دیکھا تو فرط جذبات سے تین مرتبہ کرسی سے اٹھا اور بیٹھا اور پوچھا۔

یہ کس کے سر ہیں؟

حارث نے کہا۔ مسلم کے بچوں کے جو قید سے بھاگ گئے تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں نے پہلے بھی دونوں کے چہرے دیکھے تھے۔ چاند کی طرح تھے لیکن اب ان پر یہ نیلے داغ

کیسے ہیں؟

حارث نے کہا۔ چونکہ میں گل ان کی تلاش میں پھر پھر کے تھک گیا تھا اس لیے جب مجھے ملے تو میں نے اپنا غصہ

ان کے چہروں پر ٹھنڈا کیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ ظالم تو نے بڑی بے دردی سے طمانے مارے ہیں۔ تجھے کہاں ملے تھے۔

حارث نے کہا۔ میری سانس کے مہان تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے عرب مہمان نوازی کا یا اس نہ کیا۔

حادث نے کہا۔ وہ بڑھیا مہمان نوازی کے پاس میں میرے ہاتھوں ماری گئی ہے۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ شہزادوں نے تجھے کچھ کہا بھی تھا۔

حارث نے کہا۔ ہاں انہوں نے کہا تھا۔ ہمیں قتل کر کے محمد کو اپنا مدعی نہ بنا بازاریں دے جا کر فروخت کر دے تجھے  
دولت مل جائے گی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا کہا؟

حادث نے حجاب دیا۔ میں نے انہیں یہی کہا کہ جولڈت مجھے ابن زیاد سے ملنے والے انعام میں نصیب ہوگی۔ وہ تمہاری قیمت میں کب ہوگی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔

حادث نے جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے جا جو یہاں وہ فیصلہ کرے۔

ابن زیاد نے پوچھا: تو نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ میں نے کہا۔  
زندہ بچے جانے سے نہیں گاہ۔

ابن زیاد نے کہا: اگر تو زندہ لانا تو میں تجھے چار ہزار درہم اٹھام دیتا۔

حادث نے کہا۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں ضرور زندہ لاتا۔

ابن زیاد نے پوچھا: انہوں نے پھر کیا کہا۔

حادثہ نے کہا۔ انہوں نے کہا۔ ہمارے نبی اکرم سے رشتہ کا لحاظ کر لے۔

ابن زیاد نے کہا: تو نے کیا کہا؟

حارث نے کہا: میں نے کہا: تمہارا رسولؐ سے کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: ظالم تو نے رسول سے رشتہ کی کیسے نفی کی ہے۔ حالانکہ دینا کو معلوم ہے کہ وہ رسول کے شوقہ دار تھے۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔

حادثہ نے کہا۔ انہوں نے کہا۔ ہماری کمسنی یہ ترس کر۔

بن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا کہا۔

عجارت نے کہا۔ میں نے کہا۔ تمہارے لیے میرے دل میں رحم پیدا ہی نہیں ہوا۔

بن زیاد نے یوچھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ

عارف نے کہا۔ انہوں نے کہا۔ اگر تو ہمیں قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو ہمیں چند روکت نماز پڑھ لینے دے۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو نے کیا جواب دیا۔

حارث نے کہا۔ میں نے ان سے کہا۔ اگر نماز تمہیں فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لو۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ پھر انہوں نے دریا ئے فرات سے وضو کی اجازت مانگی۔ لیکن میں نے اجازت نہ دی۔ انہوں نے

وہیں تیم کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ نماز کے بعد انہوں نے کیا کہا۔

حارث نے کہا۔ نماز کے بعد انہوں نے دعا مانگی۔ اے جی۔ اے دانا۔ اے حاکم اللہ۔ ہمارے اور اس کے درمیان

قوی فیصلہ فرما۔ اور دینا دا آخرت میں ہمارا حق اس سے وصول فرما۔

ابن زیاد نے کہا۔ ان کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ پھر اس نے اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں

کو دیکھا ایک شاخی شیوہ علی بیٹھا تھا۔ اس سے کہا۔ اسے لے جا اور جہاں اس نے شہزادوں کو شہید کیا ہے۔ وہیں اسے

واصل جہنم کر۔

اس مومن کا بیان ہے کہ اگر اس دن ابن زیاد میرے لیے ایک طرف تخت شام اور دوسری طرف حارث کا

قتل رکھ کر مجھے حق انتخاب دیتا تو بھی میں تخت شام ٹھکرا کر بھی قتل حارث کو ترجیح دیتا۔ میں اتنا خوش ہوا جس

کی حد نہیں۔

جب میں حارث کو لے کر جانے لگا۔

تو ابن زیاد نے کہا۔ ایک بات کا خیال رکھنا۔ اس کے نحس خون کو ان کے پاکیزہ خون میں نہ ملنے دینا۔

میں اسے لے کر گیا۔ راستہ میں حارث نے مجھ سے کہا۔ ایسا کر مجھ سے دس ہزار دینار لے لے اور سب مجھے چھوڑ

دے میں چھپ جاؤں گا۔

میں نے کہا۔ ظالم تو دس ہزار دینار کی بات کرتا ہے اگر اس وقت کوئی مجھے تیرے عوض کرہ ارض کی حکومت دے

تو بھی میں اسے ٹھکرا دوں۔

میں اسے لے کر دریا ئے فرات پر آیا۔ وہاں چند لوگ پہلے سے جمع ہے۔ میں نے دیکھا وہاں ایک عورت

کی لاش پڑھی تھی۔

میں نے اس سے پوچھا۔ یہ کس کی لاش ہے۔

حارث نے کہا۔ یہ میری ساس کی لاش ہے۔ جوان کی میزبان تھی۔

میں نے اسے قتل کیا۔ اور لاش کو دریا میں پھینکا۔ دریا نے لاش کو باہر پھینک دیا میں نے تین مرتبہ لاش کو دریا

میں پھینکا۔ اور ہر مرتبہ دریا نے لاش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

میں نے ابن زیاد کو اطلاع دی

اس نے حکم دیا کہ اسے زمین میں دبا دو۔ دوسرے چند افراد کی مدد سے میں نے گڑھا کھودا۔ جب لاش کو گڑھا میں رکھا تو زمین نے باہر اگل دیا۔ تین چار مرتبہ ایسے کیا مگر مرتبہ زمین نے باہر اگل دیا۔ میں نے پھر ابن زیاد کو اطلاع دی۔ اس نے حکم دیا کہ اسے جلا ڈالو۔ چنانچہ ہم نے ٹکڑیاں جمع کیں۔ اس کی لاش پر ڈھیر کر دیا۔ اور آگ لگا دی۔

ابن زیاد کے حکم سے میں نے شہزادوں کے سر دریا میں ڈالے۔ کافی آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ تمام نے دیکھا کہ دونوں شہزادوں کے لاشے پانی سے باہر آئے۔ اپنے اپنے سر کے ساتھ گئے اور پھر غائب ہو گئے۔ میں واپس آیا تو ابن زیاد نے مجھے دس ہزار درہم دیئے

میں نے کہا۔ اگر امیر ناراض نہ ہو۔ تو میں اس ظالم کے قتل کے عوض ایک کوڑی بھی قبول نہ کروں گا۔ میرے لیے آپ کی یہ عنایت کیا کم ہے کہ آپ نے مجھے اس ظالم کے کیفر کردار کو پہنچانے کی سعادت بخشی ہے۔ امیر آپ یقین کریں میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں آپ کی اس نوازش کا شکریہ ادا کروں۔ ابن زیاد نے کہا۔ یہ معاوضہ نہیں بلکہ اس عطا کے بعد دوسری عطا ہے۔ اپنے پاس رکھ لے۔

## مکہ سے کربلا

۳ شعبان ۶۰ھ مکہ میں آئے تھے۔ ۸ ذی الحجہ مکہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔ اگر روز آمد اور روز روانگی سے ہٹ کر حساب لگایا جائے تو فرزند رسولؐ نے مکہ میں چار ماہ اور چار دن قیام کیا۔ جس دن سفیر حسین کو فہم میں مصروف پیکار تھے اسی دن یعنی ۸ ذی الحجہ کو امام حسینؑ مکہ سے سفر کی تیاری میں مصروف تھے۔ ارشاد مفید منتخب۔ لہو ف۔ دلائل الامامہ۔ غیر الاخران اور امالی صدوق کے مطابق مکہ سے روانگی کے حالات اس طرح ہیں

مکہ میں دوران قیام امام حسینؑ کو دو اطلاعات موصول ہوئیں۔

۱۔ عمر سعد یزید کی طرف سے امیر حج بن کر مکہ آیا اور اسے حکم تھا کہ جیسے بھی ہو فرزند رسولؐ کو ادا کرتا کیا جائے اور اگر گرفتاری کا موقع نہ ملے تو قتل کیا جائے

۲۔ تیس اموی فنگوں کو احرام حج میں بھیجا گیا جن کے لباس احرام میں تلواریں بھی تھیں کہ جہاں موقع ملے خواہ دوران

طواف کعبہ کے اندر کیوں نہ ہو فرزند رسول کو قتل کیا جائے

ان اطلاعات کے بعد امام حسینؑ کا مکہ میں مزید قیام ناممکن ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے حج کو عمرہ میں بدلا۔ احرام حج توڑ دیا اور عراق کی طرف کوچ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ تیاری مکمل ہونے کے بعد آپ نے خطبہ دیا۔

الحمد لله وما شاء الله ولا حول ولا قوة  
الا بالله وصلى الله على رسوله خط الموت  
على ولد آدم مخط القلاوة على جريد الفتاة  
وما اولهني الى اسلافي اشتياق  
يعقوب الى يوسف وخير لي مصرعاً  
انا لاقيه كافي باوصال تنقطعها  
عسلات الفلوات بين النوا  
النوايس وكر بلا فيملات في  
اكراشاً جونا واجربة سغب  
لا محيص عن يوم خط بالقلم  
رضى الله رضا نا اهلبيت  
نصبر على بلائه ويوفينا اجرا  
الصا برين لحما من لحمه  
يفرع بنا ما صنع به  
معه نجتمع في حظيرة  
القدس يقر بهم عيونه و  
ينجز بهم وعده -

من كان باذلاً قيتا مهبسته  
وصوطنا على لقاء الله نفسه  
فليرحل معنا فاننا سواهل غداً  
انشاء الله -

مشیت خالق پر جمہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں رسول  
خدا پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ گوئے انسان میں موت کو  
اس طرح پہنایا گیا ہے جس طرح لڑکی کے گلے میں مالا  
ہوتی ہے میں اپنے چمے جانے والوں کی ملاقات کا اس  
طرح مشتاق ہوں جس طرح یعقوب یوسف کا شائق تھا  
ہر ایک کی طرح میرے لیے بھی اللہ نے مرنے مقرر فرمایا  
ہے اور میری منزل نہیں ہے۔ میں آج بھی دیکھ رہا ہوں کہ  
نواہیس اور کربلا کے مابین بھوکے بدو میرے جسم کو  
تیروں اور تلواروں سے اس طرح تجھوڑ رہے ہیں جس طرح  
بھوکے بھیڑیے گوشت نوچتے ہیں۔ اور میرے قتل کے  
انعام سے اس طرح گھر بھر رہے ہیں جس طرح بھوکے  
دندے اپنا خالی پیٹ بھرتے ہیں۔ موت کا مقررہ دن  
ہے۔ ہم اہل بیت رضائے خدا پر راضی ہیں۔ اس کے سترخان  
میں صبر کریں گے۔ اور وہ ہمیں جزائے کامل دے گا۔ ہم  
نبی کو نبی کا گوشت پرورش میں اور جو بوسلک ان سے ہوا  
ہے وہی ہم سے ہونا ہے۔ جنت القدس میں ہمیں انہی  
کے ساتھ رہنا ہے ہمیں دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی  
اور اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ جس نے ہمارے ساتھ  
قربانی دینا ہوا اور دربار خالق میں حاضری پر اپنے کو مطمئن  
سمجھا ہو ہمارے ساتھ چلے ہم انشاء اللہ گل صبح کو کوچ کر  
سبے ہیں

ابو محمد وادی اور زرارہ نے عرض کیا۔ فرزند رسول آپ کہاں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ عراق۔



انہوں نے عرض کیا عراق میں آپ کے شیعہ کہاں رہ گئے ہیں۔ آپ کو بھی معلوم ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کہ معاویہ نے زیاد کے فریاد کو فہم اور بصرہ میں آپ کا ایک بھی شیعہ نہیں چھوڑا۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ کو کوثر والوں نے آنے کی دعوت دی ہے۔ لیکن ان میں آپ کے شیعوں کی تعداد چند افراد پر مشتمل ہوگی۔ کچھ شیعہ تو ہمیں معلوم ہیں لیکن وہ ان دعوت دینے والوں کا ساتھ نہیں دیں گے کیونکہ ان میں کوئی بھی بھروسہ کا آدمی نہیں ہے۔ دعوت دینے والوں میں مسلم ابن عویجر۔ اور ابونعمان صمدی کے علاوہ چار یا پانچ آدمی مخلص ہیں۔ دیگر تمام وہ افراد ہیں جو اس وقت بھی معاویہ کے وظیفہ خواہ تھے۔ جب حضرت علیؑ کی حکومت تھی اور آج بھی معاویہ کے وظیفہ پر رہتے ہیں۔ چونکہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے وقت معاویہ نے ان سے جو کام لینا تھا اسے یا تھا اس لیے کام نکل جانے کے بعد معاویہ نے ان کے وظائف کم کر دیے تھے۔ اب وہ لوگ بھی آپ کو دعوت دے کر صرف اپنے وظائف میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور بس۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں فرزند رسول ہوں۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی جانتے ہو کہ میں لعاب رسول پر ملا ہوں۔

انہوں نے کہا جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے سنا ہے کہ خاتم الانبیاءؑ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا تھا کہ۔ ہم جو انسان جنت کے سردار ہیں۔

انہوں نے کہا۔ سنا بھی ہے اور لوگوں کو سناتے بھی رہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ میں علم نبی کا وارث بھی ہوں۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کوثر سے میرے پاس بارہ ہزار خط آئے ہیں اور ہر خط پر خط لکھنے والے کے علاوہ کم و بیش چار چار پانچ آدمیوں کے دستخط ہیں۔ اور انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ۔ اگر آپ نے ہماری دعوت قبول نہ کی تو کل بروز محرم دربار خالق میں آپ کے نانا سے احتجاج کریں گے۔ کہ ہم نے حسینؑ کو بلایا تھا۔ حسینؑ نے ہماری دعوت قبول نہیں کی تھی اگر ہمارے اعمال پر مزید تکیہ کی چھاپ لگی ہوئی ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ اب ان خطوط کے بعد دنیاوی فکر سے ہٹ کر تم بتاؤ شرعاً میرا کیا فریضہ ہے۔

انہوں نے کہا۔ ظاہر ہے شرعاً تو آپ کا فریضہ یہی ہے کہ آپ وہاں تشریف لے جائیں کیونکہ ان لوگوں نے تحریری طور پر اتمام حجت کر دیا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر آپ کی نظروں میں میرا شرعی فریضہ یہی ہے تو پھر ہر دانش مندی ہی کہے گا کہ میرا شرعی فریضہ یہی ہے۔

انہوں نے کہا بے شک آپ درست فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں صرف اور صرف اپنے نانا کی طرف سے عائد ہونے والے فریضہ کی انجام دہی کے لیے جا رہا ہوں۔ درنہ میں اس وقت مکہ میں بیٹھ کر تمہیں بتا رہا ہوں کہ وہ لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میرے خلاف نبرد آزما ہوں گے۔ اور میرے ساتھ جتنے افراد بھی ہوں گے۔ وہ سب شہید ہو جائیں گے۔ میری اپنی اولاد میں سے صرف میرا علیؑ بیٹا بچ جائے گا۔

فراسراٹھا کر دیکھو۔

انہوں نے سراٹھا کر دیکھا تو آسمان کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور مسلح ملائکہ امام حسینؑ سے اذن جہاد مانگ رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے دیکھ لیا ہے۔ اگر میرا مقصد جنگ برائے جنگ اور حصول اقتدار ہوتا تو مجھے نہ کوذ جانے کی ضرورت تھی نہ مکہ آنے کی مدینہ میں بیٹھ کر ان کو تباہ کر سکتا تھا۔ لیکن ایسا کرنے سے ایک نوسلسلہ جزا و سزا ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور دوسرے قیامت تک آنے والی نسوں کے سامنے میرے نانا اور میری ماں کی شہادت چھپی رہے گی۔ میرے بابا کے قاتلوں کا پتہ چلے گا۔ نہ میرے بھائی کے قاتل طشت ازبام ہوں گے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اصحاب تطہیر میں سے میں آخری فرد ہوں۔ چار شہید ہو گئے ہیں مگر آج تک امت کو معلوم نہیں ہے کہ وہ شہید ہوئے بھی ہیں یا نہیں۔ اور اگر شہید ہوئے ہیں تو ان کے قاتل کون ہیں۔

جہاں اہل کوذ کے خطوط کا ظاہری تقاضا یہ ہے کہ میں وہاں جاؤں۔ وہاں میرے نانا۔ میری ماں۔ میرے بابا۔ اور میرے بھائی کی مطلوبانہ شہادت کا بھی تقاضا ہے کہ ان کے قاتل طشت ازبام ہوں۔ اور کم از کم آنے والی نسوں کو علم ہو سکے کہ کون کس کا قاتل ہے۔

### محمد حنفیہ ۱

جناب محمد حنفیہؑ کے سامنے طشت رکھا تھا۔ آپ اس وقت وضو کر رہے تھے جب آپ کو اطلاع ملی کہ امام حسینؑ نے کربلا جانے کا اعلان کر دیا ہے۔ وضو چھوڑ دیا اور امام حسینؑ کے پاس آئے عرض کیا۔

بھیا آپ بیت اللہ جو جائے امن ہے کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ محمد! بیت اللہ جائے امن تھا۔ لیکن اب بالخصوص ہم اہل بیت کے لیے بیت اللہ جائے امن نہیں رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اموی مجھے دھوکا سے بیت اللہ ہی میں شہید نہ کر دیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تقدس کعبہ کو کوئی نقصان پہنچے۔

جناب محمدؑ نے عرض کیا۔ اگر بیت اللہ میں اس قسم کا کوئی خطرہ ہے تو پھر آپ یمن چلے جائیں۔ یا پھر صحرا میں

چلے جائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے اس سلسلہ میں میں غور کروں گا۔

محمد واپس چلا گیا۔

دوسری صبح جب محمد کو اطلاع ملی کہ امام حسینؑ نے سامانِ بندھن لیا ہے۔ مستورات کجاووں میں بیٹھ گئی ہیں۔ اور امام حسینؑ سوار ہو چکے ہیں۔ جناب محمد جلدی سے آئے۔ گھوڑے کی باگ پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا: کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا پھر اتنی جلدی کیوں؟

امام حسینؑ نے فرمایا: مجھے یاد ہے میں نے وعدہ کیا تھا۔ لیکن آپ کے جانے کے بعد جب میں سویا اور میری آنکھ لگی تو نانا نے مجھے فرمایا:

بیٹے شہادت تیری منتظر ہے۔

مجھ نے عرض کیا: اس علم کے باوجود آپ ان مستورات کو ساتھ لے جا رہے ہیں۔ آپ انہیں تو واپس مدینہ بھیج دیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: یہ بھی نانا کا حکم ہے کہ میرے ساتھ جائیں گی۔ میری بے گناہ شہادت کو چھپانے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ مستورات رن بستہ ہو کر کوفہ سے شام تک میری بے گناہی اور خوابیدہ امت محمد کو بے طر کر دیں گی۔

**عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر:**

جب آپ تیار ہو چکے تو عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر نے آکر مشورہ دیا کہ آپ کوفہ نہ جائیں بیت اللہ ہی میں رکے رہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: عبداللہ ابن زبیر تجھے میرے نانا کی پیش گوئی یاد ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کا تقدس ایک تڑپتی کھن سے پامال ہوگا۔

عبداللہ ابن زبیر نے کہا: یاد ہے۔

آپ نے فرمایا: میرے لیے کربلا کے صحرائیں دفن ہونا اس بات سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے کعبہ کا تقدس پامال ہو پھر ابن عباس سے فرمایا:

مجھے نانا نے حکم دیا ہے اور میں ان کے حکم کی تعمیل بہر صورت کروں گا۔

ابن عباس نے یہ سنکر وا محمد اور وحسیناہ کر کے گریہ کیا۔

عبد اللہ ابن عمرؓ

عبد اللہ ابن عمر نے بھی اگر مشورہ دیا کہ اس وقت بد معاشوں کا غلبہ ہے آپ کہیں بھی نہ جائیں۔ اور مکہ میں ہی قیام رکھیں۔

۱۰ امام حسین نے فرمایا: اے ابو عبد الرحمن! تجھے معلوم ہے کہ دنیا کتنی ظالم اور بے انصاف ہے کہ بھیجی ابن زکریا جیسے زاہد اور پاکباز نبی کا سرخی اسرائیل کی ایک بدکار اور طوائف کی خواہش پر ایک شرابی، زانی اور فاجر بادشاہ کو تحفہ پیش کیا گیا تھا۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ بنی اسرائیل شام سے لے کر صبح تک مترتربنی کو شہید کر دیتے تھے۔ اور پھر سارا دن بازاروں اور دکانوں میں اس اطمینان سے خرید و فروخت کرتے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہ۔ لیکن اللہ نے ان پر عذاب میں جلدی نہیں کی۔

اے ابو عبد الرحمن! میں تجھے دعوت دیتا ہوں میری نصرت سے دور نہ رہ اور میری مدد کر۔  
عبد اللہ ابن عمر آگے بڑھا۔ گلوئے امام حسین کا بوسہ لیا اور کہنے لگا۔  
اے فرزند رسول آپ کو شہادت مبارک ہو۔

فرزوق

عرب کے معروف شاعر فرزدق کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کو حج کرنے کی خاطر مکہ لارہا تھا میں جب مکہ کے قریب آیا تو ایک قافلہ کو مکہ سے باہر نکلتے دیکھا

میں نے یو جھایہ کہ سے باہر کن جا رہا ہے۔

مجھے بتایا گیا۔ فرزند رسول حسین ابن علیؑ ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے حسین ترپیل جج کو آیا کرتا تھا اور آج عین وقت جج برکس سے باہر جا رہا ہے کیا وجہ ہے میرے ہاتھ میں ناقد کی مہارت تھی۔ میری ماں ناقد پر تھی میں قریب گیا۔ سلام کیا اور عرض کیا فرزند رسول ان دنوں کپ مکہ سے باہر جا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں! تقدس بیت اللہ کا تحفظ ضروری ہے۔

میں نے عرض کیا۔ آپ کے حج کرنے سے تقدس کو کیا خطرہ تھا۔

آپ نے فرمایا: کچھ حاجی صاحبان احرام کے لباس میں مجھے حرمِ خدا میں قتل کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ اب کہاں کا ارادہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ فی الحال تو عراق کا ارادہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قید عراق میں مجھے تو نظر نہیں آتا کہ آپ کا کوئی معاون ہو۔

آپ نے فرمایا۔ تجھے کیا نظر آیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ وہی جو ہر ایک کو نظر آتا ہے۔ اہل عراق کی زبانیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دل بنی امیہ کے ساتھ ہے

الفاظ آپ کے ساتھ ہیں اور تواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ ویسے تیرا تجزیہ بڑا اچھا صاف ستھرا اور بے لاگ ہے۔

مجھے کچھ حج کے مسائل پوچھنا تھے میں نے وہ پوچھے۔ آپ نے بتایا۔ اس سے زیادہ مجھ سے کوئی بات نہیں ہوئی میں

نے مصافحہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔

### عبداللہ ابن جعفر طیار اور یحییٰ ابن سعیدؑ

جب آپ بیرون مدینہ آئے۔ جناب عبداللہ کو علم ہوا تو اٹھ کھڑے اپنے خون و محمد کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور پیغام بھی دیا۔ قید اگر آپ عراق نہ جائیں تو ہتھ ہوگا۔ آپ کے بعد روئے ارض فوج ہدایت سے خالی ہو جائے گا۔ اگرچہ میں سخت مریض ہوں۔ لیکن کوشش کر کے آپ کی خدمت میں پہنچوں گا ضرور۔

اس کے بعد جناب عبداللہ مکہ آئے۔ وہاں سے عمر دابن سعید سے ایک معاہدہ لکھوایا۔ عمرو کے بھائی یحییٰ کو ساتھ لے کر امام حسینؑ کو اسی وقت آکر ملا جب آپ مدینہ سے عازم عراق ہو چکے تھے۔

جب جناب عبداللہ اور یحییٰ ابن سعید کو آپ کو ملے۔ اور جناب عبداللہ نے اصرار کیا کہ آپ عراق نہ جائیں واپس مکہ تشریف لے جائیں۔

تو امام حسینؑ نے فرمایا۔

عبداللہ! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں آپ کو نظر نہیں آ رہا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بنی امیہ لاکھ امان دیں ان کی امان ویسی ہوگی جیسی معاویہ نے امام حسنؑ کو دی تھی۔ یہ مجھے اس طرح قتل کریں گے جس طرح پہلے میرے بزرگ شہید کر چکے ہیں۔ اور آج تک امت کو پتہ بھی کہ ان کا اصل قاتل کون ہے؛ اور دوسری بات یہ ہے کہ مجھے نانا نے خواب میں جو حکم دیا ہے میں بہر صورت اس پر عمل کروں گا

جناب عبداللہ نے عرض کیا۔ قید ہمیں بھی تو وہ حکم بتادیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے نہ پہلے کسی کو بتایا ہے اور نہ اب بتاؤں گا۔

جب جناب عبداللہ یا یوس ہو گئے تو انہوں نے عموں و محمد سے فرمایا۔ فرزند رسولؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ مجھے افسوس ہے

کہ آج میری صحت میرا ساتھ نہیں دے رہی۔ مجھے امید ہے کہ اگرچہ تم کسں ہو لیکن میری نیابت کرو گے۔ اگر ضرورت پڑ جائے تو فرزند رسول کے ساتھ ایسا جہاد کرنا کہ تمہارا جہاد تاریخ کا حصہ بن جائے

۲۔ فات عرق :-

کہ سے روانگی کے بعد آپ کا پہلا قیام بیرون مدینہ تھا۔ مدینہ سے روانگی کے بعد دوسرا قیام فات عرق میں ہوا۔ اس جگہ آپ کو بشر ابن غالب عرق سے آتا ہوا ملا۔

آپ نے پوچھا۔ سن اعراق میں کیا حال ہے۔

بغیر نے عرض کیا۔ فرزند رسول اہل عراق میں جو آپ کے شیعہ تھے وہ تو معاویہ نے زیاد کے ذریعہ چنوا دیے تھے اب صرف وہی لوگ ہیں جن کی زبانیں آپ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔  
آپ نے فرمایا۔ تو نے بالکل مناسب تجزیہ کیا ہے۔

سید عالم

ذاتِ عرق کے بعد تیسرا قابلِ ذکر مقام تغلیب ہے۔ جہاں آپ نے قیام کیا۔ اس جگہ ابوہریرہ ازادی نے اگر سلام کیا اور عرض کیا تبکہ آپ نے اپنے ناناکا حرم کیوں چھوڑ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بنی امیہ نے ہمارے مال پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے صبر کیا۔ بنی امیہ نے ہمیں ممبروں پر سب و شتم کیا ہم نے برداشت کیا بنی امیہ نے ہمارے شیعوں کو علی الاعلان قتل کیا ہم خاموش رہے۔ بنی امیہ نے ہمیں ایک ایک کر کے فریب سے شہید کیا۔ پہلے تو ہم برداشت کرتے رہے لیکن اب فریب سے قتل میں برداشت نہیں کر سکتا میری کوشش یہی ہوگی کہ جنگ نہ کرنا پڑے۔ میں نے آبادیاں چھوڑ دی ہیں۔ صحراؤں میں وقت گزار رہا ہوں۔ اہل کوفہ نے حکومت دی ہے۔ وہاں جا رہا ہوں۔

امکانی حد تک میں لڑائی سے گریز کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ میرے قاتل ہیں اور میرے قتل کے بعد یہ لوگ ذلیل ہوں گے۔

۴- غریب

انتہائی کم بعد تیسری منزل عذیب ہے جہاں آپ نے قیام کیا۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے سوئے۔ پھر بیدار ہو کر اٹھے اور گریہ فرمانے لگے۔

شہزادہ علی اکبر نے عرض کیا۔ بابا جان خیریت تو ہے کچھ پریشان نظر آرہے ہیں،

آپ نے فرمایا۔ بیٹے ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے ایک ہاتف غیبی کو از دوسے رہا تھا یہ قافلہ آگے جا رہا ہے اور موت اس قافلہ کی طرف آ رہی ہے۔

شہزادہ نے عرض کیا یا ابتلاء! پسنا علی الحق با یا جان ایک ہم حق پر نہیں ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا ابی نعمن علی الحق بیٹا تم ہی تو حق پر ہیں۔

شہزادہ نے عرض کیا۔ بابا جان اذن لانیالی وقعنا علی الموت الم الموت وقعت علینا یا ابا اگر ہم حق پر ہیں تو پھر کوئی پروا نہیں۔ ہم موت کے پاس جائیں یا موت چل کر ہمارے پاس آئے۔

امام حسین نے فرمایا: جزاك الله احسن الجزاء بما يجزى الولد عن والده بیٹے اللہ جو جزائے خیر کسی باپ کی طرف سے بیٹے کو دیتا ہے۔ تجھے اللہ عنایت فرمائے۔

اسی منزل پر طراح ابن حکیم سے روایت ہے کہ میں کو کوفہ کچھ سودا سلف خریدنے کی خاطر جا رہا تھا راستہ میں میں نے خیمے نصب دیکھے ۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا یہ کس کے خیمے ہیں۔

اس نے کہا۔ حسینؑ ابن علیؑ کے۔

حسینؑ ابن علیؑ وفا طمہ بنت رسول اللہ کے؛  
اس نے کہا ہاں۔

میں فرزند رسول کی خدمت میں حاضر ہوا سلام عرض کیا۔ قبلہ آپ کو فہرگز نہ جائیں۔ میں کبھی کبھی وہاں جاتا رہتا ہوں۔ وہاں ہر شخص آپ کا دشمن ہے۔ اگر آپ کو اور کہیں تحفظ نہیں تو آپ ہمارے پاس کوہ اجاڑ میں آجائیں۔ وہاں بری نیست سے آنے والا کبھی جان سالم نہ کر واپس نہیں گیا۔ میرا تمام تہیہ آپ کے قدموں پر سر رکھنے کو فخر سمجھے گا۔

آپ نے فرمایا، طراح۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ میں وعدہ کر چکا ہوں۔ اور عہد شکنی مجھے پسند نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ میرے پاس سامان ہے جو مجھے گھر پہنچانا ہے۔ انشاء اللہ یہ سامان گھر پہنچانے کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میں انتہائی سرعت سے کوہ گیا۔ سودا سلف خریداد۔ اور واپس کوہ آجا رہا تھا کہ گھر پہنچایا۔ اور واپس آگیا ابھی راستہ میں تھا سماعہ ابن زید راستہ میں ملا اور اس نے بتایا کہ فرزند رسول شہید ہو گیا ہے۔

ولید ابن عتبہ کا ابن زیاد کو خط :-

جب امام حسین اسی سفر میں تھے۔ ولید جو حاکم مدینہ تھا کو اطلاع ملی کہ امام حسینؑ عازم عراق ہیں۔ ولید نے ابن زیاد

کو خط لکھا۔

میرے معلومات کے مطابق حسین عراق کی طرف متوجہ ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ حسینؑ فاطمہ کا بیٹا ہے اور فاطمہ رسول اللہؐ کی بیٹی ہے۔ ابن زیاد خیال رکھنا کہیں تیرے ہاتھ سے حسین کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ورنہ تیرے اور پورے بنی امیہ کے لیے ایک ایسی آفت کھڑی ہوگی جسے دنیا کی کوئی طاقت ورنہ نہ کر سکے گی۔ اس نقصان کو نہ ہمارے دوست برداشت کریں گے اور نہ دشمن۔ رہتی دنیا تک نہ ختم ہونے والی لعنت بنی امیہ اور تیرے سر رہے گی۔

ابن زیاد نے خط کو پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا اور کوئی پروا نہ کی۔

اسی اثنا میں ابن زیاد نے اپنے پولیس انچارج حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ کوفہ کی تمام راہیں اس طرح بند کر کہ کوفہ کا کوئی باشندہ قادیسیہ سے باہر نہ جاسکے۔ اور نہ ہی اس طرف سے کوئی شخص کوفہ میں آسکے۔

چنانچہ حصین ابن نمیر نے قادیسیہ سے خفانہ تک اور قادیسیہ سے قطیف تک ناکہ بندی کر دی۔ اور اعلانِ عام کر دیا کہ حسین ابن علیؑ کوفہ جانا چاہتا ہے۔ نہ کوئی اسے جا کر ملے اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی کسی کو جا کر ملے اگر ایسا کوئی آدمی پکڑا گیا تو اس کا متعلق حکومت کے لیے جائز ہوگا۔

۴۰۶۱

عذیب سے چل کر آپ ماجہ پر تشریف لائے۔ اسی جگہ سے آپ نے قیس ابن مسرہیدادی کو اہل کوفہ کے نام خط لکھ کر دیا۔

قیس قادیسیہ کی سرحد پر گرفتار ہو گیا۔ حصین ابن نمیر اسے ابن زیاد کے پاس لایا۔ راستہ میں حصین نے قیس کی تلاش کی لی تو قیس سے امام حسین کو نکھا ہوا خط نکل آیا۔

جب ابن زیاد کو پیش کیا گیا تو۔

ابن زیاد نے یوحیا کو قتل کیا۔

قتیس نے کہا۔ ایسا المومنین علیؑ کے شیعوں سے ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے خط کیوں غائب کر دیا ہے۔

قیس نے کہا۔ یہ بھی کوئی پرچھنے والی بات ہے اس لیے غائب کیا ہے تاکہ جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ تجھے نہ ملے۔

ابن زیاد نے کہا۔ خط کس کا تھا اور کس کے نام تھا۔

قیس نے کہا۔ فرزند رسول کی طرف سے تھا اور اشرف کوفہ کے نام تھا۔

ابن زیاد نے کہا: کن کے نام تھا۔ ان کے نام بتا، یا بنو ہریرہ جا کر حسین اور اس کے باپ پر سب کر



قیس نے کہا۔ جہاں تک ناموں کا تعلق ہے تو وہ قطعاً نہ بتاؤں گا۔ جہاں تک منبر پر جا کر سب کرنے کا تعلق ہے تو میں ابھی کیے دیتا ہوں۔

ابن زیاد نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو ابن زیاد نے قیس سے کہا۔ جا منبر پر چڑھ کر سب کر۔

قیس منبر پر گیا۔

اور کہا۔ کم و بیش اس وقت اس مجمع ملائیں وہ افراد موجود ہیں جنہوں نے فرزند رسول کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ میں انہی کی طرف سے آپ لوگوں کے پاس قاصد ہوں۔ وہ تشریف لارہے ہیں۔ اپنا وعدہ پورا کرو اور فرزند رسول نے تمہاری دعوت پر ہاں کی ہے تو اب تم بھی ان کی دعوت پر لبیک کرو۔

اس کے بعد قیس نے بنی امیہ۔ معاویہ۔ یزید اور زیاد اور آل زیاد پر لعنت کی۔

ابن زیاد نے حکم دیا۔ اس کے ہاتھ پس گردن باندھ دیں دارالعمارہ کی پھت پرے جاؤ اور وہاں سے نیچے گرا دو چنانچہ قیس کو اسی طرح شہید کیا گیا۔

منبر کے لحاظ سے قیس کو بلا کا چوتھا شہید ہے۔ پہلا ابورزین جو بصرہ میں شہید ہوا تھا۔ دوسرا جناب مسلم۔ تیسرا جناب ہانی۔ اور چوتھا قیس ابن مسرہیدادی۔

## ۵۔ چاہ عرب!

حاجر کے بعد آپ نے پانچواں قیام ایک عرب کو نہیں پر کیا۔ یہاں عبداللہ ابی سلیم عدوی آپ سے ملا اور اس نے عرض کیا کہ فرزند رسول! آپ بنی امیہ کے تصادم سے بچیں۔ ان کے حجاب ختم ہو چکے ہیں۔ اگر تصادم ہو گیا تو آپ یقیناً شہید ہو جائیں گے اور جب آپ شہید ہو گئے۔ تو پھر ان کی نیکیں نکل جائیں گی۔ اور کوئی مظلوم نہ بچے گا۔ ہر طرف اموی ظلم کی تلوار کا خوف دہرا س ہو گا۔ اور مظلوموں کی آہیں ہوں گی۔

امام حسین نے فرمایا۔ عبداللہ! تو بھی سچ کہہ رہا ہے۔ لیکن میں اب مجبور ہوں۔ آج تک ہمارے جتنے بھی اموی ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں وہ پوشیدگی کے غدار میں دب کر رہ گئے ہیں۔ اب میں بھی جا رہا ہوں کہ میرے قتل کے ساتھ کم از کم میرے آباء کے قاتل بھی تو داغ ہوں۔

اسی جگہ چند بدوی عربوں نے بتایا کہ کوہ کی طرف ناکہ بندی ہو چکی ہے قاصد میرے سے شام کی راہ اور قاصد میرے سے بصرہ کی راہ سب بند ہے۔ نہ کوئی اندر جاسکتا ہے اور نہ کوئی باہر آسکتا ہے۔

## زہیر ابن قیس کی شمولیت :-

بنی فزارہ اور بنی جلیل کے افراد نے بتایا ہے کہ حج سے واپسی پر ہم زہیر ابن قیس کے ساتھ تھے۔ چونکہ جنت منفر ایک تھی اس لیے امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ ہی چل رہے تھے۔ لیکن ہماری کوشش ہوتی تھی کہ جہاں حسینؑ کے خیم ہوں ہم وہاں سے کافی فاصلہ پر خیمہ زن رہیں۔

ہم سفر حسینؑ پر تبصرے بھی کرتے تھے۔ اور آپس میں کہتے تھے کہ: دیکھیں اس سفر کا کیا انجام ہو اسی مقام پر ایک دن ہم نے دسترخوان بچھایا۔ کھانے پر بیٹھے کہ ایک شخص نے آکر کہا۔  
زہیر آپ کو فرزند رسولؐ نے بلایا ہے۔

یہ پیغام سننے ہی جلد سے تو ہاتھ پاؤں بیسے شل ہو گئے۔ ہم میں سے کسی میں جواب دینے کی سکت نہ تھی۔ زہیر کی نوجہ دیلم نے زہیر سے کہا۔

زہیر کیا تیرا خون سفید ہو گیا ہے۔ تو پہلے تو کبھی ایسا نہ تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ فرزند رسولؐ تجھے بلاتا ہے اور تو جواب تک نہیں دیتا۔ وہ مجھے وہاں باندھ کر تو نہ رکھ لیں گے۔ بات سن لینے میں کیا حرج ہے۔

زہیر یہ سن کر اٹھا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا مسکرا رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دیکھو میں فرزند رسولؐ کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اگر تم میں سے کوئی میرا ساتھ دینا چاہے تو میرے ساتھ آ جاؤ۔ ورنہ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے واپس اپنے اپنے گھر کو جا سکتے ہو۔

پھر اپنے ایک رشتہ دار سے کہا۔ میری بیوی کو گھر آ کر ام سے پہنچا دینا۔

ہم نے پوچھا۔ زہیر آخر یہ بات کیا ہے کہ پہلے تو صرف بات سننے پر آمادہ نہیں تھا۔ اور اب تو ساتھ بھی جا رہا ہے۔

زہیر نے کہا۔ ہلا ہو میری بیوی دیلم کا۔ جس نے مجھے فرزند رسولؐ کی بات سننے کی ترغیب دلائی ہے۔ جب میں گیا تو فرزند رسولؐ نے مجھے ایک ایسی بات یاد دلادی ہے جو میں بھول چکا تھا۔ اس بات کے یاد دلانے سے ایک تو میری اس لیے آنکھیں کھل گئیں ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ فرزند رسولؐ ہی امام حق ہے۔ کیونکہ اس وقت فرزند رسولؐ نہیں تھا جب بات ہوئی تھی اور دوسرا میری خواہش اسی میں ہے کہ میں فرزند رسولؐ کے ساتھ رہوں۔

ہم نے پوچھا۔ ایسی کون سی بات ہے جو آپ بھول چکے تھے اور فرزند رسولؐ نے آپ کو یاد دلائی ہے۔  
زہیر نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک جنگ میں ہمیں فتح ہوئی تو اس میں سلمان فارسی بھی موجود تھا ہمیں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا۔ اور ہم بہت خوش تھے۔

سلمان نے وہاں کہا تھا۔ کیا اللہ کی اس فتح پر بہت خوش ہو۔

ہم نے کہا تھا۔ مسلمان بھلا اللہ کی اتنی عظیم نعمت پر کون خوش نہیں ہوگا۔  
مسلمان نے کہا۔ اگر یاد رکھو تو ایک دن اس سے بھی زیادہ خوشی کا وقت تمہیں بتاؤں۔  
ہم نے کہا۔ مسلمان ضرور بتا۔

مسلمان نے کہا تھا۔ اگر کسی دن سید شباب آل محمد کے ساتھ جنگ کا موقع مل جائے تو اس جنگ میں شرکت پر  
زیادہ خوش ہونا کیونکہ فرزند رسول کے ساتھیوں کی فہرت بڑی مختصر ہے۔ جسے موقع مل جائے وہ اپنے کو دنیا کا خوش نصیب  
ترین فرد سمجھے۔

یہی بات مجھے غریب زہرائے یاد دلائی ہے۔

اس کے بعد زہیر نے ہم سے الوداع کیا۔ زہیر کی بیوی دیلم نے زہیر سے کہا۔ زہیر ممکن ہے تجھے مجھ سے  
پہلے خدمت رسول میں پہنچنے کا موقع مل جائے تو ایک تو میرا تذکرہ بھی آنکھوں سے کر دینا۔ اور دوسرے قیامت میں مجھے  
بھول نہ جانا۔

## ۶۔ خزیمہ

چاہ عرب کے بعد آپ نے مقام خزیمہ پر قیام فرمایا۔ یہاں بنت زہرائے ایک ہولناک خواب دیکھا امام حسینؑ کو بتایا  
دونوں بہن بھائی تنہا بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے۔

# شہادت جناب مسلم کی باقاعدہ اطلاع

سبیل سکینہ

حیدر آباد الحیف آباد، پوسٹ نمبر ۱۱۸۸

لہوف، ارشاد، منتخب۔ کامل الزیارات۔ بحار، امالی، صدوق اور عقاب الاعمال کے مطابق۔

## ۷۔ فرود

جب امام حسینؑ خزیمہ سے چل کر مقام فرود پر پہنچے اور قیام کا حکم دیا تو عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر ابن مشعل دونوں  
نہی سے تھے۔ اور حج سے فارغ ہو کر انتہائی سرعت سے آ رہے تھے۔ ان کا مقصد بھی قطیف دیکھنا تھا کہ فرزند رسول کے  
معادہ کی انتہا کہاں تک پہنچتی ہے۔ مقام فرود پر پہنچ گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ کوفہ سے ایک ناقہ سوار آرہا ہے۔ جب وہ خیام امام حسینؑ کے قریب آیا تو اس نے وہ راہ چھوڑ دی اور ایک طرف ہو گیا۔

دونوں اسدیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ شخص کوفہ سے آرہا ہے اس کے پاس کوئی حال ہوگا چل کر پوچھیں۔ یہ دونوں اس کے قریب گئے۔ اور پوچھا۔  
کیا کوفہ سے آرہا ہے۔

اس نے کہا۔ تم کون ہو اور کیوں پوچھتے ہو۔

انہوں نے کہا۔ ہم بنی اسد سے ہیں۔ رجب سے فارغ ہو کر آرہے ہیں۔ ہم نے اندازہ کیا ہے کہ تو کوفہ سے آرہا ہے تیرے پاس کوئی تازہ اطلاع ہوگی۔

اس نے کہا۔ اگر تم بنی اسد سے ہو تو پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کیونکہ میں بھی بنی اسد سے ہوں۔ میرے پاس واقعاً نئی خبر ہے۔

جب میں کوفہ سے نکلا اس وقت جناب مسلم اور ہانی شہید ہو چکے تھے۔ اور دونوں کے لاشے پاؤں میں رسی سے بازار میں تشہیر کیے جا رہے تھے۔

یہ بتا کر وہ چلا گیا۔

ہم رات کے وقت امام حسینؑ کے پاس آئے اور عرض کیا۔

اے فرزند رسول ہمارے پاس کوفہ سے نئی خبر ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو ان تمام کے سامنے وہ بتا دیں۔ اگر پسند فرمائیں تو تنہائی میں سن لیں۔

آپ نے پہلے اپنے ارد گرد دیکھا۔ پھر ہمیں دیکھ کر فرمایا۔ ان سے میرا کیا زار ہے۔ جو بھی خبر ہے ہم سب سننے کے لیے تیار ہیں۔ سب کے سامنے بتا دو۔

انہوں نے بتایا کہ آج جو ناقہ سوار جا رہا تھا۔ ادا اس نے آپ کے خیام دیکھ کر راستہ چھوڑ دیا۔ وہ کوفہ سے آرہا تھا۔

بنی اسد سے ہے۔ ہم نے اس سے جا کر حالات دریافت کیے ہیں۔ اس نے بتایا ہے کہ جب وہ کوفہ سے چلا اس وقت جناب مسلم اور ہانی دونوں شہید ہو چکے تھے۔ اور ان کے لاشے بازار میں پھرائے جا رہے تھے۔

یہ اطلاع سنا کر پہلے تو سناٹا چھا گیا۔ امام حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ تین مرتبہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

پھر تمام حاضرین رونے لگے۔

امام حسینؑ بنی تمیم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میرا خیال ہے تمہاری صرف یہی ایک قربانی کافی ہے تم ایسا

کرو واپس چلے جاؤ۔

بنی عقیل نے عرض کیا۔ اگر آپ حکم نہیں دے رہے اور ہماری مرضی پر چھوڑ رہے ہیں تو ہم آپ کو چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں گے۔

ہم آپ سے بہتر نہیں ہیں۔ ہماری وہ زندگی کس کام کی ہوگی جو آپ کے بغیر گزرے گی۔

پھر آپ اٹھے خیم میں گئے۔ جناب ثانیہ زہرا فرماتی ہیں کہ آپ کا چہرہ ادا اس تھا۔ آپ جناب رقیہ کے خیمہ میں آئے۔ جناب مسلم کی بچیوں کے سر پر ہاتھ پیرا چھوٹی بچی نے عرض کیا۔ آقا! آج تو آپ ایسے ملوک کر رہے ہیں جیسے یتیموں سے کیا جاتا ہے، کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے؟

آپ برداشت نہ کر سکتے۔ بے ساختہ رونے لگے اور بچیوں کے سرچوم کر فرمایا۔ آج کے بعد میں تمہارا باپ ہوں اور سکیڑ و فاطمہ تمہاری بہنیں ہیں۔

## ۸۔ وادی زہالہ :-

خود سے چل کر آپ وادی زبالہ میں آئے۔ وادی زبالہ میں آپ کو جناب تیس ابن مہر حید اوی کی شہادت کی اطلاع ملی۔

آپ نے وہاں اپنے ساتھ آنے والوں کو جمع کیا اور فرمایا۔

آپ لوگ سن چکے ہیں کہ حالات بدل گئے ہیں۔ مسلم۔ ہائی اور تیس شہید ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے ساتھ دہی رہے جو شہادت کو پسند کرتا ہو۔ میری طرف سے تم سب کو اجازت ہے اگر جانا چاہو تو چلے جاؤ۔

جب آپ نے یہ فرمایا۔ تو آپ کے ساتھ آنے والوں کی اکثریت ادھر ادھر ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ اپنی اپنی راہ لے کر جانے لگے۔

۹. بطن عقیقہ :-

وادی زبالہ کے بعد آپ نے بطن عقبہ میں قیام کیا۔ یہاں عمرو ابن ہوزان سے ملاقات ہوئی۔ عمرو نے عرض کیا۔

قُبَدِ آپ کو نہ کیوں جا رہے ہیں۔ قسم بخدا! میں لوگوں نے آپ کو بلایا ہے وہ صرف یزید سے اپنا وظیفہ دگنا کرانا چاہتے ہیں۔ وہ آپ سے مخلص نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے سب معلوم ہے۔ لیکن ایک وعدہ جو مجھے بے جا رہا ہے۔ میں اسی حد تک جانتا ہوں کہ اس وقت تک چمن سے نہ بیٹھیں گے جب تک میرے سینہ سے میرا دل نکال نہ لیں گے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

میرے قتل کرنے کے بعد یہ لوگ ایسی ذلت سے دوچار ہوں گے جو قیامت تک ان سے زائل نہ ہوگی۔  
امام حسین نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے۔  
صحابہ نے عرض کیا۔ قبہ وہ کیسے۔

آپ نے فرمایا۔ جو خواب میں پہلے ایک مرتبہ دیکھ چکا ہوں وہی خواب یہاں بھی دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے  
کہ ہر طرف سے بھوکے کتوں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ اور میرا جسم بھنچھوڑ رہے ہیں۔ ان سب سے زیادہ مفید داغ والا  
ایک کتا ہے جو بڑھو بڑھ کر حملہ آور ہوتا ہے۔

### ۱۰۔ وادی شراف اور آمد حمزہ

دادی عقبہ سے چل کر آپ منزل شراف میں آئے۔ آپ نے اپنے غلاموں اور جوانوں کو حکم دیا کہ یہاں سے پانی کا  
جتنا ممکن ہو سکے ذخیرہ کر لو۔ جب پانی کا ذخیرہ ہو گیا تو آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ کافی دن چڑھ گیا۔ دوران سفر آپ کے  
ساتھیوں میں سے ایک نے باواز بلند۔ اللہ اکبر کہا۔

امام حسین نے فرمایا۔ واقفاً۔ اللہ اکبر۔ ہی ہے لیکن اس وقت اس تکبیر کا مقصد کیا ہے۔  
اس نے عرض کیا۔ قبہ مجھے وہ دور گھویریں نظر آ رہی ہیں۔

تمام صحابہ نے گردنیں اٹھا کر اس طرف دیکھا پھر دوسرے صحابہ نے کہا۔ آج تک ہم نے اس جگہ کھجور کا کوئی  
درخت نہیں دیکھا۔

فرزند رسول نے پوچھا۔ تمہیں کیا نظر آتا ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔ ہمیں تو نیزوں کی انیاں اور گھوڑوں کی کونٹیاں معلوم ہوتی ہیں۔

فرزند رسول نے فرمایا۔ مجھے تمہارا اندازہ ہی درست نظر آتا ہے۔ جہاں یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں ہم پناہ لے  
سکیں۔ اور آنے والے کا مقابلہ صرف ایک طرف سے کیا جاسکے؟

صحابہ نے عرض کیا۔ آپ کے پہلو میں کوہ ذو حشم ہے۔ آپ بائیں طرف مڑ کے چلیں اگر ہم ان سے پہلے پہنچے ہیں  
کامیاب ہو گئے تو پھر ہمیں ہر طرف سے خطرہ نہیں رہے گا۔

آپ نے محلوں اور سواریوں کی رفتار تیز کرنے کا حکم دیا۔ ہم راستہ سے مڑے ہی تھے کہ آنے والے سپاہیوں  
کے اگلے حصے کے گھوڑے ہمارے قریب پہنچ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہم نے راستہ چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی راستہ  
چھوڑ کر ہمارے پہلو پہ پہلو چلنے لگے۔ ان کے نیزے بانس اور علم پرندوں کے پروں کی طرح لہرا رہے تھے۔ ہم کوہ ذی حشم  
کے دامن میں ان سے پہلے پہنچ گئے



سے اتمام حجت کیا ہے۔ اگر آج بھی تم اپنی اسی دعوت پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں۔ اور اب تم اپنا عہدہ اس طرح پورا کرو کہ میں مطمئن ہو جاؤں۔ اگر میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں واپس جہاں سے آیا ہوں چلا جاتا ہوں۔

ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموش رہے۔

آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا۔ جب اقامت ہو گئی تو۔

آپ نے حسرت فرمایا۔ کیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھنا پسند کرے گا یا پھر، ہمارے ساتھ ہی ہوگا؟

سُحُنے کہا۔ ہم آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھیں گے۔

امام حسین نے نماز پڑھائی۔ تمام لشکر حزنے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

آپ کے صحابہ اپنے اپنے خیام میں اور حرائینے لشکر سمیت اپنی جگہ کی طرف چلے گئے۔

لشکر کے پاس چونکہ خیمہ نہیں تھے۔ اس لیے صرف حرا اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ اور بقیہ لشکر والے اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر ان کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

عصر کے وقت آپ نے کوچ کا حکم دیا اور شکر حر کی طرف مخاطب ہو کر حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ اور اہل حق کو پہچان لو تو خوشنودی خالق اسی میں ہے ہم اہلبیت

محمد ہیں۔ امامت ہمارا حق ہے۔ جو لوگ اس وقت تم پر مسلط ہیں۔ یہ نہ تو امامت کے حق دار ہیں اور

نہ ہی تم سے عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اگر ہم ہمیں گوارا نہ ہوں۔ تم جبارِ اسحق نہ پہچانو۔ اور اگر آپ تمہاری

رائے بدل گئی ہے اور وہ ہمیں رسی جو کم نے اپنے حطوط میں بچھی تھی اور جی حطوط کی وجہ سے میں تمہارے

پاس آیا ہوں۔ تو میں واپس پلٹ جاؤں گا۔

سرنے کہا۔ بخدا! مجھے ان خطوط کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

امام حسین نے عقبہ ابن سمران سے فرمایا: خطوط سے ہر دونوں تھیلے لے آ۔

عقیدہ دونوں تھیلے کے اگیا۔ امام حسینؑ نے دونوں تھیلوں سے خطوط نکال کر ان کے سامنے پھیلا

حزن کیا۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے آپ کو کوئی خط لکھا ہو کہ ہمیں تو این زیادہ کی طرف

حکم ملا ہے کہ ہم جہاں آپ سے ملیں۔ اسی کے بعد اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہوں۔ جب تک کو فہمیں آپ کو

اد کے پیش نہ کریں۔



امام حسین نے فرمایا: بہت دور کی بات ہے جو کر رہا ہے۔ مجھے تو اس وقت کی نسبت موت تیرے زیادہ قریب نظر آ رہی ہے۔

پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اٹھو اور سوار ہو جاؤ  
سب اٹھے۔ خود سوار ہوئے اور دختران رسول کے سوار ہونے کا انتظار کیا۔ جب تمام مستورات سوار ہو گئیں  
تو آپ نے فرمایا:  
واپس پلٹو۔

جب قافلہ مظلوم واپس پلٹنے پر آمادہ ہوا تو لشکرِ حرمِ میان میں حائل ہو گیا۔  
امام حسین نے فرمایا: اے خیر تیری ماں تیرے ماتم میں روئے تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔  
حرنے کہا: اگر عرب کا کوئی باشندہ ایسی حالت میں جس میں آپ ہیں میری نام کا نام لیتا تو جواب میں بھی ویسے ہی کہتا لیکن میں آپ کی دختر رسولِ طالعہ کا نام کسی بھی مقام پر نہیں لے سکتا۔  
امام حسین نے فرمایا: بھلا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

حرنے کہا: میں صرف آپ کو ابنِ زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔  
امام حسین نے فرمایا: اس صورت میں تو میں کبھی تیری پیروی نہیں کروں گا۔  
حرنے کہا: پھر میں کبھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔  
یہی تکرار میں مرتبہ ہوا۔

حرنے کہا: مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہی حکم ہے کہ آپ کو ابنِ زیاد کے پاس لے جاؤں اگر  
آپ ابنِ زیاد کے پاس نہیں چلتے تو پھر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ایسی راہ پر چلیں جو نہ کوڑہ جاتی ہو اور نہ واپس  
مدینہ میں ابنِ زیاد کا اس صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں جو حکم دے گا پھر اس پر ویسے ہی عمل کروں گا۔ ممکن ہے  
اللہ مجھے آپ کے معاملہ میں کوئی راہِ عافیت دکھا دے۔

امام حسین بائیں ہاتھ پر غریب اور تادسیر کی راہ سے ہٹ کر روانہ ہوئے حرج بھی ایک طرف ہو کر آپ کے  
ساتھ چلنے لگا۔

راستہ میں حرا آپ سے کہتا رہا: اے فرزندِ رسول! اگر آپ نے جنگ کی تو یقیناً آپ شہید ہو جائیں گے۔  
امام حسین نے فرمایا: حرا! تو میں کسی بھی مقام پر آغازِ جنگ نہ کروں گا۔ اگر جنگ کی گئی تو دفاع کروں گا جہاں  
مک موت کا قلق ہے اس سے مجھے نہ کوئی خوف ہے اور ڈر دینے یہ یاد رکھو اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو نجات تک  
تمہیں بھی عین نصیب نہ ہو گا۔

پھر امام حسین نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میں سے کوئی اور راہ جانتا ہے۔

طراح ابن عدی نے عرض کیا۔ قبلہ میں جانتا ہوں۔ طراح نے راہنمائی شروع کر دی۔ عذیب النجانات تک پہنچ گئے۔

## ۱۲۔ عذیب النجانات:

عذیب النجانات پر تھوڑا سا قیام کیا۔ اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

## ۱۳۔ قصر بنی مقاتل:

عذیب النجانات سے چل کر آپ قصر بنی مقاتل پہنچے۔ وہاں پہلے سے کسی کے خیمے لگے ہوئے تھے۔

آپ نے پوچھا یہ کس کے قیام ہیں۔

بتایا گیا۔ عبید اللہ ابن حرجنی کے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا اسے بلا کر تولاؤ۔

قاصد نے جا کر کہا۔ آپ کو فرزند رسول نے بلایا ہے۔

عبید اللہ نے پیغام سننے ہی کہا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون میں کوفہ سے نکلا ہی اس لیے تھا کہ جب فرزند رسول

کوفہ میں آئے تو میں وہاں موجود ہی نہ ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا فرزند رسولؐ سے آمناسا نہ ہو۔

قاصد نے اگر امام حسینؑ کا اطلاع دی۔

یہ جواب سنا کہ امام حسینؑ خود اٹھے اور عبید اللہ کے پاس اس کے خیمہ میں آئے۔ اس نے استقبال کیا

آپ کو بٹھایا۔

امام حسینؑ نے عبید اللہ کو اپنے ساتھ شمولیت کی دعوت دی۔ عبید اللہ نے وہی بات دہرائی جو قاصد سے کہی تھی

اور معذرت کی کہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ دیکھ عبید اللہ! اگر تو ہمارا ساتھ نہیں دیتا تو تیری مرضی۔ لیکن ہمارے خلاف لڑنے والوں

میں شامل نہ ہونا جس نے بھی ہماری مظلومیت کی فریاد سنی۔ اور فریاد سنی کی اس کی نجات کی کوئی بھی راہ نہ بچ سکے گی

عبید اللہ نے کہا۔ میں جب آپ کا ساتھ نہیں دے رہا تو آپ کے خلاف کیوں لڑوں گا۔ اگر میں آپ کے ساتھ ہوتا

تو آپ کے قدموں میں اول مقتول میں ہی ہوتا۔ آپ میرا یہ گھوڑا لے جائیں اس نے کسی بھی مقام پر سمجھی۔ بھی مجھے یاوں

نہیں کیا۔

امام حسینؑ نے رخ پھیر لیا اور فرمایا۔ مجھے تیرے گھوڑے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں کسی گم کردہ راہ کو کچھ حوصلہ دار

نہیں بنانا چاہتا۔

شیخ صدوق کی عقاب الاعمال کے مطابق عمرو بن قیس مشرقی سے مروی ہے کہ میں اور میرا چچا زاد قمر بنی مقاتل اور امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی ریش مبارک سیاہ تھی۔

میرے چچا زاد نے پوچھا۔

کیا یہ آپ کے بالوں کا حقیقی رنگ ہے یا خضاب؟

آپ نے فرمایا۔ خضاب ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہم بنی ہاشم کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے ہمیں اپنے ساتھ دعوت شمولیت دی۔

میں نے عرض کیا۔

میں سن رسیدہ۔ بغیر المال۔ اور کثیر العیال ہوں۔ میرے پاس بہت سے لوگوں کی امانتیں رکھی ہیں۔ خدا معلوم آپ کے ساتھ دینے کا کیا انجام ہو میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی امانتیں ضائع ہوں۔ میرے چچا زاد نے بھی یہی جواب دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اچھا ایسا کرو۔ یہاں سے جلدی سے دور چلے جاؤ۔ نہ ہماری مظلومیت دیکھنا اور نہ ہماری صدائے استغاثہ سنانا۔ اگر ہماری مظلومیت دیکھ کر یا ہمارا استغاثہ سنا کر جس نے بھی ہماری مدد نہ کی اللہ قیامت کے دن اسے اوندھے منہ داخل جہنم کرے گا۔

## ۱۲۔ نینوا میں نزول :-

شیخ مفید کے مطابق قمر بنی مقاتل پر دوران قیام ایک رات کے آخری حصہ میں آپ نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ زیادہ سے زیادہ پانی کا ذخیرہ کر لو۔ جب پانی بھر لیا گیا تو آپ نے حکم کوچ دیا۔ عقبہ ابن معان سے مروی ہے کہ دوران سفر آپ کی گھوڑے پر آنکھ لگ گئی۔ پھر آنکھ کھولی اور فرمایا۔

انا لمدوانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین۔

یہ سنکر آپ کا فرزند علی اکبر آپ کے قریب آیا۔ اور عرض کی۔ ابا جان! آپ نے پہلے اناشد پڑھا ہے پھر حمد خدا کی ہے۔

کوئی خاص وجہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! گھوڑے کی پشت پر آنکھ لگ گئی تھی ایک سوار کو دیکھا ہے جو کہہ رہا تھا یہ لوگ آگے چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔

علی اکبر نے عرض کیا۔ ابا جان! اللہ آپ کو کبھی ناپسندیدہ معاملات سے دوچار نہ فرمائے کیا ہم سختی پر نہیں؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! مجھے اس اللہ کی قسم ہے جو مرجع مخلوق ہے ہم ہی سختی پر ہیں۔

علی اکبر نے عرض کیا۔ ابا جان! اگر حق پر ہمیں موت آجھی جائے تو کیا پروا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! اللہ تجھے ہر وہ جنائے خیر دے جو ایک صالح بیٹے کو باپ کی طرف سے ملتی ہے۔

آپ کوشش کر رہے تھے کہ بائیں ہوتے چلے جائیں۔ جب کہ حرکی کوشش تھی کہ آپ کو کوفہ کے قریب سے قریب تر

کیا جائے اس خاموش اور سرد مزاجت میں بعض اوقات فریقین کی سواریاں ایک دوسرے سے ٹکرا اچھی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ

آپ مینا تنک پہنچ گئے۔ اور مینا ہی میں خیام لگانے کا حکم دیا۔

کوفہ کی طرف سے ایک سائڈ فی سوار آنا دکھائی دیا جس نے نیزہ عرضار کھا ہوا تھا۔ سب اس کی طرف دیکھنے

لگے۔ جب وہ قریب آگیا تو اس نے حرار شکر حر کو سلام دیا۔ فرزند رسول کو سلام تک نہ دیا۔ اور ابن زیاد کا خطپ حر کو دیا

خط میں حر کے نام یہ حکم تھا۔

حسین کو بے آب و گیاہ جگہ پر گھیرنے کی کوشش کر۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے۔ کہ یہ تیرا ننگران

رہے گا اور دیکھے گا۔ کہ تو نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ یا نہیں پھر یہی مجھے بھی اطلاع دے گا۔

امام حسین کے ساتھیوں میں سے ابن مہاجر کندی نے ابن زیاد کے قاصد کو دیکھا اور پہچان لیا۔ پھر اس

سے کہا۔

تیری ماں تیرے غم میں روئے تو کیا لایا ہے۔

اس نے کہا میں نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور بیعت کو پورا کیا ہے۔

ابن مہاجر نے کہا۔ اللہ تجھے ہدایت دے۔ واقا تو نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے۔ لیکن یہ بھی سوچا ہے کہ

اس امام کی اطاعت سے اللہ کی ناراضگی خریدی ہے۔ اپنے کو اہل جہنم بنایا ہے۔ ہمیشہ کی لعنت خریدی ہے تیرا امام بدترین

امام ہے۔ اگر تو نے قرآن پڑھا ہے تو قرآن کی یہ آیت کبھی یاد ہونا چاہیے۔

جعلنا ہم آمة یدعون الی النار و یوم القیامة لا ینصرون۔ ایسے اکٹھے بھی ہیں جو جہنم کی دولت

دیتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

تیرا امام بھی انہی میں سے ہے۔

حسین نے اپنے سپاہیوں کو اسی جگہ قیام کا حکم دیا۔ یہ جیش صحر تھا۔ نہ اس جگہ بمنزہ تھا اور نہ پانی۔

امام حسین نے فرمایا۔ حرایسا کہ ہمیں غاضریہ یا شقیہ میں اترنے دے۔

حسین نے کہا۔ اب تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں نگران میرے سر پر مسلط ہے۔

زہیر ابن قیس نے عرض کیا۔ فرزند رسول! آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت ان مٹھی بھرا فرد سے لڑنا ہمارے لیے

آسان ہے لیکن جب ان کے اور لشکر آگئے تو ہمارے لیے معاند مشکل ترین ہو جائے گا۔ اس لیے اگر حکم دیں تو ابھی ان

سے دو دو ہاتھ کر لیں۔

امام حسین نے فرمایا: زہیر بات ہزار بار لاکھ کی نہیں ہے۔ بات آغاز کی ہے۔ ہم اپنی طرف سے آغاز جنگ نہیں کریں گے۔

جب کوئی مارے گا تو دفاع کریں گے۔ اگر یہ لوگ ابتدا کر دیں تو ہماری مجبوری ہوگی۔

یہ دو محرم بدھ کا دن ۶۰ھ ہجری تھا۔ امام حسین نے اسی صحرائیں خیمہ لگوائے۔ اور کھڑے ہو کر اس طرح خطبہ دیا۔

حمد وثنائے الہی اور درود پر محمدؐ اور آل محمدؑ کے بعد آپ نے فرمایا۔

حالات وہی ہیں جو تم لوگ بھی دیکھ چکے ہو زمانہ کے بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اپنے بیگانے ہو جاتے ہیں۔ اب وقت بدل چکا ہے۔ اچھائی کو برائی کہا جانے لگا ہے اور برائی کو نیکی بنا دیا گیا ہے۔ نیکی تو اب تلچھٹ کی طرح کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ آج کل کیسوں کی پانچوں گھئی ہیں ہیں۔ حق کو باطل سمجھ کر چھوڑا جا رہا ہے اور باطل کو حق سمجھ کر رائج کیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ہر مومن کا حق ہے کہ وہ حق پرست ہو کر دربار خانی میں پیش ہونے کی کوشش کرے جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں شرافت کی موت کو عزت اور ظالمین کے ساتھ زندگی کو بد نصیبی سمجھتا ہوں۔

زہیر ابن قیس نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

فرزند رسولؐ! ہم نے آپ کی بات سننے کے ساتھ ساتھ سمجھ بھی لی ہے۔ آپ یقین کریں۔ اگر ہمیں کبھی نہ مرنے کا یقین ہوتا اور اس وقت بھی آپ کے ساتھ موت کا موقع مل جاتا تو بھی ہم آپ کے قدموں میں موت کو دائمی زندگی پر ترجیح دیتے۔ اب جب کہ ہمیں یقین ہے کہ آج نہیں تو کل بہر صورت مرنا تو ہے ہی۔ پھر ہم اسی چند روزہ زندگی کو کب تک بچا کر رکھیں گے۔

ہلال ابن فائق بکلی نے کھڑے ہو کر کہا۔

بخدا! ہم نے زندگی بھر ایک لمحہ کے لیے بھی دربار خانی میں حاضری کو ناگوار نہیں سمجھا۔ ہم نے اپنی بصیرت اور خلوص کے ساتھ آپ کا ساتھ دینے کا انتخاب کیا ہے۔ ہم آپ کے دوست کو اپنا دوست اور آپ کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔

بریر ابن خضیر نے کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

فرزند رسولؐ! ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے ہمیں آپ کی قیادت نصیب فرمائی ہے۔ آپ کی قیادت میں اگر ہمارے اجسام کے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو ہماری خوش نصیبی بختم ہوگی کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ دنیا کے بعد ہم آپ کے جدا مجد کے روبرو سرخرو ہو کر جائیں گے۔

زہیر ابن قیس نے عرض کیا۔

قبہ ہمیں بہر صورت کر بلا میں پہنچنا چاہیے کیونکہ ہمارے ساتھ مستورات اور بچے ہیں۔ ہمیں دشمن کی نسبت پانی کی

زیادہ ضرورت رہے گی۔ اور اگر کربلا میں ہم پانی کے قریب ہوں گے۔ ہمیں جنگ کا سامنا بھی ہوا تو اللہ کی ہرمانی سے ہمیں وہاں سہولت ہوگی۔

بحار کے مطابق کربلا کا نام سنکر امام حسینؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے भरین ہو گئیں۔ اور فرمایا۔  
میں مصائب اور تکالیف میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپؑ نے دین قیام فرمایا۔ اشرف کوفہ کے نام خط لکھا۔ حرنے اپنے ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ آپؑ کے سامنے ہی پڑاؤ ڈال دیا۔

فرزند رسولؐ نے اپنے تمام اقربا کو جمع کیا اور دست دعا بلند کر کے یوں دعا مانگی۔

اللهم انا عترة نبیك محمد صلی اللہ علیہ وآلہ قد اخرجنا وطردنا وازعجنا عن حرم جدنا  
وتعدت بنا امة علينا فخذ لنا بحقنا وانصرنا على القوم الظالمين۔

اے اللہ! ہم تیرے نبی محمدؐ کی عترت ہیں۔ ہمیں اپنے جدا مجد کے حرم سے ڈرا۔ دھمکا اور خوف زدہ کر کے نکالا گیا ہے۔ بنی امیہ کی پیچیدہ دستیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں۔ تو ہی ہمارا انتقام لے اور ظالمین کے خلاف ہماری مدد فرما۔

پھر آپؑ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

آپؑ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ دنیا کے بندے ہیں۔ دین کو صرف زبانی چٹخارے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے  
دین کو ذریعہ معاش بنالیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دین پر کوئی حادثہ ہوتا ہے تو متدین افراد خال خال نظر آتے ہیں۔

آپؑ نے پھر پوچھا۔ کیا یہی کربلا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا۔ ہاں فرزند رسولؐ یہی کربلا ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ ہاں اسی جگہ ہمارا پڑاؤ ہوگا۔ اسی سرزمین پر ہمارے جوان۔ بچے۔ اور بوڑھے شہید ہوں گے۔ اور  
اسی جگہ ہمارا خون بہے گا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق آپؑ وادی نینوا سے چلے۔ جب سرزمین کربلا پر آئے تو آپؑ کا گھوڑا رک گیا آپؑ  
اس گھوڑے سے اتارے دوسرے پر سوار ہوئے لیکن وہ بھی نہ چلا۔ آپؑ نے سات گھوڑے بدلے لیکن کوئی گھوڑا بھی  
قدم آگے بڑھانے پر راضی نہ ہوا۔

جب آپؑ نے یہ دیکھا تو آپؑ نے صحابہ سے پوچھا۔

اسی سرزمین کا نام کیا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا۔ غاصرہ۔

آپ نے فرمایا۔ صرف غاضریہ ہے یا کوئی اور نام بھی۔  
صحابہ نے عرض کیا۔ اسے نینوا بھی کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ غاضریہ اور نینوا کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟  
صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ اسے شط فرت بھی کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ غاضریہ۔ نینوا اور شط فرت کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟  
صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ اسے کر بلا بھی کہتے ہیں۔

آپ نے ایک آہ سرد بھری۔ اور فرمایا۔ ہاں یہی سرزمین ہی مصائب اور امتحان کی سرزمین ہے۔ اس سے آگے  
ایک قدم بھی نہ اٹھانا۔ سچھا! بس اسی جگہ ہمارے خیم نصب ہوں گے۔ یہی سرزمین ہمارے خون کی منتظر ہے۔ اسی زمین  
کا آسمان نبی زادوں کو بے مقنع و چادر دیکھے گا۔ اسی زمین کو ہمارے کم سن بچوں کے خون کی ضرورت ہے۔ اسی جگہ ہمارے  
ناشرین آئیں گے۔ یہی خاک خاک شغابے کی۔ مجھے میرے نانائے اسی زمین کے متعلق بتایا تھا۔ اور یہ فرما کر آپ گھوڑے  
سے اترے۔

حزن نے ابن زیاد کو اطلاع دی کہ فرزند رسولؐ نے کر بلا میں خیم لگا دیئے ہیں۔  
ابن زیاد نے امام حسینؑ کو یہ خط لکھا۔

اھا بعد! یا حسین! فقد بلغنی نزولک بکر بلاء. وقد کتب الی امیر.... یزید ان لا توسد الوشیر  
ولا اشبع عن الخیر او الحقک باللطیف الخیر و ترجع الی حکمی وحکم یزید ابن معاویہ۔

اے حسین۔ آپ کے کر بلا میں نزول کی اطلاع بھی مجھے مل چکی ہے اور ساتھ ہی امر۔ . . . . یزید کا یہ  
حکم بھی مل چکا ہے کہ میں۔ کچھ لطیف و خیر اللہ کے دربار میں پہنچانے تک نہ نیکہ پر سر رکھوں اور نہ پیٹ بھر کر شراب پیوں یا  
آپ میری اور یزید ابن معاویہ کی اطاعت قبول کر لیں۔

جب یہ خط امام حسینؑ کو ملا تو آپ نے اسے پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا اور فرمایا۔

وہ قوم کبھی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتی۔ جو رضائے الہی کے عوض انسانوں کی خوشنودی حاصل کرنے پر  
تکلی جائے۔

قاصد نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! خط کا جواب۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا اس خط کا کیا جواب ہے۔ اس میں تو صرف مجھے قتل کی دھمکی دی گئی ہے۔ اور ابن زیاد  
نے یزید اور اپنی اطاعت کا لکھا ہے۔ جب میں نے اطاعت یزید نہیں کی تو میں ابن زیاد کی اطاعت کیسے کر  
سکتا ہوں۔

جب ابن زیاد کو قاصد نے جا کر بتایا۔ تو اس کا پارہ چڑھ گیا۔ اور اس نے عمر سعد سے کہا:

رے بعد میں جانا۔ پہلے فرزند رسول سے جنگ لڑے۔  
 عمر سعد نے کہا۔ آپ اس جنگ سے مجھے معاف رکھیں۔  
 ابن زیاد نے کہا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ حکومت رے کا پروانہ مجھے واپس کر دے۔  
 عمر سعد نے کہا۔ مجھے موچنے کی مہلت دو۔  
 ابن زیاد نے کہا۔ جاسوچ لے۔  
 عمر سعد کو کال کی نصیحت اور کال کی زبان کا کٹنا یہ تفصیل سابقہ پیش کی جا چکی ہے۔  
 امام حسینؑ نے کربلا سے جناب محمد حنیفہ کو یہ خط لکھا۔  
 صَن كِرْبَلَا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِیِّ اِلَى مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیٍّ وَمِنْ قَبْلِهِ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ  
 اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا لَمُتَّكِنٌ وَكَانَ الْاٰخِرَةُ لَمْ تَزَلْ۔ وَالسَّلَامُ۔  
 سرزمین کربلا سے۔ حسین ابن علیؑ کی طرف سے۔ محمد ابن علیؑ اور دیگر بنی ہاشم کو۔  
 گویا دنیا کبھی آئی نہ تھی۔ اور آخرت کبھی گئی نہ تھی۔  
 والسلام

## ابن زیاد کی جنگی تیاریاں

جب عمر سعد نے حامی بھری تو ابن زیاد نے عمر سعد کو فرزند رسول کے مقابلہ میں لڑنے والے لشکر کا امیر اور سالار مقرر کر دیا۔  
 ہم محرم کو عمر سعد چار ہزار سپاہی کے ساتھ میدان کربلا میں آگیا۔  
 ارشاد شیخ مفید کے مطابق امام حسینؑ کے پاس عروہ ابن قیس احمسی کو عمر سعد نے یہ پوچھنے کو بھیجا کہ آپ کربلا میں کس لیے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟  
 عروہ چونکہ ان افراد سے تھا جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ اور خط لکھا تھا۔ اس لیے عروہ نے عمر سعد سے معذرت کی۔ عمر سعد نے پہلے تو تمام ان افراد سے کہا۔ جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی لیکن ان سب نے معذرت کر لی۔  
 کثیر ابن عبد اللہ شعبی نے اپنے کو پیش کیا۔ یہ شخص انتہائی بے باک اور نڈر تھا کہنے لگا۔ انہیں کیوں تنگ کر رہا ہے۔ اگر کوئی۔ پیغام دینا ہے یا پیغام کے بہانہ سے فرزند رسول کو قتل کرنا ہے۔ تو تو مجھے بھیج تیرا ہر مقصد



پورا ہو جائے گا۔

عمر سعد نے کہا۔ اس وقت میرا صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ فرزند رسولؐ سے یہاں آنے کی وجہ اور مقصد پوچھا جائے۔

کثیر وہاں سے چلا۔ جب ابو تمامہ حید اوی اور اسے جاننے والے دیگر اصحاب امام حسینؑ نے آتے ہوئے دیکھا۔ تو امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ اس وقت باشندگان روئے ارض سے بدترین نڈر اور بے ہاک شخص آپ کے پاس آ رہا ہے۔

یہ کہہ کر جناب ابو تمامہ اٹھے۔ خیمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ جب یہ درخیمہ تک پہنچا تو۔

جناب ابو تمامہ نے فرمایا۔ کس لیے آیا ہے۔

کثیر نے کہا۔ عمر سعد کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

جناب ابو تمامہ نے فرمایا۔ تلوار یہاں رکھ دے۔ پھر اندر چلا جا۔

کثیر نے کہا۔ یہ تلوار مرنے کے بعد ہی میرے جسم سے جدا ہوگی۔

جناب ابو تمامہ نے کہا۔ اگر تو خیمہ میں جانا چاہتا ہے تو پھر اس کا قبضہ میں کھڑ لیتا ہوں۔

کثیر نے کہا۔ آج تک میرے ہاتھ کے علاوہ کسی نے اس کا دستہ نہیں کھڑا۔ میں صرف پیغام لے کر آیا ہوں اگر سن لو

تو ٹھیک ہے ورنہ میں واپس چلا جاؤں گا۔

جناب ابو تمامہ نے فرمایا۔ اگر صرف پیغام ہی پہنچانا ہے تو مجھے بتا دے میں پیغام پہنچا دوں گا۔ لیکن تجھے مسلح

فرزند رسولؐ کے قریب نہیں جانے دوں گا۔ تو خبیث فطرت ہے۔ مجھے اہتمام نہیں ہے۔

کثیر نے کہا۔ مجھے امیر لشکر کی طرف سے کسی اور کو پیغام میں واسطہ بنانے کی اجازت ہوتی تو ضرور ایسا کرتا۔ اب

واپس جاتا ہوں اور سالار لشکر کو سب کچھ بتا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر کثیر واپس چلا گیا۔ اور عمر سعد کو جا کر تمام صورت حال سے مطلع کر دیا۔

عمر سعد نے قرہ ابن قیس حنظلی کو بھیجا۔ اور کہا کہ۔ جا کر فرزند رسولؐ سے پوچھ۔ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟

جب امام حسینؑ نے قرہ کو آتے دیکھا تو صحابہ سے فرمایا۔

اسے پہچانتے ہو؟ کون ہے؟

جناب حبیب نے فرمایا۔ قبلہ بنی تمیم سے ہے ہمارا بھانجا ہے۔ بندہ بڑا امتدین اور دانا تھا۔ میں تو سوچ بھی نہیں

سکتا تھا کہ یہ بھی اس موقع پر بنی امیہ کا ساتھ دے گا۔ خدا معلوم اسے کیا ہو گیا ہے۔

قرہ نے اگر امام حسینؑ کو سلام کیا۔ اور عمر سعد کو پیغام دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عمر سعد سے جا کر کہہ دے۔

میں خود سے نہیں آیا۔ اہل کوفہ نے مجھے آنے کو کھانچا۔ میں آگیا ہوں۔ اگر اب بھی تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ قرہ! تجھے کیا ہوا ہے۔ بنی امیہ جیسے ظالموں کا ساتھ دے کر تجھے کیا ملے گا۔ فرزند رسولؐ کی نصرت کیوں نہیں کرتا۔ یہی وہ گھر ہے جس کی بدولت انڈی نے ہمیں اسلام کی عظمت سے نوازا ہے۔ قرہ نے کہا۔ حبیب تجھے معلوم ہے اس وقت میں صرف پیغام لے کر آیا ہوں۔ جو اب پیغام پہنچانے کے بعد میں غور کروں گا۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

قرہ نے جاکر عمر سعد کو بتایا۔ عمر سعد کہنے لگا۔ امید ہے کہ میں نواسہ رسولؐ کی جنگ سے بچ جاؤں گا۔ عمر سعد نے ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔

اما بعد! کہ بلا آنے کے بعد میں نے فرزند رسولؐ کے پاس تاحصہ بھیجا تھا۔ تاکہ جا کر پوچھے کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ امام حسینؑ نے جواب دیا ہے کہ مجھے اہل کوفہ نے نہ صرف یہاں آنے کی بذریعہ خطوط دعوت دی ہے بلکہ کافی افراد خود بھی میرے پاس گئے تھے اور مجھے یہاں آنے کی دعوت دی ہے۔ اب اگر وہ میرا آنا گوارا نہیں کرتے اور ان کی رائے تبدیل ہو گئی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حسان ابن زائد عیسیٰ کا بیان ہے کہ جب عمر سعد کا خط ابن زیاد کے پاس آیا۔ میں اس وقت ابن زیاد ہی کے پاس بیٹھا تھا۔ جب اس نے خط پڑھا تو کہنے لگا۔

اب کہاں واپس جائے گا۔ اب تو ہمارے قابو میں آیا ہے۔

پھر اس نے عمر سعد کو لکھا۔

اما بعد! مجھے تیرا خط ملا ہے۔ جو کچھ تو نے لکھا ہے میں نے اسے پڑھ بھی لیا ہے۔ اور مجھ بھی لیا ہے۔ فرزند رسولؐ سے کہہ کہ اپنے تمام ساتھیوں بیعت یزید کی بیعت کرے۔ جب بیعت کرے گا تو پھر ہم سوچیں گے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ والسلام۔

جب عمر سعد کو جواب ملا۔ تو کہنے لگا۔ مجھے ڈر ہے کہ میں جنگ ناگزیر ہی نہ ہو جائے۔ کیونکہ اب ابن زیاد بیعت سے کم پر راضی نہ ہوگا۔ اور فرزند رسولؐ آمادہ بیعت نہ ہوگا۔

علامہ مجلسی کے مطابق عمر سعد کو چونکہ یقین تھا کہ کچھ بھی ہو جائے فرزند رسولؐ یزید کی بیعت نہیں کرے گا اس لیے اس نے ابن زیاد کی طرف سے بیعت کا مطالبہ فرزند رسولؐ کو بتایا ہی نہیں۔

عمر سعد کہ حکم بیعت دینے کے بعد ابن زیاد نے منادی کا حکم دیا کہ تمام اہل کوفہ کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دے منادی نے اہل کوفہ کو ابن زیاد کا حکم سنایا۔ جب تمام اہل کوفہ مسجد میں جمع ہو گئے۔ تو ابن زیاد نے منبر پر اکر یہ خطبہ دیا۔

لوگو! تم نے آل ابوسفیان کی حکومت کو آزمایا اور دیکھا ہوا ہے۔ معاویہ کے بعد اس کا بیٹا یزید تمہارا حکمران ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے وظائف کو گناہ کروں۔ اور اضافی رقم اسی وقت تمہیں دے دوں یزید کا دشمن تمہارے بیٹے میں بیٹھا ہے۔ اپنا اپنا اضافی وظیفہ وصول کرتے جاؤ اور دشمن یزید سے جنگ کی تیاری کر کے عمر سعد کی نصرت کے لیے کربلا روانہ ہوتے جاؤ۔

اس اعلان کے بعد ابن زیاد غبر سے اتر آیا اور اندر چلا گیا۔ لوگ وظائف وصول کرنے لگے

شمر ابن ذی الجوشن چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔

یزید ابن رکاب کبھی دو ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔

حصین ابن نمیر چار ہزار کا لشکر لے کر چلا۔

بنی مازن سے تین ہزار کا لشکر آیا۔

نصرہ دو ہزار کا لشکر لے کر آیا۔

جب قبائل سے بیس ہزار کی فوج میدان کربلا میں جمع ہو گئی تو ابن زیاد نے شبث ابن ربیعہ کو پیغام بھیجا کہ

فرزند رسول سے جنگ کی خاطر کربلا جا۔

شبث نے بیماری کا بہانہ بنایا۔

جب ابن زیاد کو پتہ چلا۔ تو اس نے شبث کو لکھا

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے بیماری کا صرف بہانہ بنایا ہے۔ میرے خیال میں تیرا ظاہر و باطن ایک نہیں ہے۔ تو

ایک طرف آل محمد کا طرف دار ہے اور دوسری طرف آل ابوسفیان کو بھی خوش رکھنا چاہتا ہے۔ اب یہ بہانہ چھوڑ دے

اگر تو ہمارے ساتھ ہے تو میرا خط ملتے ہی فوراً چلا آ۔

شبث رات کے وقت آیا۔ تاکہ بیماری کا راز نہ کھلے۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں چاہتا ہوں تو جنگ میں عمر سعد سے تعاون کر۔

شبث نے کہا۔ میں ضرور کروں گا

چنانچہ شبث بھی آ گیا

ابن زیاد لشکر کے بعد لشکر بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ تیس ہزار تک تعداد پہنچ گئی۔

ابن زیاد چھ محرم سے ہی عمر سعد کو جنگ پر آمادہ کر رہا تھا لیکن عمر سعد ٹالتا چلا آ رہا تھا۔

مقتل ابومخنف کے مطابق فرزند رسول کی جنگ کے لیے فوج یزید سے جو پہلا علم برآمد ہوا وہ چھ ہزار کا

لشکر تھا۔

دوسرا لشکر شبث ابن ربیعہ کا تھا۔ جس کے زیرِ کمان چار ہزار فوجی تھے

تیسرا شکر عروہ ابن قیس کی زیر سرکردگی بھیجا اس کے پاس بھی چار ہزار سپاہی تھے جو تھاگرد و پستان ابن انس مخفی کا اسے بھی چار ہزار کا مالار بنایا گیا تھا۔

اسی طرح یکے بعد دیگرے سردارانِ قبائل کو سالہ لشکر بنا کر بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ اسی ہزار نیزیدی فوج جمع ہو گئی۔

یہ خیال رہے کہ یہ اسی ہزار صرف عراقی فوج تھی۔ شاہی اور جازمی فوجیں ان کے علاوہ تھیں۔  
بحار کے مطابق جناب حبیب نے فرزند رسول کی خدمت میں عرض کیا کہ یہاں قریب ہی بنی اسد کی ایک شاخ  
رہتی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جا کر انہیں آپ کی نصرت پر آمادہ کروں۔ اگر وہ مان گئے تو آپ کی عسکری تعداد  
میں بھی کچھ تو اضافہ ہو جائے گا،

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ صیبؓ تجھے اجازت ہے۔

جناب حبیب رت کی تاریکی میں مخفی طور پر ان کے پاس گئے۔ جب انہوں نے آپ کو پہچان لیا تو پوچھا۔ کس لیے آئے ہیں؟

جناب حبیب نے فرمایا :-

جس طرح کسی قوم کا کوئی خیر خواہ اپنی قوم کے پاس دینا و آخرت کی فلاح کے لئے جاتا ہے۔ اسی طرح میں بھی تمہارے پاس فلاح دینا و آخرت کے لئے آیا ہوں۔  
انہوں نے یوحناؑ ذرا تفصیل سے بتائیں۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ تمہارے پڑوس میں دختر رسولؐ کا فرزند خیمہ زن ہے۔ اس کے ساتھ اہل ایمان کی ایک مختصر سی تعداد ہے۔ لیکن ہر مومن ایک ہزار پر بھاری ہے۔ ان میں سے کوئی بھی انہیں چھوڑ کر جانے والا نہیں ہے دوسری طرف سے فوج یزیدی نے آپ کو گھیر رکھا ہے۔ آپ میرا قبیلہ اور میری قوم ہیں میری بات مانیں فرزند رسولؐ کا ساتھ دیں۔

بخدا! تم میں سے جو بھی فرزندِ نبیؐ کے قدموں میں قربان ہو گیا دینا و آخرت کے شرف سے مشرف ہو گا۔ اور آخرت میں جو اسی میں ہو گا

ان لوگوں میں سے بعد ازاں بشیر نے رجز پڑھتے ہوئے جناب حبیب کی دعوت پر لبیک کہی۔ اور جو ان بھی ساتھ دینے لگے۔ نوے آدمی ہو گئے۔

جناب حبیب انہیں بے کر چلے۔

اسی قبیہ کا ایک بدنصیب اٹھا اور عمر سعد کو جا کر مطلع کر دیا۔ عمر سعد نے از رزق نامی شخص کو پانچ سو سوار دے کر ان کے مقابلہ میں بھیجا۔ یہ لوگ لشکرِ فزند رسولؐ میں شمولیت کی خاطر آ رہے تھے۔ کہ از رزق راستہ میں حامل ہو گیا دونوں

گروہ آلیس میں مصروف یکا رہ گئے۔

جب بنی اس نے دیکھا کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تعداد میں یہ لوگ زیادہ ہیں۔ اگر انہیں بھگا بھی دیں تو انہیں نئی کمک مل جائے گی۔ تو انہوں نے پپائی اختیار کر لی۔ جناب حبیب نے ازرق سے فرمایا بھی کہ ظالم تو کیوں درمیان میں حاکم ہو رہا ہے۔

ہٹ جا ہمیں آگے جانے دے۔

لیکن ازرق نے سختی سے انکار کر دیا۔ اور کہا: میں اپنے امیر کی بہر نوع اطاعت کروں گا۔ اور ایک آدمی کو بھی فرزند رسولؐ کے پاس نہیں جانے دوں گا۔

جب بنی اسد واپس چلے گئے تو بختِ حبیب نے آکر فرزندِ رسول کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

علامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے کہ اس کے ابن سعد نے دریائے فرات پر پہرہ بٹھا دیا تاکہ خیام آل رسولؐ میں پانی نہ جائے۔ جب خیام فریت رسولؐ میں پانی ختم ہو گیا تو امام حسینؑ دختر زہراؑ کے نعیمہ کی پشت پر گئے وہاں سے ایسے قدم گئے۔ اور کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ کچھ ناصہ پر پانی نکل آیا۔ امام حسینؑ نے خود بھی بیا اپنے صحابہ کو بھی پلایا۔ تمام خیام میں بھی بھجوا دیا۔

پھر وہ کنواں غائب ہو گیا۔

حبیب ابن زیاد کو اطلاع ملی تو اس نے عمر سعد کو لکھا کہ۔

میں نے سنا ہے عیسٰی کو تین کھوکھلائی پٹی رہا ہے۔ میرے اس خط کے بعد پانی پر پہرہ بھی سخت کر دے اور قرینہ رسول کو کفناں وغیرہ کھودنے سے روک دے۔

چنانچہ سات محرم کو عمر ابن سعد نے عروا بن حجاج زبیدی کو پانچ سو سپاہیوں کے ہمراہ فلت پر متعین کر دیا۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق اس نئی صورت حال کے بعد ذریت رسول کے خیم میں شدت پیاس بڑھ گئی اور سات محرم کے بعد سے عصر عاشور تک خیم حسینؑ میں پانی کا ایک قطرہ تک موجود نہ رہا تھا۔ عبد اللہ ابن حصین ازادی نے ماوازلہ بندیکا کر کہا۔

اسے فرزند رسولؐ دیکھ رہے ہو یہ پانی کتنا حسین اور پیارا ہے۔ لیکن ذریت رسولؐ اس بیٹھے پانی کا ایک قطرہ تک نہیں چکھ سکتی۔ یا حکم امیرانِ لور ورنہ میاں سے موت کا انتظار کرو۔

فرزند رسولؐ نے اس کی یہ بات سن کر دست و دعا بلند کر کے عرض کیا۔ اللہھ اقمہ عطشاء ولا تعقرہ، بار اہلہ! اسے ماس کی موت سے دوچار فرما اور کبھی معاف نہ فرما۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ یہ دعا سننے کے بعد میں نے عبد اللہ کو اپنی نگاہوں میں رکھا۔ مجھے لاشریک معبود کی قسم ہے میں نے اسے اس طرح پیسا دیکھا کہ وہ پانی پی پی کر کیا بن جاتا تھا پانی اس کے منہ سے پینے لگتا تھا لیکن اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی تھی۔ اور اسی حالت میں ہی اس کا پیٹ پھٹ گیا تھا۔ اور وہ دھواں دھواں ہوا۔

علامہ مجلسی کے مطابق آٹھویں بحرم کی شب امام حسینؑ نے جناب عباس کو تیس آدمیوں کے ساتھ بیس مشکیزے دے کر پانی لانے کو بھیجا۔

جناب عباس جب دریائے فرات پر پہنچے تو عرفان حجاج نے پوچھا کون ہو؟  
جناب عباس کے ساتھیوں میں سے ہلال ابن نافع بجل نے کہا ہمیں پیاس نے ستایا ہوا ہے۔ پانی پینے آئے ہیں۔

عمر نے کہا آؤ بیے شک پی لو۔  
ہلال نے کہا ظالم مجھے شرم نہیں آتی۔ تو ہمیں تو اجازت دے رہا ہے۔ لیکن ذریت رسول سے تو پانی روکتا ہے۔

عمر نے کہا تیری بات درست ہے۔ لیکن ہماری مجبوری ہے۔ ہم حکم کے بندے ہیں۔ اور ہمیں بہر صورت تعمیل حکم کرنا ہے۔

جناب عباس نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ جاؤ مشکیزے پڑ کر لو۔  
جناب عباس کے اشارہ سے آپ کے ساتھی دریا میں کود گئے۔

دوسری طرف سے عمر نے اپنے سپاہیوں کو مقابلہ کا حکم دیا۔ جناب عباس کے ساتھی دھواں میں تقسیم ہو گئے۔ کچھ نے فوج یزید کا مقابلہ جاری رکھا اور کچھ نے مشکیزے پر کرنا شروع کر دیئے۔ جب مشکیزے پر ہو گئے۔  
تو ہلال نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اب آ جاؤ۔ ہم نے پانی لے لیا ہے۔ یہ لوگ پانی کے کڑا گئے۔ جب پانی ختم امام حسینؑ میں پہنچ گیا۔ اس وقت سے جناب عباس کو سفائف حسینؑ کہا جانے لگا۔

پھر امام حسینؑ نے عمر سعد کے نام پیغام بھیجا کہ میں مجھ سے علیحدگی میں ملنا چاہتا ہوں۔ دونوں لشکروں کے مابین طاقت کر لیتے ہیں۔

عمر سعد اپنے ساتھ بیس سپاہی لے کر آیا۔ امام حسینؑ بھی اپنے ساتھ بیس صحابی لے کر آئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان ایک ٹیپے پر پہنچ کر امام حسینؑ نے جناب عباس اور ہم نکل نبی فرزند کے علاوہ دوسرے صحابہ سے فرمایا کہ آپ ایک طرف علیحدہ بیٹھ جائیں۔ عمر سعد نے بھی اپنے غلام اور بیٹے حفص کے علاوہ دیگر سپاہیوں کو علیحدہ کر دیا۔

امام حسین نے فرمایا۔

اے عمر سعد کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے؟ کیا تو مجھ سے جنگ لڑے گا؟ جب کہ تجھے معلوم ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں؟ میرا ساتھ دے۔ میرا ساتھ تجھے بارگاہ خالق کے قریب کرے گا۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہیں آپ کا ساتھ دینے سے ابن زیاد میرا گھر ہی پھونک دے۔

امام حسین نے فرمایا۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی تعمیر میرے ذمہ ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے اپنی جائیداد کے ضبط ہو جانے کا خطرہ ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ حجاز میں اپنی جائیداد سے تجھے اس جائیداد کی نسبت زیادہ دوں گا۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے اپنی اولاد پر زیادہ کے تشدد کا خطرہ ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ تیری کن اولاد پر تشدد کا انتقام اللہ سے لے گا۔

عمر سعد نے کوئی جواب نہ دیا۔

امام حسین نے نصرت سے فرمایا۔

عمر سعد خدا معلوم تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تجھے تیرے بستر پر خنجر سے دو چار کرے۔ اور تجھے کبھی معاف نہ فرمائے۔ ویسے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو زیادہ دیر تک عراق کی گندم نہ کھاسکے گا۔

عمر سعد نے مذاق کے انداز سے کہا۔ اگر گندم نہ ملے تو جو پیر گزارہ کر لوں گا۔

شیخ مفید کے مطابق عمر سعد واپس اپنے خیم میں پلٹ کے آگیا۔

اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔

۱۰۔ ابا جہل! جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ صلح کے امکانات روشن ہو گئے ہیں۔ اور خداوند عالم ہمیں نواسہ رسولؐ کی جنگ سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ۔

فرزند رسولؐ نے میرے ساتھی تین باتیں پیش کی ہیں۔

۱۔ وہ جہاں سے آیا ہے واپس وہیں جانے دیا جائے۔

۲۔ اسے کسی دور افتادہ سرحدی مقام پر جانے کا اجازت دی جائے وہ کسی قسم کی بھی سیاست میں حصہ نہیں لے گا۔

۳۔ اسے یزید کے پاس جانے دیا جائے جو سلوک یزید چاہے کر لے۔

میرا خیال ہے ان تین باتوں میں سے ہم کسی ایک بات کو منتخب کر سکتے ہیں۔ حتیٰ انتخاب آپ کو ہے۔ جو بات آپ پسند کریں۔ مجھے لکھیں تاکہ میں فرزند رسولؐ کو اس سے آگاہ کر دوں۔

جب ابن زیاد نے خط پڑھا۔ کہنے لگا۔ اگر حسینؑ ان باتوں میں سے کسی ایک پر راضی ہو کر عراق چھوڑ دیتا ہے

تو اچھا ہے۔

شمر نے کھڑے ہو کر کہا۔ ویسے آپ کی مرضی ہے۔ آپ ایسے ہیں۔ میرے خیال میں تو یہ قطعاً درست نہیں ہے۔

اس وقت فرزند رسولؐ آپ کے علاقہ میں ہے۔ آپ کے قبضہ میں ہے۔ صرف آپ سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔  
سمرزین عراق پر آپ حاکم ہیں۔ اگر حسین اس علاقہ میں آپ کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر یہاں سے نکل کر وہ کسی ایسی جگہ جائے گا  
جہاں سے وہ دوسری مرتبہ ایسی مکمل تیاری کے ساتھ آئے گا کہ حالات موجودہ صورت حال کے برعکس ہو جائیں گے۔

اس وقت آپ مضبوط ہیں اور حسینؑ کمزور ہیں دوسری مرتبہ جب آپ کی حسینؑ سے ملاقات ہوگی تو وہ مضبوط ہوگا اور آپ کمزور ہوں گے۔ حق تو یہ ہے کہ اس وقت حسینؑ اپنے تمام ساتھیوں سمیت آپ کی بیعت کرے۔ اگر آپ سزا دینا چاہیں تو اسے قبول کرے اور اگر معاف کرنا چاہیں تو اس کا شکریہ ادا کریں۔

ابن زیاد نے کہا۔ آپ کا مشورہ بہت عمدہ ہے۔ اور میں اسی پر عمل کرتا ہوں۔ جا کر تیاری کریں عمر سعد کے نام تجھے خط دے کر بھیجتا ہوں جس میں لکھوں گا کہ۔

حسین اور اس کے ماتھوں کو کھلے لفظوں میں کہہ دے کہ اگر وہ میری اطاعت کریں تو بلا جنگ انہیں میرے پاس لے۔

اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کریں۔

اگر عمر سعد میرے اس حکم کی تعمیل کرے تو نبیؐ کو اس کے ماتحت ہوگا۔ اور اگر وہ تعمیل حکم نہ کرے تو میری طرف سے  
تو سالار لشکر ہوگا اور عمر سعد کا سر مجھے بھیج دینا۔  
چنانچہ ابن زیاد نے عمر سعد کو یوں خط لکھا۔

ابالعد۔ میں نے تجھے حسین کے مقابلہ میں نہ تو اس لیے بھیجا ہے کہ تو ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ جا نہ اس لیے بھیجا ہے کہ تو اسے زیادہ سے زیادہ محنت دے۔ نہ اس لیے بھیجا ہے کہ اسے سلامتی کی امید دلا نہ اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسین کی طرف سے کوئی معذرت کر۔ اور نہ ہی اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسین کا سفارشی بن جا۔ سیدھی سی بات ہے اگر حسین میری اطاعت قبول کرتا ہے تو بدست۔ اسے مع اس کے جملہ ساتھیوں کے میرے پاس بھیج دے۔ اگر میری اطاعت سے انکار کرتا ہے تو جنگ کر۔ جنگ کے بعد ان کے لاشوں کا مشلہ کر۔ قتل حسین کے بعد لاشہ حسین کو گھوڑوں سے پامال کر۔ میرے خیال میں ہمیں ان کاموں کے لیے قیامت وغیرہ جیسے کسی دہم سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی اگر تو اسے قتل کرنے پر کامیاب ہو جائے تو ایسا ضرور کرنا۔

اگر تو نے ہمارے اس حکم کی اطاعت کی تو تم تجھے وہی جزا دی گے جو ایک اطاعت شعار کو دی جاتی ہے اور اگر تجھے تعمیل حکم سے انکار ہو تو پھر اپنے کو معزول سمجھ۔ شمر امیر لشکر ہوگا اور وہی کرے گا جو حکم ہم نے اسے



دے دیا ہے۔

والسلام

جب شمر نے خط لاکر عمر سعد کو دیا اور عمر سعد نے اسے پڑھا تو شمر سے کہا۔

اللہ تجھے رسوا کرے۔ یہ تو نے کیا کیا ہے۔ اللہ تجھے تیرے اس خط کے ساتھ ذلت سے دوچار کرے۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں نے ابن زیاد کو کھانا تھا تو نے ہی اس پر عمل کرنے سے روک دیا ہے۔ اور جس چیز کی مجھے امید تھی تو نے اسے برباد کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں حسین کی رگوں میں اپنے باپ کا خون ہے وہ کبھی بھی وہ نہیں کرے گا جو ابن زیاد چاہتا ہے۔

شمر نے کہا۔ زیادہ باتیں نہ بنا۔ مجھے تو یہ بتا۔ کہ کیا تو اپنے امیر کے حکم کی اطاعت کرنے پر آمادہ ہے یا نہیں؟ اگر آمادہ ہے اور اس کے دشمن سے جنگ کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ایک طرف ہو جا۔ حسین جانے اور میں جانوں۔ عمر سعد نے کہا۔ تو سالاری لشکر کے خوب دیکھ کر آیا ہے میں تیرا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہونے دوں گا۔ میں خود ہی لڑوں گا۔ ہاں پیادہ کی کمان تو سنبھال لے۔

تظلم الزہراء میں منقول ہے کہ عمر سعد حکومت رے کا معاہدہ ہوا تھا۔ جب یہ آمادہ جنگ ہوا تو اس نے یہ اقرار کئے۔

(۱) فَوَاللّٰهُ مَا اَدْرِى وَاِنِّى لَمُحَاثِرٌ

ہا بخدا! مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا اور میں خود حیران ہوں میں اپنے

بارے میں دو باتوں میں سے ایک کے بارے میں سوچ رہا ہوں

(۲) بَعَثَ حُكُومَتِى رِىَ بُوَيْرِىَ دِیْرِ نِیَہِ اَرُودِہِ سَہِ كُوجُھُورِ دُودِہِ ؟

اور کیا قتل حسینؑ کی لغت لے کر واپس بیٹ جاؤں۔

(۳) اِس كَے قَتْلِ مِیْنِ یَقِیْنًا جَہَنَّمُ ہِے جِس مِیْنِ كُوفِی شَكِّ نَہِیْنِ جِكُ

حکومت رے بھی میری آنکھوں کا نور ہے۔

شیخ مفید کے مطابق عمر ابن سعد نو محرم بروز خمیس آمادہ جنگ ہو گیا۔ اس کے بعد شمر نے خیام امام حسین کے باہر آکر آواز دی۔

جناب عباس! جعفر عثمان اور عون باہر آئے اور پوچھا۔ کیا بات ہے۔

شمر نے کہا۔ تم میرے قیدی کی بیٹی کی اولاد ہو میں تمہارے لیے ابن زیاد سے امان لایا ہوں۔

جناب عباس نے فرمایا۔ ظالم اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ تو اپنے قیدی کی بیٹی کی اولاد کو امان دیتا ہے اور دیت

رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے۔ ہم ایسی امان پر اور امان لانے والے دشمن خدا پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کیا تو یہ سمجھتا

ہے کہ ہم تیری پناہ میں آکر زندہ رہ جائیں اور اپنے آقا و سر دار اور بھائی کو تجھ جیسے ملاعین کے درمیان میں تنہا

چھوڑ دیں۔

اس جواب پر شمر غصہ سے باہر ہو کر داپس پلٹ گیا۔

اس کے بعد عمر ابن اسعد نے اپنی فوج کو مخاطب ہو کر کہا۔ اب اٹھو اور ذریت رسولؐ سے دو دو ہاتھ کر لو۔

بینیدی مسلمان گھوڑوں پر سوار ہوئے اور خیام آل محمد کی طرف بڑھے۔

مظلوم کر بلا قبضہ تلوار کا پہارا ایسے درخیمہ پر بیٹھے تھے۔ آپ کو اوندھ آگئی بنت زہرا نے جب گھوڑوں کی ٹاپیں سنیں تو بولی نے اگر راکب دوش نبی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا ۔

بھیادشمن کی فوج تو خیم کے قریب آگئی ہے۔

آپ نے آنکھ کھولی اور آہ حسرت بھر کے کہا۔

ہم! اسی ادگھ میں نانا رسولؐ کو دیکھا ہے۔ ماں زہراؑ اور بھائی حسنؑ کو دیکھا ہے وہ کہہ رہے تھے حسینؑ اکل تو ہمارے پاس ہوگا۔ ہم تیرے انتظار میں ہیں۔

یہ سنتے ہی بنت زہرائے نے اپنے چہرہ پر طمانچہ مارے اور کہا۔

بھیا اکیا بہن کو خبر موت دے رہے ہوں۔

انہی باتوں میں جناب عباس نے بھی اگر آپ کو نئی صورتِ حال سے مطلع کیا۔

آپ نے فرمایا: عباس جاؤ ان سے پوچھو کہ جب سسد گفتگو حل رہا تھا تو پھر ایمانک یہ کیا ہو گیا ہے؟ کس سے

آ رہے ہیں۔ اور کیا جانتے ہیں؟

جناب عباسؑ میں سواروں، جن میں جناب زبیر ابن العقیلؓ اور حبیب ابن مظاہر بھی تھے کہراٹھ گئے۔ اور یزیدی

فوج سے پوچھا کیا بات ہوئی ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ۔ ہمیں حکم امیر بن زیاد ہے۔ یا اس کی اطاعت کرو اور یا جنگ کرو۔

جناب عباس نے فرمایا۔ کچھ دیر کے لیے مہنت دو۔ میں فرزند سول کو مطلع کر دوں جو فرمائیں گے۔ تمہیں آکر

بتائے دیتا ہوں۔

زییدی فوج رک گئی۔

جناب عباس نے اگر فرزند رسولؐ کو اطلاع دی۔

آپ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ پھر جافا در عمر سعد سے کہو کہ ہمیں کل تک کی ہمت دے دیں۔ تاکہ آج کی رات ہم عبادت

خدا اور تلاوت قرآن کریم۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے عبادت اور تلاوت سے کتنا پیار ہے۔

جناب عباس نے جا کر عمر سعد سے کہا ۔

عمر سعد نے مہلت دینے میں تامل کیا۔

عمر ابن حجاج زبیری نے کہا۔ اے پسر سعد! تجھے کس بات میں تامل ہے بخدا اگر ترک و دیم کے لوگ بھی ہم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو ہم دیدیتے یہ تو فرزند رسولؐ ہے۔  
عمر سعد نے بناب عباس کے ساتھ اپنا غلام بھیجا کہ جا کر فرزند رسولؐ سے کہہ دے کہ۔  
ہم نے تمہیں ایک رات کی مہلت دی ہے تاکہ تم مزید سوچ لو، اگر تم نے اطاعت ابن زیاد قبول کر لی تو ہم آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔ اور اگر اطاعت قبول نہ کی تو پھر کوئی مہلت نہیں دیں گے۔  
دوسری طرف سے عمر نے اپنی فوج میں منادی کرادی کہ ہم نے آل محمد کو ایک رات کی مہلت دی ہے کل ان سے جنگ ہوگی لہذا اپنی اپنی سواریاں باندھ دو۔

## مجلس

## شب عاشور

ارشاد مفید۔ امالی صدوق اور لہوف کے مطابق نماز عشاء کے بعد امام حسینؑ نے اپنے اہل بیت اور انصار کو یوں خطبہ دیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم -  
اثني على الله احسن الثناء واحمده  
على السراء والضراء - اللهم اني  
احمدك على ان اكرمتنا بالنبوه  
وعلمتنا القرآن وفهمتنا في الدين  
وجعلت لنا اسماعاً و ابصاماً  
وافئدة فاجعلنا من الشاكرين، اما بعد  
فاني لا اعلم اصحاباً اوفى  
ولا خيراً من اصحابي واهليت  
اوفي وابر من اهل بيتي

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن اور رحیم ہے، اچھی سے  
اچھی تعریف خدا کرتا ہوں، مصائب اور غمشہی ہر حالت میں حمد  
خدا ہے۔ اے اللہ! اس بات پر تیری تعریف کرتا ہوں کہ  
تو نے ہمیں نبوت سے نوازا ہے۔ نعم القرآن دیا ہے اور تعلیم  
دین دے کے دنیا میں بھیجا ہے۔ ہمیں سننے والے کان دیکھنے  
والی آنکھیں اور سوچنے والے دل دیے ہیں۔ ہمیں اپنے شکر  
گزاروں سے قرار دے۔ اما بعد مجھے آج تک اپنے صحابہ سے  
اچھے اور صالح اصحاب نظر نہیں آئے۔ اور نہ ہی میں نے اپنے اہل بیت  
سے زیادہ وفادار اور خیر خواہ کسی کے اہلیت کو دیکھا ہے  
اللہ آپ کو میری طرف سے جنازے خیر دے میرے اہل بیت

فَإِذَا كَرِهَ اللَّهُ عَنِ خَيْرًا وَاسْتَهْ يَوْمًا لَنَا  
مَنْ هُوَ لَا أُولَاؤِي قَدْ أَذِنَتْ لَكُمْ فَانْطَلِقُوا  
جَمِيعًا فِي حُلِّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ حَرَجٌ مَنَى وَلَا ذِمَامٌ هَذَا  
الْبَلِيلُ قَدْ عَشَاكُمْ فَاتَّخِذُوا جَمَلًا وَتَقَرُّوْا فِي  
سَوَادِهِ قَانَ الْقَوْمِ اَعْمَا يَطْلُبُونِي وَلَوْ ظَفَرِي وَابِي  
لَنَا هَلَاوَا عَنْ طَلَبٍ غَيْرِي -

ان لوگوں کی طرف سے ہمارے پاس صرف آج کا دن ہے میں  
تم سب کو اجازت دیتا ہوں چلے جاؤ میری طرف سے چھٹی ہے  
میری تم پر کوئی ناراضگی نہیں اور نہ ہی آپ کسی معاہدہ کے پابند ہیں  
رات کی تاریکی چھا چکی ہے اسے پردہ بناؤ اور تاریکی میں کچھ جاؤ  
یہ لوگ صرف مجھے تلاش کرتے ہیں۔ جب میں انہیں مل جاؤں گا  
تو پھر یہ کسی اور کو تلاش نہیں کریں گے۔

سب سے پہلے جناب عباس نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

آپ کو جو کچھ فرماتا تھا فرمائیے۔ آپ کا حق بھی یہی تھا۔ جو آپ نے ادا کر دیا ہے۔ اب میری درخواست یہ ہے کہ آپ ہمیں  
بحیثیت امام کے جانے کا حکم نہ دیں۔ ہماری مرضی پر چھوڑ دیں۔ جہاں تک ہم بھائیوں کا تعلق ہے ہماری آرزو یہ ہے کہ آپ کے  
قدموں پر سر رکھ کر قربان ہو جائیں۔

ہم شکل بنی شہزادہ علی اکبر نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

ابا جان! بھلا وہ اولاد زندہ رہ سکتی ہے جو فرزند رسولؐ جیسے باپ کو دشمنوں میں چھوڑ کر اپنی جان بچا کر چلی جائے  
اگر یہ یقین بھی ہوتا کہ کبھی نہ میرے گھر بھی آپ کو چھوڑ کر نہ جاتے۔

اب جب کہ یہ یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن مر ہی جانا ہے۔ اگر آج نہیں تو کل پھر اس عارضی زندگی کا بوجھ لے کر کب  
تک پھرتے رہیں گے۔

اولاد کے بعد فرزندان امام حسن میں جناب حسن ثانی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

قبیلہ! بھلا یہ ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی آپ کو چھوڑ کر چلا جائے۔ میں یہ تو عرض نہیں کر سکتا کہ ہم کیا کریں گے  
کیونکہ یہ سب کچھ قبل از وقت ہو گا۔

پھر مہر و وقت بتائے گا کہ ہم کیا کریں گے۔

جناب عون و محمد نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

قبیلہ! آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں ہمارے ابا جان! اس وقت آپ کی خدمت میں لائے چپ آپ مکہ سے واپس اگر عازم عراق  
ہوتے تھے۔ ہمیں تو ہمارے بابائے ہی فرمایا تھا کہ۔ بیٹو! ہمارے ہاں در نہ میں خود تمہارے ماموں پر جان قربان کرتا اگرچہ تم  
دوسروں کی نسبت کم سن ہو۔ لیکن پھر بھی اس قابل ضرور ہو کہ میری نیابت کر سکو۔ کیا آپ سمجھتے ہیں اگر ہماری جگہ ہمارے بابا  
ہوتے اور وہ آپ کو اس حال میں دیکھتے تو کیا وہ آپ کو یوں تنہا چھوڑ کر چلے جاتے۔ پھر ہم آپ کی اس بہن کا دودھ ہیں  
جس سے آپ مدینہ میں۔ اور مدینہ سے یہاں کہ بلا تک تنہا بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے ہیں اور ہم نے اکثر اوقات دیکھا ہے کہ  
دوران گفتگو آپ ہماری ماں کا سر اور ہاتھ چومتے رہے۔ اور ہماری ماں آپ کا گلا چومتی رہی۔ اب ہمیں بھی سب کچھ

سمجھ کر ہا ہے۔ اندر ہم آپ کو ان دشمنان دین کے نزعہ میں تنہا چھوڑ کر ہرگز نہیں جاسکتے۔  
صحابہ میں سے مسلم ابن عوسجہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

فرزند رسول! اگر ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو بھلا ہم دربار خالق میں کس منزل سے جائیں گے اور آپ کے اداے حق کی کیا معذرت کریں گے۔

بخدا! اس وقت تک یہ لوگ آپ کے قریب نہیں آئیں گے۔ جب تک میرے ہاتھ میں نیزہ رہے گا اور میں نیزہ زنی کرتا رہوں گا۔ جب نیزہ ٹوٹ جائے گا تو میں تلوار سے آپ کا دفاع کروں گا۔ جب تلوار ٹوٹ جائے گی اور کوئی ہتھیار نہ ملا تو میں ان پر سنگباری کروں گا۔

اس وقت تک ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے جب تک نایق کونین کو اپنے اس ڈھولے کا ثبوت پیش نہ کر دیں۔ جب تک ہمارے نامہ اعمال میں یہ نہیں لکھ دیا جاتا کہ ہم نے فریت نبویہ کے تحفظ میں اپنی جان قربان کر کے نبی کونین کو راضی کر دیا ہے۔ بخدا! اگر مجھے یقین ہو کہ آل محمد کی محبت میں مجھے قتل کیا جائے گا۔ پھر مجھے جلایا جائے گا۔ پھر زندہ کر کے قتل کیا جائے گا اور جلا کر میری راکھ ہوائیں بکھیر دیا جائے گا۔ اور ترمتر تہ میرے ساتھ یہی سلوک ہوگا تو بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

اس کے بعد دیگر صحابہ نے بھی اسی قسم کی گفتگو کر کے اپنی دنیا کا یقین دلایا۔

سید نے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکر بنی کزیر نے سب سے کوسر حد پر قید کر لیا گیا ہے۔ تو محمد نے کہا اگر اسے قتل کر دیا گیا تو میری زندگی مشکل ہی سے گزرے گی۔

جناب سید الشہداء نے محمد کو بلا کر فرمایا۔ تیرا بیٹا اگر زندہ ہے۔ میں اپنی بیعت تجھ سے اٹھا تا ہوں تو چلا جا اور بیٹے کو آزاد کرانے۔

محمد نے کہا میرا گوشت دھندوں کی غذا بن جائے اگر میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ میرا بیٹا ہے فرزند رسول تو نہیں ہے۔ مجھے لکھ کیا فائدہ دے گا اگر میں فرزند رسول کو دشمنوں میں چھوڑ کر اپنے بیٹے کی فکر آزادی کروں گا۔

سید کے مطابق آل محمد نے یہ تمام زلت پیاسے لبوں سے عبادت خدا اور تلاوت قرآن میں گزار دی۔

تفسیر امام عسکری میں ہے کہ جب امام حسین کے مقابلہ میں فوج زیدہ لگئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔

آپ لوگ میری طرف آنا دیں۔ میں اپنی بیعت تم سے اٹھا تا ہوں۔ اپنے اپنے گھروں اور قبیلوں میں واپس

چلے جاؤ۔ پھر بنی ہاشم سے فرمایا۔ میری طرف سے تمہیں بھی اجازت ہے۔ تمہاری تعداد اتنی نہیں ہو کہ زیدی

مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے۔ اور تہی وہ لوگ میرے علاوہ کسی اور سے لڑیں گے ان کا مقصد دو مطلب صرف اور

صرف میں ہوں۔ مجھے ان میں تنہا چھوڑ دو۔ اللہ میرے ساتھ ہے۔ اور جس طرح اس نے ہمارے اسلامی کو زندہ

نہیں چھوڑا اسی طرح مجھے بھی بے سہارا نہیں کرے گا۔

اکثر سپاہی قویہ بات سن کر ایک ایک اور دو دو کر کے اٹھ کر جانے لگے۔ لیکن مخلص صحابہ اور بنی ہاشم نے جانے سے انکار کر دیا۔

اور عرض کیا۔ ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔ اگر مریں گے تو بھی اکٹھے اور اگر جین گے تو بھی ایک ساتھ۔ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے قدموں میں ہمیں جو قرب الہی حاصل ہو رہا ہے وہ آپ سے دور رہ کر نہ ہمیں حاصل ہو گا اور نہ کسی اور کو۔

یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا۔

اگر تم اس بات پر آمادہ ہو جس پر میں آمادہ ہو چکا ہوں تو پھر یقین رکھو۔ اللہ علوم رتب برداشت مصائب کے مطابق دیتا ہے۔

اگرچہ ذاتِ احدیت نے مجھے اپنے تمام اسلاف کی نسبت کچھ خصوصیات سے مخصوص کیا ہے۔ اور میں تمہیں بھی اپنی ان خصوصیات سے چند ایک ایسی کرات عنایت کروں گا جو تمہارے سوا کسی بھی نبی یا ولی کے صحابی میں نہیں ہونگی۔

جناب سکینہ بنت الحسین سے مروی ہے کہ شبِ عاشور میں بھی اگرچہ کم سن تھی۔ لیکن چونکہ میں دخترِ حسین تھی اس لیے تمام دوسرے بچے مجھ ہی سے پانی کا کتے تھے۔ بچوں کے اس مطالبہ سے بچ کر میں اپنے بابا کے خیمہ کی پشت کے سایہ میں بیٹھ گئی۔ میں نے سنائیر سے بابا۔ اپنے صحابہ کو جانے کی چھٹی دے رہے تھے۔ جو نہی میرے بابا نے چھٹی دی۔ میں نے دیکھا میرے بابا کے خیمہ سے دس دس اور میں میں سے گدہ میں صحابہ نکل کر جانے لگے۔

یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گئی۔ اور بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ میں اس جگہ سے اٹھی اور اپنی ہونچھی ام کلثوم زینب کے خیمہ کی طرف دوڑی تاکہ ان نئی صورتِ حال سے انہیں آگاہ کروں۔

جو نہی میں خیمہ کے دروازہ پر آئی پھوپھی پہلے ہی درخیمہ پر کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے خیمہ میں قدم رکھا تو پھوپھی نے آگے بڑھ کر میرے آنسو پونچھے اور پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے؟

کیا پیاس زیادہ ستا رہی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ پھوپھی جان۔ پیاس تو جیسے تیسے گزر رہی تھی۔ اب تو ہمیں ہمارے ساتھی چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ پھر

میں نے تمام واقعہ سنایا۔

بنتِ زہرا نے اسی وقت وا محمداء، واجداه، واعلیاہ، واحسناء، واحسیناہ۔

## واقعة ناصحراہ کے بین کئے اور فرمایا:

اب ہم نہراذیاء کہاں جائیں گی۔ کاشش یہ لوگ مجھ سے فرزند رسول کا فدیہ لیتے ہیں اپنے تمام زیورات اور بابا کی دی ہوئی ساری زمین دے دیتی۔ ہم تو نانا کا مزار چھوڑ کر دور کے سفر پر ہیں۔

میرے بابائے جب مدائے نوحہ و بکا سنی تو خیمہ سے باہر آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟  
دختر نہرا سنے پوچھا۔ اسے فرزند نہرا میں یہ کیا سن رہی ہوں؟

آپ نے فرمایا۔ کیا پوچھنا چاہتی ہو۔

بی بی نے پوچھا۔ کیا سچ ہے کہ کل جنگ ہوگی۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ہوگی۔

بی بی نے پوچھا۔ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ وہی انجام ہوگا جو قلت و کثرت اور حق و باطل کا ہوتا ہے۔

کیا آپ شہید ہو جائیں گے؟

آپ نے فرمایا۔ صرف سجاد اور باقرؑ پہنچ جائیں گے۔

بنت نہرا نے عرض کیا۔ کیا آپ ہمیں حرم رسولؐ تک پہنچا سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اب تو مشکل ہے۔ کیوں کہ میرے وعدہ کا دن ہی کل ہے۔ میں تمہیں صبر کی وصیت کرتا ہوں۔

ارشاد میں شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ۔ ہلال ابن نافع سے مروی ہے۔ شب عاشورا امام حسینؑ بیرون خیمہ نکل کر صحرا کے ٹیلوں میں گئے۔ میں اس خیال سے کہ کہیں دشمن

موقعہ پا کر وار نہ کرے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ کئی ٹیلوں کے ارد گرد پھرے۔ میرا پاؤں ایک جگہ ٹکرا گیا۔ آپ نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور پوچھا۔ کیا ہلال ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں قبد۔ آپ نے میرا بایاں ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔ ہلال میں چاہتا ہوں کہ اطمینان کر لوں تاکہ

کہیں دشمن ٹیلوں میں چھپے ہوئے نہ ہوں۔ اور کل جب ہم سامنے کی طرف سے معروف ہوں۔ تو یہ عقب سے وار

نہ کر دیں۔

اطمینان کے بعد جب واپس آئے تو راستہ میں مجھے فرمانے لگے۔

ہلال میری خواہش تھی کہ تو اس وقت رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر اپنے بچوں میں نکل جاتا۔

میں نے عرض کیا۔ قبد۔ اگر میں اس وقت آپ کو چھوڑ جاؤں۔ بھلا مجھ جیسا بد نصیب بھی کوئی ہوگا؟ کہ فرزند رسولؐ

کو زخمی اعدا میں تنہا چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاؤں۔

انہی باتوں میں ہم خیاں تک پہنچ گئے۔ آپ بنت نہرا کے خیمہ کے اندر چلے گئے۔ کافی دیر تک تو اندر سے

سے کوئی آواز نہ آتی۔ بعد میں دختر زہرا کے پہلے گرہ کرنے اور پھر چند سوالات کی آوازیں سنیں۔

بنی نے کہا حسین! کیا میں کل تیری لاش دیکھ سکوں گی؟

کیا میں ان یتیم بچوں اور بیوہ مستورات کو سنبھال لوں گی؟

کیا میں ان جوانوں کو خاک و خون میں تڑپاتا دیکھوں گی۔

کیا یہ ہاشمی چاند گل پیاسے خاک و خون میں نہا جائیں گے۔

بھیا! کیا آپ نے اپنے بچ رہنے والے ساتھیوں کو اذایا ہے؟

کیا یہ سب مکمل دفا داریں۔

ہلال کہتا ہے کہ میں نے جو نئی یہ بات سنی میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور میں جلدی جلدی جناب حبیب کے خیمہ

میں آیا۔ مجھے رات کے اس حصہ میں رقتا دیکھ کر حبیب پریشان ہوا اور پوچھا۔

ہلال۔ کیا کوئی نیا واقعہ ہوا ہے؟

میں نے پورا واقعہ حبیب کو سنایا۔ حبیب فوراً اٹھا۔ تمام انصار کو جمع کیا۔ ان میں بنی ہاشم بھی تھے۔

حبیب نے بنی ہاشم سے کہا۔ تم سب واپس چلے جاؤ۔ مجھے غیر ہاشمیوں سے ایک بات کرنا ہے۔ تمام بنی ہاشم ایک

طرف ہو گئے۔

حبیب نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے ہلال نے یہ بات بتائی ہے کہ۔ عقیدہ بنی ہاشم اور وارثہ مسند زہرا آپ

لوگوں سے مطمئن نہیں ہے۔ دختران زہرا کو نکر ہے کہ کہیں ہم لوگ کل جنگ کے وقت نواسہ رسولؐ کو نہا چھوڑ کر نہ

چلے جائیں

تمام انصار نے بیک زبان کہا۔

حبیب اگر اتنا اجازت دیں تو ہم اپنا سر ان کے قدموں پر اسی وقت رکھ کر اپنے ہاتھ سے قربان کر دیتے کو تیار ہیں۔

یہ سہرا کی حمد کا صدقہ ہیں۔ چاہیں تو اس وقت لے لیں اور چاہیں کل لیں۔

بجاریں مروی ہے کہ شب عاشور وقت محرام حسینؑ نے کچھ دیر کے لیے آنکھیں بند کر دیں۔ پھر آنکھیں کھول کر

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پڑھا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ خیریت تو ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ پر کئی کتوں نے حملہ کیا ہے۔ اور ایک سفید وسیا کہ کتاب

جو سب سے زیادہ بڑھ بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا تامل مبرور شخص ہو گا۔ کچھ دیر

بعد مجھے اپنے چند صحابہ کے ساتھ میرا نانا مجھے ملا۔ اور انہوں نے فرمایا۔ حسینؑ ہم تیرے انتظار میں ہیں آج انظار ہمارے

ہاں کرنا۔

ذرا جلدی کر اب دیر نہ کر۔ یہ ملک ہے جسے اللہ نے تیرا خون ایک شیشی میں لاسنے پر موکل کیا ہے۔



خواب کے ان دونوں واقعات سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا اور میرے ساتھیوں کا وقت کو چرچ اب قریب تر ہو چکا ہے۔

یوم عاشورا

صبح عاشقوں

نثار الاحزان کے مطابق فرزند رسولؐ کے ساتھ بتیس شہسوار اور چالیس پیادہ تھے۔ آپ نے اپنی مختصر سی سپاہ کو یوں مرتب کیا۔

چھوٹے یوم عاشور ۶۱ھ

نہ میرا بن چھن کو مہینہ کا سالار بنا نا۔

حبیب ابن مظاہر کو سیرہ کا سالانہ مقرر کیا۔

قلب لشکر حضرت عباس کے سپرد کیا اور علم بھی انہیں دیا۔

خیام کے سامنے حسینی سپاہ تیار ہوئی۔ یعنی دختران نہر آگے خیام حسینی سپاہ کی پشت پر تھیں۔

دوسری طرف یزیدی مسلمان کے سالار اعلیٰ عمر ابن سعد نے جس کے لشکر کی تعداد ابو مخنف کے مطابق اسی ہزار تھی

اپنے لشکر کو یوں مرتب کیا۔

میں نے شکر کو دیا اور اسے ہمیں ہنسا ہوا دیا۔

بیسرہ پر بیس ہزار سوار کے ساتھ غولی کو مقرر کیا۔

قلب شکر برقیہ فوج کو شہید کیا۔

امام سجادؑ سے مروی ہے کہ جب فرزند رسولؐ نے اپنے اور اپنی مختصری افواج کو مرتب کر لیا تو دست دعا بلند

اللّٰهُمَّ اِنْتَ تَقِي كُلَّ شَيْءٍ وَاَنْتَ لِي فِي كُلِّ امْرٍ تَزِلُّ بِي ثِقَّةٌ وَّعِدَةٌ كَرَمٌ مِنْ كَرَمِ يَصْعَفُ

أردت نقل فيه الجيلة ويخذل فيه الصديق ويثبت فيه العدو واتزلت بك وشكوتك اليك رجبة حتى

۳۰ سواک فرجیتہ و کشفیتہ و امت ولی کل نعمتہ و صاحب کل حسنتہ و مقہلی کل رغبۃ ۔

اس کے بعد نئی دینی مسلمانوں نے خیم فریت، مول کے گرد گھوڑوں کو جولاں دینا شروع کیا۔ جب انہوں نے دیکھا

رسولؐ نے بن طرف سے حقیق کھود کر اسی میں آگ جلا رکھی ہے اور صرف ایک طرف خالی ہے اور اسی طرف

فرح حسین ہے۔ تو شمر غضب ناک ہو کر کہنے لگا۔

اے فرزند رسولؐ! کیا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں آگ تاپنے کا انتظام کر لیا ہے؟

آپ نے اپنے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہیں یہ شمر تو نہیں ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبدہ شمر ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ظالم یہ تو مرنے کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ آتشِ آخرت کس کا مقدر ہے۔ ویسے آتشِ آخرت تیرا

ہی مقدر ہے۔

جنابِ مسلم ابن عوجبہ نے دیکھا کہ میرے تیر کی زد میں ہے۔ چلہ مکان میں تیر چڑھا کر نشانہ لینے لگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مسلم یہ کیا کر رہے ہو۔

مسلم نے عرض کیا۔ قبدہ! میرے تیر کی زد میں ہے۔ اجازت دے دیں اس دشمنِ خدا اور رسولؐ سے تو نجات

حاصل کر لیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ نہیں مسلم۔ ابتداءً قطعاً ہماری طرف سے نہیں ہوگی۔

اسی اثنائیں عمر سعد اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ سوار ہو کر سپاہِ حسین کے قریب آیا۔ امام حسینؑ نے بریر ابن خضیر

سے فرمایا۔

بریر ان سے ایک مرتبہ چہر بات کرو۔

جنابِ بریر نے زیدی مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے لوگو! خاتم الانبیاء محمدؐ کی ذریت تمہارے سامنے ہے دشرانِ مصطفیٰؐ ان خیام میں موجود ہیں۔ اور فرزندِ مصطفیٰؐ

تمہاری دعوت پر آیا ہے بھلا ان جنگی ارادوں سے تم کیا چاہتے ہو؟ اسلحہ سے ڈرو۔ اگر ان کی امداد نہیں کر سکتے تو کم از کم

ان سے جنگ تو نہ کرو۔

ان لوگوں نے کہہ دیا ہمارے ایک مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم انہیں بہر صورت اپنے امیر ابن زیاد کے پیش

کر دیں۔ وہ جو چاہے ان سے سلوک کرے۔

جنابِ بریر نے فرمایا۔ کیا تم ان کا یہ مطالبہ نہیں ملتے کہ ان کی راہ سے ہٹ جاؤ تاکہ یہ لوگ جہاں سے آئے

ہیں۔ وہیں واپس چلے جائیں۔

اے اہل کوفہ! تم اپنے وہ غلط بھول گئے ہو جو تم نے فرزندِ رسولؐ کو کھکھے تھے۔ اور جن میں تمہیں کھا کھا کر

وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنا خون آپ کے قدموں میں گرائیں گے۔ تم وہ وعدے اور تمہیں بھی بھول گئے ہو۔ جب فرزندِ رسولؐ

تمہارے وعدوں اور تمہوں پر اعتبار کر کے تمہارے پاس آ گیا ہے تو اب سے ابن زیاد کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ تم نے

دریائے فرات کا پانی تک ان سے روک دیا ہے۔ اُمّ تمیم یوم قیامت پانی سے محروم رہ گئے تم لوگوں نے ذریتِ رسولؐ

سے کتنا بدترین سلوک کیا ہے۔

چند لوگوں نے کہا: بریر ہمیں تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے تو کیا کہہ رہا ہے۔

جناب بریر نے فرمایا: اللہ کا شکریہ کہ اس نے تمہارے متعلق میری بصیرت کو روشن کر دیا ہے۔ اے اللہ! میں ان لوگوں کے عمل سے اعلانِ برات کرتا ہوں۔

اے اللہ! انہیں ایک دوسرے سے مشغول فرادے۔ اے اللہ! جب یہ لوگ تیرے حضور پیش ہوں تو تیرا غضب ان پر نازل ہو۔

ان لوگوں نے جناب بریر پر تیرا ندائی شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر جناب بریر پیچھے ہٹ کر امام حسینؑ کے پاس آ گئے۔

امام حسینؑ خود آگے بڑھے اور یزیدی مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھا۔ یہ لوگ سیلاب کی مانند آگے بڑھنے کو بے چین تھے۔ عمر سعد رو سائے کوڑے کے درمیان کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا:

اے اہل عراق! جلدی نہ کرو۔ میری بات سن لو۔ میں اپنا فرض ادا کر لوں۔ تمہارا ہر قسم کا عذر ختم کر لوں۔ اگر تم نے میرے ساتھ انصاف کیا تو تم روئے ارض کے سوا تمہارا کھلاؤ گے۔ اور اگر انصاف نہ کیا تو کم از کم معاملہ تمہارے سامنے پوشیدہ نہ رہے گا۔ پھر جو چاہو کرو۔ میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا ہے۔ وہی ولی صالحین ہے۔ حمد و ثناء الہی اور حمد و آل و محمد پر درود کے بعد آپ نے فرمایا: اما بعد۔

دیکھو پہلے میرا نسب یاد کرو۔ پھر اپنے گریبان میں جھانکو اور سوچو کیا تمہارے لیے مجھ سے جنگ جائز ہے؟ کیا میری ہتک عزت کا جو ازہ ہے؟ کیا میں تمہارے رسولؐ اور اس وحی رسول کا بیٹا نہیں ہوں۔ جس نے سب سے پہلے تصدیق رسول کا شرف حاصل کیا۔ کیا حمزہؑ سید الشہداء، میرا دادا نہیں ہے؟ کیا جعفر طیار میرا چچا نہیں ہے؟ کیا تم نے یہ حدیث رسولؐ نہیں سنی کہ: حسن اور حسین جو انانِ جنت کے سردار ہیں۔

اگر جو کچھ میں نے کہا، تم اس کی تصدیق کرتے ہو۔ اور یقیناً کرو گے۔ کیونکہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں حق ہے۔ بخدا جب سے میں نے بے ہوشی سنبھالا ہے آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم کو میری بات میں شک ہو تو تم میں ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے نبی اکرمؐ سے سنا ہے اور اگر تم ان سے پوچھو تو وہ میری باتوں کی تصدیق ضرور کریں گے۔

اگر وہ تصدیق کر دیں۔ تو تمہارے لیے مجھ سے جنگ لڑنا جائز نہیں ہوگا۔

ثمر نے کہا: حسینؑ تو جو کچھ بھی کہہ رہا ہے ہمارے لیے کچھ نہیں پڑ رہا۔

جناب حبیب نے فرمایا:

شمر میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ حسین کہہ رہا ہے تو اس سے ناواقف ہے۔ کیونکہ تو نے کبھی اسلام کو بطور دین کے محمد کو بطور نبی کے۔ اور قرآن کو بطور کتاب خدا کے نہیں دیکھا۔

امام حسین نے فرمایا۔ اگر تمہیں اس میں شک ہو تو کم از کم اس بات کا تو تمہیں یقین ہے کہ اس وقت کہ ارض پر میرے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو نو اسد رسول ہونے کا دعویٰ کر سکے۔  
بھلا مجھے یہ بتاؤ کہ۔

کیا تم مجھ سے کسی ایسے قتل کا قصاص لینا چاہتے ہو جو میں نے کیا ہو۔  
یا کیا میں نے کسی کا مال غصب کیا ہے جن کا تم مجھ سے مطالبہ کرنے آئے ہو۔  
یا میں نے کسی کو کوئی زخم لگایا ہے جس کا بدلہ چکانے آئے ہو۔  
اس کے بعد آپ نے نام لے کر فرمایا۔

اے شیت ابن ربیعہ۔ اے حجار ابن الجمرائے قیس ابن اشعث اے یزید ابن حارثہ کیا تم نے مجھے خط نہیں کھینچے کہ میں کوثر آؤں۔

قیس ابن اشعث نے کہا۔ اے فرزند رسول! پرانی باتیں بھول جاؤ اب اب زیاد کا حکم ماننا ہے تو ہم جنگ سے دست کش ہوتے ہیں ورنہ جنگ ناگزیر ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ ابن زیاد جیسے کی اطاعت و غلامی تو تم جیسے ہی کر سکتے ہیں۔ اے بندگان خدا میں اپنے اور تمہارے رب کی ہر حکمران اور ایسے جابر سے پناہ مانگتا ہوں جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔

اس کے بعد آپ نے اپنی ناقہ کو بٹھایا اور عقبہ ابن سمان کو حکم دیا کہ اسے باندھ دے  
سبط ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس کے بعد یزیدی مسلمانوں نے آپ کے گرد گھیرائنگ کرنا شروع کر دیا  
جب فرزند رسولؐ نے انہیں اپنے قریب تر ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو۔

آپ نے قرآن کریم کھولا۔ اپنے سر پر رکھا۔ اور فرمایا۔

اے لوگو! میرے اور تمہارے درمیان یہ کتاب خدا اور میرا نانا محمد مصطفیٰ ہے۔ مجھے اتنا بتا دو کہ کس بنا پر تم میرا قتل جائز سمجھتے ہو؟

کیا میں تمہارے نبی کی اکوتی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا تم نے اپنے نبی کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ حسن اور حسین جو انان جنت کے سردار ہیں۔

شمر نے کہا۔ حسینؑ اب جنگ کے لیے تیار ہو جا۔ ان باتوں کو چھوڑ۔

امام حسین نے فرمایا۔ اللہ اکبر! مجھے میرے نبی نانا نے خبر دے رکھی ہے کہ میرے اہل بیت کے خون میں ایک سفید سیاہ لقا طوٹ ہو گا۔ میرا خیال ہے تو ہی وہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ عمر سعد کہاں ہے۔ اسے تو بلاؤ تاکہ میں اس سے ایک لاکھ کروں۔ عمر سعد انتہائی بے بسی سے آپ کے سامنے آیا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے فرزند سعد! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ ناجائز باپ کا ناجائز بچہ تجھے رے اور جہان کی حکومت دے دے گا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میری بات یاد رکھنا۔ تجھے ایک دن کے لیے بھی یہ حکومت نصیب نہ ہوگی۔ میرے بعد تو ایک دن بھی حسین سے نہ رہ سکے گا۔ نہ دنیا میں امن سے رہے گا۔ اور نہ آخرت میں تجھے سکون میسر آئے گا۔ میں اس وقت چشم امت سے دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر لوک نیزہ پر سوار ہے جسے کوئی بچہ پتھر مار رہے ہیں۔ عمر یہ سنکر غصہ میں پھر گیا۔ امام حسین سے منہ پھیر لیا۔ کمان میں تیر رکھا اور فرزند رسولؐ کی طرف تیر چلا کر اپنی فوج سے کہا۔

ابن زیاد کے سامنے گواہی دینا کہ فرزند رسولؐ پر پتلا تیر میں نے چلایا تھا۔ اور ہاں دیکھو اب دیر نہ کرو یہ مٹھی بھر افراد تمہارے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ آگے بڑھو۔ ان کا کام تمام کرو۔ تاکہ جلد از جلد فارغ ہو کر ہی اپنے گھروں کو جائیں۔

امام حسین نے حکم دیا کہ میرے بیٹے بنی اکرمؑ کا گھوڑا مرتجز لایا جائے۔ آپ مرتجز پر سوار ہوئے۔ امالی صدوق کے مطابق۔ ابن ابی جویریہ مزی نے جب خیام آل محمدؑ کے گرد خندق اور اس میں آگ دیکھی تو تالی بجا کر کہنے لگا۔

اے کوئیو! مبارک ہو۔ انصار حسینؑ نے دنیا میں ہی آگ کا انتظام کر لیا ہے۔

امام حسین نے جب یہ بات سنی تو پوچھا۔ یہ کون ہے؟

انصار نے عرض کیا۔ قبدا! ابن ابی جویریہ مزی ہے۔

آپ نے دست دعا بلند کر کے فرمایا۔ بار اہبا! اسے آخرت سے قبل دنیا ہی میں عذاب آتش سے

دوچار فرما۔

ابن ابی جویریہ کا گھوڑا ابد کا۔ اور یہ ملعون اسی خندق میں گرا اور جل کر رکھ ہو گیا۔

فوج یزید سے تیم ابن حصین نے آگے بڑھ کر۔

امام حسینؑ کو مخاطب کیا۔ اور کہنے لگا۔

اے فرزند رسولؐ! دیکھ رہا ہے یہ اب فرات کتنا ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔ لیکن یاد رکھو تمہیں یہ نہیں ملے گا اس کے

عوض موت ہی تمہارا نصیب ہے۔

امام حسینؑ نے یہ سنکر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ بار اہبا! اسے پیاسا ہی موت سے دوچار فرما۔

خداوند عالم نے دعائے فرزند رسولؐ قبول کی۔ اسے پیاس لگی۔ پانی پیتے پیتے تھک گیا۔ لیکن پیاس ختم نہ ہوئی

گھوڑے سے گرا اور پھر اٹھ نہ سکا۔ گھوڑوں کے سوں میں کچل کر رہ گیا۔

ابو بکر کا بھانجا محمد ابن اشعث آگے بڑھا اور کہنے لگا: اے حسین ابن فاطمہ! بھلا دوسرے لوگوں کی نسبت وہ کونسی چیز ہے جو تجھ میں اضافی ہو اور دوسرے لوگوں میں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا: قرآن کی اس آیت میں میرا امتیاز موجود ہے۔ ارشاد قدرت ہے: ان الله اصطفى آدم ونوحا وآل ابراهيم وآل عمران على العالمين ذرية بعضها من بعض۔ محمد آل ابراہیم سے تھے۔ اور میں بھی آل محمد سے ہوں۔

اس غیث نے کہا: یہ کون سی فضیلت ہے۔

امام حسین نے اپنے انصار سے فرمایا: یہ محمد ابن اشعث تو نہیں؟ انصار نے عرض کیا: قبلہ وہی ہے۔

آپ نے دست و عاقل کر کے فرمایا: میرے اللہ! اسے ایسی ذلت سے دوچار فرما کہ یہ اس بھرے لشکر میں عبرت بن جائے۔

محمد کو پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ شکر سے الگ پیشاب کرنے بیٹھا تو مقام مخصوص پر پہنچنے ڈس لیا۔ اسی درد میں مبتلا رہنے حالت میں داخل جہنم ہو گیا۔

امالی صدوق کے مطابق یزید ابن حصین ہمدانی نے عرض کیا: فرزند رسول! اجازت دین میں بھی ان سے دبا تیں کر لوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔

یہ آگے بڑھے اور فرمایا:

اے لوگو! اللہ نے محمد کو اپنا نبی بنا کر اپنی مخلوق میں بھیجا اس محمد کے طفیل ہمارا اقوام عالم میں سر بلند ہے۔ اور یہ حسین اسی محمد کا بیٹا ہے۔ آج تم نے بتے ہوئے دریا کے کنارے اسے پانی سے محروم کر رکھا ہے۔ یزیدی مسلمانوں نے کہا:

اے فرزند حصین! یہ باتیں ہم بہت سن چکے ہیں۔ دیارے فرات یونہی بہتا رہے گا لیکن آج حسین اس کی ذریت اور اس کے انصار کو ایک قطرہ تک اس سے نصیب نہ ہوگا۔

یہ سنا کہ امام حسین نے تنوار کا ہمارا لیا اور یزید سے فرمایا: اب واپس آ جاؤ۔ یزید واپس ہوا۔ آپ خود آگے بڑھے اور فرمایا:

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے پہچانتے ہو کہ میں فاطمہ بنت محمد نبی کا بیٹا ہوں۔ سب نے کہا: پہچانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم! کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں علی ابن ابی طالب کا بیٹا ہوں۔

سب نے کہا۔ ہم پہچانتے ہیں۔ آپ علی کے بیٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

تمہیں اللہ کی قسم! یہ بتاؤ کہ اسلام کی قانون اول خدیجہ بنت خویلد میری نانی ہے۔

سب نے کہا۔ ہم پہچانتے ہیں۔ آپ خدیجہ کے نواسے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

تمہیں اللہ کی قسم! یہ بتاؤ کہ کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں فاطمہ بنت اسد کا پوتا ہوں۔

سب نے کہا۔ پہچانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! کیا تمہیں معلوم ہے کہ سید الشہداء حمزہ میرے باپ کا چچا ہے؟

سب نے کہا۔ پہچانتے ہیں کہ حمزہ آپ کے باپ کا چچا سید الشہداء ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! کیا مجھے پہچانتے ہو کہ جعفر طیار کا بھتیجا ہوں؟

سب نے کہا۔ پہچانتے ہیں۔ جعفر طیار آپ کا چچا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! سچ سچ بتاؤ۔ جو تلوار میں نے حائل کر رکھی ہے۔ یہی تلوار رسول ہے؟

سب نے کہا۔ ہم پہچانتے ہیں۔ یہی تلوار رسول ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! میرے سر پر عمامہ دیکھ کر بتاؤ کہ کیا یہی وہ عمامہ نہیں جسے تم نے بنی اکرم کے

سر پہ دیکھا تھا؟

سب نے کہا۔ ہاں ہم پہچانتے ہیں یہی بنوی عمامہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! مجھے بتاؤ کہ کیا میرا باپ علیؑ نہ تھا جو اول المسلمین تھا۔ علم میں محدود صحابہؓ تھا اور علم

میں بے مثال تھا؟ ہر مومن اور مومن کا ولی تھا؟

سب نے کہا۔ ہمیں معلوم ہے یہ تمام اوصاف آپ کے باپ میں تھے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم۔ کیا کھیل رسول ابوطالب میرا دادا نہ تھا؟

سب نے کہا۔ ہمیں معلوم ہے آپ ابوطالب کے پوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تمہیں اللہ کی قسم! اب یہ بتاؤ کہ کس بنیاد پر میرے قتل کو جائز سمجھتے ہو۔ جب کہ تمہیں یقین

ہے کہ کل فرارے محشر حوض کوثر میرے باپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور حائل ابوامیرا ہی باپ ہوگا۔

سب نے کہا۔ حسین! ہمیں یہ سب کچھ معلوم ہے۔ لیکن ہم اس وقت تک نہ تو تجھے ایک گھوٹ پانی دیں گے اور نہ ہی تیرے

ساتھ جنگ سے دست بردار ہوں گے جب تک تو اطاعت ابن زیاد کا اعلان نہیں کرتا۔

آپ نے اپنا بایاں ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھا۔ دیاں ہاتھ موئے آسمان بلند کیا۔ اور فرمایا۔

لوگو! تمہیں معلوم ہے جب عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو فرزند خدا کہا۔ نصاریٰ پر غضب الہی نازل ہوا۔ جب یہودیوں نے جناب عزیر کو فرزند خدا کہا۔ غضب خدا یہودی قوم پر نازل ہوا۔ جب مجوسیوں نے آتش پرستی شروع کی غضب الہی ان پر نازل ہوا۔ اور بنی کوشہید کیا گیا اس وقت امت پر غضب خالق نازل ہوا۔ اور اب جب بلا جرم و خطا تم فرزند نبیؐ کے درپے قتل ہوئے صرف اس لیے کہ وہ ایک فاسق و فاجر کی اطاعت سے انکار کر رہا ہے تو غضب خدا تم پر نازل ہوگا۔

جب آپؐ نے یہ خطبہ دیا۔ آپ کی صدائے خلیہ خیاں میں پہنچی تمام ذریت رسولؐ نے گریہ شروع کیا اور رونے کی آواز خیاں سے باہر تک آگئی۔

آپؐ نے جناب عباسؓ اور ہم شکل نبیؐ شہزادہ علیؓ کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ جا کر انہیں بتا دو کہ ہماری زندگی تک نہ روئیں۔ انہیں بہت طویل عمر عطا فرمائے۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ بخدا! جو کچھ تم چاہتے ہو۔ وہ میرے بس سے باہر ہے۔ میں اپنی خون آلودہ ریش کے ساتھ بھاگا ہوں خالق میں پیش ہوں گا۔

ابن طاووسؒ نے لکھا ہے کہ اس خطبہ کے بعد ذاتِ اہدیت کی طرف سے نصرت کی پیش کش کی گئی کہ اگر ملاقات خالق چاہو تو شہادت سامنے ہے اور اگر دشمنانِ دین کے خلاف نصرت کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر ہے۔ امام حسینؑ نے ملاقات خالق کو نصرت پر ترجیح دی۔

## انصارِ حسینؑ کی شہادت

### فضائل جہاد:

امام صادقؑ نے نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ صرف مجاہدین کے لیے مخصوص ہوگا۔ اس کا نام بھی باب المجاہدین ہے۔ اور تمام مجاہدین اسی دروازہ سے داخل جنت ہوں گے۔ ان کی تلواریں ان کے گلے میں جھانک رہی ہوں گی۔

ملا کہ درجنت پر ان کے استقبال کی خاطر کھڑے ہوں گے جو شخص جہاد سے کئی کترائے گا! اللہ اس کے رزق میں تنگی اور دین سے بے نیازی سے دوچار کرے گا۔





## آمد جناب حرہ

جب عمر سعد نے امام حسین کی طرف سے صلح کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ اور جنگ کو ضروری بنا دیا۔ اور حرنے دیکھ لیا کہ یہ لوگ نواسہ رسولؐ کے قتل سے کم پر راضی نہیں ہو رہے تو۔

حرنے عمر سعد سے پوچھا۔

کیا تو فرزند رسولؐ سے ختم جنگ کرنا چاہتا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ ہاں بخدا! ایسی جنگ جس کا کم از کم انجام یہ ہوگا کہ اس میں سزا دہکائیاں ہو میں اڑیں گی۔  
حسینؑ نے تو ہر بات ایسی کہی جس میں مصالحت ہے تم اس کی کوئی بات بھی ماننے پر آمادہ نہیں ہو؟

عمر سعد نے کہا۔ اگر معاملہ میرے بس میں ہوتا تو کئی دن پہلے سے صلح ہو چکی ہوتی اور ہم بلا جنگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جا چکے تھے۔ لیکن تجھے معلوم ہے کہ معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے ابن زیاد کے ہاتھ میں ہے۔ اور جس طرح تو ابن زیاد کے حکم سے فرزند رسولؐ کو گھیر کر لانے کا پابند تھا۔ اسی طرح میں بھی اب فرزند رسولؐ سے جنگ پر مجبور ہوں۔

عمر سعد کا یہ جواب سنا کر لوگوں کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ حر کے ساتھ قبیہ حر سے قرہ ابن تیس نامی ایک شخص بھی تھا۔

حرنے قرہ سے پوچھا۔ کیا آج تو نے گھوڑے کو پانی پلایا ہے۔

قرہ نے کہا۔ نہیں۔

حرنے کہا۔ کیا تو گھوڑے کو پانی نہیں پلائے گا۔

قرہ کہتا ہے میں نے دیکھا حرا تنہائی پریشان اور حیران تھا۔

میں نے حر کی گفتگو سے انداز لگایا کہ وہ اس جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا نہیں چاہتا بلکہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ جانا چاہتا ہے۔

میں نے کہا۔ پہلے تو مجھے بھی خیال نہ تھا۔ اب آپ نے یاد دلادیا ہے تو پانی پلانے جاتا ہوں۔

ابو مخنف کے مطابق حرنے قرہ سے کہا۔

اے پچازاد! وہ آواز سن رہا ہے؟

میں نے پوچھا۔ کونسی۔

حرنے کہا۔ فرزند رسولؐ کہہ رہا ہے۔ ہے کوئی جو میری مدد کرے۔ ہے کوئی جو دھڑان زہراؑ کے پر وہ کا

تحمفظ کرے۔

لیکن کوئی بھی نواسہ رسولؐ کی امداد نہیں کر رہا۔

میں نے کہا یہ آواز تو سن رہا ہوں۔

حزن نے کہا۔ تیرے دل میں یہ خیال نہیں آ رہا کہ اس وقت فرزند رسولؐ اس قابل ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔ اس نے جنگ ٹانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ لیکن یزیدی مسلمانوں نے اس کی ہر مصالجانہ کوشش کو رد کر کے جنگ اس پر مسلط کر دی ہے۔ تجھے معلوم ہے یہ دینا چند روزہ ہے۔ اس کی ہر نیت فانی ہے۔ اگر ہم نے حسینؑ کا ساتھ دیا تو یقیناً ہم درجہ شہادت پر فائز ہو کر آخرت کی سعادت سے مشرف ہو جائیں گے۔

قرہ نے کہا۔ حرج مجھے اس شہادت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد حرد ہاں سے چل کر اپنے بیٹے کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا۔

بیٹے! میں آتش جنم اور غضب الہی کی تاب نہ لا سکوں گا۔ اور نہ ہی میں اپنے نبی کو نبین کی مخالفت کا بوجھ برداشت کر سکتا ہوں۔

بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! کوئی بھی یہ چیزیں برداشت نہیں کر سکتا۔

حزن نے کہا۔ بیٹے! فرزند رسولؐ کو جب بلا وجہ اور بلا جرم دغلا قتل کیا جائے گا اور ہم اس قتل میں شریک ہوں گے تو بھلا ان چیزوں سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! میں تو صرف آپ کی وجہ سے یہاں رکا ہوا ہوں ورنہ میں تو اس وقت سے نصرت حسینؑ کا ارادہ کر چکا ہوں۔ جب سے ابن زیاد نے فرزند رسولؐ سے اپنی اطاعت کا بھی مطالبہ کیا ہے۔

حزن نے کہا۔ بیٹے! پھر کیا خیال ہے۔ میرے ساتھ فرزند رسولؐ کے پاس چلو گے تاکہ ان کے قدموں میں اپنا سر قربان کر کے نبی کریمؐ کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔

بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! اگر آپ چلتے ہیں تو میری اس سے زیادہ اور خوش قسمتی کیا ہوگی۔ بسم اللہ ارشاد مفید کے مطابق حرم امتہ امتہ فوج فرزند رسولؐ کے قریب ہونے لگا۔

مہاجر ابن اوس نے کہا۔ حریکا حملہ کرنا چاہتا ہے۔

حزن نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔

حوا کا جسم لرز رہا تھا۔

مہاجر نے کہا۔ حوا آج مجھے مشکوک نظر آ رہا ہے۔ تجھ جیسے بہادر کوہیں نے کبھی میدان جنگ میں اس طرح کانپتے نہیں دیکھا۔

حالانکہ اگر مجھ سے پورے کوفہ کے متعلق پوچھا جائے کہ اس بھرے کوفہ میں بہادر ترین شخص کون ہے تو میں تیرے علاوہ کسی کا نام نہ لوں

حرنے کہا۔ ہاں جو واقعات ایسی ہی ہے۔ لیکن آج میں اپنے کو دورا ہے پر کھڑا دیکھ رہا ہوں اور اس پینے مجھے حیران کر رکھا ہے۔ مجھ سے یہ فیصلہ نہیں ہو رہا کہ میں کیا کر دوں۔ اور مجھے فرزند رسولؐ کی طرف دائمی جنت اور عمر سعد کی طرف دائمی جہنم نظر آ رہی ہے۔ اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ان میں سے کس کا انتخاب کروں۔

یہ کہہ کر حرنے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے۔ اور گھوڑے کو ایڑ لگائی اور فوج مظلوم حسینؑ کی طرف نکل گیا۔

جب لشکر حسین کے قریب آیا تو اس وقت حویوں کہہ رہا تھا۔

اللهم اليك ابدت فقتب على  
فقد اربعيت قلوب اوليائك و  
اولاد بنت نبينا  
اے اللہ میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما۔ میں نے تیرے اولیاء اور بنت رسولؐ کی اولاد کو بہت پریشان کیا ہے۔

جب لشکر حسین میں پہنچ گیا۔ تو فرزند رسولؐ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اے فرزند رسولؐ! آپ کا وہ مجرم ہوں جس نے آپ کی واپسی کو ناممکن بنایا۔ میں وہ بد نصیب ہوں جس نے آپ کی راہ روکی۔

میں وہ سپاہ بخت ہوں جس نے آپ کو حرم رسولؐ نہ جانے دیا۔

میں وہ تیرہ بخت ہوں جس نے آپ کو بے آب و گیاہ صحرا میں آنے پر مجبور کیا۔

مجھے تیری اس مظلومیت کی قسم!۔ مجھے یہ خیال تک نہ تھا کہ یہ لوگ اس حد تک آگے بڑھ جائیں گے۔ اور آپ کی ہر مصالحتہ کوشش کو مسترد کریں گے۔

اگر مجھے سہو بھی یہ گمان ہو جاتا کہ ان کا مقصد صرف اور صرف آپ کا قتل ہے تو کم از کم میں آپ کو یہاں آنے پر مجبور نہ کرتا۔

میں بارگاہ خالق۔ اور آپ کے حضور اپنے بہت بڑے جرم کی امید توبہ سے کر آیا ہوں۔ کیا میرے پیسے بھی کوئی گنجائش ہے۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ جو کبھی تو نے دیکھا ہے کہ جو عمارے پاس آیا ہو۔ ہم نے اسے بایں کس کیا ہو۔ جب ہم اللہ کے نمائندے ہو کر اتنی قلبی دست رکھتے ہیں تو خود خالق کتنا کریم ہے اس کا اندازہ تو خود کر سکتا ہے۔ تو نے بروقت اقدام کیا ہے۔ اللہ یقیناً تیری توبہ قبول کرے گا۔ اب جب آ ہی گیا ہے تو گھوڑے سے اتر آ۔

حس نے عرض کیا۔ قید! اگر میری توبہ قبول ہے تو پھر میرا گھوڑے پر سوار رہنا اترنے کی نسبت زیادہ بہتر ہے میں درخواست کروں گا کہ آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میری توبہ کا عرق ندامت خشک ہونے سے قبل ہی میں عملِ ثبوت توبہ پیش کر دوں۔

بیشرا لاجزان میں ابنِ نمانے روایت کی ہے کہ اس کے بعد حس نے عرض کیا۔ قبلہ جب میں ایک ہزار کا سالار بن کر آپ کی راہ روکنے کی خاطر گھر سے نکلا تو میرے عقب سے ایک آواز آئی

ابشر یا حرم بن حیر۔

میں نے ہر طرف دیکھا لیکن مجھے کوئی آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ میں حیران رہ گیا کہ میں نواسہ رسولؐ کے مقابلہ میں جا رہا ہوں اور جنت کی بشارت کسی؛ یہ بات اس دن سے رات تک میں سوچتا رہا۔ اب مجھے سمجھ آرہی ہے کہ جنت کی بشارت حق تھی۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق اس کے بعد حس نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ بیٹا آگے بڑھ اے میرے سامنے فرزند رسولؐ پر اپنی جان قربان کر دے۔

حو کے بیٹے نے حمد کیا۔ ستریزیدیں کوئی اندر کر کے شہادت حاصل کی۔ حریرہ دیکھ کر فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا اور بیٹے سے کہا۔

الحمد لله الذي رزقك الشهادة بين يدي هؤلاء الحسينين۔

اس اللہ کی حمد ہے جن نے تجھے آقا حسین کے قدموں میں شہادت سے نوازا ہے۔

اس کے بعد حس نے فرزند رسولؐ سے اجازت مانگی۔ جب اجازت مل گئی تو یزیدی مسلمانوں کے سامنے گھڑے ہو کر فرمایا۔

تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں۔ تم نے اس نبی زاد سے اور اللہ کے اس نیک بندے کو قسمیں کھا کر بلایا۔ تم نے اس سے وعدہ کیا کہ ہم اپنا سر آپ کے قدموں میں قربان کریں گے۔ اب جب وہ آگیا۔ تو تم نے اسے تنہا چھوڑ دیا۔ اس کے قتل کی خاطر اب سوار اور پیادہ بن کر جمع ہو گئے ہو۔ ہر طرف سے اسے گھیر لیا ہے۔ اسے نہ اپنے گھرواپس جانے دیتے ہو اور نہ کسی دوسری جگہ جانے دیتے ہو۔ تم نے اسے گھیر کر اپنا قیدی بنا لیا ہے۔ اور وہ آبِ فرات جس سے یہودی۔ مجوسی۔ نصرانی اور جنگل کا ہر حیوان پی رہا ہے۔ فرزند رسولؐ کے لیے بند کر رکھا ہے۔ جب کہ ان کے ساتھ ذریتِ رسولؐ کی خدشاتِ غفلت اور کمن بچے بھی ہیں۔ آلِ محمدؑ کا ہر ذی روح پیاس سے جان بلب ہے۔ بخدا! کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کی ذریت سے ایسی بدسلوکی نہیں کی جو تم کر رہے ہو۔ اللہ تمہیں قیامت کے دن میرا ب نہ کرے۔

جواب میں یزیدی مسلمانوں نے تیر جہاننا شروع کر دیئے۔ جناب حروالپس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

امام حسینؑ نے اپنے انصار سے فرمایا۔ ان سے مبارز طلبی کرو۔

چنانچہ انصار نے مبارز طلبی کی۔

زیاد کا غلام یسار میدان میں آیا۔ اس کے مقابلہ میں فوج حسینؑ سے عبداللہ ابن عمیر باہر آیا۔

یسار نے کہا۔ آپ کون ہیں اپنا نسب بتائیں۔

جناب عبداللہ نے اپنا نسب بتایا۔

یسار نے کہا۔ میں آپ کو نہیں پہچانتا۔ میرے مقابلہ میں زہیر یا حبیب کو بھیجو۔

جناب عبداللہ نے کہا۔ اسے نا تحقیق لطفے! بھلا تو بھی اس تابل ہے کہ اپنے مد مقابل کا انتخاب کرے۔

یہ کہہ کر اس پر تلوار سے وار کیا۔ یہ گھوڑے سے گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ آپ اسی میں مشغول تھے کہ جناب عبداللہ پر

ابن زیاد کے غلام سالم نے حملہ کر دیا۔

انصار حسینؑ نے یکا کر کہا۔ اے ابن عمیر اس غلام نے اچانک حملہ کر دیا ہے۔ ذرا پیچ کے رہنا۔ جناب عبداللہ

نے اس کا وار روکنے کی خاطر اپنا ہاتھ سامنے کیا۔ اس سے آپ کی انگلی کاٹ گئی۔ پھر آپ نے اسے واصل جہنم

کر دیا۔

عمر ابن حجاج یزیدی جو یزیدی فوج کے میمنہ پر غفلت فرزند رسولؐ کے میمنہ پر حملہ کیا۔ انصار حسینؑ نے ان لوگوں

کو اپنے قریب آنے دیا۔ جب بالکل قریب آ گئے تو انہوں نے گھوڑوں کے سامنے نیزے کر دیے۔ نیزوں کی بدولت

گھوڑے آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے کو ہٹنے لگے جب گھوڑے پیچھے کو ہٹے تو انصار حسینؑ نے تیر اندازی

شروع کر دی۔

بحار میں محمد ابن ابوطالب سے مروی ہے کہ جناب خرنے فرزند رسولؐ کی خدمت میں درخواست یوں پیش

کی تھی۔

چونکہ سب سے پہلے میں نے ہی جہارت ادگ نامی کی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ مبارز طلبی کرنے والوں

میں سے سب سے پہلے اذن جنگ مجھ ہی کو دیا جائے۔ تاکہ آپ کے جدا محمد سے ملاقات کر کے اپنے گناہ کی معافی

مانگ لوں۔

جب جناب حروف یزیدی سے نکل کر فرزند رسولؐ کے ساتھ آئے تو فوج یزیدی کے ایک سالار یزید ابن سفیان

تمیمی نے کہا۔

اگر حرم مجھے مل جائے تو میں اسے اپنے نیزہ کا منہ چکھا دوں۔

جب جناب سر جنگ کر رہے تھے۔ آپ کے گھوڑے کی کان اور آنکھیں تک زخمی ہو چکی تھیں۔ فرزند رسولؐ کے سامنے یزید آ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ یزید تیری خواہش تھی کہ اگر حمل جاتا تو اسے نیزہ سے درجہ شہادت دیتا۔ وہ دیکھ کر تیرے ہی لشکر میں پیریزید سے شکر غصہ میں پھر گیا اور جناب حر پر حملہ آور ہوا۔ جناب حر نے اسے واصل جہنم کیا۔ پھر خود بھی چالیس سواروں کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔

انصار حسینؑ لاشہ حراٹھا کر امام حسینؑ کے سامنے لائے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے بخار صاف کیا اور فرمایا۔

انت الحرك كما سمتك املك انت الحرفي  
الدنيا انت الحرفي الاخرة -

پھر آپ نے لاشہ حر پر یہ مرثیہ پڑھا۔

(۱) لنعم الحر حر بنی سراح  
صبور عند مختلف الرماح

(۲) ونعم الحر اذ نادى حسين  
فجاد بنفسه عند الصباح -

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ۔ انصار امام حسینؑ میں سے جو بھی میدان جنگ میں جاتا تھا۔ فرزند رسولؐ سے اجازت لے کر اور اوداع کر کے ہی جاتا تھا۔ فرزند رسولؐ جانے والے مجاہد کے سلام کا جواب دے کر اس آیت کی تلاوت کرتے تھے۔

نحن خلقك۔ بسم الله قدم بڑھاؤ ہم آپ کے پیچھے ہیں۔

اس کے بعد آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے۔

فمنهم من قضى نجبه ومنهم  
من ينتظر وما بد لوا  
تبدیلا -

انصار فرزند رسولؐ میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی باری بھگت چکے ہیں۔ کچھ باری کے انتظار میں ہیں۔ ان لوگوں نے دین میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی۔

انصار فرزند رسولؐ میں سے پہلے محمدؐ میں شہید ہو گئے تھے۔ مبارک طلبی کر کے شہید ہونے والوں میں سے پہلا جناب حر تھا۔

## ۲۔ بریر ابن خضیر مدانی :-

جناب خُزْ کے بعد جناب بریر میدان جنگ میں آئے۔ اہل کوفہ میں جناب بریر قاری کوفہ کے نام سے معروف تھے۔  
ان کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی ان کے قریب نہیں بھٹکتا تھا۔ یہ اپنے گھوڑے کو جولاں دے کر زلنے لگے۔

اے موتین کے قاتلو! امیر سے قریب تو آؤ۔  
اے اصحاب بدر کی اولاد کے قاتلو! میر سے قریب آؤ۔  
اے فریت رسول عالمین کے قاتلو! میر سے قریب آؤ۔  
اس جولاں میں آپ نے تیس سوار واصل جہنم کیے۔ فوج یزیدیں سے یزید ابن منقل نامی شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو گمراہ کندگان میں سے ہے۔  
جناب بریر نے فرمایا۔ اگر ایسی بات ہے تو آجا بلکہ کر لیتے ہیں۔ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ لعنت کرے اور ہم میں سے جو سچی پر ہے وہ باطل فوج کو قتل کر دے۔  
دونوں میں مقابلہ ہوا۔ پہلا وار یزید نے کیا۔ جناب بریر نے اسے روکا۔ دوسرا وار جناب بریر نے کیا۔ جو یزید کے سر میں تنگاف کر کے دماغ تک پہنچا۔ اور وہ واصل جہنم ہو گیا۔  
یزیدی فوج میں سے بحیر ابن اوس نے جناب بریر پر حملہ کر کے آپ کو شہید کیا۔ پہلے تو اس نے بڑا فخر کیا بعد میں بحیر کے چچا زاد نے جب اسے یاد دلایا کہ ظالم تو نے قاری کوفہ اور اپنے استاد کو قتل کیا ہے۔ اور اب فخر کر رہا ہے۔ اسے جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ پشیمان ہوا اور پھر اپنی پشیمانی کا اظہار اشعار میں کیا۔ اور پوری زندگی جناب بریر کے شہید کرنے پر کف انھوں ملتا رہا۔

## ۳۔ وہب ابن عبد اللہ کلبی :-

وہب مذہباً عیسائی تھا۔ اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ سسرال سے آ رہا تھا۔ دوران سفر امام حسینؑ سے ملاقات ہوتی۔ آپ نے وہب کو معجزہ دکھایا۔ وہب نے صداقت اسلام کو دیکھ کر امام حسینؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور آپ کے ساتھ رہا۔

یوم عاشور وہب کی ماں جس کا نام قمر تھا نے کہا۔ بیٹے! دیکھ نہیں رہا کہ فرزند رسولؐ پر ہر ایک شخص قربانیاں پیش کر رہا ہے تو کب تک کھڑا دیکھتا رہے گا۔



دہب نے عرض کیا۔ ماں! انشاء اللہ آپ کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ جیسے ہی اجازت ملتی ہے۔ میں میدان میں چلا جاؤں گا۔

جناب بریر کے بعد فرزند رسولؐ نے جناب دہب کو اجازت دی۔ اس خوش نصیب نے بتیس شہسوار اور تیرہ پیدل یزیدی واصلی جہنم کیے۔ خود گرفتار ہو گیا۔ جب عمر سعد کے پیش کیا گیا تو اس نے کہا۔

اے دہب تیرا حملہ بڑا جارحانہ ہوتا تھا۔ اب بتا کیا منرادوں۔

دہب نے کہا۔ اگر تین دن کی پیاس نہ ہوتی تو پتہ پھر چلتا۔ بہر صورت اب بھی مجھے افسوس نہیں ہے کیونکہ ایسے ہی نہیں جا رہا۔ میرے ایک گھریں ماتم ہو گا۔ اور میں نے کم از کم بتیس گھروں کو اتنی کیا ہے۔ عمر سعد نے جلا کو حکم دیا۔ جلا نے جناب دہب کا سر قلم کر دیا۔

عمر کے حکم سے جلا نے جناب دہب کا سر ان کی ماں کے سامنے ڈال دیا۔ اس مخدرہ نے سر کو گود میں لیا پھر بوسہ دیا۔ اور ایک یزیدی پر سر سے حملہ کر کے اسے واصل جہنم کر دیا۔

پھر خیمہ کی چوب لی اور یزیدیوں پر حملہ کر دیا۔ فرزند رسولؐ نے فرمایا۔

اے قمر۔ اللہ آپ کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔ واپس پٹ سورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ اتنی دیر میں یہ مخدرہ دوزیدیوں کو واصل جہنم کر چکی تھیں حکم امام سنکر واپس آگئی۔

زوجہ جناب دہب نے سراٹھا کر اپنی گود میں لیا اور غبار صاف کر رہی تھی کہ شمر نے اپنے ایک غلام کو بھیجا جس نے ایک ہی وار سے اس مخدرہ کو شہید کر دیا۔ میدان کربلا میں پہلی خاتون شہیدہ زوجہ دہب ہی ہے۔

#### ۴۔ عمرو ابن خالد ازادی :-

جناب دہب کے بعد عمرو ابن خالد ازادی کو اذن ملا۔ انہوں نے بھی کافی سے زیادہ یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے مقام شہادت حاصل کیا۔

#### ۵۔ خالد ابن عمرو ازادی :-

عمر کے بعد ان کے بیٹے خالد نے اذن جہاد مانگا متعدد تعداد کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

## ۶۔ عمیر ابن عبد اللہ مذہبی

عمیر ابن عبد اللہ نے رجز خوانی کرتے ہوئے فوج یزید پر حملہ کیا۔ بہت سے یزیدیوں کو داصل جہنم کرنے کے بعد مسلم صبا بنی اور عبد اللہ بھلی کے ہاتھوں داصل بختی ہوئے۔

## ۷۔ مسلم ابن عوسجہ

عمیر کے بعد جناب مسلم ابن عوسجہ میدان میں آئے رجز خوانی کی مبارز طلبی کی۔ لیکن مقابلہ پر کوئی نہ آیا۔ حمد کیا یزیدیوں کی مقدار کثیر کو جہنم رسید کر کے زین سے زین پر آئے۔ جناب سید الشہداء اور حبیب ابن مظاہر یک وقت پہنچے مظلوم کربلا نے مسلم کے چہرے سے غبار صاف کیا۔ اور فرمایا۔ مسلم اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ اور ہم بھی ساتھ آرہے ہیں۔

آپ ایک طرف ہوئے تو جناب حبیب نے آگے بڑھ کر جناب مسلم کا سر گود میں لیا اور کہا۔ مسلم میرے لیے تجھے اس حالت میں تڑپتے دیکھتا۔ اتنا ناشاق ہے۔ اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ میں بھی تیرے بعد آ رہا ہوں تو تجھے یقیناً وصیت کے بارے پوچھتا اور تیری ہر وصیت پورا کرتا۔ مگر بایں ہمہ پھر بھی اگر تو کوئی وصیت کرے تو میں اسے پورا کرنا سعادت سمجھوں گا۔

جناب مسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ حبیب اوصیک بهذا الرجل۔ حبیب میں تجھے فرزند زہرا کی وصیت کرتا ہوں اسے تنہا نہ چھوڑنا۔ اس کے قدموں میں قربان ہونا۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ مسلم۔ تجھے اس سلسلہ میں مطمئن ہو کر جانا چاہیے اور میری طرف سے تجھے کبھی ایسی نہ ہوگی۔

اس کے بعد روح مسلم قفل عنقریب سے پرواز کر گئی۔

جناب مسلم کی ایک کینز نے یوں فرمایا۔ یا سیدہ، یا بنی عوسجہ۔

یہ نوحہ سکر یزیدی فوج خوشی سے تالیاں بجا کر کہنے لگی۔ ہم نے ابن عوسجہ کو قتل کر دیا ہے۔

ثبث ابن ربیع نے انہیں جھڑک کر کہا۔ ظالمو! میرا کردہ مسلم جیسے شخص کے قتل پر فخر کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے بخدا میں نے زندگی بھر کبھی مسلم کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور اس کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ جنگ نواں بیہوشی اسلامی سپاہ ابھی تک تیار ہو رہی تھی کہ مسلم نے چھ دشمنین کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ بھرے کوفہ میں مسلم جیسا کہ شخص ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔

## ۸۔ ہلال ابن نافع بجلی ۱۔

جناب مسلم کے بعد ہلال ابن نافع بجلی میدان میں آئے۔ اور رجز پڑھا۔ مقابلہ میں مزاحم ابن حریث آیا اس نے رجز میں اپنے دین کا اعلان کیا کہ میرا دین یہ ہے۔ کیونکہ ہلال نے اپنے رجز میں یہ کہا تھا کہ میں دین احمد نبی پر ہوں۔

جواب میں مزاحم نے دین احمد کے مقابل دین یزید کا نام لیا۔ اور ہلال پر حملہ کیا۔ ہلال نے اس کا حملہ روک کر جوابی حملہ کیا اور اسے داسل جہنم کر دیا۔

یہ دیکھ کر عمرو ابن حجاج نے سچ کر کہا۔

اے احمق! تمہیں معلوم ہے کہ کس سے جنگ ہے۔ اگر ایک ایک جاتے رہتے ہو گے تو سب کے سب مارے جاؤ گے۔ یہ سب جان بچ کر میدان میں آئے ہیں۔ موت ان کی تمنائے اور جو مرنے کی خاطر لڑتے ہیں ان کے ہاتھوں سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔

یہ کہہ کر عمرو ابن حجاج سپاہ مظلوم کربلا کے قریب آیا۔ اور فوج یزید سے کہنے لگا۔ اے یزید یو! آگے بڑھو اپنے امام کے مخالفین کے قتل میں کسی قسم کا شک نہ کرو۔ تم اپنے دین پر قائم ہو۔

امام حسین نے فرمایا۔ اے ابن حجاج کل میدان محشر میں پتہ چل جائے گا کہ دین پر ثابت قدم کون تھا۔ عمرو ابن حجاج نے فرزند رسولؐ کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اس قلیل فوج کے قدم نہ اکھڑ سکے ایک گھنٹہ کے اس حملہ سے جب عمر و پیچھے ہٹا اور بنار چھٹا تو اسے فوج حسین میں صرف چند افراد زخمی نظر آئے جب کہ اس کی اپنی فوج کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔

اس کے بعد شمر نے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ میسرہ میں صرف بتیں سوار باقی تھے شمر کا بیس ہزار کا لشکر ان میں جا بجاڑوں کے قدم نہ اکھاڑ سکا۔

آخر کار عمر سعد نے تیر اندازوں سے کہا کہ تم ان کے گھوڑوں کو تیر اندازی کا نشانہ بناؤ۔ کئی ہزار تیر انداز نے بیک وقت تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی تیروں کی اس برسات میں تمام گھوڑے کام آ گئے۔ اور حسینی سپاہی پیدل ہو گئے۔

عمر سعد نے حکم دیا کہ ان کے سامان کو آگ لگا دو۔

انصار حسینؑ نے اپنے سلمان کے تحفظ کی طرف توجہ کی۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا۔ اللہ آپ پر رحم کرے کس سے تحفظ کرتے ہو۔ انہیں جلانے دو۔ ان کی لگائی ہوئی آگ خود تمہارا تحفظ کرے گی۔ اور یہ لوگ تم تک نہ پہنچ پائیں گے۔ آگ لگانے دو۔

جب انصار حسین کے سامان کو آگ لگائی گئی۔ تو اس تدبیر سے پیادہ یزید خود محصور ہو گئی۔ اب ان کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔

پھر ہر طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ لیکن ان لوگوں کی جلا گئی آگ کی وجہ سے وہ صرف ایک طرف سے حملہ کرنے پر مجبور تھے۔

امام حسین کے انصار میں سے ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرنے لگے۔ چونکہ ان کی تعداد میں نمایاں فرق تھا۔

اس لیے اگر لشکر حسین میں سے ایک بھی کم ہوتا تھا تو اس کی کمی محسوس کی جاتی تھی لیکن فوج یزید سے سو بھی داخل جہنم ہوتے تھے۔ تو ان کی کمی محسوس نہ ہوتی تھی۔

جب ان ملائین کا گھیراؤ تنگ ہو گیا۔ تو اب تمام حیدادی نے آگے بڑھ کر سوجھ کیا۔ قیدان لوگوں کا گھیراؤ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ جب تک ہمارے جہم میں روج ہے اس وقت تک یہ لوگ آپ کے قریب نہ آسکیں گے۔ میرا دل چاہ رہا

تھا کہ آج کی آخری نماز آپ کی اقتداء میں پڑھ کر دوبارہ خالق میں پیش ہوں۔

آپ نے سوئے آسمان دیکھا۔ اور فرمایا۔ تو نے نماز یاد کی ہے اللہ تجھے نمازیوں سے محصور کرے۔ یہ نماز کا اول وقت ہے۔

ان سے ملت مانگو تاکہ ہمیں نماز پڑھنے دیں۔

جناب حبیب نے نماز کا وقفہ کرنے کی رخصت مانگی۔

حسین ابن نمیر نے کہا۔ بھلا تمہاری نماز بھی قبول ہوگی۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ اسے ناجوہ ماں کے بیٹے! فرزند رسولؐ کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ تو تیری قبول ہوگی۔ حسین نے آپ پر حملہ کر دیا۔ جناب حبیب نے حسین کے گھوڑے کے منہ پر وار کیا۔ گھوڑا ہلک گیا۔ حسین گر گیا۔

حسین کے پیادہوں نے آگ سے اٹھایا لیا۔

فرزند رسولؐ نے زہرا بن قین اور سعید ابن عبد اللہ سے فرمایا۔ تم میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ میں نماز ادا کروں یہ دونوں کھڑے ہو کر تیروں کو اپنے جسم پر لینے لگے۔ فرزند رسولؐ نے نماز خوف ادا کی۔ جب آپ نے سلام پڑھا۔ تو

سعید ابن عبد اللہ نیزوں۔ تلواروں کے علاوہ ستر ہواں تیر سینہ پر لے کر آپ کی آغوش میں آگرا۔ دم توڑتے ہوئے عرض کیا۔

یا بن رسول اللہ! حاصل وفیت۔ اے فرزند رسولؐ! کیا میں نے وفا کی ہے۔

آپ نے جھک کر سعید کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ سعید اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ میرا ناما اور میرا بابا تیرے

استقبال کی خاطر موجود ہیں۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے آگے بڑھو۔ اور حرم رسول کا دفاع کرو۔

## ۹۔ عبدالرحمن ابن عبد اللہ مرنی :-

جب فوج یزید اپنے ان تین پے درپے حملوں میں بھی اس پیاسی فوج کو ختم نہ کر سکی۔ اور نماز کی اجازت نہ دی۔ پھر یہ بھی دیکھ لیا کہ فرزند رسولؐ نے ہماری ہر مزاحمت کے باوجود نماز ادا کر لی ہے۔ تو اپنی فوج کو تازہ دم کرنے کی خاطر کچھ دیر کے لیے پیچھے ہٹ گئے۔ اس دوران جناب عبدالرحمن ابن عبد اللہ مرنی خوش جزو خدائی کرتے ہوئے میدان میں آکر مبارزطلی کی مقابلہ میں کوئی بھی نہ آیا۔ آپ نے حملہ کرویا۔ لاتعداد یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

## ۱۰۔ عمرو ابن قرقظہ انصاری :-

جناب عبدالرحمن کے بعد عمرو ابن قرقظہ انصاری میدان میں آئے۔ فوج یزید کی طرف سے نیزہ زنی اور تیراندازی شروع ہو گئی۔ اس نے چوکی لڑائی لڑ کر اپنے جسم کو فرزند رسولؐ کی ڈھال بنا دیا۔ جو تیر کیا اس نے اپنے جسم پر لیا۔ جو نیزہ آیا اس نے اپنے جسم پر لیا۔ حتیٰ کہ زخموں سے چھلنی ہو کر زمین پر گرا۔ اور عرض کیا۔

اے فرزند رسولؐ! میری قربانی قبول ہے؛

آپ نے فرمایا اے عمرو میری قربانی دنیا میں تاریخ کا حصہ اور آخرت میں قابل رشک رہے گی۔ بسم اللہ جنت تیری منتظر ہے۔ نانا کو سلام عرض کرنا اور بتا دینا کہ ہم بھی آیا ہی چاہتے ہیں۔

عمرو نیا جذبہ سے کرایک مرتبہ پھر اپنے قدموں پر کھڑا ہوا۔ اور صرف جہاد ہو گیا۔ بے شمار یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد آغوش شہادت میں سکون سے سو گیا۔

## ۱۱۔ جون حبشی :-

عمرو کے بعد جون اجازت کی خاطر سامنے آیا اور اذن جہاد مانگا۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ جون تو ہمارے ہاں سکون کی خاطر آیا تھا۔ ہماری اس آزمائش میں اپنے کو نہ ڈال تجھے میری طرف سے اجازت ہے جہاں جانا چاہے جان بچا کر چلا جا۔ تجھے کوئی بھی کچھ نہیں کہے گا۔ جون نے آنسو بہا کر عرض کیا۔ قبلہ بھلا جیت اور غیرت اسی کا نام ہے کہ خوشحالی میں آپ کی کاسہ لیس کر دوں اور

مہریت کے وقت آپ کو چھوڑ کر جان بچا جاؤں۔ میرے آقا! میں جانتا ہوں۔ میرے پسینہ سے بڑا آتی ہے۔ اور نگاہ میں غلام ہوں۔ اور میرا رنگ بھی کالا ہے۔ شاید آپ یہ گوارا نہیں فرما رہے کہ میرا سیاہ خون آپ کے منور خون میں مل جائے۔ یا آپ کے حسین لاشوں میں میرا سیاہ جسم پڑا ہو۔ اور آپ کے خوشبودار جسموں میں میرا یہ بدبودار جسم شامل ہو۔

میری درخواست ہے آپ مجھے جنت سے نہ روکیں۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میرے پسینہ کی بدبو جنت کی خوشبو میں تحلیل ہو جائے۔ میرے کردار کی ہلکی سی تیرسی کی پستی پر چھا جائے۔ میرا کالا رنگ جنت کی نضائیں گوارا ہو جائے اور میرا سیاہ خون اسی مٹی میں مل جائے جس میں آپ کا نوزائے خون شامل ہو رہا ہے کہ۔

امام حسینؑ نے اٹھ کر خون کو گنگے لگایا۔ اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ جون دل چھوٹا نہ کر۔ تیری زندگی شاید ہم ہے کہ ہم نے کبھی تجھ سے تیرے رنگ۔ نسب اور پسینہ کے پیش نظر کوئی سلوک نہیں کیا۔ تیرا دل منور ہے تیری فکر روشن ہے۔ اور تیرا کردار مثالی ہے۔ جا۔ بسم اللہ! اللہ تیرے پسینہ کو معطر تیرے رنگ کو منور۔ اور تیرے نسب کو اعلیٰ فرمائے گا۔

جون فطرت سے جھوم اٹھا۔ فرزند رسولؐ کے قدموں میں بیٹھ کر بوسہ دیا۔ اور میدان جہاد میں آیا۔ جز خوافی کی۔ اور فوج یزید پر حملہ کر دیا۔

یزیدی فوج کا یہ چھیٹا خاصہ تعداد کو داخل جہنم کرنے کے بعد راہی جنت ہوا۔

فرزند رسولؐ نے جون کی لاش پر کھڑے ہو کر ایک مرتبہ پھر دست دعا بلند کیے اور عرض کی۔ بار اہا۔ جون کا چہرہ سفید کر دے۔ جون کے جسم کو خوشبودار بنا دے۔ جون کو زمرہ ابرار سے محض فرما۔ جون کو قیامت کے دن اکمل محمدؐ سے متعارف فرما۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جون کی لاش دسویں دن ملی تھی۔ اس سے کس توری کی طرح خوشبو بہک رہی تھی۔

## ۱۲۔ عمر و ابن خالد حید اوی

جون کے بعد عمر و ابن خالد حید اوی فرزند رسولؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔ قبلہ ایک طرف پھڑ جانے والے ساتھیوں کی کشش کتنی ہے کہ جلد از جلد ان سے جا ملوں اور دوسری طرف آپ کی تنہائی کہتی ہے کہ کیسے فرزند رسولؐ کو زخم اعدا میں اکیلا چھوڑ دوں۔

آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ آگے بڑھو۔ بس اب ہمارا بھی تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔ ہم عنقریب تم سے آئیں گے۔

اجازت لے کر عمر و میدان میں آیا۔ جز خوافی کر کے مصروف جہاد ہوا۔ بہت سے یزیدیوں کو آتش جہنم چکھا کر جام

شہادت سے سرشار ہو گیا۔

### ۱۳۔ حنظلہ ابن سعد شامی :

عمر ابن خالد کے بعد جناب حنظلہ نے اپنے کو امام حسینؑ کی ڈھال بنادیا اور تیروں۔ نیزوں۔ تلواروں اور پتھروں کو اپنے جسم پر لینے لگا۔

اسی اثنائیں فوج یزید سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے لوگو! مجھے ڈر ہے کہیں تم پر یوم احزاب جیسا عذاب نازل نہ ہو جائے۔

اے لوگو! مجھے فکر ہے کہیں قوم نوح۔ قوم عاد اور ثمود جیسے عذاب سے دوچار نہ ہو جاؤ۔

اے لوگو! مجھے خطر ہے کہیں دیگر امتوں کی طرح مذہب نہ ہو جاؤ۔ ویسے یقین رکھو اللہ بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔

اے لوگو! فرزند رسولؐ کو قتل نہ کرو۔ عذاب خدا سے بچو۔

علامہ مجلسی کے مطابق فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ اے ابن سعد یہ لوگ مستحق عذاب ہو چکے ہیں۔ یہ تو اس وقت

سے عذاب کے حق دار ہو چکے ہیں جب پہلی مرتبہ تم نے انہیں دعوت دی تھی اور ان لوگوں نے تمہیں گالیاں دی تھیں

اور تمہارا مذاق اڑایا تھا۔

اب تو ان کے ہاتھوں سے تیرے ساتھیوں کا خون ٹپک رہا ہے۔ اب کیا ہو گا۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب یہ

لوگ اپنا انجام نہیں بدل سکتے۔

حنظلہ نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ آقا کیا اجازت ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس بارگاہ

خالق میں چلا جاؤں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

بسم اللہ آگے بڑھو اس سمت قدم اٹھاؤ جو تیرے لیے دینا و بانیہا سے بہتر ہے۔

حنظلہ نے قدم میدان کی طرف بڑھائے اور عرض کیا۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیک وعلیٰ اہلبیتک

اللہ مجھے اور آپ کو جنت میں ایک جگہ رکھے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ آمین۔

جناب حنظلہ میدان میں گئے اور اس شدت سے جنگ لڑی کہ جس طرف رخ کرتے تھے فوج یزید ہکریوں کی

طرح آگے بھاگتی پھرتی تھی۔ دور دور سے تیراندازی کرتے تھے۔ کوئی قریب نہ آتا تھا۔ بالآخر جناب حنظلہ نے جام

شہادت پیا۔

## ۱۴۔ سوید ابن عمرو :-

جناب حنظلہ کے بعد جناب سوید ابن عمرو میدان میں آئے۔ اور ٹوٹ کر جنگ کی زخموں سے چور ہو کر ایک جگہ گھوڑے سے زمین پر آ گئے۔ مرنے کی طاقت نہ تھی۔ اسی طرح زخموں سے نڈھال پڑے تھے کہ ایک لخت زمین کربلا میں زروے آنا شروع ہو گئے۔ قصا تاریک ہو گئی۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ یزیدی ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دیتے لگے اور گلے مل کر کرکٹے لگے۔ قتل حسین مبارک ہو۔

جناب سوید نے جب سنا کہ فرزند رسول شہید ہو گیا ہے تو اپنی ٹانگ کے ساتھ بندھے ہوئے خنجر کو جیسے تیسے کھولا۔ اور ایک مرتبہ پھر یزیدیوں پر پل پڑے۔ اسی عالم میں شہید ہو گئے۔

## ۱۵۔ یحییٰ ابن سلیم مازنی :-

جناب سوید کے بعد یحییٰ ابن سلیم مازنی میدان میں آئے۔ اور حق جہاد ادا کر کے مقام شہادت حاصل کیا۔

## ۱۶۔ قرہ ابن ابوقرہ غفاری :-

جناب یحییٰ کے بعد جناب قرہ میدان میں آئے اور فوج یزید کو واضح نقصان پہنچانے کے بعد شہادت کی آغوش میں سو گئے۔

## ۱۷۔ انس ابن حارث کاہلی :-

انس نے اٹھارہ سواروں کو تہ تیغ کیا۔ اور شہید ہو گئے۔

## ۱۸۔ عمرو ابن مطاع جعفی :-

انس ابن حارث کے بعد عمرو میدان میں آیا۔ شجاعت کے جوہر دکھا کر درجہ شہادت حاصل کیا۔

## ۱۹۔ محموزن سبط پیغمبر حجاج ابن مسروق :-

عمرو ابن مطاع کے بعد حجاج میدان میں آیا۔ شجاعت و شہادت کی سعادت حاصل کی۔



۲۰۔ زہیر این قین :-

ججاج کے بعد زبیر ابن عیینہ میدان میں رجز خوانی کر کے نکلا۔ ایک سو بیس یزید لوں کو اپنے کیفر کردار تک پہنچا کر کثیر ابن عبد اللہ اور مہاجر ابن اوس کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ جناب سید الشہداء نے زبیر کی لاش پر کھڑے ہو کر کہا: زبیر تو ہمیشہ ہمارے قریب رہے گا۔ اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے۔

۲۱۔ حبیب این مظاہر:

جناب زہیر کے بے جناب حبیب ابن مظاہر میدان جنگ میں آئے رجز خوانی کی۔ باسٹھ زیدیوں کو فانی کر دیا ایک قیدی کے نیزہ سے زمین پر گراے اٹھ رہے تھے کہ سر پر حصین ابن نمیر نے تلوار سے وار کیا۔ پھر نہ اٹھ سکے۔ بدیل ابن حزیم نے آپ کا سر کاٹ کر گھوڑے کے گلے میں لٹکایا۔ جب یہ شخص اسی حالت میں کوفہ آیا۔ تو جناب حبیب کے نوخیز بچے نے گھوڑے کے گلے میں اپنے باپ کا سر دیکھ کر پہچان لیا۔ بدیل کے ساتھ ہو گیا۔ کئی دن بعد اسے موقع ملا۔ اور بدیل کو واصل جہنم کر کے باپ کا سر لے لیا۔

۲۲۔ ہلال ابن نافع :-

یہ باہر تیر انداز تھا۔ حضرت علیؑ نے اس کی تربیت کی تھی۔ جناب حبیب کے بعد بلال میدان میں آیا۔ اور تیر اندازی شروع کی۔ بلال ہمیشہ اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھا کرتا تھا۔ اس نے اپنی تیر اندازی سے ستر شہسوار کو واصل جہنم کیا جب اس کا ترکش خالی ہو گیا تو اس نے تلوار الم کر کے تلوار سے جنگ شروع کر دی۔ تلوار سے تیرہ یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔

۲۳۔ ایک نوخیز۔

جناب ہلال کے بعد ایک ایسا نوخیز لڑکا میدان میں آیا۔ جس کا باپ پہلے شہید ہو چکا تھا۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا۔

بیٹے باپ کے بعد تو ہی ماں کا سہارا ہے واپس چلا جا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ تلواریں میرے گلے میں میری ماں ہاتھ رکھ کر رکھتی ہے۔ اور اس نے بڑی آرزو کے ساتھ مجھے میدان میں بھیجا ہے۔

آپ نے میری مال کا دل توڑیں اور نہ مجھے شہادت سے محروم فرمائیں۔ مجھے دعا فرمائیں۔

یہ کہہ کر اس بچے نے ریزخوانی کی اور میدان میں کود گیا۔ اپنی عمر سے زیادہ داد و تحمات دے کر شہید ہوا۔ یزیدیوں نے اس کا سر کاٹ کر خیام آل محمد کی طرف اچھال دیا۔ اس کی ماں درخیمہ پر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھی۔ بیٹے کا سر اٹھایا۔ بوسہ دیا۔ اور کہا بیٹے تو نے ماں کو سر خرودے کر دیا ہے۔

سر کو زمین پر رکھ دیا اور خیمہ کی چوبے کر یزیدیوں پر حملہ کر دیا۔ جب تک سید الشہداء اسے واپس کرتے اس وقت تک دوزیدیوں کو داخل جہنم کر چکی تھی۔ پھر حکم امام سے واپس خیام میں چلی گئی۔

## ۲۴۔ جابر ابن عمرو غفاری :-

یہ صحابی رسول تھا بدری صحابہ سے تھا۔ انھوں نے زندگی میں آپ کے ساتھ رہا۔ آپ کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ رہا۔ بڑھاپے نے اس کی کمر کو جھکا دیا تھا۔ اور پوٹے آنکھوں پر گر چکے تھے۔ اس مرد خدا نے کمر کو ٹپکا سے باندھا۔ اور پوٹوں کو پٹی سے اوپر باندھا۔ مظلوم کر بلائے یہ دیکھ کر فرمایا۔ شکر اللہ سیک یا شیخ۔ اسے بزرگ اللہ تیری اس سعی کا مشکور ہوگا۔ پھر ریزخوانی کر کے فوج یزید پر حملہ کیا۔ ساٹھ یزیدیوں کو داخل جہنم کر کے شہید ہوا۔

## ۲۵۔ مالک ابن داؤد :-

جابر کے بعد مالک ابن داؤد میدان میں آئے پندرہ سو اوروں کو جہنم رسید کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔

## ۲۶۔ طراح ابن عدی :-

مالک کے بعد طراح ابن عدی ابن حاتم طائی آئے انہوں نے بھی فوج یزید سے اپنا دامن حصہ وصول کیا زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر آئے۔

## ۲۷۔ جنادہ ابن حارث انصاری :-

جناب طراح کے بعد جنادہ انصاری آئے یزیدیوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد شہید ہوئے۔

## ۲۸۔ عمرو ابن جنادہ :-

جناب جنادہ کے بعد ان کا بیٹا عمرو ابن جنادہ میدان میں آیا۔ اور غاصی تعداد کو جہنم پہنچا کر شہید ہوئے۔

## ۲۹۔ عبد الرحمن ابن عمروؓ:

جناب عمرو کے بعد عبد الرحمن نے میدان سنبھالا اور داد شجاعت دے کر راہی جنت ہوئے۔

## ۳۰۔ عابس ابن شیب شاکریؓ:

جناب عبد الرحمن کے بعد عابس نے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ ان کا غلام تھا۔ جس کا نام شذوب تھا۔ آپ نے غلام سے پوچھا۔

آج کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

غلام نے عرض کیا۔ دل تو چاہتا ہے کہ اللہ زندگی اتنی دے دے کہ فوج یزید کا ایک سپاہی بھی میدان میں باقی نہ رہے۔

عابس نے کہا۔ مجھے ہمیشہ تجھ سے یہی امید رہی ہے۔ امیرے ساتھ۔ آج یوم حساب ہے۔ اور آج یوم کسب ثواب ہے۔

عابس آگے بڑھا۔ فرزند رسولؐ کو سلام کر کے عرض کیا۔

میرے آقا! روئے زمین پر دور و نزدیک میں سے مجھے ایسی کوئی ذات نظر نہیں آتی آپ کے سوا جس پر میں اپنی جان اور خون قربان کروں۔ جذبات تو چاہتے ہیں کہ اس وقت جسم میں جان رہ جائے جب تک اس صحرا میں ایک بھی یزیدی سانس بے رہا ہے۔ دیکھے مقدر کتنے تک ساتھ دیتا ہے۔ اگر میرے پاس میری جان سے زیادہ کوئی بھی عزیز متاع ہوتی تو آپ سے دفاع میں وہ بھی قربان کرتا۔ لیکن میری جان کے سوا اور کوئی ایسی متاع عزیز نہیں ہے یہ جان حاضر ہے۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ! اشہد انی علی

اے ابو عبد اللہ! میرا سلام ہو۔ گواہ رہنا میں آپ کے

ہدایہ کی ہدایت پر ہوں۔

اس کے بعد وارد میدان ہوا۔

ربیع ابن تمیم کہتا ہے کہ میں نے جب عابس کو میدان میں آتے ہوئے دیکھا چونکہ میں اسے پہچانتا تھا۔ اس لیے میں نے فوج یزید کو مطلع کر دیا اور کہا۔ لوگو! بچ کے رہنا شیب شاکری کا سپوت آ رہا ہے۔ جو شیروں کا شیر ہے کوئی تنہا اس کے مقابلہ میں جانے کی غلطی نہ کرے۔

میری یہ بات سنا کر عمر سعد نے حکم دیا کہ اسے دور سے پتھروں سے نشانہ بناؤ۔ جب عابس کے مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔ تو کافی دیر تک ایک جگہ کھڑے ہو کر کہتا رہا۔ کیا تم میں کوئی مرد نہیں ہے؟ ہر طرف سے سنگباری

شروع تھی۔ جب عابس نے دیکھا کہ کسی طرف سے کوئی نہیں آ رہا۔ تو اس نے ذرہ آمار پھینکی اور تلوار کے کٹنا شروع کر دیا۔

بھڈا! میں دیکھ رہا تھا دو دوسو کا جتنا برہنہ جسم عابس کے آگے یوں دوڑتا تھا۔ جیسے بھیڑیے کے آگے بکریاں دوڑتی ہیں۔ اسی حالت میں زخموں سے چور ہو کر عابس زمین پر آیا۔ پھر تو قریب آ کر نیزوں سے اس بہادر کا پورا جسم چھلنی کر دیا گیا۔

ایک کہتا تھا میں نے عابس کو شہید کیا ہے اور دوسرا کہتا تھا میں نے کیا ہے۔ جب نزاع بڑھنے لگا۔ تو عمر سعد نے کہا۔ بک بک نہ کرو میں بھی موجود تھا اور تمہاری جو انر دی دیکھ رہا تھا۔ کسی ایک نے عابس کو شہید نہیں کیا بلکہ ہر شخص خون عابس میں شریک ہے۔

## ۲۱۔ شہود ب

عابس کا غلام تھا۔ اور جناب عابس ہی کے ساتھ داؤ شجاعت دے کر شہید ہوا۔

## ۳۲۔۳۳۔ عبد اللہ اور عبد الرحمن مغفاری

جناب عابس و شہود کے بعد یہ دونوں بیک وقت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔ آپ نے دونوں کو اپنے پاس بلایا اور۔

پوچھا۔ اگر واپس جانا چاہو تو میری طرف سے اس وقت بھی اجازت ہے جاسکتے ہو۔  
دونوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔

قبہ! ایسی بات نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر کس بات پر رو رہے ہو۔

دونوں نے عرض کیا! آقا رو تو صرف اس لیے رہے ہیں کہ ہم نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن آپ کا دفاع نہیں کر سکے۔

ہمیں تو صرف ہمارے بعد آپ کی تنہائی اور دختران رسولؐ کی مایوسی اور بے چارگی رلا رہی ہے کاش ہمارے بس میں کچھ ہوتا۔

آپ نے فرمایا۔ مت گھبراؤ۔ بہت کم وقت میں میں بھی تمہارے ساتھ آملوں گا۔ دختران رسولؐ کا بھی اللہ حافظ ہے۔

بسم اللہ آگے بڑھو۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تمہارے بس میں جو کچھ تھا۔ تم نے کیا ہے۔

دونوں نے عرض کیا۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ! پھر میدان میں آکر فوج یزید میں گھس گئے اور اپنا حصہ وصول کر کے جام شہادت نوش کیا۔

### ۳۳۔ ترکی غلام :-

دونوں غفاری بھائیوں کے بعد امام حسینؑ کا یہ ترکی غلام میدان میں آیا۔ مدینہ کا معروف قاری تھا۔ ربیع خوانی کی۔

دار شجاعت دے کر گھوڑے سے زمین پر آیا۔ امام حسینؑ اس کے قریب آئے۔ ابھی رتی جان باقی تھی آپ اس کے قریب بیٹھ گئے۔ اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ غلام نے آنکھ کھولی۔ مسکرایا اور پھر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

### ۳۵۔ یزید ابن زیاد شعثا :-

ترکی غلام کے بعد یزید ابن زیاد میدان میں آیا۔ یہ بھی تیر انداز تھا۔ اسے صرف آٹھ تیر چلانے کی فرصت ملی۔ ان آٹھ تیروں سے میں ایک بھی خالی نہ گیا۔ پھر یزیدی فوج نے یلغار کر دی اور یہ مجاہد راہ خدا سراہی جنت ہوا۔

### ۳۶۔ ابو عمرو نہشلی :-

یزید کے بعد ابو عمرو نہشلی میدان میں آئے۔ دار شجاعت دے کر عامر ابن نہشلی کے ہاتھوں جام شہادت پیا۔

### ۳۷۔ سیف ابن حارث :-

### ۳۸۔ مالک ابن عبد اللہ :-

ابو عمرو کے بعد سیف اور مالک دونوں چچا زاد بھائی ایک ساتھ میدان میں آئے اور دار شجاعت دیکر راہی جنت ہوئے

### صرف اولاد ابو طالب

ان کے بعد انصار غریب کر بلا میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ صرف ذریت رسولؐ رہ گئی۔

بجارج کے مطابق انصار مظلوم کر بلا کے بعد صرف آپ کے اقرباء ہی میدان میں پہنچ گئے۔ اقربا میں یہ تین

خاندان تھے۔

۱۔ اولاد حضرت علیؑ۔ اولاد امام حسن۔ اولاد امام حسین اور دیگر اولاد حضرت علیؑ۔

۲۔ اولاد جعفر طیار۔

۳۔ اولاد عقیل۔

گویا ب دین کے لیے صرف اور صرف اولاد ابوطالب رہ گئی تھی۔

ان میں کچھ نوجوان تھے۔ کچھ نوخیز تھے۔ اور کچھ کمسن تھے۔ یہ سب ایک دوسرے کو گلے مل کر ایک دوسرے سے اوداع کرنے لگے۔ اور باری باری میدان میں آنے لگے۔

۱۔ عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل۔

کر بلا کا شہید اول جناب مسلم کا فرزند تھا۔ جناب رقیہ بنت علیؑ کا گھرتا۔ میدان جہاد میں آکر اٹھانوسے زیدیوں کو دھواں جہنم کیا۔ ایک ظالم نے تیر مارا۔ جس کا نشانہ شہزادے کی پیشانی تھی۔ شہزادے نے تیر کو روکنے کی خاطر ہاتھ کو سامنے کیا۔ تیر اس شدت سے آیا تھا کہ تیر ہاتھ سے گزر کر پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ اور ہاتھ بھی پیشانی پر تیر کے ساتھ چمٹ گیا۔ شہزادہ ہاتھ علیحدہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ ایک ظالم نے دل کا نشانہ لیکر نیزہ مارا۔ اور شہزادہ گھوڑے پر زنجیل سکا۔ تیر مارنے والا عمرو ابن صبیح حیدری تھا۔

۲۔ محمد ابن مسلم۔

عبداللہ کے بعد اس کا بھائی اور جناب مسلم کا دوسرا بیٹا محمد میدان میں آیا۔ اس کی والدہ ام ولد تھیں۔ وافر مقدار میں زیدیوں کو قتل کیا۔ بالآخر ابو جہم اسبی۔ اور لقیط ابن ایاس جہنی کے ہاتھوں شہید ہوا۔

۳۔ جعفر ابن عقیل۔

محمد کے بعد جناب جعفر ابن عقیل میدان میں آئے۔ پندرہ زیدیوں کو اپنے کیفر کردار تک پہنچا کر عمرو بن عبداللہ حشمتی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کی والدہ عامر عامری کی بیٹی ام الشتر تھیں۔

۴۔ عبدالرحمن ابن عقیل۔

محمد کے بعد ان کا بھائی عبدالرحمن ابن عقیل میدان میں آیا۔ سترہ زیدی اس کے ہاتھوں جہنم پہنچے اور عثمان ابن خالد جہنی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

## ۵۔ عبد اللہ ابن عقیلؑ

جناب عبدالرحمن کے بعد عبد اللہ اکبر ابن جناب عقیل میدان میں آئے داد شجاعت دے کر خالد ابن شمہ جہنی اور بشر ابن حوط قاتلین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

## ۶۔ محمد ابن ابوسعید ابن عقیلؑ

جناب عبد اللہ کے بعد محمد ابن ابوسعید میدان میں آئے فوج حیدر سے کافی حصہ بھولی کر کے لفظ ابن یاسر جہنی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

## ۷۔ جعفر ابن محمد ابن عقیلؑ

جناب محمد کے بعد جناب جعفر ابن محمد میدان میں آئے اور یزیدیوں سے اپنی شجاعت کا لوہا منوا کر شہید ہوئے۔

## ۸۔ محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر طیارؑ

جناب جعفر کے بعد محمد ابن عبد اللہ میدان میں آئے دس یزیدیوں کو قاتل جہنم کر کے عامر ابن نضیل تمیمی کے ہاتھوں شہادت کی سعادت حاصل کی۔

## ۹۔ عون ابن عبد اللہ ابن جعفر طیارؑ

محمد کے بعد شہزادہ عون ابن عبد اللہ میدان میں آیا تین سواروں اور اٹھارہ پیادوں کو قاتل جہنم کیا۔ اور عبد اللہ ابن بطریق کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

## ۱۰۔ عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن جعفرؑ

جناب عون کے بعد عبید اللہ ابن عبد اللہ میدان میں آئے اور داد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔ جب اولاد جعفر عقیل شہید ہو گئی تو منتخب کے مطابق مظلوم کے بلانے والے بائیں دیکھا اور فریاد کی داغرتاہ۔ وائلہ ناصرہ

اُما من معین یعیننا اُما من ناصر ینصرنا۔ اُما من خائف من عذاب اللہ فیدب عتاً۔ کیا کوئی بھی ایسا نہیں جو ہماری اعانت کرے؟ کیا کوئی بھی ایسا نہیں جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی بھی ایسا نہیں جو عذاب خدا سے خوف کھا کر ہماری مدد کرے۔

اس استغاثہ کے بعد بیک وقت دو شہزادے خیام سے اس طرح باہر نکلے جس طرح چاند طلوع کرتا ہے۔

## ۱۱۔ احمد ابن حسنؑ

عمر سو لہ برس۔ عبداللہ ابن عقبہ غنوی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

یہ شہزادہ امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی قبلہ! مجھے اجازت مرحمت فرمائیے۔ امام حسینؑ نے شہزادہ کو گلے لگایا اور بستے آنسوؤں سے رخصت کیا۔ شہزادہ میدان جنگ میں آیا۔ مبارز طلبی کی لیکن مقابلہ میں کوئی نہ آیا ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ شہزادہ فوج یزید میں گھس گیا اور یزیدی ادھر ادھر دوڑنے لگے تیروں اور پتھروں کی اس برسات میں شہزادہ گھوڑے سے زمین پر آیا اور سوئے خیام منہ کر کے عرض کیا: علیک السلام یا عمامہ۔ چچا میرا سلام قبول کرنا۔

خدا حافظ۔

## ۱۲۔ قاسم ابن حسنؑ

احمد ابن حسن کے بعد شہزادہ قاسم میدان میں آیا۔ ابو الفرج۔ محمد ابن ابو طالب۔ منتخب اور بکار کے مطابق شہزادہ قاسم ابھی کم سن تھے۔ جب اجازت کی خاطر غریب زہراؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے شہزادہ کو گلے لگایا۔ چچا بھتیجا دونوں اس قدر روئے کہ غش کھا گئے۔

کافی دیر کے بعد جب غش سے افاقہ ہوا تو شہزادہ نے اذن جہاد مانگا۔ مظلوم کربلا نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

شہزادہ نے اپنا سر مظلوم مصطفیٰ کے قدموں پر رکھ کر قدموں کو بوسے دینے شروع کر دیئے۔ جناب سید الشہداء شہزادہ کے چہرہ کو قدموں سے اٹھاتے تھے اور شہزادہ اپنی آنکھیں قدموں سے ملتا تھا۔ بالآخر آپ نے اجازت دی اور انتہائی غمزدہ لہجہ سے پوچھا۔

بیٹے بھلا کیا تجھ جیسا لال بھی موت کی طرف اپنی مرضی سے چل کر جاتا ہے۔

شہزادہ نے عرض کیا۔ جب آپ جیسا شریف آقا۔ شفیع امام اور مہربان چچا مظلوم اور بے یار و مددگار ہو جائے تو پھر مجھ جیسوں کا اندر بیٹھہ بنا دالھی عار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

امام حسینؑ نے شہزادہ کا عمامہ اتارا۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ دھوپ کی شدت کی بدولت ایک حصہ شہزادہ کے سر پہ باندھا۔ دوسرا حصہ نقاب کی صورت میں چہرہ پر ڈالا۔ قمیص کے دونوں پہلو کفنی کی صورت میں چاک کیے اور فرمایا بیٹے جاؤ۔ خدا حافظ۔



شہزادہ جنگ سے پہلے عمر سعد کے سامنے آکھڑا ہوا اور فرمایا :-  
 کیا تجھے خوف خدا نہیں؟ کیا تیرے دل میں قربات رسول کا کوئی خیال نہیں؟ کیا تیرے دل کے ساتھ تیری آنکھ کا  
 یانی بھی مرچکا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ اگر ابن زیاد و یزید کی اطاعت کرو تو تو بھی ہر مہولت میسر ہوگی۔  
شہزادہ نے کہا۔ اللہ تجھے جزائے خیر سے محروم رکھے۔ تو جس نبی کی نبوت کا کلمہ پڑھتا ہے اسی نبی کی اہل پیاس سے  
جنان بلب ہے اور پھر بھی تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

یہ کہہ کر شہزادہ وسط میدان میں آکھڑا ہوا اور ہمارے طلسمی کی  
مقابلہ میں ایک ہزار سے تہاڑنے والا شام کا معرّفہ جنگجو کیا۔ شہزادہ نے جنگی حکمت عملی کی اس کے گھوڑے  
کے منہ پر چابک مارا گھوڑا بد کا یہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ شہزادے نے جھٹ سے اس پر وار کر کے فی النار کر دیا۔  
پھر فرج یزید پر حملہ کیا۔ کئی سواریوں کو فی النار کیا۔ جب تھک گئے تو واپس پلٹنا چاہا۔ لیکن ارنق راستہ روک کر کھڑا  
ہو گیا۔ شہزادے نے ارنق کو بھی داخل جہنم کیا۔ اور ان دو گرامی پہلوانوں کے قتل ہونے سے میدان کربلا میں بھی  
تسلّم چم گیا۔ ہر طرف شہزادہ کی شجاعت کے قصے ہونے لگے۔ اور ساتھ ہی یزیدی فوجوں میں آتش انتقام  
عزّک اٹھی۔

شہزادہ نے خیام سے باہر آ کر عرض کیا۔

یاعماہ العطش العطش ادرکتی  
بشریۃ من الماء -

چچا جان! پیاس نے مار ڈالا ہے کاش ایک گھونٹ  
پانی مل جاتا۔

مظلوم کے ملائے فرمایا۔ بیٹا صبر کرو۔ آپ کا بابا۔ دادا۔ اور بھئی کو میں جام بدست تیرے انتظار میں ہیں۔  
شہزادہ واپس میدان میں آیا اور اپنا نصب العین ینیدی علیہ در کو بنا کر اسی کی طرف رخ کیا۔ جو نئی شہزادہ  
رکے سر پہ پہنچا۔ ہر طرف سے تیروں کی ایسی بارش ہوئی کہ شہزادہ کے لیے آگے کسی طرف بھی نکلنا ممکن

حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ میں آج بھی آئینہ تصویر میں جب میدان کر با کو دیکھتا ہوں تو سب سے پہلے جس شخص کا عکس نظر آتا ہے وہ یہی حسن کا لال ہے۔ جس کے بائیں جوتے کا قسمہ ٹوٹ چکا ہے اور وہ انتہائی بے نیازی سے داد شجاعت دے رہا ہے۔

عمران سعد از وی میرے پہلو میں کھڑا تھلا رہا تھا۔ کہنے لگا اس بچے نے فوج کا ستیاناس مار دیا ہے۔ میں اس سے انتقام ضرور لوں گا۔

میں نے کہا : تو کتنا سنگدل ہے۔ یہ سچ تو اپنا دفاع کر رہا ہے۔ بخدا! اگر میں اس کے مقابلہ میں ہوتا تو اس کی

کسی کے پیش نظر اس کا ہر وار برداشت کر لیتا لیکن اس پر ہاتھ نہ اٹھاتا۔ اتنی فوج ہے نہٹ لیں گے۔ تو اس پیاسے کمن کے معصوم خون سے ہاتھ سرخ نہ کر۔

اس ملعون نے کہا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے ضرور موقع کی تلاش میں رہنا چاہیے۔ جو نہی موقع ملا میں ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔

اس ظالم نے چھپ کر شہزادہ کے سر کا نشانہ لیا۔ تلوار کا اچانک حملہ تھا۔ شہزادہ گھوٹے پر نہ سنبھل سکا۔ منہ کے بل زمین پر آبا۔ زمین پر ترپتے کس کو شیبہ ابن سعد شامی نے پشت میں نیزہ مارا جو سینہ کی طرف سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد یہ ملائین اپنا غصہ نکالتے رہے۔ ۲۵ تیر شہزادہ کے جسم میں بیورست ہو گئے۔ سعید ابن عمر نے تین دن کے بھوکے اور پیاسے شکم میں نیزہ مارا جس سے شکم دو نیم ہو گیا۔ پھر یحییٰ ابن وہب نے دائیں پھلیوں میں اس زور سے نیزہ مارا جو بائیں طرف سے نکل آیا۔

شہزادہ صرف اتنا کہہ سکا۔ اور کئی یا عمامہ۔ پچا امداد فرایے۔ اس کے بعد شہزادہ کی آواز تیروں، نیزوں، تلواروں اور گھوڑوں کے سمول میں دب کر رہ گئی۔

جب غبار چھا اور امام حسینؑ نے شہزادہ کی لاش دیکھی تو کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ مظلوم نہرانے فرمایا۔ بیٹے کتا بے بس ہے تیرا بچا کہ تو بلائے اور میں تیری امداد نہ کر سکوں۔ تیری آواز کا جواب دوں لیکن نصرت نہ کر سکوں۔

تیری نصرت کرنا چاہوں لیکن دقت گزر چکا ہو۔

حمید کہتا ہے میں نے دیکھا مظلوم کو بلانے بڑی مشکل سے لاشہ قاسم کے ٹکڑوں کو جوڑ کر چادر میں جمع کیا اور اس خیمہ میں لائے جہاں دیگر اہل بیت کے لاشے رکھے تھے۔

۱۳۔ محمد اکبر ابن علیؑ۔

اولاد حضرت علیؑ سے پہلا اور بنی ہاشم سے تیر ہواں شہید ہے۔ یزید یوں کی خاصی مقدار کو فی النار کرنے کے بعد زجر ابن بدہ شعلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۱۴۔ عمرو ابن علیؑ۔

محمد اکبر کے بعد عمرو ابن علیؑ میدان میں آئے پہلے اپنے بھائی کے قاتل زجر کو داخل جہنم کیا۔ پھر دوسرے یزید یوں کے خون سے تلوار کو میراب کیا اور شہید ہو گئے۔

۱۵۔ عثمان ابن علیؓ :-

جناب ام البنین کا فرزند ہے۔ اکیس برس کا سن تھا۔ رجز خوانی کر کے فوج یزید پر حملہ آور ہوئے بے شمار یزیدیوں کو تیغ کرنے کے بعد غولی کے تیر سے گھائل ہو کر گھوڑے سے زمین پر آئے۔ ابان ابن حازم نے سر کاٹ لیا۔

۱۶۔ جعفر ابن علیؑ۔

عثمان کے بعد جعفر ابن علی میلان میں آئے۔ یہ بھی ام البنین کے فرزند تھے۔ ان کا سن انیس برس تھا۔ وافر مقدار میں یزیدیوں کو داصل بہنم کیا اور شہید ہوئے۔ انہیں بھی خولی کے تیر نے شہید کیا ہے۔ جو دائیں آنکھ میں پویرت ہو گیا تھا۔

۱۷۔ عبداللہ ابن علیؑ :-

ان کا سن پچیس برس تھا۔ یزیدی فرج سے خاصی تعداد کو فی التار کر کے ہانی ابن شیبہ حضری کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۱۸۔ محمد اصغر ابن علیؑ۔

اپنے بھائی عبداللہ کے بعد میدان میں آئے ربرخوانی کی۔ یزیدی فوج میں سے کوئی بھی تنہا مقابلہ پر نہ آیا۔ تیروں کی بارش میں گھوڑے سے زمین پر آئے۔ ابان ابن حازم کے ہاتھوں رماہی جنت ہوئے۔

۱۹۔ ایسا ہیتم ابن علیؑ۔

محمد صفر کے بعد جناب ابراہیم میدان جہاد میں آئے داد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔

۲۰۔ عبید اللہ ابن علیؑ۔

جناب ابراہیم کے بعد عبید اللہ میدان میں آئے یزید یوں کی متغیر و قعداد کو داصل جہنم کرنے کے بعد راہی جنت ہوئے۔

## ۲۱۔ عباس ابن علیؑ:

عمر ۲۲ برس۔

بحار کے مطابق اولاد حضرت علیؑ سے آخری وہ شہید ہے جس نے فرزند رسولؐ پر اپنی جان قربان کی۔ جب جناب عبید اللہ ابن علیؑ شہید ہوئے تو جناب ابو الفضل غریب زہراؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔

ہدلی من رخصۃ۔

آقا کیا مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: عباس تجھے معلوم ہے کہ تو میرا علمبردار ہے۔ جب کسی فوج کا علمبردار چلا جاتا ہے تو سپاہ کے حوصلے پشت ہو جاتے ہیں۔

جناب عباس نے یہ سکودائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور عرض کی۔

آقا! علمبردار تو موجود ہے۔ لیکن اس وقت وہ فوج کہاں ہے جس کا میں علمبردار ہوں۔ آقا مجھ سے نہ تویر لاشے دیکھے جاتے ہیں اور نہ خیام سے بچوں کی صدائے العطش سن سکتے ہوں۔ آپ ایک مرتبہ اجازت دے دیں تاکہ میں اپنا انتقام تو لے سکوں۔

مظلوم کو بلائے فرمایا۔ عباس! ایسا کرو۔ اس وقت انتقام کا خیال چھوڑ دو۔ اگر ہو سکتا ہے تو بچوں کے لیے پانی لا دو۔

جناب عباس نے ایک نیزہ اٹھایا۔ تین دن کا خشک مشکیزہ لیا اور فرت کا رخ کیا۔ مقابلہ میں چار ہزار یزیدیوں نے راستہ روکا۔ لیکن جناب عباس نے راستہ صاف کر لیا اور دریائے فرت میں گھوڑا ڈال دیا۔ چلو میں پانی پینے کو لیا۔ لیکن جب خیام اہل بیتؑ میں صدائے العطش کا خیال آیا تو فوراً دریا میں چینک دیا۔ اور مشکیزہ پر کیا۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور راستہ صاف کرتے ہوئے خیام کی طرف روانہ ہوئے۔

لیکن مقابلہ میں چار ہزار تھے۔ اس طرف ایک تھا مگر بایں ہمہ کسی کو قریب آنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ یزید ابن ورقانے ایک ٹیلے کے دامن میں چھپ کر وار کیا۔ جس سے آپ کا دایاں بازو جدا ہو گیا۔ آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے۔ حکیم ابن طفیل نے چھپ کر دوسرا وار کیا جس سے بایاں بازو جدا ہو گیا۔ جناب عباس نے مشکیزہ کو دانتوں میں لیا مشکیزہ کی ڈھال اپنے سینہ کو بتایا۔

یزیدی فوج کی طرف سے تیروں کی بارشیں، مورہی تھی۔ ایک تیر مشکیزہ میں آکر لگا۔ پانی بہہ گیا۔ ایک تیر عین دل میں آکر بیوست ہو گیا۔ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے جو نہی زمین پر آئے ایک ظالم نے سر پر گرز کا دار کیا۔

امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ علم جھک گیا ہے۔ میدان میں تلاش کرتے ہوئے آئے دریا سے قریب ہی شہناز خاک و خون میں غلطان ترپ رہا تھا۔

سید الشہداء نے ارادہ کیا کہ لاشہ عباس کو خیام میں لے چلوں۔ لیکن جناب عباس نے عرض کیا: اتنا اگر بچوں نے پوچھ لیا یا سکنہ نے پانی مانگ لیا تو میں کیا جواب دوں گا۔ علاوہ ازیں میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ میرا لاشہ اٹھا کر تکلیف کریں۔

## ۲۲۔ ہشکل پیغمبر شہزادہ علی اکبرؑ

عمر اٹھارہ برس۔

بھار۔ بیچ الا حسان۔ لہو اور مقتل الی مخنف کے مطابق۔

لیلیٰ بنت عروہ کے اٹھارہ سالہ نوجوان ہشکل نبیؐ نے اس وقت جنگ کی اجازت مانگی جب جناب عباس شہید ہو گئے۔ ویسے اکثر مورخین اور شہزادہ کی زیارت کے مطابق نبیؐ ہاشم میں سے اول شہید جناب لیلیٰ کا یہ لال ہے۔ تمام اہل مدینہ جب زیارت پیغمبر کے شائق ہوتے تھے تو درحسینؑ پر آکر اس شہزادہ کی زیارت کرتے تھے۔ بڑی مشکل سے جناب سید الشہداء نے اجازت دی۔ جب شہزادہ میدان میں جانے لگا تو جناب سید الشہداء نے دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت سوئے آسمان بلند کر کے عرض کیا۔

اللہم اشہد علیٰ ہذا القوم  
فقد برز الیہم غلام  
خلقاً و خلقاً و منطقاً  
کنا اذا اشتقنا الی رسولک  
نظرنا الی وجہہ اللہم  
الارض و فرقم تفریقاً  
واجعلہم طرائق قددا  
عنہم ایدافنا دعونا  
عددا علینا یقنا تلوننا۔

اے اللہ گواہ رہنا اب ان کے سامنے وہ جوان جا رہا ہے جو بھری دنیا میں صورت، سیرت اور گفتگو میں تیرے نبیؐ کے مشابہ ہے، ہم جب بھی تیرے نبیؐ کی زیارت کے شائق ہوتے تھے اس کا چہرہ دیکھ لیتے تھے۔ اے اللہ! اس قوم کو زمین کی برکتوں سے محروم فرما۔ ان کی جماعت کو پرانگندہ کر۔ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ ان کے راستوں کو پارہ پارہ کر دے ان کے حکمران کبھی ان پر خوش نہ رہیں۔ ان لوگوں نے ہمیں بلایا اور وعدہ کیا کہ ہماری مدد کریں گے، جب ہم آگئے تو اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

اس کے بعد فرزند رسولؐ نے عمر سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے عمر سعد تجھے کیا ہو گیا ہے، اللہ تیری رحم کو قطع کرے۔ اللہ تیرے معاملات سے برکت اٹھائے۔

اللہ تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو میرے بعد تجھے تیرے بستر پر ذبح کر دے۔ تنہا میری قربت نبویہ کا بھی خیال نہیں رکھا۔

شہزادہ میدان میں آیا۔ ایک سو بیس زیدی سواروں کو داخل جہنم کیا۔ واپس آئے اور عرض کیا۔

اباجان! شدتِ پیاس۔ سورج کی رستی ہوئی گرمی اور لوہے کے اس بوجھ نے بہت تکلیف دے رکھی ہے۔ کاش ایک گھونٹ پانی مل جاتا۔

امام حسینؑ تے قریب بلایا۔ گلے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا: بیٹے! اپنی زبان میرے منہ میں رکھ۔ جو نہی شہزادہ نے اپنی زبان مظلوم کر بلا کے منہ میں رکھی۔ فوراً پیچھے ہٹے۔ مظلوم کر بلا نے پوچھا: بیٹے کیا ہوا؟

شہزادہ نے عرض کیا: اباجان! آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔ شہزادہ پھر واپس میدان میں آیا دو سو زیدیوں کو فی الزاریا۔ مسلسل حملے کر رہے تھے کہ مرہ ابنِ منقذ عیدی نے چھپ کر دل کا نشانہ لیا اور پوری قوت سے نیزہ اچھال دیا۔ نیزہ کی انی ذرہ سے پار ہو کر ہم شکل نبی کے دل میں پیوست ہو گئی۔ انی ٹوٹ گئی۔ شہزادہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ دونوں بازو گھوڑے کے گلے میں جامل کر دیئے۔ زیدیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور گھوڑے کی زین پر جھومتے ہوئے نوخیز ہم شکل نبی پر تلاروں۔ نیزوں اور تیروں سے ٹوٹ پڑے۔

جب شہزادہ نے دیکھا کہ اب خیمہ تک نہیں پہنچ سکتا زخموں کی کثرت سے آہستہ آہستہ ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے۔ تھوڑا سا سہراٹھا کر خیمہ کی طرف رخ کیا۔ اور عرض کیا:

عليك السلام يا ابتاه ادرکنی۔ بابا میرا آخری سلام ہو۔ بیٹے کی امداد کیجئے۔ حمید کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا۔ مظلوم کر بلا بیٹے کی لاش پر آنے کی خاطر قدم قدم پر ڈگمگا رہے تھے۔ اور خیمہ سے ایک ستور باہر آئیں جن کی عمان کے قدموں سے الجھ رہی تھی۔ مظلوم کر بلا سے پہلے لاشہ شہزادہ پر پہنچی جب جناب سید الشہداء پہنچے اور دیکھا تو کہا:

زینب میرے جیسے جی تو اور خیمہ سے باہر۔

اس مخدرہ نے کہا: حسینؑ! آپ تو خیمہ سے باہر تھے۔ تمام بی بیائیں درخیمہ پر کھڑی ہیں۔ اور ہر بی بی باہر آنے کو بے تاب ہے۔ میں سب کی بناہت سے آئی ہوں تاکہ تو اپنے بیٹے کا غم بھول کر میری طرف متوجہ ہو جائے۔ جناب سید الشہداء نے اس مخدرہ کے بازو سے پکڑا اور خیمہ میں چھوڑ کر آئے۔ پھر بیٹے کے سر ہانے بٹھ گئے سہراٹھا کر اغوش میں لیا۔ چہرہ کو اپنی جاکے دامن سے صاف کیا۔ پھر اٹھے بیٹے کو اس طرح اٹھایا کہ ہم شکل نبی کا سینہ اپنے سینہ سے لگایا۔ ایک ہاتھ سر کے نیچے دوسرا کمر کے نیچے رکھ کے سوئے خیمہ پہلے۔ تمام فوج دیکھ رہی تھی کہ حسینؑ کس عزم اور ہمت سے اپنے جوان بیٹے کا لاشہ اٹھا کر بے جا رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ شہزادہ کے قدم زمیں چومتی جا رہی تھی۔

## ۲۳۔ کمن بچہ :-

بحار کے مطابق خیام سے ایک کمن بچہ باہر آیا جو سہا ہوا تھا۔ ڈر سے اس کا چہرہ زرد تھا۔ بھوک اور پیاس دور سے محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں کانوں میں مریکاں چمک رہی تھیں۔ میدان میں دائیں بائیں دیکھتا ہوا نا معلوم منزل کی طرف بڑھ رہا تھا اور کسی کو تلاش کر رہا تھا کہ ہانی ابن بعیث نے آگے بڑھ کر اس شہزادے کا سر قلم کر لیا۔

## ۲۴۔ شیر خوار کی شہادت :-

جب امام حسینؑ تمہارے گئے۔ تو خیام سے ایک شیر خوار اٹھا کر لائے اور زبیدیوں سے کہا میرے ۲۲ جوان و کم سن تم نے پیاس سے شہید کر دیئے ہیں میں نے کسی کے یسٹم سے پانی نہیں مانگا یہ ششما ہا کمن ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اسے پانی کا ایک قطرہ پلا دو۔ عمر سعد کے کہنے سے حمل نے کمن کے گلوئے نازنین کا نشانہ کر سہ شیعہ تیر چلایا۔ تیر سے کمن کا گلاٹ گیا اور شہزادہ الٹ کر باپ کے بازو سے پیوست ہو گیا۔

# جنگ مظلوم کربلا

مناسب ہو گا اگر اس بگ ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی۔ بجائے ایک اہل سنت محقق کے الفاظ کا ترجمہ ہی پیش کر دیں۔

مطالب السؤل کے مصنف حمزہ ابن طلحہ شافعی شہادت مظلوم کربلا کے ابتدائیہ میں رقم طراز ہیں۔  
یہ وہ بیان ہے جس کے مضمون سے انسویک ٹپک جاتے ہیں۔۔۔۔۔ غم و اندوہ کے مہیب بادل چھا چھا جاتے ہیں۔۔۔۔۔ صاحبان ایمان کے دلوں کو آتش حسرت کباب کیسے دیتی ہے۔۔۔۔۔ آخر یہ کیفیت کیوں ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس حالت کا سبب فجار امت کی وہ گستاخانہ جرات ہے جو انہوں نے نجویہ پر کی ہے۔۔۔۔۔ ان دونوں فطرت افزا دنوں کے بے گناہ خون ہائے دختران نبی کے خیام جلانے انہیں بے موقع و چادر اس وقت جلتے خیام سے باہر آنے پر مجبور کیا۔ جب ان کے سانسے آل نبی کے مرد خاک و خون میں غنطال ترپ رہے تھے۔ آل نبی کے پارہ پارہ اعضاء میدان میں بکھرے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ ایسے





روانگی سے قبل میں نے ام المؤمنین ام سلمہ کے پاس رکھے تھے واپسی پر وہ سنبھال لینا۔

جذب سجاد سے الوداع کیا واپس اپنے خیمہ میں آئے تمام مستورات اسی خیمہ میں جمع ہو گئیں۔ فواجحاج پر سواری کا ارادہ کیا۔ دائیں بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ بے ساختہ آپ کے منہ سے نکلا۔

این این یا حبیب این مظاهر۔ این این یا زہید این قین۔ این این یا مسلم این عوسجہ۔ این اتم یا قرسان الہجاء انادیکم ولا تجیبون۔ اے میدان شجاعت کے سوار! آج میں ایک ایک کا نام لے کر لپکار رہا ہوں تم جواب تک نہیں دیتے۔

جناب لبابہ زوجہ عباسؑ نے رکاب پکڑ لی اور عرض کیا۔

آقا سوار ہو جائیے۔

آپ نے پوچھا کون ہے۔

بی بی نے عرض کیا آپ کے غلام کی کنیز ہوں۔

آپ سوار ہوئے۔ درخیمہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ یا سکینہ۔ یا ناطمہ۔ یا ام کلثوم زینب۔ علیکن منی السلام۔

کس سکینہ نے کہا۔ یا ابتہ استسلمت للموت بابا! کیا موت کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔

فرمایا۔ کیف لایستسلم من لانا۔ مرلہ ولا معین۔ بھلا وہ کیسے موت کی طرف نہیں جائے گا جس کا کوئی ناصر رہا ہو نہ مددگار۔

شہزادی نے عرض کیا۔ یا ابتہ روتا الی حرم جدنا۔ بابا! ہمیں تو اپنے نانار رسولؐ کے حرم میں پہنچا دیں۔

فرمایا۔ بیٹی اگر نانا کی امت کے دل میں حرم رسولؐ کا احترام ہوتا تو میں وہاں سے تمہیں ساتھ لے کر چلتا ہی کیوں۔

آپ میدان میں آئے ادویوں استغاثہ بلند فرمایا۔

اللہم انک تری ما یضع بولد نبیک هل

من راحم یرحم آل الرسول المختار و

هل من ناصر ینصر الذریۃ الاطہار۔

هل من مجیز لا بناء البتول۔

هل من ذاب یدذب عن حرم الرسول

هل من موحد یخاف اللہ

هل من مغیث یرجو اللہ فی اغاثتنا۔

اے اللہ تو دیکھ رہا ہے تیرے نبیؐ کی ذریت ہے جو

سلوک کیا جا رہا ہے آل رسولؐ پر توڑیں کھانے والا کوئی ہے

پاکیزہ آباد و اجداد کی طاہر ذریت کی مدد کرنے والا کوئی ہے

اولاد بتول کو پناہ دینے والا کوئی

حرم رسولؐ کی حفاظت کرنے والا کوئی ہے۔

کوئی ایسا خدا پرست ہے جسے ہماری مظلومیت پر ترس آئے۔

کوئی فریاد رس ہے جو نبیؐ اللہ ہماری فریاد رس کرے۔

جب جواب میں تیروں کی بارش اور سنگ باری ہوئی تو آپؑ اگے بڑھے اور رجز خوانی کی۔

### ملائکہ کی آمد :-

امالی صندوق کے مطابق منصور نامی فرشتہ کی زیر قیادت چار ہزار ملائکہ استغاثہ مظلوم زہراؑ سنکر مدد کو آئے منصور نے عرض کیا۔

قبیلہ ! اللہ کی طرف سے ہمیں آپ کی مدد کی اجازت ملی ہے۔ آپ اجازت دیں۔ تاکہ ان ملائین کو بھی فی النار کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر حکم خدا ہے تو مجھ سے اجازت کی ضرورت نہیں اگر میری اجازت کی ضرورت ہے تو پھر میں نے اپنے نانا کی امت سے مدد مانگی ہے جو انسان ہیں۔ تم سے مدد کی درخواست نہیں کی جب درخواست کروں گا تو پھر آ جانا۔

منصور اپنی فوج کے ساتھ پیچتم گریاں واپس چلا گیا۔

بعد از شہادت اسی منصور کو انہی ملائکہ کے ساتھ قبر غریب کربلا پر تاقیامت قائم و گریہ کے لیے مقرر کر دیا گیا۔

### جنات کی آمد :-

ملائکہ کے بعد قوم جن نے آکر عرض کیا۔ قبیلہ ! ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم ان ملائین کو واصل جہنم کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر میں تمہاری مدد سے نانا کی امت سے لڑنا چاہتا تو ملائکہ ہی کافی تھے۔

سردار جنات نے فرمایا۔ فرزند رسول آپ نے استغاثہ فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں استغاثہ کیا ہے۔ لیکن نانا کی امت سے۔ اللہ نے ہمیں اتنی قدرت دے رکھی ہے۔ اگر

چاہوں تو پیچتم زون میں ان تمام کو جہنم کر دوں۔ یہ ان کا بھی امتحان ہے۔ اور میرا بھی امتحان ہے۔ تم جاؤ۔

مقتل المصنف کے مطابق امام حسینؑ عمر سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

عمر سعد تو دیکھ رہا ہے اس میدان میں میرا ہر لاشہ ٹڑپ رہا ہے۔ مجھے جینے کی ضرورت ہے نہ خواہش

لیکن ایک تو اس لیے کہ تم لوگ میرے قتل سے بچ جاؤ۔ دوسرا ذیت رسولؐ کی ٹہنڈیوں کا پردہ مجھے مجبور کر رہا ہے

کہ میں تجھے ایک موقع دوں تین میں سے ایک بات مان لے۔

عمر سعد نے کہا۔ کون سی تین باتیں ہیں۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ مجھے واپس اپنے نانا کے حرم میں جانے دے۔

عمر سعد نے کہا۔ ناممکن ہے۔

فرزند زہراؑ نے فرمایا۔ مجھے پانی کا صرف ایک گھونٹ دے دو شدتِ پیاس سے میرا جگر کباب ہو رہا ہے عمر سعد نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

نعتِ دل بتول نے فرمایا۔ دستورِ عرب کی طرح ایک ایک میرے مقابلہ میں آؤ۔ عمر سعد نے کہا۔ ہاں یہ ممکن ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ اسے اہلِ کوفہ و شام مجھے اتنا تو بتا دو کہ تم کیوں مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔

کیا میں نے حکمِ خدا سے نافرمانی کی ہے؟

کیا میں نے سنتِ نبویہ کو ترک کیا ہے؟

کیا میں نے شریعت میں کوئی تبدیلی کی ہے؟

یزید یوں نے بیک وقت کہا۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ ہمیں صرف اور صرف تیرے باپ کی عداوتِ جنگ پر آمادہ کیے ہوئے ہے۔ بدر و جنین میں تیرے باپ نے ہمارے اسلاف کو قتل کیا۔ آج آپ کے باپ سے بغض کا انتقام آپ سے لیا جا رہا ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ میری مقابلہ میں ایک ایک کی پیش کش موجود ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ میں کمزور ہوں تم تازہ دم ہو۔ اور میں تین دن سے بھوکا اور پیاسا ہوں۔ پھر بھی تم سے جنگ کی تاب باقی ہے۔ فرامیرے ایک حملہ کا مقابلہ تو کر دیجھو۔ یہ کہہ کر آپؐ نے حملہ کیا۔ ڈھائی ہزار یزیدیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ پھر اپنی جگہ آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔ عمر سعد! اب ایک ایک کو میرے مقابلہ میں بھیج۔

ایک ایک ہو کر یزیدی مقابلہ میں آنے لگے۔ اور پورے بتول کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہو گئے۔ آخر یزیدیوں میں سے کوئی بھی مقابلہ میں آنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔

بہوف میں یزیدی عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ بخدا آج تک ایسا زخمی نہیں دیکھا جس کی اولاد اور انصارِ ریگزار پر پڑے ہوں۔ اور اس جرات و ہمت سے لڑ رہا ہو کہ جس طرف حملہ کرتا تھا یزیدی سپاہی اس طرح بھاگتے تھے جس طرح شیر کے سانسے بکریاں بھاگتی ہیں۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ تیروں کی برسات کی وجہ سے غریب رسول کا جسم نظر نہیں آتا تھا۔ جسم مقدس سے نکلتے وائے خون سے ذرہ پر ایک تہ جم چکی تھی۔

منتخب کے مطابق جب شمر نے دیکھا کہ جو بھی مقابلہ میں جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے۔ عمر سعد سے کہا۔ جناب اس صورتِ حال میں تو اگر پورا خطِ عرب بھی آجائے تو یہ تمام کو نسا کر دے گا۔ مجھے معلوم تو ہے کہ اس کی رگوں میں علی کا خون اور بنتِ رسول کا دودھ ہے۔ کبھی میمنہ پر حملہ کرتا ہے۔ کبھی میسرہ کو تتر بتر کر دیتا ہے اب تک ہمارے ہزاروں سپاہی مارے جا چکے ہیں۔

عمر سعد نے کہا۔ پھر کیا کریں ؟

شمر نے کہا۔ تمام فوج کو حکم دے کہ چاروں طرف سے گھیرا ڈالے۔ ہمارے پاس چار ہزار تیر انداز ہیں وہ تیر اندازی کریں۔ تیر اندازی سے کمزور ہوگا۔ جب زمین پر بیٹھنے کے قابل نہیں رہے گا تو پھر تمام فوج نیزوں اور تلواروں سے حملہ آور ہو جائے گی۔ جتنے اس کے بہتر جانشینوں نے مارے ہیں ان سے زیادہ یہ تنہا مار چکا ہے۔ ذرا میدان میں دیکھ لائیں ہی لاشیں نظر آتی ہیں۔ دس ہزار سے اوپر کی راہ تو بے چکا ہے زخمی ان کے علاوہ ہیں۔

عمر سعد نے کہا۔ ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں۔

اس نئی جنگی تدبیر سے چار ہزار تیر اندازوں کو حکم دیا گیا کہ تیر برساؤ۔ تیروں کی بارش میں ایک طرف سے سوار آگے بڑھنے لگے اور ان سواروں نے مظالم شہر کو خیم سے کاٹ دیا۔

فرزند رسولؐ نے باواؤ بلند فرمایا۔ اگر تمہیں قیامت کا خوف نہیں اور دین کو کچھ نہیں سمجھتے تو کم از کم اپنی عرب حیات کا ساتھ نہ چھوڑو۔

شمر نے کہا۔ اے فرزند شہر کیا کہہ رہے ہو۔

آپ نے فرمایا۔ میں تم سے جنگ لڑ رہا ہوں۔ مستورات خیم کے اندر ہیں۔ اپنے وظیفہ خواروں سے کہہ دو جب تک میں زندہ ہوں اس وقت خیم کی طرف نہ جائیں۔

شمر نے حکم دیا کہ خیم کی طرف مت جاؤ۔ مردوں کی طرح اس تنہا کا مقابلہ کرو۔

فرزند رسولؐ کو دیارے فرات پر جانا چاہتے تھے۔ لیکن درمیان میں زیدی ٹڈی دل حائل ہو جاتا تھا بالآخر آپؐ نے عمرو ابن جراح اور عمرو بھی جو چار ہزار کے ساتھ دریائے فرات پر مامور تھے۔ حملہ کر کے کنارہ مریا خالی کیا۔ اور گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ جب گھوڑے پانی کی خشکی محسوس کی تو پانی پینے کو سر جھکایا۔

امام حسینؑ نے گھوڑے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ انا عطشان وانت عطشان والله لا ذقت الماء حتى تشرب تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ لیکن جب تک تو پیلے نہیں پی لے گا میں نہیں پیوں گا۔ خدا الجراح نے زبان حال سے سر ہلا کے اشارہ کیا۔

جب تک آتما نہیں پی لے گا میں منہ تک نہ لگاؤں گا۔

چنانچہ آپؐ نے چلو میں پانی لیا۔ اور پینے کے لیے چلو کو منہ کے قریب کیا۔ حسین ابن نمیر نے نشانہ لے کر تیر مارا۔ جو آپ کے دائیں رخسار میں پیوست ہو گیا۔ پانی ہاتھ سے گر گیا۔ آپؐ نے اسی ہاتھ میں رخسار سے ہٹا ہوا خون لیا اسے آسمان کی طرف اچھال کر کہا۔ بار اہبا! گواہ رہنا۔ ان لوگوں نے مجھے پانی نہیں پینے دیا۔ آپؐ نے پھر دوسری مرتبہ چلو میں پانی لیا۔

عمر سعد نے سپاہیوں سے کہا۔ تمہیں بیعت زیدی کی قسم ہے۔ اگر حسینؑ نے پانی کا ایک گھوٹ بھی پی لیا۔ تو پھر



تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔

چنانچہ غولی نے کہا۔ حسین تو پانی پی رہا ہے اور سپاہیوں نے تیرے خیام کو آگ لگا دی ہے۔ آپ نے پانی پھینک دیا۔ اور دریا سے باہر آئے خیام میں پہنچے دیکھا تو خیام سالم تھے جو نہی بچوں نے آپ کو دریا سے پلٹتے دیکھا سمجھے پانی لائے ہیں دوڑ کر در خیام پر آئے لیکن جب زخمی رخسار دیکھا تو بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مستورات نے گریہ کرنا شروع کیا۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا۔ اب خاموش ہو جاؤ۔ رونے کا وقت بہت ہے۔

دختر زہراؑ نے سوال کیا۔ بھیا کیا آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو چکا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ زینب میں شہادت کا یقین ہے کہ ہی مدینہ سے چلا تھا اور اب تو حالات آپ کے سامنے ہیں جس شخص کا نہ کوئی ناصر ہو اور نہ مددگار دشمن سامنے ہو پھر کیسے یقین نہیں ہوگا۔

بی بی نے عرض کیا۔ بھیا ہمیں واپس مدینہ کون لے جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ بن مدینہ تمہیں سجاؤ لے جائے گا۔ میں چشم امامت سے دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے سروں پر چادریں نہیں۔ تمہارے ہاتھوں میں رسیاں ہیں اور کربلا سے کوفر۔ اور کوفر سے شام تک تمہیں بے پالان کے اونٹوں پر لے جایا جا رہا ہے۔ تمہیں شہر بشہر تشہر کیا جا رہا ہے۔ یہ سنگر بنت زہراؑ نے بن کیے۔ سر اور منہ پر طمانچوں سے بھی ماتم کیا۔

آپ نے صبر کی تلقین کی۔ اللہ کے سپرد کیا۔ اور اللہ واداع کر کے رخصت ہوئے۔ میدان میں آئے۔ شمر سے پانی مانگا۔

شمر نے کہا۔ حسین تمہارے بقول تیرا بابا ساقی حوض کوثر ہے۔ اب یہ دنیا کا پانی پی کر کیا کرو گے۔ اب کوثر پینا۔

ایو الخنوق جعفری نے آپ کو تیر مارا۔ جو پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے خون پورے چہرے پر مل دیا۔ اور عرض کیا۔

بار اہبا! جو کچھ تیرے نبی کی فدیت سے ہو رہا ہے تو اچھی طرح واقف ہے۔

اس کے بعد آپ نے زید یوں پر حملہ کر دیا۔ جو بھی تلوار کی زد میں آجاتا تھا۔ واصل جہنم ہوتا تھا۔ زید یوں کی طرف سے تیروں کی موسادھار بارش بھی جو آپ اپنے سینہ پر لے کر آگے بڑھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے بدترین امت۔ کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کے اہل بیت سے یہ سلوک نہیں کیا جو تم عترت مصطفیٰ سے کر رہے ہو۔

یاد رکھو! میرے قتل کے بعد تمہارا کسی کا قتل کوئی قیمت نہیں رکھے گا۔ قتل کا ایسا باب کھلے گا جو تا قیامت رہیگا



اور اللہ تم سے میرا انتقام اس طرح لے گا کہ تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

اس انہیں آپ کا جسم زخموں سے پھلنی ہو چکا تھا۔ ایک ہزار نو سو زخم تیر سے لگا تھا۔ علامہ مجلسی نے زخموں کی تعداد یوں لکھی ہے۔

۵ تیروں کے زخم چار ہزار۔

۵ نیزہ و تلوار کے زخم ایک سو اسی تھے۔ ابو مخنف نے نیزہ کے ایک سو چھیالیس زخم۔ اور تلوار کے ۳۳ زخم بتائے ہیں۔

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ کے جسم پر تیروں کے چار ہزار زخموں کے علاوہ تین سو ساٹھ زخم نیزوں کے تھے زخموں کی تعداد میں اختلاف کے باوجود اس بات میں اتفاق ہے کہ جتنے بھی زخم تھے سب کے سب جسم کے سامنے ولے حصہ پر تھے جو پیشانی سے پاؤں تک تھے۔ پشت پر ایک زخم بھی نہ تھا۔

آپ کچھ دیر سستانے کے یہ کھڑے ہوئے ایک ظالم نے پتھر مارا۔ جو پیشانی پر تیر کے زخم کے دائیں لگا۔ خون بہنے لگا۔ آپ دامن عباس سے خون صاف کر رہے تھے کہ ایک سہ شعبہ زہر الو تیر آپ کے سینہ میں آپیوست ہوا۔

اس وقت آپ نے کہا۔ بسم اللہ و باللہ دعی ملۃ رسول اللہ آپ نے رخ سوئے آسمان کیا اور عرض کیا۔

بارا ہبا! تجھے معلوم ہے کہ سیاہ بخت اس شخص کے درپے قتل ہیں کہ کہہ ارض پر اس کے سوا تیرے نبی کی دختر کا فرزند اور کوئی نہیں ہے۔

پھر آپ نے وہ تیر پشت کی طرف سے نکالا۔ خون کا فوراً پھوٹ نکلا۔ آپ نے دائیں ہاتھ پر خون لیا اور سوئے آسمان اچھال دیا۔ اس خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ پھر آپ نے دوسرا چلو خون سے بھرا اور اپنے سر اور ریش مبارک پر مل دیا اور فرمایا۔ اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور بھائی سے اسی حالت میں ہی ملاقات کروں گا۔

آپ یوں ہی کھڑے تھے کہ ایک کنڈی نے آکر آپ کے سر پر تلوار سے وار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ظالم اللہ تجھے اس ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ کرے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے سردیوں میں خون ٹپکتا تھا اور گرمیوں میں کٹری کی مانند خشک ہو جاتے تھے۔

جب آپ اسی حالت میں کھڑے تھے شمر نے فوج کو آواز دی۔ اب کیا کھڑے دیکھ رہے ہو۔ زخموں سے نڈھال ہو چکا ہے۔

آگے بڑھو تاکہ فارغ ہو کر اور کام کریں۔ ہر طرف سے ظالم آگے بڑھنے لگے۔ حصین ابن نمیر نے بورگاہ نبوی کا نشانہ لے کر تیر مارا۔

ابو ایوب مخوفی نے طعوم مبارک کا نشانہ لے کر تیر مارا۔ اس وقت آپ نے کہا۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ یہ رضائے خدا میں شہادت ہے۔

زرعہ ابن شریک نے آپ کے بائیں کندھے پر تلوار سے وار کیا۔

عمر ابن علیقہ جمیفی نے دائیں کندھے پر تلوار لگائی۔

سنان ابن انس شحفی نے سینہ میں تیر مارا۔

صارح ابن وہب منزنی نے کمر میں نیزہ مارا۔

اس نیزہ کے بعد آپ زین فدا الجناح پر نہ سنبھل سکے۔ آپ زمین پر دائیں رخسار کے بل آئے۔ اور پڑھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ۔

پھر آپ اٹھ کر بیٹھے طعوم مبارک سے تیر نکالا۔ اس سے بہنے والا خون ہاتھ میں لے کر اپنے سر اور ریش مبارک پر خضاب کر لیا۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ اس عالم میں خیم سے ایک ستور بڑی تیزی سے باہر آئی۔ اس کے پاؤں چادر میں الجھ رہے تھے۔

فریاد کر رہی تھی۔ واسید ۱۵۔ وَاَهْلُ بَيْتَاهُ۔ لَيْتَ السَّمَاءُ اطْبَقَتْ عَلَى الْاَرْضِ اَسْمَانُ گریوں نہیں جاتا۔

لَيْتَ الْجِبَالُ تَدْكُ كَدَكْتُ عَلَى السَّهْلِ بِهَا ذُرِيَةٌ رِزْهَ كِيَوْمِ نَبِيٍّ يَوْمَ حُلَيْ

بحار کے مطابق اس مخدرہ نے عمر سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

يَا بَنَ سَعْدٍ يَقْتُلُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَانْتِ

تَنْظُرُ اِلَيْهِ۔ اے سعد زادے ابو عبد اللہ کس بے دردی سے شہید ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے۔

عمر سعد نے رنج پھیر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

اس مخدرہ نے تمام زیدیوں سے فرمایا۔

وَيَحْكُمُ اَمَّا فَيْكُمْ مَسْلُو۔

اللہ تمہیں رسوا کرے کیا تم میں کوئی ایک مسلمان نہیں۔

اس کا بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ میں نے زیدیوں سے پوچھا۔ یہ کون مستور ہے؟ ایک نے کہا۔ اس بی بی کا

ہجر حضرت علیؑ سے ملتا جلتا ہے۔ اندازہ یہی ہے کہ یہی علیؑ کی بڑی بیٹی اور جعفر طیار کی بہن ہے۔

ہوف میں سید نے آپ کے فدا الجناح سے زمین پر آنے کے بعد کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

شمر نے باواز بلند کیا۔ ذلیل ہو جاؤ۔ اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ اب تمہیں کس بات کا ڈر ہے اب تو فرزند

نہرؑ بننے کے قابل نہیں رہا۔

شمر کی یہ آواز سن کر تمام فوج آگے بڑھی۔

فرعہ ابن شریک نے آپ کے کندھے پر تلوار سے وار کیا۔ دوسرا وار بائیں کندھے پر کیا۔ آپ اٹھتے تھے پھر سنبھل سکتے تھے۔ چند قدم اسی طرح چلے کہ سامنے سے سنان ابن انس نے ہنسی پر نیزہ مارا۔ وہاں سے نیزہ نکال کر دوسرا نیزہ سینہ میں مارا۔ نیزہ نکال کر پھر حلق مبارک میں تیر مارا۔ اس تیر کے بعد آپ سنبھل نہ سکے اور گر گئے۔ پھر اٹھ کر بیٹھے حلق سے بہنے والا خون دونوں ہاتھوں پر سے کمر اور ریش پر خضاب کیا اور فرمایا۔ اسی حالت میں نانا بابا بھائی اور ماں سے ملکر بارگاہ خالق میں جاؤں گا۔

پھر آپ بیٹھ بھی نہ سکے۔ غش کھا گئے۔ کافی دیر تک عالم غش میں رہنے کے بعد اٹھ کر بیٹھے۔ پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن نہ اٹھ سکے۔ اس وقت بے ساختہ کہا۔ واجدہ۔ واحمداء۔ وابتاء۔ واعلیاء۔ پھر بیٹھ نہ سکے غش کھا گئے تین گھنٹے مسلسل غش میں رہے۔

غش سے افادہ ہوا۔ اٹھ کر بیٹھے قبضہ تلوار کا سہارا لیا۔ پیشانی قبضہ تلوار پر رکھی۔ بعض روایات کے مطابق اس وقت کمین سکینہ دوڑ کر آئی۔ اور سلام کیا۔

آپ نے سر اٹھا کر فرمایا۔ سکینہ اس وقت کہاں آئی ہو؟

شمر ادی نے عرض کیا۔ لا تزودھنک فی آخر وقتک۔ ائدہن لی ان اعانقک آپ کے اس آخری وقت کی دل میں تصویر بنانے آئی ہوں۔ اجازت دیں تاکہ ایک مرتبہ گلے لگا لوں۔

آپ نے اجازت دی۔ بچی نے کوشش کی لیکن گلے نہ لگا سکی۔

مظلوم کر بلانے فرمایا۔ بیٹی کیا بات ہے گلے کیوں نہیں لگاتی۔

بچی نے عرض کیا۔ بابا۔ کوشش کر رہی ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ میرے ہاتھ چھوٹے ہیں اور تیر لمبے ہیں۔ ہاتھ نہیں پہنچ رہے۔

آپ نے جسم سے تیر نکالے۔ گود خالی کی۔

بچی کو گود میں بٹھایا۔ سر چوما۔

اتنے میں شمر آیا اور کہا۔ حسین بچی کو الگ کر دے۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹی اب خیام میں چلی جا۔ میرے شیعوں کو میرے سلام کہہ دینا اور انہیں بتا دینا۔

ان ابی صالت غریبا فاند بوہ - میرا بابا مسافر شہید ہوا ہے اس کا ماتم کرو۔

ان ابی مضی شہیدا فایکوه - میرا بابا شہید ہوا ہے اس پر گریہ کرو۔



## کیفیت شہادت

ارشاد شیخ مفید کے مطابق بچی کی واپسی کے بعد شمر بھی واپس ہوا۔ کچھ دیر ان ملائین نے انتظار کیا۔ پھر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

اسی اثناء میں امام حسن کا گیارہ سالہ عہد امتداد بن حنہ خنیم سے دوڑ کر آیا۔ امام مظلوم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے ایک مستور بڑی سرعت سے آئی چادر اس کے پاؤں میں الجھ رہی تھی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی گرجائے گی کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہے؟

اس وقت پتہ چلا کہ جعفر طیار کی بہو ہے جب امام مظلوم کے قریب آئی شہزادہ کے ہاتھ سے پکڑا اور مظلوم کو بلانے فرمایا۔ یا اختی ارحمہ۔ بہن اسے واپس لے جا۔

لیکن بچے نے واپس لانے سے انکار کر دیا اور کہا۔ پھوپھی۔ بخدا میں اپنے آقا کو چھوڑ ہرگز نہ جاؤں گا۔ اسی دوران ابجر ابن کعب نے تلوار بلند کی۔ بچے نے اسے دیکھ کر کہا۔

یا بن النبیثہ اقتل ابن رسول اللہ خبیث ماں کے بیٹے کیا فرزند رسولؐ کو قتل کرتے ہو۔ اس ظالم نے تلوار ماری۔ بچے نے ہاتھ آگے کو دیا۔ کلائی سے ہاتھ کٹ گیا۔ بچے نے بے ساختہ دایمہا کہا امام حسینؑ کی گود میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹے صبر کر۔ آپ ابھی بچے کو تسلی دے رہے تھے کہ حملہ نے تیر مارا مظلوم کو بلائی گود میں بچے کے سینہ سے پار ہو گیا۔ بچہ تڑپ کر مظلوم زہراؑ کے سینہ سے چمٹ گیا۔ اور روح نے نفیس عنقریب کو چھوڑ دیا۔

بحار کے مطابق شمر نے پھر آواز دی۔

ظالمو! کیا دیکھ رہے ہو جلدی تھو ختم کرو۔

ذرحہ ابن شریک نے تلوار سے وار کیا۔ جس سے آپ کی بائیں کلائی سے بایاں ہاتھ جدا ہو گیا۔ پھر اس ظالم نے ہی بائیں بازو پر دوسرا وار کیا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ زینیدی سب ہٹ گئے۔ اور مظلوم زہراؑ کی عزت اور بے کسی دیکھنے لگے۔

آپ اٹھتے تھے پھر گر جاتے تھے اٹھتے تھے پھر گر جاتے تھے۔ بعض مورخین کے مطابق اس حالت میں آپ نے اسی رکوع و سجود کیے۔

ابو مخنف کے مطابق تین گھنٹے غریب زہرا اسی عالم میں سوئے آسمان دیکھتے رہے اور فرماتے رہے۔  
صبراً علی قضائک یا رب لا الہ سواک  
یا غیاث المستغیثین -  
تیری ہر تضرع پر صبر کروں گا۔

عمر سعد نے کہا: ظالمو! اب جلدی کرو اور سر کاٹ لو۔  
سب سے پہلے شہنشاہ ابن ربیع سر کاٹنے کو آگے بڑھا جو نبی آپ کے قریب آیا۔ آپ نے اس کی طرف ایسے  
انداز میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گئی اور یہ جھاگ گیا۔

پھر سنان ابن انس آگے بڑھا۔ یہ بھی جب قریب آیا اور آپ نے دیکھا تو تلوار چھینک کر جھاگ گیا۔  
عمر سعد نے کہا: جو عمر حسین کاٹے گا اسے خصوصی انعام دیا جائے گا۔

شمر نے کہا: اگر یہ بات ہے تو پھر میں خود ہی یہ کام کروں گا۔

عمر نے کہا: آگے بڑھ۔ جلدی کر۔ مجھے خصوصی انعام دلاؤں گا۔

بحار کے مطابق شمر اور سنان دونوں ایک ساتھ آئے۔ دیکھا تو امام حسین زبان کوتالو سے چھڑانے کی کوشش میں  
مصرف تھے لیکن شدت پیاس سے زبان چپک گئی تھی۔ دونوں کچھ دیر تک کھڑے دیکھتے رہے۔ پھر شمر نے آپ کو سیدھا  
کیا۔ آپکی سیز پر بیٹھ گیا۔

مظلوم کر بلائے فرمایا۔

من انت فقد ارتقیترت عظیماً۔ تو کون ہے۔ بڑی عظیم جگر پر انتہائی جہارت سے اکڑ بیٹھا ہے  
شمر نے کہا: میں شمر ہوں۔

مظلوم کر بلائے فرمایا۔ مجھے پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں؟

شمر نے کہا: حسین بھلا تجھے کون نہیں پہچانتا۔ تو ناطق کا بیٹا ہے۔ محمد کا نواسہ ہے۔ اور تو علیؑ کا  
نعت جگر ہے۔

مظلوم کر بلائے فرمایا۔ جب تو میرا حب و نسب جانتا ہے پھر مجھے قتل کیوں کرتا ہے؟

شمر نے کہا: اگر تجھے قتل نہ کروں تو پھر زیندہ سے انعام کیسے ملے گا۔

مظلوم زہراؑ نے فرمایا: مجھے انعام زیادہ عزیز ہے یا میرے نانا کی شفاعت

شمر نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

یہ تو نے کیا کہہ دیا ہے۔ میری نگاہ میں انعام کی ایک کوڑی تیری ذات اور تیرے نانا کی ذات سے کہیں

افضل ہے۔

مظلوم کر بلائے فرمایا۔ اگر لالچا مجھے قتل کرنا ہی ہے تو ایک گھونٹ پانی ہی پلا دے۔

شمرنے کہا کیا تمہارا یہ ایمان نہیں کہ تیرا بابا حوض کوثر کا ساتھی ہے اور اپنے محبوب کو حوض کوثر سے میرا رب کرے گا۔

بس تھوڑا صبر کرے پھر حوض کوثر سے جا کے پی لینا  
غریب نہ بڑے فرمایا۔ ذرا اپنا چہرہ اور سینہ تو دکھا۔  
شمر نے چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ پھر سینہ خالی کیا۔  
مظلوم کو بلانے فرمایا۔ صدق ہدی رسول اللہ۔ نانانے سچ فرمایا تھا۔  
شمر نے پوچھا۔ آپ کے نانانے کیا کہا تھا۔

غریب کو بھانپنے فرمایا۔ میرے ناننانے میرے بابا کو بتایا تھا۔ یا علیؑ تیرے اس بیٹے کا قاتل مسروص ہو گا اس کے سینہ پر برہن کا داغ ہو گا اور اس کا چہرہ کتے اور خنزیر سے ملتا جلتا ہو گا۔  
شکر نے غصہ میں آکر کہا۔

تو نے مجھے کہتے اور خنجر پر سے تشبیہ دی ہے اب میں تجھے پس گردن سے ذبح کروں گا۔ چنانچہ اس نے مظلوم کو بلا کہہ اور ہٹے منہ الٹا دیا۔ دائیں جانب بیٹھ گیا۔ اور کند خنجر سے وار کرنا شروع کیے۔ ایک ایک کر کے رگ ہائے گوشت کاٹنے لگا۔ ہر رگ کاٹنے پر مظلوم کو بلا۔ ہائے نانا۔ ہائے بابا۔ ہائے جاس اور ہائے طربت کا بین کرتے۔ تیرہویں ضرب سے سر جدا کر کے اس ظالم نے صدمے کی کبیر بلند کی۔

شمر کی صدائے تکبیر سن کر پورے یزیدی لشکر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔  
زمین کربلا میں زلزلہ آگیا۔ پوری فضا تاریک ہو گئی۔ ہر شخص تھر تھرا کاپٹنے لگا۔ سورج گھٹنا گیا۔ اہل ستارے  
نکل آئے تھے۔

لوگوں نے سمجھا کہ قیامت آگئی۔ عرش الہی کا پگیا۔ سناڑے ٹوٹنے لگے۔ ملائکہ سے عبادت چھوڑنا لگئی۔ حوروں نے سنگار چھوڑ دیا۔ ایک گھنٹہ تک یہی کیفیت رہی۔ تمام یزیدی کا پگیا گئے۔ اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔

ایک گھنٹہ کے بعد جب حالات معمول پر آنے لگے۔ یزیدیوں کے حوصلے پھر بلند ہو گئے۔ اور لاشہ مظلوم کر بلا لاشے کی خاطر دوڑ پڑے۔

اسحاق خضرمی نے تمہیں آنا دیا۔ اسی پر سوسے اوپر تیروں کے سوراخ تھے۔ تلواروں کی ضربات تھیں۔ اور نیزوں کے پھیدے تھے۔

ابو بکر ابن کعب نے چادر لے لی۔  
انھوں نے عثمان لے لیا۔

مالک ابن یسیر کنڈی تے قدمے لی۔

اسود ابن خالد نے فعلین لیں۔

انگوٹھی بجدل ابن سلیم انگلی کے ساتھ لے گیا۔

تلاور: جمیع ابن خالق ازدی نے لی۔

ذوالجناح :-

جب فدا الجناح نے اپنے سوار کو سر بربیدہ دیکھا تو اپنی پیشانی خونِ مظلوم سے سرخ کی۔ انظیما العظیم کی دلدوز آواز بند کرتا ہوا خلیفہ آل محمد کی طرف آیا۔ جب مخدراتِ عصمت نے گھوڑے کی آواز سنی تو درخیمہ پر نہیں لیکن جب بی بیوں نے دیکھا کہ زمین خالی ہے۔ اور گھوڑے کی پیشانی خون آلود ہے اور گھوڑے کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

نبی بیوں کو یقین ہو گیا کہ راکب دوشن نجاب کبھی نہیں آئے گا۔ اتنے میں جبریل نے آسمان وزمین کے مابین ندا دی۔

الاقدم قتل الحسين بالعراق

بنت زہرائے اپنے دونوں ہاتھ سر پہ رکھے اور یوں بین کیا۔

والمحمدة هذ الحسين بالغراء

ہائے نانا۔ اپنے حسین کو صحرا میں آکر دیکھیں جس کے سر پریدہ

ماثمہ سے عمامہ اور چادر بھی اتارے گئی ہے ۔

مسلوب العمامة والرداء -

جب تمام بی بیوں بصورت حلقہ ذوالجناح کے گرد کھڑی تھیں تو ان میں سے کمن سیکینے لگے بڑھکرو دونوں بازو گھومتے گئے میں حائل کر کے پوچھا۔ یا مرکب ابی هل سقی ام قتل عطشنا نا۔ اے گھوڑے مجھے تو صرف یہ بتادے کہ میرے بابا کو مسلمانوں نے پانی دیا تھا۔ یا فرزند رسول یا سائید ہوا ہے۔ گھوڑے نے گردن ہلا کے بتایا کہ غریب نہر یا سائید ہوا ہے۔

اطلاع دینے کے بعد ذوالجناح واپس میدان میں آیا تمام شہداء کے لاشوں پر آیا ایک ایک لاش کے قریب کھڑا ہو کر اسے دیکھتا تھا۔

پھر دوسرے لاشہ پر آجاتا تھا۔ سب سے آخر میں غریب بتول کے لاشہ پید ا کھڑا ہوا۔ عمر سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا جاؤ غنی کو میں کی سواری ہے پکڑ لاؤ۔

جب ذوالجناح نے دیکھا کہ سوار میری طرف بڑھ رہے ہیں۔ جو نہی قریب آئے کسی کو سر سے کسی کو انگلی ٹانگوں سے اور کسی کو پھینکی ٹانگوں سے واصل جہنم کرنے لگا۔ چالیس سوار اور دس گھوڑے جب ذوالجناح کے ہاتھوں سرکے

تو عمر سعد نے کہا یہ تمہیں پکڑائی نہیں دے گا۔ چھوڑ دو۔ اور دیکھیں کہ یہ کیا کرتا ہے۔

جب فدا الجناح نے دیکھا کہ اب تمام لوگ دور جا کھڑے ہیں تو اس نے اپنا منہ لاشہ غریب پر رکھا اور اس غضب سے رویا کہ آنکھوں سے سیل اشک بہنے لگا۔ تمام یزیدی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔

اس کے بعد فدا الجناح نے دریائے فرات کا رخ کیا۔ یزیدیوں نے سمجھا کہ پیاسا ہے۔ پانی کی خاطر جا رہا ہے۔ تمام نے راستہ دے دیا۔ سب نے دیکھا کہ فدا الجناح نے اپنے کو دریا میں ڈالا۔ پانی پئے بغیر تیرنا چلا گیا۔ اور پھر غائب ہو گیا۔

## تاریخی خیام

منتخب کے مطابق جناب فاطمہ صفری بنت امیر المومنین سے منقول ہے کہ جب مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد رونما ہونے والے ارضی و سماوی کلام کو بگڑے یزیدی نئے حوصلہ کے ساتھ خوشی منانے لگے۔ میں درخیمہ پر کھڑی اپنے بھائیوں اور اقرباء کے لاشے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب یہ ملائین کیا سلوک کریں گے کیا ہمیں بھی قتل کیا جائے گا۔ یا قید کیا جائے گا۔

میں کھڑی سوچ ہی رہی تھی کہ میدان کی طرف سے گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز آئی۔ چاروں طرف سے ہمارے خیمہ کو گھیر لیا گیا۔

پھر عمر سعد نے آواز دی جو کچھ ان خیمہ میں ہے لوٹ لو اور خیمہ کو آگ لگا دو۔ حکم ملتے ہی یزیدی ہمارے خیمہ میں داخل ہو گئے۔ جسے جو کچھ ملا اس نے اٹھا لیا۔ پھر انہوں نے ہمارے سروں سے چادریں اتارنا شروع کیں۔ میں دیکھ رہی تھی خولی نامی ظالم نے پہلے میری بہن زینب کے سر سے چادر چھینی پھر گوشوارے اس طرح کھینچے کہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ میں ڈر کے مارے دوسرے خیمہ کی طرف کی دوڑی وہ ظالم میرے تعاقب میں آیا۔ آخر میں زیادہ دیر نہ دوڑ سکی زمین پر بیٹھ گئی۔ وہ قریب آیا میرے پاؤں سے کڑے اتارنے لگا۔

میں نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔

میں نے پوچھا۔ روتا کیوں ہے۔

اس نے کہا۔ تمہاری غربت اور بیکسی پر روتا ہوں۔

میں نے کہا۔ اگر غربت پر روتا ہے تو پھر لوٹتا کیوں ہے۔

کہنے لگا لوٹنا اس لیے ہوں کہ اگر میں نہ لوٹوں تو کوئی اور لوٹے گا۔

پھر اس نے میرے گوشوارے بھی اسی بے دردی سے چھینے۔ اگر وہ کہہ دیتا کہ مجھے اتار دے تو بھی میں انکار نہ کرتی۔ لیکن اس نے ظلم سے دونوں گوشواروں میں ہاتھ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ میرے دونوں کان پھٹ گئے۔ میں غش کھا گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میری بہن میرے سر ہانے بیٹھی فرار ہی تھی۔

بہن اب اٹھ۔ دراپل کے سجاد کا پتہ کریں۔ تمام خیام کو آگ لگی ہوئی ہے۔

میں نے کہا۔ میرے سر پر چادر نہیں ہے۔ بی بی نے فرمایا۔ ذرا میرا سر بھی دیکھو اس وقت تمام زہرا زادیاں بے چادر ہیں۔

امالی صدوق میں جناب ناظم بنت حسین سے مروی ہے جب غارت گری میں زہرا زادیوں نے رونا شروع کیا تو عمر سعد نے آواز دی۔ جلدی کرو۔ اور خیام کو آگ لگا دو۔

انہی زیدیوں میں سے ہی ایک شخص نے عمر سعد سے کہا۔ کیا تجھے ذریت رسولؐ کا قتل کافی نہیں اب خیام میں بچ جانے والے بچوں اور ستمت کو بھی جلانا چاہتا ہے تو کیا چاہتا ہے کہ اسی کر بلا ہی میں غضب خدا نازل ہوا درہم میں سے کوئی بھی گھر زندہ نہ جاسکے۔

دختر زہرا سے مروی ہے کہ میں خیمہ سجاد میں کھڑی تھی کہ ایک نیلی آنکھوں والا شخص آیا۔ پہلے اس نے میرے سر سے چادر چھینی پھر میرے گوشوارے اس طرح چھینے کہ میرے دونوں کان زخمی ہو گئے۔

اس کے بعد بیمار کے قریب آیا جس فرش پر سوجھا تھا وہ فرش اس زور سے کھینچا کہ بیمار خاک کر بلا ہوا پھانٹ گیا میں نے بے ساختہ کہا۔

اللہ تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں قطع کرے۔ اللہ تجھے آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ نصیب کرے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق اس وقت تویستہ نہ چل سکا کہ یہ ظالم کون تھا۔ بعد میں جب مختار نے غولی کو گرفتار کیا اور اس سے پوچھا کہ کر بلا میں تو نے کون سے مظالم کیسے تھے تو اس نے من جلد دیگو مظالم کے دختر زہرا کے سر سے چادر اور کانوں سے گوشوارے چھینے کا واقعہ بتایا تویستہ چلا کہ یہ ظالم غولی ہی تھا۔

مختار نے پوچھا۔ اس حذرہ نے کیا کہا تھا۔

غولی نے جب بی بی کی بددعا بتائی تو جناب مختار نے کہا۔

بخدا! میں اس مظلومہ کی دعا پوری کروں گا۔ پھر غولی کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ جب کٹ چکے تو ابلتے ہوئے گرم تیل میں ڈالنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد جناب سجادؑ کو گرفتار کیا گیا۔ حمید ان مسلم کی روایت ہے کہ شمر نے جناب سجادؑ کے قتل کا حکم دیا۔

جو نہی۔ اس نے یہ حکم دیا میں نے دیکھا ایک سر بہمنہ جاتون آئی۔ اور بیمار کے اوپر گر گئی۔ اور کہا۔ اسے اس وقت قتل

کیا جائے گا جب پہلے مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے شمر سے کہا۔ ظالم بھلا اس یار سے تمہیں کیا خطرہ ہے۔ اسے چھوڑ دو ورنہ میں دیکھ رہی ہوں کہ اس کے قتل سے تمہیں کئی ایک مستورات کو بھی قتل کرنا پڑے گا۔ شمر نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

حمید ابن مسلم ہی سے روایت ہے کہ جب خیام اہل بیت کو لے جا رہے تھے اس وقت بنی بکر ابن دائل کی ایک خاتون جو زیدی لشکر میں اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہوئی تھی نے خیمہ کی چوب اٹھائی اور کہنے لگی۔

اے آل بنی بکر ابن دائل اتنی اندھیر لگ چکی ہے کہ پہلے ذریت رسول کے مردوں کو بھوکا اور پیاسا شہید کیا گیا۔ اب دخترانِ زہر کے سروں سے چادریں تک اتار دی جا رہی ہیں کیا تمہاری عرب حمیت اس حد تک ختم ہو چکی ہے کم از کم جس بنی کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کا جیسا ہی کرو۔

جب اس کے شوہر کو پتہ چلا تو وہ آیا اور اس کے ہاتھ سے چوب خیمہ لے کر پھینک دی اور اسے پکڑ کر اپنے خیمہ میں لے گیا۔

لوف کے مطابق تمارا جی خیام اور خیام کو نڈھال کر کے بعد عمر سعد نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا۔ ہے کوئی جو لاشہ حسین کو پامال سم اسپال کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔ دس آدمیوں نے کہا اگر ہمیں اجازت مل جائے تو یہ کام ہم کر دیں گے۔

۱۔ اسحاق ابن جوبیر۔

۲۔ انص بن مرشد

۳۔ عمرو ابن صبیح۔

۴۔ حکیم ابن طفیل

۵۔ مرہ ابن منقذ

۶۔ سالم ابن خثیمہ

۷۔ صالح ابن وہب

۸۔ داخط ابن ناعم

۹۔ ہانی ابن شہب

۱۰۔ اسید ابن مالک

ان لوگوں نے گھوڑوں کے سموں سے فرزند رسولؐ کے لاشہ کو پامال کر دیا۔

جب ابن زیاد کے پیش ہوئے تو اسید ابن مالک نے اپنا تعارف یوں کرایا

نحن رضقنا الصدا بعد المظہر بکل ہم نے نبیؐ کے پارہ جگر کے سینہ اور پشت کو اپنے

حکیم سکیہ

حمیدؑ بالطف آبان یونٹ نمبر ۸-۷۱

يعنوب شدید الاسر۔

ابن زیاد نے پوچھا تم کون ہو؟

ان سب نے جواب دیا۔ ہم وہ ہیں جنہوں نے فرزند رسول کے سینہ کو گھوڑوں سے پیا تھا۔

ابن زیاد نے بہت معمولی سا انعام دیا۔

ابو عمرو زائد کتاب ہے کہ جب ہم نے ان دس کے حالات کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ سب کے سب معروف و لد الزمان تھے۔

بعد میں جناب مختار نے ان دھموں کو ایک قطار میں لٹا کر ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں لگوائیں اور ان پر گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا۔

کافی میں ادریس اودی سے مروی ہے اگرچہ یوم عاشور لاشہ مظلوم کر بلا کو پامال سم اسپان کیا گیا تھا۔ لیکن ابن زیاد کا حکم تھا کہ لاشہ حسین کا نام و نشان ہمک نہ رہنیا چاہیے۔

چنانچہ جب ان دس ملائین نے لاشہ پر گھوڑے دوڑائے اور سر سعد نے اکر دیکھا تو اس نے کہا: حکم امیر کی کما حقہ تعمیل نہیں ہوئی۔ لاشہ ٹکڑے ٹکڑے تو ہو گیا ہے لیکن ختم تو نہیں ہوا۔ ابن زیاد کا حکم یہ ہے کہ لاشہ حسین کا نام و نشان تک باقی نہیں رہنا چاہیے۔ پھر ایک مرتبہ گھوڑے دوڑائے جائیں۔

جب نبات رسول کا معلوم ہوا کہ کل پھر گھوڑے دوڑائے جائیں گے تو جناب فتنہ نے دخترِ زہراؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

بی بی۔ آپ کے نانا کا غلام سفینہ جیب راستہ بھٹک گیا تھا تو اس نے ایک شیر کو ابو الحارث کہہ کر اس سے مدد مانگی تھی۔ اور شیر نے اپنی پشت پر اٹھا کر راستہ پر چھوڑ دیا تھا۔ رات میں نے یہاں شیر کی دھاڑ سنی ہے میرا خیال ہے یہیں کہیں قریب ہی شیر رہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں شیر کی تلاش کر کے اس سے مدد کر کہوں تاکہ کم از کم فرزند زہرا کا لاشہ دوسری یا مالی سے تویج جائے۔

بی بی نے اجازت دی۔ جناب فتنہ صحرائیں اُنیں ایک ٹیلے کے سایہ میں شیر کو بیٹھے دیکھا۔ اور مخاطب ہو کر کہا۔  
اے ابو الحارث تجھے معلوم ہے کہ فرزند رسولؐ کے لاشہ کا نام و نشان طلبے کی خاطر کل دوسری مرتبہ گھوڑے دوڑائے  
جا ئیں گے۔

یہ سنتے ہی شیر اٹھ کھڑا ہوا اور میدان کا رخ کیا۔ اپنے دونوں بازوؤں پر شیر پر پھیل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے دن جب یہ ملاعین گھوڑے کے آگے اور شیر کو دیکھا کہ لاشہ کی گزائی کر رہا ہے۔ تو عمر سعد نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب اس طرف رخ کرنا۔ نقتہ کو جگانا ہے۔ واپس آ جاؤ۔



## جناب فاطمہ صغریٰ کو مدینہ میں اطلاع :-

عوالم اور بخاریں علی ابن احمد عاصمی نے اسماعیل ابن احمد یہودی سے اسماعیل نے اپنے باپ احمد سے احمد نے ابو عبد اللہ حافظ سے ابو عبد اللہ نے یحییٰ ابن محمد علوی سے یحییٰ نے حسین ابن محمد علوی سے حسین نے ابو علی طرکوسی سے ابو علی نے حسن ابن علی علوانی سے حسن نے علی ابن یمر سے علی نے اسحاق ابن عبد اللہ سے اسحاق نے مفضل ابن عمر جعفی سے مفضل نے امام جعفر سے امام جعفر نے امام باقر سے امام باقرؑ امام سجاد سے روایت کی ہے کہ جب کربلا میں نواسہ رسولؐ کی شہادت ہو گئی تو میدان کربلا میں ایک کو آیا۔ اس نے اپنے پر خون شیر سے رنگین کیے۔ اڑ کر مدینہ آیا۔ امام حسین کے مکان کی مٹی پر بیٹھا اس گھر میں تنہا فاطمہ صغریٰ بنت حسین رستی تھی۔

شہزادی کو کوسے کے پردوں سے پٹکنے والے خون سے اپنے بابا کی خوشبو آئی۔ اور بے ساختہ رودی اور ساتھ ہی یہ مریہ پڑھا۔

نعب الغراب فقلت من

تنعاه ويليک يا غراب

قال الامام فقلت من

قال الموفق للصواب

ان الحسين بکر بلا بين

الاستة والضراب

قابکی الحسين بعبرة

ترجی الاله مع الثواب

قلت الحسين قتال لی

حقا وقد سکنا التراب

ثم استقل به الجناح فلم يطبق رد الجواب

کوسے نے خبر موت دی میں نے پوچھا۔

اے کوسے کس کی خبر موت دینے آیا ہے۔

کوسے نے کہا۔ امام کی خبر شہادت ہے میں نے پوچھا کونسا امام

کوسے نے کہا۔ وہی جو ہمیشہ راہ حق کا سالک رہتا تھا

کربلا میں حسین نیزوں اور تلواروں میں تقسیم ہو گیا ہے

حسین پر آنسو بہاے

ثواب کے ساتھ اللہ سے امید رحمت بھی ہے۔

میں نے کہا۔ کیا حسین شہید ہو گیا ہے۔

کوسے نے کہا۔ حقیقت یہی ہے کہ حسین خاک و خون

میں غطان ہو چکا ہے۔

پھر اس نے پر پھڑ پھڑانے اور مزید جواب نہ دے سکا

## جناب ام سلمہ کا خواب :-

سرکار طوسی نے امالی میں جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں اپنے گھر لیٹا ہوا تھا کہ ام المومنین ام سلمہ کے گھر سے گریہ و ماتم کی بہت اونچی آواز سنی میں اپنے غلام کو ساتھ لے کر بی بی کے گھر آیا میری طرح مدینہ کی تمام عورتیں اور مرد بھی آ رہے تھے۔

میں نے کہا۔ ام المومنین اس گریہ و ماتم اور دافریاد کا کیا سبب ہے۔

جی بی نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ ہاتھی ستورات کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے عبدالمطلب زادیاں آؤ  
میرے ساتھ نوحہ و بکا اوسا تم میں تعدادن کرو۔

یہ سجدہ! تمہارا آقا شہید ہو گیا ہے۔ سید شباب اہل جنت مارا گیا ہے۔ سبطِ پیغمبر کو قتل کر دیا گیا ہے حسین ہم سے جدا ہو گیا ہے۔

ان ہاشمی مستورات نے سوال کیا۔

اے ام المومنین! آپ کو کیسے پتہ چل گیا ہے۔

بی بی نے بتایا۔ میں نے ابھی انہیں میں سرور انبیاء کو دیکھا ہے۔ ان کا گریبان چاک تھا سر میں خاک تھی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔

ہیں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔

میرے آقا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟

انہوں نے فرمایا۔ ام سلمہ! میں تجھے کچھ خاک دے کے گیا تھا۔ اور تجھے بتایا تھا کہ اسے دیکھتی رہنا جس دن یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے سمجھ لینا میرا حسین شہید کر دیا گیا ہے۔ لیکن تو اسے بھول گئی۔ میرا حسین تمام انصار اور اقربا کے ساتھ میدانِ کربلا میں تین دن کا پیاسا انتہائی بربریت سے شہید کر دیا گیا ہے۔ میں ابھی کربلا سے آ رہا ہوں۔ ان کی قبریں کھودتا رہا ہوں۔

میں پریشان ہو کر اٹھی۔ اندر گئی۔ وہ شیشی اٹھائی بھس میں نے نبی کو نبین کی دی ہوئی خاک رکھی ہوئی تھی اسے دیکھا تو میرا کچھ بھٹ گیا۔ تمام خاک خون بن کر اس طرح ابل رہی تھی جس طرح آگ پر پانی ابلتا ہے۔ پھر ام المؤمنین نے اس شیشی سے خون ہاتھ پر لیا اور اپنے سر اور چہرہ کو خضاب کیا اور مصروف ماتم و نوحہ ہو گئیں۔

اس کے بعد جب مدینہ میں شہادت حسین کی اطلاع آئی تو پستہ چلا کہ ام المومنین ام سلمہ کا خواب بھی درست تھا۔

میترا الاخران میں ابن نما اور لہوف میں سید نے روایت کی ہے کہ ۔

عصر عاشور کو تاراج خیم اور بے سر کے لاشوں کی پامالی سے فارغ ہونے کے بعد عمر سعد نے تھمر قبیل ابن اشعث اور مردان حجاج زبیدی کو سر غریب زہراؑ دے کر ابن زیاد کے پاس کو ذر روانہ کیا اور دوسری فوج سے دیگر شہداد کے سر جمع کرنے کو کہا۔ جب سر جمع ہو گئے اور انہیں شمار کیا گیا تو ستاسی سر تھے۔ کسی نے کہا۔ ایک سر کم ہے۔

عمر سعد نے کہا کس کا سر نہیں ہے۔

اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ جس کمن کو حسین دم آخر پانی پلانا چاہتے تھے۔ اور حرم نے اسے تیر سے ذبح کیا تھا۔ اس شیر خوار کا سر نہیں ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ وہ کہاں گیا ہے۔

اس نے کہا میں نے حین کو دیکھا تھا وہ اسے ایک ٹیلے کے دامن میں تلوار سے قبر کو دگر دین کر رہے تھے۔

عمر سعد نے حکم دیا۔ کہ علی اصغر کا لاشہ تلاش کر کے سر لایا جائے۔

یزیدی نیزہ بدست ہو کر تمام صحرائیں پھیل گئے اور زمین کربلا میں نیزوں سے تلاشن شروع کر دی۔ باتا خراک نظام نے جب نیزہ اوپر اٹھایا تو لایشبے شیر اس کے ساتھ برآمد ہوا۔ مگر قلم کے کسے عمر سعد کے پاس لایا گیا۔

شہزادہ علی اصغر کا سر مل جانے کے بعد سروں کی تعداد اٹھاسی ہو گئی۔ ان سروں کو ابن زیاد اور یزید سے قرب کی خاطر جنگ کربلا میں شریک قبائل کے بامین یوں تقسیم کیا گیا۔

بہتی کندنہ تیرہ سر۔ اشعث ابن قیس ان کا سالار تھا۔

نبی ہوازن بارہ سر۔ شمر ذی الحوشن ان کا سردار تھا۔

بنی تمیم کو مشرہ سرے

بنی اسد کو مولہ سرے

بنی مذبح کو سترو سرے

دیگر شہر کاٹے جنگ کے حصّہ میں تیرہ سر آئے۔

التبر المنذوب کے مطابق جب شمر سرِ مظلوم سے کرکوفہ میں آیا تو دیر ہو چکی تھی۔ دارالعمارہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

خانیجہ اپنے گھر آیا۔ مہر کو مٹی پر رکھ کر اسے طاقت سے ڈھاپ دیا اور سو رہا۔

اس کی بیوی نے اسے دیکھا تو یو جھا۔ بڑے دن باہر رہا کیا ہے کچھ لایا بھی ہے یا نہیں؟

اس نے کہا۔ ہاں بہت کچھ لایا ہوں۔ صبح دے دوں گا۔

یہ کہہ کر سو رہا۔ رات کے کسی وقت زردہر شمر اٹھی۔ اسے اپنے گھر میں غیر معمولی روشنی نظر آئی۔ اس نے دیکھا تو صحن

اسے محسوس ہوا کہ طشت کے نیچے کھڑے۔ واپس آئی۔ شمر کو جگایا۔ اور اسے پورا واقعہ سن کر پوچھا طشت کے

نثر نے کہا۔ ایک خارجی کا سر ہے اکرم سے سونے سے۔

بیوی نے پوچھا۔ اس کا نام کیا ہے۔

شمر نے کہا۔ حسین نام تھا۔

بیوی نے پوچھا۔ اس کے باپ کا کیا نام ہے؟

شمر نے کہا۔ علی

بیوی نے کہا۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، فرزند علی کو خارجی کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ یہ کہتے ہی منہ کھا کر گر گئی جب انادہ ہوا تو اٹھ کر کھینے لگی۔

اسے محسوس ہو کہ انسان تجھے اس غی سے سیانہ آئی جس کے نام کا کلمہ پڑھتا ہے۔ اسی کے بیٹے کو تو خارجی کہتا ہے۔ یہ کہہ کر یہ غمزدہ اٹھی۔ طشت کے قریب آئی۔ سر کو اٹھایا۔ گود میں رکھا۔ سینہ سے لگایا۔ بوسے دیے۔ پھر ٹھوس کی عورتوں کو بلایا۔ اور انہیں تمام واقعات بتایا۔ تمام نے قاتلین حسین پر لعنت کی اور گریہ و بکا بھی شروع کر دیا۔

زوجہ شمر کا بیان ہے کہ جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو میں نے محسوس کیا جیسے میرے گھر کی دیوار میں ٹنگا ہو گیا ہے۔ کچھ ستوت اس گھر میں آئیں۔ دو بی بیوں سیوا لباس میں ملبوس تھیں۔ ایک نے بڑھ کر میرے ہاتھ سے سر لیا۔ میں نے ایک عورت سے پوچھا یہ کون ہے؟

اس نے بتایا۔ یہ ام المومنین خدیجہ ہے اور اس کے ساتھ اس غریب کی ماں دختر رسول زہرا ہے۔

پھر کچھ مرد آئے ان کے درمیان میں ایک انتہائی حسین و وجیہ شخص تھا۔ جس کا گریبان چاک تھا۔ سر میں خاک تھی اور ٹپ آنسو بہہ رہے تھے۔

زوجہ شمر نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔

اسے بتایا گیا۔ درمیان میں سرور انبیاء ہیں دوسرے جناب حمزہؓ۔ جعفر علیؓ اور حسنؓ ہیں۔ انہوں نے بھی باری باری سر

کو اٹھایا۔ بوسے دیے۔ اور کافی دیر تک روتے رہے۔

اس کے بعد جناب خدیجہ میرے قریب آئی اور فرمایا۔ بی بی! جو مانگا ہوا مانگ تو نے ہم پر احسان کیا ہے؟ اگر جنت

میں ہمارے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو تیار ہو جا، ہم تیرا انتظار کریں گے۔

میں بیدار ہوئی دیکھا تو حسینؑ میری گود میں تھا۔

شمر اٹھا۔ اس نے مجھ سے سراٹھا اور کہا صبح ہو رہی ہے میں ابن زیاد کے پاس سر لے جاؤں گا۔

میں نے کہا۔ ظالم تو یہودی ہے پہلے مجھے طلاق دے۔ پھر دوسری بات ہوگی۔ اب میں تیرے ساتھ بھی نہیں

رہ سکتی۔

شمر نے فوراً طلاق دے دی۔ پھر سراٹھا۔

اس مخدرہ نے کہا اب تو مجھے طلاق دے چکا ہے، تیرا اور میرا کیا رشتہ۔ اب میں یہ سر تجھے زدوں گی، مجھے قتل کر کے ہی سرے ملکتے ہیں۔

اس ظالم نے توار سے دار کر کے اس مخدرہ کو شہید کر دیا۔

ابو مخنف نے طراح ابن عدی سے روایت کی ہے کہ گیارہ محرم کی رات میں زخموں سے چور لاشوں میں پڑا تھا کہ میں سو آئے، میں سمجھا، ابن زیاد اپنی نفع کا یقین کرنے آیا ہے، یہ سب سوار تھے، جب لاشہ مظلوم کربلا کے قریب آئے تو پیدل ہو گئے۔

ایک شخص لاشہ مظلوم کے قریب آیا، ساتھ بیٹھ گیا، اپنے ہاتھوں سے بے سر لاشہ کو مہار ادا کر بٹھا لیا، پھر کوفہ کی طرف ہاتھ بڑھایا، میں نے دیکھا تو اس کے ہاتھوں پر سر مظلوم تھا، اس نے سر کو جسم سے جوڑا، مظلوم نے عرض کیا ماما میرا سلام، میں سمجھ گیا کہ نبی اکرمؐ ہیں۔

آپ نے مظلوم کربلا کو گلے لگایا، اور فرمایا۔

بیٹا ان ظالموں نے تجھے بیدردی سے قتل کر دیا ہے، بیٹے انہوں نے تجھے دم آخر پانی تک نہیں دیا، بیٹے کیا تجھے پہچانتے نہ تھے، اللہ کے حضور انہوں نے کتنی بڑی جرات کی ہے۔۔۔ پھر ساتھ والوں سے فرمایا، اے بابا ابراہیم اے باپ اسماعیل، بھائی موسیٰ ذرا دیکھو ان ظالموں نے کس طرح میرے تحت جگر کو شہید کیا ہے پھر تمام انبیاءؑ نے باری باری پر سر دیا۔

## بعد از شہادت معجزات

اس سلسلہ میں یوں تو اس قدر معجزات اور کرامات منقول ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب مرتب ہو، ہم بطور نمونہ صرف چار ایسے واقعات پیش کر رہے ہیں جن میں عظمت مظلوم کربلا کے علاوہ عبرت کے آئینہ بھی ہیں۔





اہل مدینہ دمشت زدہ ہو گئے۔ کہ یہ پرندے کیا کر رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ اگرچہ انہیں سمجھ کچھ بھی نہ رہا تھا لیکن انہیں یہ یقین ہو گیا کہ کچھ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ پرندوں کی غیر معمولی چینیں سن کر مدینہ کا ہر راسی بے ساختہ ابدیدہ ہو گیا۔

بعد میں شہادت شہیر کی اطلاع مدینہ پہنچی تو اہل مدینہ کو پتہ چلا کہ مزار رسولؐ کا طواف کرنے والے پرندے نبی کو نبی کو پر رہ دے رہے تھے۔

## دختر یہودی کی شفا یابی :-

انہی پرندوں میں سے ایک پرندہ بیرون مدینہ ایک باغ میں آیا۔ رات ہو گئی۔ یہ باغ مدینہ کے ایک یہودی کا تھا پرندہ ایک درخت پر بیٹھ کر فرزند رسولؐ کے غم میں باوازا بلند روئے لگا۔

اس یہودی کی ایک لڑکی تھی جو آنکھوں۔ کانوں۔ پاؤں اور ہاتھوں سے محروم تھی۔ پورے جسم پر جذام نے قبضہ کر رکھا تھا۔ یہودی نے اہل شہر کے اصرار پر اپنی لڑکی کو بیرون مدینہ اسی باغ میں رکھا ہوا تھا۔ دن کے وقت وہ شہر میں کاروبار میں مصروف رہتا تھا رات کے وقت اسی باغ میں بیٹھ کے پاس آجاتا تھا۔ اتفاقاً اسی رات یہودی بچی کے پاس نہ آسکا۔ جب بچی باپ سے مایوس ہو گئی تو اداسی نے اسے ستایا۔ وہ زمین پر لیٹ کر کمرہ سے باہر آئی۔ اس نے اپنے قریب ہی درخت سے کسی پرندہ کی انتہائی غمزہ آواز سنی۔ لڑکی اسی طرح لیٹی ہوئی اس درخت کے نیچے آگئی۔ اور پرندے کی غمزہ تو نہ خفائی سننے لگی۔ پرندے کے پر خون شبیر سے تر تھے۔ پروں سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا۔ جو اس لڑکی کی آنکھ میں گرا۔ لڑکی بینا ہو گئی۔ اس نے پہلے تو ادھر ادھر دیکھا۔ پھر حیرت سے اوپر دیکھا۔ پرندہ خون سے تر ہوا تھا۔ اور سر جھکا کر مصروف گریہ تھا۔ بچی نے جب بینا آنکھ میں ہاتھ لگا کر دیکھا تو اسے سرخ میٹھی ٹھوس ہوئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اسی پرندہ سے خون کا قطرہ ٹپکا ہے جس سے میری بینائی لوٹ آئی ہے۔ اب تو وہ قطرہ ٹپکنے کا انتظار کرنے لگی۔ دوسرا قطرہ ٹپکا اس نے ہاتھ پر مل لیا۔ ہاتھ تندرست ہو گیا۔ اسی طرح جیسے جیسے قطرات ٹپکتے گئے وہ اپنے جسم پر ملتی گئی اور شفا یاب ہو گئی۔ حتیٰ کہ اس کا پورا جسم تندرست ہو گیا۔ وہ اٹھ کر چلنے لگی اتنے میں صبح بھی ہو گئی۔ جب یہودی باغ میں آیا تو پہلے تو سیدھا لڑکی کے کمرہ میں گیا جب وہاں لڑکی کو نہ دیکھا تو باہر آیا۔ دیکھا ایک لڑکی باغ میں ٹھل رہی ہے۔ اس کے قریب آیا اور پوچھا اس کمرہ میں میری ایک ناقابل علاج بیمار بیٹی رہتی تھی جو مجھے نظر نہیں آ رہی۔

لڑکی نے جو نبی سنا دوڑ کر باپ کے گلے لگ گئی۔ اور کہنے لگی بابا میں ہی آپ کی وہ خوش نصیب لڑکی ہوں۔ یہودی نے اتنے سے انکار کر دیا۔ جب لڑکی نے یہودی کو تمام واقعات بتائے نشانیاں بتائیں تو یہودی کے پاس اتنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔



یہودی نے پوچھا۔ نشانیاں تو تیرے ایسی دی ہیں کہ مجھے یقین کرنا پڑتا ہے کہ تو ہی میری بچی ہے۔ لیکن میں کیسے مان لوں۔ میں نے اپنے امکان سے بھی زیادہ قابلِ عکاس سے تیرا علاج کرایا ہے اور سب نے جواب دے دیا تھا تو لا علاج تھی اور لا علاج مرض ایک رات میں کیسے ختم ہو جاتا ہے۔

لڑکی نے اس پرندہ کی تمام داستان سنائی باپ کو لے کر اس درخت کے نیچے آئی۔ باپ کو دکھایا۔ یہ ہے وہ پرندہ جس کے پروں سے ٹپکنے والے خون کے قطرے نے مجھے شفا دی ہے۔ یہودی نے کہا۔

اے پرندے میں تجھے تیرے خالق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھ سے بات کر اور مجھے بتا کر یہ کیسا خون ہے پرندے نے بتے ہوئے آنسوؤں سے اپنی تمام داستان سنائی اور شہادتِ مظلوم کر بلا کا واقعہ بتا کر بتایا کہ میں دوسرے پرندوں کے ساتھ رسولِ کوہِ نبین کو پر سر دینے آیا تھا۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ واپس اپنے علاقہ میں نہیں جاسکتا تھا اس لیے تیرے باغ میں قیام کر لیا۔

یہودی اپنی لڑکی کو لے کر شہر میں آیا۔ اور اپنی تمام برادری کو جمع کر کے تمام واقعہ بھی سنایا اور لڑکی بھی دکھائی۔

یہ معجزہ خونِ مظلوم دیکھ کر پانچ سو یہودی مسلمان ہو گئے۔

### ۳۔ سرِ بریدہ کا کلام :-

شرحِ شافیہ میں ہلال ابنِ معاویہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے توڑے میں سرِ مظلوم نہرا ڈالا اور رکھا تھا۔ سر سے آواز آرہی تھی۔ جو میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے اور آج تک میرے ذہن میں گونج رہی ہے میں مرتے دم تک نہ تو وہ آواز بھول سکتا ہوں اور نہ وہ منظر بھول سکتا ہوں۔

فرقت بین رأسی وجسدی فرق  
اللہ بین لحمک وعظمک وجعلک  
ایۃ ونکالا للعالمین۔

اس نے سر کو توڑے سے نکالا زمین پر رکھا اور چابک لے کر سر پر برسانا شروع کیے۔ اس نے اتنے چابک برسائے کہ سرِ خاموش ہو گیا۔

پھر میں نے اسی شخص کو مختار کے سامنے دیکھا۔ مختار نے حکم دیا کہ اس کے زندہ جسم سے گوشت جدا کیا جائے اور کتوں کے آگے ڈال دیا جائے۔

جب بھی اس سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا جاتا تھا وہ چیخ کر بیہوش ہو جاتا تھا۔ مختار کہتا تھا اسے ہوش

میں آنے دو پھر کاٹا۔ جب ہوش میں آتا تھا تو پھر ٹکڑا کاٹا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کے جسم میں صرف ہڈیاں ہی بڑیاں رہ گئیں۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ اب اس کے جسم کے جوڑ جدا کیے جائیں۔ جب وہ مر گیا تو میں نے مختار کو اس ظالم کا وہ کرتوت بتایا جو اس نے سر سے کیا تھا۔

## ۴۔ سر مظلوم اور شمر :-

شرح ثانیہ میں حمیری سے مروی ہے کہ میں نے بعض قابل اعتماد راویوں سے سنا ہے کہ جس دن امام حسینؑ کو شہید کیا گیا اس دن امام حسینؑ کے سر کے ارد گرد اتنی بلند آواز سے بے شمار رونے کی آوازیں سنی گئیں کہ آج تک تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔

جب شمر نے سر مظلوم جدا کر لیا تو سر مظلوم نے فرمایا۔

یا شمر یا شقی الا شقیاء، یا عدو اللہ  
ورسولہ فرقت بین رأسی وجسدی  
فرق اللہ بین لحمک وجسدک وجعلک  
نکالا للعالمین۔  
اے شمر! اے بد نصیبوں کا بد نصیب! اے دشمن خدا و رسول! تو نے میرے سر اور جسم کو جدا کیا ہے۔ اے تیرے گوشت اور ہڈیوں کو جدا کرے اور تجھے عالمین کے لیے ہر تے بنائے۔

یہ آواز سن کر اس ظالم نے چابک ہاتھ میں لیا اور سر غریب پر برسانا شروع کیے۔ اس وقت تک چابک مارتا رہا جب تک سر مظلوم خاموش نہ ہو گیا۔

میں نے لاشوں ولا قوت پڑھا۔ اور دل میں کہا۔

اب کیا کروں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہ اس ظالم سے انتقام لوں پھر میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ حکم الٰہی کیا ہے اس سے انتقام لے گا۔

بجول ابن سیم کا مژدن واقعہ بھی انہی ہر تے ناک واقعات میں سے ایک ہے۔

## دفن شہدائے کربلا :-

بعض مقبر ترین کتب میں میں نے دیکھا ہے کہ جب ابن سعد و خضران آل محمد کو رکن بستہ کر کے اور سر ہائے شہدائے کربلا کو کوفہ چلا گیا۔

تو بنی اسد کا جو قبیلہ شب عاشور ابن زیاد کے خوف سے وہ جگہ چھوڑ گیا تھا۔ دوبارہ اپنی جگہ آکر آباد ہو گیا مردوں نے خیمے نصب کیے۔ عورتیں دریا سے پانی لینے آئیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اولاد رسول کے لاشے بے گور و کفن پڑے ہیں تو پانی بے گیر روتی اور ماتم کرتی ہوئی واپس آئیں۔ مردوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لیے۔ اور

پوچھا کیا بات ہے۔

عورتوں نے کہا۔ ہتھیار رکھ دو۔ جب وقت تھا اس وقت بھاگ گئے تھے۔ اب ہتھیار اٹھا کر کیا کر دے۔ مردوں نے پوچھا تم اس قدر ماتم کیوں کر رہی ہو۔ کچھ تو ہمیں بتاؤ۔

عورتوں نے کہا۔ تم مسلمان کہلاتے ہو۔ اور جس کا کلمہ پڑھتے ہو اس کا فرزند تمہارے پڑوس میں شہید ہوتا رہا اس وقت تم نے اس کی کوئی امداد نہ کی۔ اب اس کا بے گور کو کفن لاشہ خاک و خون پر پڑا ہے۔ تمام آل محمد کے لاشے بے گور کو کفن ہیں۔ آخر مرنے کے بعد محمد عربی کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ یزید یوں نے تو اپنے لاشے دفن کر دیئے ہیں۔ لیکن ذریت رسول کے مظلوم لاشے یوں ہی پڑے ہیں۔

مردوں نے کہا: ہمیں ابن زیاد سے خطرہ ہے۔ اگر اسے پتہ چل گیا تو وہ ہمیں نہ چھوڑے گا۔

عورتوں نے کہا۔ تمہیں ابن زیاد سے ڈر ہے اور بنی کنین سے شرم نہیں آتی تو ہمیں نہ ابن زیاد سے ڈر ہے اور نہ ہم اس حالت میں بروز محترم و خترم بنی کے سامنے جانا چاہتی ہیں۔ ہم خود دفن کر دیتی ہیں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

یہ کہہ کر عورتوں نے شکیں نہ رکھے اور گورکھی کے یہ سیلے وغیرہ اٹھایے۔ جب مردوں نے دیکھا تو ان کی حمیت  
بوجھل بن ہو گئی اور انہوں نے عورتوں سے کہا۔  
ٹھہرو، ہم خود جاتے ہیں۔

انہوں نے پہلے منصوبہ بندی کی کہ کچھ آدمی راستہ پر مقرر کر دو جو گھنٹا کریں تاکہ اگر یزیدیوں سے کوئی آئے تو ہم مطلع ہو کر دور چلے جائیں۔

اس مشورہ کے بعد تمام مرد ضروری سامان کے کر میدان میں آئے۔ صرف لاشہ مظلوم کے ملا ایسا تھا جو سر نہ ہونے کے باوجود بھی قابل شناخت تھا کیوں کہ ہر عضو بدن سے ندر کی ایک کرن پھوٹ کر آسمان تک جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے قبر کھودی اور لاشہ کو اٹھانے کی خاطر جمع ہوئے لیکن کوششیں بار بار کے باوجود تمام مل کر بھی لاشہ کو اٹھانہ سکے۔

پھر بیچھ کر مشورہ کیا کہ شاید مظلوم کو بلایہ نہیں چاہتے کہ اپنے انصار اور افریبا سے پہلے مجھے دفن کیا جائے  
اس لیے آؤ پہلے دوسروں کو دفن کر لیں بعد میں غریب نہرا کو دفن کریں گے۔  
اس مشورہ کے بعد کسی نے کہا:

اگر ان کو دفن کرو گے اور بعد میں کسی نے پوچھ لیا کہ کونسی قبر کس شہید کی ہے تو کیا بتاؤ گے۔ کسی لاش کے سر تو بے تہیں اور سر کے لغزش ناحت ناممکن ہوتی ہے۔

اسی نکر و زود میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک عرب سواران کے سامنے آگیا۔ وہ عرب سوار کو ابن زیاد کا جاسوس

سمجھ کر گھبرا گئے۔

اور ایک طرف بڑھ گئے۔ وہ سواری لاشوں سے کافی فاصلہ پر گھوڑے سے اترا اور لاشہ مظلوم کو ہلاکی طرف متوجہ ہو کر چلا جیسے جیسے لاشہ کے قریب آتا گیا وہ جھکتا گیا۔ جب لاشہ پر آگیا اپنے کو لاشہ پر گرادیا۔ لاشہ کو گلے لگا کر بے تحاشہ رویا۔ پھر لہر اٹھا کر بنی اسد سے پوچھا۔

تم یہاں کیوں جمع ہو؟

انہوں نے نہ ہانہ بنایا کہ ہم تفریح کے لیے یہاں آئے تھے۔

اس نے کہا۔ جس مقصد کے لیے آئے تھے وہی بتاؤ۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔ اگرچہ ہم تجھے نہیں پہچانتے۔ ہمیں سچ کی جو سن رہی ہو بھی ملے گی ہم بھگت لیں گے۔

لیکن حقیقت بتاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہم ان لاشوں کو دفن کرنے آئے تھے۔ لیکن مظلوم کو ہزار کوشش کے باوجود ہم سے اٹھ نہ سکے اور دوسری لاشوں کی عدم شناخت کی وجہ سے ہم حیران تھے کہ کہا کریں۔ اسی فکر پریشانی میں بیٹھے تھے کہ آپ آگئے۔

وہ بیمار اٹھا۔ ایک جگہ نشان لگا کر کہا۔ اس جگہ کو کھودو۔ بنی اسد نے وہ جگہ کھودی۔ اس نے حکم دیا کہ یہ مٹرہ لاشے اس ایک قبر میں رکھ دو۔ بنی اسد نے وہ مٹرہ لاشہ دفن کیے۔ پھر دوسری جگہ نشان لگایا۔ اور کہا یہاں کھودو۔ بنی اسد نے وہ جگہ کھودی۔ اس نے حکم دیا کہ باقی تمام لاشے اس ایک قبر میں دفن کر دو۔ بنی اسد نے تمام لاشے اس ایک قبر میں دفن کر دیتے۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اب اس جگہ کھودو۔ ہم نے تیسری جگہ کھودی۔ اس نے کہا کہ اس قبر میں صرف یہی ایک لاشہ دفن کیا جائے گا۔

بنی اسد آگے بڑھے تاکہ اس کی اسد اوکریں۔ اس نے کہا۔ نہیں میں تنہا دفن کروں گا۔

بنی اسد نے کہا۔ ہم سب نے مل کر کوشش کی اور کسی ایک عضو کو بھی نہ اٹھا سکے۔ آپ تنہا کیسے دفن کریں گے۔

اس نے کہا۔ تم پریشان نہ ہو میرے ساتھ معاون ہیں جو میری مدد کریں گے۔

پھر اس نے تمام ٹکڑے ایک دری پر جمع کیے اور اٹھا کر بڑی آسانی سے جوڑ کر دکھو دے۔ جب وہ تمام ٹکڑوں کو ترتیب سے رکھ چکا تو اس نے اپنا دایاں رخسارہ اس مظلوم کے سینہ پر رکھا اور بے ساختہ رویا اور کہا۔

بسم اللہ وبالله و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ۔

ہذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ۔

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ -

طوبی الارض تضمنت جسدك الشريف  
اما الدنيا فبعدك مظلمة واما  
الآخرة فبتورك مشرفه -

خوش نصیب ہے وہ سرزمین جو آپ کے پاکیزہ جسم کی امین ہے۔  
دنیا آپ کے بعد تاریک اور آخرت آپ کے بعد نور سے  
نور ہوگی۔

اما الحزن فسرمد واللیل فمسهد  
حتى يخنار الله لي دارك التي انت  
مقيم بها فعليك مني السلام يا بن رسول الله:  
پھر ٹی ڈالی۔ قبر کے تعویذ پر انگلی سے لکھا۔

اب غم دائمی ہوگا۔ اور راتیں جاگ کر گزریں گی۔  
حتی کہ اندھیرا بھی فیصلہ مناسب فرمائے اور آپ کی جائے  
قیام دیکھوں۔ اسے فرزند رسول میرا آخری سلام ہو۔

هذا قدير حسين ابن علي ابن ابی طالب  
الذي قتلوه عطشنا ناغربنا -

یہ اس حسین ابن علی ابن ابی طالب کا مزار ہے جسے سفر  
میں پیاسا شہید کیا گیا۔

بیتے آنسوؤں سے کھرا ہوا اور ہم سے پوچھا۔ کیا اور بھی کوئی لاش ہے؟  
بنی اسد نے عرض کیا۔ ہاں دریا کے کنارے تین لاشے پڑے ہیں۔ ایک تو اس قدر زخمی ہے کہ ہم اگر ایک طرف سے  
اٹھاتے ہیں تو دوسری طرف زمین پر رہ جاتی ہے۔

اس نے کہا۔ چلو وہاں چلتے ہیں۔ جب وہاں آئے۔ جو نہی اس کی نظر پڑی بے ساختہ لاشہ پر گر گیا اور لاشہ کو  
چوم چوم کر کہنے لگا۔

على الدنيا بعدك العقايا قمر بني هاشم  
فعليك مني السلام -

اے قبر بنی ہاشم میرا آخری سلام ہو آپ کے بعد اب دنیا  
میں خاک ہی خاک ہے۔

بنی اسد کو حکم دیا کہ قبر کھودیں۔ جب قبر کھد چکی تو اسے بھی اس نے تنہا سپرد قبر کیا۔ اس کا تعویذ قبر بنا کر بنی اسد  
کو ایک اور قبر کھودنے کا حکم دیا۔ اور اس میں ان دو لاشوں کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ جب دونوں لاشے دفن ہو چکی۔ تو  
اپنے گھوڑے کی طرف چلا۔

تمام بنی اسد پیچھے گئے اور جا کر عرض کیا۔ پہلے تو آپ اپنا تلافی کر لیں کہ کون ہیں۔ پھر ہمیں بتائیں کہ ان مزاروں  
میں کون کون ہیں تاکہ اگر ہم سے کوئی پوچھے تو ہم جواب تو دے سکیں۔

اس نے کہا۔ فرزند رسول کا مزار تو تمہیں معلوم ہے۔ دوسرا مزار جس میں سترہ شہید دفن کیے ہیں وہ شہداء بنی  
ہاشم ہیں۔ تیسرا مزار جس میں دیگر شہداء دفن کیے ہیں وہ انصار غریب کر بلا ہیں۔ فرزند رسول کے مزار میں پاؤں کی طرف جو  
دو دفن کیے ہیں دائیں طرف، مشکل بنی علی اکبر اور بائیں طرف شیر خوار علی اصغر ہے۔

دیباے فرات کے کنارے جو تنہا مزار ہے وہ متعلق سیکہ کا ہے اور جس مزار میں دو رکھے ہیں یہ دونوں

فرزند ان علی ہیں۔

اور میں تمہارا چوتھا امام امیر ابن زیاد علی ابن حسین ہوں۔ یہ کہہ کر وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔  
ابن قولیہ نے کمال الزیارات میں زائدہ سے روایت کی ہے کہ  
میں امام سجادؑ کی زیارت کو گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔  
زائدہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو گاہے بگاہے فرزند رسول کے مزار کی زیارت کو کر بلا جاتا ہے۔  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ اطلاع درست ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ تو ایسا خطرہ کیوں مول لیتا ہے جب کہ تیرے دربار میں کافی اچھے مراسم ہیں اور حکمران ہماری  
محبت۔ ہمارا ذکر۔ ہمارے فضائل اور ہمارے امت پر حق واجب کو ناپسند کرتے ہیں۔  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں جو کچھ کرتا ہوں صرف اور صرف خوشنودی خدا اور رسول کی خاطر کرتا ہوں اور اس سلسلہ  
میں مجھے کسی اور ناراضگی یا ر ضامندی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اور نہ میں نے کبھی ایسی باتوں کو اپنے ذہن پر مسلط کیا ہے  
کیونکہ اس سلسلہ میں پہنچنے والی ہر تکلیف اور اذیت کے لیے میں نے اپنے ذہن کو تیار کر رکھا ہے۔  
امام سجادؑ نے فرمایا۔ کیا واقعاً ایسے ہی ہے جیسے کہہ رہا ہے۔  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ! بالکل ایسے ہی ہے۔

آپ نے تین مرتبہ یہی سوال دہرایا اور میں نے تین مرتبہ یہی جواب دیا۔  
امام سجادؑ نے فرمایا۔ اے زائدہ مجھے بشارت ہو۔ مجھے بشارت ہو۔ تجھے بشارت ہو۔ اس کے بعد آپ نے  
بنت زہراؑ کی روایت سے ایک طویل حدیث سنائی جو انھوں نے ذات احادیث کی زبانی سنائی تھی۔ اس میں ذات احادیث  
نے فرمایا ہے کہ۔

حسین اور اس کے انصار و اقربا کے مزارات اہل حق کی علامت۔ مومنین کی کامیابی و کامرانی کا باعث ہوں گے  
آسمان سے ایک لاکھ ملک نازل ہو کر ان مزاروں کا طواف کریں گے۔ نوحہ و بکا کریں گے۔ حسین اور اس کے سانحہ  
شہداء پر درود و سلام بھیجیں گے۔ زائرین حسین کے لیے استغفار کریں گے۔ تیری امت سے جو بھی ان کی زیارت  
کو آئے گا ان کے نام درج کریں گے۔ ان کے آباء اور ان کے تمام اقربا کے نام لکھیں گے۔ ان کی پیشانی پر علامت لگائیں  
گے۔ قیامت کے دن وہ علامت اس تحریر میں بدل جائیں گے۔ ہذا اثر قبر خیر المشہد اعدا بن خیر الانبیاء  
قیامت کے دن زائرین حسین کا نور اس طرح چمکے گا کہ اہل محشر کی آنکھیں خیرہ کریں گی۔ اسی نور سے ان کا تلافی  
ہوگا۔

## کربلا میں شہدائے اہلبیت

سجاد اور ابن شہر آشوب کے مطابق چونتیس شہدائے اہلبیت ہیں۔

بنی عقیل سے سات

۱۔ جناب مسلم ابن عقیل

۲۔ جعفر ابن عقیل۔

۳۔ عبدالرحمن ابن عقیل

۴۔ محمد ابن مسلم ابن عقیل

۵۔ عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل

۶۔ جعفر ابن محمد ابن مسلم ابن عقیل

۷۔ محمد ابن ابوسید ابن عقیل۔

ابن شہر آشوب نے مزید دو بھی لکھے ہیں۔

۸۔ عون ابن عقیل۔

۹۔ محمد ابن عقیل۔

جناب جعفر طیار کی اولاد سے تین شہدائے کربلا ہیں۔

۱۔ محمد ابن عبداللہ ابن جعفر

۲۔ عون اکبر ابن عبداللہ ابن جعفر

۳۔ عبید اللہ ابن عبداللہ ابن جعفر

اولاد امیر المومنین میں سے نو شہدائے کربلا ہیں۔

۱۔ حسین ابن علی

۲۔ عباس ابن علی

۳۔ محمد ابن عباس ابن علی۔

۴۔ عمرو ابن علی۔

۵۔ عثمان ابن علی۔

۶۔ جعفر ابن علی۔

۷۔ ابراہیم ابن علی۔

۸۔ عبداللہ اصغر ابن علی

۹۔ محسن اصغر ابن علی۔

امام حسن کی اولاد سے چار شہدائے کربلا ہیں۔

۱۔ محمد ابن حسن۔

۲۔ عبداللہ ابن حسن

۳۔ قاسم ابن حسن

۴۔ عمرو ابن حسن

امام حسینؑ کے نو فرزند میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

۱۔ علی اکبر ابن حسینؑ

۲۔ ابراہیم ابن حسینؑ

۳۔ محمد ابن حسینؑ

۴۔ حمزہ ابن حسینؑ

۵۔ علی اصغر ابن حسینؑ

۶۔ جعفر ابن حسینؑ

۷۔ عمرو ابن حسینؑ

۸۔ زید ابن حسینؑ

۹۔ عبداللہ ضعیف ابن حسن

اولاد اور ازواج غریب کربلا :-

ازواج :-

۱۔ جناب شہر بانو یا شہزادہ زنات بنت کسری۔

۲۔ ام لیلی بنت ابو مرہ ابن عروہ ابن مسعود ثقفی۔

۳۔ رباب بنت امرو القیس

۴۔ ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبداللہ۔





سے آگاہ نہیں کیا کرتا۔ وفات رسولؐ سے لے کر بنی عباس کے دور اقتدار کے خاتمہ تک کا عرصہ جو کم و بیش نو صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ آل محمد اور شیعیان آل محمد کو ختم کرنا ہی اسلام کا مرکزی نقطہ رہا ہے۔ لہذا کسی ایک تاریخ کو ختمنا صحیح ماننا اور دوسری کو یقین سے ٹھکرا دینا انصاف کے قتل کے مترادف ہوگا۔ البتہ کچھ واقعات ایسے ہیں جو مسلمہ ہیں۔ ان سے انکار بدہیات سے انکار ہوگا۔

ان حالات میں حقیقت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ جو واقعات تمام مورخین کے نزدیک مسلمہ ہیں انہیں نہ موضوع بنایا جائے اور نہ ہی ان میں مشکوک و شبہات پیدا کیے جائیں۔ مثلاً بنی اکرم کی ایک بیٹی حضرت علی کی معروف اولاد امام حسن کی معروف اولاد امام حسین کی معروف اولاد علیؑ ہذا القیاس۔

سابق شہدائے اہل بیت کے زیر عنوان امام حسینؑ کے قبیلے میدان کربلا میں شہید بتائے گئے ہیں۔ اگر اس تعداد کو درست مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام حسینؑ کے دس بیٹے تھے۔ نو میدان کربلا میں شہید ہوئے اور دسواں امام سجادؑ جو زندہ رہا۔

لیکن جو مسلمہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے تین بیٹے۔ علی اوسط۔ جو کربلا میں شہید ہونے والے علی نام کے دو بیٹوں سے بڑا تھا۔ اس لیے اس مناسبت سے علی اکبر مشہور ہو گیا۔ علی اصغر اور عبد اللہ رضیع۔ دیگر بیٹے جن میں مورخین کا اتفاق نہیں ہو سکا ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔

اسی طرح یہ بھی مسلم ہے کہ امام سجادؑ جناب شہر بانو یا شاہ زنان کے مدفن حفت سے تھے۔ میدان کربلا میں شہید ہونے والے علی اکبر کی ماں ام لیلیٰ ثقیفہ تھیں۔ علی اصغر باب بنت امرو القیس کے ششما سے ولدت ہوئے تھے اور نومولود۔ عبد اللہ رضیع کی والدہ ام اسحاق تھیں۔ اس کے علاوہ دائرہ عالم بالصواب۔

جہاں تک بیٹیوں کا تعلق ہے ان کے معاملہ میں تو تاریخ بہت زیادہ الجھ کر رہ گئی ہے۔ جناب فاطمہ صغریٰ کے متعلق اگرچہ اور کچھ نہیں ملتا۔ لیکن آنحضرتؐ کے مدینہ میں سب سے پہلے خبر شہادت ام المومنین ام سلمہ اور فاطمہ صغریٰ بنت حسین کو ہوئی۔ جناب ام المومنین ام سلمہ کو خواب میں نبی کونین کے ذریعہ اور جناب فاطمہ صغریٰ کو پرندے کے ذریعہ خبر شہادت موصول ہوئی۔

اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جناب فاطمہ صغریٰ بہر صورت دختر حسین تھیں اور مدینہ میں رہ گئی تھیں۔

اب یہ سوالات کہ کیوں رہ گئی تھیں؟ یہ ہماری اپنی فکری اختراع ہے جسے روایت میں درایت کے نام سے نا آشنائے تاریخ افراد پر مسلط کیا جاتا ہے۔ جو قطعاً خلاف انصاف ہے۔

کیونکہ خود ساختہ دلائل و دونوں طرف موجود ہیں۔ جب کہ جناب فاطمہ صغریٰ کے مدینہ رہ جانے کے قائل افراد کے پاس دیگر دلائل کے علاوہ تاریخ بھی ہے اور اس کے مقابلہ میں اس واقعہ سے انکار کرنے والوں کے پاس سوائے اپنے

ذہنی قیاسی اور خانہ ساز دلائل کے علاوہ کچھ نہیں۔

ہاں اس سلسلہ میں جناب فاطمہ صغریٰ کے مدینہ میں رہ جانے کے خلاف جو دلائل دیے جاتے ہیں ان میں ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ فاطمہ صغریٰ بنت حسین کے نام سے کوفہ سے شام تک خطبات موجود ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ جناب فاطمہ صغریٰ مدینہ میں رہ گئی تھیں۔

لیکن وہ لوگ دوسری طرف اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ محدثات آل محمد میں سے ایک سے زیادہ خواتین کے نام فاطمہ تھے۔ اور فاطمہ نامی کافی خواتین میدان کربلا میں موجود تھیں۔ فاطمہ بنت علیؑ بھی تھی۔ اب ظاہر ہے فاطمہ بنت علیؑ کے ہوتے ہوئے جو فاطمہ بھی ہوگی خواہ وہ فاطمہ دختران امام حسینؑ میں سے فاطمہ کبریٰ ہی ہو۔ فاطمہ بنت علیؑ کے مقابلہ میں فاطمہ صغریٰ ہی کہلائے گی۔

اسی طرح جناب سکینہ بنت الحسینؑ کے متعلق جو مسلم ہے وہ یہ ہے کہ یہ بی بی جناب رباب کی بیٹی تھی یورین کا اس میں اختلاف ہے کہ زندان شام میں امام حسینؑ کی جو بچی فوت ہوئی ہے۔ وہ سکینہ بنت حسینؑ تھی یا رقیہ بنت حسینؑ تھی۔

یہ تو متفقہ ہے کہ نام جو بھی تھا وہ تھی دختر حسینؑ۔ بقول سیدالعلماء علامہ علی نقی شام میں جو بچی بھی فوت ہوئی ہے وہی سکینہ تھی۔ اس کو موضوع بحث بنا کر کسی کو باطل اور کسی کو محقق اعظم کہنا بھی ہے۔ خون انصاف ہے۔

صاحب دمعۃ السابک نے اولاد امام حسینؑ کے سلسلہ میں متعدد روایات پیش کر کے کسی بھی روایت کو ترجیح نہیں دی۔

اسی لیے ہمیں آپ کا دقت لینا پڑا اور یہ چند سطور لکھ دی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جناب سکینہ کی وفات زندان شام میں پڑھتا ہے تو جو افراد اس کے قائل نہیں ہیں انہیں اس کے خلاف اصول شریعت کے مطابق کسی قسم کا فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے۔ اگر وہ حضرات ان روایات کو ترجیح دے سکتے ہیں جو روایات جناب سکینہ کے زندان شام میں وفات کے خلاف ہیں تو ان کا شرعی وظیفہ ہے کہ وہ ان دوسرے افراد کو بھی یہ حق دیں کہ وہ اپنی تحقیق کے مطابق ان روایات کو ترجیح دیں جن میں جناب سکینہ کی وفات زندان شام میں بتائی گئی ہے۔

اولاد امام حسینؑ کے سلسلہ میں سابقاً پیش کردہ دیگر روایات کے علاوہ یہ بھی مسلمہ ہے کہ امام حسینؑ کا سلسلہ نسل صرف اور صرف جناب سجادؑ سے چلا ہے۔ اور آپ کا کوئی ایسا بیٹا زندہ نہیں بچا تھا جس سے سلسلہ نسل چلا اور نہ ہی کسی بیٹے کی اولاد باقی تھی جس سے سلسلہ نسب چلتا۔

## کوفہ میں داخلہ سے شام روانگی تک :-

ہوف کے مطابق جب امیران آل محمد کا تائد کوفہ کے قریب پہنچا تو ابن زیاد اور عمر سعد کی منصوبہ بندی کے مطابق اس تائفہ کا استقبال کرنے کی خاطر کوفہ اور اطراف کوفہ سے آنے والے تمام تماش بین جمع ہو گئے۔ اس تائفہ میں امام سجادؑ کے علاوہ کچھ بچے بھی تھے۔ امام محمد باقرؑ زید ابن حسنؑ عمرو ابن حسنؑ اور زینوں سے جو رحمن ثنی ابن حسنؑ جب تائفہ بازار میں آیا۔ تو چھت سے ایک عورت نے پوچھا۔

من ای الاساری انتی  
تم کس علائہ اور قبیدہ کی قیدی عورتیں ہوں۔

ایک بی بی نے جواب دیا۔

من اساری آل محمد

ہم آل محمد کی قیدی بیٹیاں ہیں۔

وہ عورت یہ سنکر جلدی سے نیچے اتری چادریں اٹھائیں اور چھت پر آکر خدرات عصمت میں تقسیم کیں۔ ابھی تک بی بیوں نے چادریں سروں پر نہیں لی تھیں کہ شمر نے سپاہیوں کو حکم دیا جنہوں نے نیزوں سے چادریں چھین لیں۔ اہل کوفہ آل محمد کی یہ مظلومی دیکھ کر رونے لگے۔

جناب سجادؑ نے اہل کوفہ سے فرمایا۔

تعجب ہے کل ہمیں قتل کرنے میں پیش پیش تھے اور آج رونے میں بھی پیش پیش ہو اگر ہمیں تم نے قتل نہیں کیا تو پھر کس نے کیا ہے۔

اگر تم ہی نے قتل کیا ہے تو اب روتے کس بات پر ہو۔

استیاج میں مدام ابن بشیر اسدی سے مروی ہے کہ جب امیران آل محمد کا تائفہ وسط بازار میں پہنچا تو دختر علیؑ نے اپنے مجبور ہاتھوں سے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر فرمایا۔

ایہا الناس اُسْكُتُوا۔  
لوگو! خاموش ہو جاؤ۔

مدام کتابہ۔ بخدا! میں نے کسی بے بسی۔ مجبور اور مہم رسیدہ مرد کو بھی اس جرات اور ہمت سے خطبہ دیتے نہیں دیکھا جس ہمت سے بنت علیؑ نے خطبہ دیا۔

مجھے حیرت ہے کہ جو نہی اس مخدرہ نے آواز میں اتنا رعب تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پوری کائنات پر سنناٹا چھا گیا ہو۔

کسی ذمی روح کے تقص کی آواز تک نہیں کہہ سکتی تھی مدہ سے کہ اونٹ کے گھنے میں لٹکتی گھنٹیوں کی آواز تک ختم ہو گئی۔

حمد و ثنائے الہی اور صلوات بر محمد و آل محمد کے بعد۔  
 نبی نے فرمایا ابا بعد۔

اے بد نصیب کو فیو! اے غدار کو فیو! اے ذلیل کو فیو! اے فریب کار کو فیو! اب تو تمہاری آنکھوں سے  
 آنسو کبھی خشک ہوں گے اور نہ ہی تمہاری آہیں ختم ہوں گی۔۔۔۔۔ تم اس عورت کی مانند ہو جو سارا دن  
 موت کاٹ کر شام کو کاٹتے ہوئے کے ٹکڑے کر دے۔۔۔۔۔ تمہارے پاس خوشامد چا پوسی اور بادروغ گوئی کے  
 سوا کیا ہے!۔۔۔۔۔ بھوٹ تمہارا اور ہنا بچھونا ہے۔۔۔۔۔ اور کینزوں جیسی جی حضور ہی  
 تمہارا سرمایہ حیات ہے۔۔۔۔۔ تم طوطا چشم ہو۔۔۔۔۔ تم گندگی کے ڈھیر پر اگنے والی بنری اور  
 کھوٹا سک ہو۔۔۔۔۔ بخدا! تم نے آخرت کے لیے انتہائی بدترین سامان کیا ہے۔۔۔۔۔ تم اللہ  
 کے دائمی عذاب کے مستحق ہو چکے ہو۔۔۔۔۔ کیا آج میرے بھائی کے غم میں روتے ہو؟۔۔۔۔۔ ہاں  
 رولو تمہیں ہی تو رونا چاہیے۔۔۔۔۔ تم روزیادہ اور ہنوکم۔۔۔۔۔ تم نے ایسی لعنت لی ہے۔  
 ۔۔۔۔۔ تم نے ایسی مذمت خریدی ہے۔۔۔۔۔ تم نے ایسا داغ لیا ہے جو قیامت تک زائل  
 نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ بھلا خاتم الانبیاء کے فرزند۔۔۔۔۔ کان رسالت کے گوہر۔۔۔۔۔ جو انان  
 جنت کے سردار۔۔۔۔۔ ایام جنگ میں تمہارا بہارا۔۔۔۔۔ تمہارے گروہ کا حامی۔۔۔۔۔  
 تمہاری صلح کا مرکز۔۔۔۔۔ ہر غریب کا نگہسار۔۔۔۔۔ مصائب کے وقت جائے امن۔۔۔۔۔  
 وقت قتال مقام پناہ۔۔۔۔۔ تمہاری دلیوں کا محور۔۔۔۔۔ اور تمہاری راہ کے چراغ کا قتل کیسے  
 بھول سکتا ہے اور تمہارے دامن سے یہ داغ کیسے دھل سکتا ہے اپنی قیامت کے لیے تم نے بہت برا کاشت کیا  
 ہے۔ تھ ہو تم پر۔۔۔۔۔ تھ ہو تم پر۔۔۔۔۔ تھ ہو تم پر۔۔۔۔۔ تھ ہو تم پر۔۔۔۔۔ تھ ہو تم پر۔۔۔۔۔  
 تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔۔۔۔۔ تم نے بہت گھائے کا سودا کیا ہے۔۔۔۔۔ تم نے  
 غضب الہی کو دعوت دی ہے۔۔۔۔۔ ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی کو اپنا مقدر بنالیا ہے۔۔۔۔۔  
 رسوا ہو جاؤ کسی وقت سوچا بھی ہے کہ تم نے اپنے نبی کا جگر پارہ کیسے ٹکڑے ٹکڑے کیا؟۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم  
 ہے کہ تم نے کونسا کیا ہوا وعدہ توڑا ہے۔۔۔۔۔ کیا جانتے ہو کہ کس کی بیٹیوں کو بے مقنع و چادر کر کے تشہیر  
 کر رہے ہو۔۔۔۔۔ تم نے ایسی سیاہ بختی کا مظاہرہ کیا ہے جس سے آسمان لرز گئے۔ زمین کانپ گئی۔ پہاڑ  
 دہل گئے۔ کیا اس بات پر حیران ہو رہے ہو کہ آسمان سے خون کی بارش ہوتی ہے۔۔۔۔۔ قیامت کا عذاب بہت  
 سخت ہوگا۔۔۔۔۔ اس مہلت کو چھٹی نہ سمجھو۔۔۔۔۔ اللہ عذاب بازی نہیں کرتا۔۔۔۔۔  
 اور نہ ہی تاخیر سے اسے انتقام کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ یقین رکھو اللہ ہمارا اور  
 تمہارا سب کا نگران ہے۔

اشعار کا ترجمہ۔

اس وقت کیا جواب دو گے جب نبی کو نبی نے تم سے پوچھا کہ تم تمام امتوں کی نسبت آخری امت تھے۔ تم نے میرے اہل بیت سے کیا سلوک کیا۔ میری اولاد کو ذبح کیا۔ میری بیٹیوں کو بے مقنع و چادر کر کے رن بستہ کیا۔

اگر میں تمہیں اپنے اہل بیت سے بد سلوکی کی وحیت کر جاتا تو کیا اس سے بڑھ کر بھی کچھ کر سکتے تھے حالانکہ میں نے حسن سلوک کی منتیں کی تھیں۔

اس کے بعد امام سجادؑ نے فرمایا۔ چھو بھی اماں اتنا ہی کافی ہے۔ حمد خدا ہے آپ عالمہ غیر معلمہ ہیں۔ یہ سنتے ہی دختر زہراؑ خاموش ہو گئیں۔

خدا م کہتا ہے کہ میرے پہلو میں ایک بوڑھا کھڑا ہے تماشا رو رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ مٹائے آسمان اٹھا رکھے تھے اور کہہ رہا تھا۔

میرے ماں باپ تمہارے قدموں پر شاہ موں۔ تمہارے بوڑھے بوڑھوں سے۔ جوان جوانوں سے۔ اور عورتیں عورتوں سے افضل ہیں۔

اجتہاج ہی میں زید ابن موسیٰ نے اپنے باپ کے ذریعہ امام سجادؑ سے روایت کی ہے کہ اس کے کچھ دیر بعد دوسری جگہ جناب فاطمہ صفوی نے خطبہ دیا۔

اس سے اگلے چوک پر پھر جناب ام کلثوم زینب نے خطبہ دیا۔

خدا م ابن بشیر سے اجتہاج میں مروی ہے کہ آخر میں امام سجادؑ نے خطبہ دیا۔

مقتل کی بعض معتبر کتب میں میں نے دیکھا ہے کہ ہبل ابن سعید شمر زوری سے مروی ہے کہ بد قسمتی سے میں اس

دن کو فہم تھا جس دن امیران آل محمد کا قافلہ داخل کوفہ ہوا۔

میں نے خواتین کو فہم کو فہم لگا اور ماتم کرتے دیکھا۔ میں نے ایک من رسیدہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کچھ لوگ

جشن منارہے ہیں اور کچھ فوج خوانی اور ماتم کر رہے ہیں۔

اس بوڑھے نے کہا۔ کہیں تو مسافر تو نہیں۔

میں نے کہا۔ اگر میں مقامی ہوتا تو مجھے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی یا جشن منانے والوں میں ہوتا اور ہار دینے

والوں میں ہوتا۔

اس نے کہا۔ وہ دیکھ فرزند رسولؐ کا سر نوک نیزہ پر آ رہا ہے اور بے پالان کے اونٹوں پر ذریت رسولؐ کی

مستدرات رن بستہ بازار میں لائی جا رہی ہیں۔

اتنے میں سروں والے نیزے اور اونٹ قریب آ گئے۔ میں نے دیکھا کسی بھی خاتون کے سر پر نہ کوئی چادر تھی

اور نہ متنع۔ ہر ستور کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ بالوں سے پردہ بنائے ہوئے تھیں۔ کوڑی مستورات نے بچوں پر کھجوریں صدقہ کیں۔

ایک مستور نے باؤ ازل بند بچوں سے کہا۔ کھجوریں پیئیں دو۔

پھر ان مستورات سے فرمایا۔ صدقہ ہم پر حرام ہے۔

ایک مستور نے کہا۔ صدقہ تو آل محمد پر حرام ہے کیا تم آل محمد ہو۔

اس بنی بنی نے جواب دیا۔ کہ ہاں ہم آل محمد ہیں۔ اور ان روئے زمین پر ہمارے سوا کوئی عورت یہ دعویٰ نہیں کر سکتی۔

کبھی اونٹ پر ایک کسی پردہ اور کسی پر تین تین بیچیاں اور خواتین سوار تھیں۔

منتخب میں مسلم جصاص سے مروی ہے کہ مجھے ان زیادہ انوار اللامارہ کے اس حصہ کی نقلی کرنے کو کہا جس میں وہ دبار لگاتا تھا میں نقلی میں مصروف تھا کہ نفوس۔ ڈھولوں۔ گاؤں اور تالیوں کا شور بلند ہوا۔ میرے ساتھ مزدور تھیں نے اسے بھیجا معلوم کریں کیا ہے۔

کچھ دیر کے بعد آیا۔ اور بتایا کہ لوگ کہہ رہے ہیں زید کے باغی کا سر ہے۔

میں نے پوچھا۔ انہوں نے باغی کا نام نہیں بتایا۔

مزدور نے کہا۔ کہہ رہے تھے حسین ابن فاطمہ ہے۔

یہ سنتے ہی میں نے کام چھوڑ دیا۔ روتا بیٹا نیچے اترا۔ وہاں آیا جہاں اسیران آل محمد کا قافلہ آ رہا تھا۔ میں نچالیس اونٹ گنے۔ حتیٰ پرستورات سوار تھیں۔ نہ کسی اونٹ پر پالان تھا اور نہ کسی بنی کے سر پہ چادر تھی۔ ہر بنی نے بالوں سے پردہ بنایا ہوا تھا۔

کوئی عورتوں نے چھتوں سے بچوں کو صدقہ کی کھجوریں دیں۔ ایک بنی نے بچوں سے فرمایا۔ یہ ہمارے لیے کھانا جائز نہیں پھینک دو۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان بھوکے بچوں نے اس مستور کا حکم سنتے ہی کھجوریں منہ سے نکال کر بھی پھینک دیں۔ پھر اسی خندہ نے کوئی عورتوں سے فرمایا۔ خن آل محمد والصدقۃ علیہا حرام۔ ہم آل محمد ہیں۔ ہم پر صدقہ حرام ہے۔

ابو قطفان نے اپنی تالیف میں لکھا ہے کہ ایک شیعو کا کہنا ہے کہ مجھ سے ایک ایسا جرم سرزد ہوا ہے اگر مجھے اسی جگہ مناف نہ کر دیا جاتا تو میں اپنے جہنمی ہونے میں ذرا بھی شک نہ کرتا۔

راوی نے پوچھا۔ وہ کیا جرم ہے۔

اس نے بتایا کہ میں نے کوفہ میں دختران علی دہرہ کو بے پالان کے اونٹوں پر دیکھا ہے۔ ہوا یوں کہ میں کوڑ

ہی میں تھا لیکن مجھے کچھ علم نہ تھا کہ فرزند رسولؐ کے ساتھ امت نے کیا سلوک کیا ہے۔ ایک دن میں بازار کو فی میں بیٹھا تھا۔ میرا ذہن کسی غیر شعوری خوف سے سہما ہوا تھا۔ مجھے شب و روز میں بڑی تبدیلیاں نظر آرہی تھیں۔ دنیا تار یک تار ایک نظر آتی تھی۔ کوذکی دیواریں اس طرح معلوم ہوتی تھیں جیسے ان پر خون کا پستہ چڑھا دیا گیا ہو۔ ہر شخص کا لباس ایسے نظر آتا تھا جیسے اسے خون میں ڈبو کر نکالا گیا ہے۔

ہر شخص مجھے حیران و پریشان۔ ڈرا ہوا اور سہما سہما سا نظر آتا تھا۔ ہر طرف وحشت برس رہی تھی میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہو گیا ہے یا ہونے والا ہے۔

اسی اثنا میں یکایک بکیر و تمیل کی آواز گونجی پھر بہت بڑا شور و غل پیا ہو گیا۔ میں پتہ کرنے کی خاطر اٹھا کہ دیکھوں کیا ہے۔

میں نے دیکھا کچھ سرنیزوں کی نوک پر بلند تھے۔ کچھ ستورات برہنہ سر بے پالان کے اونٹوں پر تھیں ان ستورات میں بڑی بڑی ٹکی بھی تھیں اور کسٹن پیمیاں بھی تھیں۔ تمام ستورات نے بالوں سے منہ چھپائے ہوئے تھے۔ ان کے آگے آگے ایک نوجوان ایک موٹے تازے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جوان بیمار نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ اس کے دونوں پاؤں اونٹ کے پیچھے سے بندھے ہوئے اور ٹانگوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے سر پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ اور نہ ہی ٹانگوں پر کوئی کپڑا تھا۔

نیزہ برداردوں میں ایک شخص کے ہاتھ بہت لبا نیزہ تھا۔ اس کی نوک پر ایک سر تھا۔ سر پہ قتل وغیرہ کے کوئی آثار نہ تھے۔ نیزہ بردار بڑے فخریہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔

میں لمبے نیزے والا ہوں۔

انا صاحب الرصح الطویل۔

میں چمکتی تلوار والا ہوں۔

انا صاحب السیف الصقیل۔

میں دین کی بنیادوں کا قائل ہوں۔

انا قاتل الدین الاصل۔

اونٹوں پر سوار ٹوتوں میں سے ایک مستور نے اس ظالم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس کے آگے یوں بھی تو کہ۔

میں اس کا قاتل ہوں جسے گوارے میں جبریل لوری دیتا تھا

من ناغاة فی المہد جبرائیل۔

میں اس کا قاتل ہوں جس کے میکائیل اور اسرافیل نوکرتھے

ومن خدامہ میکائیل واسرافیل۔

میں اس کا قاتل ہوں کہ صلصائیل زرتشت جس کا آزاد کردہ

ومن عتقا نہ صلصائیل۔

غلام تھا۔

میں اس کا قاتل ہوں جس کے قتل سے رب جلیل کا سرش

ومن اہتز لقتلہ عرش۔



کاپ گیا۔

الجلیل۔

تل یا ویک۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے یوں کہہ۔

میں محمد مصطفیٰ علی المرتضیٰ فاطمہ زہرا حسن مجتبیٰ ائمہ

انا قاتل محمد المصطفیٰ علی المرتضیٰ وفاطمۃ الزہراء حسن المزی و الہدی و ملائکہ السماء والانبیاء والاولیاء

لای۔ ملائکہ سہار۔ انبیاء اور اولیاء کا قاتل ہوں۔

میں ایک اونٹ کے قریب گیا۔ اور ایک بی بی سے پوچھا۔

یہ سر کیسے ہیں اور تم قیدی کہاں سے ہو۔

اس بی بی نے جھٹک کر فرمایا۔

تجھے شرم نہیں آتی کہ ہماری طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔

اس آواز میں ایسا رعب تھا کہ میں غیر ارادی طور پر بیٹھ گیا۔ میرا سر چکرانے لگا۔ مجھے سنبھلنے میں کافی دقت لگا جب تک میں سنبھلتا وہ قافلہ آگے جا چکا تھا کہ میں غیر ارادی طور پر اپنے سر اور منہ پر ٹلپے مارتا ہوا آگے بڑھا۔ اسی اونٹ کے قریب جا کر سر جھکایا۔ اونٹ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ میں بے ساختہ دھاڑیں مار کر رو رہا تھا۔ اب پوچھنے کی ہمت نہ تھی۔

میری صدائے گریہ سنکر اس مخدہ نے پوچھا۔ کیوں رو رہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ آپ کی غربت۔ آپ کی مظلومیت۔ آپ کی کسمپرسی۔ اور آپ کی بے چارگی پر رو رہا ہوں

لیکن مجھے معلوم نہیں کہ آپ کون ہیں؟

اور یہ سر کس کے ہیں؟

اس مخدہ نے کہا۔ میں زینب بنت علی ابن ابی طالب ہوں۔ دیگر تمام قیدی مستند نبات رسولؐ ہیں۔

و خیران علی وزہرا ہیں۔ بیسے نیزہ پر بیرے بھائی حسین کا سر ہے جسے کربلا میں تین دن کلبیا سا ذبح کیا گیا ہے۔

دوسرے سر ذریت رسولؐ کے ہیں۔ جو نصرت حسین میں پیاسے شہید کیے گئے ہیں۔ ہمارے آگے اونٹ پر جو نوجوان

بیمار سوار ہے۔ وہ علی ابن حسین اور اس وقت امام وقت اور حجت خدا ہے۔

یہ سنتے ہی میں نے دیوار سے ٹکرائی۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ منہ اور سینہ پر ماتم کرنے لگا۔ اور عرض کیا۔

میری آقا زادی میں نے پہلی مرتبہ بھی آپ کی غربت اور مظلومیت پر ترس کھاتے ہوئے دیکھا تھا میں آپ کے شیعوں

سے ہوں۔ میرے لیے یہ سکر زندگی بھر ماتم کرنا بھی سودمند نہیں ہوگا۔

بی بی نے فرمایا۔ اگر تو ہمارا محب ہے تو پھر ہماری مدد کیوں نہ کی۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی میری سیاہ بختی اور بد نصیبی نے مجھے توفیق نہیں دی۔

شیخ مفید کے مطابق جب ابن سعد سر اور امیران آل محمد کو لے کر کوفہ پہنچا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ آج دیر ہو چکی ہے کل صبح سر اور قیدیوں کو پیش کیا جائے۔ دوسرے دن اس خبیث نے دربار عام میں اعلان کیا۔ اور اذن عام دے دیا کہ جو چاہے داخل دربار ہو کسی قسم کی پابندی نہیں ہے جب دربار لگ گیا تو اس نے حکم دیا کہ غریب نہر کا سر اور دیگر شہداء کے سر لائے جائیں۔

جب فرزند رسولؐ کا سر سونے کے ٹشت میں رکھ کر اسے پیش کیا گیا تو اس نے اپنے سامنے سر رکھا۔ سر دیکھ کر مسکرایا۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی چھڑی مظلوم کے بلاء کے دندان مبارک پر مار کر کہنے لگا۔ اے ابوبکر! اللہ بہت جلد بوڑھے ہو گئے تھے۔ دربار میں سے ایک شخص نے کہا۔

ظالم اب بس بھی کر۔ بوسہ گاہ نبوی سے چھڑی اٹھالے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے سرتاج انبیاء کو انہی لبوں اور دانتوں کو چوستے دیکھا ہے۔ اس نے کہنے والے کی بات کی پرواہ نہ کی۔ اور اسی انداز میں چھڑی مارتے ہوئے کہنے لگا۔ یوم بیوم بدر حسین بدر کے مقتولین کا بدلہ کر بلا میں پورا ہو گیا ہے۔

پھر صحابی رسولؐ زید بن ارقم نے کہا۔ دونوں لبوں سے چھڑی اٹھا لے ظالم جس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے رسولؐ کو دیکھا ہے وہ ان لبہاے مبارک کو کافی دیر تک جوم جوم کر روتے تھے۔ ابن زیاد نے کہا۔ اگر بڑھاپے آپ کی عقل نہ جاٹ لی ہوتی اور تو اپنے ہوش میں ہوتا تو میں ابھی جلا کو تیری گردن مارنے کا حکم دیتا۔

زید بن ارقم اٹھ کھڑا ہوا۔ دربار سے باہر گئے لگا۔ اور آتے ہوئے کہتا رہا۔ اے لوگو! یاد رکھو تم نے فرزند زہرا کو قتل کر کے ابن مر جانہ کے ہاتھ میں اپنی باگ دے دی ہے آج کے بعد تم سے بدتر غلام کوئی نہ ہو گا۔ تمہارے شرناہ کو یہ قتل کرے گا اور کمینوں کو زرخید غلام بنائے گا۔ لعنت ہے ان لوگوں پر جو اس ذلت اور سوائی کو قبول کریں گے۔

پھر پیچھے پلٹے۔ بنر ابن زیاد کے قریب آگیا میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں ممکن ہے تجھے وہ پسند نہ آئے اور تیرے ذہن کے لیے گراں ہو۔

ایک دن مسجد نبویؐ میں سرتاج انبیاء تشریف فرما تھے۔ دیگر صحابہ میں امیر المومنین علیؑ بھی بیٹھے تھے۔ دونوں شہزادے آئے آپ نے اٹھ کر دونوں کو اٹھایا۔ سندرنات پر بیٹھ گئے۔ حسن کو دائیں اور حسین کو بائیں زانو پر بٹھا کر پہلے دونوں کے لب چومتے پھر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَوْدِعُكَ اَیَّاهُمَا وَصَالِحِ  
الْمُؤْمِنِیْنَ ۔

اے ابن زیاد بھلا تو خود سوچنا کہ تو نے امانت نبویہ سے کیا سلوک کیا ہے ۔

اس کے بعد ابن زیاد نے دختران نبی کو پیش کرنے کا حکم دیا ۔

ثانیہ زہراؑ بوسیدہ لباس میں تھی ۔ داخل دربار ہونے کے بعد بی بی ایک طرف خاک پر بیٹھ گئی ۔ دیگر مستورات  
نے ہر طرف سے گھیر لیا ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ یہ کون ہے جو دربار میں امیر ہونے کے باوجود میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئی ہے ۔  
ثانیہ زہراؑ نے کوئی جواب نہ دیا ۔

ابن زیاد نے دوسری مرتبہ پوچھا ۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا ۔ جب دختر علیؑ نے کوئی جواب نہ دیا تو شمر نے آگے بڑھ کر  
کہا یہ دختر علی زینب ہے ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے تمہیں رسول کیا ہے ۔ تمہیں موت سے دوچار کیا ہے اور تمہاری اسلامی  
بدعت کو نابود کیا ہے ۔

بنت زہراؑ نے فرمایا ۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اپنے نبی کی سعادت بخشی ہے اور ہمیں ہر جس سے  
اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے ۔ رسول اور شرمسار ہوتے فاجر اور جھوٹے ہوتے ہیں بجز اللہ  
وہ ہمارے انبیاء ہیں ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ دیکھ لیا ہے اللہ نے تم اہل بیت سے کیا سلوک کیا ہے ۔  
بی بی نے فرمایا ۔ شہادت میرے اہل بیت کا مقدر تھی ۔ وہ اپنی مقتل میں آئے شہادت کی سعادت حاصل کی ۔  
کل بروز خضر اللہ تجھے ان کے مدفن پیش کرے گا ۔ ان کی شہادت کا مقدمہ چلے گا ۔ پھر پتہ چل جائے گا کہ اللہ نے میرے  
اہل بیت سے کیا سلوک کیا ہے ۔

ابن زیاد غصہ سے پھر گیا ۔ اس نے ارادہ قتل کیا ۔

عمر و ابن حریث نے کہا ۔

اے امیر یہ درو رسیدہ اور ستم دیدہ عورت ہے عورتوں کا باتوں پر ان کا مواخذہ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی انکی  
خدمت کی جاتی ہے ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ تیرے سرکشوں اور تیرے اہل بیت کے قتل سے میرا دل ٹھنڈا ہوا ہے ۔

یہ سنکر بنت زہراؑ کی آنکھوں کے بندھن ٹوٹ گئے ۔ بے ساختہ رو کر بی بی نے فرمایا ۔ تو نے میرے بوڑھے  
قتل کر دیتے ۔

میری شاخیں کاٹ ڈالیں۔ میری بنیادیں ہلا دیں۔ میری مخدرات کو سر برہنہ تشہیر کرایا اگر انہی اعمال سے تیرا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو واقعاً آج تیرا دل ٹھنڈا ہوگا۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ بڑی فصیحہ اور بلینڈ سے اس کا باپ بھی بڑا ادیب تھا۔

بنی بنی نے فرمایا۔ عورت اور قافیہ بندی کا کیا تعلق ہے۔ اس قافیہ بندی کے علاوہ میرے غم اور تفکرات بہت زیادہ ہیں۔ یہ تو دل کے پچھوے تھے جو جل اٹھے اور میں نے کسی تشنec کے بغیر جو حقائق تھے مجھے ان سے مطلع کر دیا ہے ممکن ہے کسی وقت مجھے اس خواب غفلت سے ہوش آجائے۔

اس کے بعد جناب علی ابن حسینؑ زمین العابدینؑ کو ابن زیاد کے پیش کیا گیا۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو کون ہے؟

امام سجادؑ نے فرمایا۔ میں علی بن حسینؑ ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ کیا اللہ نے علی ابن حسینؑ کو قتل نہیں کر دیا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ میرا بھائی تھا جس کا نام علی تھا۔ اسے لوگوں نے قتل کر دیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ لوگوں نے نہیں اللہ نے قتل کیا ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ اللہ تو اس وقت وفات سے دو چار کرتا ہے جب کسی کی زندگی کے ایام پورے

ہو چکے ہوں۔

ابن زیاد غضب ناک ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

کیا تجھ میں یہ جرات ہے کہ مجھے ترکی ترکی جواب دے۔ اور تجھ میں یہ ہمت ہے میری بات کو رد کر سکے۔ اسے

ابھی بے جاؤ اور قتل کر دو۔

بنت نہرائے جب ابن زیاد کا یہ حکم سنا تو اٹھ کھڑی ہوئیں اور فرمایا۔ ابن زیاد مجھے معلوم ہے کہ تو نے اس بیمار کے علاوہ میرا کوئی بھی نہیں چھوڑا اگر اسے قتل کرنا ہی ہے تو پھر مجھے اس کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کرنا ہوگا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔

پھو پھی جان اب مجھے اس سے ایک بات کہنے دیں۔ پھر فرمایا۔

ابن زیاد۔ کیا تو مجھے قتل کی دھمکیاں دیتا ہے۔ ابھی تک مجھے یقین نہیں ہوا کہ قتل ہماری عادت ہے اور شہادت

ہمارا فخر ہے۔

بنت نہرائے مجھو رہا تھوں کے باوجود جناب سجادؑ سے چٹ گئی اور فرمایا۔

ابن زیاد۔ ہمارے تو قتل کر چکا ہے انہیں کافی سمجھ۔ میں مزید قتل برداشت نہیں کروں گی اور اس وقت تک

اسے نہیں چھوڑوں گی جب تک اپنا حکم واپس نہیں لے گا۔

ابن زیاد نے ایک مرتبہ بنی کو اور دوسری مرتبہ جناب سجادؑ کو دیکھا اور کہنے لگا۔ تعجب ہے خون میں کتنی کشتش ہوتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ عورت اپنی جان دے دے گی۔ اسے چھوڑ دے۔

منتخب اور شرح شافینہ میں ہے کہ دربار میں موجود عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ اسی اثنا میں محل کے ایک طرف سے آگ کا ایک شعلہ ابن زیاد کی طرف پڑا۔ تمام دربار میں جگہ جگہ چمک گئی۔ ابن زیاد منبر سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔

سرِ مظلوم جو طشت میں رکھا تھا۔ اس سے آواز آئی۔ جسے دربار میں موجود ہر شخص نے سنا۔ اے ملعون کہاں تک بھاگے گا یہ آگ تیرا مقدر ہے۔ اب نہ بھاگ تجھے صرف تنبیہ کے طور پر آگ دکھائی گئی ہے۔ اگر اللہ چاہے تو بھاگ نہ سکے۔

اس کے بعد آل محمد کو زندان میں لے جانے کا حکم دیا۔ دوسرے دن ابن زیاد نے حکم دیا کہ سرِ مظلوم کو کوفہ کی تمام گلیوں اور کوچوں میں پھرایا جائے۔

تظلم الزہراءؑ میں حادثہ ابن وکیدہ سے مروی ہے کہ میں اپنے کمرہ میں بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ کہ میں نے انتہائی دلکش انداز میں ان اصحاب اکہف والرقیم کا نوا میں ایسا تنہا عجا کی تلاوت سنی۔ میرے دل میں شک سا گزرا کہ یہ سر کیسے تلاوت کرتا ہے کہیں کوئی چکر نہ ہو۔ اس شک کے ساتھ ہی سر نے کہا۔

اے ابن وکیدہ آئمہ اور انبیاء کے متعلق ایسا شک جائز نہیں ہوتا۔ اللہ کی طرف سے ہمیں جو قوت زندگی میں میسر ہوتی ہے بیدار شہادت وہ سلب نہیں ہو جاتی۔ قدرتِ خالق کے اظہار کی خاطر اس قسم کے تہنرات کا حق ہمیں ہر وقت رہتا ہے۔

ابن وکیدہ کہتا ہے۔ میں نے کہا۔ فرزند رسول! آپ نے درست فرمایا ہے۔ اور آپ کا قصہ اصحاب اکہف سے کہیں زیادہ عجیب تر ہے۔ پھر میں نے خیال کیا کہ کسی طریقہ سے سر کو ان ملائین کے قبضہ سے نکالا جائے خواہ چوری ہی کرنا پڑے۔

سرِ مظلوم کو بلانے فرمایا۔ ابن وکیدہ ایسا کبھی نہ کرنا۔ یہ تیرے بس کی بات نہیں ہے۔ میرے سر کی اس تشہیر کی نسبت میرا قتل زیادہ گھناؤنا جرم ہے۔ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے انہیں اس وقت پتہ چلے گا جب ان کے گلے میں آتشیں طوق ڈال کر انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

لہو ف میں ابن طاووسؑ نے لکھا ہے کہ جب سرِ مظلوم کو ہر گلی دو کوچہ میں تشہیر کیا جا رہا تھا اسی وقت ابن زیاد منبر پر آیا اور اپنی فتح کے سلسلہ میں اپنی یزید کی اور بنی امیہ کی تالیف کرنے لگا۔ اور آل محمد کے خلاف لائف زنی کرنے لگا۔ مسجد میں عبد اللہ ابن عقیف ازادی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ شخص حضرت علیؑ کے صف اول کے شیعوں سے تھا

اس کی دایں آنکھ جنگ جمل میں اور بائیں جنگ صفین میں قربان ہو چکی تھی۔ ہر وقت مسجد اعظم میں مصروف عبادت رہتا تھا۔

جب ابن زیاد نے آل محمد کے خلاف ہرزہ سرائی کی تو ابن عقیف اٹھ کھڑا ہوا اور فرمایا۔  
اے ابن زیاد۔ اب خاموش بھی ہو جا اولاد انبیاء کو قتل کر کے امت مسلمہ کے منبر پر بیٹھ کر یہ لاف زنی کرتے ہوئے شرم نہیں آ رہی۔  
ابن زیاد نے کہا۔ یہ کون ہے؟

جناب عقیف نے فرمایا۔ میں ہوں اے دشمن خدا اور رسول اس ذریت کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں جن سے اللہ نے ہر قوم کے جس کو دور رکھ کے اس طرح پاکیزہ رکھا جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔ کاش آج مہاجرین و انصار کی غیور اولاد ہوتی۔ وہ تجھے بتاتی کہ خدا اور رسول کی زبان سے شجرہ ملعونہ کی حمایت کرنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

ابن زیاد غصے سے پھر گیا۔ اس کے گلے کی رگیں پھول گئیں۔ اس نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ یزیدی سپاہی جناب ابن عقیف کو گرفتار کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔ بنی ازد کے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے جناب ابن عقیف کو اپنی حفاظت میں لے کر ان کے گھر پہنچایا۔  
کافی دیر بعد ابن زیاد نے اپنے ایک سالار کو پانچ سو سپاہی کے ساتھ بھیجا کہ جاؤ اور اس ازدی کو گرفتار کر لاؤ۔

یہ لوگ جناب ابن عقیف کے دروازہ پر آئے اور دروازہ توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔  
جناب عقیف کی ایک فوجیر بیٹی تھی اس نے بتایا ابا جان! فوج اسٹھیا اگئی ہے۔  
ابن عقیف نے فرمایا۔ بیٹی پریشان نہ ہو۔ مجھے میری تلوار دے دے میرے قریب کھڑی ہو جا اور جس طرف سے کوئی حملہ کرے مجھے بتاتی جانا۔

جناب ابن عقیف رجز خوانی کرنے لگے اور ان ملائین سے لڑنے لگے۔ سچی بتاتی رہی ابا جان اس طرف سے حملہ ہو رہا ہے اور اس طرف سے حملہ ہو رہا ہے۔ دافز مقدار میں یزیدیوں کو فی النار کرنے کے بعد بالآخر گرفتار ہو گئے۔ اور ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔

ابن زیاد نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تجھے گرفتار کر دیا ہے۔  
جناب ابن عقیف نے فرمایا۔ اگر میری آنکھیں سالم ہوتیں تو تجھے پتہ چلتا کہ میں کیسے گرفتار ہوتا ہوں ویسے اب بھی اپنے سالار شکر سے ذرا پوچھ لے کہ ایک نابینا مجب علی کو گرفتار کرنے کی خاطر سے کتنی لاشوں سے گزرنا پڑا۔



مشورہ میں اپنے باپ سعد کو دیتا۔ اس سلسلہ میں میں نے کسی قسم کی غدار ی نہیں کی۔ لیکن آپ نے اس وقت میری بات نہ مانی اور اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈیے۔

ابن زیاد نے کہا۔ گویا تو اب بھی قتل حسین پر پشیمان ہے۔

ابن سعد نے کہا۔ میں تو پہلے بھی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میرے سر میں ایک خواہش تھی جیسے جیسے وہ ٹھنڈی پڑتی جائے گی ویسے ویسے اس بے فائدہ خدمت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور اس ندامت سے آپ بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ آپ اس حقیقت کو تسلیم کرتے جائیں گے کہ قتل حسین سے اموی حکومت کی کوئی خدمت نہیں ہوئی بلکہ اس کی چولیں مل گئی ہیں۔

عبد اللہ نے کہا: ہم نے درست کیا ہے۔ عبد اللہ کے ساتھ اس کا بھائی عثمان ابن زیاد بھی بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

بھیا آپ کے جبر و استبداد کی بدولت کوئی شخص آپ کے سامنے نام نہیں لیتا۔ ورنہ عمر ابن سعد کی بات درست ہے۔ فرزند رسولؐ کے قتل سے جو کلنک کا ٹیکہ بنی زیادہ۔ اور بنی امیہ کی پیشانی پر لگ چکا ہے۔ یہ کبھی نابل نہ ہو گا۔ آپ کی کوشش کے باوجود حسین نہیں مر سکا وہ آج تک بھی زندہ ہے اور جب تک دنیا ہے اس وقت تک زندہ رہے گا۔ تاریخ ہمیشہ حسین کی مظلومیت اور ہمارے ظلم کو یاد کر کے حسین پر رحمت اور ہم پر لعنت ہی کرتے رہے گی۔

ابن سعد نے کہا۔ اے امیر! میں یہ سمجھ چکا ہوں آج تک اتنا خسارے کا سودا کسی نے نہ کیا ہو گا جتنا میں نے کیا ہے۔  
ابن زیاد نے کہا۔ وہ کیسے۔

ابن سعد نے کہا۔ میں نے ان زیادہ کی اطاعت میں اللہ و رسول کی نافرمانی کی ہے۔ فرزند رسولؐ کو دسوا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے مقابلہ میں دشمنان خدا و رسول کی نصرت کی ہے۔ میں نے حسین سے قطع رحمی کر کے اپنے دشمن سے ناٹھ جوڑا۔ ایسے اللہ کی نافرمانی کی۔

مجھے معلوم ہے کہ میں نے کتنے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور جس لاپرواہی کی خاطر کیا ہے آپ کی باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ بھی پورا نہیں ہوگا۔

ابن سعد اپنے کو ملامت کرتا ہوا ابن زیاد کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔

مدینہ میں اطلاع :-

لغوف میں ابن طاووس نے لکھا ہے کہ ابن زیاد جب اپنا جشن فتح منایا چکا تو اس نے عبد الملک ابن ابوالحارث



سلسلے سے کہا کہ مدینہ میں جا کر عمرو ابن سعید ابن عاص کو قتل حسین کی بشارت دے۔

عبدالملک کہتا ہے کہ جب میں مدینہ پہنچا تو عمرو سے پہلے ایک قریشی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا۔ کوئی نئی بات ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں امیر کے پاس چلے آؤ۔ نئی بات ہے۔

اس نے وہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ تیرا انداز یہ بتا رہا ہے کہ فرزند رسولؐ کو شبہید کر دیا ہے۔

میں جب مروان سعید کے پاس گیا تو اس نے پوچھا۔

کیا خبر ہے؟

میں نے کہا۔ وہ خبر جس سے امیر کا دل ٹھنڈا ہو جائے۔ فرزند رسول متقل ہو گیا ہے۔

عزیز نے کہا۔ جیسے یہ خوشخبری تو نے مجھے سنائی ہے۔ اہل مدینہ کو بھی تو یہی اسی طرح سنا سکتا ہے۔ جا اور منادی کر دے۔

میں نے مدینہ کے گلی کوچوں میں جب قتل حسین کی منادی کی۔ تو بخدا پورے مدینہ میں ماتم کا ایک طوفان اٹھا۔ ہر گھر سے نوحہ و بکا کی دلدوز صدا میں آنے لگیں۔ محمد بنی ہاشم تو بالخصوص ماتم کدہ بن گیا۔ مدینہ کے تمام نرن و مرد ام المؤمنین ام سلمہ اور جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کے پاس یہ رسہ کو آنے لگے۔  
میں واپس عمر کے پاس آیا۔

جب اس نے محلہ بنی ہاشم سے ہمدانے نوہ و بکا سنی تو مسکرا کر کہنے لگا۔ چلو حساب برابر ہو گیا۔ جنگ بدر کے بعد ہمارے گھروں میں بھی تو ایسے ہی نوہ و بکا ہوا تھا۔

عبداللہ ابن سائب نے کھڑے ہو کر کہا۔

اے عمر و اگر آج دخترِ رسول ہوتی تو کیا کہتی۔

علم و نئے کہا۔ تم مجھے کیا ہے کیا کہتی۔

جنگ بدر کے بعد ہماری مستورات نے کیا کہا تھا۔ کسی کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جس طرح ہماری مستورات کو ایک وقت کے بعد حوصلہ آگیا تھا اسی طرح دختر و رسول بھی ایک عرصہ تک رو کر چپ ہو جاتی۔ ابتدا تو اسی کے باپ نے کی تھی۔ ہم نے تو اسنا بدل ہی لیا ہے۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق جناب عبداللہ ابن جعفر کے ایک غلام ابوالکاسل نے جناب عبداللہ کی خوش آمد کرتے ہوئے کہا۔

دیکھئے حضورِ احسینؑ کی وجہ سے ہمارے دو مہماندہ سے لال بھی ذبح ہو گئے

جناب عبداللہ نے جتناے کہ اس کی مرمت کی اور فرمایا۔

ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے تو شریف ناں کا بیٹا نہیں ہے۔ بخدا! اگر میں حسینؑ کے ساتھ ہوتا تو میں بھی ہرگز پیچھے نہ رہتا۔ اگر مجھے ایک طرف سے افسوس ہے کہ میں کیوں وہاں موجود نہ تھا۔ تو دوسری طرف سے مجھے یہ اطمینان بھی ہے کہ میرے بچوں نے میرا بھرم رکھ لیا ہے۔ اور میرا بھی حسینؑ کے ساتھ حقہ موجود ہے۔ اور کہا جادفع ہو جایاں سے۔

امالی طوسی اور سحر کے مطابق یزیدی فوج نے خیام آل محمد سے جو کچھ بھی لوٹا تھا کسی کو نصیب نہ ہوا۔ جس نے کپڑے بیئے وہ پاگل ہو گیا۔ جس نے سوغان استعمال کیا وہ مبروس ہو گیا۔ جس ناقہ پر سوار ہو کر امام حسین نے فوج یزید کے سامنے آخری خطبہ دیا تھا۔ اسل اوٹسی نے جب خیام کو چلتا ہوا دیکھا تو دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ اپنے تمام جسم کو اپنے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر بھولہ بان کر دیا۔

یزیدی سپاہی اسے پکڑنے کو آئے اور ٹپنی کو بائٹنے لگے انہوں نے بہت کوشش کی کہ اپنے کیپ میں بے جاٹیں لیکن اور ٹپنی پہلے تو خیمہ مظلوم کر بلا کی جگہ آئی۔ جب دیکھا کہ خیمہ جل چکا ہے تو بڑھ گئی۔ اس جگہ کو سو گھنٹہ سو گھنٹہ کے سر زمیں پر لانے لگی۔ اور اُسو بہانے لگی۔ یزیدیوں نے چابکوں سے تشدد کی انتہا کر دی۔ لیکن اور ٹپنی نہ اٹھی۔

بالا خراچی مرضی سے اٹھ کر سونے تقصیر نواہ ہوئی۔ ایک ایک لاشہ کو منگھتی ہوئی فرزند رسول کے لاشہ پر آئی۔ اور قریب بیٹھ گئی۔ اس زہر سے دھڑلے مار کر روٹی کو پورا کر بلا کا پ گیا۔ یزید یوں نے اسی جگہ سے نھر کیا۔ اور گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔ جب گوشت کو پکا یا۔ اور کھانے بیٹھے۔ تو ان کے منہ میں گوشت چھرن گیا۔

کو قہ سے سوتے شام

لہو، بکار، ارشاد مفید۔ ایتر المذاب۔ منتخب۔ مقتل الامتخاف اور خراج کے مطابق ابن زیاد نے کوفہ میں تشہیر آل محمد کے دوسرے دن یزید کو فتح کی مبارک باد بھجوائی۔ اور مزید ہدایات طلب کیں۔ یزید نے جواب میں ابن زیاد کو لکھا کہ تمام شہداء کے سر اور امیران آل محمد کو میرے پاس شام بھیج دے۔ اس پر دس عرصہ میں امیران آل محمد زندان کوفہ میں رہے یزید کا حکم آنے کے بعد ابن زیاد نے امیران آل محمد کو رگن بستہ اور سرائے شہداء کو نیزوں پر سوار کیا جناب سجاد کے ہاتھوں میں رسیاں۔ پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈلوائے اور زجر ابن تمیم کو سروں کا انچارج۔ محض ابن ثلبیہ اور شمر کو امیروں کا گھرانہ بنا کر شام روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ کوفہ سے شام تک ہر جگہ ہر ممکن انتظام کرے۔

۱۵ اس مدت پر مفصل تبصروم نے معالی السبطین کے ترجمہ میں پیش کر دیا ہے شائقین تحقیق وہاں رجوع فرما سکتے ہیں۔ ایضاً جلدی۔

ذیت رسول کی تشریف کرائی جائے۔

پہلی منزل پر جہاں انہوں نے قیام کیا۔ کھانے کو بیٹھے۔ ایک دیران مکان تھا۔ بوسیدہ دیوار سے ایک بھٹی بنا دی ہوئی جس پر یہ شعر لکھا تھا۔ کیا وہ امت جس نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے۔ جد حسین کی امید شفاعت رکھ سکتی ہے۔

بجدا ایسے ہرگز نہ ہوگا۔ یہ لوگ محروم شفاعت ہوں گے اور دائمی عذاب ان کا مقدر ہوگا۔  
یہ اشعار دیکھ کر ہم گھبرا گئے۔ اداسی و غم وہاں سے کوچ کیا۔

تادیب پہنچے۔ تادیب سے آگے تکریت آئے۔ تکریت کے حاکم نے ان کی خواہش کے مطابق ان کے استقبال کی تیاری کی تکریت کا ایک عیسائی کو ذمہ دیا تھا۔ جب سر مظلوم کو ذمہ لایا گیا۔ وہ تمام حالات سے واقف تھا۔ اس نے تمام عیسائی برادری کو جمع کر کے بتایا۔

کہ جن سروں اور قیدیوں کا تماشہ کیا جائے والا ہے یہ باغی نہیں ہے بلکہ ذریت رسول ہیں۔ جب تکریت کے پادریوں کو اس بات کا علم تو انہوں نے تو سب بجا کر تمام عیسائیوں کو جمع کیا اور انہیں حقیقت حال سے مطلع کر کے کہا۔ کہ خبردار تم میں سے کوئی ذریت نبویہ کے تماشہ میں نہ جائے۔ ہم ذریت نبویہ کے قاتلوں سے اعلان برات کرتے ہیں جب یزیدیوں کو یہ اطلاع ملی تو وہ گھبرا گئے اور تکریت میں داخل ہوئے بغیر آگے بڑھ گئے۔  
تکریٹ سے آگے دیر عروہ پر آئے۔

دیر عروہ سے صلینا آئے۔

صلینا سے وادی نخعہ آئے۔

وادی نخعہ میں ایک رات قیام کیا۔ اس بگڑ ساری رات جنت کی نوحہ خوانی اور فرزند رسولؑ پر ماتم سے سو نہ سکے۔ وادی نخعہ سے چل کر یہ لوگ لینا میں آئے یہ بڑا آباد شہر تھا۔ جب یہاں کے مکینوں کو پتہ چلا تو سب گلیوں میں نکل آئے حسینؑ اور ذریت رسولؑ پر درود و سلام اور ان کے قاتلین پر لعنت کرنے لگے اور انہوں نے یزیدیوں سے کہا اے اولاد انبیاء کے قاتلو! ہمارے قصبہ کو غرق نہ کرو یہاں سے نکل جاؤ۔

لینا سے آگے بڑھ کر کھیل آئے۔ اور کھیل سے چل کر قصبہ۔ بھینہ سے ان لوگوں نے والی موصل کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس فرزند رسولؑ کا سر اور ذریت رسولؑ کے قیدی ہیں۔ والی موصل نے چھ میل باہر جا کر ان کا استقبال کیا۔ جب اہل موصل کو پتہ چلا کہ فرزند رسولؑ کا سر اور آل محمدؑ کے قیدی ہیں تو وہ سب جمع ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر داخل شہر ہوئے تو سر اور قیدی ان سے پھینک لیں گے۔ یزیدیوں کو اہل موصل کے اس مشورہ کا پتہ چل گیا۔

چنانچہ موصل میں آئے بغیر آگے بڑھ گئے۔

تل انقر پر آئے تل انقر سے آگے جبل سنجار کے قریب سے گزرے۔ کوہ سنجار سے گزر کر نصیبین آئے۔ نصیبین کا حکمران پکا یزیدی تھا۔

اس نے یزیدیوں کو خوداک۔ رہائش اور دیگر ضروریات مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ سیران آل محمد اور سروں کی تشہیر کا بھی انتظام کیا۔ نصیبین سے چل کر عین الورد آئے۔ عین الورد سے آگے۔ دعوات میں آئے۔ دالی دعوات کو پہلے سے اطلاع ہو چکی تھی۔

چنانچہ اس نے جشن منایا۔ استقبال کیا۔ سر مظلوم کربلا کو ایک چوک پر نصب کرایا۔ آج تک وہ جگہ جہاں سر مظلوم نصب کیا گیا تھا۔ زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اور جو بھی اپنی کوئی حاجت وہاں طلب کرتا ہے اس کی ہر حاجت پوری ہوتی ہے۔ یہاں یزیدیوں نے بڑے اطمینان سے پوری طرح غمور ہو کر رات گزار دی۔

دعوات کے بعد قمر بنی آئے۔ جب قمر بن کے لوگوں کو حقیقت حال علم ہوا تو انہوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے۔ شہر پناہ پر چڑھ کر ان لوگوں نے یزیدیوں کی سنگباری۔ لعنت اور ملامت سے تواضع کی۔ یہ لوگ وہاں سے بھگتے قمر بن سے باہر ایک راہب کا عبادت خانہ تھا۔ اس کے باہر انہوں نے قیام کیا۔ راہب نے چھت پر چڑھ کر دیکھا تو اسے ایک صندوق سے نذر کی کرن تا آسمان پھوٹی نظر آئی۔ وہ چھت سے نیچے اترا۔ یہ لوگ مصروف سے خوشی تھے۔ وہ سراگنا پاتا تھا لیکن انہوں نے خود مشکل آسمان کو دیکھنے لگے ہمارے پاس یزید کے باغی کا سر ہے اور ہمیں دشمنوں سے خطرہ ہے۔

راہب نے کہا۔ اگر اعتقاد آئے تو مجھے دے دو صبحے لینا۔ انہوں نے سر دے دیا۔ راہب سر کو لے کر گرجا میں آیا۔

صاف جگر پائیزہ چادر بچھائی کو اس پر رکھا اور دوڑا تو ہو کر بیٹھا۔ بارگاہ خالق میں عرض کی۔ اے رب عیسیٰ تجھے حضرت عیسیٰ کا واسطہ سر کو مجھ سے گویا کر۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ بتا کیا چاہتا ہے۔

راہب نے عرض کیا۔ مجھے اپنا تلافی کرانیں۔

سر مظلوم نے فرمایا۔

میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔

میں علی مرتضیٰ کا نخت جگر ہوں۔

میں ناظمہ زہراؑ کا نور دیدہ ہوں۔

میں کربلا کا مقتول ہوں۔

میں کر بلا کا مظلوم ہوں۔

میں وہ ہوں جسے پس گردن سے پیاسا شہید کیا گیا ہے۔

راہب نے اپنے شاگردوں اور دیگر اقباہ کو بلا کر اپنے قریب بٹھایا۔ اپنا منہ سرخرب پر رکھا اور کہنے لگا اس وقت تک سر نہیں اٹھاؤں گا جب تک میرے ساتھ وعدہ شفاعت نہ کرے۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ میری شفاعت صرف ان افراد کیلئے ہے جو محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور تو نے ابھی تک کلمہ نہیں پڑھا۔

جیسے ہی راہب کے شاگردوں اور اتارب نے یہ بات سنی راہب کی طرف دیکھ کر راہب نے ان کی طرف دیکھا اور کہا۔ اشہد ان لا الہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔ راہب کے ساتھ دوسرے تمام موجود افراد نے بھی کلمہ پڑھا۔

دیر راہب سے آگے معرۃ الشعان آئے۔ معرۃ الشعان کے لوگ ان کے ساتھ جشن فتح میں شریک ہوئے یہاں ایک دن قیام کے بعد تینز آئے۔ تینز کے ایک بن رسیدہ شخص نے تمام افراد کو جمع کر کے بتایا کہ جسے یزیدی خارجی کہہ رہے ہیں فرزند محول حسین کا سر ہے۔ تینز کے تمام لوگوں نے اتفاق کر لیا کہ اپنے گاؤں میں انہیں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

چنانچہ یہ لوگ تینز میں داخل ہوئے بغیر کفر طاب میں آئے۔ ابایان کفر طاب نے اپنے دروازے بند کر دیئے تھوئی نے ان سے پانی مانگا انہوں نے جواب دیا۔ اگر تمہارے پاس فرزند رسول کے لیے پانی نہیں تھا تو پھر تمہارے پاس تمہارے لیے بھی لذت کے سوا کچھ بھی نہیں جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

کفر طاب سے آگے سیبور آئے۔ سپور کے لوگوں کو جب پتہ چلا کہ ذریت رسول کو قتل کیا گیا ہے اور ذخران زہر امیر میں نوجوان بچہ گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ ہمارے گاؤں میں تو ان کا قدم بھی نہیں آئے گا۔ بڑے بوڑھوں نے مصلحت اندیشی کا سبق دیا کہ کو ذر سے لے کر یہاں تک ہر جگہ تشہیر ہوتی رہے کسی جگہ کے لوگوں نے انہیں منع نہیں کیا۔ جس بھی خاموشی سے وقت گزرا لینا چاہیے فتنہ اچھا نہیں ہوتا۔

لیکن جوانوں نے کہا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ جوانوں نے ہتھیار لگائے۔ شہر سے باہر خندق پر جو چلی تھا اسے کاٹ دیا اور یزیدیوں پر حملہ کر دیا۔ اچھی خاصی لڑائی ہو گئی۔ یزیدیوں سے چھ سو آدمی فی النامہ ہو گئے۔ اہل سیبور سے پانچ آدمی شہید ہوئے۔

بنت زہرا ام کلثوم زینب نے شہر کا نام پوچھا۔ جب بتایا گیا تو بی بی نے دکھی دل سے دعا دی۔

بارا لہا ان لوگوں نے ذریت رسول کا احترام کیا ہے۔ ان کا پانی ہمیشہ میٹھا ہے۔ ان کے زرخ ہمیشہ ارزاں رہیں اور کبھی کوئی ظالم ان پر موقوف نہ ہو۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس دھوکے بعد اگر پورے کرہ ارض پر ظلم و جور ہو تو بھی اہل سپہورامن سے بہتے ہیں۔  
سپہور سے آگے حماد آئے۔

اہالیان حماد نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے فہصل پر چڑھ گئے۔ اور کئے گئے جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے اس وقت تک اس شہر میں تم داخل نہ ہو پاؤ گے۔  
حماد سے آگے مہس آئے۔

دالی مہس خالد بن شیطنے تین میل پر جا کر استقبال کیا۔ شہر کو سجایا لیکن جب اہالیان شہر کو حقیقت کا علم ہوا تو انہوں نے شہر میں داخل ہوتی ہوئی زیدی فوج کی راہ روک دی۔ اور سنگباری شروع کر دی۔ چھبیس زیدی اس سنگباری میں داخل جہنم ہو گئے۔ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ غولی کو قتل کر کے سر منطوم اس سے لے کر کر بلا میں جا کر دفن کریں گے۔

زیدی اس منصوبے سے واقف ہو گئے۔ اور وہاں سے نکل بھاگے۔  
مہس سے چل کر یہ لوگ بلبک آئے۔ بلبک کے حکمران نے ان کا خوب استقبال کیا۔ اس جگہ ان لوگوں نے انتہائی اطمینان سے شرب خوری کی۔

جناب ام کلثوم زینب نے شہر کا نام پوچھا۔  
جب بتایا گیا تو بی بی نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔  
بارا ہوا! اس شہر کو ہمیشہ ویران رکھو! انہیں آب شہر میں نصیب نہ ہو۔ اور کبھی بھی ظالموں کے ہاتھوں سے نجات نہ پائیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ آج تک بلبک کے لوگ امن کا منہ نہیں دیکھ سکے۔  
بلبک سے چل کر ایک گرجا کے قریب آئے یہاں انہیں وافر مقدار میں پانی مل گیا۔ ان لوگوں نے اسی جگہ قیام کا فیصلہ کیا۔

سر منطوم کو لوگ نیزہ پر بلند کر کے گرجا کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔  
جب رات کافی گزر گئی تو گرجا کے پادری نے سر سے کچھ آواز سنی۔ اور پیشانی سے نور کی کرن تا آسمان دیکھی۔  
پادری کو ایسے معلوم ہوا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ملائکہ گردہ در گردہ نازل ہو کر سر کا طواف کر کے کہتے ہیں۔

السلام علیک یا بن رسول اللہ

السلام علیک یا ابا عبد اللہ

پادری یہ دیکھ کر رونے لگا۔ جب صبح کو قافلہ نے کوچ کے لیے تیاری کی تو پادری نے چھت ہے اگر

سوال کیا ۔

تم لوگ کون ہو؟

یزید یوں نے جواب دیا ہم یزید کے سپاہی ہیں ۔

پادری نے پوچھا ۔ تمہارے ساتھ یہ کیا ہے ؟

انہوں نے کہا ۔ باغیوں کے سر اور ان کے اہل بیت قیدی ہیں ۔

پادری نے کہا ۔ ان کا سر دار کون تھا ؟

انہوں نے کہا ۔ حسینؑ تھا ۔

پادری نے پوچھا ۔ اس کے باپ کا نام کیا تھا ؟

کہنے لگے ۔ علی ابن ابی طالبؑ تھا ۔

پادری نے پوچھا ۔ اس کی ماں کا نام کیا تھا ؟

انہوں نے کہا ۔ فاطمہ بنت محمدؑ تھا ۔

پادری نے کہا ۔ کیا یہ تمہارے نبی محمد مصطفیٰؐ کا چھوٹا نواسہ تھا ؟

انہوں نے کہا ۔ ہاں وہی ہے ۔

پادری نے کہا ۔ اللہ تم پر لعنت کرے ۔ ہماری کتاب میں جو لکھا ہے وہ سچ ہے ۔ اور تم بھی اس کا مشاہدہ

کیجئے ہو ۔

انہوں نے کہا کیا لکھا ہے ۔

پادری نے کہا لکھا ہے کہ جب امّ خوی نبیؐ کا چھوٹا نواسہ شہید ہو گا تو آسمان سے خون کی بارش ہو گی ۔ میں بھی

دیکھ چکا ہوں اور تم بھی دیکھ چکے ہو کہ آسمان سے بھی خون برسا ہے اور زمین نے بھی خون اگلا ہے ۔ اچھا یہ بتاؤ

تمہارا سر دار کون ہے ؟

انہوں نے کہا ۔ خولی ہے

پادری نے خولی سے کہا ۔ کیا صرف ایک گھنٹہ کے لیے مجھے سر دے سکتا ہے پھر واپس لے لینا ۔

خولی نے کہا ۔ میں یزید سے پہلے کسی کو نہیں دوں گا

یزید سے مجھے انعام ملے گا ۔

پادری نے پوچھا ۔ کتنا انعام ملے گا ۔

خولی نے کہا ۔ دس ہزار کی ایک تھیلی ملے گی ۔

پادری نے کہا ۔ اگر دس ہزار میں دسے دوں تو ؟

خولی نے کہا۔ پھر کیا ہے۔

اگر ہم دس ہزار کے لیے فرزند رسول کو قتل کر سکتے ہیں تو دس ہزار کے لیے اس کا سر صرف ایک گھنٹہ کے لیے کیوں نہیں دے سکتے۔ جلدی سے پیسے لا اور سر لے جا۔

پادری رقم لایا۔ ان لوگوں نے گنی اور سر پادری کو دے دیا۔

پادری سر کو گرجا میں لایا۔ اور سر کو سامنے رکھ کر کہنے لگا۔

اے ابوجہاد! اللہ واشہد میرے لیے آپ کو اس حال میں دیکھنا بڑا مشکل ہے۔ اور میں یہ سر دیکھ کر شرمندہ ہو رہا ہوں

کہ میں اپنی جان آپ کے قدموں میں کیوں قربان نہ کر سکا۔ بہر صورت میرے نصیب باب اپنے ناناکے سامنے شہادت

دینا کہ میں پڑھ رہا ہوں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ واشہد ان علیا ولی اللہ پھر پادری

نے سر کو اٹھایا۔ ان ملائین کے سپرد کیا۔ یہ لوگ وہاں سے چلے رقم کو جب تقسیم کیا تو ہر درہم پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ ظالم

عنقریب دیکھ لیں کہ کس انجلم کی طرف بازگشت ہے۔ ان لوگوں نے وہ تمام درہم ایک جگہ دفن کر دیے اور ایک دوسرے

سے کہا کہ اس واقعہ کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا۔

ابوسعید ثمالی سے مروی ہے کہ میں بھی ان کمینڈوں کے ساتھ تھا جو سر مظلوم کو کوفہ سے شام تک لا رہے تھے

ایک رات ہمیں اطلاع ملی نصر خراسانی نے فوج جمع کر کے تیاری کر لی ہے کہ کسی بھی مقام پر حملہ کر کے سر ہائے شہداء اور

امیران آل محمد ہمارے قبضہ سے لے لے۔

ان لوگوں نے فیصلہ کیا رات کسی پر امن جگہ پر گزرا نا چاہیے چنانچہ اثنائے راہ میں ایک اتھالی مستحکم گرجا آگیا۔

انہوں نے فیصلہ کیا کہ بہت مضبوط گرجا ہے ہمارے لیے جائے پناہ بن سکتا ہے۔

شمر نے بیرون گرجا سے باواز بلند آواز دی۔ ایک بوڑھا پادری گرجا کی چھت پر آیا۔ اور پوچھا کہ کیا

بات ہے۔

شمر نے کہا۔ ہم سرکاری سپاہی ہیں ہماری ساتھ سرکاری قیدی اور کچھ باغیوں کے سر ہیں ہمیں اطلاع ملی ہے کہ

دشمن ہم سے قیدی اور سر چھننا چاہتے ہیں۔

ہمیں آج رات گرجا میں پناہ دے دے۔

پادری نے کہا۔ میرا گرجا بہت چھوٹا ہے۔ تمہاری نفرت زیادہ ہے۔ ایسا کرو کہ سر اور قیدی گرجا کے

اندریچ دو۔ تم گرجا کے باہر رات گزار لو۔ اگر دشمن سے سامنا ہو جائے تو اطمینان سے مقابلہ کرو صبح سر اور

قیدی لے لینا۔

انہوں نے کہا ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں۔

چنانچہ سر اور قیدی گرجا کے اندریچ دیے گئے۔



پادری نے دیکھا کہ سر سے نور کی ایک کرن پھوٹ رہی ہے۔

جب سب لوگ سو گئے تو پادری اٹھا۔ اس کمرہ کے دروازہ کے روزن سے دیکھا جس میں سر کا صندوق رکھا ہوا تھا۔ اسے تمام کمرہ منور نظر آیا۔

پادری کا بیان ہے کہ میں کمرہ کے پچھلی طرف ایک روشندان کے پاس جا کھڑا ہوا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرہ کی چھت میں شمع گاف ہو گیا ہے۔ میں نے دیکھا نور کی ایک عماری کمرہ میں آئی۔ کسی نے آواز دی۔ ماہب آنکھیں بند کرے ازواج انبیاء اور دختران اولیا فواسر رسول کی درد رسیدہ مال کو پر سہ دیتے آئی ہیں۔

اس کے بعد مجھے کمرہ میں کچھ نظر نہ آتا تھا البتہ میں آوازیں سن سکتا تھا۔ کسی نے کہا: جناب حوا۔ جناب صفیہ۔ جناب ہاجرہ۔ جناب راحیل۔ جناب یوکیدہ۔ جناب اسیدہ۔ جناب مریم اور دیگر انبیاء کی ازواج اور مائیں آگئیں ہیں۔

سب سے آخرین سر مظلوم دختر مصطفیٰ کے پاس آیا۔ کیوں کہ اس کے بین یہی بتا ہے تھے کہ یہی فاطمہ زہراؑ ہیں بی بی فرار ہی تھی۔

السلام علیک یا قتیل الام

السلام علیک یا مظلوم الام

السلام علیک یا شہید الام۔

یا بنی من ذالذی فرق بین راسک و جسدک۔

یا بنی من ذالذی قتلک و ظلمک۔

یا بنی من ذالذی سبى حرمک۔

یا بنی من ذالذی ایتیم عیالک۔

اس نوحہ پر اس کمرہ میں اتنا گریہ ہوا کہ میں غش کھا کر گر پڑا۔ جب مجھے افاقہ ہوا اور میں نے کمرہ میں دیکھا تو

سر سے نکلنے والے نور کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے اگر قتل کھولا۔ صندوق کا تالا توڑا۔ سر کو نکالا۔ اسے کافر سے غسل

دیا۔ مشک و زعفران لگایا۔ اپنے سات منہ بکھا۔ پھر جھک کر بوسے دیتے اور عرض کیا۔

یا راس من رؤس بنی آدم

یا کریم یا عظیم جمیع من فی العالم

میرا خیال ہے کہ آپ ان عظیم انسانوں میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ قدرت اور جہل میں تعریف کی ہے کیونکہ مادات

بنی آدم کی خواتین تیرا نام کرتی ہیں۔

میری خواہش ہے کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔

وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

قدرت خدا سے سرگویا ہوا اور کہا۔

انا المظلوم میں مظلوم ہوں

انا المہموم میں غمزدہ ہوں

انا المغموم میں درد سیدہ ہوں۔

انا الذی بسیف العدو ان والظلم قتلت

میں ظلم و جبر کی تلوار کا کشتہ ہوں

انا الذی بحرب اهل البغی ظلمت

میں وہ ہوں جسے باغیوں نے جبراً لڑنے پر مجبور کیا

انا الذی بلا حرم تہیت

میں وہ ہوں جسے بلا جرم لوٹا گیا۔

انا الذی من الماء تمتعت

میں وہ ہوں جس کا پانی بند کر دیا گیا۔

انا الذی عن الادل والادطان بعدت

میں وہ ہوں جسے وطن سے نکال دیا گیا۔

راہب نے کہا۔ آپ کو اللہ کی قسم فراوضت فرمائیں میں پہچان نہیں پارہا

سر نے کہا۔ اگر تو میرا نسب پوچھنا چاہتا ہے تو

میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔

میں علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں۔

میں فاطمہ زہراء کا پارہ جگر ہوں۔

میں خدیجہ بکری کا نور چشم ہوں۔

میں عروۃ الوثقی کا لخت دل ہوں۔

میں شہید کر بلا ہوں۔

میں مقتول کر بلا ہوں۔

میں مظلوم کر بلا ہوں۔

میں کر بلا کا پیاسا ہوں۔

میں کر بلا کا مسافر ہوں۔

میں کر بلا کا کشتہ ہوں۔

میں کر بلا کا تنہا ہوں۔

میں کر بلا کا لٹا ہوا ہوں۔

راہب نے جب یہ تعارف سنا تو اس نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا۔ جن کی تعداد ستر تھی۔ انہیں تمام

حالات سے مطلع کیا۔

سب مصروف گریہ و بکا ہو گئے۔ انہوں نے سروں سے عمامے اتار دیئے۔ گریبان چاک کر ڈالے۔ امام سجادؑ کی خدمت میں کھیمہ پڑھا۔

اور عرض کی فرزند رسول آپ اجازت دیں ہم ان ملاعین سے لڑ کر اپنے آقا کا انتقام لیں۔  
آپ نے فرمایا۔ میں پہلے بہت دکھی ہوں۔ مزید برداشت نہ کر سکوں گا۔  
اللہ ان سے ہمارا انتقام لے گا۔

یہ قافلہ اس سے آگے بڑھا قصر بنی مقاتل آیا۔ دوپہر ہو گئی تھی۔ دن انتہائی گرم تھا۔ آسمان سے گرمی برس رہی تھی اور زمین آگ لگی رہی تھی۔ قافلہ کے پاس سے پانی ختم ہو گیا تھا۔ پیاس سے برا حال تھا۔ گھوڑوں کی زبانیں نکل آتی تھیں۔

شمر نے کہا کہ اب مزید چلنا موت کو دعوت دینا ہے۔ اسی جگہ قیام کرو اور کچھ لوگ جا کر پانی کی تلاش کریں۔ تپتے ہوئے ٹیلوں کے دامن میں ان ظالموں نے اپنے لیے نیچے اور چھو لڑیاں نصب کر لیں۔ اور ذریت رسول کو یونہی ٹیلوں پر بیٹھنے کو کہہ دیا۔ بنت زہراؑ نے جناب سجادؑ کو اٹھایا۔ اور ایک اونٹ کے سایہ میں لے کر آئیں۔ امام سجادؑ پیاس سے تڑپ رہے تھے۔

جناب سکینہؑ نے چند قدموں کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا درخت دیکھا وہاں آئی۔ اور مٹی سے تیکہ بنا کر سو گئی۔ کچھ دیر بعد جب قافلہ چلا تو جناب سکینہؑ سو رہی تھی۔ قافلہ روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ جناب سید الشہداءؑ کے سروا لائیزہؑ زمین میں گر گئی۔ ہزار کوشش کے باوجود نیزہ نہ اٹھ سکا۔ شمر کو اطلاع دی گئی۔

شمر نے بھی اپنی طرف سے کوشش کی۔ لیکن نیزہ نہ اٹھ سکا۔ یہ ظالم چابک لے کر جناب سجادؑ کے پاس آیا اور وجہ پوچھی۔

جناب سجادؑ نے بنت زہراؑ سے پوچھا پھوپھی اماں! کیا تمام بچیاں موجود ہیں۔ جب بی بی نے دیکھا تو جناب سکینہؑ نظر نہ آئی۔ بی بی طہمتا کہہ کر اونٹ سے زمین پر آئی اور فرمایا۔  
بیٹے سکینہؑ نہیں ہے۔

زہراؑ نے قیسؑ سے کہا۔ تم یہیں رکو میں اس بچی کو ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔

ادھر جب جناب سکینہؑ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ قافلہ نہیں ہے۔ ریت کے گرم ٹیلوں اور کانٹوں پر ادھر ادھر دوڑ دوڑ کر فریاد کرنے لگی۔ سجادؑ بھی میں کہاں جاؤں گی۔

ابو سعید رضاعیؑ کہتا ہے کہ جب زہراؑ تلاش میں جانے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ خبیث بہت سنگدل ہے کہیں بچی پر ظلم نہ کرے۔ جب ہم اسی جگہ آئے تو دیکھا بچی ایک جگہ بیٹھی رو رہی تھی اس کے پاؤں

سے خون بہہ رہا تھا۔

زجر نے جونہی دیکھا جھڑکا اور طمانچہ اٹھا کے آگے بڑھا۔ میں نے زجر کو پیچھے سے پکڑ کر کہا۔ خبردار اگر تو نے بچی پر ہاتھ اٹھایا۔ ظالم تجھے جیا نہیں آتی۔ بچی نے جب مجھے اپنی حمایت میں دیکھا تو میرے سایہ میں آکر کھنے لگی اب ضمانت دے میں پھر کبھی نہ سوؤں گی۔

پھر یہ قافلہ عسقلان آیا عسقلان کے والی نے شمر کو بچانے کا حکم دیا۔ جشنِ فتح منایا گیا۔ عام تعطیل کا اعلان ہو گیا۔ تمام لوگوں نے فارغ ہو کر لباس پہن لیے۔ لہو و لب کی محفلیں ہر طرف جھی ہوئی تھیں۔

زیرِ خراعی بغرض تجارت آیا ہوا تھا۔ جب اس نے یہ خوشی اور جشن دیکھا تو اس نے کسی سے پوچھا۔ یہ آج کیسی عید ہے۔

اس نے کہا۔ ایک باغی کے خلاف یزید کو فتح حاصل ہوئی ہے یہ اسی فتح کا جشن ہے۔

زیر نے پوچھا۔ وہ باغی کون تھا؟

اس نے کہا۔ حسینؑ تھا۔

زیر نے کہا۔ اس کے باپ کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ تھا۔

زیر نے پوچھا۔ اور اس کی ماں کا نام کیا تھا؟

اس نے کہا۔ فاطمہؑ بنت محمدؐ تھا۔

زیر نے کہا۔ کیا وہ رسولؐ کا نواسہ تھا۔

اس نے کہا۔ ہاں نواسہ رسولؐ تھا۔

یہ سنتے ہی زیر کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ اتنے میں سر ہلے شہدار اور اسیران آلِ محمدؐ آگئے۔

زیر نے جب جنابِ بجاؤ کو دیکھا تو روتے ہوئے آپ کے قریب گیا اور سلام کیا۔

جنابِ بجاؤ نے فرمایا۔ بندہ خدا تجھے کیا ہے یہ سدا شہرِ جشنِ فتح منارہا ہے اور تو دروہا ہے۔

زیر نے عرض کیا۔ قبیلہ امیہ بد نصیب ایک تاجر ہوں۔ اتفاق سے آج یہاں آیا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ

آلِ رسولؐ کے قتل کی خوشی سنا فی جا رہی ہے۔ اب میرے بس میں اور تو کچھ نہیں اگر آپ کوئی حکم کریں تو میری سعادت ہوگی۔

امام بجاؤ نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو سر کے نیزہ بردار سے کہہ دے کہ نیزہ ان مخدرات سے آگے لے جائے تاکہ کچھ

دیر تک کے لیے تو ان مخدراتِ عصمت کا پردہ پنج جلے۔

زیریں نے جا کر نیزہ برہوار کو کچھ رقم دی اور اس سے نیزہ آگے لے جانے کو کہا۔ اس نے رقم لے لی اور نیزہ آگے لے گیا۔

زیر پر نے پھر اگر عرض کیا قبلہ کوئی اور حکم :

اپنے فرمایا۔ اگر تیرے پاس کچھ زائد کپڑے ہوں تو ان لٹی ہوئی مستورات کو دے دے تاکہ وہ پردہ بنالیں۔

زیریں دوڑ کر گیا۔ کچھ دیر بعد چادریں بے کے آیا۔ جونہی چیریدلیوں نے مستورات کے سروں پر چادریں دبکھیں انہوں نے نیزوں سے اتارنا شروع کر دیں۔ زیریں دیکھ کر سہہ نہ سہکا۔ اور شمر سے آکر کہا۔ ظالم مجھے شرم کیوں نہیں آتی۔

ابھی تک تیرا دل نہیں بھرا۔

شمر نے کہا۔ اچھا۔ تو چادریں تو نے تقسیم کی تھیں۔ تجھے نہیں معلوم کہ یہ سرکاری قیدی ہیں۔ اس نے اپنے پیامبول کو حکم دیا کہ اس کی خبر لو۔ بس پھر کیا تھا ہر طرف سے سپاہی بھوکے کتوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ زخموں سے چور ہو کر گر گئے۔

انہوں نے سمجھا کہ مرگیا ہے وہ چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ جب نصف شب گزر گئی تو زیر کو ہوش آ گیا۔ اٹھتا بیٹھتا ایک طرف روانہ ہوا۔ بیرون عقداں مسجد سمان تھی بشکل وہاں تک آیا۔ زیر نے دیکھا مسجد میں کچھ لوگ پہلے سے موجود تھے اور وہ مصروفِ گیم تھے

زیر نے ان سے پوچھا یہ تمہیں کیا ہے۔ پورا شہر خوشی سے چھلک رہا ہے اور تم یہاں بیٹھے رو رہے ہو۔ انہوں نے کہا۔ بندہ خدا تو ہمیں نہیں پہچانتا اور ہم کچھ نہیں پہچانتے۔ جو قیامت گزر گئی ہے اس کے مقابلہ میں ہر غم معمولی ہے

اگر تو جاسوس ہے تو جا کر بتا دے کہ چند جمعیں آل محمد مسجد سلمان میں بیٹھے۔ آل رسول کے غم میں رورہے ہیں۔ ہمیں تنگ نہ کر۔

زیر کرنے کہا۔ میرے بھائیوں آپ تو بلا قیمت رو رہے ہیں اور میں اپنی محنت کی کچھ قیمت بھی دے چکا ہوں۔

پھر وزیر نے انہیں تمام حال سنایا۔ اور اپنے زخم دکھائے۔ وہ سب اٹھے اور زیر کی مرہم پٹی میں مصروف ہو گئے۔

## شام میں :-

بکار۔ ہوف۔ مقتل ابو مخنف۔ القبر المذاب اور مالی صدوق کے مطابق  
عسقلان کے بعد یہ لوگ انتہائی تیز رفتاری سے چلے گئے تھے کہ شام پہنچ گئے۔ شام میں عام تعطیل تھی۔ اور بازار  
بھی بند تھے۔

پورا دمشق شراب میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا۔ یزید نے ایک سو بیس علم بنائے ہر علم کے ساتھ پانچ ہزار۔  
تماشائی تھے۔

انہیں حکم دیا کہ سرِ مظلوم کربلا کے استقبال کو آگے بڑھو۔  
یہ تمام تکبیر بلند کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کی صدائے تکبیر کے ساتھ ساتھ ایک اور آواز تھی۔ لیکن کواڑ دینے  
والا نظر نہیں آتا تھا۔  
آواز یہ تھی۔

یکبر و ن بان قتلت و انما  
قتلوا بک التکبیر و التہلیلہ۔  
اے فرزندِ رسول! تیرے قتل پر یہ لوگ تکبیر کہہ رہے  
ہیں۔ حالانکہ انہوں نے تیرے ساتھ تکبیر و تہلیل کو بھی قتل  
کر ڈالا ہے۔

مذکورہ بالا مقبر اور مختلف کتب تاریخ میں داخلہ شام کی روایت کا چشم دید شاہد سہل ابن سعد ہے اور یہ تمام  
واقعہ اسی کی زبانی منقول ہے۔

چونکہ راوی سہل سی ہے اس لیے جگہ جگہ سہل کا نام نہیں لیں گے۔  
سہل کہتا ہے کہ میں بیت المقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر واپس آیا۔ بد قسمتی مجھے اس دن دمشق لائی جس  
دن فریت رسولؐ کو دمشق میں لایا جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا جگہ جگہ ناپچ ہو رہے ہیں۔ تالیاں پٹ رہی ہیں۔ گائے گائے  
جا رہے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو فتح کی مبارک باد دے رہے ہیں۔ میں حیرت سے ایک ایک کامنہ دیکھتا تھا اور  
سوچتا تھا کہ اسلام میں کوئی ایسی عید نہیں جسے میں نہ جانتا ہوں۔ خدا معلوم آج دمشق میں کیسی عید ہے۔ اسی فکر میں  
آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ بالآخر مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے ایک شامی سے پوچھ لیا۔ مجھے بتا سکتے ہو کہ آج  
کیسی عید ہے؟

اس نے کہا۔ کیا تو مسافر ہے۔  
میں نے کہا۔ اگر مسافر ہوتا تو تجھ سے کیوں پوچھتا۔  
اس نے کہا۔ ایک باغی نے سرزمین عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ خالی عراق ابن زیاد نے اس پر

فتح حاصل کر لی آج ان مقتولوں کے سردار باغی کے قیدی اہل بیت زید کے پاس لائے جا رہے ہیں اس لیے یہ خوشی اور عید ہے۔

میں نے پوچھا۔ باغی کا نام کیا تھا؟

اس نے کہا۔ حسین ابن علیؑ

میں نے کہا۔ کیا حسین ابن فاطمہ بنت محمدؐ تھا؟

اس نے کہا۔ ہاں۔

میں نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا ظالمو تمہیں شرم نہیں آتی ذریت نبی کو قتل کرنے پر تمہارا دل نہیں بھرا کہ اب کوئی اسے باغی اور کوئی خارجی کہتا ہے۔

اس نے کہا۔ جناب اگر تجھے اس سے کوئی محبت ہے تو اپنے پر ترس کر اس محبت کو دل میں رکھ جو بھی ذریت رسول سے اظہار محبت کرتا ہے ہم نے اس کی گردن پر جلا دتی تلوار دی گئی ہے۔

میں نے پوچھا کس دروازہ سے لایا جا رہا ہے۔

اس نے کہا۔ باب الساعات ہے۔

میں باب الساعات کی طرف گیا۔

ایک سو بیس علم بلند تھے۔ ہر علم کے پیچھے پانچ ہزار تماشا ٹی تھے۔ دور سے ایک بہت بلند نیزے پر سر مظلوم کر بلا نظر آیا۔ جوں جوں سرفریب آتا گیا۔ شایموں کی خوشی بڑھتی گئی۔ دھولوں کی آواز بلند ہوتی گئی عورتوں اور مردوں کے ہتھکے ننگ ننگ ہوتے گئے۔

تالیوں کی گونج سے کان پھٹے جا رہے تھے۔

میری آنکھیں بے ساختہ برس رہی تھیں۔

سر مظلوم کر بلا کا نیزہ شمر کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد سر سقائے سکینہ تھا جسے ثعلبہ ابن مرہ کلبی نے اٹھا رکھا تھا۔

اس کے بعد جعفر ابن علی کا سر تھا جسے میسر ابن ابی جوشن نے بلند کر رکھا تھا۔

اس کے بعد محمد ابن علی کا سر تھا۔ بنو قثم جعفی کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد ابو جحر ابن علی کا سر تھا جس کا نیزہ انیس ابن حارث کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد ہشکل نبی کا سر تھا یہ نیزہ مرثدہ ابن تیس ہمدانی کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد عون ابن علی کا سر تھا جو جابر سعدی نے اٹھایا تھا۔

اس کے بعد شراۃ ناسم کا سر تھا جسے میسر ابن ججاج نے اٹھا رکھا تھا۔

اس کے بعد یحیٰی ابن علی کا سر تھا جسے عمیر بن حجاج نے اٹھا رکھا تھا۔

اس کے بعد عبداللہ ابن عقیل کا سر تھا جسے تینیں ابن مرہ خزاعی نے اٹھایا ہوا تھا۔

اس کے بعد حر کا سر تھا جسے سنان ابن انس نے اٹھایا ہوا تھا۔

اس کے بعد علی اصغر کا سرتھا جس کا نیزہ حرمہ کے ہاتھ میں تھا۔

ان کے بعد دوسرے سیر تھے۔ سرنیزہ ایک اونٹ کے ساتھ تھا ہر اونٹ بے پالاں تھا۔ کسی پر دو کسی پر ایک اور کسی پر تین محلاتِ عنفت سوار تھیں کسی کے سر پر چادر نہ تھی۔ اور ہر ستور کے ہاتھ بھی پس گردن بندھے ہوئے تھے۔

جب یہ قافلہ بازاریں آیا تو مستورات کو اونٹوں سے اتار کر پختروں پر سوار کر دیا گیا۔ آگے آگے جناب سجادؑ تھے ان کے پیچھے دیگر مستورات تھیں۔

جب سر ایک مکان کے شیڈ سے گزرے ان پر پانچ عورتیں بیٹھی تماشہ دیکھ رہی تھیں ان میں ایک انتہائی بوڑھی عورت بھی بیٹھی تھی۔ اس کا نام ام بھام تھا۔ اس نے مظلوم کر بلا کے سر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ یہ کس کا سر ہے !

ایک عورت نے اسے بتایا۔ یہی حسین ابن فاطمہ کا سر ہے۔ اس نے خوشی سے تالی بجائی اور دوسری عورت سے کہا۔ جلدی سے ایک پتھر مجھے دے تاکہ میں اس سر کو مار لوں اسی کے باپ نے میرے باپ اور شوہر کو قتل کیا تھا۔

دوسری عورت نے اسے ایک پتھر دیا۔ اس نے سر مظلوم کا نشانہ کر کے پتھر مارا جو امام حسین کے چہرہ پر پڑا۔  
تازہ خون بہنے لگا۔

جو نئی نبت زہر اُٹنے دیکھا۔ بے ساختہ پکاری، واغمداء۔ واعلیاء۔ پھر لا چھا۔ یہ پتھر کس نے مارا ہے، کسی نے بتایا کہ ام بھام نے مارا ہے۔

اسی محذره نے دوست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

بارالہا! اس مکان کو گرا دے۔ اور اس عورت کو جہنم کی آگ سے یہی دنیا کی آگ میں جلا دے۔

سہل کہتا ہے بخدا! ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ مکان و حرام سے گرا اور اس میں تنگ لگ گئی۔ اس ملعونہ کا لاشہ بھی نہ مل سکا۔

امام حسینؑ کا نیزہ شمر کے ہاتھ میں تھا۔ در دربارِ راء کر شمر نے کہا۔

انا صاحب الرحم الطویل ۔

بے نیزہ والا میں ہوں ۔

انا قاتل الدین الاحمیل - دین کی جڑیں کاٹنے والا میں ہوں۔

دین کی جڑیں کاٹنے والا میں ہوں۔



انا قتلت ابن سید الوصیین -  
اتیت برأسه الی یرید -

میں نے سید اولیاء کے بیٹے کو قتل کیا ہے -  
میں اس کا سر یرید کے پاس بدیر لایا ہوں -

بنت زہراؑ نے فرمایا -

اے ملعون ابن ملعون جھوٹ بک رہا ہے۔ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ کیا تو ملعون ابن ملعون کے ساتھ اس کے قتل پر فخر کر رہا ہے جسے گوارے میں جبریل نے لوری دی۔ جس کا نام عرش الہی پر رکھا ہے۔ جس کے نانا کو اللہ نے خاتم الانبیاء مہنایا ہے۔ جس کے بابا نے مشرکین سے کلمہ پڑھایا ہے۔ میرے نانا محمد مصطفیٰ جیسا کہس کا نانا ہے میرے بابا علی مرتضیٰ جیسا کہس کا بابا ہے میری ماں فاطمہ زہراؑ جیسی کہس کی ماں ہے۔

خوئی نے کہا۔ اے بنت زہراؑ آپ جو کہیں آپ کا حق ہے۔ آپ بہادر باپ کی خود لرزتی ہیں۔ سہل کہتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جس مستور یا بچی کی آنکھ سے شدت غم کی بدولت ایک آنسو بھی ٹپک پڑتا تھا تو ظالم یرید کی آنی سے سرخمی کر کے خاموشی کر دیتے تھے۔ ایک مستور نے اپنے من بستہ ہاتھوں سے موئے مدینہ رخ کیا۔

اور یوں بین کیے۔

واحمد اہ - واعلیاہ - واحستاہ وا  
حسیناہ لور ا یقم ماخل بنا من الاعداء  
یا رسول اللہ بناتک اساری کا تھن  
بعض اساری النصاری بقرح  
القلوب علی امر الصغیر والشیع  
الکبیر الذ بوح من القضاء ومهتوا  
الخباء العریان بلا واء واحزناہ لمانالنا  
اہلیت فعند اللہ نحتسب مصیبتنا

ہائے محمدؐ۔ ہائے علیؑ۔ ہائے حسنؑ۔ ہائے حسینؑ۔ کاش آپ ہمارے حال دیکھتے جو دشمنوں نے کیا ہے۔ اے رسول اللہؐ آپ کی بیٹیاں عیسائی قیدیوں کی طرح رس بستہ ہیں۔ ان کے دلوں میں شیر خوار کی معصوم شہادت کے زخم بھی ہیں اور اس بزرگ منہ کی شہادت سے دل بھی محروم ہیں جسے پس گردن ہے شہید کیا گیا۔ اس کے نیمہ کوٹ کر جلا ڈالا گیا۔ اور بلا کفن چھڑویا گیا۔ اس غم پر انوس ہے جو ہم اہل بیت پر ٹوٹا ہے۔ ہم اپنی اس مصیبت کا، جراثیم ہی مانگتے ہیں۔

یہ سکر میں اس سواری کے قریب گیا اور عرض کی۔ السلام علیکم یا اکل بیت محمدؐ۔

بی بی نے فرمایا۔ اے بندہ خدا تو کون ہے کہ بلا کے بعد سے آج تک ہمیں کسی نے سلام نہیں کیا۔

میں نے عرض کیا۔ بی بی میں آپ کے جدا مجھ کے مجاہد سے ہوں۔ میرا نام سہل ہے۔ بیت المقدس کی زیارت کا

خواہش مند تھا۔

بی بی نے فرمایا۔ اگر ہم ایسے زمانہ میں ہوتے جس زمانہ کے لوگوں نے میرے نانا کو نہ دیکھا ہوتا تو وہ بھی ہمارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے جو ان لوگوں نے کیا ہے۔ جو میرے نانا اور نانی کے دسترخوان پر پتے رہے ہیں۔ اہل بیت کے تمام

خورد و حوان انتہائی بے دردی سے پیا سے ذبح کیے گئے۔ ان کے لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ ہمارے خیام لوٹ  
یے گئے۔ ہمیں رسن بستہ کیا گیا۔ ہمارے سروں سے چادریں لے لی گئیں۔ ہمیں بے پالان کے اونٹوں پر بٹھا کر شہر شہر  
تشریف کیا گیا۔

میں نے عرض کیا بی بی میرا بس تو کچھ نہیں چلتا۔ ویسے اگر کسی خدمت کا حکم فرمائیں تو ممکن ہے۔ بجا لاکر مشرف  
ہو جاؤں۔

بی بی نے فرمایا۔ اے ابن سعد اگر ہو سکتا ہے تو میرے بھائی کے نیزہ بردار سے کہہ دے کہ نیزہ کو ہماری سواریوں سے  
آگے لے جائے تاکہ لوگ میرے بھائی کی تلاوت قرآن کی طرف متوجہ رہیں۔

میں نے عرض کیا بی بی میں کہتا تو ہوں۔

چنانچہ میں اس کے پاس گیا۔ اور اسے کہا۔ اس نے مجھے سختی سے جھڑک دیا۔ میرے ساتھ ایک نصرانی ہم سفر  
تھا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا۔ اس کے پاس تلوار بھی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سلتے سے پردے ہٹ گئے۔ اس نے  
نیزہ بردار سے کہا۔ اے پست فطرت کی اولاد۔ تجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ اپنے رسول کے ناموس کا اتنا سا  
تحفظ کر سکے۔

اس نے اسے بھی جھڑک دیا۔ نصرانی نے تلوار علم کی۔ اور اشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول پڑھ کر ان پر  
حملہ کر دیا۔ کافی زیدیوں کو بازاریں داخل جہنم کر دیا اور خود شہید ہو گیا۔ جب ہر طرف شور و غل ہوا تو اسی بی بی نے  
مجھ سے پوچھا۔ یہ کیا تھا؟

میں نے تمام واقعہ کہ سنایا۔

بی بی نے فرمایا۔ تعجب ہے نصرانی تو ذریت مصطفیٰ کی مظلومیت پر ترس کھاتے ہیں لیکن کوئی مسلمان اتنا غیر نہیں  
ہے۔ جسے آل محمد کی اس غربت پر ترس آجائے۔

امامی شیخ صدوق کے مطابق جب امیران آل محمد دربار میں پہنچے تو انہیں اس مقام پر کھڑا کیا گیا۔ جہاں غیر مسلم  
قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا تھا۔

ہونے کے مطابق ایک بوڑھا امام مجاہدؒ کے پاس اکھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں شکست دہی اور یزید کو کامران کیا۔

امام مجاہدؒ نے فرمایا۔ اے بزرگ کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے۔

بوڑھے نے کہا ناں پڑھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا یہ آیت پڑھی ہے۔ لا استلکم اعداء الا المودة فی القرابی۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اس کا مصداق بھی جانتا ہے۔  
 بوڑھے نے کہا۔ ہاں جانتا ہوں اس کا مصداق نبی اکرمؐ کے اہل بیت ہیں اور انہی کی محبت کو اللہ نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہی اہل بیت محمدؐ ہیں جن کی محبت اجر رسالت ہے۔  
 پھر آپ نے فرمایا۔

کیا قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے۔

آت ذالقرنی حقہ۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اس کا مصداق بھی معلوم ہے

بوڑھے نے کہا۔ ہاں معلوم ہے اہل بیت محمدؐ اس کا مصداق ہیں جن کے حق کی ادائیگی کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہی اہل بیت ہم ہیں۔

آپ نے پوچھا کیا یہ آیت پڑھی ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شی فان اللہ  
 خمسہ وللرسول ولذی القربی۔

جو منافع بھی تمہیں حاصل ہو اس سے اللہ رسول اور

ذوی القربی کا خمس ہے۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے اور اس کا مصداق بھی جانتا ہوں۔ اقربائے نبی کریمؐ ذوی القربی ان کا بھی

مصداق ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ذوی القربی ہم ہیں۔ کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے۔

انما یرید اللہ لیب عنکم الرجس اہلبیت ویطہر کو تطہیرا۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے اور جانتا ہوں یہ آل محمدؐ کی تطہیر کا اعلان ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ اہل بیت ہم ہی ہیں جن سے اللہ نے رجس دور رکھ کے ہماری تطہیر کا اعلان کیا ہے۔

بوڑھے نے پوچھا کیا واقعا آپ ہی وہی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم ہی وہی ہیں۔ مجھے اپنے نانا کی نبوت کی قسم ہے اس کو عارض پر ہمارے سوا کوئی بھی یہ

دعویٰ نہیں کر سکتا۔

یہ سکر بوڑھے نے سر سے عمامہ اتار کے پھینک دیا۔ اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

باراہا امیں جن دانش میں سے دشمن آل محمدؐ سے اعلان برات کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر بوڑھا بے ساختہ رونے لگا

اور امام سجادؑ سے پوچھا۔

هل لی من توبۃ۔ کیا میری جہالت پر میری توبہ کی گنجائش ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ اللہ بڑا کریم ہے اگر خصوص نیت سے توبہ کرے تو اللہ یقیناً قبول کرے گا۔ اور تو آخرت میں  
ہمارے ساتھ ہوگا۔

بوڑھے نے تین مرتبہ کہا۔ اللھو انی اتوب الیک۔  
اتنے میں بوڑھے کے اس تمام مکالمہ اور توبہ کی اطلاع یزید کو ملی۔ یزید نے حکم دیا کہ بوڑھے کو قتل کر دیا جائے۔  
جلاد نے بوڑھے کو سرد ہار شہید کر دیا۔

خزانچ میں منہال سے مروی ہے کہ جب سرغریب زہرا دشمن کے بازار میں لایا جا رہا تھا۔ ایک شخص نے سورۃ  
کہف کی تلاوت کی۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا ان اصحاب الکہف والرقیم کا ٹوا من آیا تا عجباً۔ میں نے  
اپنے کانوں سے سنا ہے کہ سر مظلوم نے فرمایا۔ میری شہادت اور میرے سر کی تہنیر اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ  
عجیب تر ہے۔

### سر مظلوم زہرا تخت یزید پر :-

ارشاد شیخ مفیر کے مطابق عبداللہ ابن حمیری ربیعہ سے روایت ہے کہ میں اس وقت یزید کے پاس بیٹھا تھا۔  
جب زہرا بن قیس نے آکر یزید کو سلام کیا۔  
یزید نے پوچھا۔ کیا کوئی نئی اطلاع ہے۔  
زجر نے کہا۔ اے امیر مبارک ہو۔ آپ کو فتح نصیب ہوئی ہے۔ فرزند رسول ہمارے مقابلہ میں اپنے اہل بیت سے  
اٹھا وہ اور اپنے شیعوں میں سے ساٹھ افراد لے کر آیا تھا۔

ہم نے حسینؑ سے کہا۔

یا یزید کی بیعت کر لو۔

یا ابن زیاد کی اطاعت کا اعلان کر دو۔

یا جنگ کر دو۔

انہوں نے جنگ قبول کر لی۔ ہم نے سورج نکلتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے انہیں گھیر لیا۔ جب ہماری تلواروں  
نے ان کے سروں سے کافی حصہ وصول کر لیا۔ تو پھر انہوں نے ہمارے سامنے بھاگنا شروع کر دیا۔ اور جس طرح کبوتر باز  
سے پھپھتا ہے۔ اسی طرح ٹیلیوں اور بچی جگول میں چھپنے لگے۔ لیکن ہمیں صرف اتنا وقت لگا جتنا اونٹ کے غر کرتے  
میں صرف بوتل ہے یا قیلولہ میں صرف کیا جاتا ہے۔ ہم نے سب کو تر تیغ کر دیا۔ اب ان کے بہنہ جم میدان میں پڑے ہیں

ان کے لباس پھٹ چکے۔ ان کے رخسارے خاک الود ہو گئے۔ سارا بدن دھوپ ان کے لاشوں کو گرماتی ہے۔ اندھیوں سے ریت اڑا کر ان کے جسم پر چھا رہی ہے۔

ابو مخنف کے مطابق سرِ مظلوم کو باب الساعات پر تین گھنٹے تک روکے رکھا گیا۔ پھر نیک کی طرف سے سر کو لانے کی اجازت ملی۔

مروان یزید کے ہی پاس بیٹھا تھا۔

جب اس نے سرِ مظلوم نہرا تو دیکھا تو پوچھا۔

کیسے یہ لوگ تمہارے قابو میں آ گئے۔

ان لوگوں نے کہا۔ فرزندِ رسول اٹھاؤ ہاشمی اور کم و بیش پچاس مددگاروں کے ساتھ ہمارے مقابلہ میں آیا۔ ہم نے اول سے لے کر آخر تک سب کو ترے تیغ کیا۔

اب یہ ان کے سر ہیں اور وہ اہل بیت محمدؐ کی میر خواتین ہیں۔ مروان نے مظلوم کو بلا ہاتھ میں لیا اور یہ اٹھا پڑے۔

يا حَبِذَا بَرْدُكَ فِي الْمِيْدِيْنَ

وَلَوْ نَاكَ الْاَحْمَرُ فِي الْخَدِيْنَ

شَفِيْعَتِ نَفْسِي مِنْ دَمِ الْحُسَيْنِ

اَخَذَتْ ثَنَارِي وَقَضِيْعَتِ دِيْنِي

اسی اثنا میں فضائے دربار میں کوئے کی آواز آئی۔ یزید نے کوئے کو مخاطب کر کے کہا۔

يَا غَرَابَ الْبَيْنِ مَا شِئْتَ فَقُلْ

اِنَّمَا تَنْدُبُ امْرَأً قَدْ فَعَلَ

كُلَّ مَلِكٍ وَنَعِيْمٍ ذَاتِئِيلِ

وَبَنَاتِ الْاَهْرِ يَلْعَبْنَ بِكُلِّ

لَيْتِ اَشْيَاخِي بَدْرُ شَهْدَا

وَقَعْدِ الْخَزَرْجِ مَعْرُوقِ

الْاَسَلِ لَا هَوَا وَاسْتَهْلُوا

فَرَحًا ثُمَّ قَالُوا يَا يَزِيْدُ لَا تَشْتَلْ

لَسْتَ مِنْ خَنْدَقِ اَنْ لَمْ اَنْتَقِمْ

عَنْ بَنِي اَحْمَدَ مَا كَانَ فَعْلُ لَعِبَتِ

بَنُو هَاشِمٍ بِالْمَلِكِ فَلَا مَلِكَ جَاءَ

اے فراق کی اطلاع دینے والے کوئے! جو جی میں آئے

کہے۔ اب تو تو ایسی بات پر ماتم کر رہا ہے جو ہو چکی ہے

ہر حکومت اور ہر دولت ایک دن ضائع ہو ہی جاتی ہے اور

دُخترانِ دنت ہر انسان سے کھیل لیتی ہیں۔ کاش میرے

بدر کے مقتول بزرگ آج نیزوں کے ساتھ خزر جی جنگ

کا مشاہدہ کرتے وہ ضرور مجھے اٹلا دیتا۔ کہتے اور مجھے

شباباش دے کر کہتے اے یزید میرے ہاتھ کبھی کمزور نہ

ہوں میں بنی خندف سے نہ ہوا اگر میں نے نبی احمد سے

احمد کے تمام ان کاموں کا بدلہ نہ لیا جو اس نے کیے تھے بنی خندف سے

بنی ہاشم کا محض سیاسی اسٹٹ تھا اور نہ تو کوئی جبریل

آیا تھا اور نہ ہی کوئی دجی کا سلسلہ تھا۔ ہم نے علی سے

ولا وحی نزل قد اخذنا من علی ثارنا  
وقتلنا الفارس اللیث البطل وقتلنا  
القرم من ساداتهم وعدلنا لا بیدر  
فاعتدل -

اپنا انتقام لے لیا ہے اور ہم نے شیر بیشہ، بیجا بہادر  
کو قتل کر دیا ہے۔ ہم نے ان کے سرداروں میں سے بہت  
بڑے سردار کو قتل کیا ہے اگر ہم کر بلا کا موازنہ بدر سے کریں  
تو نمائد برابر رہے گا۔

صاحب مناقب کے مطابق جب یزید کے پاس سرِ مظلوم لایا گیا اس وقت یزید اپنے لیے کراستہ تخت  
پر بیٹھا تھا۔

اس کے سر پر سوئے کا تاج تھا جو میرے جواہرات سے جڑا ہوا تھا۔ ارد گرد اکثر اموی افراد سنہری کرسیوں پر  
بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سب لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یزید نے جب مذکورہ بالا اشارہ پڑھے  
تو سب نے یزید کو داد تحسین دی۔

یزید اپنی تفریف سنکر اور پھولا۔

اور ہاتھ میں موجود چھڑی سے بوسہ گاہ نبوی کو مارنے لگا۔ شامی غوام نے جب یزید کا یہ عمل دیکھا تو انہوں  
نے چہروں سے اظہارِ ناراضگی کیا۔

جسے یزید بھی تاڑ گیا۔ یزید نے اہل دربار سے کہا کیا تم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ حسینؑ نے میری بیعت  
سے انکار کیوں کیا تھا۔

البتہ المذاب کے مطابق اہل دربار نے کہا۔ ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔

یزید نے کہا۔ مجھے معلوم ہے حسینؑ کے انکار کی وجہ فقہ محمدی تھی۔ حسینؑ کے خیال میں یہ تھا کہ میں یزید سے  
بہتر ہوں۔

میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ میرا نانا یزید کے نانا سے بہتر ہے۔ میرا چچا یزید کے چچا سے بہتر  
ہے۔ میرے ماموں یزید کے ماموں سے بہتر ہیں۔ رسولؐ نے میرے بڑے لیے۔ مجھے گود میں پالیا ہے۔ اور مجھے  
مہرِ نبوت پراٹھا پایا ہے۔ مجھے اپنے دل کا سکون کہا ہے۔ میرے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ مجھے جو انانِ جنت  
کا سردار کہا ہے۔ میرے لیے اور میری ذریت کے لیے دعلے خیر و برکت کی ہے۔ لہذا ان تمام خصوصیات کی وجہ  
سے میرا حق نہیں بنتا کہ میں یزید کی بیعت کر لوں۔

لیکن حسینؑ یہ نہیں جانتا تھا کہ حکومت جسے چاہے اللہ دیتا ہے۔

بھلا کون تھا دربار میں جو یزید کو جواب دیتا۔ ناموش تو پہلے ہی تھے۔ اسی طرح پھر بھی خاموش ہی رہے اس  
کے بعد یزید نے ساتی کو اشارہ کیا۔ ساتی نے جام شراب پیش کیا۔ یزید نے بھرے دربار میں اظہارِ مسرت کے  
بطور جام شراب پیا۔ آخر میں ایک گھونٹ عمداً پچایا۔ اور اس سرِ مظلوم کو بلا کے خاک و خون آلودہ بالوں پر



بنات زہراؑ کو با عزت مدینہ پہنچاتا۔

سرِ مظلوم کی شراب اور چھڑی سے توہین نہ کرتا۔

جب کہ اس کے برعکس یزید نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا۔ فرزند رسولؐ کی شہادت کے بعد اسے بیت المال سے بے شمار انعام و اکرام اور تحائف دیئے۔ حتیٰ کہ اس خوشی میں یزید نے ابن زیاد کے لیے اپنی حرم سرا کے دروازے کھول کر پردہ ختم کر دیا۔

مختل شراب منفقہ کی اور کینز کو اس طرح مخاطب کیا۔

سقیقہ شربۃ تروی فؤادی

ثم ملی فسقی ابن زیاد۔

صاحب السر والامانة عتدی

ولتسدید مغنمی وجہادی

قاتل الخارجی اعنی حسینؑ

ومبید الاعداء والاضداد۔

مجھے ایسی شراب پلا جس سے دل ٹھنڈا ہو جائے۔

بھر لبریز ہام ابن زیاد کو بھی پلا۔

ابن زیاد میرا زوار اور امین ہے۔

میرے لشکر کا سالار اور میرے لیے دولت بھج کرنے والا ہے

ابن زیاد جو قاتل حسینؑ ہے۔

میرے مخالفوں اور دشمنوں کو نابود کرنے والا ہے۔

ابن عقیقہ کے مطابق یزید کو گالی دینا اور لعنت کرنا تو یقیناً ثواب ہے کیونکہ کفر یزید ثابت کرنے کی

خاطر یزید کے اپنے حسب ذیل اشعار ہی کافی ہیں۔ جن میں اس نے ید باطنی۔ خباثت ضمیر الحاد۔ اور سوء عقیدہ کا کھل کر اعلان کیا ہے۔ سالانہ عیدہ تو پیش نہیں کیا جاسکتا چند ایک اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

علیہ ہاتی علی بنی و اعلیٰ

بذاک انی لارحب التناجیا۔

اذا ما نظرنا فی امور قدیمہ

وحدنا حلالا لا شربہا قہوالیا۔

اذا مت یا ام الاحیم فانکھی

ولا تاملی بعد الغراق تلاقیا۔

فان الذی حدثت

میں یوم بعثنا احادیث

طسم تجعل القلب

ساہیا۔

اے علیؑ مجھے میرا کر اور بانگ میرا کر۔

مجھے چھپ چھپا کے پینا ہرگز پسند نہیں ہے۔

جب ہم اپنے قدیم مراسم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں

شراب نوشی مسلسل حلال ملتی ہے۔

اے ام ایمر جب میں سر جانوں تو عیاشی کے لیے کسی اور سے

نکاح کر لینا۔

فرق موت کے بعد کسی حشر و نشر میں ملاقات کی امید نہ رکھتا۔

حشر و نشر کے متعلق جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

سب فضول اور دل کو پریشان کرنے والی احادیث

ہیں۔



یہ اشعار بھی زید ہی کے ہیں۔

معشر الندمان قوموا

واسمعوا صوت الاغانی

واشربوا کاس المدام

واتركوا ذکر المعانی

شغلتنی نفمة الـ

عیدان عن صوت الاذان

وتعوضت عن الحور

خموراً فی الدنان

اے دوستو! اٹھو اور

گانوں کی آواز سنو

شراب کے جام لٹھاؤ اور

تفسیروں کی باتیں چھوڑ دو۔

سارنگی کی لٹے نے مجھے صدائے

اذان سے بے نیاز کر دیا ہے۔

خوروں کے عوض مجھے

مٹکوں کی شراب بھلی لگتی ہے۔

اس کے بعد زید نے سرفرازند رسول کو فرشتی زمین پر رکھا اور اوپر دسترخوان پھلنے کا حکم دیا۔ شیخ صدوق کے مطابق زید اپنے تمام ہم پیالہ افراد کے ساتھ بیٹھ کر بھوے دربار میں بے نوشی کرنے لگا۔ شراب سے نالغ ہونے کے بعد زید نے اسی جگہ سر مبارک کے اوپر شطرنج کی بساط پھانے کا حکم دیا۔ جب بھی کوئی بازی جیت لیتا اس خوشی میں شراب نوشی کی جاتی۔ اور بھی ہوئی شراب سے سرغریب نہ رہا سے گستاخی کی جاتی۔

عبداللہ بن ابی صالح ہمدانی نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ اسلام میں کھلے عام شراب سب سے پہلے زید نے اس دن دربار میں پی جس دن سرفرازند رسولؑ اسے پیش کیا گیا۔ خود بھی پیتا تھا اور دوسروں کو بھی پلاتا تھا اور کہتا تھا۔

لو آج جتنی چاہے پی لو۔ یہ بڑی مبارک شراب ہے۔

اس شراب کی برکت ملاحظہ کرو۔ ہم نے اس شراب کا آغاز ایسے وقت میں کیا ہے جب شراب ہمارے دسترخوان پر ہے اور دسترخوان ہمارے دشمن کے سر پر ہے۔ آج ہی تو ہم مزے کی شراب پی رہے ہیں۔ ہمارے دل مطمئن ہیں۔ اور فکر آزاد ہے۔

## اسیران آل محمد در بار یزید میں

منتخب طرحی کے مطابق امام سجادؑ سے مروی ہے کہ ہمیں یزید کے سامنے پیش کرنے کی خاطر اس طرح قید کیا گیا کہ ایک رسی لٹائی گئی۔ اس کا ایک سر آئیرے لگے ہیں۔ پھر ثانیہ ہر اٹکے لگے ہیں۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے دختران علی کے لگے ہیں ان کے بعد دختران امام حسن و امام حسین کے لگے ہیں ڈالی گئی۔ اور ہمیں ایک قطار میں چلنے کو کہا گیا۔ اور اسی کا ایک سدا زجران قیس کے ہاتھ میں تھا۔ جو ہمیں دربار یزید میں لارہا تھا۔ اگر ایک رک جاتا تو تمام کو رکنا پڑتا تھا۔

تمام مستورات کو یزید کے سامنے لگا کر حکم دیا گیا یزید ہر بی کے متعلق پوچھتا رہا۔ من ہذہ ومن ہذہ جب کہیں سکینہ یزید کے سامنے گزری اور یزید نے دیکھا کہ اس بچی نے اپنی دونوں کہنیوں سے پردہ بنایا ہوا ہے اور اڑیاں اٹھا کر چل رہی ہے۔

یزید نے زجر کو کرنے کا حکم دیا۔ اور پوچھا۔

اے بچی تو کون ہے؟

کس شہزادی نے میری طرف دیکھا۔

یزید نے دوسری مرتبہ پوچھا۔

اے بچی تو کون ہے۔

کس سکینہ نے پھر میری طرف دیکھا۔

یزید غصہ میں آگیا۔ زجر نے رسی کو ایک جھٹکا دیا۔ ہم سب اپنی جگہ سے ہل گئے

میں نے یزید سے کہا۔ ظالم۔ اس سفاک سے کہہ کہ یوں رسی کو جھٹکے نہ دے۔

یزید نے کہا۔ یہ بچی میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتی۔

میں نے اسے بتایا۔ شاید تیری عقل کے ساتھ آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوئی ہے کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ رسی کتنی تنگ

کر کے بندھی ہے۔ تیرے درندوں نے رسی باندھتے وقت یہ بھی نہیں دیکھا کہ کس کا قد بڑا ہے اور کس کا چھوٹا ہے

اس کس کا قد چھوٹا ہے۔ لگے میں رسی اتنی تنگ ہے کہ یہ بونے سے معذور ہے۔ تو دیکھ نہیں رہا کہ اڑیاں اٹھائے

چل رہی ہے۔

یزید نے زجر کو رسی ڈھیلی کرنے کا حکم دیا۔

سکینہ وہیں تڑپ گئی۔

میں نے کہا: یہ دختر رسول ہے کسی نامحرم کو قریب نہیں آنے دے گی۔

یزید نے زجر سے کہا: تو سجاوٹ کے گلے سے رسی نکال دے تاکہ یہ خود اس کسین کی رسی ڈھیلی کرے۔

میں نے یزید سے کہا۔ یزید ایک بات پوچھوں گا جواب دے گا۔

زید نے کہا۔ پوچھو۔

میں نے کہا: مجھے صرف اتنا بتا دے اگر آج رسول خداؐ اس دربار میں آجائیں اور میں اسی حالت میں تیرے سامنے

کھڑا ہوا۔ دیکھیں تو وہ کیا کہیں گے۔ مجھے داؤد نحسین دیں گے یا کچھ اور۔؟

یزید کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ بغلیں جھانک کر رہ گیا۔

لوف میں ابن طاووس کے مطابق ثنائیہ زہراؑ نے جب یزید کی خوشی اور مسرت دیکھی تو بنی نے پہلے تو اپنے

بھائی کا مرنیہ پڑھا۔ جس سے دربار میں موجود ہر شخص بے ساختہ رونے لگا۔ پھر بی بی نے حمد و ثناء خالق اور درود بخدا و

آل محمد بیچنے کے بعد فرمایا۔

سچ ہے ارشاد قدرت ہے کہ۔۔۔۔۔ جن بد نصیب افراد نے آیات الہیہ کا مذاق اڑایا اور تکذیب کی ان

کا انجام بہت برا ہو گا۔ ۔ ۔ ۔ اے یزید جب تو نے اپنے جبر سے ہمارا عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اور آج

بھیں اپنے دربار میں قیدی کی صورت میں پیش کیا ہے۔۔۔۔۔ اس حیرت سے کیا تو نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بارگاہ

خالق میں تو معجز اور ہم رسما ہو گئے ہیں؛ ۔۔۔۔۔ - تاکید یہی وجہ ہے کہ تیری ناک ادھی بو رہی ہے اور

تو نہیں بجا رہا ہے۔۔۔۔۔ زمانہ کی اس چند روزہ گرفت کو لو نے یہ سمجھا ہے کہ ہمیشہ تیری صفی میں رہے گا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ آج لوے ہمارے بیس پر قبضہ کر لیا ہے۔ گویا یہ مجھ بیچا ہے کہ بس لو ہی سب چھ ہے۔۔۔۔۔

شروع ہو کر دیکھ کر رہے سمجھ کر ہم اب کزن امیر احمد، شو ننگیال، بیکھر سے ہیں۔ بلکہ ہمارے اس ڈھول کی وجہ سے کہ ہم یہ

عانتہ ہو کہ تھنے گناہ کئی سالوں میں کرنا چاہتے ہیں کثرت وسائل کے پیش نظر چند ماہ میں کرس تا کہ ہماری محنت لوری

موجھ نے۔ بھر یہ نہیں گئے اور عذاب الیم ہو گا۔ ۔ ۔ ۔ اے ہماری آنزاد کردہ ماں کے بیٹے! کیا انسانیت

اسی کا نام ہے۔۔۔۔۔ تو نے اپنی خورتوں کو ایسے پردہ بٹھا یا ہوا ہے تیری نوکرائیاں بھی مادر کے بغیر باہر

نہیں آتیں۔ اور دختران رسولؐ کو تو نے کوفہ سے شام تک شہر بشہر تشہیر کر کے آج اس بھرے دربار میں کھلے سر پیش کر

رکھا ہے۔۔۔۔۔ پھر تو نے ذیت رسولؐ کی ان بے مقنع و چادر بیٹیوں کے استقبال کی خاطر شام کے

[illegible]

اطراف و نواح سے رؤسا کو دعوت نامے جاری کر کے بلایا ہوا ہے۔۔۔۔۔ یہ صرف اس لیے کہ ہمارے مددگار مارے گئے ہیں۔۔۔۔۔ ہمارا محافظ کوئی نہیں ہے۔؛ لیکن ایسے شخص سے اور امید ہی کیا ہو سکتی ہے جو اس دادی کا پوتا ہوں جس نے شہداء کے جگر چبائے ہوں۔۔۔۔۔ جس کا گوشت پوست شہداء کا خون پینے سے اگا ہو۔۔۔۔۔ ہم اہل بیت رسول سے وہ شخص کس طرح حمن سلوک کر سکتا ہے جس کے دل میں ہمارے خلاف اپنے کافر آباء کے قتل کا جوش انتقام بھرا ہوا ہو۔۔۔۔۔ ہمارے نبیر پر بیٹھ کر ہماری سب پر بیٹھ کر کس بے شرمی سے تو اپنے مقتولین بدر کو پکار کے کہتا ہے کہ۔۔۔۔۔ اگر آج وہ ہوتے تو مجھے داد تحسین دیتے۔۔۔۔۔ تو جو انان جنت کے سردار کے دندان مبارک کی چھڑی سے گستاخی کر کے خوش ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ تجھے خوش ہونا چاہیے۔ کیونکہ تو نے اولاد رسولؐ سے وہ انتقام لیا ہے جو تم خود رسولؐ سے لینا چاہتے تھے۔۔۔۔۔ تو اپنے بزرگوں کو بلاتا ہے کیا تو یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ تیری آواز سننے تیرے پاس نہیں گئے نہیں وہ نہیں آئیں گے تو ان کے پاس جائے گا۔ پھر وہاں جا کر تو خواہش کرے گا کہ کاشش۔۔۔۔۔ تیرے ہاتھ شل ہوتے۔۔۔۔۔ کاشش تیری زبان لنگ ہوتی۔۔۔۔۔ اور تو جو اول نول آج تک رہا ہے یہ نہ بچتا۔

اے اللہ! ہمارے ظالموں سے تو ہی ہمارا بدلہ لے۔ تو ہی ان پر اپنا غضب نازل کر جنہوں نے ذریت رسولؐ کے بے گناہ خون بہائے ہیں۔

یزید ایاد رکھ تو نے ہمارے حموں میں نیزے نہیں چھوئے اپنا ہی گوشت کاٹا ہے۔۔۔۔۔ عنقریب تو رسولؐ کو نین کے پاس جائے گا۔۔۔۔۔ ذریت نبویہ کے بے گناہ مقتولین کے خون سے تیرا دامن سرخ ہوگا۔۔۔۔۔ دختران رسولؐ بے رد اکرنے کا سنگین جرم تیرے سر پر ہوگا۔۔۔۔۔ اللہ حاکم ہوگا۔۔۔۔۔ محمد کا ہاتھ تیرے گریبان میں ہوگا تیرے اپنے اعضا تیرے خلاف گواہ ہوں گے۔۔۔۔۔ وہ لوگ بھی تیرے ساتھ ہمارے قتل میں شریک جرم ہوں گے۔۔۔۔۔ جنہوں نے مجھے اس نیرنگ پہنایا ہے یہ بھی مصائب زمانہ ہی میں سے ہے کہ آج مجھے تجھ سے بات کرنا پڑ رہی ہے۔ درہنہ کہاں محمدؐ عصمت اور آغوش عفت کی پروردہ اور کہاں نالی کا کپڑا۔۔۔۔۔ میں تو تجھے آیات سننا آیات کی توہین سمجھتی ہوں۔ لیکن چونکہ دل کڑھا ہے آنسو بہتے ہیں اور پھپھو بے جل اٹھتے ہیں۔۔۔۔۔ کتنا حیرت کا مقام ہے حزب اللہ کے شریف اور پاکباز نوجوان حزب شیطان کے کمینہ فطرت لنگوں کے ہاتھوں خاک و خون میں تڑپ جائیں۔۔۔۔۔ تمہارے ہاتھ ہمارے خون سے سرخ ہیں۔۔۔۔۔ تمہارے منہ ہمارے گوشت سے پر ہیں۔۔۔۔۔ ذریت نبویہ کے پاکباز جوانوں کے ظاہر اجسام چھوٹے کر بلا کی دھوپ میں پڑے ہیں جن پر ہوا دیت ڈال رہی ہے۔۔۔۔۔ اگر آج تو ہماری امیری پر خوش ہو رہا ہے تو کھلی ہماری امیری تیرے گلے میں طوق بن کر نہ اترنے والا ہو چھو بن جائے گی۔۔۔۔۔

..... اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ۔۔۔ اللہ ہی کے حضور شکوہ ہے اور اسی پر بہا رہے  
تجھے کھلی چھٹی ہے۔ ۔۔۔ جو مکر چاہے کر۔ ۔۔۔ اپنی ہر کوشش کر کے دیکھ لے۔ ۔۔۔  
بخدا نہ تو تو ہمارا ذکر مٹا سکے گا۔ ۔۔۔ نہ ہی احکام وحی کو نابود کر سکے گا۔ ۔۔۔ نہ ہماری موت کا سامان کر  
سکے گا۔ ۔۔۔ اور نہ ہی قیامت تک اپنے سے اس لغت کو دور کر سکے گا۔ ۔۔۔ تیری نکر بے ہودہ تھی  
تیرے دن گئے جا چکے ہیں۔ ۔۔۔ تیری جمیعت بکھر جائے گی۔ ۔۔۔ وہ دن آنے والا ہے  
جس میں منادی ندا کرے گا۔ لا الہ الا اللہ علی القوم الظالمین ۔۔۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمارے اوائل کو  
سعادت اور اواخر کو شہادت سے نوازا ہے۔ بحوالہ نعم الوکیل۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق اسی اثنا میں یزید کے محل سے ایک نوخیز کینز نکل کر آئی اس نے دیکھا یزید چھڑی سے  
 دندانِ مظلوم کو بلا کی توہین کر رہا تھا۔  
 اس سے کینز نے کہا۔  
 اشد تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے ظالم! تو ان دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے۔ جنہیں رسول کو نبین بوسے دیا  
 کرتے تھے؛

نیزید نے کہا تیرا سر جاتا رہے۔ یہ کیا بک بک کر رہی ہے۔  
 کینز نے کہا: نیزید! ابھی ابھی میں اپنے کمرہ میں نیند اور بے داری کی درمیانی کیفیت میں تھی کہ میں نے دیکھا  
 جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ آسمان سے نورانی میٹر بھی زمین پر لگائی گئی ہے۔ اس میٹر بھی پر دو نوجوان  
 جنہوں نے سبز لباس پہن رکھے تھے۔ اترنے لگے۔ ان کے یہ صحن میں جنت کا فرش بچھایا گیا۔ ایک انتہائی حسین اور  
 مغرورہ شخص اس فرش کے درمیان آکر بیٹھ گیا۔  
 اور اس نے آواز دی۔

بایا آدم تشریف لائیے۔ اترنے والوں میں سے ایک نوجوان اتر گیا۔  
پھر اس نے آواز دی۔

بابا اسماعیل آپ بھی آجائیں۔ دوسرا بھی اتر آیا۔  
پھر اس نے آواز دی۔

بھائی موسیٰ آپ بھی آجائیں۔ اسی بیڑھی پر تیسرا شخص اتر آیا۔  
پھر اس نے کہا۔

بھائی عیسیٰ آپ بھی آجائیں۔ اسی بیڑی سے چوتھا شخص اترے۔  
پھر میں نے ایک مستور کو دیکھا جس نے سر کے بال کھول رکھے۔

ماں حوا۔ ماں خدیجہ۔ ماں ہاجرہ۔ بہن سارہ۔ بہن مریم آجائیں۔ میں نے دیکھا اسی میٹھی سے ستورات یکے بعد دیگرے  
ترک اس فرشتے کے ایک کنارے پر بیٹھنے لگیں۔  
میں نے ایک آواز سنی مگر آواز والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بلانے والی دختر رسولؐ۔ زوجہ علیؑ۔ اور مادر شہیدؑ کریم حسین  
فاطمہ زہراؑ تھیں۔

پھر جناب زہراؑ نے آواز بلند کہا۔  
بابا جان! آپ نے دیکھ لیا ہے۔ جو کچھ آپ کی امت نے میرے حسینؑ سے سوکھ لیا ہے۔  
یہ سب تمام انبیاءؑ روئے نکلے۔  
اتنے میں ایک آواز آئی۔ اس گھر کو جلا دو۔

جو نبی آواز آئی۔ اسے یزیدؑ میں نے کچھ اپنے کمرہ سے نکلتے دیکھا ہے تو پیچ کر کہہ رہا تھا۔ میں جل گیا۔ میں جل  
گیا۔

میں گہرا کر اٹھی ادھر ادھر دیکھا کچھ نہ تھا۔ پریشان ہو کر تجھے بتانے آئی ہوں۔  
یزیدؑ نے جلا دو حکم دیا۔ اسے اس وقت یہیں قتل کر دے۔ یہ دوسروں کو خراب کرے گی۔  
مقتل ابو مخنف کے مطابق یزیدؑ نے جناب سجادؑ سے کہا۔ تیرا باپ اسی نمبر کی خاطر مجھ سے لڑنا چاہتا تھا اب  
دیکھ یہ نمبر کس کے پاس ہے؟  
جناب سجادؑ نے فرمایا۔ بقول تیرے اگر میرے باپ کا مقصد یہی تھا تو بھی اس نمبر کا زیادہ حقدار میرے  
باپ سے کوئی نہیں تھا۔  
اللہ کسی بھی متکبر کو پسند نہیں کرتا۔  
پھر آپؑ نے یہ مہر پڑھا۔

انا دیک یا جدا ہ یا خیر مرسل  
حبیبک مقتول وفسدک ضائع۔  
اقاذ لیلانی دمشق مکبلا  
ومالی من بین الخلائق شافع۔  
لقد حکموا فینا اللتام وشتتوا  
لنا شملنا من بعد ما کان جامع  
یسکر یزیدؑ میں آگیا۔ اور جلا دے کہا۔ اسے قتل کر دے یہ مجھے کہینہ کہتا ہے۔  
جو نبی ثانیہ زہراؑ نے سنا فرمایا۔

یزید اللہ تجھے رسوا کرے۔ کیا ابھی تک تو ہمارے قتل سے سیر نہیں ہوا۔ خون اہل بیت سے تو نے کتنے صحرائے کر بلا کو میرا کر دیا ہے۔

یہ ایک بیمار رہ گیا ہے اسے قتل کر کے کیا تو نسل رسولؐ کو روئے زمین سے ختم کرنا چاہتا ہے۔ اب ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو پھر مجھے ہی ساتھ قتل کر دے۔

یہ منظر دیکھ کر یزید کے ہم نشینوں میں سے ایک نے کہا۔ یزید اس بیمار سے تجھے کیا خطرہ ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نقتہ کی آگ بھڑک جائے۔

ہمارے مطابق امام سجادؑ نے فرمایا۔ اسے منادیہ کے بیٹے۔ بند و ابوسفیان کے پوتے۔ نبوت اور امامت تیری پیدائش سے پہلے میرے آباؤ اجداد میں تھی۔ وہ میرا دادا علی تھا۔ جس نے جنگ بدر و احد میں علم رسولؐ اٹھا رکھا تھا۔ اور وہ تیرا باپ اور دادا تھے جن کے ہاتھ میں کھار کا سلم تھا۔

یزید! کاش تو جانتا کہ۔

تو نے کیا کر دیا ہے۔ تو نے اہل بیت رسولؐ پر کتنے مظالم کیے ہیں۔ اگر تو جان لیتا تو تجھے کسی آبادی میں قرا نہ آتا۔

تو پہاڑوں، صحراؤں اور جنگلوں میں ماتم کرتا پھرتا۔ کتنی حیرت ہے کہ۔

فرزند رسولؐ کا سر تیرے دروازہ پر نصب ہے۔ جو رسولؐ کی امانت تھی۔۔۔۔۔ دنیا اور آخرت کی لذت تمہارا مقدر ہے۔

یزید نے امیران آل محمد کو حکم دیا کہ یہیں دربار میں بیٹھ جائیں۔

شیخ مفید کے مطابق جناب فاطمہؑ سے مروی ہے کہ جب ہم فرش دربار پر بیٹھ گئے۔ اہل شام میں سے احرار ایک شخص نے میری طرف اشارہ کر کے یزید سے کہا۔

یہ کینز مجھے دے دے۔

یہ سنتے ہی میں کانپنے لگی اور چھو چھو کی طرف دیکھ کر عرض کیا۔ چھو چھو اماں کیا یتیم ہونے کے بعد ہماری یہ حالت ہو گئی ہے۔

چھو چھو نے فرمایا۔ بیٹی مطمئن رہ۔ یہ اس کے بس سے باہر ہے۔

چھو چھو نے اس شامی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

یہ کیا بچا اس کو رہا ہے۔ یہ حتی نہ تجھے ہے نہ اسے۔

یزید کو یہ سن کر غصہ آیا اور کہنے لگا۔ اسے بنت علیؑ تجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت میرے قیدی ہو اور میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

ثانیہ زہرائے فریبا۔ اگر تو ہمارے دین سے نکل جائے۔ ہمارا مذہب چھوڑ دے تو پھر ایسا ممکن ہے جب تک تو میرے نانا کا کلمہ پڑھتا ہے اس وقت تک کبھی یہ حق نہیں ہے؛ اور جب کلمہ چھوڑے گا تو دین سے خارج ہو جائے گا۔

یزید شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

اس شامی بد نصیب نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

ثانیہ زہرائے فریبا۔ اسے بد بخت انسان چپ رہ۔ اللہ تیری زبان قطع کرے۔ اللہ تیری آنکھیں اندھی کرے اللہ تیرے ہاتھ شل کر دے۔ جہنم تیرا ٹھکانا ہو۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ ذریت رسول کسی حرامزادے کی کینز نہیں بنا کرتی۔

اس شامی نے پوچھا یہ مستور کون ہے؟

یزید نے کہا۔ یہ سچی فاطمہ بنت حمیمؑ ہے۔ اور وہ مستور زینب بنت علیؑ ہے۔

شامی نے کہا۔ کیا حمیمؑ ابن فاطمہ بنت رسولؐ اللہ؟

یزید نے کہا۔ ہاں۔

شامی نے کہا۔ ظالم تو نے ظلم کی انتہا کر دی۔ ذریت رسول کو قید کر کے اس مقام پر کھڑا کیا ہے جہاں ترک و دیلم کے قیدی کھڑے ہوتے ہیں۔

یزید نے جلاؤ کو حکم دیا۔ اس کا کام تمام کر دے۔ جلاؤ نے قہوار کے ایک وار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

امالی صدوق کے مطابق اس کے بعد یزید نے امیران آل محمدؑ کو خرابہ شام میں بند کرنے کا حکم دیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں نہ گرمی سے تحفظ تھا اور نہ سردی سے۔ اس مقام میں سادات اناصرہ قید رہے کہ تمام قیدیوں کے چہرے گرمی اور سردی کی شدت سے بدل گئے تھے۔

بحار کے مطابق اس خرابہ کی دیواریں اتنی بوسیدہ تھیں کہ ہر وقت ان کے گرنے کا خطرہ رہتا تھا۔ یزید کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ مستورات ہیں انہیں قتل کرنے سے ملامت زیادہ ہوگی۔ اس لیے ایسی جگہ رکھا جائے کہ دیواریں گریں اور تمام قیدی دب جائیں تاکہ کوئی بھی بچ کر مدینہ نہ جائے۔

سر مظلوم کو بلا کو یزید نے اپنے دروازہ پر نصب کرنے کا حکم دیا۔ اور دیگر سرائے شہداد کو شام کے دروازوں اور دیگر چوکوں پر اویناں کرنے کا حکم دیا۔



## دربارِ نیرید کے معروف واقعات

خطبہ خطیب نثریہ :

مقتل ابو مخنف کے مطابق یزید نے اپنے خطیب سے کہا۔

آہنر پیا اور جو تیرے منہ میں آئے کہہ دے۔

خطیب تیسری قبر پر آیا۔ اور دنیا کی ہر برائی آل محمد کے ایک ایک فرد کا نام لے کر ان سے منسوب کی۔ اور ہر خوبی آل ابوسفیان کے ایک ایک فرد کا نام لے کر بیان کی۔ جب وہ تھک کر قبر سے نیچے آیا تو امام سجادؑ نے فرمایا۔

یزید اب مجھے بھی اجازت دے تاکہ میں کچھ ایسی باتوں کروں جن میں اللہ اور رسول کی خوشنودی ہو۔  
یزید نے کہا۔ آپ آئیں اور اس خطیب کے اعتراضات کا جواب دیں۔

جواب سجاو بنبر پر آئے رحمت اللہ علیہ اور دودر محمد و آل محمد کے بعد فرمایا۔ **حیدر یا سید یا سلمان**  
جو شخص مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ سن لے میں اسے بتا رہا ہوں کہ میں  
ہوں۔

میں علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابوطالبؑ ہوں۔۔۔۔۔ میں اس کا لخت بگر ہوں جس نے زندگی بھر  
پیدل حج کیے اور تبلیہ کیا۔۔۔۔۔ میں اس کا بگر پارہ ہوں جس نے سعی و طواف کیا۔۔۔۔۔ میں  
زفرم و صفا کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے پس گردن  
سے فوج کیا گیا۔۔۔۔۔ میں پیاسے باپ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا پانی نمک بند  
کر دیا گیا۔۔۔۔۔ میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں۔۔۔۔۔ میں شہید کر بلا کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں اس  
کا بیٹا ہوں جس کے انصار و اقرباء خاک و خون میں تڑپاے گئے۔۔۔۔۔ میں اس مظلوم کا بیٹا ہوں جس کے اہل حرم  
کو پابند رسن کیا گیا۔۔۔۔۔ میں اس باپ کا مظلوم بیٹا ہوں جس کے بچوں کو بلا جرم و خطا پیاسا فوج کیا گیا  
۔۔۔۔۔ میں اس مظلوم کا بیٹا ہوں جس کے قتل کے بعد اس کے خیمہ کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔۔۔۔۔ میں  
اس کا بیٹا ہوں۔ جس کی لاش خاک و خون میں غلطان کی گئی اور بلا دفن صحرا میں رکھی گئی۔۔۔۔۔ میں اس غریب

کا بیٹا ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر اویزاں کیا گیا۔۔۔۔۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا جسم صحرائے کربلا میں ہے اور سر نوک نیزہ پر ہے۔۔۔۔۔ لوگو! اللہ نے ہمیں پانچ خصوصیات سے نوازا ہے۔۔۔۔۔ اللہ نے ہمیں معدن رسالت قرار دے کر ملائکہ کا مخدوم بنایا۔۔۔۔۔ قرآن ہماری شان میں نازل ہوا اور ہم نے عالمین کو راہ ہدایت دکھائی۔۔۔۔۔ جو ہر شجاعت ہم میں سے ہم کبھی میدان سے بھاگے نہیں۔۔۔۔۔ صراط مستقیم کی ہدایت علم لدنی کا سرچشمہ اور مومنین کی محبت ہم میں۔۔۔۔۔ اگر ہم نہ ہوتے اللہ کائنات پیدا نہ کرتا۔۔۔۔۔ ہمارا محبوب حوض کوثر سے میراب ہوگا اور ہمارا دشمن روسیاء ہوگا۔

لوگ یہ سب کبے ساختہ دھڑکیں مار کر رونے لگے۔ یزید انقلاب سے ڈر گیا۔ موذن سے کہا۔ جلدی اذان کہہ موذن نے اللہ اکبر کہا۔

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ جو ذات اکبر ہے اسے کبر کہا ہے۔

موذن نے اٹھ کر لالہ الا اللہ کہا۔

جناب سجادؑ نے فرمایا حق ہے کوئی گواہی دے نہ دے ہم رسالت محمدؐ کے گواہ ہیں۔

موذن نے اٹھ کر محمدؐ رسول اللہ کہا۔

آپؑ بے ساختہ رو دیئے اور فرمایا۔ یزید تجھے اللہ کا واسطہ اتنا بتا دے۔ یہ محمدؐ جس کی رسالت کی شہادت تیرا موذن دے رہا ہے یہ میرا دادا ہے یا تیرا؟

یزید نے کہا۔ تمہارا دادا ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ پھر یہ بتا اس کی ذریت کو کس جرم میں قتل و قید کیا ہے۔

یزید لا جواب ہو گیا۔ تخت سے اٹھ کر یہ کہتا ہوا اندر چلا گیا۔ اب مجھے نماز کی ضرورت نہیں۔

سبیل سکینہ  
محمد آباد سندھ، پاکستان

یہودی عالم :-

دربار یزید میں ایک یہودی عالم بیٹھا تھا۔ اس نے جناب سجادؑ کا خطبہ سننے کے بعد پوچھا۔

یہ بیمار کون ہے۔

اسے بتایا گیا۔ علیؑ ابن حسینؑ ابن ابوطالبؑ ہے۔

عالم نے پوچھا۔ حسینؑ کی ماں کا نام کیا تھا؟

اہل دربار نے بتایا۔ فاطمہ بنت محمدؐ رسول اللہؐ۔

یہودی عالم نے کہا۔ حیرت ہے یہ تمہاری نبی زادی کا بیٹا تھا اور تم نے اس قدر جلدی اسے شہید کر دیا۔

بھدا! جو برا سلوک تم نے اپنے نبی سے کیا ہے ایسا سلوک آج تک کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کی ذریت سے نہیں کیا۔ بھدا! اگر موسیٰ کا بیٹا ایک بھی رہ جاتا تو میرا خیال ہے کہ ہم اپنی عقیدت کی بدولت اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے اور تم وہ بد نصیب ہو کہ کل نبی کو دفن کیا اور آج اس کی ذریت کو بے دردی سے ذبح کر کے اس کی ہڈیوں کو اس عالم خستگی میں قید کیا۔

یزید نے غلام کو حکم دیا کہ اس کا منہ بند کر دو۔

اس یہودی عالم کے منہ پر تین ضربات لگائی گئیں۔

یہودی عالم اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگا۔ اور جاتے ہوئے کہتا جا رہا تھا۔ اگر چاہو مجھے قتل کر دو۔ اگر چاہو مجھ پر تشدد کرو۔ اگر چاہو مجھے جانے دو۔ تہمدی مرضی۔ لیکن ایک بات تمہیں بتا دوں۔ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ جو لوگ ذریت نبی کے قاتل ہوں گے وہ تاقیامت ملعون رہیں گے اور بعد از مرگ بدترین جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

## نصرانی عالم ۱۔

تیسرا احترامی میں مروی ہے کہ جب سرِ مظلوم کو بلا یزید کے پیش کیا گیا اور یزید نے چھڑی اور شراب سے سرِ مظلوم کی گتائی کی اہل دربار میں ایک نصرانی بیٹھا ہوا تھا۔

نصرانی نے یزید سے کہا۔

اے عرب حکمران یہ سر کس کا ہے؟

یزید نے کہا۔ مجھے اس سر سے کیا لینا ہے۔

نصرانی نے کہا۔ مجھے کیا لینا ہے۔ میں تو صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جب واپس اپنے وطن جاؤں گا اور لوگ مجھ سے یہاں کے حالات پوچھیں گے۔ اور میں انہیں دیگر حالات کے ساتھ اس سر کا بھی بتاؤں گا تو وہ مجھ سے سر کے متعلق پوچھیں گے۔ میں کیا جواب دوں گا۔

یزید نے کہا۔ یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے۔

نصرانی نے پوچھا۔ اس کی ماں کا کیا نام ہے؟

یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ

نصرانی نے کہا۔ الحمد للہ میرا دین تمہارے دین سے بدرجہا بہتر ہے۔

یزید نے کہا۔ بھلا کیسے بہتر ہے۔

نصرانی نے کہا۔ میں جنابِ دائرہ کی اولاد سے ہوں۔ میرے اور ان کے مابین کئی پشتوں کا فاصلہ ہے۔ لیکن آج بھی نصاریٰ صرف میرے اس رشتہ کی وجہ سے جس گلی سے گزرتا ہوں میرے قدموں کی خاک تبرکاً اٹھاتے ہیں۔ اور تمہارے

اس فرزند نبی اور نبی کے مابین کوئی ناامد ہی نہیں اور تم نے فرزند نبیؑ سے جو سلوک کیا ہے وہ بھی میری نسبت تم بہتر جانتے ہو۔

کیا تو نے گرجائے حافر کا واقعہ سنا ہے۔

یزید نے کہا: پہلے تو نہیں سنا۔ اب تو ہی سناؤ۔

نصرانی نے کہا: بحر عمان اور بحر چین کے درمیان میں ایک جزیرہ جس کا نام ثمانین ہے۔ چونکہ وہ اسی اسی میل ہے اسی مناسبت سے اس کا نام ثمانین ہے۔ بڑا آباد اور زرخیز جزیرہ ہے۔ غود و عنبر اس کی پیداوار ہے اور دریا باقوت اس کی کاین ہیں۔ اس جزیرہ پر صرف نصرانی حکمران ہیں۔ اس جزیرہ میں گرجوں کی بہتات ہے۔ ان گرجوں میں ایک بڑا گرجا ہے جسے گرجائے حافر کہنا تھا ہے۔

اس گرجا میں ایک اطاق ہے جسے سونے اور ہیرے جواہرات سے مرصع کیا گیا ہے۔ اس کے گرد سونے کا فریم ہے۔ اس میں گدھے کا ایک سم رکھا ہے۔ مشہور یہی ہے کہ یہ اس گدھے کا سم ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوا کرتے تھے۔ سال میں ایک مرتبہ اس سم کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ پورا عالم نصرانیت اس تاریخ کے انتظار میں رہتا ہے۔ صاحبان حاجت اسی گرجا میں جا کر اپنی التجائیں کرتے ہیں۔

بھلا خود اندازہ کر کہ نصرانی تو اس سم کی عزت کرتے ہیں جو اس گدھے سے منسوب ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوتے تھے اور تم مسلمانوں نے تو دیکھا ہو گا۔ ہم نے فقط سن رکھا ہے کہ تمہارا نبی اپنے اسی فرزند کو اپنے کندھے پر سوار کرتا تھا۔ بالفاظ دیگر جو جس مقتول کا یہ سر ہے یہ راکب دوشن نبی تھا۔ اور تم نے اس سے جو سلوک کیا وہ امت مسلمہ کی تاریخ کا سیاہ باب ہے۔

اتنے تمہیں کبھی برکت نہ دے یہ کیا ظلم کیا ہے۔

یزید نے حکم دیا کہ اس نصرانی کو اسی جگہ قتل کر دو تا کہ باہر جا کر یہ دوسروں کے ذہن خراب نہ کرے۔

جب نصرانی نے دیکھا کہ مجھے قتل کر رہے ہیں تو یزید سے پوچھا۔

کیا اتفاقاً مجھے قتل کر دو گے؟

یزید نے کہا: بالکل ہمیں ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔

نصرانی اٹھا۔ مظلوم کربلا کے پاس آیا۔ اسے اٹھایا۔ گود میں لیا۔ سر کو بوسہ دیا۔ اور کہنے لگا۔

یزید میں حیران تھا کہ مجھے رات عالم خواب میں تمہارے نبی کی زیارت ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے فرمایا تھا۔ تجھے

مبارک ہو کل تو ہمارے ساتھ جنت میں ہو گا۔ میں سوچتا رہا کہ اگر یہ واقعہ برحق نبی ہے تو پھر میں جب اس کی نبوت

کا قائل ہی نہیں مجھے کیوں جنت کی بشارت دے رہا ہے۔ اب تجھ آیا ہے کہ یہ نبی برحق نبی ہے۔ اور میں اہل جنت سے

ہوں۔ اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمد رسول اللہ۔ و اشهد ان علیا ولی اللہ۔

جلاد نے دار کیا اور یہ خوش نصیب اسی جگہ داخل ہو گیا۔

## عبدالوہاب کا واقعہ :-

منتخب میں مروی ہے کہ شاہ روم کا سفیر کسی سفارت کے سلسلہ میں آیا ہوا تھا۔ یزید نے جہاں دیگر زمانے شام کو جشن فتح میں بلایا تھا۔ وہاں سفیر روم بھی مدعو تھا۔ اور یہ بھی دوسروں کی طرح سرِ مظلوم کے ساتھ یزید کی زندگی اور سفاکی دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک تو سفیر روم اپنے کو ضبط کیے رہا۔ آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ دھڑلے مار کر رونے لگا اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

سفیر روم نے کہا۔

یزید! میں حیات نبوی کے وقت تاجر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں مدینہ آیا۔ اخلاق اور علم رسول کے بڑے چرچے تھے۔ میں نے آپ کی زیارت کا فیصلہ کیا۔ لیکن خالی ہاتھ جانا مناسب نہ سمجھا۔ آپ کے صحابہ سے آپ کی پسند پوچھی۔ انہوں نے بتایا۔ آپ کو خوشبو بہت پسند ہے۔

چنانچہ میں حسب استطاعت مشک و عنبر لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ جب میں نے آپ کا حسن و جمال دیکھا تو میرا شوق محبت میں بدل گیا۔

میں نے سلام کیا۔ اور خوشبو آپ کے قدموں میں رکھ دی۔

آپ نے فرمایا۔ یہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبۂ حقیر حاضر ہے۔

آپ نے پوچھا۔ تیرا نام کیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میرا نام عبداللہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ نام درست نہیں اسے بدل دے۔ میں تیرا نام عبدالوہاب رکھتا ہوں۔ اگر تو میرا سلام قبول کرے۔ تو میں تیرا تحفہ قبول کروں گا۔

میں نے آپ کا چہرہ۔ پیشانی سے اٹھتی ہوئی نور کی لائٹ دیکھی۔ انجیل کی یہ آیت یاد آگئی۔ میں تمہیں اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ واقعاً ہی وہ نبی ہے میں نے اسی وقت آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا۔

لیکن واپس روم آ کر میں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ اپنے پانچ لڑکوں۔ چار لڑکیوں اور بیوی کو بھی حلقہ گوش اسلام کر لیا۔

اس کے بعد میں ہر سال تجارت کے لیے آتا تھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ آج میں شاہ روم کا وزیر ہوں

بصورتِ مفیر تیرے پاس آیا ہوں۔ لیکن اس وقت تک پوری نصرانی قوم میرے اسلام سے بے خبر ہے۔ ایک سال میں ان حضورؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ یہی شہزادہ جس کا سر تیرے زیرِ تخت جس حالت میں رکھا ہے اسے تو بہتر جانتا ہے ان حضورؑ کے پاس آیا۔ آپ نے مرجا بک یا جیسی کہہ کر دونوں بازو کھوئے حسینؑ کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

سینہ سے لگایا۔ کافی دیر تک سینہ سے لگائے رکھا۔ پھر گود میں بٹھایا اور دیر تک حسینؑ کے ہونٹ اور انہی دندانِ مبارک کو بوسے بھی دیتے رہے اور روتے بھی رہے۔ ساتھ ہی فرماتے رہے۔

بعد عن رحمة الله من قتلك  
لعن الله من قتلك يا حسين  
واعان على قتلك  
تیرا قاتل رحمتِ خدا سے دور ہوگا۔  
اے حسینؑ اللہ تیرے قاتل اور تیرے قتل میں تعاون کرنے والے پر لعنت کرے۔

دوسرے دن میں پھر مسجد میں ان حضورؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ یہ دونوں آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔  
نانا جان! آپ ذرا مسجد سے باہر ہم دونوں بھائیوں کی کشتی دیکھیں اور ثالثی کریں کہ ہم میں سے کون زیادہ طاقتور ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں میرے بچو! کشتی رونا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ تم جاؤ تختیاں لکھو۔ جس کا خط زیادہ اچھا ہوگا وہی طاقتور ہوگا۔

دونوں شہزادے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد تختیاں لکھ کر لائے اور ان حضورؑ کے پیش کیں۔  
ان حضورؑ نے صرف اس خیال سے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو کسی کے خط کو اچھا نہ کہا اور فرمایا بیٹے تم ایسا کرو اپنے بابا جان کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کریں گے۔ ثناباشن چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

ان حضورؑ اٹھے آپ کے ساتھ ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؑ باغِ شمعون میں تھے وہاں آئے۔ اور حضرت علیؑ کے سامنے واقعہ پیش کیا۔

حضرت علیؑ نے دیکھا کہ ان حضورؑ کسی کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتے۔ چنانچہ انہوں نے بھی فیصلہ کیا کہ میں بھی کسی کی دل شکنی نہیں کرتا۔

انہوں نے فرمایا۔ بیٹے ایسا کرو اؤ تمہاری ماں کے پاس چلتے ہیں وہ جو فیصلہ کریں گی وہی صحیح ہوگا۔

سب واپس آئے۔ درزہر پر پہنچ کر وہ تو اندر چلے گئے اور ہم دروازہ پر رک گئے۔

کچھ دیر بعد ان حضورؑ کو اتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی قبلہ! آپ کی دختر نے کیا فیصلہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔

جب میری بیٹی کو علم ہوا کہ ہم کسی کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتے تو اس نے بھی اس خیال سے کہ کسی کی دل شکنی

نہ ہو کہا۔

بیٹے یہ دیکھو میرا بار ہے۔ اس میں سات دانے ہیں میں انہیں زمین پر بکھرتی ہوں۔ جس نے زیادہ دانے چن لیے اسی کا خط خوبصورت ہوگا۔

زہرائے دانے کھیرے۔ تین دانے حسنؑ نے اور تین دانے حسینؑ نے اٹھالئے۔ ایک دانہ بچ رہا۔ ایک طرف حسنؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف سے حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے دیکھا جبریل آیا۔ اس نے پر سے اس دانے کو دو نیم کیا۔ ایک حصہ حسنؑ نے اور دوسرا حسینؑ نے اٹھالیا۔ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ جو چیز ہم اہل بیتؑ نہیں چاہتے تھے وہی اللہ کو بھی پسند نہ تھی۔ اور اللہ نے جبریل کو بھیج کر دانہ کو دو نیم کر دیا تاکہ کوئی بھی رنجیدہ خاطر نہ ہو۔

یزید اب تو خود مویج جن شہزادوں کی دل شکنی اللہ اور رسول برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس حسینؑ سے جو سلوک تو نے کیا ہے وہ تیرے سامنے ہے۔ تیرے اس دین اور ایمان پر تلف ہے۔

یہ کہہ کر عیدالوہاب اٹھا اس نے مظلوم سینہ سے لگایا۔ پھر بوسے دیئے۔  
یزید نے جلا کو حکم دیا کہ میفریوم کا سر قلم کر دے۔  
چنانچہ جلا نے تعمیل حکم کر کے اس کو شہید کر دیا۔

### جاثلیق دربار یزید میں :-

مقتل ابو مخنف میں سہل سے مروی ہے کہ یزید تخت پر بیٹھا تھا۔ سر مظلوم اس کے سامنے سونے کے طشت میں رکھا تھا اور وہ دندان مبارک اور لبائے مقدس کے ساتھ چھڑی سے کھین رہا تھا۔ سیاہ پوش جاثلیق نصرانی عصا کا سہارا لیے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا۔ سن رسیدگی نے جاثلیق کو کمزور کر رکھا تھا۔

یزید کے سامنے کھڑے ہو کر طشت میں رکھے ہوئے سر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔  
یکس کا سر ہے؟

یزید نے کہا۔ حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کا سر ہے۔

جاثلیق نے پوچھا۔ اس کی والدہ کا کیا نام ہے۔

یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمدؐ رسول اللہؐ۔

جاثلیق نے کہا۔ اسے کس نے قتل کیا ہے۔

یزید نے کہا۔ میرے عراق کے گورنر عبید اللہ ابن زیاد نے قتل کیا ہے۔

جاثلیق نے کہا۔ اس نے اپنی مرضی سے قتل کیا ہے یا تیرے حکم سے؟

یزید نے کہا۔ میرے حکم سے۔

جاثلیق نے پوچھا: تو نے اس کے قتل کا حکم کس جرم کی یادداشت میں دیا تھا؟  
یزید نے کہا: میری بیعت سے انکار کرتا تھا۔

جاثلیق نے کہا: خدا کے لیے اب بھی اس سر کو یہاں سے اٹھا کر اس کا احترام کر تو تباہ ہو چکا ہے میں صرف تجھے ہی اطلاع دینے آیا تھا۔ میں ابھی سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں آسمان کی طرف سے زمین پر ایک بہت بڑے دھماکہ کی آواز سنی۔ دھماکہ کے بعد ایک نورانی چہرے والا انتہائی حسین شخص نمودار ہوا۔ جس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ اور اس کے ارد گرد بہت سے افراد تھے۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا: یہ کون ہے۔

اس نے بتایا کہ آخری نبی محمد مصطفیٰ ہے۔

میں نے کہا: یہ رو کیوں رہا ہے؟

اور ان کے ارد گرد اتنے لوگ کیوں رو رہے ہیں؟

اس نے بتایا: یہ ملائکہ ہیں جو انہیں پرستہ دے رہے ہیں۔

میں نے پوچھا: کس بات کا پرستہ

اس نے کہا: اس کی امت نے اس کے فرزند کو پیاسا شہید کر دیا ہے۔

یزید نے کہا: وہ بڑھے نصرانی تو ہمیں اپنے جھوٹے خواب سنانے آگیا ہے۔

جلاد کہنا لگا ہے۔

جلاد حاضر ہو گیا۔ یزید نے کہا: کوڑوں سے اس کی مرث کر دو۔ حکم ملتے ہی جلاد نے کوڑے برساتے شروع کر دیے۔

جاثلیق نے کہا:

اے ابو عبد اللہ اپنے نانا کے سامنے گواہی دینا میں کلمہ اسلام پڑھ رہا ہوں۔ اشدھان لا الہ الا انت و اشدھان محمد رسول اللہ۔ و اشدھان علیا ولی اللہ۔

یزید اس کا کلمہ سنا اور پھر گیا اور جلاد سے کہا: اور کوڑے مارو۔

جاثلیق نے کہا: یزید تو ماریا نہ مار مجھے اپنا انجام نظر آگیا ہے۔ یہ میرے سامنے سید الانبیاء کھڑے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں جنت کا لباس افد تاج ہے اور مجھے فرما رہے ہیں چل دی آئیں تیرے انتظار میں ہوں یہ لباس تیرے لیے ہیں: ہل

کہتا ہے یہ کتنے ہی جاثلیق داخل جنت ہو گیا۔



انوار نعمانیہ میں منہال سے مروی ہے کہ ایک دن میں خرابہ شام کے قریب سے گزرا۔ میں نے دیکھا جناب سجاد خرابہ کے دروازہ پر پایہ زنجیر بیٹھے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ کیا حال ہے۔

جناب سجادؑ رو دیئے اور فرمایا۔ منہال اس شخص کا کیا حال ہو گا جو زید ابن معاویہ جیسے کاتیدی ہو۔ بخدا! آج تک ہماری ستورات کو نہ پیٹ بھر کھانا ملا ہے اور نہ پانی دیا جاتا ہے۔ ان کے شب و روز نوحہ و بکا میں گزر رہے ہیں۔

آج امت مسلمہ میں ہم اس طرح زندگی گزار رہے ہیں جس طرح بنی اسرائیل آل فرعون میں رہتے تھے۔ فرعون بنی اسرائیل کے مردوں کو شہید اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔

منہال عالم عرب اس بات پر فخر کرتا ہے کہ سید الانبیاء عرب تھے۔

قریش عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ سید الانبیاء قریش سے تھے۔

اور آج ہم اسی محمدؐ کے اہل بیت میں ہمارے خون سے ہوئی کھیلی جا رہی ہے۔ ہماری ستورات کو پابند رسن کیا جا رہا ہے۔

بخدا! جب بھی زید کی طرف سے بلا داتا ہے ہم بھی سمجھتے ہیں کہ کسی کو قتل کرے گا۔ ہمیں جس جگہ رکھا گیا ہے۔ ایک چار دیواری ہے نہ گرمی سے تحفظ ہے نہ سردی سے۔ دل گھٹنے لگتا ہے۔ کچھ دیر کے لیے دروازہ پر آجاتا ہوں۔

اسی دوران ایک مخدّر نے آکر آواز دی۔ ذریت رسولؐ کا آخری سرمایہ تو کہاں ہے؟

جناب سجادؑ آیا پھوپھی اماں کہتے ہوئے واپس چلے گئے۔

بجاریں ہے کہ زید جناب سجادؑ کو قتل کرنے کا بہانہ تلاش کرتا تھا۔ انتہائی دلخیز اور سنگدلانہ باتیں کرتا تھا تاکہ جناب سجادؑ جواب میں ایسی بات کہہ دیں جس سے اس کے قتل کا جواز پیدا ہو جائے۔ لیکن جناب سجادؑ نے کبھی بھی زید کو ایسا موقع فراہم نہ کیا۔

آخر ایک دن تنگ آکر زید نے دوران گفتگو کہا۔

یہ کیا ہے میں تجھ سے بات کرتا ہوں اور تو بات کے جواب کے ساتھ ساتھ باتھیں تسبیح گھماتا ہے۔

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے انہوں نے نبی اکرمؐ سے حدیث بیان کی ہے کہ۔

اگر انسان صبح بیدار ہونے کے بعد باتھیں تسبیح سے اور پردہ عا پڑے۔

اللهم انی اصبحنا سبوحا ومجداً واهلك بعدد ما دیوبہ سمعتی اس کے بعد وہ کوئی بھی بات کرتا رہے اور تسبیح باتھیں گھماتا رہے تسبیح کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ اور اگر شام کو سوتے ہوئے

یہی دعا پڑھ کر تسبیح کو زیرِ نگیں رکھ کر سو جائے تو تمام رات اس کے نام اعمال میں ثواب تسبیح سمجھا جائے گا۔  
اس حدیث کی بنیاد پر میں اپنے باپ اور دادا کی اقتدا کرتا ہوں۔  
یزید لا جواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

## جناب سکینہ کا خواب :-

انوارِ نعمانیہ کے مطابق جب یزید نے سکینہ بنتِ حسینؑ کو بہت زیادہ روتے دیکھا تو پوچھا: بچی تو اتنا زیادہ کیوں روتی ہے؟

شہزادی نے جواب دیا: میرے رونے کو کمرہ بلا ہی کافی تھا۔ اس پر مستنزد تیرے سپاہیوں نے کوفہ سے شام تک ہمیں بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیے رکھا اور ہم اونٹ سے گر جانے کے خوف سے نہ سو سکے۔ پھر جو سلوک تو نے بابِ الساعات سے دربارِ ہنگ - اور دربار میں کیا ہے - میرے بابا کے سرے جو سلوک تو نے کیا ہے - ان میں سے ہر بات ایسی ہے جس پر جتنا رویا جائے کم ہو گا۔ لیکن کل رات جب ہم در در بار پر روکے گئے اور وہیں ہمیں رات گزارنے کو کہا گیا۔

تو میں نے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے میرے تمام غموں کو تازہ کر دیا۔  
یزید نے جس شخص کے ہاتھ میں رسی تھی اسے کہا فدا! انہیں کھول دے تاکہ میں یہ خواب سن لوں۔ پھر شہزادی سے کہا: مجھے خواب سنا۔

شہزادی نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک نورانی محل دیکھا ہے جس کے کنارے قوت سے تھے۔ ستون بزرگ درجہ سے تھے۔ اور دروازے مرنے کے تھے۔ میں اس محل کے دروازہ پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی کہ دروازہ کھلا اس میں سے پانچ بزرگ باہر آئے۔ ان کے آگے ایک غلام جا رہا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا۔

یہ محل کس کا ہے؟

اس نے کہا: تیرے بابا حسینؑ کا ہے۔

میں نے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟

اس نے بتایا: حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، اور حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

جب وہ آگے بڑھ گئے تو ان کے بعد ایک انتہائی حسین نوجوان باہر آیا۔ جس نے ایک ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھا ہوا

تھا اور رو رہا تھا۔ ان کے آگے بھی ایک غلام تھا۔

میں نے غلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟

اس نے کہا۔ کیا آپ انہیں نہیں پہچانتیں یہ آپ کے جدا مجرّم کارسید الانبیاء ہیں۔  
میں فوراً مگے بڑھی اور نانا سے چٹ گئی۔ میں نے عرض کیا۔

نانا آپ کا راکب دوشن پیاسا مارا گیا ہے۔

نانا آپ کا ہم شکل اکبر شہید ہو گیا۔

نانا ہمارے خیم جلا دیئے گئے۔

نانا ہمارے سروں سے چادریں چھین لی گئیں۔

نانا ہمیں کوفہ کے دربار میں بے مقنع و چادر پیش کیا گیا۔

نانا ہمیں کوفہ سے شام تک بے پالان کے اونٹوں پر سفر کرایا گیا۔

نانا آج تک ہمیں تو کوئی رونے نہیں دیتا۔

آپ نے مجھے گلے لگایا۔ میرے سر کا بوسہ لیا۔ میرے ہاتھوں کو چوما۔ میرے گلے کے بوسے لیے۔ رو کے فرمایا۔

سکینہ بیٹی تو نے میرے زخم ہرے کر دیئے ہیں۔ بیٹی اب شام کے حالات نانا کو نہ بتا۔ میں برواشت نہیں  
کر سکوں گا۔

نانا نے غلام کو حکم دیا کہ میری بچی کو اندر پہنچا دے۔ غلام مجھے اندر لے گیا۔ وہاں ایک کمرہ میں پانچ مستورات بیٹھی

تھیں۔ ان کے درمیان ایک مستور تھی۔ جس کے بال کھلے ہوئے۔ لباس سیاہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں جھلنی کی مانند ایک  
قمیص تھی۔

میں نے ایک کنیز سے پوچھا۔ یہ کون مستورات ہیں؟

اس نے بتایا۔ ایک آسیہ ہے۔ دوسری مادر موسیٰ یو کبہ ہے۔ تیسری جناب حولہ ہے۔ چوتھی جناب مریم ہے پانچویں

جدہ السادات خدیجہ الکبریٰ ہے۔

میں نے کہا۔ وہ جن کے ہاتھ میں خون الود قمیص ہے وہ کون ہے۔

اس نے کہا۔ یہ آپ کی دادی فاطمہ زہراؑ ہے۔

میں آگے بڑھی اور عرض کیا۔ السلام علیک یا جدتہ۔

بی بی نے سراٹھایا۔ اور فرمایا سکینہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں دادی یتیم سکینہ ہوں۔

اٹھ کھڑی ہوئیں۔ آگے بڑھ کر مجھے گود میں لیا۔ سینہ سے لگایا۔ خاک آلود بال چومے۔ اور دونوں ہاتھوں

کا بوسہ لیا۔

میں نے عرض کیا۔ دادی آپ کی زینب بے روا ہو گئی ہے۔

بنت رسول نے فرمایا۔ بیٹی یہ دیکھ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ دادی جان یہ خون الودقیہ ہے۔

دادی نے پوچھا۔ اسے بیٹی پہناتی کس کی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ دادی مجھے یاد تو آ رہا ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتی۔

دادی نے فرمایا۔ بیٹی یہ تیرے بابا کی دیقیہ ہے جو تیری پھوپھی نے دم آخراں کے مانگنے پر دی تھی۔ بیٹی اب اندازہ کرے کہ میں تمہارے حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ مجھے ایک بات کا علم ہے۔

بیٹی مجھے اپنے بھائی سجاد کا حال سنا وہ کیسا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ دادی کئی مرتبہ ظالموں نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بیماری پر ترس کھا کر چھوڑ دیا۔

دادی کا شل آپ اپنے بیمار کو اس وقت دیکھتیں جب اسے پایہ جولاں زنجیر بدست اور طوق بگردن امیر کر کے بے پالان کے اونٹ پر سوار کیا گیا اور جب وہ خود سنبھل نہ سکتا تھا تو ایک رسی سے ان کے دونوں پاؤں پشت شتر کے پیچے سے باندھ دیئے گئے اور ایک رسی اونٹ کے گلے میں ڈال کر میرے بیمار بھائی کے گلے میں باندھ دی گئی۔

### ہند زوجہ یزید کا خواب :-

منتخب میں ہے جب آل محمد کو زندان شام میں اتنی مدت گزر گئی جس میں گرمی اور سردی کی شدت نے ان کے چہروں کے رنگ بدل ڈالے تو ایک رات زوجہ ہند نے عالم خواب میں دیکھا کہ آسمان کچر وارے کھل گئے ہیں اور ملائکہ گردہ در گردہ آسمان سے اتر کر مظلوم کے قریب آتے ہیں اور کہتے ہیں :-

السلام علیک یا ابا عبد اللہ - السلام علیک یا بن رسول اللہ -

اسی دوران آسمان سے ایک بادل اترتا جس سے کئی حسین و جمیل افراد باہر آئے۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا سر مظلوم کو اٹھایا سینہ سے لگایا رزخی لبوں اور شکستہ دانتوں کا بوسہ لیا اور فرمایا :-

بیٹا میں تیرا نانا مصطفیٰ ہوں یہ بابا علی مرتضیٰ ہے۔ یہ تیرا بھائی حسن مجتبیٰ ہے۔ یہ تیرا چچا جعفر ہے یہ عقیل ہے اور یہ حمزہ ہے۔

ہند کہتی ہے یہ دیکھ کر میں گھبرا گئی۔ میں پریشان ہو کر اٹھی۔ دیکھا تو ہمارے دروازہ پر اوہ زبان سر مظلوم سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

میں یزید کی تلاش میں کروں میں پھرنے لگی۔ میں ایک کمرے میں آئی دیکھا تو یزید تاریکی میں دوڑاؤ بیٹھا ہوا حیران پریشان ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر گھبرا گیا۔ میں نے اسے اپنا خواب سنایا۔ کہنے لگا بس اب میں تھک گیا ہوں۔ کل آک محمد کو واپس بھیجتا ہوں۔

صحیح کو مزید نے جناب سجادؑ کو بلا کر بتایا۔ تو جناب سجادؑ نے فرمایا کہ میں شریکۃ الحسین کو جا کر بتاتا ہوں جو حکم وہ دے گی مجھے بتا دوں گا۔

ثانیہ زہرا نے فرمایا۔ یزید سے کہہ دو۔ یوم عاشور سے آج تک ہمارے رونے پر پابندی تھی۔ جب تک ہمیں آزادی سے رونے نہیں دیا جائے گا۔ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ہمیں ایک عظیمہ مکان دیا جائے۔ تمام خواتین سے شام کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دی جائے۔ ہمیں سیاہ لباس دیئے جائیں۔ اور سات دن تک ہم ماتم بھی کریں گے۔

یہ سب کے تمام مطالبات پورے کیے۔ شام کی ہر مسلم اور غیر مسلم خاتون نے سیاہ لباس پہن کر زہرا نادیوں کو سات دن مسلسل پرستار دیا۔

شعبی نے روایت کی ہے کہ ر

یزید کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام ہند تھا جب اموی غوثوں کے اصرار پر دخترانِ زہراؑ کو خانہ یزید میں لے جایا گیا تو خواہر یزید ہند نے کہا ۔

تم میں سے ام کلثوم زینب بنت علی کون ہے؟

دختر زہراؑ نے فرمایا۔ امام زکی۔ ہمام متقی۔ امیر المومنین علیؑ جس کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے نبیؐ کی اطاعت کے ساتھ واجب قرار دیا ہے۔ جس کی نافرمانی کو اللہ نے اپنی نافرمانی فرمایا ہے جس کی ولایت اللہ نے شہری اور دیہاتی پر واجب قرار دی ہے جس نے اپنے ہر مد مقابل کو جنم رسید کیا۔ جس کے سر اللہ نے ہمیشہ فتح کا سہرا سجایا اور جس نے لات۔ منات اور بعل کے ٹکڑے کیسے کی بیٹھی ام کلثوم زینب میں ہوں۔

ہند خواہر پرید نے کہا۔ اے ام کلثوم! یہی وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے تمہارا مواخذہ کیا گیا۔ وہی انتقام تھے جو تم سے لیے گئے۔ اور تمہاری توہین کی گئی۔ اے بنی عبد المطلب تمہارا کیا خیال ہے کہ ہمیں ربیعہ، عتبہ اور ابو جہل جیسے روسائے مکہ کے خون بھول گئے تھے۔

کیا جنگ بدر میں تیرے باپ نے جو کچھ کیا تھا بھلا ہم اسے بھول سکتے تھے۔

جناب ام کلثوم زینب نے فرمایا۔ اسے بدترین اولاد کی بدترین ماں اور جگر خور ماں کی بیٹی یقیناً سمجھے یہ معلوم ہوگا۔

کہ بجی چشم کی کوئی بھی مستور تہا ہی طرح بدکرداری میں شہرت نہیں رکھتی اور نہ ہی ہمارے سرد تمہارے سردوں کی طرح اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے بیٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہیں۔

کیا ابوسفیان تیرا ہی دادا نہ تھا جس نے آنحضورؐ کے خلاف قدم قدم پر آتش جنگ سسگائی؟  
کیا وہ تیری ماں نہ تھی جس نے اسدا شد کو قتل کے عوض اپنے کو ایک وحشی غلام کے سپرد کر دیا تھا؟  
کیا وہ تیری ماں ہند نہ تھی جس نے اسدا شد اور سید الشہداء کا بکیمہ چبایا تھا۔  
کیا وہ تیرا باپ نہ تھا جس نے امام حق کے خلاف بناوت کی تھی؟  
کیا یہ تیرا بھائی نہیں ہے جس نے راکب دوشن نبی کو تین دن کا پیاسا شہید کیا ہے۔  
یاد رکھ! آج دنیا میں جتنا بھی تمہارے پاس سے آخرت میں اس کی ایک رقی بھی تمہارے پاس نہ ہوگی۔  
ہند اپنا سامنہ لے کر رہ گئی اور کوئی جواب نہ دے سکی۔

### عائکہ بنت زیدہ

خواہر زیدہ کے بعد زیدہ کی بیٹی عائکہ نے کہا۔ فاطمہ بنت حسینؑ کون ہے؟  
جناب فاطمہ نے فرمایا میں اس مظلوم باپ کی بیٹی ہوں جس سے بدروخین کے کفار کا بدلہ لیا گیا ہے۔ آج  
تم ہمارا مذاق اڑاتی ہو۔ اور ہماری اس حالت پر خوش ہوتی ہو میں اہل بیت رسولؐ سے ہوں۔ میرا دادا علیؑ تھا۔ جس سے  
کائنات عالم کا ہر ذی روح واقف ہے۔

بھلا بتاؤ کون ہے؟

عائکہ نے کہا۔ میں زیدہ جیسے صاحب عزت اور ذی حشمت باپ کی بیٹی ہوں۔  
جناب فاطمہ نے فرمایا۔ ذرا انجام دیکھ یہ دنیا انرا لاش کا گھر ہے۔ آخرت آرام و سکون کا مقام ہے۔ بھلا تم ہمارا  
مقابلہ کر سکتے ہو۔ کیا وہ تیرا باپ نہیں جو آل محمدؐ کے قتل پر جشن مندا رہا ہے؟ کیا وہ تیری ماں نہ تھی جو اپنے غلاموں کا  
طواف کیا کرتی تھی؟ تم پر اللہ کی لعنت ہو۔

ہم اہل بیت استحقاف ہیں۔ ہمارے مرد ساکن اعراف ہیں۔ ہم فحیت عبد مناف ہیں۔  
عائکہ ایسے خاموش ہوئی جیسے اس کے گلے میں ہڈی پھنس گئی ہو

### ام حبیبہ زوہرہ زیدہ

زیدہ کی بیوی ام حبیبہ نے پوچھا۔ باب زوہرہ حسینؑ کون ہے؟

جناب باب نے فرمایا۔ وہ خوش نصیب ہیں ہوں جسے اللہ نے دنیا اور آخرت کی دونوں سعادتوں سے نوازا ہے  
دنیا میں بادشاہ باپ کی بیٹی اور سید شباب اہل جنت کی زوہرہ ہوں اور آخرت میں بھی اپنے آقاؐ کے ساتھ رہوں  
گی۔ میں رسولؐ کی بہو ہوں۔ میں فاطمہ بنت رسولؐ کی بہو ہوں۔ میں اس علی مرتضیٰؑ کے فرزند ارجمند کی بہو ہوں جو جی

وحی پیغمبر تھا۔

اب بتاؤ کون ہے۔؟

ام حبیبہ نے کہا۔ میں حکمران وقت۔ صاحب عز و فخر یزید کی بیوی ہوں جس کے حلقہ اطاعت میں ایک دنیا موجود ہے۔

جناب رباب نے فرمایا۔ بھلا کبھی اونٹ اور گھوڑے یا ذرہ بے مقدار اور آفتاب عالم کتاب کا کبھی کسی نے مقابلہ کیا ہے۔

میرے بیٹے سلامیوں وقت تھے میرے سسرال طیب و طاہر سردار ہیں۔ جب کہ بنی امیہ آتش جہنم کا ایندھن ہیں۔

کیا تو اپنے جاہل اجداد سے فخر کرے گی یا اپنی بدکردار اولاد کی بات کرے گی۔ یا آج کے اپنے اس ظلم پر فخر کرے گی جس کا نشانہ بن کر ہم تمہارے امیر ہیں۔  
ام حبیبہ لا جواب ہو کر چپ ہو گئی۔

## اسیران آل محمد کی رہائی

شعبی کے مطابق اسیران آل محمد جن خرابہ میں مقیم تھے۔ اس پر اگرچہ یزید نے پریدار بٹھار رکھے تھے۔ اور وہ کسی کو قریب نہیں بھٹکنے دیتے تھے مگر اس کے باوجود کسی نہ کسی کو جناب سبائے سے بات کرنے کا موقع مل ہی جاتا تھا۔

چونکہ یزید روز اول ہی سے بوکھلا گیا تھا۔ اور اسی بوکھلاہٹ میں اس نے وقفے وقفے سے اپنے کئی افراد کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور کچھ غیر مسلم افراد و بدار میں سر مظلوم کی مظلومیت اور بعض خواب میں حقیقت حال سے مطلع ہو کر آتے۔ اور یزید کو ملامت کرتے یزیدان کے قتل کا حکم دے دیتا۔

پہلے اس نے ایک بوڑھے ثامی کو قتل کیا۔

پھر اپنی ایک کینز کو قتل کیا۔

اس کے بعد ایک رومی کو قتل کیا۔

رومی کے بعد عبدالوہاب کو قتل کیا۔

عبدالوہاب کے بعد جانشین کو کوڑے مروائے۔

یہ قتل ایک دن میں نہیں ہوئے، بلکہ آل محمد کے شام آنے کے بعد اور بھائی سے پہلے ہوئے ہیں۔ ان مقتولین کے ورثہ زید کے خلاف ہوتے چلے گئے۔ اور زید جس چیز سے ڈر کر قتل کر رہا تھا وہی خطرہ بڑھتا چلا گیا۔ رشتہ شامی عوام کچھ مقتولین کے ورثہ سے حالات سن کر کچھ جناب سجاد سے داستانِ مظلومیت سن کر کچھ مدینہ سے آنے والوں سے اطلاع پا کر اور کچھ کوفہ سے آنے والوں سے حالات معلوم کر کے یزید کے مخالف ہوتے چلے گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ میگوئیاں بڑھنے لگیں۔

ابتداء میں صرف دینی دینی آواز ابھری۔ آہستہ آہستہ بازار اور دکانوں میں باتیں ہونے لگیں۔

یزید بھی ان حالات سے مطلع ہوتا رہا کہ قتل فرزند رسول اکا پر دل جیسے جیسے کھل رہا ہے ویسے ویسے لوگوں میں نفرت بڑھ رہی ہے۔

چنانچہ یزید نے قرآن کریم کے پارے علیحدہ علیحدہ لکھوائے اور مسجد میں آگے والے جب نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو ہر ایک کے سامنے ایک پارہ رکھ دیا جاتا تھا اور انہیں حکماً تلاوت قرآن پر مجبور کیا جاتا تھا اور دوسری کسی قسم کی بات پر پابندی عائد کر دی جاتی تھی۔ لیکن یزید کا یہ حربہ کامیاب نہ رہا۔ اور لوگ قرآن ہاتھ میں لے کر واقعہ کر بلا پر تبصرہ شروع کر دیتے تھے۔

نیزید کو اطلاع ملی کہ اگر آل محمد یونہی شام میں رہے تو ایک دن شام میں انقلاب آجائے گا۔ عراق میں حالات کشیدہ ہو چکے تھے۔ اطلاعات مسلسل خلاف توقع آ رہی تھیں۔ مختار یا شہزادۂ حسین کے نعرہ پر لوگوں کو جمع کر رہا تھا۔ نیزید کو بتایا گیا کہ آل محمد کا شام میں رہنا انقلاب کے لیے راہ ہموار کر رہا ہے۔ اور انقلاب بھی زیر زمین چلے رہا ہے۔

چنانچہ یزید نے ایک دن بعد از نماز خطبہ دیا۔ اور اپنے سر سے قتل مظلوم کو مٹانے کی خاطر دوران خطبہ کہا۔

میں اہل شام کے تمام تبصرے سن رہا ہوں۔ قتل حسین کا مجرم مجھے گردانا جا رہا ہے۔ حالانکہ میں نے نہ اسے قتل کیا ہے اور نہ قتل کا حکم دیا ہے۔ یزید نے حکم دیا کہ جو لوگ کربلا میں قتل حسین میں شریک تھے انہیں حاضر کیا جائے۔

جب یہ لوگ مسجد میں لائے گئے تو زید نے

شہبث ابن ربعی سے کہا: کیا میں نے تجھے قتل حسینؑ کا حکم دیا تھا یا تو نے خود قتل کیا ہے؟

شبث نے کہا: اشد قاتل حسین پر لعنت کرے نہ آپ نے حکم قتل دیا تھا اور نہ ہی میں نے قتل کیا ہے۔



یزید نے کہا۔ پھر کس نے قتل کیا ہے۔

ثبث نے کہا۔ فرزند رسول کو مصابر ابن و مصیب نے قتل کیا ہے۔

یزید نے مصابر سے کہا۔ کیا تو نے خود حسینؑ کو قتل کیا ہے یا میں نے تجھے حکم دیا تھا؟

مصابر نے کہا۔ نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ اللہ قاتل حسینؑ پر لعنت کرے۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے؟

مصابر نے کہا۔ شمر نے قتل کیا ہے۔

یزید نے شمر سے کہا۔ کیا میں نے تجھے قتل کا حکم دیا تھا یا تو نے اپنی مرضی سے قتل کیا ہے؟

شمر نے کہا۔ اللہ قاتل حسینؑ پر لعنت کرے۔ اسے نہ تو میں نے قتل کیا ہے اور نہ آپ نے حکم دیا تھا۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے؟

شمر نے کہا۔ سنان ابن انس نے کیا ہے۔

یزید نے سنان سے کہا۔ بھلا میں نے تجھے کہا تھا کہ حسینؑ کو قتل کر دے یا تو نے خود کیا ہے؟

سنان نے کہا۔ اللہ قاتل حسینؑ پر لعنت کرے۔ نہ میں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی آپ نے حکم دیا تھا۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے۔

سنان نے کہا۔ خولی نے قتل کیا ہے۔

یزید نے خولی سے کہا۔ کیا میں نے تجھے کہا تھا حسینؑ کو قتل کر دے یا تو نے خود کیا ہے۔

خولی نے کہا۔ نہ تو نے کہا تھا۔ اور نہ میں نے قتل کیا ہے۔ اللہ قاتل حسینؑ پر لعنت کرے۔

یزید نے کہا۔ کس نے قتل کیا ہے؟

خولی نے کہا۔ قیس ابن ربیع نے قتل کیا ہے۔

یزید نے قیس سے کہا۔ سچ بتا کیا تو نے خود قتل کیا ہے یا میں نے تجھے حکم دیا تھا؟

قیس نے کہا۔ اگر میں قاتل حسینؑ بتا دوں تو مجھے امان ہوگی۔

یزید نے کہا۔ تجھے امان ہے۔ تاہم کس نے قتل کیا ہے۔

قیس نے کہا۔ ہجرت قاتل حسینؑ ہے جس نے حسینؑ سے جنگ کی خاطر یکے بعد دیگرے شام سے شکرہ بھیجی۔ اور قاتل حسینؑ

کا خاطر بیت المال سے بے دریغ روپیہ خرچ کیا۔

یزید نے کہا۔ وہ کون ہے؟

قیس نے کہا۔ وہ یزید ابن معاویہ ہے۔

یزید یہ سنتے ہی غصہ سے لال پیدا ہو گیا۔ اور دانت پیتا ہوا اندر چلا گیا۔

کافی دیر بعد باہر آیا۔ جناب سجادؓ کو بلایا۔ اور کہا۔

آج سے تم آزاد ہو۔ جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ اپنی کوئی سی تین خواہشات کا اظہار کرو میں ایک ضرور پوری کروں گا۔

بہوف کے مطابق آپ نے فرمایا۔

پہلی بات یہ ہے کہ مجھے اپنے بابا کا سر ایک مرتبہ دکھا دے تاکہ زیارت کروں۔

یزید نے کہا۔ یہ ناممکن ہے۔

سر مظلوم زیر تخت طشت میں رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔ رومال بلند ہوا۔ اور سر سے آواز آئی۔ السلام علیک

یا والدہ۔ السلام علیک یا علی

جناب سجادؓ یہ سنتے ہی دھاڑیں مار کر رونے لگے اور جواب سلام دے کر عرض کیا۔

بابا جان! آپ کا بیار بیٹا وطن تنہا واپس جا رہا ہے۔ نانا کے حرم میں جاؤں گا تو کیا کہوں گا بہرہ آخری سلام قبول

کر لیں۔ خدا حافظ

امام سجادؓ نے فرمایا۔ یزید دوسری بات یہ ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر کسی ایسے شخص کو

مقرر کرنا جو زہر ازادیوں کو مدینہ پہنچا دے۔

یزید نے کہا۔ یہ کام تو ہی کرے گا۔

امام سجادؓ نے فرمایا۔ تیسری خواہش یہ ہے کہ کربلا میں ہمارا جو سامان لوٹا گیا ہے واپس کر دے۔

یزید نے کہا۔ اس کا معاوضہ جو چاہو لے لو۔

آپ نے فرمایا۔ ظالم تجھے کیا معلوم کہ ہمارے سامان میں ایسی چیزیں بھی ہیں جن کی قیمت پوری کائنات

بھی نہیں ہو سکتی۔

یزید نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ایک فاطمہ بنت محمدؓ رسول اللہؐ کا چہرہ ہے۔ دوسرا بنت رسول کا مقنع ہے۔ تیسرا جناب غدیر

کادہ ہے جو اس نے اپنی بیٹی بتول کے لیے انحضرتؐ کو دیا تھا۔ اور چوتھا مظلوم رسول کا قیص ہے۔

یزید نے تمام مطلوبہ سامان کچھ نقد اضافہ کے ساتھ واپس کیا آپ نے نقد رقم لے کر وہیں فقرائے شام میں تقسیم

کر دی۔

یزید نے بشیر ابن جہلم کو کچھ سپاہی دے کر حکم دیا کہ آل محمد کو ان کے ساتھ مدینہ پہنچائے۔

## مدفن سر مظلوم کربلا ۱۔

سر مظلوم کربلا کے سلسلہ میں اہل سنت مورخین ہوں یا اصحاب ائمہ اہل بیت ان کی روایات میں شدید اختلاف ہے اور یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل ہے کہ کون سی روایت درست ہے اور کون سی غلط ہم تاریخی کے سامنے ان تمام روایات میں بعض معروف ترین روایات پیش کیے دیتے ہیں۔

## شام میں ۱۔

۱۔ منصور ابن جہور سے مروی ہے کہ میں یزید کے بیت المال میں گیا۔ دیگر مخصوص اشیاء کے علاوہ میں نے ایک سرخ رنگ مٹکا دیکھا۔

اپنے غلام سلیم سے کہا۔

اسے حفاظت سے رکھنا جی امیہ کے قیمتی مال میں سے ایک ہے۔

غلام نے مٹکا کھولا تو اس میں غریب زہرا کا سر تھا۔

جہور نے غلام کو حکم دیا کہ کپڑا لے آ۔

غلام کپڑا لایا۔ جہور نے سر کو اس میں لپیٹ کر باب العرادلین کے قریب دفن کر دیا۔ اس جگہ کو مشہد الحکیم کہا جاتا ہے۔ ایام حج میں دور دور سے زائرین آتے ہیں اور اس جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔

۲۔ ابوالبن دینانے بھی یہی لکھا ہے۔

۳۔ بلاذری کے نزدیک بھی سر مظلوم دمشق میں ہے۔

۴۔ واقدی کے مطابق بھی سر مظلوم دمشق میں مدفون ہے۔

۵۔ حافظ ابو العلاء کے مطابق عبدالملک ابن مروان نے اپنے دور حکومت میں دمشق میں دفن کیا تھا۔

۶۔ التبر المذاب میں مقام دفن کا تعین تو نہیں ہے۔ البتہ عبداللہ ابن عمر وارق سے مروی ہے کہ جب سر مظلوم

کربلا ابن زیاد کو پیش کیا گیا اور اس نے دیکھا کہ سر اچھی طرح کٹا ہوا نہیں ہے۔ اس نے جہاں کو بلا کر اسے درست کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ جہاں نے کٹے ہوئے گلے کے بڑے چھوٹے مقامات کو برابر کیا۔ سر مظلوم سے جدا کردہ پارہ ہائے گوشت جہاں نے پیچیدہ حج کیے۔

عمر ابن حریث نے کہا۔ ابن زیاد تو نے سر مظلوم کے ساتھ جو سلوک کرنا تھا کر لیا۔ خدا معلوم یہ مظلوم کتنی مرتبہ شہید کیا گیا ہے۔ مجھے تو صرف اس سر کی ضرورت ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے پارہ ہائے گوشت مجھے دے دے۔

ابن زیاد نے کہا تو کیا کرے گا۔

سکرو نے کہا۔ یہ بعد میں بتاؤں گا۔

ابن زیاد نے کہا۔ اے بے میرے کس کام کے ہیں۔

مروئے جسم مظلوم کے ان ہنگاموں کو اپنی جھولی میں رکھا۔ گھرایا۔ مشک و عنبر سے غسل دے کر اپنے گھر میں دفن

مدینہ میں :-

۱۔ شہی کے مطابق ان دنوں مردان گورنمنٹ ہسپتال میں اس نے جناب ناظمہ زہرا کے یہودی میں دفن کرایا۔

۲۔ ابن جوزی کے مطابق سعید ابن عاص نے دختر رسول کے مزار کے ساتھ دفن کیا۔

نحیف انشرف ہیں :-

۱۔ کمال الزیارة میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ نجف اشرف میں مدفون ہے۔

۲۔ فرحتہ الغری کے مطابق امام صادقؑ سے مروی ہے کہ نجف اشرف میں مدفون ہے۔

کہہ جاتا ہیں :-

۱۔ ابن جوزی کی ایک روایت کے مطابق کربلا میں مدفون ہے ۔

۲۔ بخاری میں فرات ابن اسحاق کی روایت کے مطابق کربلا میں مدفون ہے ۔

شام سے کر بلا۔

منتخب طوطی کے مطابق ماتم کے اٹھویں دن یزید نے امیران آل محمد کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ (یہ نکتہ بالخصوص قابل غور ہے کہ سرکار طوطی نے ماتم کے اٹھویں دن کی تعیین کی ہے۔ میرے خیال میں یہی وہ مقام ہے جہاں بعض معاصرین یا متقدمین کو یہ اشتباہ ہوا ہے کہ کل مدت زندان شام سات دن تھی اور اٹھویں دن ربائی مل گئی حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب ریاض الاخران کے مطابق امیران آل محمد شام میں پہنچے ہی ۲۰ ربیع الاول کو تھے۔ عقلاً ممکن ہے۔ یہ اٹھواں دن ان سات دنوں کا اٹھواں ہے جو اہل بیت کے مطالبہ پر انہیں شام میں ماتم کے لیے دیئے گئے تھے۔ یہ دن قید کے کتنی مدت بعد ملے۔ اس کی تعیین ان روایات سے کی جاسکتی ہے جن میں آل محمد کی کربلا میں دایمی ۲۰ صفر کو بتائی گئی ہے۔ یعنی ۱۰ صفر کا ۲۰ صفر شام جاتے ہوئے کربلا میں آیا۔ اور ۲۱ صفر کا ۲۰ صفر

ایک سال بعد کربلا میں آیا۔ اس کی تفصیلی بحث ہم نے معالی السبطین اور ریاض الاخوان کے ترجمہ میں کر دی ہے۔ شائقین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ (مترجم)۔

جب اسیران اکل محمد زید کے پیش کیے گئے تو زید نے ثانیہ زہرائے کہا۔  
جو کچھ ہو چکا ہے سو ہو چکا ہے واپس نہیں پلٹایا جاسکتا۔ اب جتنی دولت چاہو میں دے دوں۔  
ثانیہ زہرائے فرمایا۔

یا زید ما اقل حیا و اصلب  
و جھک تقتل اخي و اهل بيتي و تعطيفني  
اے زید تو کتنا بے حیا اور سنگدل ہے کہ میرے بھائی  
اور میرے اہل بیت کے خون کا عوض مجھے دولت دیتا ہے  
بخدا! ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

ارشاد مفید کے مطابق اس کے بعد زید نے بشیران جذم کو بلایا اور کہا۔ تو آل محمد کے ساتھ جا اور مدینہ تک پہنچا۔

بشیر ساریان کی صورت میں چلا۔ قافلہ کے آگے آگے چلتا تھا۔ جہاں قیام ہوتا وہاں اتنے فاصلہ پر دور جا بیٹھتا کہ اس کے کانوں پر محضات عصمت کی آواز نہ آئے۔

بشیر کے اس حسن سلوک کو دیکھ کر جناب فاطمہ بنت حسینؑ نے چھوچی کی خدمت میں عرض کیا۔ اس کا رویہ ہمارے ساتھ اچھا ہے۔ اسے کچھ انعام دیں۔

ثانیہ زہرائے فرمایا۔ بیٹی ہمارے پاس دینے کو رہ گیا ہے۔ ہمیں جو اپنا تھوڑا بہت مال واپس ملا ہے اس میں چند ایک زیورات ہیں۔ یہی بشیر کو دیتے ہیں۔ چنانچہ جب بشیر کو زیورات پیش کیے گئے۔ تو بشیر نے عرض کیا میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ صرف اور صرف اپنی آخرت کے لیے کر رہا ہوں۔ اور آپ کے جدا مجد کی شفاعت چاہتا ہوں۔

ان زیورات کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔

جب قافلہ آل محمد اس دورا ہے پر پہنچا۔ جہاں سے ایک راستہ کر بلا کو اور ایک مدینہ کو جاتا تھا تو بشیر نے پوچھا۔ کونسی راہ پر چلن ہے۔

محمدات عصمت نے کہا۔ پہلے کر بلا جائیں گے۔ ۲۰ صفر ۶۲ھ کو قافلہ کر بلا پہنچا۔ وہاں جابر ابن عبد اللہ انصاری اور بنی ہاشم کے کچھ افراد موجود تھے۔ تین دن تک کر بلا میں ماتم ہوتا رہا۔ چوتھے دن روانگی ہوئی۔ ثانیہ زہرائے ان اشعار سے الوداع کیا۔

الا یا کر بلا لود علی جسمی  
بلا کفنی ولا غسل فینا  
اے کر بلا ہم ایسے مظلوم تیرے حوالہ کر کے  
جارے ہیں جو بلا نسل و کنن و نین کیے گئے ہیں

الایا کر بلا نود عک روحا  
لاحمد والوصی مغر الامینا  
کر بلا سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب مدینہ کے باہر پہنچ گئے تو امام سجادؑ نے بشیر کو خیام نصب کرنے کا حکم دیا  
جب خیام نصب ہو گئے تو آپ نے بشیر سے فرمایا  
تیرا اپ بڑا اچھا شاعر تھا تو پھر افسار کہہ لیتا ہے؛  
بشیر نے عرض کیا۔ قبل بس کچھ کچھ تک بندی کرتا ہوں۔  
آپ نے فرمایا۔ پھر جا کر اہل مدینہ کو ہماری آمد سے مطلع کر دے۔  
بشیر کتبے میں مدینہ میں گیا۔ اور اہل مدینہ کو اطلاع دیتے ہوئے روضہ رسول پر پہنچا۔ وہاں کھڑے ہو کر میں نے  
بتایا۔

لوگو مدینہ شہر کے سردار آگئے  
لٹ کر مغرب عابد بیمار آگئے

میں نے دیکھا جوں جوں میری آواز پہنچی گئی عورتیں اور مرد بچے اور بوڑھے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر روتے پٹتے  
روضہ رسول پر جمع ہونے لگے۔ جب کافی لوگ جمع ہو گئے تو میں نے بتایا کہ بیرون شہر امام سجادؑ خیمہ زن ہیں۔ لوگ گردہ  
در گردہ بیرون مدینہ دوڑنے لگے۔ مستورات کھلے سر منہ اور سر پر ماتم کرتی ہوئی آنے لگیں۔  
بعض کتب کے مطابق جناب ام المومنین ام سلمہؓ بیمار و خستہ حسینؑ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئیں۔ میں دیکھ رہا تھا۔  
ام المومنین نے ایک ہاتھ میں خون سے پریشی تھی اور دوسرے ہاتھ میں جناب فاطمہ صغریٰ کا ہاتھ پکڑا تھا  
میں گھوڑے کو ایڑ لگا کر جب امام سجادؑ کے پاس آیا تو ایسے معلوم ہوا کہ پورا مدینہ خالی ہو گیا ہے۔ اور تمام  
اہل مدینہ مجھ سے پہلے امام سجادؑ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ بڑی مشکل سے میں جناب سجادؑ تک پہنچا۔  
جب ام المومنین ام سلمہؓ اور جناب فاطمہ صغریٰ ان خیام میں پہنچیں تو ماتم کا ایسا کہرام مچا کہ ایسے معلوم ہوتا تھا  
جیسے زمین کانپ رہی ہے۔

امام سجادؑ در خیمہ پر آکر بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے آنسو خشک کر رہے تھے  
جناب محمد حنیفہ کو نوکر گھوڑے پر سوار کر کے لارہے تھے۔ جب انہوں نے دور سے مختصر خیام دیکھے تو سمجھ  
گئے کہ واپس آنے والی مستورات ہی ہیں۔ یہ خیال کرتے ہی غش کھا کر گھوڑے سے زمین پر آنے لگے غلام نے سنبھال  
کر نہیں پر لٹایا اور دوڑ کر جناب سجادؑ کے پاس آکر عرض کیا۔

آتا چا کی خبر کیجئے

جناب سجادؑ تڑپ کر اٹھے۔ چچا کے پاس آئے پانی کے پھینٹے مارے۔ جو نبی جناب محمدؐ نے جناب سجادؑ

کو دیکھا گلے سے لگایا۔ اور پوچھا کون کون آیا ہے؟  
جناب سجادؑ نے فرمایا۔ پچا مردوں سے میرے سوا کوئی نہیں آیا۔ بچوں سے ایک باقر اور چند دوسرے بچے  
رہ گئے ہیں۔

جناب محمد پھر عرض کھا گئے۔

جب افادہ ہوا تو امام سجادؑ نے حوصلہ دیا۔ سہارا دے کر خیام تک لائے۔

یہاں سے قائد آل محمد اہل مدینہ کے ساتھ مدینہ میں آیا۔

مدینہ کے درو دیار کو دیکھ کر جناب ام کلثوم زینب نے ایک طویل مرثیہ پڑھا جس میں کربلا سے لے کر شام تک  
کے تمام واقعات دہرائے۔

تمام اہل بیت سب سے پہلے روضہ رسول پر آئے۔ بنت زہراؑ دو ہاتھ پھیلا کر دہلیز پر کھڑی ہو گئیں ایک ہاتھ  
دروازہ کے دائیں جانب دوسرا بائیں رکھا اور عرض کیا۔

نانا دیکھا زینب آپ کے پارہ بگر حسین کی خبر شہادت کے سوا کچھ نہ لاسکی۔

نانا میں غموں کی ماری آپ کو پرسمہ دینے کے لیے زندہ بچ گئی۔

اس کے بعد بی بی نے کربلا سے شام تک ایک ایک واقعہ بیان کیا۔ مزار رسول کانپ گئی۔ پھر ایک ایک

بی بی آگے بڑھ کر مزار رسول کو گھلے لگا کر پرسمہ دینے لگی۔ آخر میں جناب سجادؑ نے مزار رسول کو گھلے لگا کر  
پرسمہ دیا۔

روضہ رسول کے بعد اہل بیت مزار جناب زہراؑ اور مزار امام حسنؑ پر آئے۔ ہر بی بی نے اپنا دکھ سنایا  
اور پرسمہ دیا۔

جناب رباب کو مدینہ واپسی کے بعد کسی نے سایہ میں بیٹھا ہوا نہیں دیکھا۔

تمام مرد تعزیت کے لیے امام سجادؑ۔ جناب عبید اللہ ابن جعفر طیار اور حسن ثقی کے پاس آتے تھے۔ اور خواتین

مدینہ جناب ام المومنین ام سلمہ۔ جناب ام البنین۔ جناب زینب خاتون اور جناب رباب کے پاس پرسمہ کے لیے  
آتی تھیں۔

امام صادق سے مروی ہے کہ جناب سجادؑ چالیس برس تک غم شہدائے کربلا میں خون کے آنسو روتے رہے۔

ارض وسما جن و ملک اور شمس و قمر کا گریہ ۔

کامل الزیارتہ میں زرارہ سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ :

شہادتِ مظلوم کربلا پر آسمان چالیس دن خون برساتا رہا۔

زمین چالیس دن خون اگل کر روئی۔

سورج چالیس دن تک خون کی مانند سرخ گرہن زدہ رہا۔

چالیس دن بے نور ہو کر رویا۔

ملا مکہ جا لیس دن مظلومی غریب کر بلا پروئے

ہماری کسی عورت نے ابن زیاد کا سر کرنے تک نہ بالوں میں کنگھی کی اور نہ سیاہ لباس اتارا۔

نگاہ قدرت میں سب سے زیادہ وہی آنکھ محبوب ہے جو غم حسین میں روئے

جو بھی غم حسین میں روتا ہے جناب سرور انبیاء اور دختر رسولؐ اسے یہ کہہ کر دعا دیتے ہیں کہ تو نے ہمارے غم

مازم سمجھا ہے

قیامت کے دن ہر آنکھ اشکبار ہوگی لیکن غم حسینؑ میں رونے والی آنکھ خوش ہوگی۔

قیامت کے دن ہر شخص اپنے حساب کے سلسلہ میں فکر مند

ان کی مشق ہوگی۔ ملائکہ آکر کہیں گے انہیں جنت میں

عزادار جواب دیں گے، ہماری جنت تو عزا داری حسین

جنت کا نام لے کر ہمیں مجلس تبیین سے محروم کرتے ہو۔

کامل الزیارتہ میں ابو بصیر

اسے گلے لگایا اور فرمایا :-

جو ہمیں حقیر سمجھے اللہ اسے حقیر کر دے گا۔

جو تم پر ظلم کرے گا انہما سے اس مقام ہے گا۔

جو ہماری رسوائی کی کوسس کرے گا

اللہ تمہارے قائلوں پر الفت کرے۔

ابو بصیر جب بھی میرے دریت سیر

تہاں از اہل بیت علیہم السلام مراجعہ ہوئے کہ محمد امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: شہادت





دور کھٹ نماز ادا کی۔ اس جگہ نماز کا پڑھنا بڑا عجیب تھا۔ قید کے تمام بچے ارد گرد جمع ہو کر تماشہ دیکھنے لگے کیونکہ انہوں نے پہلے یہ کام نہیں دیکھا تھا۔

جب رات گزر گئی۔ دوسری صبح آپ اٹھے خیمہ کے قریب ٹو سجر نامی ایک درخت تھا آپ اس کے قریب بیٹھ گئے۔ آپ نے وضو و سوجہ کے پاس بیٹھ کر کیا۔ وضو کا تمام پانی سوجہ کے گرد جمع ہو کر سوجہ کی جڑوں میں جذب ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ سوجہ ایک دن بڑا ہو گا اور بہت بڑی علامت ثابت ہو گا۔  
آپ چلے گئے۔ دوسرے دن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سوجہ کا وہ چھوٹا سا درخت ایک بہت بڑا درخت بن چکا تھا۔

اس کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں جو بھی دیکھتا حیرت کے مارے پاگل ہو جاتا۔ پھر تیسرے دن اس پر پھول آ گئے۔ چوتھے دن پھل بن گیا اور پانچویں دن سے پھل پک گئے۔ ہر طرف سوجہ کے قصے بیان ہونے لگے لوگ دور سے چل کر دیکھنے کو آتے تھے۔ اس کے پھل کارنگ سرخ تھا۔ ذائقہ عنب جیسا تھا اور شیرینی شہد جیسی تھی۔

اگر کسی جوئے نے کھایا تو سیر ہو گیا۔

اگر بیاسے نے کھایا تو سیراب ہو گیا۔

اگر بیمار نے کھایا تو شفایاب ہو گیا۔

اگر غریب نے کھایا تو دولت مند ہو گیا۔

اگر صاحب حاجت نے کھایا تو حاجت پوری ہو گئی۔

بلاتیناز حیوان و انسان جن نے بھی کھایا اس کی دنیا بدل گئی۔

ایک دن دیکھا تو سوجہ کا پھل گر گیا۔ پتے زرد ہو گئے۔ ہمیں رنج بھی ہوا اور حیرت بھی چند دن بعد اطلاع آئی

کہ سرور کونین وفات پا گئے ہیں۔

اس کے بعد سوجہ کے پھل کی مقدار ذائقہ اور لذت قدرے کم ہو گئے۔ ڈھائی ماہ گزرے تھے کہ ایک دن پھر

سوجہ کی ہمار خزاں میں بدل گئی۔

دو دن بعد معلوم ہو گیا کہ بنت رسولؐ شہید آ گئی ہے۔

سوجہ کے پھل کے حجم مقدار ذائقہ اور لذت میں پھر کمی آ گئی تیس برس تک یہ سلسلہ رہا۔ ایک دن پھر سوجہ

خزاں رسیدہ ہو گیا۔ پھل اور پتے پہلے سے بہت زیادہ کم ہو گئے۔ کچھ دن بعد پتہ چلا کہ حضرت علیؑ شہید

ہو گئے ہیں۔

دس برس بد خزاں کا ایک اور جھوٹا کیا۔ جس نے عو سجہ کو بالکل کمزور کر دیا۔ کوئی کوئی پتہ اور کوئی کوئی پھلے رو گیا۔ پتہ چلا امام حسن شہید ہو گئے ہیں۔

دس برس بد ایک دن بیدار عصر عو سجہ کے تمام پتے سرخ ہو گئے۔ شاخوں سے خون چھوٹنے لگا۔ تنے سے خون بہنے لگے یہ دیکھ کر تو تمام قبیہ کی جان نکل گئی کہ کوئی بہت بڑا مادہ رونما ہو گیا ہے۔ کچھ دن بعد پتہ چلا۔ مظلوم کو بلا شہید ہو گئے ہیں۔

## مغرب قاتلان شبیر

بد دعائے نبی :-

بصائر الدرجات میں سلمان سے مروی ہے کہ آسمانوں کے ملائکہ میں سے کوئی ایسا ملک نہیں ہے جس نے نبی کو نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو شہادت مظلوم کو بلا پر رسہ نہ دیا ہو۔ اور ہر ملک نے ان حضور کو قاتل کر بلا سنایا۔ ہر ملک کے سامنے نبی اکرمؐ نے فرمایا۔

اللهم اخذ لی من خذلہ -

اے اللہ جنہوں نے میرے حسینؑ کو دھوکا دیا ہے انہیں رسوا کر۔

جنہوں نے میرے حسینؑ کو قتل کیا ہے انہیں قتل کر۔

واقتل من قتله -

جنہوں نے میرے حسینؑ کو ذبح کیا ہے انہیں ذبح کر

واذبح من ذبحه

قتل حسینؑ پر جس جس نے جو جو انعام لیا ہے اس سے انہیں فائدہ نہ اٹھانے دے۔

لا تمنعه بما طلب -

لاکھوں کی تعداد میں جب نبی کریمؐ نے یہ بد دعا کی تو کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ نے آپؐ کی اس دعا کو شرف قبولیت نہ بخشا ہو۔

نہ بخشا ہو۔

یقیناً آپؐ کی دعا قبول ہوئی ہے اور قاتلین حسینؑ میں سے کوئی بھی زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا۔

انجام نیرید :-

رات کو شراب پی کر سویا۔ صبح کو مبرا ہوا یا گیا۔ جسم نرید اس طرح سیاہ تھا جیسے تارکول کا پلستر کیا گیا ہو۔ نرید کے علاوہ بھی جتنے شرکائے کربلا تھے انہیں اپنے اپنے مظالم کے مطابق سزا ملی ہے۔ بعض کی تو نسلوں تک سلسلہ سزا چلتا رہا ہے۔ یعنی کچھ ایسے بھی تھے جنہیں برص یا جذام ہوا اور پھر یہ مرض ان کی نسلوں میں منتقل ہوتا رہا۔

عبد اللہ ابن زیاد :-

امالی صندوق کے مطابق

سینکڑوں افراد نے اس وقت ابن زیاد کا سر دیکھا جب اس کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ ایک سانپ آیا۔ سانپ اگرچہ جسم میں چھوٹا تھا لیکن اس میں دہشت اتنی تھی کہ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا گیا لوگ از خود پیچھے ہٹے گئے۔ عبید اللہ کے جسم پر پاؤں کی طرف سے چڑھا۔ جس جگہ سے گزرتا گیا وہ کوئلہ کی طرح سیاہ ہوتی گئی۔ ناک کے ایک نچھنے سے سر میں داخل ہوا اور دوسرے نچھنے سے نکل گیا۔

عمر این سعد

بھار کے مطابق فرزند رسولؐ نے عمر سعد سے فرمایا تھا کہ تجھے عراق کی گندم نصیب نہ ہوگی۔ اس وقت تو عمر نے مذاق میں ٹال دیا اور کہا۔ کوئی حرج نہیں میں جو سپر گزرا کروں گا لیکن جب جناب مختار نے اسے واصل جہنم کیا تو اسے پتہ چلا کہ واقعہ فرزند رسولؐ نے سچ فرمایا تھا۔

عالم میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب دشمن اہل بیت کا وقت وفات قریب آتا ہے تو ملک الموت کے ساتھ رسول کریمؐ بھی تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔

یہ میرے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ اب اسے آخرت کے پہلے دن ہی سے بغض اہل بیت کا انجام معلوم ہو جانا چاہیے۔

چنانچہ ملک الموت آگے بڑھ کر مرنے والے سے پوچھتا ہے۔

بندہ خدا کیا تو نے برات نامہ لے لیا ہے؟

کیا تو نے عصمت کبریٰ سے تمسک کیا تھا؟

مرنے والا کہتا ہے۔ وہ کیا ہے مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔

ملک الموت کہتا ہے۔ ولایت علیؑ کا نام برداشت نامہ ہے۔

اب بتا کیا تو موالیان علیؑ سے تھا۔

مرنے والا کہتا ہے اگر ولایت علیؑ کا نام برداشت نامہ ہے تو پھر میں اس سے تھی دست ہوں کیونکہ میں تو دشمنان علیؑ سے تھا۔

ملک الموت کہتا ہے۔

اے دشمن خدا! پھر غضب جبار اور عذاب جہنم کے لیے تیار ہو جا۔ جس کی تجھے امید تھی وہ تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اور جس جہنم سے ڈرتا تھا وہی تیرا مقدر ہے۔

اس کے بعد ملک الموت اس سختی سے قبض روح کرتا ہے کہ وہ ٹپ ٹپ جاتا ہے۔ داروغہ جہنم کی طرف سے سو ایسے افراد مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کے منہ پر تھوکتے ہیں۔ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھولایا جاتا ہے۔ جس کی پیش سے یہ قبر ہی میں جلتا رہتا ہے۔

عوالم ہی میں ہے کہ مگر سعد کو جب بعد از قتل گھر لایا گیا تو وہ بندر کی صورت میں مسخ ہو چکا تھا۔ اور گھر والوں نے اسے پہچاننے تک سے انکار کر دیا تھا۔

مناقب میں خالد سے مروی ہے کہ میں ابو جہاء عطار دی کے پاس بیٹھا تھا۔ باتوں باتوں میں ذکر اہل بیت چل نکلا۔ ابو جہاء نے کہا ایک بات یاد رکھنا اپنی زندگی میں جب کبھی ذکر اہل بیت کرو تو اچھے الفاظ سے کرنا۔ ورنہ نہ دنیا رہے گی نہ آخرت۔

کنز المذکرین میں شعبی سے منقول ہے کہ میں بیت اللہ کی حج کو آیا۔ دوران طواف ایک شخص کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ ہاتھ میں سے رکھا تھا اور کہہ رہا تھا۔

بار اہل! مجھے معاف کر دے۔ لیکن میں جانتا ہوں تو نہیں بخشنے گا۔

میں نے کہا۔ بندہ خدا! کیا ایک رہا ہے۔ بیت اللہ سے عزالت کا دن ہے۔ اور تو ایسی بے ہودہ بات کر رہا ہے؟ ایسا کونسا گناہ ہے جس کی بدولت تو رحمت الہیہ سے یا کوشش ہے؟

اس نے کہا۔ ہم پچاس اس آدمی سر مظلوم زہراؑ کو فہ سے شام لائے پر موکل تھے۔ بالعموم ہم شراب پی کر سر شام ہی سو جاتے تھے۔ ایک رات میں نے اتفاقاً شراب نہ پی۔ میرے دوسرے ساتھی سو گئے۔ میں جاگ رہا تھا۔ میں نے آسمان سے ایک سفید بادل اترتے دیکھا۔

اس بادل سے بہت سے لوگ زمین پر اترے۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟

اس نے بتایا کہ تمام انبیاءؑ و ائمہؑ کو شہادت حسینؑ پر تعزیت کے لیے اکٹھے ہیں۔

میں نے کہا۔ انھوں نے کہاں ہیں۔

اس نے بتایا۔ وہ ابھی دوسرے بادل میں تشریف لارہے ہیں۔

اتنے میں دوسرا بادل نازل ہوا۔ میں نے انھوں کو بادل سے اترتے دیکھا۔ آپ کا گریبان چاک تھا۔ سر میں خاک تھی آستین چڑھی ہوئی تھیں۔ آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ کے دائیں بائیں چند نورانی افراد تھے۔ اور آپ کے عقب میں ایک انتہائی ہیبت ناک شخص تھا۔

میں نے اس سے پوچھا۔ انھوں کے ساتھ کون ہیں۔

اس نے کہا۔ دائیں جبریل ہے بائیں میکائیل ہے اور عقب میں ملک الموت ہے۔

میرے دیکھتے دیکھتے ملک الموت نے آگے بڑھ کر میرے سوتے ہوئے انچاس ساتھیوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔

یہ دیکھ کر میں ڈرا اور دوڑ کر انھوں کے قدموں سے لیٹ کر اللہ ان یا رسول اللہ کہا۔ میں نہ تو شریک قتل تھا اور نہ ہی قتل حسین پر راضی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو جو کچھ میری ذریت کے ساتھ ہوتا رہا تو اسے دیکھتا تو رہا تھا۔

میں نے کہا۔ قبلہ یہ جرم مجھ سے ہوا ہے۔

آپ نے ملک الموت سے فرمایا۔

اسے چھوڑ دے آخر ایک دن اسے مرنا ہی تو ہے اسے زندہ چھوڑ دے تاکہ دوسرے قاتلان حسین کو جاگرتائے گا کہ میرے ساتھیوں کا کیا انجام ہوا ہے؟

اب بھلا آپ خود بتائیں جسے نبی کونین نے زندہ درگاہ کر دیا ہوا اس کی بخشش کی کون سی صورت رہ جاتی ہے۔

ہوف میں ابن طاووس نے ابن رباع سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک شخص کو نابینا دیکھا تو اس سے وجہ پوچھی۔

اس نے بتایا کہ میں ان دس بد بختوں میں سے ہوں جنہوں نے قتل فرزند رسولؐ کا ذمہ لیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے میں نے نہ تو آپ پر تلوار سے کوئی وار کیا تھا نہ تیرو نیزہ سے۔

**سبیل سکینہ**

حیدر آباد لطیف آباد، ہونٹ نمبر C1-A

میں نے پوچھا۔ پھر کیا وجہ ہوئی۔

اس نے کہا۔ کہ بلا سے واپسی کے بعد میں بالکل تندرست بستر پر سویا۔ عالم خواب میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے کہا۔ چل تجھے رسول عالمینؐ بلاتے ہیں۔

میں نے کہا۔ مجھ سے رسولؐ کو کیا لینا ہے؟ مجھے کیوں بلاتے ہیں؟

اس نے میرے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور کھینچ کر لے گیا۔  
میں نے آنکھوں کو دیکھا ایک صحرا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آستین چڑھی ہوئی تھیں۔ بال پریشان تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھری تھی اور سامنے خون سے پر ایک طشت رکھا تھا۔ ان کے سامنے ایک ملک کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ میں نے دیکھا میرے دوسرے ساتھی تو پہلے سے آپ کے سامنے موجود ہیں۔ میرے پہنچنے کے بعد آپ نے اس ملک کو انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ آج تک وہ چشتناک منظر میرے ذہن سے نہیں مٹتا۔ جو وہی ملک تلوار سے وار کرتا اس ضرب سے آگ کا ایسا شعلہ لپکتا تھا جس سے مغرب جل کر راکھ ہو جاتا تھا۔  
میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔

کچھ دیر بعد فرمایا۔  
اے دشمن خدا! تو نے میری ذریت کو قتل کیا ہے۔ میرے خیم لوٹے ہیں۔ تجھے مجھ سے شرم تک نہ آئی۔  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں نے تیر تلوار، نیزہ اور پتھر کسی بھی چیز سے آپ کی ذریت کو اذیت نہیں دی۔  
آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے فوج یزید میں ایک آدمی کا اضافہ بھی نہیں کیا۔  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ جرم تو ہوا ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ میرے قریب آ۔  
میں غیر اختیاری طور پر آگے بڑھا۔  
انہوں نے طشت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

یہ دیکھ یہ میرے حسین کا خون ہے۔ پھر ایک سلاخی ڈبو کر میری دونوں آنکھوں میں پھیر دی۔ جب جاگا تو یہی حالت میں تھا جس میں تو دیکھ رہا ہے۔  
بحار سے مروی ہے کہ ایک اندھا لولا اور ہاتھوں سے محروم شخص غلاف کعبہ سے معلق ہو کر گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا۔

طواف کرنے والوں میں سے ایک نے اسے کہا۔ بھلا اب بھی تجھے گناہوں کی معافی مانگنے کی ضرورت ہے مصائب کی وہ کونسی قسم ہے جو تجھے نہ ملی ہو۔  
اس نے جواب دیا۔ تم نے صرف میری یہ مصیبت ہی دیکھی ہے میرے کرتوت سے واقف نہیں ہو اگر تمہیں میرے گناہوں کا پتہ چل جائے تو تم خود کو کھو گے۔ ابھی سزا کچھ بھی نہیں۔  
بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور پوچھا۔  
آخر اتنا بڑا کون سا جرم ہے جو تو نے کیا ہے؟  
اس نے جواب دیا۔ میں قاتلانہ فرزند رسول میں شریک کر بلاتا تھا۔ جب تمام لوگ فرزند رسول کے لاشہ سے لباس

اتار کر لے گئے تو میں نے دیکھا ایک بھٹی ہوئی شلوار اور ایک کمر بند بچا ہوا تھا۔ کمر بند خاصا قیمتی تھا۔ اس میں کافی گرہیں دی گئی تھیں۔ میں نے کمر بند لینے کی خاطر گرہیں کھولنا شروع کیں جب آخری گرہ کھولنے لگا تو مظلوم کربلا کا دایاں ہاتھ کمر بند پر آگیا۔ پہلے تو میں نے ہاتھ مٹانے کی کوشش کی جب ہاتھ نہ اٹھا تو مجھے ایک ٹوٹا ہوا خنجر مل گیا میں نے اس کے ذریعہ بڑی مشکل سے مظلوم زہراؑ کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ کر ایک طرف رکھا۔ پھر میں نے کمر بند کھولنا چاہا تو دایاں ہاتھ گرہ پر آگیا۔ میں نے بائیں ہاتھ پر بھی خنجر کے وار شروع کیے جب وہ بھی کلائی سے کٹ گیا اور میں نے کمر بند کھولنے کا ارادہ کیا۔ تو زمین میں زلزلہ کے جھٹکے آئے میں ذرا سا گھبرا گیا۔ پھر سیاہ اندھی چٹنے لگی۔ میں پریشان ہو گیا۔ اسی اثنا میں آسمان سے کوئی چمکتی ہوئی چیز نازل ہوئی۔ میں بھاگ کر لاشوں میں چھپ کر دراز ہو گیا۔ میں نے دیکھا آسمان سے اترنے والی بادل نما روشن چیز سے نبی کو نبیؐ حضرت علیؑ امام حسنؑ اور ایک ستور جس نے سیاہ برقعہ پہن رکھا تھا۔ باہر آئے۔ دختر رسولؐ لاشہ مظلوم کے پاس آئیں۔ ایک ایک ٹکڑے کو بوسہ دے کر پوچھا۔

بیٹے تو اتنا غریب ہو گیا تھا کہ تجھے پانی تک کسی نے نہ دیا۔ میرے لال تجھے کس کس نے تہید کیا ہے؟ میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ ماں میں کس کس کا نام بتاؤں۔ کربلا میں موجود فوج یزید میں سے ہر شخص نے مقدور بھر میرے قتل میں حصہ لیا ہے۔ جن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا اس نے پتھر مارے ہیں۔ پتھر نہ مل سکا تو انہوں نے مٹی میں مٹی اٹھا کر جھڑ پھینکی ہے۔ البتہ میرا سر جسم سے شمرنے اور دونوں ہاتھ اس شخص نے ابھی ابھی جدا کیے ہیں جو ان لاشوں میں سوراخ ہے۔

بجدا! میں وہ منظر کبھی نہ بھولوں گا جب بنت زہراؑ نے منہ پر نقاب ڈال کر میری طرف توجہ کی اور انتہائی غم زدہ کوازیں کہا۔

قطع الله يدك ورجليك واعمى  
بصرک وادخلک النار۔  
اثنی عشر ہاتھ پاؤں قطع کرے تجھے اندھا کرے۔ اور  
آگ تجھے نصیب کرے۔

میرے بیٹے سے یہ سلوک تو کس لیے کیا ہے؟ میں گھبرا گیا۔ وہ بچے گئے نہیں اٹھا تو میری آنکھیں بینائی سے محروم ہو چکی تھیں۔ اسی وقت میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں میرے جسم سے جدا ہو کر گر گئے۔

اب عرف آگ ہی ہے جو نبیؐ کی دعائیں سے باقی ہے۔

امالی طوسی میں مروی ہے کہ حجاج کے زمانہ میں ہم چند افزدات کی تاریکی میں چھپ کر غریب زہراؑ کی زیارت کو کربلا آئے۔ وہاں ابھی تک صحرا ہی صحرا تھا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ہم سوچ رہے تھے کہ رات کہاں گزاریں گے اسی اثنا میں ایک مسافر آگیا۔ اس نے ہماری پریشانی دیکھ کر کہا۔ دریا کے کنارے دیکھو میرا خیال ہے وہاں ایک کیتا ہے۔



ہم رات گزار سکتے ہیں۔

اس کے کہنے پر ہم نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تارکی میں دیکھا تو ہمیں ایک جھگی سی نظر آگئی۔ ہم وہاں آئے۔ کچھ تیل ہمارے پاس تھا۔ ہم نے چراغ بنایا اور تیل ڈالکر جلا دیا۔ باتیں ہونے لگیں۔ مختلف موضوعات تھیں۔ بالآخر موضوع قاتلان حسین بن گئے۔

ہم نے کہا کہ جو لوگ مختار کی تلوار سے بچ گئے تھے اللہ نے انہیں مختلف عذابوں سے دوچار کر کے ہلاک کر دیا ہے۔

اس نو وارد نے کہا۔ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولو۔ یہ بھی قاتلان حسین عین سے ایک ہوں اور تمہارے سلسلے میں صحیح و سالم بیٹھا ہوں۔

اس کی یہ بیساک دیکھ کر ہم چپ ہو گئے۔ کچھ دیر چراغ کی لود ہم ہوئی میں درست کرنے کو اٹھنے لگا۔ اس نووارد نے کہا۔ آپ بیٹھیں میرے قریب ہے میں درست کیے دیتا ہوں۔ جونہی اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اس کے ہاتھ کو آگ لگ گئی۔ اس نے بھجانے کی بڑی کوشش کی لیکن آگ نہ بجھی وہ دوڑا اور ہاتھ کو دریا میں ڈال دیا۔ وہ تو ایسے معلوم ہوا جیسے پانی نہیں تیل تھا۔ ہاتھ ڈالتے ہوئے جتنے چھینٹے اڑ کر اس کے جسم پر جہاں جہاں گرے وہاں وہاں آگ لگ گئی۔ اس نے اپنے کو دریا میں پھینک دیا۔ ہم کنارے پر کھڑے ہو کر تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ آگ پانی پر تیرتی جا رہی تھی جب وہ غوطہ لگاتا آگ سطح آب پر رک جاتی جونہی اس کا سر یا جسم کا کوئی حصہ پانی سے باہر نکلتا آگ پک جاتی۔ بالآخر ہم نے دیکھا کہ وہ ملعون جل کر کوئلہ ہو گیا اور بے جان ہو کر پانی کے ساتھ بہنے لگا۔

انتخب میں سدی سے مروی ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر میں بڑا پریشان بیٹھا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو اپنی باتوں سے مجھے خوش کر دیتا

اتنے میں دق الباب ہوا میں نے دروازہ کھولا۔ سامنے ایک مسافر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے مات گزارنے کی خاطر درخواست کی۔

میں دروازہ سے ایک طرف ہو گیا اسے اندازے کو کہا۔ یا حاضر پیش کرنے کے بعد باتیں شروع ہو گئیں۔ باتوں باتوں میں میدان کر بلا کا قصہ میں چل نکلا۔

میں نے ایک سرد راہ بھری اور بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے چونکہ واقعہ کربلا کو اتنا زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اس لئے حسان اکل محمد کے دلوں میں رہ رہ کر غم کی لہر اٹھتی تھیں۔

اس نے کہا اے یہ تجھے کیا ہوگا ہے۔

میں نے کہا۔ تو نے ایک ایسی درد بھری کہانی چھیڑ دی ہے جس کے مقابلہ میں کہہ ارض پر آج تک کوئی دردناک

اے نے پوچھا کیا تو واقعہ کر بلا میں نہیں تھا؟

میں نے کہا۔ الحمد للہ میں نہیں تھا۔

اس نے کہا۔ کس بات پر اللہ کی حمد کر رہا ہے۔

میں نے کہا۔ اس بات پر کہ میں خون حسینؑ میں شریک نہ ہوا۔ کیونکہ میں نے نبی اکرمؐ سے مروی حدیث صحیح میں سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص سے خون حسینؑ کا مطالبہ کیا گیا وہ ناقابل شفاعت ہوگا۔

اس نے کہا۔ کیا یہ حسینؑ کے نانا کا ارشاد ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں۔

اور انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرا حسینؑ بیٹا مظلوم شہید ہوگا۔ اور قاتل حسینؑ جہنم کے ایسے تابوت میں ہوگا جہاں اسے تمام اہل جہنم کے عذاب کا نصف صرف اسی کو ملے گا۔ قاتل حسینؑ دست و پا بستہ ہوگا۔ اس کے جسم سے اٹھنے والی بدبو سے تمام اہل جہنم پناہ مانگیں گے۔

قتل حسینؑ پر ساتھ دینے والے۔ قتل حسینؑ پر بیعت کرنے والے۔ قتل حسینؑ پر قاتل کرنے والے اور قاتل حسینؑ کی وکالت کرنے والے تمام ایک زمرہ میں ہوں گے جہنم میں ان کا جب ایک چٹرا بل جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا پڑھا دیا جائے گا۔

جہنم کا پیپ انہیں پینے کو دیا جائے گا۔

میرے مہمان ظالم نے کہا۔ بھیا یہ صرف ہوائی باتیں ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

میں نے کہا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انھوں نے کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی مجھے کبھی جھٹلایا گیا ہے۔

اس نے کہا۔ آپ نے محمدؐ کی یہ بات بھی تو سنی ہوگی کہ قاتل حسینؑ کی عمر گھٹ جائے گی۔ جب کہ میں تیرے سامنے تندوت و تانا بیٹھا ہوں میری عمر نوے سے بڑھ چکی ہے۔

شاید تو مجھے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا۔ ہاں میں نے تجھے نہیں پہچانا۔

اس نے کہا۔ میں اختس بن زید ہوں۔

میں نے پوچھا تو نے کر بلا میں کیا کیا تھا؟

اس نے کہا میں نے کر بلا میں تین کام کیے تھے۔

پہلا کام یہ تھا کہ میں ان دس شہسواروں کا سالار تھے جنہیں عمر سعدؑ نے جسم حسینؑ پر گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا تھا۔ اب یہ تو دیکھنے والے ہی بتا سکتے ہیں کہ ہم نے تعلقہ گھوڑوں سے کس طرح نواسہ رسولؐ کے جسم کو



ہر شخص کی زبان پیاس کے مارے منہ سے نکل ہوئی لٹک رہی تھی میرے خیال میں اس پورے میدان میں مجھ سے زیادہ پیاس کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ شدت پیاس سے میرے کان بند ہو چکے تھے اور آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ مورچ کی گرمی اتنی قریب معلوم ہو رہی تھی کہ مجھے اپنا دماغ کھولتا ہوا لگتا تھا۔ زمین تانبے کی طرح لالی انگارہ تھی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میری دونوں ٹانگیں میرے جسم کا بوجھ اٹھانے سے جواب دے رہی ہیں۔ شدت پیاس سے اس وقت میرا یہ عالم تھا کہ۔ اگر اس وقت مجھے یہ اختیار دیا جاتا کہ تیرے جسم سے خون نکال کر تجھے پینے کو دیا جاتا تب یا وہ قبول کرے یا یہ پیاس برداشت کرے تو بخدا! میں اپنے خون کے ایک ایک قطرہ کو پینا قبول کر لیتا۔ میں اس عذاب الیم میں گرفتار تھا کہ اسی اثنا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا نور پورے عرصہ محشر پر چھا گیا۔ گھوڑے پر سوار تھے۔ اس کے گرد ہزاروں کی تعداد میں انبیاء اولیاء اور شہداء جمع تھے۔ وہ اس تیزی سے گزرے جیسے تیز آندھی چلتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور شہسوار آیا جو سعید بن جحش گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کی رکاب تھام کر چلنے والے ہزاروں افراد اس طرح چل رہے تھے کہ جہاں وہ رکنے کا حکم دیتا تھا رک جلتے تھے۔ اور جہاں وہ چلنے کا حکم دیتا تھا چل پڑتے تھے۔ اس کی ہیبت اس قدر تھی کہ اسے دیکھ کر گول روڑ جاتا تھا۔ میں دل میں انہوس کرنے لگا کہ جو شخص پہلے گزرا ہے اس سے کچھ پوچھ لینا چاہیے تھا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا وہ شخص رکابوں کے سہارے گھوڑے پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے ارد گرد ملازمین کو حکم دیا۔ اسے پکڑ لو۔

حکم ملتے ہی چند افراد میری طرف دوڑے اور میرے کندھے پر آگ سے سرخ لوہے کی زنجیر ڈال دی اور مجھے ان کے حضور پیش کرنے کو کہے جانے لگے۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرا بازو کندھے سے ٹوٹ رہا ہے میں نے اس کی منت کی کہ بوجھ ذرا ہلکا کر دے۔

اس نے بوجھ ہلکا کرنے کی بجائے اور بڑھا دیا۔

میں نے اس سے پوچھا۔

آپ کون ہیں؟ اور مجھے گرفتار کرنے کا حکم کس نے دیا ہے؟

اس نے کہا۔ میں ایک فرشتہ ہوں۔ اور جس نے تیری گرفتاری کا حکم دیا ہے وہ حیدر کریم ہے۔

میں نے پوچھا۔ اس سے پہلے بھی جو ہستی گزری تھی وہ کون تھی؟

اس نے جواب دیا۔ وہ نبی کوئین تھے۔

میں نے کہا میں نے کونسا جرم کیا ہے جس کی یا عاش میں مجھے گرفتار کرنے کا حکم ملا ہے۔

اس نے جواب دیا۔

اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے یہ وہی جانتے ہیں جنہوں نے حکم دیا ہے۔ میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ تیرا انجام ان لوگوں جیسا ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جا رہے ہیں۔

اب جو میں نے دیکھا تو عمر سعد اور دیگر کچھ ایسے افراد تھے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ آنکشتیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے وہیں لائے گئے۔

نبی اکرمؐ کو سہی پر تشریف فرما تھے۔ ایک ایک کو آپ کے سامنے لایا جاتا۔ آپ اس سے پوچھتے تو نے کیا کیا تھا وہ کہہ دیتا۔ میں اپنے منظم بیان کرتا۔ آنحضورؐ بھی روتے اور آپ کے گرد بیٹھنے والے تمام دیگر انبیاء بھی روتے۔ کوئی کہتا میں نے پانی بند کیا تھا۔ کوئی کہتا میں نے چادریں چھینیں تھیں۔ کوئی کہتا میں نے عباسؓ کے بازو قلم کیے تھے۔ علیؓ ہذا القیاس ہر ظالم اپنا ظلم بتاتا اور آپؐ رو کر فرماتے اسے جہنم میں لے جاؤ۔

مجھے کچھ سہارا ہو گیا کہ کیونکہ میں نے کہہ دیا کہ ذریت رسولؐ پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔ اتنے میں ایک بڑھئی کر لایا گیا اس نے بتایا کہ میں نے حصین بن نمیر کے خیمہ کی صرف ایک چوب درست کی تھی جو اندھی سے ٹوٹ گئی تھی۔

آپؐ نے فرمایا۔ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ اب میرا حوصلہ بھی پست ہو گیا۔ آخر میں آپؐ نے مجھے قریب کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔

مجھے معلوم ہے تو نے میری ذریت پر اور کوئی ظلم نہیں کیا البتہ تو نے فوج یزید میں اضافہ کیا تھا۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ۔ جب ملائے مجھے جہنم لے جانے لگے میں خوف سے بیدار ہو گیا۔ میری زبان خشک ہو چکی تھی۔ جسم کا آدھا حصہ مر چکا تھا۔ پھر میں نے ہر ایک کو اپنا یہ خواب سنایا۔

## ابن عباسؓ اور یزیدؓ

ہمارے شفیق ابن سلمہؓ سے مروی ہے کہ جب فرزند رسولؐ شہید ہو گئے تو مکہ میں عبد اللہ ابن زبیرؓ نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور دیگر افراد کے علاوہ ابن عباسؓ کو بھی دعوت بیعت دی۔ ابن عباسؓ نے ابن زبیرؓ کی بیعت سے انکار کر دیا۔

جب یزیدؓ کو اطلاع ملی تو اس نے یہ سمجھا کہ ابن عباسؓ میری بیعت پر آمادہ ہے اس لیے ابن زبیرؓ کی بیعت سے انکار کر رہا ہے۔

چنانچہ یزیدؓ نے ابن عباسؓ کو خط لکھا۔

اما بعد۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ محمدؐ ابن زبیرؓ نے آپؐ کو دعوت بیعت دی ہے تاکہ تو اس کے باطل میں اس کا معاون ثابت ہو۔ مگر آپؐ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ اللہ آپؐ کو جزائے خیر دے میں آپؐ کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ ابن زبیرؓ کے پاس دیا تو اس سے کہنے والے ان افراد پر کڑی نظر رکھیں جنہیں ابن زبیرؓ نے اپنے

جادو میں جکڑ رکھا ہے۔ اور انہیں حقائق سے مطلع کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ اس بے دین کی نسبت آپ کی بات سے زیادہ اثر لیں گے۔

جناب ابن عباس نے یزید کے اس خط کا جواب یوں دیا۔

اما بعد! تیرا خط موصول ہوا ہے تو نے یہ لکھا ہے کہ ابن زبیر نے مجھے اپنی بیعت کی دعوت دی ہے اور میں نے اس کی بیعت سے انکار کیا ہے۔ اور میرے اس انکار سے تو نے یہ سمجھا ہے کہ شاید میں ابن زبیر پر تجھے ترجیح دیتا ہوں یا میں نے تیری خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ابن زبیر کی بیعت سے انکار کیا ہے۔ لیکن مجھے اللہ کی قسم ہے ایسی کوئی بات نہیں۔

تو نے اپنے خط میں مجھے لالچ دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یاد رکھ۔ میں تجھے تادوں۔ تو اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کر اور جو کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے کر۔

مجھ سے کسی اچھائی کی توقع مت رکھ۔

تو کہتا ہے کہ میں لوگوں کو ابن زبیر سے مخوف کر کے تیری طرف راغب کروں۔ بخدا ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ میری نظر میں ابن زبیر اور تم دونوں برابر ہو۔ البتہ تیرا پلڑا اس لیے بھاری ہے کہ تیرے ہاتھ فرزند رسولؐ کے خون سے سرخ ہیں تو نے بنی ہاشم کے کسبوں اور نوجوانوں کو جس بے دردی سے شہید کیا ہے وہ قیامت تک تاریخ کا حصہ ہے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ بھلا کوئی مسلمان تیرا وہ کردار بھول سکتا ہے کہ تو نے فرزند رسولؐ کو حرم رسولؐ چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس نے حرم خدا میں نباہ لی۔ تو نے اسے حرم خدا چھوڑنے پر مجبور کیا۔ تو نے صحرائے کربلا میں اسے گھیرا۔ اس نے تجھ سے صلح کی ہر کوشش کی لیکن تو نے کوئی بات قبول نہ کی۔ تو میرا انتقام ہے۔ جب بھی میرا بس چلا میں انتقام لوں گا۔ ہو سکتا ہے دنیا میں میرا بس نہ چلے۔ بہر صورت آخرت میں تو تو کہیں نہ بھاگ سکے گا۔ پھر تو نے ذریت رسولؐ کے پردردگان عصت و عنفت کو کوفہ سے شام تک بے مفتوح و چادر جس بے حیائی سے تشہیر کرایا ہے جب کوئی غیور مسلمان تیرے اس سلوک کو نہیں بھول سکتا تو کوئی ہاشمی کیسے بھول سکتا ہے۔ اس چند روزہ اقتدار سے فریب نہ کھا۔ جتنا چاہے جی لے تیری زندگی کا ہر لمحہ تیرے نامہ اعمال میں لعنت کے سوا کسی چیز کا بھی اضافہ نہ کرے گا۔

## مختار آل محمد

دشمنان آل محمدؐ نے جہاں آل محمدؐ کی ذوات طاہرہ کو مٹانے کی کوشش کی ہے وہاں انہوں نے مجان آل محمدؐ کے مثلے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ زیادہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کوفہ میں اپنی گورنری کے زمانہ میں چن چن کر نہ صرف شیعین آل محمدؐ کو شہید کیا بلکہ ان کے گھر بھی جلا دیئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کوفہ شیعین آل محمدؐ سے خالی ہو چکا تھا۔ اور جب جناب مسلم کوفہ میں آئے تھے۔ تو اس وقت آپ کے ہاتھ پر امام حسینؑ کی بیعت کرنے والوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل تھی۔ جنہیں زیادہ اپنے دور میں شیعین آل محمدؐ کی نشاندہی کرنے پر مابانہ وظائف دینے کا اعلان کیا تھا۔

اور جب معاویہ کے بعد ان کے وظائف بند کر دیئے گئے تھے تو ان لوگوں نے صرف اپنے وظائف بحال کرنے کی خاطر یزید کی مخالفت کی تھی۔ اور امام حسینؑ کو دعوت دی تھی۔

جب یزید حقیقت حال سے مطلع ہوا تھا اور اس نے ابن زیاد کو کوفہ بھیجا تھا تو ابن زیاد نے اپنے ان تمام وظیفہ خواروں کے وظائف نہ صرف بحال کر دیئے تھے بلکہ دگنے کر دیئے تھے۔ جس کا واضح نتیجہ تھا۔ ان لوگوں کو دین یا اسلام سے تعلق نہ تھا۔ انہیں اپنے وظائف سے سروکار تھا۔ جب وظائف بحال ہو گئے تو ان سب نے امام حسینؑ کی بیعت توڑ دی اور ملتہ بگوش یزید ہو گئے۔

دشمنان آل محمدؐ نے اپنی طرف سے اگرچہ مجان آل محمدؐ کو ختم کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی انہیں معلوم تھا کہ مجان آل محمدؐ مزید زمین موجود ہیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے مجان آل محمدؐ کی کردار کشی شروع کر دی۔ اور طرح طرح کی کہانیاں گھڑ گھڑ کر مجان آل محمدؐ کو متہم کیا تاکہ عوام الناس میں اتنی نفرت پیدا ہو جائے کہ کسی بھی وقت یہ لوگ مجان آل محمدؐ کے قریب نہ جائیں۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

انہی امویہ مترخوان کے پلٹنے والے مورخین کی خانہ ساز باتوں اور تہامات کا نشانہ جناب مختار بھی بنے ہیں۔ اور آپ کو اتنا متہم کیا گیا کہ بعض شیعوہ علماء بھی یہ کہتے ہیں کہ۔ مختار کا کردار اچھا نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ روایات سب امویات ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں خواہ شیعوہ کتب میں موجود ہوں یا غیر شیعوہ کتب میں۔

ہم ان روایات اور الزامات کو لکھ کر اپنے اوراق کو گندا نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہ ہی قارئین کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ خداوند عالم مختار اور اس کے ہمنواؤں کے مراتب بلند فرمائے۔

### ولادت جناب مختار :-

سرکار علامہ جعفر ابن محمد ابن نما نے اپنے رسالہ جناب مختار کو آگ سے نکلا ہوا۔ کندن سونا سے تعمیر کیا ہے۔ جناب مختار کی کنیت ابو اسحاق تھی۔

### والدہ جناب مختار :-

جناب مختار کا والد ابو عبیدہ عورتوں کے معاملہ میں بڑا احساس تھا۔ وہ کسی پاک دامن اور عقیقہ عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اسے کافی انتظار کرنا پڑا۔ بنو ثقیف کے کافی گھرانے جناب ابو عبیدہ کو داماد بنانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔

بالآخر ایک رات عالم خواب میں ابو عبیدہ سے کہا گیا۔ حسین دوم سے شادی کرے اس کے بارے میں تجھے کوئی غلط بات سننے کو نہ ملے گی۔

ابو عبیدہ نے اہل قبیلہ کو اپنے خواب سے مطلع کیا۔

انہوں نے کہا۔ دوم نامی عورت سے تجھے شادی کرنے کا حکم ملا ہے۔ اور ہمیں دوم بنت وہب ابن عمر ابن معتب ہی ایسی عورت نظر آئی ہے جو تیرے خواب کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہ نے دوم سے شادی کر لی۔

### ولادت جناب مختار :-

جناب مختار کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال انحضرتؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ والدہ جناب مختار فرماتی ہیں کہ جب مختار میرے شکم میں آیا۔ تو ایک رات خواب میں مجھے کسی نے کہا۔ تجھے بہادر۔ قادر الکلام صاحب عزم و ارادہ اور بے باک بیٹا مبارک ہو۔ جب جناب مختار کی ولادت ہو گئی تو اسی شخص نے عالم خواب میں مجھے کہا۔

تو نے ابو عبیدہ کو ایسا بیٹا دیا ہے جو آل حکم اور آل امیر کا قاتل ہوگا۔



## انکھوڑ اور مختار ۱۔

ایک دن مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے سرور انبیاء نے اپنے بعد اپنی ذریت پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ کیا اور فرمایا میری ذریت کا انتقام نبی ثقیف کا ایک شخص لے گا۔

## حضرت علیؑ اور مختار ۱۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں ایک طویل روایت میں حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ میرے حسین بیٹے کا انتقام نبی ثقیف کا ایک شخص مختار ابن ابو عبیدہ لے گا۔

سنا میں اصبح سے مروی کہ میں نے مختار کو حضرت علیؑ کے زانو پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے تھے تو بڑا دانش مند ہو گا۔

## امام سجادؑ اور مختار ۱۔

اللہ مختار پر رحم فرمائے اس نے ہمارے گھروں کو آباد کیا۔

## امام باقرؑ اور مختار ۱۔

رجال کشی میں عبد اللہ ابن شریک سے مروی ہے کہ ہم دس ذی الحجہ کو امام باقرؑ کی خدمت میں آئے آپ تمکینہ لگائے بیٹھے تھے کہ کوفہ سے ایک سن رسیدہ شخص آیا۔

اس نے سلام کے بعد آپ کے ہاتھ کا بوسہ لین چاہا۔

آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

آپ نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبہ میں ابو محمد حکم ابن مختار ابن ابو عبیدہ ثقیفی ہوں۔

کافی فائدہ پر بیٹھا تھا۔ آپ اٹھے اور آپ نے دونوں ہاتھ اس طرح بڑھائے جیسے آپ اسے گلے لگانا چاہتے ہوں۔

حکم نے عرض کیا۔ قبہ لوگ میرے والد کے متعلق بہت کچھ کہتے ہیں۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ لوگ کیا کہتے ہیں۔

حکم نے عرض کیا۔ قیدہ لوگ کہتے ہیں مختار جھوٹا اور جاہ پسند تھا۔

آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! مجھے میرے والد نے بتایا تھا کہ۔ میری والدہ کا حق مہر اسی رقم سے ادا کیا گیا تھا جو مختار نے بھیجی تھی۔

مختار نے ہمارے وہ تمام گھر تعمیر کرائے تھے جو زید نے گرا دیے تھے۔ مختار نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اللہ مختار پر رحم فرمائے۔ مختار کو برا نہ کہا کرو۔ اس نے ہماری بیواؤں کی شادیاں کرائیں، تنگدستی میں ہماری خبر گیری کی اور ہمارے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

امام صادقؑ اور مختارؑ

رجال کشی میں جابر و ابن منذر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے: واقعہ کربلا کے بعد آل محمدؑ کی مستورات میں سے کسی مستورات نے اس وقت تک سیاہ لباس نہیں بدلا۔ سر میں کنگھی نہیں کی جب تک مختار نے قاتلان حسینؑ کے سر نہیں بھیجے۔

محقق اروپائی اور مختار۔

مختار کے حسن عقیدہ میں کوئی شک نہیں۔ علامہ علی نے مختار کو مقبولین میں سے شمار کیا ہے۔ امام محمد باقرؑ نے مختار کے لیے دعائے خیر کی ہے۔ علاوہ ازیں اگر جناب سید الشہداء کے غم میں گریہ کرنا جہنم سے نجات اور جنت کا سبب بن سکتا۔

یا اگر ایسے افراد داخل جنت ہو سکتے ہیں تو پھر مختار جیسا شخص کس طرح داخل جہنم ہو گا۔ جس نے عمر سعد شہر غولی اور قیس ابن اشعث کندی جیسے ملائین کو صرف محبت حبیب میں داخل جہنم کیا ہے۔

اس کے بعد سرکارِ محقق اردبیلی یقین کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جنابِ مختار درجہٴ رفیعہ اور مراتبِ عالیہ کے حامل افراد سے ہیں۔

ابن تہما اور جناب مختار۔

سرکارِ اہلِ نما نے جنابِ مختار کے سلسلہ میں آخر میں فرمایا ہے کہ: ہمارے علماء کی اکثریت ایسی ہے جو اللہ کی طرف سے اس توفیق سے محروم ہوتی ہے۔ جو الفاظ کے معانی و مفہوم معین کرنے کے کام آتی ہے اور نہ ہی ان میں ایسا ضمیر ہوتا ہے جو انہیں عالمِ مدعو شی سے نکال کر بے دار کر سکے۔ اگر جنابِ مختار کے سلسلہ میں اقوالِ ائمہ میں تدبیر کرتے تو انہیں یہ یقین کرنے میں ذرہ بھی دیر نہ لگتی کہ جنابِ مختار ان سابقین سے ہیں۔ جن کی اللہ نے بھی

تقریف فرمائی ہے۔ جناب سجادؑ کی مختار کے حق میں دعا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مختار اللہ کے نیک ترین افراد میں سے ہے۔

اگر اور کچھ بھی ہمارے پاس نہ ہو کم از کم جناب سجادؑ کی دعا ہی کو بنیاد بنا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ۔  
اگر مختار آل محمد بدعقیدہ ہوتا تو امام سجادؑ اس کے لیے قطعاً دعا نہ فرماتے۔

اگر جناب سجادؑ کی مختار کے حق میں دعا بارگاہ خالق میں قبول نہ ہو تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کی دعا عبث اور فضول تھی۔

جب کہ کوئی بھی ذی ہوش دعائے امام کے سلسلہ میں ایسا تصور تک نہیں کر سکتا۔  
مختار آل محمد کے سلسلہ میں تو ہمیں آمیزہ قوال آئمہ صرف دشمنان آل محمد نے اس غرض سے تراشے ہیں کہ شیعیان آل محمد مختار کی طرف مائل نہ ہوں۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا جس طرح بنی اسرائیل کے بعض افراد نے اطاعت کر کے نجات حاصل کی تھی اور بعض نافرمانی کر کے جہنم کا ایندھن بنے تھے بالکل اسی طرح تمہارا حشر بھی ہو گا۔

آپ کے صحابہ نے عرض کی۔

قبلاً نافرمان کون ہوں گے؟

آپ نے فرمایا۔ ایسے افراد کی کئی اقسام ہوں گی۔

ایک قسم ایسے لوگوں کی ہوگی جو ہماری اس عظمت کے منکر ہوں گے جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے۔

ایک قسم ایسے افراد کی ہوگی جو ہمارے حقوق و اجہ ترک کریں گے۔

ایک قسم میں ایسے افراد بھی ہوں گے جو ہمارے فضائل کا انکار کریں گے اور ہمارے حق میں مقصر بھی ہوں گے۔

اور ایک قسم ایسے افراد کی ہوگی جو ہمیں قتل کریں گے۔

صحابہ نے عرض کیا۔ قبلاً ایسا بھی ہو گا؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسا ہو گا۔ میرے ان دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کو ظلم و جور سے شہید کیا جائے گا

اور ایسے افراد سے تو اللہ دینا ہی میں ایسا انتقام لے گا کہ اللہ ان پر بنی ثقیف سے ایک شخص کو مسط کرے گا

جو انہیں تہ تیغ کرے گا اور ان کے گھر جلا ڈالے گا۔

صحابہ نے عرض کیا۔ قبلاً ثقیفی کون ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ مختار ابن ابی عبیدہ۔

جناب سجادؑ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کے اس ارشاد گرامی کے بعد مختار قاتلان حسین پر ہی مسلط ہوا تھا۔

جب حجاج ابن یوسف تک امام سجادؑ کی روایت پہنچی تو اس نے اس کی اس طرح تردید کی۔  
جہاں تک نبی اکرمؐ کا تعلق ہے تو انہوں نے یہ قطعاً نہیں فرمایا۔  
جہاں تک علیؑ کی روایت کا تعلق ہے کہ اس نے مختار سے کسی ہے تو مجھے اس میں شک ہے کہ علیؑ نے صحیح کہا ہے یا نہیں۔

اور جہاں تک سجادؑ کا تعلق ہے تو وہ اس طرح کی بے سربو پایا تیں سننا کہ سادہ لوح لوگوں کے ذہن خراب کرتا رہتا ہے۔

جاد اور مختار کو گرفتار کر لاؤ۔

جناب مختار کو تلاش کر کے حجاج کے پاس لایا گیا۔

حجاج نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔

جناب مختار کو مقتول میں بٹھا دیا گیا۔ اور غلام تلوار لینے گئے۔ ایک آتا تھا دوسرا جاتا تھا۔ ادھر ادھر پھرتے تھے لیکن تلوار کوئی بھی نہیں لاتا تھا۔

حجاج نے کہا۔ کیوں دیر کر رہے ہو کیا بات ہے۔

غلاموں نے کہا۔ جس کمرہ میں تلوار رکھی ہے اس کی چابی نہیں مل رہی۔

مختار نے حجاج سے کہا۔ نبی اکرمؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اولاً تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا اگر تو نے مجھے قتل کر بھی دیا تو انت پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تم میں سے اسی ہزار تین سو تین افراد کو واصل جہنم نہ کر لوں گا۔

حجاج نے اپنے ایک باڈی گاڈ سے کہا۔ تو جلا د کو تلوار دے تاکہ اسے قتل کرے۔

اس نے تلوار دی۔ جلا د نے تلوار لی۔

حجاج نے کہا۔ جلا د جلا د اس کا کام تمام کر دے۔ جلا د نے جلدی میں قدم اٹھایا۔ اسے ٹھوکر لگی اور اس انداز میں گرا کہ تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں پڑ گئی۔ اور وہ چند منٹ میں ہی تڑپ کر ٹھنڈا بھی ہو گیا۔

حجاج نے دوسرا جلا د بلایا۔ اور اسے تلوار دے کر مختار کے قتل کا حکم دیا۔

اس نے تلوار لی اور ہاتھ بلند کیا تاکہ جناب مختار کا سر قلم کرے۔ زمین سے کچھ نکلا اور جلا د کو ڈس لیا۔ جلا د زور سے چیخ اٹھا۔ گرا اور گر کر مر گیا۔

لوگوں نے اس کچھ کو بھی مار دیا۔

مختار نے کہا۔ حجاج تو میرے قتل پر ہرگز قادر نہیں ہوگا۔ کیا تجھے وہ بات یاد ہے جو نزار ابن معدنے شاپور سے کہی تھی۔

نزار نے شاپور سے اس وقت کہی تھی جب شاپور عربوں کو قتل کر رہا تھا؛  
حجاج نے کہا۔ میں نے نہیں سنی

مختار نے کہا۔ جب شاپور بیدریغ اور بلا جرم و خطا عربوں کو قتل کر رہا تھا تو نزار نے شاپور سے پوچھا تھا کہ  
تو کیوں عربوں کو بے گناہ قتل کر رہا ہے۔

شاپور نے جواب دیا تھا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ عربوں میں سے محمد نامی ایک نبی پیدا ہوگا۔ جو ایرانی  
حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ اس لیے میں عرب کا ایک بچہ بھی نہ چھوڑوں گا تاکہ نہ کوئی عرب رہے نہ محمد پیدا ہو اور  
نہ ہماری حکومت کو ختم کرے۔

نزار نے کہا۔ وہی صورتیں ہیں یا تمہاری کتابیں جھوٹی ہیں یا سچی۔ اگر جھوٹی ہیں تو تمہیں اس جھوٹ کو بنیاد بنا کر  
بے گناہوں کا خون نہیں بہانا چاہیے۔

اور اگر وہ سچی ہیں تو پھر جو کچھ ان میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ ہونے والے نبی محمدؐ کے والدین کو بہر صورت  
تحفظ فراہم کرے گا۔

میں بھی تجھ سے یہی کہوں گا۔ البتہ ایک ترمیم کے ساتھ اور وہ یہ کہ نبی کریمؐ کی آج تک کوئی بات غلط ثابت نہیں ہوئی  
اور اس نے تعداد بتا دی ہے کہ مختار بنی امیہ اور ان کے ہمنواؤں میں سے اسی ہزار تین سو تین کو اصل جہنم کرے گا۔  
خواہ تو میرے قتل کی کوشش کریا نہ کر۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا اور نہ ہی تو ان کو بچا سکے گا جنہوں نے میرے ہاتھ سے  
قتل ہونا ہے۔

حجاج نے تیسرے جلاوت سے کہا۔

جلدی کر اور اسے قتل کر دے۔

مختار نے کہا۔ تو مجھے قتل تو نہ کر سکے گا۔ ویسے اب میری خواہش یہ تھی کہ بجائے ان غریب جلاوتوں کو قربانی کا  
بجوابانے کے تو خود ہی مجھے قتل کرنا مجھے یقین ہے کہ اللہ نے جس طرح اس جلاوت پر پچھو مسلط کیا ہے تجھ پر اثر دیا  
مسلط کرے گا۔

جب جلاوت نے تلوار بلند کی۔ دروازہ سے عبدالملک ابن مروان کا ایک ندیم خاص داخل ہوا اور زور سے پکارا۔  
رک جا جلاوت رک جا۔ مجھے آنے دے۔

جب وہ آیا تو اس نے حجاج کو عبدالملک کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا۔

میں گھر بیٹھا تھا کہ ایک پرندے نے مجھے رتوں لاکر دیا جس میں لکھا تھا کہ تو نے مختار کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور اسے اس لیے قتل کرنا چاہتا ہے کہ وہ کہتا پھر تابے کہ نبی کو نین کی پیش گوئی ہے کہ وہ بنی امیہ کے خیر خواہوں میں ہے اسی ہزار تین سو تین افراد کو قتل کرے گا۔

جیسے میرا خط سمجھے اے اسے آزاد کر دے اور حسن سلوک کر کے باعزت رہا کر دے۔ کیونکہ اولاً تو مختار میرے ولید بیٹے کی آیا کا شوہر ہے۔

اور ثانیاً جو کچھ وہ کہتا ہے وہی صورتیں ہیں یا سچ ہے یا جھوٹ۔ اگر سچ ہے تو پھر اسے قتل کرنا تیرے بس سے باہر ہے۔ اور اگر جھوٹ ہے تو کسی بے گناہ کو ایک جھوٹ کی بنیاد پر قتل کرنا درست نہیں حجاج مختار کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔

بناب مختار قتل سے اٹھے بنی امیہ سے تبرک کرتے ہوئے چلے گئے۔ اور کہتے گئے انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب میری تلوار ہوگی اور تمہاری گردن۔ فرزند رسولؐ کا بے گناہ خون میں یوں مغمم نہیں ہونے دوں گا۔ میں بنی امیہ کو اس طرح ذلیل کر دوں گا جس طرح ذلیل کرنے کا حق ہے۔

## دوسری مرتبہ گرفتاری ۱۔

حجاج کو اطلاع ملی کہ مختار پہلے سے بھی زیادہ اموی حکومت کے خلاف ترویج کرتا پھر تابے۔ حجاج نے پھر مختار کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔

بناب مختار کو دوبارہ گرفتار ہو کے حجاج کے پاس لایا گیا تو۔ حجاج نے پھر جلداد کو حکم دیا کہ اسے فوراً قتل کر دے۔

مختار نے کہا۔ دیکھ حجاج! اللہ سے مقابلہ اچھا نہیں۔ جب اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں ہی قاتلان حسینؑ کا قاتل ہوں تو بار بار میرے قتل کی کوشش سے اپنے جنمی مراتب میں کیوں اضافہ کرتا ہے۔ اگر سرور دنیا کی مستقبل سے متعلق کوئی اطلاع جھوٹی ثابت ہوئی ہو تو مجھے بھی بتا دے۔ جب ایسا نہیں ہے تو کیوں خود بھی پریشان ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی پریشان کرتا ہے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میری طرف سے مطمئن رہ میرے یقین میں کبھی تزلزل نہیں آئے گا اگرچاہے تو مجھے اسی طرح تلوار کے نیچے بٹھائے رکھ۔

حجاج نے مختار کی بات سنی ان سنی کر دی اور جلداد سے قتل کو کہا۔ ابھی تک جلداد نے تلوار بلند نہیں کی تھی کہ ایک پرندہ نے حجاج کی جھولی میں ایک رتوں ڈالا۔ حجاج نے اسے کھولا تو وہ عبد الملک کی طرف سے تھا۔

عبد الملک نے حجاج کو لکھا کہ میں تجھے دوسری مرتبہ منع کر رہا ہوں مختار کو کچھ نہ کہہ۔ مختار کا ہمارے اوپر حق ہے میرے بیٹے ولید کی رضامندی کا شوق ہے۔ جب تک جویم نہیں کرے گا اس وقت تک صرف گمان کی بنا پر ہم اسے قتل نہیں کر سکتے۔ جو کچھ وہ کہتا پھرتا ہے اگر جھوٹ ہے تو ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں اور اگر سچ ہے تو ہم لاکھ کوشش کریں ہم کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ مختار کا معاملہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے بخت نصر کا تھا۔ بخت نصر کو جناب دایاں نے صرف اس لیے قتل ہونے سے بچایا تھا کہ اسے بنی اسرائیل سے مظلوم یسعی کے بے گناہ قتل کا انتقام لینا تھا۔

حجاج نے حیرت اور نفوس سے مختار کو چھوڑ دیا اور کہا۔

یاد رکھنا پھر ایسی بات نہ کرنا۔

مختار دربار سے باہر آیا اور اپنی تبلیغ میں شروع ہو گیا۔ حجاج کو پھر اطلاع ملی کہ مختار اپنی تبلیغ میں ہی مصروف ہے۔

### تیسری گرفتاری ۱۔

حجاج نے مختار کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جناب مختار کو اطلاع ملی گئی کہ گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے ہیں۔ اور پولیس تیسری تلاش میں ہے۔ مختار کچھ عرصہ تک روپوش ہو گیا۔ لیکن چونکہ قاتلان فرزند رسول بے شمار تھے اور تمام نے سن رکھا تھا کہ مختار ہمیں قتل کرے گا۔ وہ سب اسی نکر میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح مختار قتل ہو جائے اس لیے مختار کے سلسلہ میں حجاج کو زیادہ جا سوسی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی کیونکہ مختار کے سلسلہ میں کربلا میں فوج یزید کا ہر سپاہی بلا تنخواہ جا سوس بنا ہوا تھا۔

جناب مختار زیادہ عرصہ روپوش نہ رہ سکے۔ گرفتار ہو گئے۔

حجاج کے پاس پیش کیے گئے۔ حجاج نے پھر قتل کا حکم دیا۔ پھر اسی طرح حجاج کو مروان کا خط موصول ہوا اب اس میں حکم مختلف تھا۔ لکھا تھا۔

حجاج تجھے مختار آرام سے نہیں بیٹھنے دے گا اگر زیادہ خطرہ ہے تو مختار کو میرے پاس بھیج دے۔

حجاج نے خط پڑھ کر جلا دیا اور روک دیا۔

مختار کو زندان میں لے جانے کا حکم دیا۔ اور عبد الملک کو یہ خط لکھا۔

بھلا ایسے دشمن کو میں کیسے کپ کے پاس بھیج دوں جو نہ گلی دیکھتا ہے نہ بازار۔ جہاں چند آدمی دیکھتا ہے ان کے پاس جا کر بنی امیہ کی ایسی مذمت کرتا ہے اور لوگوں کو اموی تاریخ کے ایسے واقعات سناتا ہے کہ چار آدمیوں میں سے دو تو کم از کم اس کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔ اگر شام میں آگیا تو حکومت کا ستیا ناس مار دے گا۔

عبد الملک نے جواب لکھا۔

بعض احمق انسان اقتدار ملنے سے دانا ہو جاتے ہیں اور بعض دانش مندان اقتدار کی کرسی پر پراجان ہو کر احمق ہو جاتے ہیں۔ ابھی تک تجھے اتنی سی بات سمجھ نہیں آ سکی کہ جو کچھ مختار کہتا پھر رہا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہی ہیں۔ یا وہ حدیث جھوٹ ہو گی یا صحیح۔

اگر جھوٹ ہے تو ہمیں ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر سچ ہوئی تو پھر ہمارا کردار وہی ہو گا جو فرعون کا موسیٰ کے ساتھ تھا۔ ہم پالیں گے مختار کو تاکہ ہمیں ہی قتل کرے۔

یہ خط پڑھ کر حجاج نے جناب مختار کو عبد الملک کے پاس بھیج دیا۔

بہر کار علما مہمانے جس ترتیب سے جناب مختار کی زندگی کے نشیب و فراز بیان کیے ہیں مناسب ہو گا اگر ہم اپنی اس تالیف میں انہیں ہو بہو نقل کر دیں۔

جناب مختار انتہائی فیض و بلیغ تھے۔ بڑے مخاطب رہتے تھے۔ کردار و گفتار میں بہت کم لغزش کھاتے تھے۔ سادہ خطیب تھے۔ ان کے کلام میں سچ بندی فطری تھی۔ انتہائی مختصر مگر مکمل بات کرتے تھے۔ مضبوط دل کے مالک تھے اپنے وقت کے شجاع ترین افراد میں ان کا نام لیا جاتا تھا۔ ان کا ہر اندازہ ہمیشہ درست ثابت ہوتا تھا۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتے تھے ناکام کبھی نہ ہوتے تھے۔

اگر جناب مختار ان اوصاف کے حامل نہ ہوتے تو بڑے بڑے رومائے لشکر آپ کو کبھی اپنا حکمران تسلیم نہ کرتے۔ حضرت علیؑ نے آپ کے بچا کو مدائن کا گورنر بنایا۔ تو جناب مختار مدائن میں چچا کے ساتھ تھے۔

حضرت علیؑ کو کوفہ میں شہادت کے بعد جب آل محمد واپس مدینہ چلے گئے اور معاویہ کی طرف سے مغیرہ ابن شعبہ کو کوفہ کا گورنر بن کر آیا۔

تو جناب مختار بھی کوفہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔

مدینہ میں آپ کی زیادہ صحبت جناب محمد حنیفہ سے رہتی تھی۔ اور جناب محمد سے اس نے کافی علوم و فیوض اور احادیث کا ذخیرہ حاصل کیا۔

کچھ عرصہ مدینہ قیام کے بعد واپس کوفہ آ گیا۔ اور مغیرہ ابن شعبہ کے پاس آئے جانے لگا۔ ایک دن مغیرہ اور مختار دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار میر کو جا رہے تھے۔

بازار سے گزرتے ہوئے۔ مغیرہ نے کہا۔

مجھے ایک ایسا نعرہ معلوم ہے کہ اگر کوئی عام سادہ آدمی بھی وہ نعرہ لے کر اٹھ کھڑا ہو تو تمام اہل عجم اور کچھ عرب اس شخص کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ لیکن ہم نے ایسے افراد کی حوصلہ شکنی کی خاطر اتنا کام کیا ہے کہ وہ نعرہ لگانے کا تصور بھی کوئی نہ کرے گا۔



مختار نے کہا۔ چچا ایسا کونسا نعرہ ہے۔

مغیرہ نے کہا۔ اس وقت مظلومیت آل محمدؑ ایک ایسا جذباتی نعرہ ہے کہ سادہ لوح عوام مظلومیت آل محمدؑ کے نام پر کٹ مرنے کو تیار ہو جائیں گے۔

یہ سنکر مختار خاموش ہو گیا۔ ایک دن سعید ابن خالد جدلی سے جناب مختار کی ملاقات ہوئی تو جناب مختار نے کہا۔

اے سعید! اکثر الہامی کتب میں بھی ہے۔ سرور انبیاء اور حضرت علیؑ سے بھی منقول ہے کہ بنی ثقیف سے ایک شخص جابر عمران کو قتل کرنے کا۔ مظلومین کا انتقام لے گا۔ اور بے چاروں کی مدد کرے گا۔

جو اوصاف ان کتب میں بیان کی گئی ہیں جب میں ان اوصاف کا موازنہ اپنے کردار سے کرتا ہوں تو مجھے وہ تمام اوصاف اپنے اندر نظر آتی ہیں۔ البتہ دو اوصاف ایسے ہیں جو مجھ میں نہیں ہیں۔ سعید نے پوچھا وہ کون سے ہیں۔

مختار نے کہا۔ الہامی کتب میں بنی ثقیف کے جوان کا تذکرہ ہے جب کہ میں تو ساٹھ برس سے بھی اوپر جا رہا ہوں۔

اور دوسرا الہامی کتب میں ثقفی جوان کی ایک آنکھ میں پھولا بتایا گیا ہے جب کہ میری دونوں آنکھیں بھی صحیح ہیں۔

سعید نے کہا۔ جہاں تک ثقفی جوان کی بات ہے تو یہ اہم نہیں ہے کیونکہ یہ تو یقینی نہیں ہے کہ الہامی کتب میں جوانی سے مراد عمر کی جوانی ہو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جوانی سے مراد جذبات کی جوانی ہو اور جذبات کی جوانی کسی عمر کی پابند نہیں ہوتی۔

جہاں تک آنکھ میں پھولے کا تعلق ہے تو الہامی کتب میں یہ تو نہیں لکھا ہوا کہ پھولا مادر زاد ہو گا ہو سکتا ہے کہ حادثات زمانہ تیری آنکھ میں وہ پھولا پیدا کر دیں۔

جناب مختار اسی نکر میں رہے حتیٰ کہ معاویہ مر گیا۔ یزید مسند نشین حکومت ہو گیا۔ فرزند رسولؐ کو مدینہ بدرہم ہونے پر مجبور کیا گیا۔ پھر مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔

امام حسینؑ نے کوفیوں کے اصرار پر جناب مسلم کو کوفہ بھیجا۔ جب جناب مسلم کو ذرائع تو سب سے پہلا قلم جناب مختار کے گھر تھا۔ جناب مختار ہی نے سب سے پہلے جناب مسلم کے ہاتھ پر امام حسینؑ کے لیے بیعت کی۔ جناب مسلم کی شہادت کے بعد جناب مختار کو گرفتار کیا گیا۔

جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو ابن زیاد نے کہا۔ اے ابن عبید کیا تو ہمارے اعداء کی بیعت

کرنے والوں سے تھا۔

مختار نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا۔

عمر و ابن حریث نے فوراً کہا۔ آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے۔

بنی ثقیف چونکہ کافی بڑا قبیلہ تھا اور ابن زیاد کو فرزند رسولؐ کے خلاف ان لوگوں کی حمایت درکار تھی۔ اس لیے ابن زیاد اور عمر و ابن حریث کے مابین یہ فیصلہ پہلے سے ہو چکا تھا۔ چنانچہ عمر و ابن حریث کے کہنے پر ابن زیاد نے کہا۔

مختار! یاد رکھ اگر عمر و ابن حریث کی گواہی نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ پھر ابن زیاد نے چھڑی جناب مختار کی آنکھ میں گھونپ دی جس سے آپ کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ ابن زیاد نے جناب مختار اور عبد اللہ ابن عمارؓ ابنے عبد المطلب دونوں کو زندان میں لے جانے کا حکم دیا۔ جب یہ دونوں زندان میں پہنچے تو جناب یثیمؓ تار پہلے اسی زندان میں موجود تھے۔

ایک دن زندان میں یہ تینوں مجان آل محمد بیٹھے تھے۔ جناب عبد اللہ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہیں ابن زیاد ہمیں قتل نہ کر دے۔

دل تھا ایک مرتبہ حجامت ہی کر لیتے۔

جناب مختار نے کہا۔ ایسا نہیں ہو گا۔ ابن زیاد ہمارا قاتل نہیں ہے۔ کم از کم مجھے اور تجھے تو یہ قتل نہ کر سکے گا۔ اب تو آپ کی مصیبت کا وقت ختم ہو رہا ہے عنقریب میں آپ کو بصرہ کے تخت پر حکمران دیکھ رہا ہوں۔ جناب یثیمؓ نے فرمایا۔

مختار میں دیکھ رہا ہوں کہ تو قاتلانِ فرزند رسولؐ سے انتقام لے رہا ہے اور ابن زیاد کا سر تیرے دستِ رخوان پر ہے اور تو اپنا بایاں پاؤں اس کے دائیں رخارنے پر رکھے ہوئے ہے۔

جناب مختار نے کہا۔ مجھے آپ تختہ دار پر لٹکے ہوئے فضائلِ مولا علیؑ بیان کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ جلاد کوڑے برسائے جا رہا ہے اور آپ برابر فضائلِ بیان کر رہے ہیں۔ پھر آپ کی مبارک زبان کاٹی جا رہی ہے۔ واقعاً آپ کا امتحان بہت سخت ہے۔ زندان کی تاریکی میں شب و روز گزرتے رہے۔ واقعہ کر بلا ہو گیا۔ فرزند رسولؐ شہید کر دیئے گئے۔

ایک مرتبہ موقوف کیا گیا۔ جناب مختار نے اپنی بہن صفیہ بنت ابو عبیدہ جو عبد اللہ ابن عمرؓ کی بیوی تھی کو خط لکھا۔

کہ اپنے شوہر سے کہہ زید سے سفارش کر کے مجھے رہائی دلا دے۔

چنانچہ صفیہ نے عبد اللہ سے کہا۔ عبد اللہ نے زید کو خط لکھا۔

یزید نے جب خط پڑھا۔ اس وقت یزید کی پھوپھی ہند بنت ابوسفیان بھی بیٹھی تھی۔ اس نے اپنے بھانجے عبداللہ ابن حارث کی سفارش کر دی۔

یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ مختار اور عبداللہ کو آزاد کر دے۔

ابن زیاد نے دونوں کو آزاد کر دیا۔ اور مختار سے شرط کی کہ تین دن کے اندر کوفہ سے نکل جاؤ ورنہ میں قتل کر دوں گا۔

مختار نے کہا میرا کوفہ میں کیا رکھا ہے اگر مجھے آج کا بھی کہتا تو میں اسی وقت کوفہ سے نکل جاتا۔ تو مطمئن رہ تین دن کے بعد مجھے کوفہ میں نہیں دیکھے گا۔

چنانچہ تیسرے دن مختار اپنا ضروری سامان سفر نے کوفہ سے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ واقعہ کے مقام پر مختار کی ملاقات مصعب ابن زبیر اسدی سے ہوئی۔

مصعب نے کہا اے ابواسحاق یہ آپ کی آنکھ کو کیا ہوا ہے۔

مختار نے کہا۔ ابن مرجانہ نے چھڑی ماری ہے جس چیز سے یہ لوگ جتنا جلدی جھاگ رہے ہیں وہ چیز اتنی جلدی ان کے گرد گھیرا تنگ کر رہی ہے۔ مجھے تو معلوم ہے کہ ابن زیاد فرزند رسولؐ کا قاتل ہے عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔

جب میں اس خبیث ابن خبیث کے ایک عضو بدن کے کئی کئی ٹکڑے کروں گا۔

بخدا! میں فرزند رسولؐ کے عوض اتنے افراد قتل کروں گا جتنے بخت نصر نے جناب یحییٰ کے عوض قتل کیے تھے اور ان کی تعداد ستر ہزار تھی۔

میں اس سے بھی زیادہ قتل کروں گا۔

مجھے اس ذات کی قسم جس نے قرآن نازل کیا۔

جس نے حق و باطل میں فرقان بیان کیا۔

جس نے اپنی مخلوق کو تابع ادیان بنایا۔

جس نے عسکریان کی خدمت کی ہے۔

میں از عثمان۔ بنی مذحج و بنی ہمدان۔ بنی نمد و بنی خولان۔ بنی بکر و بنی ہران۔ بنی نفل و بنی بھقان۔ بنی عیس و

بنی ذبیان اور بنی قیس و بنی عیلام کو بت بنی الرحمن کے قصاص میں قتل کروں گا۔

اے مصعب سمیع و علیم۔ علی و عظیم۔ عادل حکیم عزیز و کریم اور رحمن و رحیم اللہ کی قسم! میں بنی کندہ و سلیم اور

روسانے بنی تمیم کو اس طرح پیس ڈالوں گا جس طرح چکی میں جو پیسے جاتے ہیں۔

اس کے بعد مکہ میں آیا۔ ابن عرق کہتا ہے کہ مکہ میں میری ملاقات مختار سے ہوئی۔ میں نے پوچھا یہ تیری

آنکھ کو کسا ہوا ہے۔

مختار نے کہا۔ ابن زیاد کے تشدد کا بقیہ ہے۔

اسے ابن عرق مجھے معلوم ہے فتنہ کا جو شعلہ بنی امیہ نے فرزند رسولؐ کے قتل سے بھڑکایا ہے اب اس کی  
سکتی چنگاریاں امت مسلمہ کے ہر گھر میں پہنچ رہی ہیں۔ مجھے ایسے نظر آ رہا ہے کہ فساد کی بجلیاں چمک چمک کر کڑک رہی  
ہیں اور کڑک کڑک کر چمک رہی ہیں۔

دجلہ اور اس کے نواح میں ہر چنگاری سبک اٹھی ہے۔

مختار موت یزید تک مکہ ہی میں رہا۔ ۱۴۳ھ اربع الاول ۶۳ھ کو یزید واصلِ جہنم ہوا۔

اس کی مدت حکومت دو برس آٹھ ماہ تھی۔ ۳۸ برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ گیارہ بیٹے چھوڑ کر مرا۔

نیزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ لیکن مروان نے جلد ہی اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ پہلے اسے حکومت سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا۔ خود حکومت سنبھالی۔ پھر اس کی ماں سے شادی کر لی۔ اور معاویہ کو قبرستان بھجوا دیا۔ شام میں تو مروان حکمران ہو گیا۔ لیکن عراق اور مکہ میں مروان کو تسلیم نہ کیا گیا۔ مکہ میں ابن زبیر نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔

بصرہ میں ابن زیاد خود مختار بن گیا۔

اب کو ذوالوں نے ایک مرتبہ پھر دیکھا کہ ہمارے وظائف تو بند ہو گئے۔

چنانچہ انہوں نے نصرتِ فرزندِ رسولؐ نہ کرنے پر کفِ افسوس ملنا شروع کر دیئے۔ وہ مجاہدِ علیؑ جو ابنِ زیاد نے  
فدماں میں ڈال رکھے تھے۔ اور شہادتِ مظلومِ کربلا کے بعد انہیں رہا کر دیا تھا وہ سب اس تباہی میں تھے چنانچہ انہوں نے  
ان یزیدی سپاہیوں کے اس افسوس کو مزید بھوادی۔

چنانچہ سلیمان ابن مردخدا علی جو شرف صحابیت سے بھی مشرف تھا۔ اور رفاقت حضرت علیؑ کی سعادت سے بھی فیض یاب تھا۔ سب سے پہلے زبان کھولی۔ اور لوگوں کو انتقام فرزند رسولؐ پر آمادہ کیا۔ لوگ تو پہلے تیار تھے۔ سلیمان کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔

سلیماں کی آواز یہ مسیب ابن نجہ فزاری نے لیک کہی۔

اسی طرح عبداللہ ابن سعد از دی رفاعہ ابن شداد بخلی اور عبداللہ ابن دال تیمی جمع ہو کر سلیمان کے گھر گئے۔ ان کے ساتھ مہمان علیؑ کی خاصی تعداد تھی۔

سلیمان نے حمد و ثنا سے خالق کے بعد کہا۔

آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فرزند رسولؐ کی نصرت سے ہمیں کس کس طرح گھیر کر روکا گیا ہے۔ بعض کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ بعض کو دارالامارہ میں پابند سلاسل کر دیا گیا۔ بعض کو ان کے گھروں میں نظر بند کر کے پرے بٹھا دیے گئے۔

کچھ شہید کر دیئے گئے۔

فرزند رسول ہمارے گھر آکر شہید کر دیئے گئے اور ہم تاحال زندہ پھر رہے ہیں۔ اس زندگی سے تو موت ہی بہتر تھی۔ آخر ایک دن مرنا تو ہے ہی۔ اگر ایسی موت آجائے جس سے ہم نبی کو نبین کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں تو ہمیں اس موت پر فخر کرنا چاہیے۔

رفاعہ ان شہداء نے کہا۔ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ ہمارے دل کی آواز ہے۔ آپ اللہ کا نام لے کر قدم بڑھائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

اتفاق رائے ہو جانے کے بعد وہ شیعہ جو ابن زیاد کے مظالم سے تنگ آکر کوفہ سے مدینہ میں منتقل ہو چکے تھے، انہیں خط لکھا۔ اور اپنی دعوت پیش کی کہ خط عبداللہ ابن مالک طائی کو دیا۔ اور اسے تاکید کی کہ خط فقط سعد ابن حذیفہ یثربی کو دینا۔

جب یہ خط مدینہ پہنچا۔ اور وہ لوگ حقیقت حال سے مطلع ہوئے تو انہوں نے فوراً جناب سلیمان کو اپنی حمایت کا یقین دہانی کا جواب لکھ دیا۔

سلیمان نے بلیمان ابن مزارہ تمیمی کے ہاتھ ایک خط ثنیٰ ابن خنزومہ بعدی کو بھی بھیجا۔  
ثنیٰ نے خط پڑھ کر جواب لکھا۔

ارادہ نیک ہو تو ساتھی حسب مشاغل جاتے ہیں۔ آپ تیلاری کریں میں اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ آپ کے اشارہ کا منتظر ہوں۔ جو نہی اشارہ ملا جہاں کہیں گے حاضر ہو جاؤں گا۔ وقت بہت زیادہ گزر چکا ہے۔ اب مزید تاخیر مناسب نہ ہوگی۔

یزید کی زندگی تک تو مکہ میں عہد استبداد بن زبیر لوگوں کو یزید سے متنفر کرنے کی خاطر فرزند رسولؐ کے انتقام پر آمادہ کرتا تھا اور ہر تقریر میں آل محمدؐ کی مظلومیت بیان کرتا رہتا تھا۔ لیکن جب موت یزید کی اطلاع ملی تو ابن زبیر نے پینترا بدل لیا اور مظلومیت آل محمدؐ کی فوج خوانی ختم کر کے اپنی بیعت کی طرف دعوت دینے لگا۔

چونکہ مکہ میں رہائش کے دوران مختار بھی ابن زبیر کی تقریریں سن چکا تھا۔ اس لیے وہ بھی کافی متاثر تھا۔ مرگ  
زید کے بعد جب مختار نے ابن زبیر کے رویہ میں تبدیلی دیکھی تو ابن زبیر سے مایوس ہو کر کوفہ کا رخ کیا۔  
راستہ میں مختار کو ہانی ابن ابوجحیفہ دعا علی ملا۔

مختار نے کوفہ کے حالات یوں بھی:

ہانی نے کہا: اگر آج کو فدا لوں کو کوئی اچھا قائل مل جائے تو کو فدا لے کرہ ارض پر چھا جانے والے جذبات رکھتے ہیں۔

مختار نے کہا۔ انشاء اللہ اللہ کی مدد سے میں یہ کام کروں گا۔ اور قاتلان حسینؑ کو جلا کر ان کو بیکر کردار تک

پہنچاؤں گا۔

پھر مختار نے ہانی سے سلیمان ابن مرَد کے متعلق پوچھا کہ کیا اس نے حمیدین سے جنگ کی خاطر کوئی عملی قدم اٹھایا ہے۔

ہانی نے کہا۔ ابھی تک اٹھایا تو نہیں لیکن ارادہ کر رہا ہے۔

نخرا آگے بڑھا۔ نہر حیرہ پر کیا غسل کیا۔ لباس بدلا۔ تلوار گلے میں حائل کی۔ جمعہ کا دن تھا۔ داخل کوئٹہ ہوا۔ کسی قیدہ کی مسجد یا محفل کے قریب سے گزرتا تو سلام دینے کے بعد کہتا۔

مبارک ہو میں آگیا ہوں۔ جو آپ چاہتے ہیں وہی میں چاہتا ہوں، عنقریب ہم دوش بدوش قاتمان ذریعہ رسول سے انتقام لیں گے۔ سیدھا مسجد جامع میں کیا نماز پڑھی۔ لوگوں نے دیکھ لیا کہ محتار آگیا ہے۔ اور اس کے تئیں تبار ہے ہیں کہ کسی خاص مقصد کے تحت آیا ہے۔ اب امید ہے ہمارے دل کی بھڑاس بھی نکل جائے گی۔

نماز سے فارغ ہو کر نختہ راپنے گھر آیا۔ تمام شیعیان اہل محمد کے نام پر پیغام بھیجا کہ۔

مجھے محمد حنیفہ نے آب کی طرف بھیجا ہے۔

ان کی خواہش ہے کہ قاتلانِ فریت رسولؐ سے بدلہ لیا جائے۔

تمام شیعوں مختار کے گھر جمع ہوئے۔

اور انہوں نے کہا: ہم بالکل تیار ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ قیادت کا اختلاف ہمیں اپنی منزل سے دور کر دے۔ آپ موجود نہ تھے۔ ہمیں سلیمان ابن مردوخا نے اسی مقصد کے لیے جمع کیا تھا۔ ہم نے بیک بہرہ کراں کے ہاتھ پر بیعت کر لی اب ذرا انتظار کریں اور دیکھیں کہ سلیمان کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ مختار خاوش ہو گیا اور سلیمان کا انتظار کرنے لگا۔ تمام شیعیان آل محمد خفیہ طور پر تیاریوں میں مصروف تھے۔ شیعیان آل محمد کو تین طرف سے خطرہ تھا۔

عبدالملک ابن مروان کیونکہ خود مروان تو نو بہینے حکومت کرنے کے بعد اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا اب عید الملوک ابن مروان شام کا حکمران تھا۔ اس سے بھی شیعوں کو خطرہ تھا۔

عبداللہ ابن زبیر سے بھی خوف تھا۔ اور سب سے زیادہ خطرہ اہل کوفہ سے تھا۔ کیونکہ اہل کوفہ کی مقامی مشیہ آبادی کو زیادہ اور ابن زیاد نے ختم کر دیا تھا۔ کوفہ کی ۹۹ آبادی یزیدی تھی اور یہ تمام میدان کو بلا میں ذریت رسول کے خلاف موجود تھے۔ سلیمان ہو یا مختار دونوں کی ہم تاملان حسین کے خلاف تھی اور اہل کوفہ براہ راست ذریت رسول کے قتل میں ملوث تھے۔

## جناب مختار دوسری مرتبہ زندان کو فرمیں :-

عمر بن سعد اور شبث ابن ربیع کی نظر کو فر کی سیاست پر تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مختار کو فر میں آ گیا ہے۔ اور لوگوں کی آمد و رفت بڑھ گئی ہے۔ تو ان دونوں نے اہل کو فر سے کہا۔ اگر تم مارے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ مارے جائیں گے۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو مختار کو گرفتار کر کے قید کر دو۔ ورنہ تمہیں معلوم ہے کہ مختار ایک عرصہ سے تمہارے قتل کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

اہل کو فر نے کہا۔ تم مختار کی بات کیوں کرتے ہو۔ وہ تو خاموش بیٹھا ہے۔ اور سلیمان کی بات کیوں نہیں کرتے؟

ان دونوں نے مکاری سے کام لے کر کہا۔ دیکھو سلیمان نے صرف اقتدار حاصل کرنے کی خاطر انتقام آل محمدؑ کا نعرہ لگا رکھا ہے۔ وہ صرف اور صرف تمہارے دشمن سے لڑے گا۔ جب کہ مختار کے دشمن تم خود ہو۔ اس کا مقصد اقتدار نہیں انتقام ہے۔

اہل کو فر ان کے جال میں پھنس گئے۔

انہوں نے پوچھا پھر ہم کیا کریں۔

ان دونوں نے کہا کرنا کیا ہے۔ ابھی تک مختار تھا ہے۔ صرف پندرہ بیس آدمی چلے جاؤ۔ اسے قابو کر کے ہاتھوں میں رسیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو۔ گورز کو فر کے سپرد کر دو وہ تمہیں انعام بھی دے گا اور مختار کو بھی قید کر دے گا۔

چنانچہ ان لوگوں نے اچانک دھاوا بولا جناب مختار کو گرفتار کیا۔ ہاتھوں اور پاؤں میں رسیاں اور بیڑیاں ڈال دیں۔

ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ نے عبداللہ ابن زبیر سے کہا۔ اس کے گلے میں طوق ڈالو۔ اس کے پاؤں سے۔ جوتے اُتار لو اور ننگے پاؤں سے کر چلو۔

عبداللہ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ ایک شریف آدمی ہے۔ ابھی تک اس نے کوئی جرم نہیں کیا۔ ہاتھ تو بجائے خود اس نے تو تاحال ہمارے خلاف زبان بھی نہیں کھولی ہم نے صرف گمان کی بنا پر اسے گرفتار کیا ہے۔ لہذا سواری لاؤ اسے سوار کر کے بے جائیں گے۔

ایک سیاہ رنگ خچر لایا گیا اس پر بٹھا کر جناب مختار کو زندان میں لا کر ڈال دیا گیا۔

یحییٰ ابن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں اور حمید ابن مسلم ازدی مختار کے پاس گئے۔ اس نے کہا بس اب وہ وقت قریب تر ہو چکا ہے جب میری تلوار ہر ظالم کا گردن پر ہوگی۔ جب میں عترت مصطفیٰؐ کا انتقام لے لوں گا۔ پھر میری نظر میں اس

دنیا کی قیمت ایک موتی بھی نہیں رہے گی۔

مختار ایک مرتبہ پھر پس دیوار زمان چلا گیا۔ اور جناب سیمان ابن صرد خزاعی نے یکم ربیع الثانی ۶۵ھ کو مقام خیمہ سے اعلان خروج کر دیا۔

ابن زیاد بصرہ میں تھا۔ شام جاتے ہوئے راستہ میں مقام جزیرہ پر اسے بیک وقت مرگ مروان اور خروج سلیمان کی اطلاع ملی۔

جب سلیمان نے اپنا لشکر دیکھا تو اسے کم معلوم ہوا چنانچہ اس نے حکیم ابن منقذہ کندی اور ولید ابن حصین کنانی کو چند افراد کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اور حکم دیا کہ کوفہ کی ہر گلی اور کوپہ میں اعلان کرو۔ یا اشارات حسینؑ خون حسینؑ کا انتقام خون حسینؑ کا انتقام لینے والو اب اٹھ کھڑے ہو۔ یہ لوگ کوفہ میں آکر پورے کوفہ میں پھیل گئے۔ اور منادی شروع کر دی۔

عبداللہ دین حازم ازدی اپنی حسین ترین بیوی سہلبنت سیرہ ادر بیٹی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جو نبی اس نے نداسنی فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

ہتھیار لگائے گھوڑے پر بیٹھا۔ اور گھر سے نکلنے لگا۔

بیوی نے کہا: بندہ خدا کی بات ہے خیریت تو ہے، کہیں عقل میں کچھ گڑبڑ تو نہیں ہو گئی نہ کوئی شرابی نہ بھگڑا اور ہتھیار لگا کر گھوڑے کو بسے کہاں جا رہا ہے؟

عبداللہ نے کہا: سہلہ جو میں نے سنا ہے تو نے اس پر توجہ نہیں دی۔

سہل نے کہا۔ تو نے کیا سنا ہے۔

عبداللہ نے کہا: گلی میں اللہ کے نام پر بلانے والے کی آواز سنی ہے اور بیک کئے جا رہا ہوں۔

سہلہ نے کہا۔ وہ کس کے لیے بلارہا ہے۔

عبداللہ نے کہا: فریت رسول کا انتقام لینے کی خاطر بلارہا ہے۔

سہیلہ نے کہا۔ یہ گھر کس کے حوالہ کر رہے ہو؟

عبداللہ نے کہا۔ اے اللہ! میں اپنا گھر اور گھر دانے تیرے سپرد کر کے تیرے نبی کی بے گناہ مقتول ذریت کا انتقام لینے جا رہا ہوں۔

اب چونکہ مات کھل چکی تھی۔ اس لیے یہ لوگ نماز عشاء کے وقت مسجد کو فرمیں آئے۔ اور وہاں نعرہ لگایا۔

يا لثارات الحسين

مجد کو ذسے بھی کافی تعداد نے لیک کہی۔ اور ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔

۵ ربيع الاول ۱۲۹۵ھ کو سلیمان کے پاس سولہ ہزار جانثار جمع ہو گیا۔ اور سلیمان نے سوائے شام اعلان



کوچ کر دیا۔

عبداللہ ابی سعد نے کہا۔

آپ امیر ہیں جیسے حکم ہو ہم اطاعت کریں گے۔ ویسے شام کی بجائے اگر کوڑھ چلتے تو زیادہ مناسب تھا کیوں کہ قاتلان ذریت رسول کی اکثریت کو ذمی ہے۔

سیمان نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ میں ان لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اصل مرکز شام ہے۔ ذریت رسولؐ کے احکام قتل کو ذمے نہیں شام سے آتے تھے۔ ہمارا پہلا نشانہ شام ہے۔ وہاں قبضہ کرنے کے بعد پھر ہمارا معاملہ بہت آسان ہو جائے گا۔

چنانچہ ہر بیع الاول شب جمعہ لشکر سیمان نے کوچ کیا۔ رات دیر اور میں گزاری۔ وہاں سے چل کر فزات کے کنارے بنی مالک کے گھروں کے پاس آئے۔ رات وہاں گزاری۔ دوسری صبح کربلا مزار فرزند رسولؐ پر آئے۔ پورا ایک دن مزار کے گرد طواف کرتے اور روتے ہوئے گزارا۔

کربلا سے چل کر مقام ہیت پر آئے۔ ہیت سے آگے بڑھ کر مقام قریسیا میں آئے۔ یہاں انہیں شامی لشکر کے آنے کی اطلاع ملی۔ قریسیا سے چل کر عین الورد پر آئے۔

عین الورد پر سیمان نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں حمد و ثنائے خالق اور درود پر محمدؐ آل محمدؐ کے بعد دنیا کی ناپائیداری اور قیامت کا تذکرہ کر کے فوج کے جذبات کو برانگیختہ کیا۔ اور آئندہ کالائحہ عمل تیار کر کے کہا۔ اگر میں مارا گیا تو امیر لشکر سیب ابن نخعیہ ہوگا۔

اگر مسیب مارا جائے تو امیر لشکر عبداللہ ابن سعید ابن نقیل ہوگا۔

اگر عبداللہ مارا جائے تو اس کا بھائی خالد ابن سعید امیر لشکر ہوگا۔

اگر خالد مارا جائے تو عبداللہ ابن وال کو امیر لشکر بنالینا۔

اگر عبداللہ ابن وال مارا جائے تو فاعل ابن شداد بجلی امیر لشکر ہوگا۔

اس کے بعد سیمان نے چار ہزار شہسوار شامی لشکر نے مقابلہ میں بھیجا اور انہیں ہدایت لاکر شامی فوج پر

شب خون مارنا۔

حمید ابن مسلم از دی کا کہنا ہے کہ میں اسی چار ہزار میں شامل تھا۔ ہم پورے چوبیس گھنٹے چلے صرف نماز کے لیے مختصر وقفہ کیا۔

قائد لشکر مسیب ابن نخعیہ نے تمام لشکر کو شامی لشکر کے گرد پھیل جانے کا حکم دیا۔ اپنے ساتھ صرف سو سپاہی رکھے وہ بھی اجرائے احکام کے لیے۔

ہمیں ایک بدوی ملا۔ اس سے مسیب نے پوچھا کہ ہمارے اور قریب ترین شامی لشکر کے مابین کتنا

کتنا فاضل ہے؟

اس نے کہا۔ مجھے قریب دور کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ سامنے۔

شریح بن ذی الکلاع چار ہزار کے ساتھ خیمہ زن ہے۔

اس کے پیچھے حصین بن نیر چار ہزار کے ساتھ ڈیرہ ڈالے ہے۔

اس کے پیچھے صلت ابن ناحیہ غلابی چار ہزار کے ساتھ گھات لگائے بیٹھا ہے۔

باقی اکثر لشکر ابن زیاد کے ساتھ ہے جو مقام رقرہ پر بیٹھا ہے۔

جب ہم آگے بڑھے اور شامی لشکر نظر آنے لگا۔ تو مسیب نے کہا۔ ان پر دھاوا بول دو۔ عراقی لشکر کے اہانک

حملہ سے شامی بوکھلا گئے۔ اور اپنا مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ کافی تعداد میں مارے بھی گئے عراقی لشکر

کے ہاتھ کافی مال غنیمت لگا۔

مسیب نے حکم دیا کہ اب واپس سلیمان کے پاس چلو۔ جب سلیمان کو اطلاع ملی تو خوش ہوا۔

جب ابن زیاد کو اطلاع ملی تو اس نے حصین بن نیر کو آگے بھیجا۔ خود اس کے عقب میں بیس ہزار کے لشکر

ساتھ آگیا۔

عراقی لشکر کو جب معلوم ہوا کہ مقابلہ میں ابن زیاد خود آ رہا ہے تو وہ ہستہ ہستہ کھسکنا شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ

سلیمان کے ساتھ صرف تین ہزار ایک سو سپاہی بچ گئے۔

ابن زیاد نے شامی لشکر کو اس طرح مرتبہ کیا۔

عبد اللہ ابن مضاک غمری میمنہ پر

مخارق ابن ربیعہ غنوی میسرہ پر

پہلو پر شریح بن ذی الکلاع کو

اور قلب لشکر پر حصین بن نیر مقرر کیا۔

سلیمان ابن صرد نے میمنہ مسیب ابن نجہ کے حوالہ کیا۔

عبد اللہ کو میسرہ پر مقرر کیا

پہلو کا نگہ ان رفاعہ ابن شداد بجلی مقرر ہوا اور

قلب لشکر سلیمان نے اپنے پاس رکھا۔

ابن زیاد کے لشکر سے اعلان کیا گیا کہ۔ بغاوت نہ کرو اور عبد الملک کی بیعت کر لو۔

سلیمان کے لشکر سے اعلان کیا گیا کہ۔ ابن زیاد ہمارے سرور کرو اور عبد الملک کی بیعت ختم کر دو۔

دونوں مطالبے کسی بھی فریق کے لیے قابل قبول نہ تھے اس لیے فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔

تین دن تک مسلسل جنگ جاری رہی۔ حسین ابن غیر نے یک دم جنگی چال بدل کر اپنی فوج سے کہا کہ جلدی تیر اندازی کرو۔

اسی اچانک تبدیلی نے عراقیوں کو پریشان کر دیا۔

سیدمان تیرنگنے سے شہید ہو گیا۔

عراقی علم سیب ابن نخعی نے سنبھال لیا۔

سیب قتل ہوا تو علم عبداللہ ابن سعد نے لے لیا۔

عبداللہ کے قتل ہونے کے بعد خالد نے علم لیا۔ اسی اثنا میں بصرہ میں ثنیٰ ابن مخزومہ اور مدائن سے کثیر ابن عمرو کی کمک آپہنچی۔ عراقیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ لیکن دوسری طرف شامی لشکر بھی کم نہ تھا۔ عراقی فوج میں افرادی کمی نمایاں ہونے لگی۔

بالآخر عراقیوں کو میدان سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ مدائن والے مدائن، بصرہ والے بصرہ۔ اور کوفہ والے کوفہ واپس آ گئے۔

جب سلیمان کے ساتھ تھی تھک کر واپس آ گئے تو

جناب مختار نے زندان سے انہیں حسب ذیل خط لکھا۔

اما بعد! بارگاہ خالق میں تمہارا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ اگر قدرت نے مہلت دی اور میں زندان سے باہر آیا تو انشاء اللہ آپ لوگوں کی موجودہ مایوسی کا مداوا کروں گا۔

مختار کا خط پڑھ کر مہمان آل محمد کے حوصلے ایک مرتبہ پھر بڑھ گئے۔ اور انہوں نے مختار کو پیغام بھیجا۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کو جبراز زندان سے نکال لائیں۔

مختار نے جواب دیا۔ اس کی ضرورت نہیں میں انشاء اللہ عنقریب تمہارے درمیان ہوں گا۔

مختار نے عبداللہ ابن عمر کو خط لکھا ہوا تھا کہ۔

عبداللہ ابن یزید۔ اور ابراہیم ابن محمد دونوں ظالموں نے صرف افواہوں کی بنیاد پر جیل میں ڈال رکھے ہیں۔ انہیں خط لکھو تاکہ مجھے چھوڑ دیں۔

عبداللہ ابن عمر نے ان دونوں کو خط لکھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں مختار کا بہنوئی ہوں۔ میرا خط ملتے ہی اسے رہا کر دو۔

ان دونوں نے مختار سے ضمانت مانگی۔ چند افراد نے مل کر ضمانت دی۔ مختار رہا ہو گیا۔

مختار نے مہمان آل محمد کو جمع کیا۔ اور کوفہ پر دھاوا بولنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن عبدالرحمن ابن شریح کے شام سے آنے کی وجہ سے یہ پروگرام ملتوی ہو گیا۔

کیونکہ عبدالرحمنؑ کو ملنے والے افراد میں سے۔ سعد ابن منقرؑ، سمر ابن ابو سمر حنفیؑ، اسود کندہؑ اور قدامہ ابن مالکؑ جتنی بھی تھے۔

ان چاروں نے عبدالرحمنؑ سے کہا: مختار ہمیں ساتھ لے کر انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ مجھے محمد حنیفؑ نے بھیجا ہے۔ ہمارے پاس اس دعوے کی تصدیق کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہم نے بیعت تو کر لی ہے لیکن ہم مطمئن نہیں ہیں۔ عبدالرحمنؑ نے کہا میرے ساتھ ایک آدمی بھیج دو۔ مدینہ جا کر جناب محمدؐ سے پوچھ لیتے ہیں اگر وہ تصدیق کر دیں تو ہمیں بھی مختار کا ساتھ دینا چاہیے۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ میں جناب محمدؐ کے پاس آئے اور مدعا بیان کیا۔ اور عرض کیا اگر آپ کی اجازت ہے تو ہم مختار کا ساتھ دیں۔

ورنہ ہم علیحدہ ہو جائیں گے۔ جناب محمدؐ نے فرمایا۔ جہاں تک انتقام کی اجازت کا تعلق ہے وہ میں نہیں دے سکتا۔ آؤ جو میرا اور تمہارا امام ہے اس کے پاس چلے جاتے ہیں اور اس سے پوچھ لیتے ہیں۔ ہم سب امام سجادؑ کے پاس آئے۔ مدعی بیان کیا۔ جناب سجادؑ نے فرمایا چچا اگر کوئی جتنی غلام بھی ہمارے حقوق کا علم لے کر کھڑا ہو تو لوگوں پر اس کی حمایت واجب ہے۔

دیے اس معاملہ کے جملہ اختیارات میں آپ کو دیتا ہوں جیسے مناسب سمجھیں کریں۔ جناب محمدؐ نے فرمایا۔ تم سب نے سن اور سمجھ لیا ہے۔ جو کچھ امامؑ نے فرمایا ہے میں بھی یہی کہوں گا۔ ان لوگوں نے کہا۔ کہ امام سجادؑ اور محمدؐ نے اجازت دے دی ہے۔ اب مختار کی نصرت واجب ہے۔ یہ لوگ واپس کو نہ آئے۔ مختار کو ان کا جناب محمدؐ کے پاس جانا معلوم ہو چکا تھا۔ یہ لوگ سیدھے جناب مختار کے پاس آئے اور اسے حقیقت حال سے مطلع کیا۔ جناب مختار نے فرمایا۔ اب ایسے بات نہیں بنے گی۔ اب آپ کا حق ہے کہ تمام مہجانب آل محمدؐ کو جمع کر کے انہی

چنانچہ ان لوگوں نے شیعان آل محمدؐ کو جمع کر کے تمام قصبہ سنایا۔ ابراہیم ابن مالکؑ اشتہر کے پاس جناب مختارؑ خود چل کر گئے۔ اور اسے مدد کرنے کو کہا۔ ابراہیم نے بھی وعدہ کر لیا۔

امیر کوفہ عبداللہ ابن مطیع مختار کے حالات سے واقف ہو چکا تھا۔

چنانچہ اس نے شبث ابن ربیع کے مشورہ سے مجان اکل محمد کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا۔

فخار دیر ہند میں ڈیرا ڈال چکا تھا۔ عبداللہ ابن مطیع سے جنگ ہوئی۔ لشکر مختار نے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ عبداللہ دارالامارہ کے اندر چلا گیا۔ دروازے بند کر لیے۔ مختار نے محاصرہ کا حکم دے دیا۔ تین دن کے محاصرہ کے بعد عبداللہ جان بچا کر بھاگ گیا۔ مختار نے دارالامارہ پر قبضہ کر لیا۔ اور الصلوٰۃ جامعہ کی بھی منادی کرائی۔

جب سب لوگ مسجد میں آ گئے۔ محمد نے انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور بتایا کہ میں فرزند رسول کا انتقام لینے اٹھا ہوں۔

جو شخص میرا ہتھ دینا چاہے وہ میری بیعت کرے اور عبد الملک کی بیعت توڑ دے۔

یہ کہہ کر غبر سے پیٹھے آیا۔

لوگوں نے بیعت کرنا شروع کر دی۔

فخرا نے بیت المال میں جو کچھ تھا اسے لے کر اپنے ان تین ہزار اٹھ سو سپاہیوں پر تقسیم کر دیا جن کے ساتھ اس نے عبداللہ بن مطیع کو شکست دی تھی۔ پانچ سو ہر سپاہی کو دیئے۔ اور دودھ سو ان چھ ہزار کو دینے جو دارالامارہ کے محاصرہ کے دوران آئے تھے۔

ابن عباسؓ سابق چونکہ مقصود فخر و تاقاطانِ فرزندِ رسولؐ سے انتقام تھا۔ اس لیے اس نے اسی سلسلہ میں قطعاً غفلت نہیں کی اور نہ ہی اپنی حکومت کے انتظام کیلئے اس معاملہ کو ملتوی کیا۔

چنانچہ مختار نے ربیعہ اور مضر کے لیے ابراہیم کو بھیجا۔ ان لوگوں نے مقابلہ کیا۔ لیکن جلد ہی لاشیں چھوڑ کر ہجاگ گئے۔ جب مقتول گئے گئے تو چھ سو چھیالیس تھے۔ اس کے بعد گھروں کی تلاشی کے دوران پانچ سو آڑی ہاتھ آگئے۔ یہ سب میدانِ کربلا میں ذریتِ رسول کے خلاف لڑے تھے۔ مختار نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

مختار کو معلوم ہوا کہ شمر چند شرکائے کربلا کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ مختار نے اپنے ایک رزین نامی غلام کو دس آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ جا کر ان تمام کے سرے آئے۔

ادھر مختار نے کلبانیہ کے امیر کو بھی لکھ دیا تھا کہ شمر اسی طرف آیا ہے مجھے اس کا اور اس کے ساتھ جو ذریت رسولؐ کے قاتل ہیں ان کے سر کی ضرورت ہیں۔ شمر کلبانیہ آیا۔ بیرون شہر خیمہ لگایا اور مصعب ابن زبیر کی طرف خط لکھا۔ مختار کا ایک امیر شکر ابو عریضہؓ سو سپاہیوں کے ساتھ کسی کام کی خاطر یہاں رکا ہوا تھا۔ مصعب کی طرف خط لے جانے والا اسے مل گیا۔

ابو عمرہ نے پوچھا۔ شمر کہاں ہے۔

اس نے بتایا یہاں سے تین میل کے فاصلہ پر قیام کر رہا ہے۔ ابو عمرہ نے اسے کہا اچھا تو اب جا۔ تو وہ چلا گیا۔

ابو عمرہ نے شب بخون مارا اور شمر اور اس کے ساتھیوں کو دھواں جہنم کر کے ان کے سر مختار کے پاس بھیج دیئے مختار نے ان کے سر دیکھ کر سجدہ شکر ادا کیا

سب سے پہلے مختار نے ان لوگوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا جنہوں نے فرزند رسولؐ کی لاش گھوڑوں سے پامال کی تھی۔ انہیں زمین پر سلا کر ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں لگوائیں اور گھوڑے دوڑا دیئے۔ پھر ان کی لاشیں نذر آتش کر دیں۔

پھر عبدالرحمن ابن عقیل کے دو قاتل گرفتار ہو کر آئے انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں بھی جلا ڈالیں۔

مالک ابن بشیر گرفتار ہوا اسے سر باز قتل کر دیا۔

ابو عمرہ کو غولی کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ جب غولی کو معلوم ہوا تو وہ ٹائیلٹ میں جا چھپا۔ اس کی ایک بیوی مومنہ تھی۔ جب اس سے ابو عمرہ نے پوچھا تو۔

اس نے زبان سے تو کہا کہ مجھے کیا معلوم ہے وہ کہاں گیا ہے۔ لیکن ہاتھ سے ٹائیلٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ان لوگوں نے بیت الخلا سے غولی کو گرفتار کر لیا۔

مختار نے اسے قتل کیا۔

حکیم ابن طفیل جس نے جناب عباس کو تیرا راتھا۔ کو گرفتار کیا۔ اسے ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے اس پر تیر اندازی کا حکم دیا۔

مرہ ابن منقذ کو گرفتار کیا۔ اسے بھی قتل کر دیا۔

سنان ابن انس قادیسیہ سے گرفتار ہو کر آیا۔ پہلے تو مختار نے اس کی ایک ایک انگلی کٹوائی۔ پھر ہاتھ کٹوائے

پھر پاؤں کٹوائے۔ پھر تیل گرم کر کے اس میں ڈال دیا۔

امالی طوسی کے مطابق منہال کہتا ہے کہ امام سجادؑ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا۔ منہال حرمہ کا

کیا بنایا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ جب میں کوفہ سے نکلا اس وقت تک تو زندہ تھا۔

امام سجادؑ نے تین مرتبہ فرمایا۔

بار اہا احمہ کو لو ہے کا عذاب دے۔

میں واپس کوفہ آیا۔ مختار کوفہ کا حکمران تھا۔ یہ دون کوفہ مختار سے ملاقات ہوئی۔

مختار نے کہا۔ منسل کیا میری حکومت تجھے پسند نہیں آئی یا میرا انتقام اچھا نہیں لگا۔  
میں نے کہا۔ اللہ امیر کی زندگی دراز کرے۔

مجھے دونوں باتیں پسند ہیں۔ لیکن میں کوفہ میں نہیں تھا۔ باتوں باتوں میں ہم کناہ میں آ گئے۔ میں نے دیکھا مختار دوائیں بائیں اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ کچھ دیر بعد چند سپاہی آئے اور انہوں نے کہا۔ امیر مبارک ہو حرمہ گرفتار ہو گیا ہے۔

جب حیدر مانتے آیا تو مختار نے کہا۔ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے اس خبیث پر موقوف فرمایا ہے۔ اورٹ  
نحر کرنے والا کہاں ہے۔  
جنار حاضر ہو گیا۔

مختار نے کہا۔ پہلے اس کے ہاتھ کاٹ۔ پھر پاؤں کاٹ۔  
جب حملہ کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ لیے گئے۔ تو مختار نے کہا۔ آگ جلاؤ۔ آگ جلائی گئی۔ مختار نے کہا اسے  
اس آگ میں ڈال دو۔

یہ دیکھ کر میں نے سبحان اللہ کہا۔

نہانے کہا۔ منہالیوں تو تسبیح ہر وقت اچھی ہوتی ہے۔ لیکن اس وقت تسبیح کا کیا کوئی خاص مقصد تھا۔

میں نے مختار کو جناب سجادؑ کی دعا سنائی۔

مختار نے تین مرتبہ مجھ سے پوچھا کیا واقعات میرے آقا نے اسی طرح دعا کی تھی۔ میں نے کہا۔ اسی طرح دعا کی تھی۔

فتخار گھوڑے سے اترا، دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ اور کافی دیر تک سجدۂ شکر میں پڑا رہا۔  
چلتے چلتے تیس گھر کے قریب آ گئے۔ میں نے کہا۔ اے امیر اگر مجھے متعرف فرماتے اور کچھ دیر کے لیے بیٹھ جاتے۔

نخستار نے کہا: منہ مال اگر تو نے مجھے میرے لام کی وہ دعا سنائی ہوتی جو میرے ہاتھوں قبول ہوئی ہے تو ضرور بیٹھ جانا۔ لیکن اب تو میرے لیے اس شکر میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ آج میرا روزہ عید ہے۔

عمر ابن صبح حیدر کی گرفتار ہو کر آیا اسے نیزوں سے تسک کیا۔

عبداللہ ابن ابی سید جہنی۔ مالک ابن یثیم۔ اور محل ابن محارب گرفتار ہو کر آئے۔ انہوں نے معذرت کی کہ ہمیں  
فرزند رسولؐ سے جنگ پر مجبور کیا گیا تھا۔

مختار نے کہا: ظالمو! تمہیں جانے پر مجبور کیا گیا۔ کیا تم لختِ دل زہرِ اکو پانی بھی نہیں دے سکتے تھے۔ مختار نے انک

سے پوچھا۔ کیا فرزند رسول کے سر سے ٹوپی تو نے اتاری تھی۔

امک نے کہا۔ ہاں یہ جرم میں نے کیا تھا۔

مختار نے کہا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو۔ اور دوسرے دونوں کو قتل کر دو۔

بجمل ابن سلیم گرفتار ہو کر آیا۔

مختار نے پوچھا۔ تو نے کیا کیا تھا۔

بجمل نے بتایا کہ میں انگوٹھی اتارنے لگا تھا۔ وہ نہیں اتر رہی تھی۔ چنانچہ میں نے فرزند رسولؐ کی انگلی کاٹ

لی تھی۔

مختار نے حکم دیا اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی ایک ایک انگلی کاٹ کر چھوڑ دو۔

زقاد ابن امک۔ عمر ابن خالد۔ اور عبد اللہ بن قیس خولانی گرفتار ہو کر آئے۔

مختار نے پوچھا۔ تم نے کیا کیا تھا؟

انہوں نے بتایا۔ ہم نے صرف خیام لٹے تھے۔

مختار نے حکم دیا انہیں چوک بازار میں لے جا کر قتل کر دو۔

مختار کو پتہ چلا کہ فرزند رسولؐ کا اونٹ نحر کر کے ان لوگوں نے تقسیم کیا تھا۔ مختار نے حکم دیا کہ جتنے گھروں میں وہ

گوشت تقسیم ہوا تھا۔ ان کی فہرست بناؤ۔ اور ہر گھر کو آگ لگا دو۔

جو لوگ بھاگ گئے تھے۔ مختار نے ان کے گھر جلا ڈالے۔

جدہ ابن ہبیرہ مختار کے صف ادل کے معاونین سے تھا۔ اور اس نے عمر سعدؓ کو لے کر رکھی تھی عمر سعد

کو مختار اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

حسین ابن عمر سعد اور عمر سعد بیک وقت مختار کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔

جب دوسرے تمام ممکن افراد قتل ہو گئے۔ تو مختار نے سوچا کہ اب عمر کی باری ہے۔ عمر اپنے دل میں خائف

رہتا تھا۔

مختار نے امان میں لکھا تھا۔ کہ جب تک عمر سعد کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گا اس وقت تک اسے امان ہے۔ چونکہ

عمر مطمئن نہیں رہتا تھا۔ اس لیے ایک دن خوف کے مارے اس نے کوفہ چھوڑے کا ارادہ کر لیا۔ اور اونٹنی پر

سوار ہو گیا۔

اسے اونٹنی پر نیند آ گئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ عمر سعد بھاگ رہا ہے۔

مختار کو اطلاع کی گئی۔

مختار نے کہا اسے میرے ہاتھوں قتل ہونا ہے۔ جتنا جی چاہے بھاگ لے۔



عمر سعد کو جب اوتھنی پر نیند آئی تو فاطمہ بیٹی عمر سعد لے کر واپس کو نہ آگئی۔

مختار نے ابو عمرہ کو بھیجا کہ جا اور عمر سعد کا سر لا۔

ابو عمرہ گیا۔ اس نے عمر سعد کا سر قلم کیا۔ اور رے آیا۔

حصف بن عمر سعد مختار کے پاس بیٹھا تھا۔

نہارنے پوچھا۔ اسے پہچانتا ہے۔

محض نے کہا۔ اسے کون نہیں پہچانتا۔ اس کے بعد زندگی خاک رہ گئی ہے۔

مختار نے کہا: تجھے کس نے کہا ہے کہ تو اس کے بعد زندہ رہے گا۔ بھرجلا دو کو حکو دیا۔ اس نے حفص کا

سرمایہ کریں۔

اب مختار کے لیے ابن زیاد سچ گیا تھا۔ اور وہی سب سے بڑا مطلوب تھا۔ مختار نے اس راہ پر اشتہر سے کہا۔ حق یہ کہ

ابن زیاد باقی ہے ہمارا انتقام نامکمل ہے۔

ابراہیم نے کہا۔ ایک اجازت دےں میں جانے کو تیار ہوں۔

مختار نے اجازت دی۔ ابراہیم انانک شکرے کے روانہ ہو گیا۔ ابن زیاد کو بھی بتہ حل گیا کہ ابراہیم مسری خاطر

آ رہا ہے۔

ابن زیاد ترا سی ہزار کاٹ کرے گا اس واسطے کہ مقابلہ کی خاطر بھرہ سے نکل آنا۔ موصل سے مارہ میل ماہ نہر خاورد

کائنات سامنا ہوا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ نماز ظہر اشاروں میں پڑھی گئی۔ رشامی لٹکے کے اکٹھے دار واصل جہنم ہوئے۔

ہے شامیوں کے تو صحنہ مست ہو گئے۔ حسین ابن نمہ، شہزادہ ایل ابن ذی الکلاع، ابن حوشب، غالب، ابی بلہ، اور ابو

ہیں وغیرہ جسے سب مارے گئے۔

شامی تشکر جھگ کھڑا ہوا۔ چونکرات کی تاریکی تھی۔ ابن زیاد کا تہ نہیں حل رہا تھا کہ مگر گہرے جھگ

کتاب ہے۔

اگر ہم ان مالک اشتہر سے مراد ہی ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو میرے سامنے لوگوں کا رخ موڑ کر

ملا جا رہا تھا۔ جو اس کے سامنے آجاتا کٹ کر رکھ دیتا۔ میں نے اسے نشانہ بنالیا۔ جونہی مہرے قوس آ

اس کے بازو سوار کیا۔ کہنی سے اس کا ہاتھ گٹ کر دوڑ جا کر اڑو نہ۔ خافز کے کنارے اس طرح گرا کہ

دو دنوں کا تھک کر تھم اور اڈوں مانی میں ایک گھمڑ تھم میں نہ اسے قتل کر دیا۔ محمد اس کے قتل کے

کی خوشبو آ رہی تھی۔

پھر ایک شخص آگیا اس نے اسی کے موزے اُتار لیے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ان روزاد میں روشنی رکنا انتظام کر کے رہے ہیں۔

لوگ وہاں آئے۔

ابراہیم کی علامات کے مطابق اسے تلاش کیا سرکاٹ لیا۔ جسم پر تمام رات سخت پہرہ بٹھا دیا۔ جب صبح ہوئی ابن زیاد کے غلام مہران نے اسے پہچان لیا کہ یہی ابن زیاد ہے۔ ابراہیم نے اس بات پر سجدۂ شکر کیا کہ اللہ نے اسے میرے ہاتھوں واصل جہنم کیا ہے۔

انسانیں برس کی عمر میں یہ ضیث واصل جہنم ہوا۔

عراقی سپاہ کو شامی بھاگی ہوئی سپاہ سے بہت بڑا مال غنیمت موصول ہوا۔

ابراہیم نے ابن زیاد کے بے سراشتہ کو ایک درخت سے الٹا لٹکا دیا۔

سر مختار کے پاس بھیج دیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب مختار کے پاس ابن زیاد کا سر پہنچا تو اس کی خوشی دیدنی تھی سجدوں پر سجدے کیے جا رہا تھا۔

جھوم جھوم کر سجدہ سے اٹھتا اور پھر سجدہ شکر میں گر جاتا۔

تمام سردوں کو رجبہ میں نیزوں پر نصب کر دیا گیا۔ تمام اہل کوفہ نے دیکھا کہ ایک سانپ ابن زیاد کے ایک نتھنے سے سر میں گھٹا تھا اور دوسرے نتھنے سے باہر نکل آتا تھا۔

تین دن بعد مختار نے عبدالرحمن ابن ابوعبید ثقفی۔ عبدالرحمن ابن شداد حبشی۔ اور انس ابن مالک اشجری کو شمر عمر سعد۔ ابن زیاد۔ اور کربلا کے دیگر معروف سالاروں کے سردے کر مکہ میں جناب محمد حنیفہ کے پاس بھیجا۔ ساتھ کچھ رقم بھی بھیجی۔ اور ایک رقعہ بھی لکھا۔

رقعہ میں صرف اتنا لکھا۔

مجان آل محمد نے ذریعہ زہر کے قاتلوں سے انتقام لے لیا ہے ان کے سر پریش خدمت میں امید ہے ہماری یہ محنت محمد و آل محمد کے حضور قبول ہوگی۔

والسلام

جب سر جناب محمد کے پاس پہنچے تو آپ سجدہ میں گر گئے اور کہا۔

جزی اللہ المختار خیرا۔ فقد ادرك ثارنا ووجب حقه على كل من ولده عبد المطلب۔

اللہم احفظ ابراہیم ابن مالک الاشتر و انصرہ علی الاعداء ووقفہ لما تحب وترضی و اعقرہ فی الآخرة والاولی۔

پھر آپ نے ابن زیاد کا سر دیکھ کر امام سجادؑ کے پاس بھیج دیا۔ جب ابن زیاد کا سر آپ کے پاس پہنچا۔ آپ اس وقت

دستر خوان پر تھے۔

سر کو دیکھ کر بجزہ شکر ادا کیا اور فرمایا۔

الحمد لله الذی ادرک ثاری من  
عددی۔

و جزی الله المختار خیرا۔

پھر فرمایا۔ میں وہ وقت نہیں بھول سکتا۔ جب میرے بابا اور بھائیوں کے سر ان زیادہ کو پیش کیے گئے تھے تو وہ  
اکل وقت دسترخوان پر تھا۔

مورخین کے بقول جنگ صفین کے بعد نہر حاذر کی اس جنگ میں شامی جس قدر قتل ہوئے اس قدر کبھی بھی واصل جہنم نہیں  
ہوئے۔ نہر حاذر میں متر ہزار شامی قتل ہوا۔

اب شتر کاٹے کر بلا میں میں محمد بن اشعث اور شبث ابن ربیع بیچ گئے تھے۔ اور وہی مختار کا مقصود تھے یہ دونوں  
مصعب ابن زبیر کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

محمد بن اشعث نے مصعب کو مختار سے جنگ پر آمادہ کیا۔ مصعب ابن ابوسفیر ابن زبیر کی طرف سے ابوازا کا گورنر  
تھا۔ مصعب ابوازا سے فوج لے کر آیا۔

مصعب نے مختار سے مقابلہ کرنے کی خاطر بصرہ سے کوچ کیا۔

جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے ابن سمیطہ کو تیس ہزار کے ساتھ مقابلہ میں بھیجا۔ لیکن مصعب کے مقابلہ میں ابن  
سمیطہ نہیں ہو گیا۔

پھر مختار خود مقابلہ میں آیا۔ مختار نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ دیکھو مصعب کے لشکر میں دو قاتلان ذریت  
رسول شریک ہیں۔ محمد بن اشعث اور شبث ابن ربیع اگر میں اس جنگ میں کام آ بھی جاؤں تو یاد رکھو ان دونوں کو ہر صورت

واصل جہنم ہونا چاہیے۔

جنگ شروع ہوئی۔ مختار اپنے انتقام کو نہیں بھولا تھا۔ محمد اشعث اور شبث ربیع کو قتل کیا۔ پھر اہل کوفہ سے کہا  
میری زندگی کا مشن مکمل ہو گیا ہے۔ اب مجھے زندگی کی بھی چندان ضرورت نہیں ہے۔ پھر عہدہ کا ۵۵ رمضان ۳۵ھ

کو بھام شہادت نوش کیا۔

۸ ماہ کی حکومت میں اسی ہزار سے اوپر قاتلان مظلوم زبیرؓ کو واصل جہنم کرنے کے بعد یہ فدائی حتی اس  
دنیا سے چل بسا۔

## ابو جعفر سفاح اور بنی امیہ -۱

منتخب میں زید ابن علیؑ سے مروی ہے کہ بنی کونین نے ایک دن مسجد نبویؐ میں فرمایا۔ اموی اقتدار کی کوکھ سے عباسی حکومت جنم لے گی۔ بنی عباس کا پہلا حکمران سفاح ہوگا۔ تمام حکمران اس کے تابع فرمان ہونگے اسلامی مملکت کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں ہر جگہ سفاح کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔

کرنسی پر سفاح کا نام ہوگا۔

ہر حکمران سفاح سے خائف ہوگا۔

ہر قبیلہ سفاح کا تابع فرمان ہوگا۔

عرب و عجم کے سرکش سفاح کے دور حکومت میں روپوش ہو جائیں گے۔ سفاح کی ہیبت سے بنی امیہ خشکی، تری اور محراؤں و پہاڑوں میں پھٹتے پھریں گے۔

بنی امیہ سفاح سے امان طلب کریں گے۔

جب وہ دور آگیا۔ اور بنی امیہ کا آفتاب اقتدار افق مغرب میں چھپ گیا تو اموی شہزادوں نے سفاح سے معافی مانگی اور امان کی درخواست کی۔

صرف آل زیاد۔ آل مروان۔ اور آل ابوسفیان میں سے اس وقت ستر ہزار شہزادہ تھا۔ سفاح نے ان کے جواب میں لکھا۔ جو گزر گیا ہے سو گزر گیا ہے۔ جس طرح آپ لوگوں کو میری ضرورت ہے اسی طرح مجھے آپ لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر آپ میرے پاس آجائیں تو آپ کے وظائف بھی مقرر کر دیئے جائیں گے۔ اور دربار میں آپ کو خاص مقام ملے گا۔

امویوں نے اعتماد کر لیا اور سفاح کے پاس آگئے۔ سفاح نے حسب مراتب تمام کے وظائف اور دربار میں مدارج مقرر کیے۔

ایک دن دربار آراستہ تھا۔ تمام اموی شہزادے نہری تلواریں کمر سے لٹکائے بیٹھے تھے۔ سروں پر رنگارنگ ریشمی عمامے رکھے ہوئے تھے۔ نہری تاروں سے بنی ہوئی زرق برق جمائیں اور تباغیں چمک رہی تھیں۔

سفاح کا دربار بڑا پریشان پریشان آیا۔

سفاح نے کہا۔ کیا بات ہے؟

دربار نے کہا۔ سرکار عجیب بات ہے ایک دیہاتی آیا ہے۔ بڑا فصیح اور طلیق اللسان ہے۔ پرانے کپڑے۔ پھٹے ہوئے جوتے کمزور سی ناتہ ہے۔ اونٹنی کو مٹھا کر اس سے باتیں کرنے لگا ہے۔ کہتا ہے۔ اب خاموش ہو جاوے مصائب ختم ہو گئے ہیں۔ وہ تو اندر آنا چاہتا تھا لیکن میں نے روک لیا ہے۔ اور کہاں بدلتے کو کہا ہے۔ اس نے کہا ہے۔ رک تو

جاتا ہوں۔ لیکن لباس امیر کو مل کے ہی بدلوں گا۔ کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ امیر سے ملے بغیر لباس تبدیل نہیں کروں گا۔

سفاح نے تھوڑا سا سر جھکایا۔ اور کہا۔ ہاں ہاں میں سمجھ گیا۔ وہ ہمارا پرانا خیر خواہ مدیف ہی ہے۔ اسے جلدی لے آ۔

مدیف کا نام سنتے ہی اموی شہزادوں کے رنگ اڑ گئے۔ انہیں یاد آ گیا کہ یہ وہی مدیف ہے جو ہر سال حج کے ایام میں کبھی صفا کبھی مروہ۔ اور کبھی مٹی پر کھڑے ہو کر ہماری مذمت اور آل محمد کی تعریف کرتا تھا۔ اور ایک سال ہم نے اسے گرفتار کر کے مروایا تھا۔ لیکن ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ وہ مر گیا ہے۔ پھر یہ زندہ کیسے ہو گیا ہے۔ نہیں یہ مرا ہی نہیں تھا۔ زندہ تھا اور رد پوشن رہا ہے۔

اتنے میں مدیف آ گیا۔ سفاح کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور کہنے لگا۔

اے امیر حرملزادے کو کہاں بٹھا رکھا ہے۔ کیا تو واقعہ کربلا دربار کو ذرا بار بار شام بھول گیا ہے۔ بنی امیہ کے چہرے زرد ہو گئے۔

سفاح نے کہا۔ خوش آمدی مدیف۔ غلام سے کہا۔ جا مدیف کو نیا لباس دے۔ اسے غسل کے لیے ضروری سامان مہیا کر۔

مدیف سے کہا۔ تم جاؤ۔ غسل کرو۔ لباس بدلو۔ کل صبح ملاقات ہوگی۔

جب مدیف چلا گیا۔ تو سفاح نے امویوں سے کہا۔ جذباتی نوجوان تھا۔ جو کچھ اس نے کہا خاطر میں نہ لاؤ۔ اور بھول جاؤ کہ اس نے کیا کہا ہے۔ میرا رویہ اور حسن سلوک تمہارے سامنے ہے۔

عصب معمول جب دربار برخواست ہوا۔ اور اموی اٹھ کر گئے۔ تو آپس میں سوچنے لگے کہ ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔

جب تک مدیف ہے ہماری جان خطرہ میں ہے۔ بعض نے کہا۔ اسے کیا کہہ رہے ہو کیا صرف ایک غلام کی باتوں میں آکر سفاح ہم سرداروں کا دشمن ہو جائے گا۔

دوسری صبح مدیف نے ملاقات کے بعد پھر وہی بات کی۔

سفاح نے کہا۔ مدیف تجھے معلوم ہے کہ ہم بنی ہاشم اس وقت صاف کر دیتے ہیں جب ہم اقتدار میں ہوتے ہیں پر انی باتوں کو بھول جا مدیف ناراض ہو کر اٹھ گیا۔

سفاح نے ایک مرتبہ بنی امیہ کو تسلی دی۔ لیکن امویوں کا سکون حرام ہو گیا تھا۔ سفاح کا رویہ ان کے پاؤں میں زنجیر تھا اور مدیف کی باتیں ان کے سر پر لٹکتی تلوار تھیں۔

رات کے وقت سفاح نے مدیف کو خطوت میں بلایا۔ اور کہا۔ زندہ خدا بھلا کوئی ہاشمی مسجد کو ذرا سے لے کر دربار شام

ملک کے کسی واقعہ کو بھول سکتا ہے

میں ایک وقت کے انتظار میں ہوں۔

مدیف نے عرض کیا: سرکار اب انتظار کا ہے کی۔ جو ہاتھ میں ہیں انہیں تو ان کا انجام دکھا دیں۔ پھر دیکھا ہی جائے گا۔

سفاح نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر پروگرام ترتیب ہوا۔ دوسرے دن نوروز تھا۔ سفاح نے اعلان کیا کہ آج عید کا دن ہے ہر شخص کو سرکاری خزانہ سے تحائف دیئے جائیں گے۔

سفاح نے اپنے چار مولو جوان اور تلوار زن جوانوں کو کمروں میں چھپا دیا اور نہایت ہی کہ جب میں ٹوپی زمین پر پھینکوں اس وقت ان کمروں سے نکل کر جو بھی دربار میں موجود ہو اسے قتل کرنا ہے خواہ کوئی بھی ہو۔ دربار لگ گیا۔ بنی امیہ حسب معمول آگئے۔ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

سفاح نے بنی امیہ سے کہا آج کے دن کا مجھے انتظار تھا۔ آج میں تمہیں تمہاری توقع سے بھی زیادہ نوازدوں گا پھر بنی امیہ سے پوچھا۔

آپ ہی بتائیں ابتداء بنی ہاشم سے ہونا چاہیے یا بنی امیہ سے؟

امویوں نے کہا۔ ہمیشہ سرور بنی ہاشم کے پاس رہی ہے۔ بنی امیہ کو بنی ہاشم سے غلام اور آقا کی نسبت رہی ہے پہلے آقا کا حق ہوتا ہے غلام بعد میں لیتے ہیں لہذا پہلے بنی ہاشم بعد میں ہم۔

سفاح نے غلام سے کہا۔ ایک ایک ہاشمی کا نام پکارتا جاتا کہ وہ اپنا انعام وصول کرتا جائے۔ غلام نے ابو عبیدہ کا نام لیا۔

مدیف نے کہا۔ اسے شیبہ ابن ربیعہ اموی نے قتل کر ڈالا ہے۔

سفاح نے کہا۔ یہ نام مٹا دے اور کو پکار۔

غلام نے جناب حمزہ کا نام پکارا۔

مدیف نے کہا۔ وہ کہاں ہے اسے تو ابو سفیان کی بیوی ہند نے اپنے کو ایک وحشی غلام کے سپرد کر کے شہید کر دیا تھا۔ پھر اس کا جگر نکال کر چھایا تھا۔ جب اس کے منہ پتھر ہو گیا تو اس نے جناب حمزہ کا منہ کر کے ہار بنا کر گلے میں ڈالا تھا۔

سفاح نے کہا۔ یہ نام بھی مٹا دے اور نام لے۔

غلام نے عقیل ابن عبیدہ المطلب کا نام پکارا۔

مدیف نے کہا وہ کہاں ہے؟

اسے بنی امیہ نے مدینہ آتے ہوئے راستہ میں شہید کر دیا تھا۔

سفاح نے کہا۔ اسے شادے اور نام پکار۔

غلام نے حضرت علی کا نام پکارا۔

مدیف نے کہا، اسے اموی سارشل سے عبد الرحمن بن ملجم نے مسجد کوفہ میں شہید کر دیا تھا۔ اور معاویہ نے تین دن تک شام میں شہادت علی کا جشن منایا تھا۔

سرفاح نے کہا۔ اسے رہنے دے اور کوپکار۔

غلام نے فرزند رسول حسن بن علی کا نام لیا۔

مدین نے کہا۔ دوجے چار اتومرہ ہوا۔ ابو بکر کی بھانجی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں اس زہر سے شہید کرادیا گیا جو شام سے مدینہ پہنچے تھے۔

صفا ج نے کہا۔ اسے رہنے دے کسی اور کو پکار۔

غلام نے مسلم ابن عقیل کا نام بیکارا۔

سیدی نے کہا: اس غریب کو تو بائیں زیادے گرفتار کر کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر دارالامارہ کی چھت پر سے زمین پر گرا کر شہید کرا دیا تھا۔ پھر بائیں زیادے حکم سے ان کے پاؤں میں رسی ڈال کر پیسے کو ذہنی تشہیر کرائی گئی ہے۔

سفاح نے کہا: یہ نام مٹا دے اور پکار۔

غلام نے سید شباب اہل جنت فرزند رسولؐ امام حسینؑ کا نام پکارا۔

سدیف نے کہا اسے تو کر بلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا یزید کے حکم سے ابن زیاد نے شہید کر دیا تھا۔ اس کی لاش پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ بلا غسل و کفن چھوڑ دیا گیا تھا۔ سر کو نوک نیزہ پر نصب کر کے کوفہ سے شام تک تشہیر کرایا گیا۔ اور چالیس دن تک یزید کے دروازہ پر اوڑھناں رہا۔

سفا ح نے کہا۔ ٹھیک ہے اس کا نام مٹا دے اور نام بکار۔

غلام نے قمر بنی ہاشم کا نام رکھا۔

مدیف نے کہا: وہ ابھی تو اپنے بھائی کے ساتھ میدان کر بلا میں زید کے حکم سے شہید کیا گیا ہے۔

سفاح نے کہا: ٹھیک ہے یہ نام مشاد سے اور کو بلا۔

غلام نے زید ابن علی کا نام لیا۔

مدیف نے کہا۔ اس غریب کو تو مویوں میں ہشتام نامی حکمران نے بے دردی سے شہید کر دیا۔ اس کا لاشہ درخت کے ساتھ الٹا لٹکوا دیا۔ حکم چاک کرنے کا حکم دیا۔ چار برس تک سولی پر چڑھا رہا۔ پھر اتار کر نذر آتش کیا اور راکھ کو دریا میں بہا دیا۔ اللہ کی قدرت تمام راکھ سطح آب پر جمع ہو گئی۔ زید کا جسم صبح وصال ہو گیا۔ اور ایک دنیا نے سنا کہ

نید کہہ رہا ہے۔ سِیْلَعْلَمُ الذِّیْنَ ظَلَمُوا اِیْ مَنْقَلَبِ

سفاح نے کہا۔ یہ نام بھی شاد ہے اور کو بلا۔

غلام نے ابراہیم ابن محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس کا نام پکارا۔

مدیف خاموش ہو گیا۔

سفاح نے کہا۔ مدیف کیا بات ہے۔

مدیف نے کہا میری زبان وہ کچھ بیان کرنے پر ساتھ نہیں دے رہی جو آپ کے بھائی علی سے کیا گیا۔

سفاح نے کہا۔ جو بولے بتا۔

مدیف نے کہا۔ انہی امویوں میں سے مروان نامی شخص نے اس کے منہ پر دھونکی باندھ کر لوہار کو دھونکی پھونکنے

اور جلا دو کوڑے لگانے کا حکم دیا تھا۔ تین دن تک لوہار پھونکنے پھونکنے رہا تھا اور جلا دو کوڑے لگتا رہا تھا چار ہزار

کوڑے اس کے زندہ اور شہید جسم پر برسائے گئے۔

یزید ابن عبد الملک نے کوڑے ہو کر کہا۔

اے بدترین غلام تو نے امیر کو ہاتھ لگا کر اس قدر بھڑکایا ہے کہ اب ایسے نظر آتا ہے کہ وہ ہم میں سے کسی کو بھی

زندہ نہیں چھوڑے گا۔

مدیف نے بڑے حوصلہ سے کہا۔ میرا مقصد بھی تو یہی ہے۔

سفاح دھاڑیں مار کر رویا۔ ٹوپی سر سے اتار کر زمین پر پھینک دی۔ کمروں میں پوشیدہ غلاموں کے لیے یہی اشارہ تھا

وہ تلواریں لے کر نکلے اور امویوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ سفاح اور مدیف نے بھی تلواریں سنبھال لیں۔ تھوڑے

سے وقت میں ستر ہزار اموی کا لاشہ تڑپنے لگا۔ جب خون نالہ کی صورت میں بہہ کر دربار سے باہر بہنے لگا تو درباریان یہ

دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔

ابھی خون بہہ رہا تھا۔ لاشے تڑپ رہے تھے۔ سفاح نے حکم دیا کہ جلدی جلدی ان پر دریاں بچھائی جائیں اور

دستر خوان لگایا جائے۔ لاشوں کے اوپر دستر خوان بچھ گیا۔ سفاح، مدیف اور دیگر عباسی اوپر بٹھ کر کھانا کھا رہے تھے

نیچے لاشیں تڑپ رہی تھیں۔

مدیف کہہ رہا تھا۔ اے امیر ایک عرصہ بعد آج خوشی کا کھانا کھایا ہے۔ اللہ آپ کی زندگی دراز کرے۔ ابھی

تک بہت سے باقی ہیں۔

سفاح نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

مدیف نے کہا۔ لیکن اب وہ ہاتھ نہیں آئیں گے۔

سفاح نے کہا۔ ایک دن دیکھ لینا۔



سدریف نے کہا۔ کتے ہوں گے۔

سفا ح نے کہا۔ اس جگہ تو سبقہ نو سو نیا لیس ہیں۔

پھر سفاح نے پندرہ سو سہار بلایا۔ پہلے ان سے قسم لی کہ مجھے ایک مکان بنوانا ہے۔ لیکن اس کاراز راز رہنا چاہیے۔ اگر راز نکل گیا تو ہم میں سے کوئی بھی خاندان سمیت زندہ نہیں بچے گا۔

سفاح کی سفاکیت سے ہر شخص واقف تھا۔

ایک عظیم الشان محل کی بنیاد کھودی گئی۔ بنیادوں میں دو دو فٹ نمک بھرا گیا۔ اس کے گرد ایسی پورٹیدہ نالیاں رکھی گئیں کہ بوقت ضرورت چپکے سے پانی چھوڑا جاسکے۔

دو ماہ میں عالی شان فخریہ ہو گئی۔ لوگ دیکھنے کو آنے لگے۔ سفاح نے محل میں دعوت عام کی۔ بنی امیہ کو بھی بلانا۔

سب نے مبارک باد دی۔

سفاح نے یو چھا۔ محل کیسا ہے۔

سب نے کہا۔ جیسا ہونا چاہیے تھا ویسا ہے۔

سقاہ نے بنی امیہ سے کہا۔ کیا آپ کو بھی پسند ہے۔

بنی امیہ نے کہا۔ کون بد نصیب ہے جو اسے پسند نہ کرے۔

سفا ح نے کہا: اگر تمہیں پسند ہے تو میں اپنا اعتماد بحال کرنے کی خاطر یہ محل تم لوگوں کو دیتا ہوں۔ تم پریشان رہتے  
تو تمہیں اعتبار نہیں آتا۔

بنی امیہ خوش ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا علاقہ معین کرنا شروع کر دیا۔ ایک ہفتہ میں محل بنی امیہ سے رہو گیا۔

ببببب، جمع ہو گئے تو سفاح نے ان کی دھوت کی جبببب دسترخوان ربببٹھ گئے تو نالیوں میں مانی جھوٹا دلاگلا نمک

سفا ح اور سدیف دونوں دیکھنے لگے۔ جب دیکھا کہ ایک ذی روح بھی نہیں بچا۔ سفا ح نے سدیف سے کہا  
 کیا تیرا انتقام پورا ہو گیا ہے۔

سریف نے کہا۔ اے امیر! اگر حقیقت میں دکھا جائے تو جتنے ختمائے مارے تھے ماہم نے مارے ہیں ان سب

سفاح نے کہا وہ کیسے؟

مدیف نے کہا۔ ان کے روبرو تو سارے شام میں ہیں۔ یہ تو سب غریب اور بے بس قسم کے افراد تھے۔ جب تک شام  
رہنے والے اموی زندہ ہیں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا انتقام پورا ہو گیا ہے۔  
سفاح نے کہا۔ مجھے امید ہے ان میں سے بھی کوئی نہ بچے گا۔  
سفاح نے اپنے چچا صالح ابن عبد اللہ ابن عباس سے کہا کہ آپ مدیف کو لے کر شام جائیں جتنا لشکر مناسب  
سمجھیں ساتھ کر لیں۔

اور کوشش یہ کہیں کہ شام سے کوئی اموی بھاگ نہ جائے۔  
صالح اور مدیف شام آئے۔ اور بنی امیہ پر تلوار رکھ دی۔ کم و بیش تیس ہزار اموی کو شام میں قتل کیا۔ کچھ لوگ بھاگنے  
میں کامیاب ہو گئے جو سمندر کے راستہ سے یورپ پہنچے اور وہاں اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

### مزار غریب نہرا اور بنی عباس

امالی طوسی میں عبد الحمید حمانی سے مروی ہے کہ موسیٰ ابن عیسیٰ کے ایام انتظار میں میں گھر سے باہر نکلا۔ کو ذہ میں ابھی  
تھوڑا ہی سفر کیا ہو گا کہ ابو بکر ابن عباس سے ملاقات ہو گئی۔

ابو بکر نے کہا۔ امیرے ساتھ اس کے پاس چلیں۔

میں نہ سمجھا کہ کس کے پاس چلنا ہے لیکن میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ گدھے پر سوار تھا۔ میں پیدل تھا۔  
ابو بکر نے کہا۔ میں تجھے صرف اس لیے ساتھ لا رہا ہوں کہ جو کچھ اس مکرش سے کہوں تو اس کا گواہ رہنا۔

میں نے کہا۔ وہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ یہی موسیٰ ابن عیسیٰ فاسق و فاجر۔

جب ہم موسیٰ کے دروازہ پر آئے تو دربان نے موسیٰ کو راستہ دے دیا لیکن مجھے روک لیا۔

ابو بکر نے دربان کو بھڑکا۔ کیا تو اندھا ہے دیکھ نہیں رہا میرے ساتھ آ رہا ہے۔

پھر مجھے کہا۔ آ جا۔

ابو بکر گدھے پر سوار ایوان کے سامنے کرا ترا۔ موسیٰ ایوان میں تخت پر بیٹھا تھا کہ مسلح افراد اس کے گرد تھے۔

میں تو ایوان کو دیکھ کر وہیں باہر رک گیا۔

موسیٰ نے ابو بکر کو خوش آمدید کہا۔ اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا۔ جب ابو بکر نے مجھے باہر کھڑے دیکھا تو کہا۔ آ جا تو

بھی ہمارے قریب آ جا۔

موسیٰ نے کہا۔ کیا اسی آدمی کے متعلق تو نے بات کی تھی؟  
ابو بکر نے کہا۔ نہیں اسے تو میں بطور گواہ کے لیا ہوں۔

موسیٰ نے کہا۔ کس بات کی گواہی؟

ابو بکر نے کہا جو کچھ تجھے کہنے آیا ہوں۔

موسیٰ نے کہا۔ کیا بات ہے۔

ابو بکر نے کہا۔ جو کچھ تو قبر حسین ابن علیؑ وناظرہ بنت محمدؑ سے کر رہا ہے یہ اچھا نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے

تجھے بتانے آیا ہوں۔

موسیٰ نے کہا۔ کیا بات ہے۔

ابو بکر نے کہا۔ میرا مصدق ہوا ہے میں نے ایک رات عالم خواب میں دیکھا کہ میں نینو اجارہ ہوں جب میں کوڑے کے بل پر

پینچا تو میرے دل میں دس خنزیر آ گئے ہیں۔ مجھے ان سے بنی اسد کے ایک شخص نے پچایا۔ وہاں سے آگے بڑھ کر جب

وادی آیا تو میں راستہ بھول گیا۔

مہل میں نے ایک بڑھیا دیکھی اس سے راستہ پوچھا۔

اس نے کہا۔ بس سیدھا اسی طرح چلا جا وادی کے آخر میں تجھے راستہ نظر آ جائے گا۔ جب میں نینو اپنا وہاں ایک

بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ اس سے میں نے پوچھا۔ تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا اس بستی میں۔ میں نے پوچھا۔ تیری عمر

کتنی ہوگی؟

اس نے کہا۔ یہ تو مجھے یاد نہیں البتہ اتنا بتا سکتا ہوں کہ جب ذریت رسولؐ اس میدان میں شہید کی جا رہی تھی

میں اس وقت باہوش تھا۔

میں نے کہا۔ کیا داتا؟

اس نے کہا۔ قسم بخدا! سچ کہہ رہا ہوں۔

میں نے کہا۔ پھر تو نے اس وقت کوئی امداد کیوں نہ کی؟

اس نے کہا۔ جس طرح آج تم اپنی آنکھوں سے ظلم دیکھ رہے اور تمہاری زبانیں گنگ ہیں اسی طرح ہماری بدنصیبی

نے ہمیں بھی کچھ نہ کرنے دیا۔

میں نے کہا۔ ہم کیسے خاموش ہیں؟

اس نے کہا۔ کسی زندہ سے تو کوئی خطرہ ہوتا ہے۔ بھلا کبھی کسی مر جانے والے سے بھی کوئی خطرہ

ہوتا ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں تو۔

حیدر علی خان

اس نے کہا۔ پھر میں تو دیکھ رہا ہوں کہ حکمرانوں کو جتنا حسین کی زندگی میں اس سے ڈرتھا اتنا ہی آج اس کی قبر سے بھی ڈرتے ہیں۔ مسلمان فرزند رسول کی قبر کا وجود بھی برداشت نہیں کرتے۔ یہ دیکھ پوری زمین کربلا میں مل جل رہے ہیں۔ کبھی فرات کا رخ موڑا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ قبر ہے کہ مٹنے کا نام نہیں لیتی۔

میں نے کہا۔ قبر کہاں ہے !

اس نے کہا۔ آجائیر سے ساتھ رات کا وقت تھا۔

میں اس کے ساتھ چلا۔ جب قریب مزار آئے تو سامنے دو آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے ہمیں الٹا راستہ

روک لیا۔

میں نے کہا۔ میں دور سے زیارت کو آیا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ آج شب جمعہ ہے اور انبیاء مزار غریب پر آ رہے ہیں خاتم الانبیاء کو پرستہ دے رہے ہیں اس وقت جناب ابراہیم مصروف زیارت ہیں۔ یہ سن کر میں پریشان ہوا اور بیدار ہو گیا۔ کافی وقت گزر گیا جتنی کہ مجھے خواب تقریباً بھول تک گیا تھا۔

پچند دنوں کی بات ہے یہیں غاضریہ میں میرا ایک شخص مقروض تھا۔ مجھے وہ قرض وصول کرنے کی خاطر آنا پڑا جب میں پل کو فر پر پہنچا تو دس چوروں نے میری راہ روک لی۔ اور کہتے گئے جو کچھ تیرے پاس ہے یہیں رکھ دے اور چلا جا۔

میں نے کہا۔ میں ابو بکر ابن عباس ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو اپنا قرض وصول کرنے جا رہا ہوں انہی میں سے ایک شخص نے کہا۔ اسے کچھ نہ کہو جانے دو۔ یہ دیکھ کر مجھے اپنا پرانا خواب یاد آ گیا۔ پھر بالکل تمام واقعات دیسے پیش آئے جیسے خواب میں آئے تھے۔ بالآخر وہی بوڑھا ملا جو خواب میں ملا تھا۔ اس نے مزار حسین کی نشاندہی کی۔ اسی نے بتایا ہے کہ تم مزار فرزند رسول کو منہدم اور معدوم کرنا چاہتے ہو۔ یہ اچھا نہیں ہے جہاں خاتم الانبیاء اور دیگر انبیاء آتے ہوں وہ جگہ قابل احترام ہوتی ہے۔

موسیٰ نے کہا۔ ارے احمق یہ تو کب سے خوابوں کا بادشاہ بن گیا ہے۔ خبردار آج کے بعد کسی کو یہ خواب مت سنانا۔ اگر میں نے سن لیا تو قتل کر ا دوں گا۔ ساتھ ہی مجھے بھی موسیٰ نے کہا۔ گواہ صاحب تم بھی اپنی بولتی کو لگام دے کر رکھنا

ابو بکر نے کہا۔ اللہ حافظ ہے۔

موسیٰ نے کہا۔ اللہ بھی حافظ ہو گا لیکن زمان بند رکھنا۔ موسیٰ نے ابو بکر کو گالی دی۔

ابو بکر نے جواب میں کہا۔ نہ بک اللہ تیری زبان قطع کرے۔

موسیٰ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ دونوں کو گرفتار کر لو۔ اور ذرا سبقت پڑھا دو۔ پھر کیا تھا۔ قصابوں کی طرح سپاہیوں

نے ہمیں مارنا شروع کر دیا۔ جب تھک گئے تو موسیٰ کے حکم سے ہمیں زندان میں ڈال آئے۔ زندان میں کم کچھ ہی دیر بیٹھے تھے کہ موسیٰ کے آدمی ہمیں زندان سے لے گئے۔ موسیٰ کے سامنے کھڑا کیا۔ موسیٰ نے کہا۔ ابو بکر آج میں تجھے چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن پھر اگر ایسی بات سنی تو نہ چھوڑ سکوں گا اس سے زیادہ میرا امتحان نہ لینا۔

پھر مجھے کہا۔ خبردار یہ بات باہر نہ لگے اور ہمیں گالیاں دے کر باہر نکال دیا۔ راستہ میں ابوبکر نے کہا۔ گھبراہٹ نہ اٹھا جو دے گا۔ ہر ایک کو نہ بتانا۔ جسے اس کا اہل دیکھنا تو اسے ضرور بتانا۔

منتخب میں یحییٰ ابن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں جریر ابن عبد الحمید کے پاس تھا کہ جریر کے پاس عراق سے ایک شخص آیا۔

جریر نے اس سے عراق کے حالات پوچھے۔ کوئی نے بتایا کہ قبر حسینؑ پر ہل چلائے جا رہے ہیں۔ اور قبر حسینؑ کے قریب جو بیری کا ایک درخت تھا۔ اسے کاٹ دیا گیا ہے۔

جریر نے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ اکبر کہا۔

میں نے کہا۔ خیریت تو ہے؟

جریر نے کہا۔ بڑی مدت کے بعد ایک حدیث نبویؐ کا معنی سمجھ آیا ہے۔

میں نے پوچھا۔ وہ کونسی حدیث ہے۔

جریر نے کہا۔

آپ نے تین مرتبہ فرمایا ہے۔

اللہ بیری کاٹنے والے پر لعنت کرے۔ اللہ بیری کاٹنے والے پر لعنت کرے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کونسی بیری ہے۔ آج پتہ چلا کہ انھوں نے مقصد یہ تھا۔ بیری سے مراد مزار حسینؑ تھی۔

منتخب میں عبد اللہ ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ میں سحری میں حج کو آیا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا مزار رسولؐ کی زیارت کی پھر عراق آیا۔ مدت کے وقت حضرت علیؑ کی زیارت کی۔ دوسرے دن کر بلا آیا مزار نواسہ رسولؐ پر ہل چلائے جا رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بیلوں کو گسان مار مار کر ادھوا کر دیتے تھے۔ لیکن کوئی بھی بیل اپنے قدم فرزند زہراؑ کے مزار پر نہیں رکھتا تھا۔

روضہ مظلوم پر شفا:

بجاریں ابو جعفر نیشاپوری سے مروی ہے کہ ایک سال میں مظلوم زہرا کی زیارت کو کیا ہمارا تافہ تھا کہ بلا سے کم دیش دس بارہ میل پر سے ہمارے ایک ساتھی پر اچانک فالج کا حملہ ہوا اور وہ بے کار ہو گیا۔ اس نے ہماری منت سماجت کی ہم نے کپڑا پر اسے اٹھایا اور ساتھ لائے۔ مزارِ غریب کے دوران طواف اس نے انتہائی مجروری سے شفا کی اپیل کی ہم اس وقت حیران رہ گئے جب ہم نے کپڑا رکھا تو وہ چلنے لگا۔

زیارت غریب زہراؑ

منتخب میں دخیل سے مروی ہے کہ ایک رات رے میں میں مٹھا بیٹھا فضائل آل محمد کا قصیدہ لکھ رہا تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

فق الياب هو انه

میں نے پوچھا۔ کون؟

جواب ملا ایک کا بھائی ہوں۔

میں نے دروازہ کھولا تو ڈر کے مارے برا حال ہو گیا۔ ایک عجیب الخلق شخص سامنے کھڑا تھا۔ وہ اندر چلا آیا۔ میرا پسینہ چھوٹ گیا۔

اس نے کہا ڈیریں نہیں میں جنوں سے آپ کا مومن بھائی ہوں۔ آپ فضائل آل محمدؐ کے قصائد لکھتے ہیں۔ اور میں آپ کو ایک ایسی بات سنانے آیا ہوں جو آپ نے کبھی نہ سنی ہوگی۔

میرا خوف کچھ ہلکا ہوا۔

میں نے کہا۔ ذرا سنائیے۔

اس نے کہا میں سرکشِ جنات میں سے تھا اور عداوتِ علی میں آخری مقام پر تھا۔ میں لفظ کے قسم کے جنوں کے ایک گروہ کے ساتھ ایک ذاتِ جادہا تھا۔ راستہ میں ہمیں زائرینِ حسین کا ایک قافلہ مل گیا ہم نے انہیں تنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ ملائکہ نے ہر طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے جو ہم سے بھی محفوظ کر رہے تھے۔ اور حشرات الارض سے بھی محفوظ کر رہے تھے۔

یہ دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے اپنی سابقہ زندگی پر لعنت کی۔ توبہ کی مساتحیوں سے جدا ہو کر مبرا آیا۔ زیارت سے فارغ ہو کر مکہ آیا۔ حج کے بعد مدینہ میں روضہ رسول کی زیارت کی۔ روضہ رسول کی زیارت سے دلپس آ رہا تھا ایک جگہ ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کے گرد بہت سے لوگ تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ کون ہے؟

مجھے بتایا گیا کہ فرزند رسولؐ صادقؑ ہے۔

میں نے قریب جا کر سلام کیا۔

انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ مبارک ہو تیری توبہ قبول ہے۔ سرزمینِ کربلا کی رات کو ہمیشہ یاد رکھنا

میں نے عرض کیا قبۃ کوئی حدیث سنائیے۔

آپؑ نے فرمایا۔ ہاں۔ مجھے اپنے آباء کے ذریعہ انحضرتؐ سے روایت موصول ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ یا علیؑ!

کوئی نبی مجھ سے پہلے۔ کوئی وصی مجھ سے پہلے داخل جنت نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی کوئی امت میری امت سے پہلے داخل

جنت ہو گی۔ اور میری امت اس وقت داخل جنت ہو گی۔ جب تیری ولایت کا اقرار کرے گی۔ یا علیؑ! جس نے ذرا بھر

بھی تیری توہین کی ہو گی وہ جنت کی لوتک نہ پاسکے گا۔ تجھ جیسے کو اس جیسی حدیث نہ مل سکے گی۔



وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ



# امام زین العابدین علیہ السلام

## مطالب السَّوْءِ کے مطابق :-

علی ابن حسینؑ زین العابدینؑ تدوۃ الزاہدینؑ سید المتقینؑ امام المؤمنینؑ جن کی جبین بین کی درخشندگی اس بات کی شاہد تھی کہ آپ نسل رسولؐ ہیں۔۔۔۔۔ آپ کا اسلوب زندگی تقرب ذاتِ احدیت کی چغلی کھاتا تھا آپ کے اعضائے سجدہ پر نشانات کثرت نماز اور تسلسلِ تہجد کے گواہ تھے۔۔۔۔۔ دنیا سے کنارہ کشی آپ کے زہد کی ناطق تھی۔۔۔۔۔ آپ کے تقویٰ کی ہمک دورِ دوزخک پھیلی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ آپ کی صداقت بیان سے واضح تھا کہ آپ کو تائید حق حاصل ہے عبادت سے آپ کو محبت تھی۔ اطاعت خالق آپ کے وجود سے آراستہ تھی۔ شب بیداری آپ کے سفرِ آخرت کے لیے سواری رہی۔۔۔۔۔ توشہ سفر کے لیے آپ کے دن کے روزے زادِ راہ تھے۔۔۔۔۔ آپ کے معجزات آنکھوں نے دیکھے اور کانوں نے سنے۔۔۔۔۔ آپ کا کردار ہمیشہ اس بات کا اعلان کرتا رہا کہ آخرت کے سلاطین سے آپ بھی ایک ہیں۔

مقام ولادت :-

مدینہ منورہ

تاریخ ولادت :-

۱۵ جمادی الاول

باپ :-

حسینؑ ابن علیؑ

دوھیال :-

شاہاں مکہ و بطنیہ



اسم مبارک :-

علی

القاب :-

زین العابدین - سید الساجدین - زکی - امین - ذوالشفقت -

سال ولادت :-

۳۸ھ

روز ولادت :-

خمیس

ماں :-

شاہ زنان بنت یزید جرد

تخیال :-

سلاطین ایران

کنیت :-

ابو الحسن اور ابو محمد

ماہ ولادت :-

جمادی الاول

زین العابدین کیوں؟

ایک مرتبہ ابی اس ارادہ سے آیا کہ آج علی بن حسین کے خضوع و خشوع کو ختم کر دوں۔ سانپ کی شکل اختیار کی  
حملہ کے انداز میں ارد گرد دو تین چکر لگائے۔ تنگ آکر بحالت سجدہ پاؤں کے انگوٹھا کو منہ میں سے کر کاٹا۔ لیکن آپ کے  
اطمینان میں فرق نہ آیا۔ آپ نے سلام پڑھا اور فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ علی العظیم۔ وقع ہو جا اے طعون ورجیم۔  
شیطان بھاگ گیا۔ اہل مدینہ کے کافی افراد نے یہ آواز سنی۔

واللہ انت زین العابدین۔ واللہ انت زین العابدین۔ واللہ انت زین العابدین۔

عمر شریف :-

۷۵ برس

سند شہادت :- ۹۵ھ

ارشاد شیخ مفید کے مطابق حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں حریت ابن جابر حنفی کو ایران کا عامل بنا کر بھیجا اس نے یزد گرد کی دو بیٹیاں آپ کے پاس بھیجیں۔ شہر بانو اور ماہ بانو حضرت علیؑ نے شہر بانو کا عقد امام حسینؑ سے اور ماہ بانو کا عقد محمد ابن ابوبکر سے کیا۔

شہر بانو سے امام سجادؑ اور ماہ بانو سے قاسم ابن محمد پیدا ہوئے۔ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔

امام سجادؑ دادا کے ساتھ دہ برس۔

چچا امام حسنؑ کے ساتھ بارہ برس۔

اور باپ کے ساتھ ۲۳ برس رہے۔

آپ کی مدت امامت ۵۲ برس تھی۔

آپ کے زمانہ امامت میں اموی حکمران :-

یزید ابن معاویہ

معاویہ ابن یزید

مروان ابن حکم

عبد الملک ابن مروان

ولید ابن عبد الملک۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ میرے بابا کا معمول تھا جب بھی کوئی نعمت آتی فوراً سجدہ میں گر جاتے۔ اور جب بھی کوئی مصیبت دور ہوتی سجدہ شکر کرتے۔ زینبہ سے فارغ ہوتے تو سجدہ شکر کرتے۔ بہت سجدوں کی دہر سے آپ کا نام ہی سجاد ہو گیا۔

کشف الغمہ میں مروی ہے کہ نہری جب بھی آپ کا نام لیتا تو زین العابدینؑ کہتا تھا۔ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے کہا یہ تو اسے زین العابدینؑ کیوں کہتا ہے۔

نہری نے کہا میں نے سعید ابن مسیب سے سنا ہے سعید نے ابن عباسؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز منادی ندا کرے گا زین العابدینؑ کہاں ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں علیؑ ابن حسینؑ منادی کے جواب میں آگے آ رہا ہے۔

نقش انگشت :-

امالی صدوق میں مروی ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نقش۔ ان اشہر بالغ امرہ تھا۔

بعض نے بتایا کہ نقش انگشتریہ تھا۔ الحمد للہ العلی۔  
بعض نے کہا ہے کہ نقش انگشتریہ تھا۔ خزئی و شقی قاتل الحسین

نصوص امانت :-

اصول کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے کربلا جانے لگے تو آپؑ نے تبرکات انبیاء جناب ام المومنین ام سلمہؓ کے سپرد کیے اور فرمایا: جب سجادؑ واپس آجائے تو اسے دے دینا کیونکہ یہ تبرکات صرف ادریائے انبیاء سے مخصوص ہیں۔

اصول کافی میں امام باقر سے مروی ہے کہ جب مظلوم کو ریاضیام سے آخری الوداع کر کے میدان میں جانے لگے تو آپ نے ایک لفافہ اپنی بیٹی جناب فاطمہ کبریٰ کو دیا اور فرمایا۔ جب واپس مدینہ پہنچ جاؤ تو سجادؑ بھائی کے حوالہ کر دینا۔

راوی نے عرض کیا: قید اس لفافہ میں کیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ تخلیق کائنات سے لے کر قیامت تک مخلوق خدا کی جملہ ضروریات اور مشکلات کا حل تھا۔

امالی صدوق میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ نبی کو نبینے نے دم آخر اپنی انگوٹھی حضرت علیؑ کو۔ حضرت علیؑ نے وہی انگوٹھی امام حسنؑ کو امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو۔ امام حسینؑ نے امام سجادؑ کو۔ امام سجادؑ نے امام باقرؑ کو اور امام باقرؑ نے مجھے اپنے ہاتھ کی انگلی میں پہنائی۔ صرف جو کے دن وہ انگوٹھی ہاتھ میں رکھتا ہوں۔

# امام سجادؑ کے معجزات

۱۔ حجر اسود کی شہادت :-

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے جناب محمد حنیفہ کو امام ماننا شروع کر دیا تھا۔ جناب محمدؑ نے کبھی دعوائے امامت نہیں کیا تھا۔ لوگوں کو منع بھی کرتے مگر لوگ نہ رکتے۔ تین مقامات پر جناب محمدؑ نے لوگوں کو جناب امام سجادؑ کی امامت کی راہنمائی کے لیے امام سجادؑ کے سامنے دعوائے امامت کیا۔ تاکہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے۔ امام جج میں جناب محمدؑ اپنے چند معتقدین کو لے کر آئے اور کہا۔ سجادؑ بیٹے! میں آپ سے بڑا ہوں۔ بابا سے

براہ راست میں نے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے کیوں درخواست کی کہ رکھا ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔

چچا جان! بزرگ ہونے کی حیثیت سے آپ میرے لیے واجب الاحترام ہیں لیکن امام ہونے کی حیثیت سے میں آپ کیلئے واجب الطاعت ہوں۔ اگر آپ کو اپنی امامت کا یقین اور میری امامت میں شک ہو تو آئیے یہیں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

محمدؐ نے کہا کیسے فیصلہ ہو جائے گا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ حجر اسود کے پاس چلے جاتے ہیں۔ آپ بھی اس پر سلام کریں۔ میں بھی سلام کروں گا جسے حجر اسود سلام کا جواب دے وہی امام ہوگا۔

کیونکہ حجر اسود نبی یا نبی نبی کے سلام کا جواب دینے کا پابند ہے۔

محمدؐ نے اپنے معتقدین کی طرف دیکھ کر کہا۔ سجادؑ نے انصاف کی بات کی ہے میں تسلیم کرتا ہوں۔ انہوں نے بھی تائید کی۔

دونوں چلے گئے۔

امام سجادؑ نے فرمایا چچا چونکہ آپ بڑے ہیں اس لیے آگے بڑھیں اور حجر اسود کو اپنی امامت کی گواہی دینے کا حکم دیں۔

جناب محمدؐ آگے بڑھے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگ کر کہا۔ اگر میں امام حق ہوں تو میری امامت کی گواہی دے حجر اسود سے کوئی جواب نہ ملا۔

اب امام سجادؑ آگے بڑھے دو رکعت نماز پڑھی اور حجر اسود سے فرمایا۔

اے وہ پتھر جسے اللہ نے بیت اللہ میں آنے والے افراد کا تاقیامت گواہ بنایا ہے۔ اگر تجھے علم ہے کہ میں صاحب الامر اور اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام ہوں۔ تو میری امامت کی گواہی دے تاکہ میرے چچا اور ان کے معتقدین کو میری امامت کا یقین ہو جائے۔

حجر اسود نے عربی فصیح میں بلند آواز سے کہا۔ جسے بیت اللہ میں موجود تمام افراد نے سنا۔

اے محمد بن علیؑ۔ علیؑ ابن حسینؑ اللہ کی طرف سے امام منصوب ہے۔ اس کی اطاعت تجھ پر اور تمام مخلوق پر واجب ہے۔ اس سلسلہ میں جھگڑا نہ کر۔

جناب محمدؐ نے امام سجادؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں سے کر لیا۔ اور کہا بیٹے تو ہی امام حق ہے۔

۲۔ بکری کی گواہی :-

مناقب میں عمار سب اباطی سے مروی ہے کہ امام حسینؑ کے بعد جب مجاہد آل محمدؑ نے جناب محمد حنیفہ کو امام ماننا شروع کیا تو پہلے تو کپ نے انہیں روکا۔ جب وہ نہ رکے تو انہیں یقین دلانے کی خاطر ایک دن اپنے چند متقین کو لے کر الہ سجاد کے پاس آئے اور کہا۔

سجلا بیٹے! لڑوں کا حق بڑا ہوتا ہے۔ میرے ہوتے ہوئے تجھے دعوائے امت کا حق نہ تھا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ امامت صرف دعویٰ کرنے سے نہیں آجاتی۔ امامت کے کچھ دلائل بھی ہوتے ہیں۔ یہ سامنے بکری کھڑی ہے اگر آپ امام ہیں تو اسے حکم دیں آپ کی امامت کی گواہی دے۔  
جناب محمدؐ نے کہا۔ بھلا کبھی حیوانات نے بھی گواہی دی ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ اگر حیوانات نبوت کی شہادت دے سکتے ہیں تو یہ امامت کی گواہی کو کیوں نہیں دے سکتے ہیں۔

جناب محمد نے فرمایا: پھر آپ ہی ہمیں بکری سے اپنے حق میں شہادت دلوائیں۔

امام سجادؑ نے عرض کیا۔ بار اہلہا۔ بکری کو قوت گویائی دے۔

بکری نے فصیح عربی میں کہا۔ اے فرزندِ حسین! اللہ نے علمِ امامت کا امین آپ کو بنایا ہے۔ سودہ کینز کو حکم دیں  
مجھے چارہ ڈال دے۔

جناب محمد نے آگے بڑھ کر امام سجادؑ کو گلے لگایا اور کہا۔ میں مانتا ہوں آپ ہی امام حق ہیں۔

۳۔ مردہ کا زندہ ہونا۔

ثاقب الثاقب میں ثور باہی سعد سے مروی ہے کہ جب بھان اکل محمدؐ نے جناب محمدؐ کی امامت کا پرچار شروع کیا تو پہلے تو آپؐ نے انہیں روکا لیکن جب وہ نذر کے تو وہ ان سے چند سر کردہ افراد کو ساتھ لے کر امام سجادؑ کے پاس آئے اور کہا سجادؑ آپ کو معلوم ہے میں علی کا بیٹا ہوں۔ اور امام حسنؑ و حسینؑ کے بعد میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ یہ لوگ بھی مجھے امام مانتے ہیں۔ لہذا آپؐ بھی مجھے امام مان لیں۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ امامت کا تعلق نہ تو بڑے چھوٹے سے ہوتا ہے اور نہ لوگوں کے مان لینے سے ہوتا ہے۔ ایسے بزرگستان میں چلے چلتے ہیں اور امامت کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔

کافی لوگ دونوں کے ساتھ قبرستان میں آئے۔

امام سجادؑ نے ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔



آپ نے فرمایا۔ خوش قسمت ہے۔ اللہ بھی تجھے اتنا نوازے گا۔ کہ تیرا دل خوش ہو جائے گا۔  
امام نے طشت میں ہاتھ بٹھایا۔ مومن نے پانی ڈالا طشت کا تیسرا حصہ پانی سے بھر گیا۔ امام نے پوچھا طشت  
میں کیا ہے۔

مومن نے عرض کیا۔ قبلہ پانی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا غور سے دیکھ پانی کہاں ہے طشت میں یا قوت احمد ہیں۔

اب جو مومن نے دیکھا طشت میں یا قوت احمد بکھرے ہوئے تھے۔

امام نے فرمایا۔ بے پانی ڈال۔ اس نے پانی ڈالا۔ طشت کا دوتاہائی پانی سے پر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ طشت  
میں کیا ہے؟

مومن نے عرض کیا۔ قبلہ یا قوت احمد اور پانی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا غور سے دیکھ یا قوت احمد اور بمنہ زمر دہے۔

مومن نے دیکھا تو یا قوت احمد کے اوپر بمنہ زمر کی تہ تھی۔

امام نے فرمایا۔ پانی ڈال۔ اس نے پانی ڈالا۔ طشت پر ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ طشت میں کیا ہے۔

مومن نے عرض کیا۔ قبلہ یا قوت احمد۔ زمر و بمنہ اور پانی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں یا قوت احمد۔ زمر و بمنہ اور درمغید ہیں۔

مومن نے دیکھا تو اتفاقاً طشت یا قوت احمد۔ زمر و بمنہ اور درمغید موتیوں سے پر تھا۔

امام نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے ہمیں دینا سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ ہماری طرف سے بعد معذرت۔ بیوی کو یہ تحفہ  
پیش کر دینا۔ امید ہے پھر تجھے کبھی شکوہ نہیں کرے گی۔

مومن نے عرض کیا قبلہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟

آپ نے فرمایا۔ اللہ جسے روئے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر فرماتا ہے اسے کم از کم اتنے علم سے ضرور نوازتا ہے جس سے  
وہ اپنی رعیت کے حالات سے باخبر رہ سکے۔

وہ مومن واپس گیا۔ عورت کے سامنے جو اہل بیت کا ڈھیر لگا دیا۔ اور تمام واقعہ سنایا عورت نے کہا۔ اب کے

سال تو تمنا اس امام کی زیارت کو نہیں جلتے گا۔ میں بھی اس کریم کا سلام کرنے آؤں گی۔

اگلے سال دونوں میاں بیوی چلے۔

حج سے فارغ ہو کر مدینہ آ رہے تھے۔ راستہ میں عورت بیمار ہو گئی۔ کافی علاج کے باوجود جانیر نہ ہو سکی فوت ہو گئی۔

مومن عالم پریشانی میں آپ کے پاس آیا اور جنازہ کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور دعا مانگی۔ پھر فرمایا۔ جا۔ اللہ نے تیری بیوی کو زندہ کر دیا ہے وہ تیرے انتظار میں ہے۔

مومن خوشی خوشی واپس آیا۔ دیکھا تو بیوی انتظار میں تھی۔

اس نے پوچھا۔ تو تو مر گئی تھی۔ پھر زندہ کیسے ہو گئی۔

عورت نے کہا: ملک الموت میری روح قبض کر کے جا رہا تھا کہ ایک انتہائی دُشمن اور حسین شخص سامنے آیا۔ عورت نے جب تمام حلیہ بیان کیا، تو مرد نے کہا: بالکل میرا امام اسی طرح ہے۔ ملک الموت نے اسے دیکھ کر السلام علیک یا حجۃ الاسلام علیک یا زین العابدین کہا۔

اس نے ملک الموت کو حکم دیا۔ اس کی روح واپس کر، میری زائمرہ تجھی۔ اور ہم پر ہمارے زائمرین کا سہی ہے میں نے اللہ سے درخواست کی ہے۔ اللہ نے اس کی زندگی میں برس بڑھا دیئے ہیں۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ قید جیسے حکم ہو۔

پھر میری روح میرے جسم میں واپس کر کے چلا گیا۔

مومن نے کہا۔ اگر اس محسن کو دیکھ لے تو پہچان لے گی۔

عورت نے کہا۔ بھلا اب کیسے نہ پہچانوں گی میں تو ان کی آواز بھی پہچان لوں گی۔

دونوں مدینہ آئے امام سجاد علیہ السلام میں تشریف فرما تھے۔ عورت نے جو نبی دیکھا۔ دوڑ کر یکساں۔ بخدا یہی وہ ہے۔ انہوں نے ملک الموت کو حکم دیا تھا۔ انہی کو ملک الموت نے السلام علیک یا حجتہ اللہ کہا تھا۔ یہ کہہ کر آگے بڑھی اور آپ کے قدموں میں گر کر قدم چومنے لگی۔

اس کے بعد تازہ زندگی دونوں میاں بیوی ہر سال آپ کی زیارت کو آتے رہے۔

۵۔ - عہد الملک ابن مروان کے کپڑے نجس ہو گئے۔

مطالب السؤل میں نہری سے مروی ہے کہ جب عبدالملک نے امام سجادؑ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں اس کے گورنر نے آپ کو گرفتار کر کے عبدالملک کے سپاہیوں کے سپرد کیا۔ میں نے ان سے ملاقات کی اجازت مانگی۔ انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

جس خیمہ میں آپ مقید تھے میں کیا تو دیکھا آپ کے ہاتھوں میں رسیاں پاؤں میں بیڑیاں۔ اور گلے میں طوق تھے۔ میں رو دیا۔

اپنے فرمایا۔ نہری۔ یہاں امتحانات ہم خود ہی قبول کر لیں تو اور بات سے در نہ ان لوگوں میں یہ ہمت نہیں ہے کہ ہمیں قید کریں۔



اب ان امتحانات کا وقت گزر چکا ہے۔ اس وقت ضرورت تھی لوگوں کو ایک مرتبہ توحید و رسالت یاد دلانے کی اب اتمام حجت ہو چکا ہے۔ میں ان کا پابند نہیں ہوں۔ مدینہ سے دو منزل ان کے ساتھ جاؤں گا۔ پھر واپس آجاؤں گا ویسے اب بھی اگر میں چاہوں تو آزاد ہو سکتا ہوں۔ لیکن یہاں آزاد ہو گیا تو پھر یہ لوگ ہمارے محبوں کو مدینہ میں ستائیں گے اس لیے بیرون مدینہ نمک ان کے ساتھ جاؤں گا تا کہ یہ کسی کو میری آزادی میں شتم نہ کر سکیں۔

میں نے دل میں خیال کیا کہ خدا معلوم یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یہ انہیں نہ بخیر ہے پھر بھی ایسی باتیں کر رہا ہے۔

امام سجادؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا میری طرف دیکھ۔

میں نے دیکھا۔ آپ نے زنجیروں کی طرف اشارہ کیا۔ تمام زنجیر کھل کر ایک طرف ہو گئیں۔ پھر فرمایا: کیا اب بھی تجھے شک ہے۔

میں نے قدموں پر ہاتھ رکھ کے عرض کیا: قبۃ کبھی شک نہ کروں گا۔

چار راتیں ہی گزری تھیں کہ شام ۷ بجے عبدالملک کے سپاہی پریشان پریشان ادھر ادھر مدینہ میں بھاگ رہے تھے۔

اور ایک ایک آدمی سے پوچھ رہے تھے کہ کہیں علی ابن حسینؑ کو دیکھا ہے۔

میں نے پوچھا۔ کیوں کیا ہوا۔ تم تو اسے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ پھر آپ یہاں کیوں ڈھونڈ رہے آئے ہو؟

انہوں نے کہا: آج جو تھی رات ہے نہ دن کو سوتے ہیں نہ رات کو۔ ہر وقت اس کی نگہاں کرتے رہتے ہیں۔ لیکن

ہماری آنکھوں کے سامنے سے اس طرح غائب ہوئے کہ بخیر و بیں رہ گئے۔ اور امام سجادؑ نہیں ہیں۔

بعد میں میں شام آیا۔ عید الیک نے ام سجاد کے متعلق پوچھا۔

میں نے کہا وہ ہر وقت مصروف عبادت رہتے ہیں، اس دن آپ کے سپاہی کہہ رہے تھے کہ ہمارے سامنے غائب

ہیں۔ کیا سچ ہے۔

عبدالملک نے کہا: بالکل سچ ہے جس وقت کامیابی مہمہ دیتے ہیں اسی وقت میرے پاس آئے۔ میں دیکھ کر

چچ پرائی بیٹ ملادی ہوئی کہ میرا پیشاب خطا ہو گیا۔ کپڑے ترسز ہو گئے۔

سکر اگر فرمایا۔ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

میں نے سب سے بڑے انداز میں عرض کیا۔ چاہتا تھا ایک یہیں رہ جائیں۔

انہوں نے کہا: میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں روضہ رسولؐ میں جھوٹنا چاہتا۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ یقیناً کر زبیری

## ۶۔ پانی پر چلنا:

ابوالخالد کا بی سے بخاریں مروی ہے کہ ایک دن امام سجادؑ کی کیا ام الطویل کا بیٹا بھی مجھے امام سجادؑ کے پاس لے گیا۔ میں نے آپ کی سادگی کے متعلق جو کچھ سن رکھا تھا۔ وہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ آپ بڑے آرام دہ بستر پر انتہائی حسین لباس میں بیٹھے تھے۔

میں خاموش بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ کل صبح آنا۔

میں نے دل میں فیصلہ کر رکھا تھا کہ نہیں آؤں گا۔ کیونکہ جو شہرت تھی اس کے خلاف دیکھا ہے۔ دوسرے دن صبح خیال آیا کہ جانے میں کونسا سراج ہے۔

چنانچہ میں چلا گیا۔ دیکھا تو مکان خالی تھا۔ چاہا داپس پلٹوں کہ اندر سے امام سجادؑ نے پکار کے فرمایا۔ کل جس جگہ تو نے دیکھا تھا وہ عارضی تھی آج اپنی جگہ بیٹھا ہوں آجا۔

میں اندر گیا۔ دیکھا تو انتہائی سادہ اور بوسیدہ لباس میں ایک پرانی سی چٹائی پر بیٹھے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

فرمانے لگے۔ لنگر آجو تو نے کل دیکھا ہے وہ میرا نہ تھا۔ میری بیوی کی خواہش تھی جو میں نے ایک دن پوری کر دی ورنہ ہمارا یہ جرم ہے۔

میں نے دل میں سوچا۔ کہ میرا لنگر نام میرے۔ میری ماں۔ اور اللہ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ انہیں کس نے بتایا ہے۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ کون سی تعجب کی بات ہے جو چیز اللہ کو معلوم ہو اگر وہ چاہے تو اپنے اولیاء کو اپنے علم سے نواز سکتا ہے۔

پھر اٹھے مجھے اور بھی گوسا تھلے کر باہر ایک تالاب پر آئے۔ بہت بڑا اور گہرا تالاب تھا۔ ہمیں کنارے پر کھڑا کیا اور خود تالاب میں چلے گئے۔ کافی دیر تک سطح آب پر چلتے رہے میں دیکھ رہا تھا۔ ایڑی سے اوپر پانی کی رطوبت بھی نہ آئی۔

بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہی اللہ کی ایت کبریٰ اور کرہ ارض پر حجت خدا ہیں۔ واپس تشریف لائے اور فرمایا۔ لنگر یاد رکھنا قیامت کے دن تین افراد ایسے ہوں گے۔ جن کی طرف نگاہ قدرت نہ ہوگی۔

ایسا شخص جو ہماری جگہ ان لوگوں کو بٹھائے جو نااہل ہیں۔

ایسا شخص جو ہم سے ہمارا مقام چھین لے۔  
اور تامل۔

یاد رکھنا۔ پہلی دونوں قسم کے افراد کا اسلام میں بہت بڑا عمل دخل ہے۔

## ۷۔ حضرت یونس کی مچھلی :-

بحاریں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک دن عبداللہ ابن عمر امام سجادؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔  
اے فرزند حسین! کیا یہ سچ ہے کہ تو نے کہا ہے کہ چونکہ جناب یونسؑ نے میرے دادا کی ولایت قبول کرنے میں  
تامل کیا تھا اس لیے اللہ نے مچھلی کو حکم دیا تھا کہ اسے زندانِ شکم میں رکھ لے۔

امام سجادؑ نے فرمایا۔ ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔

عبداللہ ابن عمر نے کہا۔ اگر کہا ہے تو مجھے اس دعویٰ کا ثبوت چاہیے۔ اگر سچ ہے تو ثبوت دے۔

امام سجادؑ نے ہمیں فرمایا۔ آنکھیں بند کر لو۔

ہم نے آنکھ بند کیں۔

چند سیکنڈ بعد فرمایا۔ اب کھول لو۔

ہم نے آنکھیں کھولیں تو ہم کاپ گئے۔ ہم سمندر کے کنارے کھڑے تھے۔

عبداللہ ابن عمر تھر تھرا رہا تھا۔ کہنے لگا۔ تجھ اپنے جد کا واسطہ ہمیں واپس لے چل۔

امام سجادؑ نے جھڑک کے فرمایا۔ خاموش رہ۔ اور میرے دعوے کا ثبوت دیکھ۔ پھر اپنے بااثر بلند فرمایا۔ اے حوت

یونس۔ آواز دے ہی ایک پہاڑ جیسا سر پانی سے باہر نکلا۔

آپ نے فرمایا۔ تو کون ہے؟

مچھلی نے فصیح عربی میں عرض کیا۔ میں وہی مچھلی ہوں جس نے جناب یونسؑ کو چالیس دن تک اپنے پیٹ

میں رکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ واقعہ کیا تھا۔

مچھلی نے عرض کیا۔ قبلہ ذاتِ احدیت نے جس طرح قبل از بعثت تمام انبیاء سے آپ کی ولایت کا عہد لیا تھا

اسی طرح بعد از بعثت بھی تمام انبیاء سے آپ کی ولایت کا عہد لیا ہے۔ جن انبیاء نے فوراً عہد کر لیا وہ محفوظ رہے اور

جن انبیاء نے قبول نہ کیا اللہ نے انہیں کسی نہ کسی حادثہ سے دوچار کیا۔

جناب آدم جنت سے نکلے۔ حضرت نوح کی کشتی گرداب میں آئی۔ حضرت خلیل آتشِ نود میں بیٹھے۔ جناب

یعقوب نے فراقِ یوسف دیکھا۔ جناب ایوب نے اولادِ مال کا درد دیکھا۔ جب ذاتِ احدیت نے جناب یونسؑ

سے اقرار ولایت کا فرمایا۔ تو جناب یونس نے عرض کیا۔ بارالہا۔ جسے میں نے دیکھا ہی نہیں ہیں اس کی ولایت کا اقرار کیسے کر لوں۔

ذاتِ احدیت نے مجھے حکم دیا کہ۔ یونس کو صحیح و سالم اپنے شکم میں جگہ دے۔ اور تا حکم ثانی اسے اپنے پیٹ میں رکھ۔

چنانچہ میں نے جناب یونس کو چالیس دن اپنے پیٹ میں لے کر سمندروں کی پھیر کرائی اور آپ چالیس دن تک لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کا ورد کرتے رہے اور عرض کرتے رہے بارالہا! میں علی اور آپ کی نسل سے گیارہ معصوم آدمی کی ولایت کا اقرار کرتا ہوں۔ چالیس دن بعد اثناء نے مجھے فرمایا۔ کہ اب یونس کو آزاد کر دے۔ اور میں نے جناب یونس کو ساحل دریا پر اپنے پیٹ سے باہر نکال دیا۔

۸۔ ہرنی کا پیکر :-

بحار میں حمزان ابنِ امین سے مروی ہے کہ ایک دن امام سجادؑ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی آئی اور اس نے منمنانا شروع کیا۔

امام سجادؑ نے پوچھا۔ جانتے ہو کیا کہہ رہی ہے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ ہم تو کچھ نہیں جانتے۔

آپؑ نے فرمایا۔ یہ بتا رہی ہے کہ آج صبح فلاں قریشی نے اس کا کسن بچہ نکال کر لیا ہے اور مجھ سے سفارش کرانا چاہتی ہے کہ اس نے دودھ نہیں پیا۔ میں صرف مجھے دودھ پلایا ہے دے۔

آپؑ نے فرمایا۔ آؤ ذرا چلیں اور دیکھیں کہ وہ قریشی مانتا ہے یا نہیں۔

ہم چل کر اس کے پاس آئے ہرنی ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔ قریشی نے امام کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا استیقبال کیا اور آنے کو وجہ پوچھی۔

آپؑ نے فرمایا۔ مجھے یہ ہرنی لائی ہے۔ اس کا بچہ اپنے آج صبح نکال کر لیا ہے یہ کہتی ہے کہ بچے نے دودھ نہیں پیا تھا۔ اتنی اجازت دے دے کہ بچہ کو دودھ پلا لوں۔

وہ اندر گید اور ہرنی کا بچہ لے کر آگیا۔ ہرنی نے بچے کو دودھ پلایا۔

آپؑ نے فرمایا۔ کیا یہ بچہ مجھے دیتا ہے۔

قریشی نے عرض کیا۔ قبلہ یہ آپ کا ترکہ ہے۔

آپؑ نے وہ بچہ لے کر ہرنی کے سپرد کر دیا۔ ہرنی بچہ کو لے کر منمنائی ہوئی جنگل میں چلی گئی۔

## ۹۔ تقسیم رزق :

بجاریں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ میں امام سجاد کے پاس بیٹھا تھا۔ اور سامنے دیوار پر چڑیاں بھی چھپا رہی تھیں۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا سمجھتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہیں ؟  
میں نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ۔

آپ نے فرمایا۔ ان کے کھانے کا وقت ہے اور مجھ سے اپنا حصہ مانگ رہی ہیں۔ ابو حمزہ طلوع صبح کے بعد طلوع آفتاب تک نہ سویا کر۔ اس وقت اللہ رزق عین کرتا ہے۔ اور پھر ہمارے ذریعہ تقسیم کرتا ہے۔

## ۱۰۔ جن بھاگ گیا :

خراج میں ابو صباح کنانی سے مروی ہے کہ ابو خالد کا بلی نے کافی غرصہ آپ کی خدمت کی۔ پھر اسے اپنی ماں کا خیال آگیا۔

اس نے امام سجاد سے اجازت مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ ابو خالد تو نے ایسے وقت گھر جانے کا نام لیا ہے جب ہمارے پاس بھی کچھ نہیں۔

ابو خالد نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے تو صرف اجازت مانگی ہے۔

آپ نے کہا۔ ابو خالد بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے خالی ہاتھ گھر بھجوں۔ ہاں کل شام سے ایک شخص بیمار لڑکی لارہا تھا خاصا مالدار ہے اس کی لڑکی پر جن نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کا عہد ہے کہ جو میری لڑکی کا علاج کرے جتنا مانگے اتنا دوں گا تو جا کر کل کہہ دینا کہ میں علاج کرتا ہوں۔

ابو خالد نے عرض کیا۔ قبلہ کیا مانگوں۔

آپ نے فرمایا۔ گھر جا کر تجھے جتنا ضرورت ہو مانگ لینا تو اپنی ضروریات سے بہتر واقف ہے۔

دوسرے دن وہ شامی آگیا۔ ابو خالد گیا اور اس نے علاج کا وعدہ کیا۔ شامی نے معاوضہ پوچھا۔ ابو خالد نے دس ہزار دینا مانگے۔

شامی نے قبول کر لیا۔

ابو خالد امام سجاد کے پاس آیا اور واقعہ بتایا۔

آپ نے فرمایا۔ اس کی نیت میں کھوٹ ہے۔ وہ دھوکا کرے گا۔

ابو خالد نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے اس سے پکا معاہدہ کر لیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا جا۔ لڑکی کے بائیں کان سے پکڑ کر کہہ۔ اے جی تجھے علی ابن حسین کا حکم ہے کہ اب اس کو چھوڑ دے اور واپس نہ آنا۔

جن چلا گیا۔ لڑکی ٹھیک ہو گئی اور شامی بگڑ گیا۔

ابو خالد امام سجاد کے پاس آیا اور آپ کو سب واقعہ بتایا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تو تجھے کہہ دیا تھا کہ وہ دھوکا کرے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ جن پھر آئے گا۔ اب اگر وہ کہے تو اسے کہہ دینا۔

کہ پہلے مطلوبہ رقم امام سجاد کے پاس رکھ پھر علاج کروں گا۔

وہ جن لڑکی پر پھر آگیا۔

شامی دوڑا دوڑا ابو خالد کے پاس آیا۔

ابو خالد نے کہا۔ اب پہلے رقم امام سجاد کے پاس رکھ پھر علاج کروں گا۔ شامی نے قبول کر لیا میں نے پھر لڑکی کا بائیں کان پکڑ کر امام سجاد کا پیغام دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا اگر اب واپس کیا تو تجھے نور خدا سے جلا دوں گا۔ وہ جن لڑکی کو چھوڑ گیا۔

میں نے آقا سے پیسے لیے اور واپس گھر آگیا۔

## ۱۱۔ غربت دولت میں بدل گئی :-

امالی صدوق میں نہری سے مروی ہے کہ ایک دن ہم امام سجاد کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے موالیوں میں سے ایک شخص آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا حال ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اس شخص کا کیا حال ہو گا جو چار سو دینار کا مقروض ہو اور قرض خواہوں کے خوف سے اپنے گھر تک نہ جاسکتا ہو۔

یہ سن کر آپ دھڑپ مار کر رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہری کیا مصائب کے وقت ہی نہیں رویا جاتا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ مصائب پر ہی رونانا آتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک محب آل محمد غربت کے سبب گھر

چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

کچھ دیر بعد ہم سب وہاں سے اٹھ آئے۔

بعض منافقین نے کہا: تعجب ہے یہ لوگ بعض اوقات تو کہتے ہیں کہ ساری کائنات ہمارے تابع فرمان ہے اور بعض اوقات اپنے کسی محبوب کے چار سو دینار کا قرض ادا نہیں کر سکتے۔

میں دوسرے وقت پھر آیا۔ میرے بعد وہی شخص بھی آگیا۔ اور اس نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے اپنی غربت کا بھی انوسن ضرور ہے لیکن آج صبح جو چند منافقین نے آپ پر ادراپ کے آبار پر تبصرہ کیا ہے وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا پھر اس نے وہ سب باتیں بتا دیں جو ان منافقین نے کی تھیں۔

آپ نے فرمایا۔

اے بندہ خدا! اب اللہ کی طرف سے تیری غربت ختم ہو گئی ہے اپنے اپنے غلام کو حکم دیا کہ میرا شام کا افطارے غلام جو کی دو خشک روٹیاں اٹھا کر لے آیا۔

آپ نے اسے دیں اور فرمایا۔ اے جا اللہ نے تیری غربت ختم کر دی ہے۔

وہ شخص کہتا ہے میں دو روٹیاں لے کر باہر نکلا۔ سوچتا آ رہا تھا کہ ان دو روٹیوں سے کیا کر دوں گا۔ راستہ میں ایک مچھلی فروش باسی مچھلی فروخت کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا: تیری مچھلی باسی ہے اور میری روٹی باسی ہے ایک روٹی لے لے اور ایک مچھلی دے دے۔

اس نے قبول کر لیا۔ میں نے روٹی دے دی۔ اس نے مچھلی مجھے دے دی۔ مچھلی لے کر آگے چلا۔ ایک نمک فروش بیٹھا تھا اور نمک خاک اود تھا کہ کوئی خرید نہیں رہا تھا۔ میں نے کہا: میرے پاس روٹی باسی ہے اور تیرے پاس نمک خاک الود ہے کچھ نمک دے دے اور ایک روٹی لے لے۔

اس نے روٹی لے لی اور نمک دیا۔

میں گھر آیا۔ مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس سے دو اکب دار موتی برآمد ہوئے۔ میں خوش ہو گیا۔ ابھی مچھلی صاف نہیں ہوئی تھی کہ دق الباب ہوا۔ دروازہ پر آیا تو نمک والا اور مچھلی والا دونوں کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا: روٹیوں کو دیکھ کر ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ کتنے غریب ہیں ہمارے گھر والوں میں سے کوئی بھی ان روٹیوں سے ایک لقمہ نمک نہیں لیتا جو کچھ ہم نے آپ کو دیا ہے آپ کو مبارک ہو۔ اور یہ روٹیاں بھی لے لو۔ میں روٹیاں لے کر واپس آیا۔ وہ دونوں چلے گئے۔ میں روٹیاں رکھ رہا تھا کہ دق الباب ہوا۔ دروازہ پر آیا۔ تو امام سجاد کا غلام تھا۔ اس نے کہا: آقا فرما رہے ہیں تیرا کام ہو گیا ہے۔ میری روٹیاں مجھے واپس کر دے انہیں میرے سوا کوئی بھی نہ کھا سکے گا۔

میں نے وہ دونوں موتی اتار منگی قیمت پر بیچے کہ میری سسوں کی زندگی بھی سنبھل گئی۔

## ۱۲۔ ہلکا سا اشارہ اور مدینہ کے باسی :-

سجاد الانوار جلد ۷ باب معرفۃ النورانیہ میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ میں نے ایک دن امام سجادؑ کے سامنے اموی مظالم کا شکوہ کیا۔ کہ قتلِ شیعانِ آلِ محمدؐ کی زندگی موت سے بھی بدتر ہے، حضرت علیؑ پر سب۔ و دختر رسولؐ کے خلاف ہرزہ سرائی۔

جو انانِ جنت کے سرداروں کی کردار کشی اور آئے دن شیعوں کو زندان میں ڈالنا اور قتل کرنا ایسا معمول ہو چکا ہے جیسے اسلام بس آلِ محمدؐ اور شیعانِ آلِ محمدؐ کے قتل کرنے کا نام ہے۔

مدینے شیعوں کو مسجد نبویؐ میں بلاتے ہیں جب شیعوں جمع ہو جائیں تو حضرت علیؑ پر سب شروع کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی شیعہ صرف اتنا کہہ دے کہ علیؑ برادرِ رسولؐ تھا۔ بس اس کی شامت آجاتی ہے۔ ابو ترابی کہہ کر مارتے ہیں جب خود تھک جاتے ہیں گورز کے پاس لے جاتے ہیں وہ پہلے جمائی اذیت دیتا ہے۔ پھر زندان میں ڈال دیتا ہے۔ چند دن بعد قتل کر دیا جاتا ہے۔

جانبِ سجادؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ بار اہا! تو بھی کتنا عظیم ہے تو مالک ہے جیسے چاہے تجھے کون روکنے والا ہے۔

پھر فرمایا۔ محمدؐ بیٹے! جانبِ باقرؑ نے لبیک کہی۔

آپؑ نے فرمایا۔ بیٹے! صبح صبح مسجد نبویؐ میں تبرکاتِ انبیاء میں سے صرف ایک تاگہ بے جانا اور اسے تھائی خفیف سی حرکت دینا۔ بیٹے خیال رکھنا کہیں جھٹکا نہ آجائے۔ کہہ ارضِ تباہ ہو جائے گا۔

میں دل میں حیران ہوا کہ یہ عجیب مسئلہ ہے۔ تاگہ کو بڑی معمولی سی حرکت دینا۔ زیادہ جھٹکا لگنے سے کہہ ارضِ تباہ ہو جائے گا۔

میں خاموش ہو کر اٹھ آیا۔

دوسرے دن علیؑ صبح پھر آگیا۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ جابر یہ تیرے آنے کا وقت تو نہیں ہے آج اس وقت کیسے آگئے۔

میں نے عرض کی قید میں تو اس تاگہ کا کمال دیکھنے آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا۔ جابر! اگر ہمارے اختیار کی اصلاب میں ہمارے محب اور ہمارے محبوں کی اصلاب میں اختیار

نہ ہوتے تو ایک لمحہ میں پورے کہہ ارض کو زیرِ آب کر دیتا لیکن ہم اللہ کے وہ محترم بندے ہیں جو قولِ خدا سے سبقت

نہیں کرتے۔ اسی کے برحکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

میں نے عرض کی قید۔ اب آپ کیا کرنے چلے ہیں۔



آپ نے فرمایا۔ کچھ نہیں بس ذرا سے ان کو عذاب خدا سے محبوب کروں گا۔

میں نے کہا۔ تب یہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہیں۔ مسجد نبوی میں سے آپ انہیں کیسے مرعوب کریں گے؟

آپ نے فرمایا۔ اچھا اب چل مسجد میں چلتے ہیں وہاں دیکھ لینا۔

ہم مسجد میں آئے آپ نے دور کمر نماز پڑھی اپنا رخسارہ زمین پر رکھا اور انتہائی مختصر سی دعا مانگی۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ استین سے ایک بڑا ایک ساناگہ نکالا اسی سے کتوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ ایک سراب مجھے دیا اور فرمایا۔ خیال رکھنا کہیں ہل نہ جائے۔ اگر بہت زیادہ ہل گیا تو روئے زمین دھنس جائے گا۔ میں ایک سراب لے کر انتہائی احتیاط سے چلنے لگا۔ چند قدم کے بعد آپ نے فرمایا۔ اب رک جا۔

میں رک گیا۔ آپ نے اتنی آہستگی سے اسے ہلایا کہ مجھے احساس تک نہ ہوا۔ اور پھر فرمایا۔ اب مجھے دے دے میں نے تاکہ دے دیا۔ اور عرض کی قبلیہ کیا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا: مسجد میں نہ پوچھ۔ ذرا مسجد سے باہر نکل کر لوگوں سے پوچھ کہ کچھ ہوا ہے یا نہیں؟

میں باہر نکلا تو ہر طرف سے پیچھ دیکار اور دہائی تھی۔ مکان گر رہے تھے۔ دیواریں ابل رہی تھیں۔ زمین پر زلزلہ تھا۔ دھماکے تھے۔ مکانوں کے گرنے سے گرد و غبار تھا۔ لوگ گلی کوچوں سے دوڑے چلے آ رہے تھے۔ ہر شخص کہہ رہا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اٹھو قیامت آگئی ہے۔ تمام لوگوں کا رخ مسجد کی طرف تھا۔ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ بھلا کیسے یہ عذاب نہ آئیں۔ ہم نے نازنانی الہی کی حد کر دی ہے۔ نمبر رسول پر دھماکا رسول کو سب کیا جاتا ہے۔ ہم خاموشی سے سنتے ہیں۔ فسق و فجار کی انتہاء ہو گئی ہے۔ اور ہم خوشی سے انگلیں بجاتے ہیں۔ خالق کا حق ہے کہ وہ ہمیں جتنا چاہے معذب کرے۔

لوگ مسجد میں آئے امام باقرؑ موجود تھے۔ کہنے لگے اے فرزند رسولؐ مدینہ تباہ ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا، تو یہ داسے تنفیر کرو۔ اللہ سے گناہوں کی معافی مانگو۔ ظلم و جور ختم کر دو۔

پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ کیا حال ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قید نہ ہو چھیں کیا حال ہے۔ مجھے تو ترس کر رہا ہے۔

آپ نے فرمایا: ہاں تیرے دل میں ابھی تک کچھ باقی ہے جس کی وجہ سے تجھے دشمنانِ آلِ محمد پر ترس کر رہا ہے  
 اچھا یہ لوگ تباہ ترس ہیں جو اسی جرم میں ہمارے شیعوں کا خون مباح سمجھتے ہیں کہ انہیں ہم سے محبت ہے۔ یہی لوگ  
 حکومت کو جاگے بتاتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں رہنے والا شیعہ ہے۔ میں نے فلاں جگہ ایک شیعہ دیکھا ہے۔ اور پھر  
 اپنی اس اطلاع سے حکمرانانِ وقت سے تقرب حاصل کرتے ہیں اور ان سے انعام لیتے ہیں۔ بخدا اگر میرے آقا نے مجھے نہ  
 فرمایا ہوتا تو میں ذرا سی زیادہ جنبش و تباہی تو دیکھا کہ کیا ہوتا ہے۔

پھر آپ منارہ اذان پر چڑھے۔ میں دیکھ رہا تھا لیکن لوگوں کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ بڑی ہیبت ناک سی

آواز سے فرمایا۔

اے گمراہو! اے آیات حق کی تکذیب کرنے والو۔

لوگوں کو ایسے معلوم ہوا جیسے یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے۔ الامان الامان کہہ کر سجدہ میں گر گئے۔

پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ زمین میں زلزلہ شروع ہو گیا۔

آپ نے یہ آیت پڑھی۔

سید علی

فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها وامطرنا عليهم حجارة -

اس آیت کے پڑھنے سے جیسے زلزلہ کے جھٹکوں میں اضافہ ہو گیا بخورتیں بچوں کو انگلی کے ساتھ اور بغل میں اٹھا

کربا پر نکلیں۔

نہ کسی کو چادر کا ہوش تھا اور نہ یہ دے کا خیال۔

آپ نے تاگے کو میٹا اور مٹھی میں بند کر لیا۔ نزلہ رک گیا۔ آپ منارہ اذان سے اترے میرے ہاتھ سے کھڑا

اور بیرون مسجد آئے۔ حالت عدا کے دروازہ پر کھڑے لوگ مختلف باتیں کر رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ آسمانی آواز نہیں

بڑی ہیبت تھی۔

کوئی کہہ رہا تھا اس کے بعد زلہ آیا۔

میں نے عرض کیا۔ قیدیہ تاگہ کیا ہے۔

پ نے فرمایا۔ یہ آل موسیٰ و ہارون کے تبرکات میں سے ہے جو اللہ نے ہمارے جد امجد کو عنایت فرمایا تھا۔ ان کے

بعد کے بعد دیگرے ہمارے ہیں سب ہر جنت خدا کے پاس رہتا ہے۔

ابربارگاہ خالق میں ہمارا ایک مقام ہے اگر تم نہ ہوتے، اللہ مراض و سما، جنت و جہنم، شمس و قمر، خشک و تر۔

بحر و برہیل و جبل رطب و یابس۔ تلخ و شیریں۔ پانی و انگور۔ اور جرد و شجر میں سے بھی کسی بھی چیز کو خلق

ذکر تامل ہو۔

اللہ نے ہمیں اپنے نور ذات سے پیدا ہے۔ کسی بشر کو ہم یرتیا کس نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ نے تمہیں عاری و حہ

سے وجود دیا ہے۔ ہماری بدولت ہدایت دی ہے۔ ہم نے تمہیں ذاتِ تو حید سے آشنا کیا ہے۔ ہمارے احکام کی اطاعت

کرد ہمارے منع کرنے پر رک جاؤ۔ ہماری کوئی بات بھی سنو اس کو رد نہ کرو۔ جو کچھ تمہیں ہمارے متعلق سنایا جاتا ہے ہم

اس سے اعلیٰ - ارفع - اجل اور اکرم ہیں۔ ہمارے جن کمالات کو سمجھ لو انہیں مان لو اور جن کو نہ سمجھ سکو ان کا معاملہ ہمارے

پیردکر دور

جانے دیکھا ایمر مدینہ لوگوں کی وافر تعداد کے ساتھ امام سجادؑ کی طرف آ رہا تھا اور لوگوں سے کہہ رہا تھا اور فرزند رسولؐ

کی منت کریں وہ دعا کریں تاکہ یہ مصیبت دور ہو جائے۔

جب امیر مدینہ نے امام باقرؑ کو دیکھا تو نہایت عاجزی سے عرض کیا اے فرزند رسول! آپ کے نانا کی امت ہے اور آپ کے نانا کا شہر ہے ترس فرمائیں اپنے بابا سے ہماری طرف سے درخواست کریں کہ مسجد نبوی میں چل کر دعا فرمائیں تاکہ یہ مصیبت اُٹل جائے۔

امام باقرؑ نے فرمایا: بارگاہِ خالق میں اپنے ظالمانہ اعمال سے توبہ کرو۔ اپنی تسکینِ نفس کے لیے بندگانِ خدا کا خون نہ بہاؤ۔  
 فسق و فجور چھوڑ دو۔ خداوندِ عالم یہ مصیبت ٹال دے گا۔

جب ہم امام سجادؑ کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا۔

جابر لوگوں کا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا: تبتہ! لوگوں کا کیا حال ہے یہ تو جب دن پڑھے گا پتہ چلے گا۔ اس وقت تو ہر طرف دہائی مچی ہوئی ہے۔ ہر گھر سے گریہ و بکا کی آواز بلند ہے۔ امیر مدینہ آپ سے درخواست کرنے آ رہا تھا کہ مسجد نبوی میں چل کر دعا کریں تاکہ یہ مصیبت ٹل جائے۔

آپ نے فرمایا۔ جابر جین آیات خدا کا قرآن میں تذکرہ ہے وہ آیات ہم۔ ہماری دلالت آیات الہیہ سے ہے۔ میں نے عرض کیا۔ قید حمد خدا ہے کہ اس نے مجھے آپ کی معرفت کی توفیق بخشی ہے کہ میں آپ سے محبت۔ اور آپ کے اعداء سے نفرت کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جابرؓ کیا تجھے معلوم ہے کہ معرفت کیا چیز ہے؟

میں نے عرض کیا: حضور! آپ فرمائیں تاکہ آشنا ہو جاؤں۔

آپ نے فرمایا۔

اولاً :- اثبات توحید معرفت ہے ۔

تو ایسا۔ معافی سے آشنائی معرفت ہے۔

مثلاً۔ البواب سے تعلق معرفت ہے۔

رابعاً۔ امام حق کی پہچان معرفت ہے۔

خاصاً۔ ارکان کا جاننا معرفت ہے۔

سادہ۔ نقباء کا علم معرفت ہے اور

سابعا۔ نجاشی نامی معرت ہے۔

جابر اشبات توحید یہ ہے کہ انسان خالق کو اس طرح مانے جس طرح اس نے اپنا تدارف کر لیا ہے وہ ہر چیز کا ادراک کر سکتا ہے لیکن کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ لطیف خیر اور غیب باطنی ہے۔

معرفت معانی ہماری معرفت ہے ہم معانی خالق اور ظاہر باری ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے نور ذات سے خلق فرمایا ہے

اپنی مخلوق کے تمام امور ہمارے سپرد کیے ہیں۔ اذن خالق سے جو چاہیں ہم کریں۔ ہم جب چاہیں اللہ چاہتا ہے۔ ہم جب ارادہ کریں اللہ ارادہ کرتا ہے۔

اللہ نے ہمیں اپنی مخلوق پر نگران مقرر کیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قید عاری تعداد تو بہت کم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تیرے خیال کے مطابق کتنی تعداد ہوگی۔

میں نے عرض کیا۔ ایک شہر میں سو سو سو ہوں گے۔

بلکہ ہزار میں سو سو سو ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں جابر جنہیں تو اپنا سمجھتا ہے ان کی اکثریت تیری نہیں ہے۔ ان کی اکثریت مقہر ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! مقہر کون ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ مقہر وہ ہیں جو معرفت آدمی میں تقصیر کرتے ہیں جو لوگ اللہ کے فرض کردہ معرفت امر و روح سے جاہل ہیں وہ مقہر ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قید روح کی معرفت کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ معرفت روح یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ نے تمام معاملات روح کو تفویض کر رکھے ہیں

روح اذن خدا سے خلق کرتا ہے۔

روح اذن خدا سے زندہ کرتا ہے۔

روح اذن خدا سے علم غیب جانتا ہے۔

روح اذن خدا سے ماکان و مایکون جانتا ہے۔

اللہ جی کو اس روح سے نواز دے وہ ناقص نہیں کامل ہوتا ہے۔ اذن خدا سے جو چاہے کر سکتا ہے ایک

لمحہ میں مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ اذن خدا سے جب چاہے آسمان پر جائے اور جب چاہے

زمین پر نازل ہو۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! اس کا مقصد تو یہ ہے کہ شیعوں کی اکثریت مقہر ہے؛ مجھے تو اپنے ساتھیوں میں سے کوئی

بھی ایسا نظر نہیں آتا جو آپ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہو۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں جابر تو ایسے افراد کو نہیں جانتا لیکن میں انہیں جانتا ہوں۔ وہ میرے پاس آتے ہیں اور اسرار کی

تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! فلاں اور اس کے ساتھی تو یقیناً انہی اوصاف کے حامل ہیں۔ جو آپ فرما

رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا کل انہیں بلانا۔

میں دوسرے دن صبح انہیں اپنے ساتھ لایا۔

آپ نے فرمایا۔ جابر ان میں ابھی کافی غاصی کمی ہے۔

پھر آپ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے جو ارادہ کرے ہو جاتا ہے۔ اس کے فیصلہ کو کوئی مسترد نہیں کر سکتا۔

وہ ہر ایک کا محاسبہ کر سکتا ہے اور اس کا کوئی بھی محاسبہ نہیں کر سکتا۔

انہوں نے عرض کیا۔ تبہ ہمارا ایمان یہی ہے۔

میں نے کہا۔ الحمد للہ سب ارباب معرفت ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جابر جلدی نہ کر۔ ذرا ان سے پوچھ لیا امام سجادؑ امام باقرؑ کی شکل میں اور امام باقرؑ امام سجادؑ کی شکل میں ہو سکتا ہے۔

میں نے ان سے یہی سوال کیا۔

وہ سب خاموش ہو گئے۔ اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے یہی سمجھانے کا کوشش کی تھی کہ ابھی ان میں کافی خامی ہے۔

امام باقرؑ نے ان سے فرمایا۔ یہ تمہیں چپ کیوں لگ گئی ہے۔ بولتے کیوں نہیں؟

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور عرض کیا۔

فرزند رسول ہمیں یہ علم نہیں آپ ہی فرمائیں۔

آپ نے امام باقرؑ کی طرف دیکھ کر ان سے فرمایا۔ یہ کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ آپ کا فرزند محمد باقرؑ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں کون ہوں؟

انہوں نے عرض کیا۔ آپ علی ابن حسین ہیں۔

آپ نے صرف ایک جملہ کہا جسے ہم میں سے کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔

ہم نے دیکھا تو امام سجادؑ امام باقرؑ اور امام باقرؑ امام سجادؑ بن گئے تھے۔

ہم نے کہا۔ سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

آپ نے فرمایا۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ میں باقرؑ ہوں اور باقرؑ میں ہے۔ یہ قدرتِ باری ہے۔ میں علی ہوں

اور علی میں ہوں۔

اولنا محمد۔ اوسطنا محمد۔ آخرنا محمد وکلنا محمد ہم سب ایک نور سے ہیں ہماری روح امرائند ہے۔  
خبردار کسی مقبر کو اس واقعہ سے مطلع نہ کرنا۔ وہ تمہیں جھٹلا دیں گے۔

## ۱۲۔ جنات کی خدمت :-

خراج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے مقام عسفان میں قیام کیا۔  
آپ کے غلاموں نے ایک جگہ خیمہ ٹھہرا لیا۔  
آپ نے غلاموں سے فرمایا۔ یہاں سے خیمہ اٹھا کر کسی دوسری جگہ لگاؤ۔ یہاں ہمارے جنات موالی رہتے ہیں ان  
کی جگہ تنگ ہو رہی ہے۔  
غلاموں نے خیمہ کھڑا کرنا چاہا۔ تو ایک آدمی آئی۔ آنا اب آپ یہیں قیام فرمائیں ہم سٹ گئے ہیں ہماری طرف  
سے یہ تحفہ قبول کریں۔  
جب غلاموں نے ادھر ادھر دیکھا تو بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ البتہ خیمہ کے باہر مختلف قسم کے میوہ جات سے پر  
دو طشت رکھے تھے۔  
آپ نے غلاموں کو حکم دیا۔ اٹھا لاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے دوسرے احباب کو بھی دو۔

## ۱۳۔ علم غیب :-

بھائی میں عبد اللہ ابن عطائمی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام سجادؑ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں بیٹھا تھا کہ عمر  
ابن عبد العزیز ہمارے قریب سے گزرا۔ بڑا مودن تھا۔  
آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ دیکھ لے یہ جو ان حکمران ہو کر مرے گا۔  
میں نے عرض کیا۔ تبلیہ ناستی؟  
آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ تھوڑا عرصہ حکومت کرے گا۔ جب مرے گا تو اہل ارض اس کے لیے استغفار کریں گے  
اور اہل سماں سے تبرک کریں گے۔

## ۱۴۔ عبد الملک کو خط :-

خراج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حجاج ابن یوسف نے عبد الملک ابن مروان کو لکھا کہ علی بن حسینؑ کو قتل  
کرادے۔  
جواب میں عبد الملک نے لکھا کہ خبردار علیؑ تو علیؑ رہا کسی بھی ہاشمی کے خون سے ہاتھ مت رنگنا۔ اہل ابوسفیان کا شر

دیکھ لے ان کی حکومت بنی ہاشم کے خون کے بعد کتنا عرصہ چلی ہے۔  
جس وقت عبدالملک کو خطرہ نہ کیا ماسی وقت، امام سجاد کا خط عبدالملک کو ملا۔ آپ نے لکھا تھا بنی ہاشم  
کے خون نہ کرنے کے حکم دینے کا شکریہ تیری یہ احتیاط اگر اسی طرح رہی تو تیری حکومت کا زمانہ طویل اور تیری زندگی  
دراز ہوگی۔

عبدالملک حیرت سے انگشت حیرت کاٹنے لگا کہ ابھی جان کا خط آیا ہے میرے اور جان کے سوا کسی کو اس  
تحریر کا علم نہیں۔ پھر سجاد کو کیسے پتہ چل گیا ہے۔

## مکارم اخلاق

### عبادت ۱۔

سید ابان کثوم سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے عبادت حضرت علیؑ کا ذکر کیا۔ پھر  
فرمایا آل محمد میں سے اگر مقام عبادت میں کسی نے عبادت امیر المومنین کو پر کیا ہے تو وہ صرف علیؑ ابن حسینؑ ہے۔  
ایک مرتبہ میرے والد آپ کے پاس گئے ان کا رنگ خوف خدا سے زرد ان کی آنکھیں گریہ سے سرخ پیشانی مجھوں  
سے متورم ٹانگیں لرزاں اور پاؤں سو جے ہوئے دیکھے تو بے ساختہ رو پڑے۔

آپ میرے والد کے گریہ کا سبب جان گئے۔ فرمایا بیٹے ذرا صبر اٹھ میں سے امیر المومنین کا صحیفہ عبادت  
اٹھا لا۔

میرے والد جب صحیفہ امیر المومنین اٹھا کر لے گئے تو فرمایا۔ دوا پڑھ۔

جب میرے والد نے حضرت علیؑ کی عبادت پڑھی تو آہ سرد بھر کے فرمانے لگے۔ بیٹے بھلا بتا ہے کوئی جو عبادت  
امیر المومنین تک چھپ سکے میری عبادت کیا ہے جس پر تم تڑپتے ہو۔

اسی ارشاد مفید میں زرارہ ابن اعین سے مروی ہے کہ ایک رات امام سجادؑ نے انوس کے ساتھ کہا۔

دین الزاهدون فی الدنیا والراغبون فی الآخرة دینا سے کنارہ کش اور آخرت میں دلچسپی لینے والے کہاں ہیں  
جنت البقیع کے ایک گوشہ سے جواب ملا۔ اے وقت تو صرف زین العابدینؑ علیؑ ابن حسینؑ ہے۔

## مساکین پروری :-

ارشاد مفید ہی میں ہے کہ امام سجادؑ رات کے وقت رقم کھانا اور کپٹیاں اپنی پشت پر اٹھا کے جاتے۔ اور مساکین کے دروازوں پر جا کر دستک دیتے منہ پیٹا ہوا تھا۔ جو بھی دروازہ پر آتا اسے جس چیز کی ضرورت ہوتی اسے دے دیتے اور آگے بڑھ جاتے۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ یہ کون ہے؟

جیب امام سجادؑ کی شہادت برقی۔ اور مساکین کا وہ سلسلہ رک گیا تو اس وقت انہیں پتہ چلا کہ ہماری خبر گیری کرنے والا امیر شام فرزند شبیر تھا۔

## غیبت کرنے والے :-

ایک مرتبہ آپ ایک جگہ سے گزر رہے تھے چند لوگ آپ کی غیبت کر رہے تھے۔ آپ رکے اور فرمایا۔ جو کچھ آپ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اگر سچ ہے تو دعا ہے اللہ مجھے معاف فرمائے۔ اور اگر غلط ہے تو اللہ آپ لوگوں کو معاف فرمائے۔

## طالب علم :-

جب کبھی کوئی طالب علم آپ کے پاس آتا تو آپ کھڑے ہو کر اسے خوش آمدید کہتے۔ اور فرماتے تمہاری وصیت تو رسول کو نہیں نے فرمائی ہے۔ جب کوئی طالب علم گھر سے بغرض تعلیم نکلتا ہے تو روئے ارض پر جہاں بھی قدم رکھتا ہے زمین کا وہ حصہ اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔

## کثرت غم :-

آپ کی شدت غم کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت بھی آنکھ سے آنسو خشک نہیں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے عرض کیا۔ قبلہ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یعقوب کا ایک بیٹا جدا ہوا تھا۔ اسے علم تھا کہ وہ زندہ ہے مگر اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور میں اپنے ستائیں اہل بیت کے لاشے گرم ریت پر دیکھ کے آیا ہوں۔ جن میں سے ہر ایک نضر یوسف تھا۔ بھلا میرا گریہ کب ختم ہو سکتا ہے۔



## جناب جابر کی درخواست ہے

جابر بن مرفی ہے کہ جناب ناظمہ بنت علیؑ نے جب جناب سجادؑ کی کثرت عبادت کو دیکھا تو صحابی رسولؐ جناب جابر کو بلا بھیجا۔

جب جناب جابر آئے تو نبیؐ نے فرمایا۔

پچھا جابر! آپ کو معلوم ہے کہ کربلا سے ہمارا پچا ہوا تمام اثاثہ صرف یہی میرا ایک بھتیجا علیؑ ابن حسینؑ ہے۔ یہی ہمارا سہارا ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے پاس کس کیا رہ گیا ہے۔ اور اس کی کثرت عبادت کا یہ حال ہے کہ نہ رات کو سوتا ہے نہ دن کو کھاتا ہے آپ اپنی طرف سے اسے عرض کریں کہ عبادت کو ذرا کم کر دے۔

جناب جابر آئے دروازہ پر چند ہاشمی نوخیز کھڑے ہوئے تھے۔ امام باقرؑ بھی انہی میں تھے۔ جناب جابر نے ہر یک کو غور سے دیکھا۔

جب امام باقرؑ کو دیکھا تو قریب بلا کر پوچھا۔

آپ کا نام کیا ہے؟

جناب امام باقرؑ نے بتایا۔ محمد بن علیؑ ابن حسینؑ

جناب جابر رو دیئے۔ آگے بڑھے۔ امام باقرؑ کے سینہ سے قمیص کا بٹن کھولا۔ سینہ کا بوسہ لیا۔ پھر رخسارہ سینہ پر رکھ دیا۔ اور عرض کیا۔ مجھے یقین ہے آپ ہی وہ محمدؑ ابن علیؑ ہیں جن کے سلام میں میں نے چھڑا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے آپ کے جدا محمدؑ فرمایا۔ اس کے حکم سے کیا ہے۔

وہ آپ کو سلام دیتے تھے۔

امام باقرؑ نے سلام کا جواب دیا۔

جابر نے عرض کیا۔ میں حجت خدا آپ کے بابا سے ملنا چاہتا ہوں۔

جناب باقرؑ نے اکر اطلاع دی اور تمام واقعہ سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں بیٹے یہ تیرے دادا کے مقرب ترین صحابہ سے ہے اور چند اسرار نبوت کا حامل ہے اس نے

جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اسے میرے پاس لے آ۔

جناب جابر اندر گئے۔

دیکھا تو امام سجادؑ محراب عبادت میں تھے۔ جناب جابر کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اپنی مسند خالی کی جناب جابر کو

اپنے پاس بٹھایا۔ اور پوچھا۔ آپ نے کیسے تکلیف فرمائی ہے۔

جناب جابر نے عرض کیا۔ فرزند رسول! اس وقت کل محمدؐ میں سے صرف آپؐ تنہا بچے ہیں۔ کربلا کی مصیبت زدہ ستورات کا واحد بہار آپؐ ہیں۔ خدا نخواستہ آپؐ کو کچھ ہو گیا تو ان کا بہار اکون ہو گا۔ میں تو صرف اتنی سی درخواست سے کر آیا ہوں کہ آپؐ عبادت کو ذرا کم کر دیں۔ جنت آپؐ کی ہے، آپؐ کی سفارش سے آپؐ کے محبوب داخل جنت ہوں گے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اسے صحابی رسولؐ آپؐ نے سچ فرمایا ہے، میرے اہل بیت کا بہار اسی ہے جو میرا بہار ہے اور وہ ہمارا خالق الکر ہے، بہارے بدلتے رہتے ہیں لیکن وہ نہیں بدلتا۔ میں کیا عبادت کرتا ہوں۔ آپؐ نے خاتم الانبیاءؐ اور میرے جد امجد حضرت علیؑ کی عبادت دیکھی ہے۔ آپؐ انصاف سے بتائیں کیا میری عبادت ان سے بڑھ کر ہے۔ جناب جابر خاموش ہو گئے اور پھر عرض کیا۔ اللہ اپنی خلافت انہی کے سپرد کرتا ہے جو اس کے بل بوتے ہیں آپؐ نے سچ فرمایا ہے۔

بحار میں اجمعی سے مروی ہے کہ ایک رات میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ پکڑ رکھا تھا اور کہہ رہا تھا۔

نامت العیون وغادت النجوم  
انت المملک الحی القیوم  
اغلقت الملوک ابوابہا وقامت علیہا  
حراسہا۔  
و بایک مفتوح للسائلین۔ جئتک لتظهر  
الی برحمتک یا ارحم الراحمین۔  
لوگ سو گئے ستارے ماند پڑ گئے۔  
تو ہی و قیوم بادشاہ ہے۔  
شاہان دین نے اپنے دروازے بند کر کے پہرہ دار لگا دیئے  
ہیں۔  
لیکن سائلین کے لیے تیرا دروازہ کھلا ہے۔ میں صرف  
اس لیے آیا ہوں تاکہ تو مجھ پر نگاہ رحمت کرے۔  
جب میں نے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے تو مجھے بتایا گیا علیؑ ابن حسینؑ ہے۔

## شاعری :-

ارشاد مفید میں اہل بیتؑ میں سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج کو اکرا تھا۔ صحرا میں نے ایک سات یا اٹھ برس کا تنہا بچہ دیکھا۔ اس کے پاس نادر راہ نہ لواری اور نہ کوئی قائد۔  
میں حیران ہوا۔ اور پوچھا۔  
بچے یہ اتنا بڑا صحرا تو نے کسی کے ساتھ عبور کیا ہے۔  
بچے نے کہا جسے اللہ کا ساتھ نصیب ہوا سے اور کسی ساتھی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔  
میری نگاہ میں بچے کی عظمت آگئی۔

میں نے کہا تیرے پاس زادراہ اور سواری بھی نہیں ہے  
بچے نے کہا۔ تقویٰ میرا زادراہ ہے اور میری ٹانگیں میری سواری ہیں  
بچے کی عظمت میرے دل میں اور بڑھ گئی۔  
میں نے پوچھا۔ تو کون ہے؟  
بچے نے کہا۔ بنی عبدالمطلب سے ہوں۔  
میں نے کہا۔ ذرا مزید وضاحت کر  
بچے نے کہا۔ ہاشمی ہوں۔  
میں نے کہا۔ اور وضاحت کر  
بچے نے کہا۔ علوی و فاطمی ہوں۔  
میں نے کہا۔ کبھی شمر بھی کہے ہیں۔  
بچے نے کہا۔ کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں  
میں نے کہا۔ چند اشعار تو سنا  
ان نے یہ شرسنائے۔

تخن علی الخوض ر وادۃ -  
ندود و نسقی و رادۃ -  
وما فاز من فاز الا بنا -  
وما فاز من فاز الا بن -  
وما خاب من جبتا زادۃ -  
ومن سرنا نال منا السرور -

ومن ساء نساء میلادۃ -  
ومن کان غاصبنا حقنا -  
فیوم القیامۃ میعادۃ -

حوض کوثر پر ہملا قبضہ ہوگا۔  
ہم کچھ لوگوں کو پرے دھکیں گے اور کچھ آگے والے کو سیراب  
کریں گے۔  
جو بھی کامیاب ہوگا۔ ہماری بدولت ہوگا۔  
جن کا زادراہ ہماری محبت ہوگی وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا  
جو ہمیں خوش رکھے گا اسے ہماری طرف سے بھی  
سرت ہی ملے گی۔  
جس نے ہمیں غزوہ کیا اس کی ولادت میں غلطی ہوگی  
جو ہمارے حق کا غاصب ہوگا۔ (کہاں تک دوڑے گا)  
قیامت کل دن اس کی آخری وعدہ گاہ ہوگی۔

اس کے بعد وہ میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ بیت اللہ کے دوران طواف مجھے نظر آ گیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا

یہ بچہ کون ہے؟

مجھے بتایا گیا علی ابن حسین ہے۔

## غفور در گزر ۱۔

ارشاد مفید میں محمد ابن جعفر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ امام سجادؑ اپنے عقیدت مندوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔

ایک شخص اگر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کو سب و شتم کرنے لگا۔

آپ کے عقیدت مندوں نے اسے جواب دینا چاہا۔ لیکن آپ نے سختی سے منع کر دیا۔ اور خاموشی سے سنتے رہے جب اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اور وہ تنک گیا تو خود بخود خاموش ہو کر چلا گیا۔

جب وہ چلا گیا۔ تو آپ نے اپنے متعقین سے فرمایا۔ جو کچھ اس نے کہا ہے تم نے سن لیا ہے۔

سب نے عرض کیا۔ قبلہ کیا سن لیا ہے۔ اگر آپ خود اسے جواب نہیں دینا چاہتے تھے تو کم از کم ہمیں تو نہ روکا ہوتا مگر اسے اچھی طرح سب سے سنا کر واپس بھیجتے۔ تاکہ پھر کسی کو جرت نہ ہوتی۔

آپ نے فرمایا۔ چلو اس کے گھر۔ جس طرح اس نے مجھے آکے میرے گھر سب و شتم کیا ہے اس طرح میں اسے اس کے گھر جواب دینا چاہتا ہوں۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر گیا ہو۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے وہ اپنے ہی گھر گیا ہے اور کہیں نہیں گیا۔

آپ کے تمام عقیدت مندوں خوش ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کہ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ انہیں لے کر ساتھ آئے۔ اس شخص کے دروازہ پر دوق الباب کیا۔ جب وہ باہر نکلا اور اس نے دیکھا کہ آپ اپنے تمام عقیدت مندوں کے ساتھ آئے ہیں تو وہ گھبرا گیا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ آپ مجھے جواب دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا! جو کچھ آپ نے میرے متعلق کہا ہے اگر واقعا درست ہے تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

اور اگر وہ غلط ہے تو میں تجھے معاف کرتا ہوں۔

تمام عقیدت مندوں کے من تنک گئے۔ لیکن وہ شخص آیا۔ آگے بڑھا اس نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور عرض کیا آپ واقعا فرزند رسولؐ ہیں میں نے بے ہودہ گوئی کی ہے۔ اے نبی اللہ! اللہ کم از کم مجھے ایسا کبھی نہ ہوگا۔

امالی صدوق میں مروی ہے کہ زہری سے کسی نے پوچھا۔

کیا تو نے علی ابن حسینؑ کو دیکھا ہے۔

زہری نے کہا دیکھا ہے۔

اس نے کہا۔ کیسے ہے؟

زہری نے کہا۔ ہر شخص دل میں اس کا دوست ہے اور ظاہر میں اس کا دشمن ہے۔  
سائل نے پوچھا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

زہری نے کہا۔ میں نے جسے بھی محب بجا ڈیکھا ہے وہ اس کے فضائل کی وجہ سے اس کا حامد ہے۔ اور جسے  
بھی دشمن فرزند رسول دیکھا ہے وہ اس کی مہارت کی وجہ سے ظاہر میں اسی سے ملارات کرنے پر مجبور ہے۔  
امام صدوق میں عبد العزیز ابن حازم سے مروی ہے کہ میں نے بنی ہاشم میں علی ابن حسینؑ سے کسی کو افضل نہیں دیکھا  
شب و روز میں ایک ہزار رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے۔

سجاد میں زہری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام سجادؑ کے ساتھ عبد الملک ابن مروان کے پاس گیا عبد الملک  
نے آپ کا دست احترام کیا۔

اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ جب عبد الملک نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کے آثار دیکھے تو کہنے لگا۔  
اے فرزند رسولؐ آپ اس اہل بیت سے ہیں جنہیں وارث جنت بنایا گیا ہے۔ پھر کس لیے آپ اس قدر  
مشقت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہی چیز تو عاری مشقت کا سبب ہے کہ اللہ نے ہمیں اس اہل بیت سے بتایا ہے جو وارث  
جنت ہیں۔ بعدا خود انصاف کر کیا اللہ کی اس نعمت کا شکریہ میری عبادت سے ہو سکتا ہے جب کہ توفیق عبادت بھی  
اس کی بخشی ہوئی ہے۔

بخدا! اگر میرے اعضاء عبادت خدا میں سڑ جائیں تو پھر بھی میں اللہ کی اس نعمت کے عوض شکریہ کو کم ہی  
سمجھوں گا۔

اگر مجھ پر عوام و خاص کے حقوق نہ ہوتے تو مجھے کوئی شخص کسی بھی وقت محراب عبادت سے باہر نہ دیکھتا۔ اور میری  
خواہش ہوتی کہ میری روح محراب عبادت ہی میں قفس منہری کو چھوڑ کر چلی جائے۔

آپ کی شہادت ۱۔

چونکہ اموی دور تھا۔ اور مورخ بھی اموی دسترخوان کے لیے ہوئے تھے اس لیے آج تک اس تفصیل اور کیفیت  
کا علم نہ ہو سکا۔ کہ اس بے ضرر۔ درد سیدہ اور عابد شب زندہ دار امام کو کسے شہید کیا گیا۔ زہریؒ کے ذریعہ  
بھی گئی۔

صرف یہی مسلم ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے آپ کو زہری سے شہید کر دیا۔  
یوم شہادت ۱۰۔

تاریخ شہادت : ۲۵ محرم

سنہ شہادت پر ۹۵

کل عمر :- ۵۷ برس

واقعہ کر بلا کے بعد ۳۵ برس زندہ رہے۔

اولادہ

۱۔ محمد باقر ۔

۲۔ عجب اللہ

۳۔ حسین

حضرت ابن کرم

۵- نیز -

## ۶. خام

۱۰۰ حسن اصوف

عبد الرحمن

۹۔ سلمان

۱۰۔ محمد صفر

بیٹیاں :-

افذی

سورناظمہ۔

۳۰۰ غنم -

۴- ام کلثوم -

۵۔ ام الحسن -

۶۔ ام البنین

سلسلہ تفصیل :-

۱۔ عبد اللہ کافر زید محمد۔ محمد سے اسماعیل۔ اسماعیل سے محمد ابن اسماعیل اور حسین ابن اسماعیل

۲۔ قاسم سے علی ابن قاسم۔ اور محمد ابن قاسم۔ علی ابن قاسم سے حسن ابن علی۔ قاسم ابن علی۔ عمر و ابن علی اور محمد ابن علی

پھر محمد ابن قاسم۔ حسین ابن محمد کو ذمہ لے رہے۔ قاسم ابن محمد طبرستان میں آئے اور ان کی اولاد یہاں سے

عمرو اور جعفر کی اولاد خراسان میں بڑھی۔

۳۔ جناب زید ابن علی کی اولاد میں سے تین فرزندوں سے سلسلہ نسل چلا ہے۔

عیسیٰ ابن زید سے۔ محمد ابن زید سے اور حسین ابن زید سے۔

حسین ابن زید سے یحییٰ ابن حسین۔ علی ابن حسین۔ حسین ابن حسین۔ قاسم ابن حسین۔ محمد ابن حسین۔ اسماعیل ابن

محمد ابن زید سے جو عفر ابن محمد

جعفران محمد سے محمد ابن صغیر احمد ابن جعفر اور قاسم ابن جعفر

۴۔ حسین ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب سے عبد اللہ ابن حسین۔ عبد اللہ ابن حسین۔ علی ابن حسین۔ سلیمان ابن حسین اور حسن ابن حسین سے سلسلہ نسب آگے چلا۔  
عبد اللہ ابن حسین سے علی ابن عبد اللہ۔ محمد ابن عبد اللہ۔ جعفر ابن عبد اللہ۔ حمزہ ابن عبد اللہ۔ اور یحییٰ ابن عبد اللہ۔ عبد اللہ ابن حسین سے جعفر ابن حسین۔ جعفر ابن حسین سے محمد ابن جعفر۔ محمد ابن جعفر سے اسماعیل منقذی ابن محمد۔ محمد احمد منقذی ابن محمد۔

علی ابن حسین اصغر عیسیٰ ابن علیؑ۔ احمد ابن علیؑ۔ موسیٰ ابن علیؑ۔ اور محمد ابن علیؑ۔  
محمد باقرؑ سے جعفر صادقؑ اور ان کے علاوہ دیگر اولاد جن کا تذکرہ اولاد امام محمد باقرؑ میں آئے گا انشاء اللہ مومنین کو امام سجادؑ کی اولاد میں سے مذکورہ پانچ بیٹوں کے علاوہ اور کسی بیٹے سے سلسلہ نسب کی افزائش نہیں مل سکی۔ اللہ اعلم۔







والد اور والدہ ہر دو طرف سے ہاشمی ہیں۔

## کیفیت ولادت ۱۔

اصول کافی میں اسحاق نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ چونکہ اولیائے انبیاء انبیاء ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ولادت اولیاء بھی انبیاء ہی کی طرح ہوتی ہے۔ والدہ معصوم کو ولادت معصوم سے ایک رات قبل عالم خواب میں ولادت معصوم کی بشارت ملتی ہے۔ دوسرے دن تمام دن والدہ معصوم اپنے اطراف میں صدائے تسبیح و تہلیل رب جلیل سنتی رہتی ہے تسبیح کرنے والے ملائکہ صرف والدہ معصوم اور والد معصوم کو نظر آتے ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا کوئی نہ تو ان کی آواز سن سکتا ہے اور نہ انہیں دیکھ سکتا ہے۔

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صحن میں تھا۔ میری والدہ دیوار کے قریب تشریف فرما تھیں کہ یکایک دیوار پھٹ گئی اور گرنے لگی

میری والدہ نے دیوار پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

بحق المصطفى! لعمري ذاك الله بسقوط حتى اقوم

حق مصطفیٰ کی قسم! تجھے اللہ نے اس وقت گرنے کی اجازت نہیں دی جب تک میں نہ اٹھ جاؤں۔

تمام اہل خانہ نے دیکھا کہ دیوار جہاں تھی وہیں رک گئی۔ میری والدہ اطمینان سے اٹھیں اور جو نبی دیوار سے دور ہوئیں دیوار گر گئی

اصول کافی ہی میں امام صادق سے مروی ہے کہ بعد از ولادت امام معصوم انگشت شہادت بلند کر کے۔ اللہ کی توحید محمد کی رسالت اداسی ولایت کی شہادت دیتا ہے۔

## آپ کے اسمائے گرامی ۱۔

نام :- محمد

کنیت :- ابو جعفر

لقب :- باقر العلوم

شکر :- ہادی

ارشاد شیخ مفید میں جناب جابر سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم نے فرمایا۔

جابر تیری طائفت یقیناً میرے پانچویں دھی سے ہوگا۔ جو میرا ہمنام ہوگا۔ جب اس سے طائفت کرے تو میرے

سلام پہنچا دینا۔

شیخ صدوق کے مطابق جناب جابر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام سجادؑ کی زیارت کو آ رہا تھا دروازہ پر میں نے امام باقرؑ کو دیکھا۔

میں نے پوچھا۔

آپ کون ہیں۔

امام محمدؑ نے فرمایا۔ میں محمد بن علی ابن حسین ہوں۔

میں نے کہا۔ ذرا ایک مرتبہ میری طرف آئیں۔ وہ آگے بڑھے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ اب چند قدم پیچھے کو جائیں۔ وہ پچھ پیچھے کو گیا۔

میں نے بے ساختہ گیا۔ رفتار رسولؐ ہے۔

امام محمدؑ نے فرمایا۔ جا برب جب تصدیق ہو گئی ہے تو اب وہ پیغام بھی پہنچا دو جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔

یہ سنتے ہی میں نے بڑھ کر تشرزدہ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور عرض کیا۔ بس اس بات کا انتظار تھا۔ آپ کو سلطان الانبیاء سلام فرما رہے تھے۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ اما قیامت رسول خدا پر سلام۔ اور آپ پر بھی سلام ہو۔

نقش خاتم :-

ارشاد شیخ مفید کے مطابق آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔ الغزوة سد جمیعاً تھا۔

نصوص امامت :-

بحار میں خالد سے مروی ہے کہ جب امام سجادؑ زہر کے سبب زندگی کے آخری سانسیں لے رہے تھے آپ نے تمام بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اسد کی طرف سے میرا وصی اور تمہارا مقتدا محمد باقرؑ ہے۔

اس کے بعد امام باقرؑ سے فرمایا۔

بیٹے عقل روح کی ہادی ہوتی ہے۔ علم عقل کا ہادی ہوتی ہے۔ اور عقل ہی علم کا ترجمان ہوتی ہے۔

بیٹے! علم پائیدار ہوتا ہے اور کثرت گوئی سے لغزش کا خطرہ ہوتا ہے۔

بیٹے حالات دنیا اور اصلاح احوال کا خلاصہ دو باتوں میں ہے۔ اور وہ ہے معیشت کی استواری لیکن یاد رکھنا

معیشت کی استواری کے پیمانہ کا دو تہائی ظن ہے اور ایک تہائی غفلت ہوتی ہے۔

بیٹے اوقت کا لہجہ زندگی کو ختم کر رہا ہے۔

بیٹے! کوئی بھی نعمت حاصل کرنا چاہو تو وہ اس وقت حاصل ہوگی جب ایک نعمت کی قربانی کرو گے۔  
بیٹے! لمبی امیدوں سے بچ کے رہنا۔ کیونکہ اس کا انجام حسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔  
بیٹے! مال مت جمع کرنا۔ کیوں کہ جمع کرنے والے کو نصیب نہیں ہوتا۔ اور چھوڑتے ہوئے افسوس ہی افسوس ہوتا ہے۔

بیٹے! باطل سے ہمیشہ دور رہنا۔

بھائی! بھائی! مالک ابن امین جتنی سے مروی ہے کہ جب امام سجادؑ پر حدت نہر کے اثرات گہرے ہو گئے تو آپ نے امام محمد باقرؑ سے فرمایا۔

بیٹے! میں نے اللہ کی طرف سے تجھے اپنا وصی اور اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا ہے۔ جو بھی تیرے مقابلہ میں دعوائے خلافت کریگا اللہ قیامت کے دن اس کے گلے میں آتشیں طوق ڈالے گا۔

بیٹے! اپنے منعم کا شکر کرتے رہنا اور اپنے شکر گزار پر احسان کرنا۔ جب تک شکر کرتے رہو گے نعمات الہیہ کا تسلسل برقرار رہے گا اور جب کفران نعمت کیا تو نعمات کا سلسلہ رک جائے گا۔  
اللہ کا وعدہ ہے۔

اگر تم نے شکر کیا تو نعمات میں اضافہ کروں گا۔ (القرآن)

بھائی! نہری سے مروی ہے کہ میں امام سجادؑ کی عیادت کو گیا۔ آپ زندگی کے آخری سرحد پر تھے۔ میں نے عرض کیا۔  
قہد! آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ جو کچھ ہمیں نانا سے ملے اس کے مطابق میرا وصی میرا محمد باقرؑ بیٹا ہوگا۔  
میں نے عرض کیا۔ حضور! محمد باقرؑ سے بڑے بیٹے بھی تو ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہری ہمدہ الہیہ کا تعلق بڑے اور چھوٹے سے نہیں ہوتا۔ اللہ جسے اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے اس علم سے راستہ کر کے بھیجتا ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے انھوں کو اللہ کی طرف سے جو اطلاع دی گئی تھی اس کے مطابق میرا وصی محمد باقرؑ سے اور یہی اپنے بعد کے سات اماموں کا باپ بھی ہے۔

خراچ میں خالد سے مروی ہے کہ میں نے امام سجادؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کے بعد عالم شیعیت کا مزاج کون ہوگا؟

آپ نے امام محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ میرا یہ بیٹا۔

بھائی! میں جناب عبداللہ ابن علی ابن حسینؑ سے مروی ہے کہ جب میرے والد شدت نہر کے اثر سے آخرت کی دہلیز پر پہنچے تو کنیز کو ایک صندوق تھامنے کا حکم دیا۔ کنیز جب وہ صندوق تھامنے کے لئے آپ نے امام محمد باقرؑ سے فرمایا۔

بیٹے اسے میری زندگی میں اٹھا کے اپنے پاس رکھ لو تا کہ میرے بعد کوئی اس میں جھگڑا نہ کرے اس میں درہم و دینار نہیں ہیں۔ اس میں تبرکات انبیاء ہیں جن کا میں امین تھا اب میرے بعد تو ان کا امین ہوگا۔

### مناقب امام محمد باقرؑ

مطالب السؤل میں ابن زبیری سے مروی ہے کہ ایک دن میں جناب جابر کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اسٹنہ میں امام سجادؑ جناب جابر کے پاس آنے آپ کا بیٹا محمد بھی آپ کے ساتھ تھا۔ جابر نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ امام سجادؑ نے فرمایا۔ میرا بیٹا محمد ہے۔

پھر آپ نے جناب محمدؑ سے فرمایا۔ بیٹے صحابی رسولؐ کا سر چوم لو۔ جناب جابر نے دونوں ہاتھ بڑھا کر شہزادہ کو گلے لگایا۔ ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور کہا۔ اے محمدؑ آپ کو محمد رسول اللہؐ سلام فرما رہے تھے۔

جناب محمد باقرؑ نے فرمایا۔ اے صحابی رسولؐ میرے جدا محمدؑ اور آپ پر سلام ہوں۔ میں نے کہا۔ جابر بھلا انھوں نے جسے دیکھا نہیں اسے سلام کیسے دیتے ہیں۔ جناب جابر نے بتایا۔ ایک دن میں انھوں نے خدمت میں بیٹھا تھا۔ سید الشہداءؑ آپ کی گود میں تھے۔ انھوں نے حسینؑ کے لبوں کا بوسہ لیا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا۔

جابر میرے حسینؑ کا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا میرے حسینؑ کے بعد وہ حجت خدا ہوگا اور علیؑ کا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام محمدؑ ہوگا۔ تیری اس سے ملاقات ہوگی اسے میرے سلام کہہ دینا اور اس سے ملاقات کے بعد تیری زندگی بہت کم عرصہ ہوگی۔

### حضرت الیاس نبیؑ سے ملاقات امام باقرؑ

اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حج میں بابا کے ساتھ تھا۔ دوران طواف ایک شخص میرے بابا کے قریب آیا عرض کیا اس شخص نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ جب طواف مکمل ہو جائے تو مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ میرے بابا اسکا دیشے اور فرمایا۔

آپ اپنی قیام گاہ پر چلیں میں وہیں آجاتا ہوں۔

ہمارے ساتھ جو دوسرے افراد تھے۔ وہ یہ سکر حیران رہ گئے کہ اس شخص نے منہ لیٹا ہوا ہے۔ خدا معلوم کون ہے اور اس کا قیام کہاں ہے۔

امام نے فرمادیا ہے کہ تو اپنی قیام گاہ پر چل میں وہی آ رہا ہوں۔ آخر آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔

بابا نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ بہت جلدی فیضہ کر لیتے ہو۔ طواف سے فارغ ہو جاؤ۔ ہم اس کے پاس جائیں گے آپ کو وہاں چل کر معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے؛ جب آپ وہاں پہنچ جائیں گے تو تصدیق کر لیتا کریں اس کی قیام گاہ کو بھی جانتا ہوں اور اسے بھی جانتا ہوں۔

طواف سے فارغ ہونے کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ وہ شخص ہمارے انتظار میں تھا۔ اس نے بابا کا استقبال کیا۔ میرے سر کا بوسہ لے کر کہا۔

اے امین اسرار خدا۔ اور اپنے بابا کے بعد حجت خدا میرا سلام ہو۔

ہمارے تمام ساتھی حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔

ابھی تک اس نے اپنے منہ کو چھپایا ہوا تھا۔

جب ہم بیٹھ گئے۔ تو اس نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول!

اگر آپ چاہیں تو سب کچھ آپ ہی بتادیں۔

اگر حکم دیں تو میں عرض کر دوں۔

اگر آپ چاہیں تو آپ خود ہی میرا سوال اور اس کا جواب سنا دیں اور اگر حکم دیں تو میں اپنا سوال پیش کر دوں۔

اگر چاہیں تو آپ میری تصدیق فرمادیں۔

میرے بابا نے فرمایا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

تو اس نے کہا۔

میری خواہش تو یہ ہے کہ میں سب کچھ آپ ہی سے سنوں۔ البتہ میری ایک شرط ہے کہ جب آپ میرے سوال کا

جواب دے رہے ہوں اس وقت کوئی اور بات نہیں کرے گا۔

میرے بابا مسکرا دیئے اور فرمایا۔

ایسا وہ شخص کرتا ہے جس کے دل میں دو متضاد باتیں ہوں۔ لیکن اللہ ایسے علم کو علم ہی نہیں کہنتا۔ جس میں

اختلاف ہو۔

اس نے کہا۔ اللہ آپ کو برکت دے۔

میرے سوال کا ایک حصہ تو آپ نے حل کر دیا ہے اب دوسرا بھی حل فرمادیں گئے۔ کہ وہ کون سا علم ہے جس میں اختلاف نہیں ہوتا اور اس کا عالم کون ہوتا ہے۔

میرے بابائے فرمایا، جہاں تک کل علم کا تعلق ہے تو وہ تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور جہاں تک اس علم کا تعلق ہے جس کی ضرورت مخلوق خدا کو ہوتی ہے۔ تو اس کے حامل اولیائے انبیاء ہوتے ہیں۔  
یہ جواب سنا اس شخص نے اپنے منہ سے کھڑا بنا دیا۔ اور عرض کیا۔ اولیائے انبیاء کو وہ علم کیسے حاصل ہوتا ہے جس کی مخلوق خدا کو ضرورت ہوتی ہے۔

میرے بابائے فرمایا۔ بالکل اسی طرح جس طرح انبیاء کو تم ہو تاکہ البتہ نبی اور وصی نبی میں اس قدر فرق ہوتا ہے کہ۔

اولاً: اولیاء اس ذریعہ علم کو دیکھتے نہیں جسے انبیاء دیکھتے ہیں۔ اور یہ صرف اس لیے ہے تاکہ نبی اور وحی میں تھوڑا سا فرق رہ جائے۔

ثانیاً، انبیاء پر وحی ہوتی ہے جب کہ اولیائے انبیاء پر وہ وحی نہیں ہوتی۔ یعنی انبیاء کلام خدا کو براہ راست بھی سنتے ہیں۔ لیکن اولیائے انبیاء سے براہ راست کلام خدا نہیں ہوتا۔  
اس نے کہا۔ فرزند رسول! آپ نے سچ فرمایا ہے۔  
اس شخص نے پھر منہ چھپایا اور عرض کیا۔

قبلہ میں ایسا سنجی ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ نہ میں اس مسئلہ کا ضرورت مند تھا اور نہ ہی آپ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ میرا مقصد صرف آپ کے ان صحابہ کو آپ کی اس عظمت سے مطلع کرنا تھا جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔

جب آپ نے مجھے فرمایا کہ آپ چلیں میں آپ کی قیام گاہ پر آتا ہوں تو یہ لوگ سوچ رہے تھے کہ آپ کیسے میری قیام گاہ سے واقف ہیں۔

اسم اعظم

عمر ابن حنظلہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے امام محمد باقرؑ سے تنہائی میں بیٹھنے کا موقع مل گیا۔ میں نے عرض کیا: قبلہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ آپ کے نزدیک میرا کچھ مقام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ضرور ہے۔

میں نے عرض کیا: میری ایک خواہش ہے اگر پوری فرمادیں تو

آپ نے فرمایا بتا کیا خواہش ہے۔

میں نے عرض کیا۔ مجھے اسم اعظم سے نوازدیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تیرا تناظر ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبل میں تو سمجھتا ہوں کہ میرا طرف اس قدر ہے۔

آپ مسکرائے اور فرمایا۔ کمرہ کے اندر چل

میں کمرہ کے اندر آیا۔ آپ بھی آئے اور صرف اپنا ایک ہاتھ فرش پر رکھا میں نے دیکھا پورا کمرہ تاریک ہو گیا

اور ایسے معلوم ہوا جیسے زلزلہ آ رہا ہے۔

میرا تمام جسم کانپنے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اسم اعظم تعلیم دوں

میں اتنا مغرب ہو چکا تھا کہ میرے پیسے پھوٹ گئے تھے۔ میں نے کانپتی ہوئی آواز میں عرض کیا۔ قبلہ شاید میں اس کا منتقل نہ ہو سکوں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اسم اعظم میں تتر حروف ہیں۔ ا ح ف ان بر خیا کو صرف ایک حرف کا علم تھا جس کی بنا پر اس نے چشم زون میں تخت بلیقہ منکوا لیا تھا۔ ہمارے پاس ان میں بہتر حروف ہیں۔ ایک حرف اللہ کے پاس ہے۔

ملا مکہ کی آمدورفت :-

بصائر الدرجات میں محمد بن ابی حمزہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ سنا ہے آپ کے پاس ملا مکہ آتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا صرف سنا ہے قرآن میں نہیں پڑھا۔

میں نے عرض کیا۔ قرآن میں ہو گا لیکن میری نظر سے نہیں گزرا۔

آپ نے فرمایا۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اتنزل علیہم الملائکۃ ان لا یتخافوا ولا یتحزنوا وابتشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔

جو توحید خالق کا اقرار کر کے اس پر قائم رہ جاتے ہیں۔ ان کے پاس ملا مکہ آتے ہیں۔ اور انہیں تسلی دیتے

ہیں کہ گمراہ انہیں، غمزدہ نہ ہو۔ اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق بعد از مرگ سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بعد از مرگ جنت ہو گی بشارت جنت نہیں ہو گی۔ آیت میں بشارت کا ذکر ہے۔ علاوہ انہیں

بعد از مرگ خوف و حزن کا ہو گا۔ خوف و حزن دنیا میں ہے بعد از مرگ نہیں۔

## بہنات کی آمد و رفت

سعدا سکاف سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام محمد باقرؑ کے پاس بیرون مدینہ آیا۔ آپ کام میں مصروف تھے۔ دریافت مسائل کے بعد میں نے اجازت مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ اتنی کیا جلدی ہے کچھ دیر اور بیٹھ جا آپ نے اس انداز میں فرمایا کہ میں دوسری مرتبہ کچھ نہ کہہ سکا۔ گرمی کا موسم تھا۔ جب سورج کافی بند ہوا تو میں سایہ کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ اسی اثنا میں میں نے ایسے افراد کا گروپ دیکھا جو یکایک میرے سامنے آ گئے۔ مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے زمین ٹکناں ہوئی تو اور وہ نکل آئے ہوں انتہائی حسین و جمیل تھے۔ ان کے چہرے مٹی کی طرح زرد تھے۔ اور بجات کی وجہ سے ان کے جسم انتہائی لاغر تھے۔ وہ امام محمد باقر کے پاس آئے کافی دیر بیٹھے رہے۔ میں انہیں دیکھ کر اس قدر مرعوب ہو گیا کہ چاہنے کے باوجود بھی قریب جانے کی ہمت نہ کر سکا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ گرمی بھی زیادہ ہے۔ لیکن میرے پسینہ میں گرمی کے ساتھ ساتھ تھان اچانک آنے والوں کا رعب بھی ہے۔

یہ کون تھے۔ اور کہاں سے آئے تھے؟

آپ نے فرمایا۔ یہ آپ کے مومن بھائی قوم جن سے تھے۔

ایمیں نے عرض کیا۔ تبدل کیا جاتا ہے آپ کے پاس آتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر میں اللہ کی طرف سے روئے ارض پر حجت خدا ہوں تو زمین پر بیسنے والا ہر مکلف میرے پاس آئے گا۔

چونکہ جنت بھی انسان کی طرح عبادت خالق کے مکلف ہیں۔ اصرہم جس طرح تمہارے امام ہیں اسی طرح جنوں کے بھی ہیں۔ اگر تمہیں ضروریات دین سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے تو قوم جن بھی نیاز مند ہے اور یہ لوگ بھی حسب ضرورت ہمارے پاس آتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔

قیدہ! پہلے تو ہم نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ بعض اوقات پوشیدہ آتے ہیں اور بعض اوقات ہم سے اجازت لے کر انسانوں کی شکل میں آتے ہیں۔

خواجه میں ابو حمزہ سے مروی ہے کہ ایک سال میں عمرہ کے لیے مکہ آیا۔ امام محمد باقرؑ بھی تشریف فرما تھے۔ یہ مقام ابراہیم کے قریب بیٹھا تھا کہ مشرق کی جانب سے ایک عجیب الحلقہ شخص آیا۔ اس کی دم تھی تمام لوگ اسے دیکھ



رہے تھے اس کی بیستہ کذائی کو دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ اور ایک طرف ہٹ گئے۔ وہ سید جلیت اللہ کے قریب آیا۔ حجر اسود کے سامنے کافی دیر تک کھڑا رہا۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر آیا۔ دم کے ہمارے کھڑا ہو گیا۔

دو رکعت نماز طواف پڑھی پھر حجر اسود کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

کچھ لوگ امام محمد باقر کی خدمت میں آئے اور ان سے پوچھا۔

یہ کون ہے؟ اور کیسا انسان ہے۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ ابو حمزہ یہ قوم جن سے ہے۔ اسے جا کر میری طرف سے کہدے کہ تجھے امام محمد باقر فرما رہا ہے۔

یہ وقت انسان کے طواف کرنے کا ہے۔ انسان تجھے دیکھ کر گھبرا رہے ہیں۔ تو نے طواف کر لیا ہے۔ اب واپس چلا جا۔ تاکہ انسانوں بھی اپنا فریضہ ادا کر سکیں۔

میں گیا اور جا کر میں نے امام محمد باقر کا پیغام دیا۔ سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ کسی کو پتہ چلی نہ چلا کہ وہ ہوا میں تحلیل ہو کر آنکھوں سے غائب ہو گیا۔

امام ناظر ہوتا ہے :-

خلاصہ ہی میں محمد ابن مسلم سے مروی ہے کہ ایک دن امام محمد باقر نے مجھے فرمایا۔

محمد اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نہ تمہیں دیکھتے ہیں اور نہ تمہاری بات سنتے ہیں۔ تو بخدا ایہ بہت برا عقیدہ ہے اگر ہمیں تمہاری زندگی کے ایک ایک لمحہ کا علم نہ ہو۔ اگر ہم تمہاری باتیں نہ سنیں۔ تو پھر ہمیں تم پر کیا فضیلت ہوگی۔ میں نے عرض کیا۔

قید! میں تو چونکہ آپ کی زبان مبارک سے سن رہا ہوں۔ تسلیم کروں گا۔ لیکن دوسرے لوگ میری بات نہ مانیں گے۔ کوئی ایسی علامت بھی بتائیے جس سے دوسروں کو لوگوں کو منوا سکوں۔

آپ نے فرمایا۔ جب تو یہاں آ رہا تھا۔ راستہ میں تیرا ساتھی سے خلال مقام پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور اس نے تجھے ہادی محبت کا طعنے دیا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قید! بالکل اسی طرح ہوا تھا۔

کیا آپ نے وہاں ہمیں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ہم دیکھتے بھی ہیں۔ ہمیں اللہ کی طرف سے اطلاع بھی ملتی ہے۔ ہم جادوگر۔ کاہن۔ یا عجنوں نہیں

ہیں۔ یہ علم نبوت کی وراثت ہے۔ کہ ہمیں کرہ ارض پر بسنے والے ہر فرد کے تمام اعمال کا شاید پتہ چلا گیا ہے۔ اور

ہم تمہیں ہر جگہ دیکھتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: قبلہ یہ آخر کیسے ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: بعض اوقات یہ علم ہمارے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہمیں آواز کے ذریعہ بھی بتایا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہماری خدمت ہمارے شیعوں جن بھی کرتے ہیں جو اطراف عالم کی خبریں ہم تک پہنچاتے رہتے ہیں اور قوم جن تم انسانوں کی نسبت ہماری زیادہ عقیدت مند ہے

میں نے عرض کیا: قبلہ! کیا ہر انسان کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں ہر انسان کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے۔

کافی بن نعمان ابن بشیر سے مروی ہے کہ میں جابر بن یزید جعفی کے ساتھ تھا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ گیا۔ امام محمد باقر کا سلام کیا۔

چند دن بعد الوداع کیا۔ اور واپس کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہم مدینہ سے باہر پہلی منزل پر پہنچے وہاں ظہر کا فریضہ ادا کیا۔ اور کوچ کی تیاری کی۔ اونٹوں پر سوار ہوئے اونٹ ابھی اٹھے ہی تھے کہ ایک شخص سامنے آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔

اس نے وہ خط جناب جابر کو دیا۔

جابر نے مہر دیکھی۔ خط کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا۔ خط بالکل تازہ لکھا ہوا تھا۔ مہر کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی۔

جابر نے پوچھا: آقا سے کب ملاقات ہوئی تھی۔

اس نے کہا: ابھی ابھی۔

جابر نے کہا: نماز ظہر سے پہلے یا بعد میں

اس نے کہا: نماز ظہر کے بعد

جابر نے خط کھولا۔ میں دیکھ رہا تھا جیسے جیسے جابر خط پڑھتا گیا۔ اس کے چہرہ کارنگ زرد پڑتا گیا۔ جب اس نے خط پڑھ لیا۔ پھر میں نے کوفہ پہنچے تک اسے مسکراتے نہیں دیکھا۔ کوفہ میں ہم رات کے وقت پہنچے اپنے اپنے گھر میں گئے۔

دوسری صبح میں جابر کو مرنے کی خاطر اس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی جابر کا گھر کافی دور تھا کہ میں نے دیکھا۔

جابر کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ تمام جسم خاک آلودہ تھا۔ بامیں کا گھوڑا بنایا ہوا تھا اور گھلی میں ادھر ادھر بانس کے گھوڑے کو جھگتا رہتا تھا۔ عجیب و غریب شعر پڑھتا تھا۔ ارد گرد بچے جمع تھے وہ تالیاں بجا بجا کر کہہ رہے تھے۔

جابر دینا نہ ہو گیا۔ جابر دینا نہ ہو گیا۔

لوگوں کا بھی مجمع تھا۔ تمام لوگ دیکھ کر افسوس کر رہے تھے کہ کتنا نیک اور اچھا آدمی تھا۔ لیکن خدا معلوم کیوں دیوانہ ہو گیا ہے۔

میں تو ہمارے کا یہ حال نہ دیکھ سکا اور رو کر واپس آ گیا۔

چند دن بعد والی کو فہ منصور ابن جمد کو ہشام ابن عبد الملک کا حکم موصول ہوا کہ جابر ابن یزید نامی شخص شیعیان آل محمد سے ہے اور شیعیت کے جرائم پھیل رہا ہے اسے گرفتار کر کے قتل کر دے۔  
منصور نے اپنے مصاحبین سے جابر کے متعلق پوچھا۔

منصور نے اپنے مصاحبین سے جابر کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے بصد حسرت کہا کہ جابر واقعاً صاحبِ علم و فضل تھا۔ شیعیان اہل محمدؐ سے بھی تھا۔ لیکن اب توفہ نہیں ہے۔

منصور نے کہا۔ کیوں اسے کیا ہوا ہے۔

انہوں نے کہا۔ وہ حج پر گیا تھا۔ واپس آیا ہے تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ سارا سارا دن بانس کے گھوٹے ہی بنائے گلی کو چوں میں پھرتا ہے۔ اول نفل باتیں کرتا پھر تابہ ہے۔ بچے سارا دن بے چارے کے پیچھے لگے رہتے ہیں منصور نے کہا۔ میں اسے دکھوں گا۔

چنانچہ منصور اپنے مصاحبین کے ساتھ وہاں آیا آپ جہاں جابر بچوں میں گھرا ہوا دیوانوں کی طرح باتیں کرتا تھا۔

منصور نے کہا، اللہ کی حمد ہے کہ اسی نے مجھے اس کے قتل سے بچا لیا ہے۔

امام محمد باقرؑ اور سریانی و عبرانی زبان میں کلام۔

بصائر میں لیث مرادی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام محمد باقرؑ کے پاس بیٹھا تھا ایک عینی شخص ہمارے قریب سے گزرا۔

امام باقرؑ نے فرمایا: کیا تو یمنی ہے۔

اس نے عرض کیا ہاں

امام باقرؑ نے فرمایا: کیا فلاں مکان کو جانتا ہے۔

اس نے کہا: ہاں میں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ اس مکان کے فلماں جانب ایک پتھر رکھا ہوا ہے کیا اسے بھی جانتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ ہاں میں نے اسے بھی دیکھا ہے۔

لیکن حیرت ہے آپ نہ وہاں کبھی گئے ہیں اور نہ آپ نے وہ مکان دیکھا ہے آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے کہ مکان کے قریب پتھر ہے۔

اگر وہ شخص نہ بھی پوچھتا تو بھی میں ضرور پوچھتا کیونکہ حیرت تو مجھے بھی تھی۔ لیکن آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا۔

اے ابوالفضل! ان لوگوں کو اس پتھر کی عظمت معلوم نہیں ہے۔ ہمیں جو علم نبوت سے وراثت میں ملا ہے اس کا علم ہمارے پاس ہے۔

جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر جلا گزار کے واپس آئے تھے اور بنی اسرائیل کو سالہارستی میں مصروف تھے تو آپ نے غصہ میں کوہ طور پر لائی گئی الواح کو اسی پتھر پر رکھ دیا تھا۔ اور پتھر نے الواح میں سے تورات کا کچھ حصہ اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ یہی وہ پتھر ہے جس کے متعلق میں نے اس سے پوچھا ہے۔

بھاڑ ہی میں غزو ان سے مروی ہے کہ میں امام باقرؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا اور میرے ساتھ ہی ایک خراسانی سے اور ایک یمن سے آدمی بھی بیٹھے تھے۔

آپ نے خراسانی سے فارسی میں پوچھا۔

کیا تو فلاں وادی کو جانتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اسی سے دجال خروج کرے گا۔

پھر آپ نے یمنی سے عبرانی میں پوچھا۔

کیا فلاں وادی سے واقف ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ واقف ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اس وادی میں ایک مکان ہے اس مکان کے قریب ایک درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے فلاں رنگ و جم کا ایک پتھر رکھا ہے اسے بھی جانتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ اسے بھی دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

یہ وہی پتھر ہے جس نے تورات کے کچھ حصہ کو حکم خدا اپنے اندر جذب کیا ہوا ہے۔

## حضرت موسیٰ اور خضر :-

بصاڑیں سید سے مروی ہے کہ ایک دن امام باقرؑ نے فرمایا : جب حضرت خضر جناب موسیٰ کو الوداع کہنے کی خاطر کہہ رہے تھے تو انہوں نے دریا کے کنارے ایک پرندے کو دیکھا جو دریا سے چوہنج میں پانی لے کر شمال جنوب مشرق مغرب آسمان اور زمین پر پھینکتا تھا۔

جناب موسیٰ نے جناب خضر سے سوال کیا تھا کہ :

کہ پرندے کے اس عمل کا کیا مطلب ہے ؟

جناب خضر جواب دینے سے قاصر رہے تھے ۔

جبریل نے ایک چرواہے کی صورت میں آکر دونوں کو اس کا مطلب بتا دیا تھا کہ پرندے کے اس عمل کا مقصد یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی آئے گا ۔ اس کے علم کے مقابلہ میں تم دونوں کا علم ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں میری چوہنج کا پانی ۔

اگر اس وقت میں ہوتا تو میں ان دونوں کو پرندے کا مقصد بتا دیتا ۔

تمام عالم امام کا تابع ہوتا ہے :-

## اولی الامر :-

خارج میں اسود ابن سبیہ سے مروی ہے کہ ایک دن امام باقرؑ نے فرمایا :

نحن حجة الله - نحن وجه الله - نحن عين الله في خلقه - نحن ولاية امر الله في عباده - ہم حجت خدا - ہم وجه باری اور ہم کائنات میں چشم خدا ہیں ہم مخلوق میں اللہ کی طرف سے اولی الامر ہیں ۔ ہم جب کسی امر کو نافذ کرنا چاہیں تو کائنات عالم میں ہمارا اس طرح نافذ ہوتا ہے جتن طرح ہوا ۔

## علم امام :-

خارج میں حبیبی سے مروی ہے کہ ایک دن چند لوگ امام باقرؑ کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا : قبہ خدا امام کیا ہے ۔

آپ نے فرمایا : تمہارے لیے خدا امام یہ ہے کہ اس کا احترام کرو ۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر ایمان رکھو ۔ اور امام کا فرض ہے کہ تمہیں ہدایت دے ۔

منجملہ دیگر علامات کے ایک علامت امام یہ بھی ہے کہ جب تم امام کے پاس آؤ تو عظمت و ہیبت امام سے آنکھ اٹھا کر امام کی طرف دیکھ نہ سکو۔

انہوں نے عرض کیا: کیا امام اپنے شیعوں کو جانتا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ امام اپنی تمام رعیت کو جانتا ہے۔ امام انہیں بھی جانتا ہے جو اسے ملتے ہوں اور انہیں بھی جانتا ہے جو اسے نہ ملتے ہوں۔ امام کے پاس دونوں کی فہرستیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ کیا ہم آپ کے شیعہ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم سب ہمارے شیخ ہو۔

انہوں نے عرض کیا۔ ہمیں کیسے یقین آئے کہ ہمارے نام آپ کا اس فرست میں ہیں جو شیعوں میں؟  
 آپ نے فرمایا۔ میں تم میں سے ہر ایک کے آباء اور اولاد کے نام مع تمہارے قبائل اور مسکن و ہر ہر کے نام بتاؤں گا  
 تو پھر تمہیں یقین آجائے گا۔

انہوں نے عرض کیا: قبیلہ یقیناً ہمیں ماننا پڑے گا۔

آپ نے ایک ایک کے باپ دادا بیٹے اور پوتے کا نام بتایا۔

پھر فرمایا۔ اب کافی ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبہ کافی ہے۔

اہل بیت کون ہیں ؟

بصائر میں اس کو دایں بعید اور غیبت سے مراد یہ ہے کہ امام محمد مائتہ نے فرمایا ہے ۔

نَحْنُ حِجَّةُ اللَّهِ. وَنَحْنُ بَابُ اللَّهِ وَنَحْنُ وَجْهُ اللَّهِ.

عن حجة الله - ونحن باب الله ونحن وجه الله -  
 هم محبت خدا - ہم باب خدا - اور ہم وجه اللہ ہیں -

فَمِنْ عَيْنِ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَنَحْنُ وَلاَءُ أَمْرِ اللَّهِ .

ہیں عین اللہ فی خلقہ ونحن ولاۃ امر اللہ۔ ہم کائنات میں چشم خدا اور اولی الامر ہیں۔

نَحْنُ جَنْبُ اللَّهِ وَنَحْنُ صَفْوَةُ اللَّهِ -

نَحْنُ جَنْبُ اللّٰهِ وَنَحْنُ صَفْوَةُ اللّٰهِ - ہم جنب اللہ اور اللہ کے مصطفیٰ ہیں۔

نحن ائمة الهدى ونحن مصابيح الدجى.

نحن ائمة الهدى ونحن مصابيح الدجى۔ ہم آئینہ ہدی اور تاریکی کے چراغ ہیں۔

نحن السابقون ونحن الآخرون -

نَحْنُ السَّابِقُونَ وَنَحْنُ الْآخِرُونَ -

نحو: العلم المرفوع بالخلة (ص) تمسك

فمن العلم المرفوع الخلق (ص) تحسبك

بنی اسرائیل اور یسوع مسیح

ہم کو ایسے اندھا کر دے کہ  
کے سگ: اجڑے گا اور میرے جسم

بنیادی و منجملہ عداوتیں۔  
نہایت اذیت آفرین

بنا جی و سن جنت عسائی۔

نحن الصراط المستقيم الى الله -

ہم اللہ کی طرف جانے والا صراطِ مستقیم ہیں۔

نحن نعمة الله على خلقه -

ہم مخلوق خدا کے لیے نعمت خدا ہیں۔

نحن المنهاج ونحن معدن النبوة -

ہم راستہ میں۔ ہم نبوت کی کان ہیں۔

نحن موضع الرسالة -

ہم مقام رسالت ہیں۔

نحن الذين الينا مختلف الملائكة -

ہم وہ ہیں جن کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔

نحن السراج من استضاء بنا -

ہم ان لوگوں کے لیے چراغِ راہ میں جو روشنی حاصل کرنا چاہیں

فَخَرَجَ السَّبِيلَ لِمَنْ اقْتَدَىٰ بِنَا .

ہمراہنمائی حاصل کرنے والوں کے لیے راستہ ہیں۔

نحن الهداة الى الجنة -

ہم جنت کے باوی ہیں۔

نحن عز الاسلام۔

ہم اسلام کی عزت ہیں

نحن القناطر من مقي عليها لم يسقط

ہم وہ مل صراط ہیں کہ جو عاری راہنمائی میں حلاوت ناکام نہیں

وَمَنْ تَحَقَّقَ عَنْهَا فَهُوَ

ہو گا۔ اور جو ہمارے بغیر چلا وہ کامیاب نہیں ہو گا۔

نحو: الدين ياتتزل الرحمة

مردہ ہیں جن کے صدقہ نزل رحمت ہوتا ہے۔

نَحْنُ الَّذِينَ بَنَّا يَصْرَفُ عَنْكُمْ الْعَذَابَ -

ہم ہیں جن کی مدد سے ہم سے عذاب الہی رکا ہوا ہے۔

فمن عرفنا - والبصرتنا -

جو ہمیں یہ مانے گا۔ جو ہماری بصرت حاصل کرے گا۔

وَعَرَفْنَا حَقَّنَا - وَآخِذًا بِأَمْرِنَا فَهَمَّا

جو ہمارے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ جو ہم سے احکام لے گا۔

والبيتان

صاعری میں نزدیکی سے مروی ہے کہ میں نے امام

سے اس امت میں امت وسطیٰ کا مصداق لوجھا۔

میر نے تمہیں امت وسطیٰ انا ما سے تاکہ تم لوگوں کے گواہ

علم الناس ويكن الرسول عليكم شهداء

۱۰۰ | یہاں سے رسول تمہارا گواہ ہے۔

سب نے فرمایا۔ ہم امت وسطیٰ ہیں۔ ہم لوگوں کے گواہ ہیں۔ اور ہم رسول اللہ ﷺ پر حجت خدا ہیں۔

نہ خدا ارشاد فرمائی ہے۔ کل شیخ ہالک الادویہ۔ وحائد کے موائس کچھ کا عدم ہو جائے گا اور

سے اعلیٰ ہے کہ اسے اس قسم کے انضمام سے موصوف کہا جائے۔ یہاں دوحہ اللہ سے دکن اللہ مراد ہے۔ عروہ

میں حواقیہ حائیں گے۔

## میں آپ کا دشمن ہوں: معجزات امام محمد باقر علیہ السلام

امالی طوسی میں سلیمان سے مروی ہے کہ — شام سے ایک شخص اپنے کاروباری سلسلہ میں مدینہ آتا تھا۔ اور امام محمد باقر کی محفل میں آکر بیٹھتا تھا۔ ایک مرتبہ کہنے لگا۔

اے محمد ابن علی! مجھے جتنی عداوت تم اہل بیت سے ہے اور کسی سے نہیں۔ کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ رسول اور امیر کی اطاعت صرف اور صرف تمہارے بغض میں ہے۔ میں یہاں صرف اس لیے آ بیٹھتا ہوں کہ آپ کا اخلاق اچھا ہے اور آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت ہوتی ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔ میں نے کبھی تجھ سے نہ تو محبت کی خواہش کی ہے اور نہ ہی تجھ سے اس قسم کا سوال کیا ہے تیری جیسے مرضی کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

ایک مرتبہ وہی شامی مدینہ میں بیمار ہو گیا۔ جب مرض کا زور بڑھ گیا تو اس نے اپنے میزبان سے کہا۔ اگرچہ مجھے اہل بیت سے سخت عداوت ہے لیکن پھر بھی مدینہ میں مجھے محمد ابن علی سے کوئی شخص زیادہ نیک نظر نہیں آتا۔ اگر میں مر جاؤں تو میرے جنازہ کے لیے محمد ابن علی سے درخواست کرنا۔ اگر وہ قبول کرے تو وہی پڑھے درنہ جو بھی پڑھائے ٹھیک ہے۔

نصف شب کے قریب وہ مر گیا۔ اس کا میزبان صبح مسجد نبوی میں آیا۔ امام باقر تعقیبات صبح میں مصروف تھے اس نے اکر تمام واقعہ سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ تو چل۔ میں تیرے مکان پر آ رہا ہوں۔ لیکن میرے آنے تک اسے غسل و کفن دینا نہ دینا۔ آپ اٹھے دو رکعت نماز پڑھی پھر سجدہ میں گئے۔ اور طلوع آفتاب تک سجدہ میں رہے۔ سجدہ سے اٹھے شامی کے میزبان کے گھر آئے۔

میت پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔

آپ شامی کے سر ہانے آئے اس کا نام لے کر پکارا۔

شامی نے جواب دیا۔

آپ نے ہنسا دے کر اٹھایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور آپ کی طرف دیکھ کر ندامت سے ہر جھکایا۔ آپ کافی



کافی دیر بیٹھے رہے۔

پھر آپ واپس آگئے۔

شام کے وقت شامی حسب عادت آیا۔ اور آپ کے قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگا۔

آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔

اس نے عرض کیا۔ دینا نہ مانے تو نہ مانے لیکن اب مجھ سے کوئی آپ کی محبت و اطاعت نہیں چھین سکتا۔

آپ نے فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔

اس نے عرض کی۔ میں اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ چکا ہوں اور اپنے کانوں سے سب کچھ سن چکا ہوں جب

ملک الموت میری روح قبض کر کے لے گیا۔ صبح کے وقت میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ شامی

کی روح اس کے جسم میں بیٹھا دو۔

محمد بن علی اس کی زندگی مانگ رہا ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ ملک الموت خود میری روح میرے جسم میں واپس کر کے گیا۔ ادھر آپ نے آکر مجھے جگایا۔

واتقا آپ ہی حجت خدا ہیں۔

**مردہ زندہ :-**

خروج میں ابو عینیہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقر کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شامی آیا۔ عرض کی۔

قبیلہ امیں اہل شام سے ہوں۔ آپ کا محب ہوں لیکن میرا باپ آپ کے اعدا سے اور بنی امیہ کے موالیوں سے

تھا۔ آپ کی محبت کی وجہ سے اس نے مجھے اپنے سے دور کر رکھا تھا اتفاق سے میرا کوئی بھائی اور بہن نہیں ہے

میرا باپ فوت ہو گیا ہے۔ میں اس کا تمنا وارث ہوں لیکن چونکہ میں آپ کا محب ہوں اس لیے اس نے مجھے اپنے

ترک سے بھی دور رکھا ہے۔ وہ زندگی میں ترکہ کو ایسی جگہ ٹھکانے لگا کے گیا ہے کہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے وہ

کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے ضرورت ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبیلہ میں سخت ضرورت مند ہوں

آپ نے فرمایا۔ میں بھی بتا تو سکتا ہوں کہ تیرا باپ اپنا ترکہ کہاں چھپا کے گیا ہے لیکن بہتر ہو گا اگر تو خود

ایک مرتبہ اپنے باپ کو ملے اور اسی سے پوچھ لے۔

اس نے حیران ہو کر عرض کیا۔ قبیلہ کیا اب میں اپنے باپ کو مل سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں مل سکتا۔

اس نے عرض کیا۔ قبیلہ اگر یہ ممکن ہے تو میں ضرور اپنے باپ سے ملوں گا۔

آپ نے ایک خط لکھا۔ اپنی مہر لگائی اسے دیا۔ اور فرمایا یمن کی وادی برہوت میں چلا جا۔ رات کے وقت وادی میں جانا قبرستان کے عین وسط میں کھڑے ہو کر۔ تین مرتبہ یادرجان! کہہ پکارنا ایک شخص آئے گا تجھ سے پوچھے گا کہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟

تو اسے اتنا بتادینا کہ میں محمد ابن علی کا قاصد ہوں۔

وہ چلا جائے گا کچھ دیر بعد تیرے باپ کو ملے آئے گا اس سے جو پوچھنا ہو پوچھ لینا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اہم نے باپ کو دفن تو اسی جگہ جنت البقیع میں کیا تھا۔ یمن کی وادی برہوت میں کیوں جاؤں

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے کہہ دیا ہے وہیں چلا جا یہ بھی اپنے باپ سے پوچھ لینا کہ دفن تو تجھے جنت البقیع میں کیا تھا۔ آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! یمن تو یہاں سے بہت دور ہے اور میں انساں کی آخری حد تک پہنچ چکا ہوں۔ وہاں کیسے جاؤں گا۔

آپ نے مسکاکر فرمایا۔ مدینہ سے باہر نکل کے آنکھیں بند کر کے زمین سے میرا نام لے کر زمین سے کہنا کہ مجھے ابھی اور اسی وقت یمن پہنچا دے۔ جب باپ سے مل لینا۔ وادی برہوت سے باہر اگر پھر زمین سے کہنا مجھے مدینہ پہنچا دے گی۔

ابو عیینہ کا بیان ہے کہ میں اور وہ ایک وقت آپ کے ہاں سے روانہ ہوئے۔ میں نے اپنے دو چار قریبی ساتھیوں کو بھی بتایا اور انہیں کہا کہ کل علی الصبح امام باقرؑ کے ہاں جائیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ شامی آیا ہے یا نہیں۔ اگر آیا ہے تو کیا ہوا ہے۔

چنانچہ دوسرے دن ہم علی الصبح امام باقرؑ کے دروازہ پر آئے تو وہ شامی پہلے سے موجود تھا۔

میں نے پوچھا۔ کیا تو گیا نہیں تھا۔

اس نے کہا۔ کیوں نہیں گیا تھا۔ گیا بھی تھا اور پٹ کے ابھی گیا ہوں۔

میں نے کہا۔ پھر کیا ہوا۔

اس نے کہا۔ ابھی آقا کے سامنے سب کچھ سناؤں گا۔

کچھ دیر امام باقرؑ باہر اپنی مسند پر تشریف لائے۔

اس سے پوچھا۔ ہاں کیا بنا۔

وہ آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور قدم چومنے لگا۔

آپ نے دونوں ہاتھوں سے اسے اوپر اٹھایا اور فرمایا۔ فراسنا کیا ہوا۔

اس نے عرض کیا۔

حضور! آپ کے حکم کے مطابق میں وادی برہوت میں پہنچا۔ یادرجان کا نام لے کر پکارا۔ ایک شخص اس نے مجھ سے کہا۔ کیا کہتا ہے بتا۔ میں نے بتایا کہ مجھے امام باقرؑ نے بھیجا ہے۔ اس نے کہا۔ ذرا ٹھہریں اسے لے آنا ہوں۔ کچھ دیر بعد وہ ایک سیاہ ترین شخص کو لے آیا اور کہا۔

۷۔ یہ تیرا باپ ہے۔

میں تو اسے دیکھ کر نہ صرف ڈر گیا بلکہ میں نے انکار کر دیا کہ میرا باپ گندمی رنگ کا حسین شخص تھا۔ تو کس کالے کو پکڑ کر میرا باپ بنا کے لے آیا ہے۔

میرے باپ نے سر جھکا کے کہا۔

ہمیں ایسی تیرا باب، ہوں مجھے شرمندہ نہ کر

میں نے کہا آپ مجھے کوئی نشانی دیں۔

میرے باپ نے مجھے میرا نام میری ماں کا نام۔ میرے نانا اور دادا کا نام بتایا۔ پھر کہا بیٹے تو خوش نصیب ہے میں بد قسمت تھا۔ میں نے بنی امیہ کو سب کچھ مان لیا تھا۔ آج پتہ چل رہا ہے کہ غلط کیا تھا بیٹے اکل محمدؐ کی محبت نہ چھوڑنا اس دنیا میں صرف محمدؐ ہی کا کوئی ٹھکانا ہے۔

جب مجھے یقین ہو گیا کہ دعاغایہی میرا باپ ہے تو میں نے پوچھا: ہم نے تو آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا تھا۔

آپ یہاں کیسے پہنچ گئے

اس نے کہا۔ بیٹے! تو تم تو دفن کر کے چلے گئے لیکن بعد میں کچھ افراد آئے انہوں نے مجھے میری اس قبر سے نکالا اور یہاں وادی برہوت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ یہاں آکر پتہ چلا کہ جتنے بھی دشمنان آل محمد ہیں وہ سب اس جگہ ہیں۔ مجھ سے پہلے مرنے والے دشمنان آل محمد بھی اسی جگہ ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ حب آل محمد کسی بھی جگہ دے اسی جنت البقیع میں لایا جاتا ہے۔ اور دشمن آل محمد جہاں مرے اسے یمن کی اس وادی برہوت میں ہی لایا جاتا ہے۔

میں نے کہا: کیا اب آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ نے اپنا مال کہاں چھپایا ہے۔

اس نے کہا: بیٹے گھر کے قریب جو ہمارا افلاں باغیچہ ہے اس میں درخت زیتون کے نیچے شمالی طرف سب کچھ دفن ہے جا کے نکال لے۔ دو لاکھ درہم ہیں۔

حضور! میں واپس آیا۔ وہ مال نکالا۔ ایک لاکھ درہم اپنے لیے گھر چھوڑ آیا ہوں۔ اور یہ ایک لاکھ درہم آپ کے لیے لایا ہوں۔ مہربانی فرما کر قبول فرمائیں اور انکار نہ فرمائیں میری دل شکنی ہو گئی۔

سواری زندہ ہو گئی :-

مفضل ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام باقرؑ مکہ اور مدینہ کے مابین تھے حج کو جا رہے تھے۔ ایک حاجی مسافر وہاں آیا اور عرض کی حضور! میری سواری کا گدھا تھا۔ وہ مر گیا ہے۔ اب میں تو اپنی جان بھی مکہ نہیں لے جا سکتا۔ یہ سامان کہاں لے جا سکتا ہوں۔

آپ نے مسکاکے فرمایا۔ کوئی اور سواری خریدے۔

اس نے عرض کیا: قبہ میرے پاس اتنا سرمایہ کہاں ہے کہ سواری خریدوں۔

آپ نے فرمایا۔ میں کوشش کرتا ہوں۔

اس نے عرض کیا حضور! آپ سرِ بابہ فرماہم کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ سواری کئی تلاشیں تک قافہ چلا جائے گا مجھے اپنے اس گدھے سے بڑا یاد تھا۔

آپ مہربانی فرما کر مجھے میرا گدھانندہ کروں۔

آپ اٹھے مردہ گدھے کے قریب آئے۔ دست دعا بلند کیے۔ اور عرض کیا۔ بار اہبا! تیرا یہ بندہ آل محمد کو آنے کی فکر میں ہے اسے اس کا گدھا لاٹا دے۔

ابھی تک آپ نے دعا ختم نہیں کی تھی کہ گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

وارث رسول :-

بصائر الدرجات میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام باقرؑ سے عرض کیا: کیا آپ وارثِ رسولؐ ہیں؟  
 آپ نے فرمایا: ہاں ہم وارثِ رسولؐ ہیں۔

میں نے کہا: کیا رسول اکرمؐ تمام ان علوم و کمالات کے وارث تھے جو سابقہ انبیاء کے پاس تھے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں آپ ان تمام علوم و کمالات کے وارث تھے جو تمام سابقہ انبیاء کے پاس تھے۔

میں نے کہا کیا آپ بھی مردوں کو زندہ بنانا کو شفا اور مبروحی کو تندرست کر سکتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا: ہاں باذن اللہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر آپ نے میری دونوں آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ تو میری بجاں ہو گئی۔

پھر پوچھا کیا اسی طرح بنا رہنا چاہتا ہے؟ ایسی صورت میں اگر تو نے آنکھوں سے کوئی جرم کیا تو اس عذاب لوں کے ساتھ شریک ہو گا جو وہ آنکھوں سے کرتے ہیں اور اگر پہلی حالت کو قبول کر لے تو پھر بلا حساب جنت

[illegible]

میں نے عرض کیا: قبلہ! بس مجھے وہی پہلی حالت منظور ہے۔  
آپ نے پھر میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو میں پہلے کی طرح ہو گیا۔

بجاریں مروی ہے کہ محمد ابن مسلم خراسانی بیچارہ تھا امام باقرؑ کو کسی نے بتایا کہ حضور خراسانی آپ کا بہت بڑا  
محب ہے اور آپ کے لیے کام کر رہا ہے۔ آج کل بیمار ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ جہاں تک ہمارے لیے کام کرنے کا تعلق ہے تو وہ اگر ہم سے پوچھ لیتا تو ہم اسے منع کر دیتے کیونکہ  
اس کے ساتھ فریب کیا جا رہا ہے۔

جہاں تک بیماری کا تعلق ہے تو اللہ سے جلد ہی شفا دے دے گا۔  
 پھر آپ نے غلام کو بلایا۔ اسے ایک گلاس میں شربت ڈال کر دیا اور فرمایا۔ محمد ابن مسلم خراسانی کے پاس جا اور اسے  
 یہ شربت پلا کے واپس آنا۔  
 کچھ دیر بعد ہم نے دیکھا۔ محمد ابن مسلم اور آپ کا غلام دونوں آگئے محمد بالکل تندرست تھا۔ محمد کی آنکھوں سے  
 آنسو بہہ رہے تھے۔

اہم بات فرمایا۔ کیا بات ہے۔  
 محمد نے عرض کیا۔ قید اپنی بد نصیبی کو رو رہا ہوں۔  
 آپ نے فرمایا۔ کون سی بد نصیبی۔  
 محمد نے عرض کیا۔ قید چار مجبوریاں ہیں میں ہر مجبوری کو اپنی بد نصیبی سمجھتا ہوں۔  
 آپ نے فرمایا۔ کون کون سی۔

محمد نے عرض کیا: پہلی مجبوری میرے مسلسل سفر ہیں۔  
دوسری مجبوری میری غربت اور ناداری ہے۔  
تیسری مجبوری آپ کے پاس آنے کا وقت کم ملتا ہے۔  
چوتھی مجبوری آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کر

آپ نے فرمایا۔ جہاں تک غربت اور ناداری کا تعلق ہے تو وہ یقیناً درست ہے کیونکہ ہمارے مالیوں کو نا اعلیٰ تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اہل کی وجہ واضح ہے کہ ہمارے مالیوں کا نصیب العین بہت کم ہے اور ہمارے اعداد کا نصیب العین دولت ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مولیٰ ناداری کا ٹھکانہ حلد ہو جاتے ہیں۔

جہاں تک مسلسل سفروں کا تعلق ہے تو یہ تیرے آقا اور ہمارے جدا مجرد سید الشہداء کی سنت ہے۔  
 جہاں تک قلت وقت کا تعلق ہے تو ہمارے موالی اس دنیا میں ہمیشہ سے قلت وقت کا شکار رہے ہیں۔  
 جہاں تک زیارت کا تعلق ہے تو اگر دل صاف ہو تو آنکھوں سے نہ سہی دل سے تو زیارت ہزاروں میل کے فاصلہ  
 بھی کی جا سکتی ہے۔

اور آنکھوں کی تشنگی پر اسد کی طرف سے اجر ملے گا۔

اعلام البوری میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک سال حج کے موقع پر کثرت حجاج سے متاثر ہو کر میں نے امام باقر کی خدمت عرض کیا۔

ماجیوں کی کتنی کثرت ہے اور قبیلہ کی کتنی زیادہ آواز ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر یوں کہہ تو بہتر ہے کہ۔

حجاج بیت اللہ کتنے کم ہیں اور شور و غل کتنا زیادہ ہے۔ کیا تو اپنی آنکھوں سے میری اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! آنکھیں کہاں ہیں جن سے تصدیق کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ یوں نہ کہہ۔

پھر آپ نے میری آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا تو مجھے تمام میدان عرفات نظر آنے لگا۔ خالی خالی کہیں کوئی انسان تھا ورنہ اکثریت اپنے اعمال کے مطابق مختلف شکلوں میں تھی۔

پھر پوچھا کیا دیکھ لیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ آقا آپ نے سچ فرمایا ہے۔ حاجی کم ہیں۔ لیکن یہ کیسے ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو بصیر جو کچھ اللہ نے ہمیں دیا ہے اگر ہم اس کا اظہار کریں تو لوگ ہمیں خدا سمجھنے لگیں ہم اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی عبادت سے کبھی تکبر نہیں کے اطاعت خدا سے کبھی نہیں اکتاتے۔ ہم اللہ کی توحید اور قدرت کے قائل ہیں اور معترف ہیں۔

خراج میں امام باقر سے مروی ہے کہ نبی ایدہ بھی سے بھی مرے گا وہ چھپکلی کی صورت میں مسخ ہو کر مرے گا۔ جب عبد الملک ابن مروان ہلاک ہوا تو بصورت چھپکلی مسخ ہو گیا۔ جب اس کے بیٹوں نے دیکھا تو ڈر کے دوسرے کمرہ میں چلے گئے کچھ دیر بعد واپس آئے تو وہ چھپکلی بھی غائب تھی۔

آخر انہوں نے لکڑی کا بت بنایا اسے کفن پنا کر دفن کر دیا۔ اس راز سے اولاد عبد الملک کے علاوہ اللہ اور وحی رسول ہی واقف ہیں۔

علم غیب :-

۱۔ بھارت میں ابن عطا سے مروی ہے کہ مکہ میں تھا۔ مجھے شدید خواہش ہوتی ہے کہ امام باقرؑ کی زیارت سے مشرف ہوں۔

چنانچہ میں مکہ سے چلا۔ مدینہ کے قریب پہنچا۔ تو موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اور مجھے مروی نے آگھرا۔

تقریباً نصف شب کے قریب ہی آپ کے دروازہ پر پہنچا۔

یہ سوچ کر دروازہ پر بیٹھ گیا کہ اب آقا کو بے آرام نہیں کرنا۔ تھوڑی سی رات باقی ہے۔ صبح قریب ہے۔ اتنے میں نے مولا کی آواز سنی۔

کینز سے فرما رہے تھے جلدی جا این عطا سردی سے دروازہ پر ٹھٹھہ رہا ہے۔ دروازہ کھول۔

۲۔ رجال کشی میں محمد سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقرؑ کے دروازہ پر آیا۔ زیارت کرنا چاہتا تھا۔ دو تین آدمی ادر بھی منتظر تھے۔

انہیں تو اجازت مل گئی لیکن مجھے روک دیا گیا۔

میں پریشان ہو کر گھڑ آیا۔ اور نگین حالت میں بستر پر گر گیا۔ پھر سوچنے لگا۔ آخر مذہب صرف شیعوں ہی تو نہیں ہے۔

مہذبہ بھی ہے۔ قدریہ بھی ہے۔ حروریہ بھی ہے اور زیدیہ بھی ہے۔

اسی نکر میں تھا کہ دق الباب ہوا، دروازہ پر کیا۔ قاصد کھڑا ہوا تھا۔ پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے امام باقرؑ نے تجھے بلا لانے کا حکم دیا ہے۔

میں واپس آیا۔ لباس پہنا اور غلام کے ساتھ آگیا۔

جب میں بیٹھ گیا۔ تو امام باقرؑ نے فرمایا۔

محمد! حق نہ مرجہ کے ساتھ ہے۔ نہ قدریہ کے ساتھ ہے۔ نہ حردیہ حق پر ہیں اور نہ نہیدیہ حق پر ہیں ہم حجت خدا میں حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم حق کے ساتھ ہیں۔

یہ سنکی میں آپ کے قدموں پر گر گیا۔ اور اپنی غلط فکر کی معافی مانگی۔

۳۔ بضاحہ میں کٹائی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقرؑ کے دروازہ پر آیا۔ دق الباب کیا۔ جب کھینزے دروازہ کھولا۔

میں نے کہا۔ جا مولا سے میرے لیے اجازت لے کے آ۔

آپ نے اندر سے فرمایا۔ کنفی آجا۔

میں اندر گیا اور عرض کیا قبلہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جس طرح یہ دیواریں ہمارے سامنے بصورتِ حجابِ حاصل ہوئی ہیں۔ اگر ہمارے سامنے جی رحِ حاصل ہوں تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے۔

خارج میں ابد بصیر سے مروی ہے کہ امام باقرؑ کے پاس ایک ایرانی آیا۔ آپ نے فرمایا: تیرے باپ کا کیا حال ہے۔

اس نے عرض کیا۔ الحمد للہ ٹھیک ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب تو جرجان میں تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔

تیرے بھائی کا کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا بلقیس میں وہاں سے چلا تھا اس وقت بخیریت تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے ایک صلح نامی شخص نے قتل کر دیا ہے۔

خواسانی رو دیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جنت میں گئے ہیں اور اس دنیا کی نسبت یقیناً جنت ان کے لیے

بہتر تھی۔

خواسانی نے عرض کیا۔

قبلہ! جب میں چلا میرا بیٹا بیمار تھا آپ نے اس کے متعلق نہیں پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ تیرا بیٹا تندرست ہو گیا۔ اسے تیرے بھائی نے اپنے بیٹی دی ہے جب تو واپس آجائے گا تو

اس کا بیٹا پیدا ہوگا۔

جس کا نام علی ہوگا۔ جو ہمارا شیعہ ہوگا۔

البتہ تیرا بیٹا ہمارے دشمنوں سے ہے۔

خراج میں ابولصیر سے مروی ہے کہ ایک دن مسجد نبوی بھی امام باقرؑ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ منصور دوانیقی اور داؤد

آئے۔ داؤد نے آکر پہلے سلام کیا۔ پھر بیٹھ گیا۔

البتہ منصور قریب نہ آیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ منصور کو کیا ہوا ہے وہ یہاں کیوں نہیں آیا۔

داؤد نے کہا۔ آپ تو جانتے ہیں ذر شکر رہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ایک دن وہ بھی آئے گا جب منصور تخت نشین ہوگا۔ لوگوں کی گردنیں اڑائے گا مشرق و مغرب

پراس کا قبضہ ہوگا۔

کافی لمبی زندگی ملے گی اتنی دولت جمع کرے گا کہ اس سے قبل کسی نے اتنی نہ کی ہوگی۔

داؤد اٹھا منصور کے پاس گیا۔ اسے تمام بات بتائی۔

منصور آیا سلام کیا۔ اور آپ کے قریب بیٹھ ہوئے کہنے لگا۔ خدا جانتا ہے میں صرف آپ کی عظمت کے

پیش نظر آپ کے پاس کم آتا ہوں۔

یہ داؤد کیا کہہ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر وہی کہہ رہا تھا جو میں نے کہا ہے تو سچ کہہ رہا تھا۔



منصور نے کہہ دیا کہ ہماری حکومت آپ کی حکومت سے چھین ہوگی  
آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

منصور نے کہا۔ میری اولاد میں سے بھی کوئی حکمران ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

منصور نے پوچھا۔ حکومت بنی امیہ کی مدت زیادہ ہوگی یا ہماری حکومت کی؟

آپ نے فرمایا۔ تمدنی حکومت کی مدت بنی امیہ کی حکومت سے بہت زیادہ ہوگی۔ تھلے بچے حکومت سے  
اس طرح کھیلے گئے جس طرح بچے گیند سے کھیلے ہیں۔

جب منصور حکمران بن گیا۔ تو اکثر امام باقرؑ کی اس پیش گوئی کو یاد کر کے حیران ہوتا تھا۔

۶۔ بجا میں فضیل ابن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آل جعفر حکمران  
ہوگی۔ آل فلاں حکمران ہوگی۔

اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جہاں تک آل جعفر کا تعلق ہے ان کی کوئی حکومت نہیں ہے۔ البتہ آل فلاں حکمران ہوگی۔

یہ لوگ اقرباء کو دور کر دیں گے۔ دور والوں کو مقرب بنالیں گے۔ ان کی حکومت ہمارے لیے انتہائی تکلیف کا باعث  
ہوگی۔ ہمیں اس حکومت میں چین کا سامن لینا نصیب نہیں ہوگا۔ ان کی حکومت میں کبھی بھی کوئی اچھی خبر نہ سنے گا۔ ہر  
طرف افراتفری ہوگی۔ لیکن ایک ایک وقت آئے گا جب سکون ہوگا۔ اطمینان ہوگا۔ جب یہ لوگ عذاب خدا سے  
اپنے کو محفوظ سمجھ لیں گے اس وقت ان کی حکومت کا تختہ الٹ جائے گا۔ اور ان کی یہ حالت ہوگی کہ ان کی لاشیں پر  
آفسرہانے والا تک کوئی نہ رہے گا۔

کسی ظالم حکمران خاندان کے وارث ختم نہیں ہوتے۔

لیکن آل فلاں کے وارث مرجائیں گے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! آل فلاں کا کوئی بھی بچہ نہ رہے گا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں جس جس کے دامن پر ہمارے خون کے قطرات ہوں گے وہ نہیں بچیں گے۔

۷۔ بجا میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ مجھے امام باقرؑ نے بتایا ہے۔ ایک دن ہشام نے مجھے بلا بھیجا۔ جب میں وہاں

گیا۔ تو وہ مجھے اپنے قریب کرتا چلا گیا۔

حتیٰ کہ میں اس کے بالکل قریب ہو گیا۔

ہشام نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تو وہی ابو جعفرؑ جو بنی امیہ کی حکومت کو ختم کرے گا۔

میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ پھر وہ کون ہے۔

میں نے کہا۔ ابو جعفر سفاح ہے۔

مہشام نے کہا۔ کب ہوگا۔

میں نے کہا۔ بس اب وقت قریب آچکا ہے۔

۸۔ روضہ الکافی میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ ہم امام باقر کے پاس بیٹھے تھے۔ باتوں باتوں میں اموی حکومت کا ذکر مل نکلا۔

آپ نے فرمایا۔ جو شخص بھی ہشام کے خلاف خرد کرے گا وہ کامیاب ہو گا لیکن ہشام کی حکومت بیس برس تک ہے۔

یہ سنکر ہم پریشان ہو گئے۔

آپ نے فرمایا۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ اللہ جب کسی کی رسی کھینچتا چاہے تو اسے دیر نہیں لگتی۔  
میں نے زندہ سے کہا۔ یہ ابدان فزائیات ہے۔

دینے لگا۔ میں نے اپنی موجودگی میں دیکھا ہے کہ ہشام کے دربار میں ہشام کی موجودگی میں نبی اکرمؐ پر سب کیا گیا۔ لیکن ہشامؓ سے مس تک نہ ہوا۔ اس سے میں نے اندازہ کر لیا ہے کہ اس کی عمر ہردن کم سے کم تڑھوتی چلی جا رہی ہے۔

۹۔ خراج می ابو بکر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن مدینہ کے بہت سے لوگ میرے بابا کے پاس بیٹھے تھے کہ۔

انہوں نے فرمایا۔ لوگو! اگلے سال تمہارے اس مہینہ پر ایک شخص چار ہزار کے لشکر کے ساتھ چلے کرے گا۔ تین دن تک مسلسل تلوار چلے گا۔ تم اس کا دفاع نہ کر سکو گے۔ آج ہی سے اپنے تحفظ کا سامان تیار کر لو۔

جن لوگوں کو آپ کی بات پر یقین تھا۔ انہوں نے مدینہ چھوڑ دیا۔ اگلے سال میرے بابا بھی ہاشم اور اپنے اہل و عیال کو لے کر سرون شہر چلے گئے۔

لیکن اہل مدینہ کی اکثریت نے پروانہ کی۔ آخر وہی ہوا۔ نافع ابن ازرق نے حملہ کیا۔ اور اہل مدینہ کی عزت و ناموس کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

۱۰۔ خراج میں عبداللہ ابن معاویہ سے مروی ہے کہ ایک دن مجھے آل مروان میں سے حاکم مدینہ نے بلایا۔ اور کہنے لگا۔

مجھے تم پر اعتماد ہے اس لیے میں نے تجھے بلایا ہے کہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جو کام میں تیرے ذہن کروں گا

تو یقیناً پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔

میری خواہش ہے کہ تو امام باقرؑ اور زید ابن حسن سے ملاقات کر اور انہیں میرا یہ پیغام دے کہ تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو وہ اچھا نہیں ہے۔ مجھے جتنی بھی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ تم اموی حکومت کے خلاف مجاذرائی کے لیے میدان ہموار کر رہے ہو۔

میں حاکم مدینہ سے رخصت ہو کر واپس آیا تو امام باقرؑ مجدد نبویؐ میں تشریف لارہے تھے راستہ ہی میں ملاقات ہو گئی۔

جب میں آپ کے قریب ہوا تو مسکرائے اور فرمایا۔

کیا تجھے اس طائفہ نے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ امام باقرؑ اور زید ابن حسن کو میرا فلاں پیغام پہنچا کے آ۔ جتنی باتیں امیر مدینہ نے کی تھیں ایک ایک بات آپ نے اسی طرح بتائی جیسے ہمارے ساتھ ہوں۔ پھر فرمایا تو بکھراں تک اس کی گورزی تم ہو جائے گی۔

دوسرے دن وہی ہوا۔ اسے معزول کرنے کے احکام پہنچ گئے۔ اور مصحیح دیا گیا۔

۱۱۔ رجال کشی میں اسماعیل ابن ابو حمزہ سے مروی ہے کہ ایک دن امام باقرؑ بیرون مدینہ ایک باغ میں آئے ہیں سلیمان ابن خالد بھی ان کے ساتھ تھے۔

سلیمان نے سوال کیا۔

قبلہ کیا امام دن کے تمام حالات جانتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا امام اولی الامر ہوتا ہے۔

سلیمان نے عرض کیا ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے نبی اکرمؐ کو مبعوث برسات کیا ہے۔ امام صرف دن کے نہیں

ایک ماہ کے بلکہ ایک سال کے حالات جانتا ہے۔

سلیمان! تجھے معلوم ہے کہ ہر شب قدر لام کے پاس ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں۔

سلیمان نے عرض کیا۔ حضور! نص قرآن ہے ہر ایک کو معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ شب قدر ہر امام کو اس رات سے لے کر آئندہ برس تک اپنی حدود امامت کے تمام پیش

آنے والے حالات سے مطلع کر دیا جاتا ہے۔

ابھی میں تجھے مطمئن کرتا ہوں۔

کچھ ہی فاصلہ چلے گئے کہ آپ نے فرمایا۔ ابھی اسی وقت راستہ میں تمہیں دو شخص ملیں گے جنہوں نے چوری کی

ہوئی ہے اور وہ اسے ہضم کر چکے ہیں۔

ابھی تک ہم بمشکل ایک فراگمک چلے ہوں گے کہ دو شخص آتے ہوئے دکھائی دیئے  
امام باقرؑ نے اپنے غلاموں سے فرمایا۔

یہ دونوں چور ہیں انہیں گرفتار کرلو۔

غلام دونوں کو گرفتار کر کے امام باقرؑ کے پاس لائے۔

آپؑ نے فرمایا۔ تم نے چوری کی ہے۔

دونوں نے اللہ کی قسم کھائی کہ ہم نے کچھ بھی نہیں چرایا۔

آپؑ نے فرمایا۔ دیکھو سیدھی طرح مان لو کہ تم نے چوری کی ہے۔ ورنہ میں اس جگہ کی نشاندہی بھی کر دوں گا  
جہاں تم نے چوری کا مال چھپایا ہے اور مالک مال کو بھی اطلاع دے دوں گا۔ پھر وہ تمہیں امیر مدینہ کے سپرد  
کر دے گا۔

پھر اس کا انجام تمہیں معلوم ہے کہ کیا ہو گا؟ سوچ لو۔

انہوں نے پھر اپنی قسم دہرائی۔

امام باقرؑ نے غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں باندھ کر یہیں چھوڑ دو۔ اور سلیمان کے ساتھ اس بہاڑ پر چلے جاؤ  
فلاں جگہ غار ہے۔ سلیمان تم اس کے اندر چلے جانا۔ ان کا چوری کیا ہوا مال اسی غار میں ہی رکھا ہے۔  
اٹھا لاؤ۔

غلام اور سلیمان چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے ان کے ساتھ دو گٹھریاں تھیں۔

آپؑ نے فرمایا سلیمان۔ اگر کل تک مدینہ میں رہ گیا۔ تو تو اور بھی حیرت انگیز بات دیکھے گا۔

دوسرے دن علی الصبح امام باقرؑ ہمیں ساتھ لے کر امیر مدینہ کے پاس آئے۔ وہاں پہلے سے وہ شخص موجود تھا  
جس کا مال چوری ہو چکا تھا۔

اس کے ساتھ کچھ اور افراد بھی تھے جن پر اس نے چوری کا الزام لگا رکھا تھا۔

امیر مدینہ انہیں سخت سخت کہہ رہا تھا۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی چور نہیں ہے۔ انہیں رہا کر دے۔ چور بھی میں نے کل  
پکڑے ہیں۔

پھر آپؑ نے مالک مال سے پوچھا۔ تیرا کیا چرایا گیا ہے۔

اس نے وہ کچھ بتایا جو نہیں چرایا گیا تھا۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ جھوٹ بول رہا ہے۔

اس نے کہا۔ آپ کو کیا پتہ۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے تیرے گھر میں رکھے ہوئے سامان کی ایک ایک چیز کا علم ہے۔ اگر تو چاہے تو تجھے یہ بتا دوں کہ اس وقت تیرے پاس کیا کچھ ہے اور تیرے دل میں کیا ہے۔

آپ نے غلام کو حکم دیا کہ فلاں گٹھڑی اٹھا کے لے آ۔

امیر مدینہ سے فرمایا۔ کہ میں نے تو اس گٹھڑی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میرے غلام اسے اٹھا کر لے آئے ہیں۔ مجھے ان غلاموں پر اسی طرح اعتماد ہے جس طرح اپنی ذات پر ہے۔ انہوں نے بھی میری گٹھڑی اٹھائی ہے۔ انہیں یہ تک علم نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے اس گٹھڑی میں کیا ہے۔ اگر یہ تسلیم کرے کہ جو کچھ اس میں ہے وہ اس کا ہے تو بچھا۔

ورنہ پھر یہ اس کا مال نہیں کسی اور کا ہوگا۔ اس کا دلوئی غلط ہوگا۔

ہاں ان دونوں کو چوری کی سزا بھی دے دی جائے تاکہ میں گھر جاؤں۔ دوسری گٹھڑی کا مالک کل آئے گا۔ اسے میرا ہی بھیج دینا۔ وہ بربری ہے۔

امیر مدینہ نے دونوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

انہوں نے کہا۔ نہ ہم نے اقرار کیا ہے۔ اور نہ ہمارے خلاف دو گواہ ہیں۔ آپ کس بنیاد پر ہمیں سزا دے رہے ہیں۔

امیر مدینہ نے کہا۔ جس شخص نے تمہارے خلاف گواہی دی ہے اگر یہ پورے مدینہ کے خلاف گواہی دے دے تو میں اس کی ایک کی گواہی پر پورے مدینہ کو سزا دے سکتا ہوں۔

پھر دونوں کے ہاتھ کاٹے گئے۔

ایک نے اعتراف کر لیا کہ واقعا ہم چور تھے۔ اور اللہ کی حمد ہے کہ فرزند رسولؐ کے فیصلہ سے میں آتش جہنم سے بچ گیا ہوں۔

آپ دربار سے اٹھ کر واپس آ گئے۔ امیر مدینہ نے اس شخص سے پوچھا۔ دیکھ امام باقرؑ اب نہیں ہیں۔ سیدھی طرح بتا دے کہ تیرا کیا چوری ہوا ہے۔ ہر شخص کے سامنے غلط بیانی اچھی نہیں ہوتی۔ مجھے معلوم ہے کہ امام باقرؑ آل محمدؑ سے ہیں۔ اور آل محمدؑ سے ایک فرد ہمیشہ ایسے رہتا ہے جو علم میں اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔

اس نے کہا۔ واقعا امام باقرؑ نے درست فرمایا ہے۔ میرا یہی مال تھا۔

تیسرے دن بربری آ گیا۔ اس نے امیر مدینہ سے چوری کی شکایت کی۔

امیر مدینہ نے اسے امام باقرؑ کے پاس بھیج دیا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ اگر میں تجھے بتا دوں کہ تیرا مال کس جگہ سے چوری کیا گیا ہے۔ اور کتنا مال ہے۔



کتنا مال ہے۔

تو؟

اس نے عرض کیا: اگر آپ مجھے بتادیں تو میں آپ کو واجب الطاعت امام تسلیم کر لوں گا۔  
 آپ نے فرمایا: اس سامان میں دو ہزار دینار ہیں۔ ان میں سے ایک ہزار دینار تیرا ذاتی ہے۔ اور ایک ہزار  
 دینار محمد بن عبد الرحمن کا ہے۔ اور اتنے کپڑے ہیں۔ جن میں سے ایک جوڑا تیری بیوی کا ہے۔ ایک تیرے لڑکے  
 کا ہے اور ایک جوڑا تیرا بیٹا ہے۔

اس نے اعتراف کیا۔ کہ جو کچھ آپ نے بتایا ہے بالکل درست ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ علم الہی کا مخزن  
 اور معدن رسالت ہیں۔

۱۲۔ خراج میں مدید سے مروی ہے کہ ہم امام باقر کے پاس بیٹھے تھے کہ کثیر افراد آیا۔ اور کہنے لگا: مغیرہ ابن سعید  
 آپ کے متعلق کہتا پھر تا ہے کہ۔

آپ کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو آپ کو مومن و کافر بتاتا ہے۔

آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر چلا گیا۔

آپ نے فرمایا: اس کی ولادت درست نہیں ہے۔

کوفہ کے چند افراد بھی وہاں بیٹھے سن رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب ہم واپس کوفہ آئے تو کثیر کی تحقیق  
 شروع کر دی۔

بالآخر ہم اس قید میں آئے جس میں کثیر پیدا ہوا تھا ہم نے حالات معلوم کیے تو ان لوگوں نے ہمیں ایک بڑھیا  
 کے پاس بھیجا۔

ہم اس بڑھیا کے پاس آئے اور پوچھا۔

ابو اسماعیل کیا آدمی ہے۔

اس نے کہا: کیا کثیر کی بات کر رہے ہو؟

ہم نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: کیا اس کی شادی کرنا چاہتے ہو۔

ہم نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: لڑکی کو جہنم میں نہ ڈالو۔ بخدا! اسی گھر کے اس چوتھے کمرہ میں اس کی ماں زنا سے حاملہ ہوئی تھی

اور اس کا نتیجہ یہ کثیر ہے۔

۱۳۔ خراج میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک افریقی شخص امام باقر کے پاس آیا۔

محمد علی بن محمد  
 حیدر آباد، سندھ، پاکستان

آپ نے فرمایا راستہ کا کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا۔ الحمد للہ اچھا تھا

آپ نے فرمایا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔

افریقہ نے پوچھا۔ کیا وہ فوت ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں تیرے وہاں سے چلنے کے دو دن بعد فوت ہو گیا ہے۔

افریقہ نے عرض کیا: قبلہ وہ تو بھلا چمکا تھا۔ اسے نہ کوئی بیماری تھی اور نہ تکلیف وہ کیسے مر گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب انسان کا وقت آجاتا ہے تو پھر بیماریاں از خود پیدا ہو جاتی ہیں۔

افریقہ نے عرض کیا۔ آپ کو کیسے پتہ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت نبوت اللہ کی عین ناظرہ اور اذن سامعہ ہیں۔ ہم سے کیا پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ تمہارا

ایک ایک عمل جاری نظروں میں ہوتا ہے۔ اپنے کونٹری کی عادت ڈالو تاکہ تم تمہیں اچھے اعمال میں دیکھیں ہیں انہی

اولاد اور اپنے شیعوں کی یہی وصیت کرتا رہتا ہوں۔

۱۴۱۔ اصول کافی میں ابو بکر خضیری سے مروی ہے کہ جب امام باقرؑ کو شام نے شام میں بلایا۔ جب آپ در دربار پہنچے

تو ہشام نے اپنے دربار میں موجود بنی امیہ سے کہا۔

جب محمد بن علی آ کر میرے پاس بیٹھ جائے تو سب سے پہلے میں سیاسی اختلاف پر اسے تنبیہ کروں گا۔ جب میں

خاموش ہو جاؤں تو تم لوگ یہ بے بعد دیگے باری باری خوب سنانا۔

اس کے بعد ہشام نے آپ کو دربار میں داخلہ کی اجازت دی۔ جب آپ اندر تشریف لائے تو آپ نے بلا امتیاز

السلام علیکم۔ کہا۔ اور بیٹھ گئے۔

ہشتم یہ دیکھ کر آگ بجولا ہو گیا۔ کیونکہ آپ نے نہ تو اسے مخصوص خلافت سے سلام کیا اور نہ ہی آپ نے بیٹھنے

کی اجازت مانگی۔

مشام نے کہا۔ اے اک محمد! آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ ہم لوگوں نے ہمیشہ کسی کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔ اسی

طرح جو اس کے منہ میں آیا وہ بکثرت بار جب وہ تھک کر چپ ہو رہا تو درہار میں موجود امویوں نے باری باری

بولنا شروع کر دیا۔

ایک خاموشی سے سنتے رہے۔ جب تمام خاموش ہو گئے تو آپ نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ دن دری دن ہے جو محمد مصطفیٰ کے آئے تھے۔ اور اللہ وہی اللہ ہے جس نے محمد کو

تبلیغ دین کے لئے مبعوث کیا تھا۔ جس طرح تمہارے اکہاء کو اللہ نے ہمارے اکہاء کے ذریعہ ہدایت دی تھی

اسی طرح تمہیں بھی اللہ دین کی ہدایت ہمارے ہی ذریعہ سے ملے گی۔

یاد رکھو نبی امیر! یہ چند روزہ حکومت و اقتدار فانی ہے۔ اگر تمہارے اوائل اس اقتدار پر ہمیشہ کے لیے ہی برا جہان نہیں رہ سکے۔ اور آج اللہ کے ہاں ہیں اسی طرح تمہیں بھی ہمیشہ کے لیے نصیب نہیں ہوگا۔ نہ تو اللہ کو کسی قسم کی جلدی ہے اور نہ ہی ہمیں جلدی ہے۔ ایک دن یہ اقتدار ہمارے پاس آئے گا۔ اور پھر کسی کے پاس نہ جائے گا۔

ہشام نے حکم دیا کہ امام باقرؑ کو مع ان کے اصحاب کے زندان میں ڈال دیا جائے۔ جب آپ زندان میں گئے تو تمام قیدی آپ کے قدموں پر گر گئے۔ اور بنی امیہ پر نفرین کرنے لگے۔

داروغہ نے ہشام کو اطلاع دی کہ اگر امام باقرؑ چند دن زندان میں رہ گیا۔ تو تمام اہل شام تیرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ہشام نے حکم دیا کہ انہیں زندان سے باہر نکال کر مدینہ واپس بھیج دیا جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہی منادی کرا دی کہ کوئی دکاندار فرزند رسولؐ اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی کے ہاتھ کسی قسم کی کھانے کی کوئی چیز نہ فروخت نہ کرے۔

شام کی تمام دکانیں بند ہو گئیں۔ آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ بیرون شام آئے۔ راستہ میں شام سے ایک منزل دور عیسائیوں کی ایک بستی تھی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو ان بستی والوں نے بستی کے دروازے بند کر دیئے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ۔

شام سے مدینہ تک تمام راستہ میں آنے والی بستیوں میں ہشام کا شاہی حکم پہنچ چکا ہے کہ فرزند رسولؐ محمدؐ ابن علیؑ اور اس کے ساتھیوں کو نہ رہائش کی جگہ دی جائے۔ اور نہ کھانے پینے کا سامان فروخت کیا جائے۔

آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا۔

قہاب بھوک اور پیاس سے چلنا محال ہے۔

وہ بستی پہاڑ کے دامن میں تھی۔ آپ اس پہاڑ پر چڑھنے اور باواز نہ بلند فرمایا۔

یا اهل القرية الظالم اهلها۔ انا بقية الله۔ اے بستی کے ظالم باسیو! میں بقیہ اللہ ہوں۔

قال الله تعالى بقية خير لکم ان کنتم اللہ کا ارشاد ہے اگر تم مومن ہو تو بقیہ اللہ تمہارے لیے

مومنین لیس اللہ علیکم بواکیل بہتر ہے۔ میں تمہارا محافظ نہیں ہوں۔

آپ کی یہ آواز بستی میں پہنچی۔ تو بستی کے ایک بوڑھے شخص نے بستی والوں کو جمع کیا۔ اور ان سے کہا۔

یقین کر دو یہ قرہی دعا ہے جو شعیب بنی نے کی تھی۔ اگر تم لوگوں نے اس دعا پر کان نہ دھرے تو عذاب خدا میں



مبتلا ہو جاؤ گے۔ اگر میری بات مانتے ہو تو بستی کے دروازے کھول دو۔ اس شخص کی مہمان نوازی کرو۔ میں نے آج تک تمہیں کوئی غلط بات نہیں کی۔

لوگوں نے بستی کے دروازے کھول دیے۔

امام باقرؑ اپنے ساتھیوں سمیت بستی میں آئے۔

بعد میں جب ہشام کو پتہ چلا تو اس نے اس بوڑھے کو گرفتار کر کے اپنے پاس بلایا۔ اور اسے سزائے موت دے دی۔

۱۵۔ خراج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک ابن مروان نے میرے بابا کو شام بلایا۔ آپ نے مجھے سا تھرایا۔ اور روانہ ہو گئے راستہ میں جب ہم جناب شیب کی بستی میں پہنچے تو وہاں تمام لوگ ایک جگہ جمع تھے۔ ہم بھی وہیں بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد چند افراد ایک بوڑھے شخص کو مہلادے کر اس مجمع میں لائے یہ شخص اتنا بوڑھا تھا کہ اس نے اپنے ابرویں سے اوپر باندھ رکھے تھے۔

ایک نمبر رکھتا تھا۔ اس بوڑھے کو نمبر پر بٹھا دیا گیا بوڑھے نے خطبہ شروع کیا۔ اس کی زبان میں کثرت انگمی۔ چند بار جب ایسا ہو تو تمام حاضرین حیران رہ گئے۔ وہ خود بھی پریشان ہو گیا۔

اس نے یو چھپا۔ ہماری اس محفل میں آج کوئی اجنبی ہے۔

تمام لوگوں نے ادھر ادھر دیکھ کر ہماری طرف اشارہ کیا۔

وہ بوڑھا منبر سے اتر کر ہمارے پاس آیا۔ اور

اس نے پوچھا۔ کیا آپ ہم سے ہیں۔ یا امت مرحومہ سے؟

میرے بابا نے جواب دیا۔ امت مرحومہ سے۔

بوڑھے پادری نے کہا۔ کیا آپ اس امت کے علماء سے ہیں۔

میرے بابا نے فرمایا۔ میں اس امت کے جہاد سے نہیں ہوں۔

پادری نے کہا: اگر اجازت ہو تو ایک دو باتیں پوچھ لوں۔

میرے بابا نے فرمایا: بھوتیراجی چاہے پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ یہ بتائیں کہ جب اہل جنت جنت کے میوے کھائیں گے تو کیا ان میووں میں کمی ہوگی۔

میرے بابا نے فرمایا۔ نہیں

پادری نے کہا۔ کوئی دلیل؟

میرے بابا نے فرمایا: تورات، زبور، انجیل، اور قرآن ان چاروں الہامی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ میرا ہے جنت اہل جنت کے کھانے سے کم نہیں ہوں گے۔  
پادری نے کہا: جب اہل جنت جنت میں کھائیں گے اور میں گے تو کیا انہیں بول و براز کی حاجت ہوگی؟

میرے بابا نے فرمایا: نہیں۔

پادری نے کہا: دنیا میں ایسی کوئی مثال۔

میرے بابا نے فرمایا: دنیا میں موجود ہر انسان اس کی مثال ہے۔ ہر شخص شکم مادر میں کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے لیکن بول و براز نہیں کرتا۔

پادری نے کہا: آپ مجھے ایسے دو جڑواں بھائی بتائیں جو ایک دن پیدا ہوئے، ایک دن فوت ہوئے لیکن وقت وفات ایک کی عمر ڈیڑھ سو برس اور دوسرے کی ریچاس برس تھی؟

میرے بابا نے فرمایا: یہ جناب عزیر اور اس کے بھائی عذرہ ہیں جو ایک دن پیدا ہوئے، بیس برس کی عمر میں جناب عزیر کو اللہ نے فوت کیا، سو برس بعد اسے دوبارہ زندہ کیا۔ بیس برس بعد میں زندہ رہے، عذرہ کی پہلی مرتبہ اور عزیر کی دوسری مرتبہ وفات ایک دن ہوئی، لیکن عذرہ ڈیڑھ سو برس کا اور عزیر پچاس برس کا تھا۔ اس کے بعد میرے بابا اس محفل سے اٹھ کر باہر تشریف لے آئے۔

کچھ دیر بعد پادری کی طرف سے کچھ آدمی آئے۔ اور انہوں نے میرے بابا سے کہا: ہمارا پادری آپ کو بلاتا ہے۔

میرے بابا نے فرمایا: مجھے تو آپ کے پادری سے کوئی کام نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی کام مجھ سے ہے تو خود آجائے۔

جب انہوں نے جا کر بتایا: تو پادری چل کر ہمارے پاس آیا۔ بابا کے سامنے دو زنانہ ہو کر بیٹھا تھا اور عرض کیا:

آپ کا نام کیا ہے؟

میرے بابا نے فرمایا: محمد۔

پادری نے کہا: کیا آپ محمد نبی ہیں۔

میرے بابا نے فرمایا: میں محمد کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔

پادری نے کہا: آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟

میرے بابا نے بتایا: فاطمہ۔

پادری نے کہا۔ کہیں آپ اس کے پرتے تو نہیں جسے عربی میں علی اور عبرانی میں ایلا کہا جاتا ہے۔  
میرے بابا نے فرمایا۔ ہاں اسی کا پوتا ہوں۔

پادری نے کہا۔ آپ شیر کے بیٹے ہیں یا شیر کے؟  
بابا نے فرمایا۔ شیر کے۔

پادری نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور کہنے لگا۔

اس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے جب شام میں عبدالملک کے پاس آئے تو وہ اپنے تخت سے نیچے اترتا  
بابا کو تخت پر بٹھایا۔

اور کہنے لگا۔ اشہدان لا الہ الا اللہ وان جددک محمد رسول اللہ وعلی ولی اللہ۔

ایک مسئلہ درپیش ہے علمائے شام اس کا جواب نہیں دے سکے آپ کو تکلیف دی ہے۔

بابا نے فرمایا۔ کیا مسئلہ ہے۔

عبدالملک نے کہا۔ اگر اللہ کا مقرر کردہ واجب الطاعت امام شہید ہو جائے تو دنیا میں اس کی علامت کیا  
ہوتی ہے۔

بابا نے فرمایا۔ روئے ارض پر جہاں سے بھی پتھر اٹھایا جائے اس کے نیچے سے خون ابلتا ہے۔

عبدالملک نے کہا۔ واقعی ہی علامت ہے۔

جس دن آپ کا دادا علی ابن ابی طالب شہید ہوا تھا اس دن ہمارے گھر کے دروازہ پر ایک پتھر تھا میرے  
باپ مردان نے اسے ایک طرف کرنے کا حکم دیا۔ اس کے نیچے سے خون ابلنے لگا۔ میرے باغ میں ایک حوض تھا۔

اس کے کناروں پر سیاہ پتھر لگے ہوئے تھے۔ جس دن فرزند رسول کر بلا میں شہید ہوا اسی دن میں نے وہ پتھر وہاں  
سے ہٹا کر ان کی جگہ سفید پتھر لگانے کا حکم دیا۔ ہر پتھر کے نیچے سے خون ابلتا نظر آیا۔

اب اگر آپ یہیں شام میں قیام فرمانا چاہیں تو چشم مارو شش

میرے بابا نے فرمایا۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں واپس مدینہ جا کر مزار رسول پر رہنے کو زیادہ  
پسند کروں گا۔

عبدالملک نے ہمیں تو بخوشی اجازت دے دی۔ لیکن ساتھ ایک پیغام شام سے مدینہ تک بھیجا دیا۔ کہ  
امام باقرؑ کو راستہ میں نہ کہیں رہنے کی جگہ نہ دی جائے اور نہ کھانے کو کھانا اور پانی دیا جائے۔ جب ہم واپس آئے تو

ہمیں کئی دن تک کھانے۔ پینے اور رہنے کو کچھ نہ ملا۔

جب ہم مدائن شعیب میں پہنچے تو ان لوگوں نے بھی اپنی بستی کے دروازے بند کر دیئے۔ یہ بستی پہاڑ کے  
دامن میں تھی۔

میرے بابا اس پہاڑی پر چڑھے اور باواز بلند فرمایا۔

اتی مدین اخاہم شعیبا قال یا قوم  
اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ  
ولا تنقصوا المکیال والمیزان ولا  
تحتسوا الناس اشیائہم ولا تعثوا  
فی الارض مفسدین بقیۃ  
اللہ خیر لکم

ان کنتھ مومنین واللہ انا بقیۃ اللہ۔

لوگوں نے میرے بابا کی یہ آواز سنکر اس یاد رسی کو ماطلاع دی۔

وہ باوری اسی وقت ہمارے استقبال کو باہر آیا۔

جب شہر کے حکمران کو یہ چلا تو اس نے یادری کو گرفتار کر کے شام بھجوا دیا۔

میرے بابا نے مجھے فرمایا۔ اس یادری کے شام پہنچے سے قبل عید الملک اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

امام محمد باقر اور مخالفین

۱۔ ارشاد شیخ مفید کے مطابق عبد اللہ ان عطا کی کہا کرتے تھے۔

میں نے اپنے علماء میں سے کسی کو بھی کسی کے سامنے اتنا کتر محسوس نہیں کیا جتنا خود علماء اپنے آپ کو محمد ابن علی کے سامنے کتر محسوس کرتے تھے۔ حکم ابن عیینہ اپنے اہل مسلک میں تلک بوس مقام کا حامل تھا لیکن محمد ابن علی کے سامنے میں نے اسے اس طرح دیکھا ہے جس طرح کم سن بچہ اپنے معلم کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے۔ جابر ابن بزد جعفری جب کبھی بھی محمد ابن علی سے روایت کرتا تھا تو یوں کہا کرتا تھا۔

حدیثی وصی الاولیاء و وارث علم الانبیاء محمد ابن علیؑ مجھے وصی الاولیاء و وارث علم الانبیاء نے یوں بیان فرمایا ہے۔

۲۔ ارشاد مفید ہی کے مطابق قیس ابن ربیع کا بیان ہے کہ میں نے ابواسحاق سے موزوں پر مسج کے متعلق پوچھا۔

ابو اسحاق نے کہا: کہ میں نے بھی لوگوں کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔ اور میں اس کا تامل بھی تھا لیکن جب سے میں نے ایک ہاشمی فرد محمد بن علیؑ کو دیکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج تک مجھے اس جیسا عالم کوئی اور نظر نہیں آیا۔

میں نے موزوں کے مسح کے متعلق اس سے سوال کیا۔

تو اس نے مجھے منع کیا۔ اور بتایا کہ امیر المومنین علیؑ موزوں پر مسح نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا۔

ابو اسحاق: کتاب خدا میں موزوں پر مسح کی اجازت کہاں ہے۔ چنانچہ جس دن سے مجھے محمد بن علیؑ نے روکا ہے اس دن سے میں نے موزوں پر مسح چھوڑ دیا ہے۔

قیس بن ریح کہتا ہے کہ جس دن سے مجھے ابو اسحاق نے محمد بن علیؑ کا حکم سنایا اس دن کے بعد سے میں نے بھی موزوں پر مسح ترک کر دیا ہے۔

۳۔ سند ابو حنیفہ میں مروی ہے کہ میں نے جب کبھی جابر جعفی سے کوئی سوال کیا تو اس نے ہمیشہ مجھے محمد بن علیؑ سے روایت سنائی اور یوں کہا۔

حدثنی وصی الاءویا ووارث الاءیاء

۴۔ امام بخاری کے استاد حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں امام محمد باقرؑ کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

انہ علیہ السلام الحاضر الذکر الخاشع  
الصابر ابو جعفر محمد بن علیؑ الباقر علیہ  
السلام وقابوا الکریم ابو الکریم ابن  
الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن  
اسحاق ابن ابراہیم کنٰ لک السید ابن السید  
ابن السید محمد ابن علیؑ ابن حسین ابن علیؑ۔  
ایک مرتبہ ابن عمر سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔  
اسے جب جواب نہ آیا۔ تو اس نے امام باقرؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جا اس بچے سے پوچھ۔ جو جواب دے۔ مجھے بھی  
بتا کے جانا۔

اس شخص نے مسئلہ پوچھا۔

امام باقرؑ نے جواب دیا۔ اس نے اگر ابن عمر کو بتایا۔

ابن عمر نے کہا۔ واقعی ہی اہل بیت میں جو علم لدنی کے مالک ہیں۔

اس شخص نے مسئلہ پوچھا۔

امام باقرؑ نے جواب دیا۔ اس نے اگر ابن عمر کو بتایا۔

ابن عمر نے کہا۔ واقعی ہی اہل بیت میں جو علم لدنی کے مالک ہیں۔

۵۔ حافظ ابوالقیم ہی نے حلیہ میں محمد ابن مسلم سے روایت کی ہے کہ: میں نے ابو جعفر سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے۔  
 علما منطق ایطرح۔  
 اللہ نے ہمیں پرندوں کی گویائی کی تعلیم دی ہے۔

۶۔ - سماع ابن مہران سے مروی ہے کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا جسے نکلی میں جھٹلا نہیں سکتا۔

ایک دن ہم امام باقرؑ کے در پر آئے چند مسائل کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھے۔ دروازہ پر کھڑے ہوئے ہم نے سریانی میں تلاوت کی آواز سنی۔ آواز میں کچھ اس طرح غم تھا کہ ہم میں سے بعض کی آنکھوں سے بیاختہ آنسو ٹپک پڑے۔

۷۔ موسیٰ ابن اکیلیں غمیری سے مروی ہے کہ ہم کچھ مسائل لے کر امام باقر سے ملنے آئے جب دروازہ پر آئے تو اندر سے عبرانی زبان کی تلاوت کی انتہائی دل سوز آواز آرہی تھی۔ ہم نے دق الباب کیا۔ دروازہ کھلا جب آپ کی خدمت میں گئے۔ تو ہم نے پہلے عبرانی میں تلاوت کرنے والے کا لیوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ جلب الیہ کی مناجات مجھے پسند ہے میں ہی روزانہ اس کی تلاوت کرتا ہوں۔

۸۔ اس وقت کے تمام علماء اس بات کے قائل تھے کہ علوم تفسیر، کلام، فتاویٰ اور حلال و حرام کے سلسلہ میں جتنا ذخیرہ محمد بن علیؑ نے امت کو دیا ہے اولاد امام حسنؑ اور امام حسینؑ میں سے اور کسی کو اتنا ذخیرہ ایسے کا وقت نہیں ملا۔

۹۔ محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام باقر سے تیس ہزار حدیث پر گفتگو کی

۱۰۔ صحابہ اور تابعین میں اچھی خاصی تعداد نے آپ سے احکام دین حاصل کیے ہیں۔

و۔ صحابہ سے جا برائین عید اللہ انصاری

ب۔ تابعین میں جابر ابن یزید جعفی اور اہل تصوف کے بانی کیسان بختانی

پنج۔ فقہاء میں سے۔ عبد اللہ بن مبارک، امام نہرہی۔ امام اوزاعی۔ امام ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی اور زناد ابن منذر۔

و۔ مصنفین میں سے طبری۔ بلاذری۔ اسلامی خطیب بغدادی۔

۵۔ مولانا شرف المصطفیٰ اور اہل خانہ میں آپ سے احادیث لے گئی ہیں۔

۱۰۔ حافظ ابن نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں۔ البداء و النہی میں اپنی سنن میں آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

۷۔ امام الحدیث نے اپنی سند میں مروزی راغب اصفہانی، بسیط واحدی، تفسیر نقاش کے محنت سے زعفرانی نے کشف سے اور معرفت اصول حدیث میں اور نعمانی نے اپنے رسالہ میں آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔

۱۱۔ ارشاد شیخ مفید میں معاویہ ابن عثمان سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے فرمایا: فاسئلوا اہل الذکر کے متعلق

پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

اسم اہل ذکر ہیں۔

شیخ رازی کا بیان ہے کہ میں نے اس ایت کے متعلق محمد ابن مقاتل سے سوال کیا۔

تو اس نے جواب دیا کہ۔

اہل ذکر سے مراد تمام علماء ہیں۔

پھر میں نے ابو زرہ کو محمد ابن مقاتل کی بات بتائی تو وہ حیرت سے سر ٹپکنے لگا اور کہا۔ حد ہو گئی ہے۔ کہ

اتنی حرات ہو گئی ہے کہ۔

ہر ایرے غیر سے کو اہل ذکر بننے کی چھٹی مل گئی ہے۔

پھر میں یحییٰ ابن عبد السلامی سے سنی ہوئی روایت بیان کی کہ۔

محمد ابن علی کہتا ہے کہ اہل ذکر ہم ہیں تو ابو زرہ نے بے ساختہ دو مرتبہ کہا۔ محمد ابن علی نے سچ کہا ہے۔ وہی اہل

ذکر ہیں۔ وہی اہل محمد ہیں۔

۱۲۔ ایک مرتبہ امام محمد باقر سے سوال کیا گیا کہ بعض اوقات آپ سلسلہ احادیث بیان نہیں فرماتے۔

آپ نے فرمایا۔ جب کبھی میں سلسلہ سند بیان نہ کروں۔ تو بھی میرا مقصود یہ سلسلہ سند ہوتا ہے۔

حدیثی ابی عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابی طالب عن رسول اللہ۔

۱۳۔ امام محمد باقر فرمایا کرتے تھے۔

ہماری امت سلسلہ عجیب مصیبت کا شکار ہے۔

اگر ہم اپنی طرف دعوت دیتے ہیں تو قبول نہیں کرتے۔ اگر ہم چھوڑ دیتے ہیں تو ہمارے سوا انہیں ہدایت

کہیں نہیں ملتی۔

۱۴۔ محمد ابن منکدر کا بیان ہے کہ علی ابن حسین کے بعد مجھے آل محمد میں کوئی عالم نظر نہ آتا تھا اور میں مایوس تھا۔

حتیٰ کہ محمد ابن علی نظر آ گیا۔

ایک دن میں اسے نصیحت کرنے لگا تو اس نے مجھے نصیحت کر دی۔

شاگردوں نے پوچھا وہ کیسے۔

محمد ابن منکدر نے بتایا کہ میں ایک دوپہر کو جب گرمی اپنے عروج پر تھی بیرون مدینہ سے گھر لوٹ رہا تھا کہ

میں نے محمد کو دیکھا پسینہ سے شرابور تھا۔ دو غلاموں کا ہمارا لے رکھا تھا۔

میں نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو۔

محمد نے جواب دیا۔ تھوڑی بہت مزدوری کرنے گیا تھا۔

میں نے کہا۔ صدمے کہ اس گرمی میں دولت کی اتنی حرص؟

محمد نے کہا۔ اگر مجھ پر اس حالت میں موت آجاتی تو میرے لیے یقیناً بہتر ہوتی کیونکہ میں اطاعتِ علیہیں جان دیتا۔ اگر میں اپنی ذاتی ضرورت کے لیے تیرے یا تیرے جیسے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہوا موت سے دوچار ہو جاؤں تو میری وہ موت یقیناً معصیتِ خدا میں ہوتی۔

میں نے کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

واقعاً آپ ہی اہل بیت نبوت ہیں۔ میرا تو خیال تھا کہ آپ کو نصیحت کروں لیکن آپ نے مجھے ایسی نصیحت فرما دی ہے کہ زندگی بھر اسے نہ بھولوں گا۔

عبادت امام محمد باقرؑ۔

۱۔ مطالب السؤل میں امام باقرؑ کے ایک غلام سے مروی ہے کہ ایک سال مجھے آپ کے ساتھ حج پر آنے کا اتفاق ہوا۔ جو نہی آپ بیت اللہ کے دروازے پر پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ آپ کے گریہ میں دھیرے دھیرے اضافہ ہوتا چلا گیا۔

پھر آپ کی صدا نے گریہ بند ہو گئی

میں نے عرض کیا۔ قبل آپ کے اس درد انگیز گریہ کی وجہ سے لوگ آپ کے گرد جمع ہو کر رونے لگے میں کافی دیر بعد آپ نے آنکھیں کھولیں اور آگے بڑھ گئے۔ طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر آئے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور سجدہ شکر کیا۔ جب آپ نے سجدہ شکر سے سہاٹھایا اور میں نے دیکھا سجدہ کی جگہ پر آپ کے گریہ سے پانی جمع تھا۔

۲۔ فروع کافی میں اسحاق ابن عمار نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے اپنے بابا کا بستر میں ہی بچھا تا تھا جب آپ وقت شب بستر پر آ کر دروازہ ہوجاتے تھے تو میں بعد میں سوتا تھا۔

ایک رات کافی دیر تک آپ تشریف نہ لائے تو میں مسجد نبوی میں آیا۔ دیکھا تو میرے بابا کے سوا مسجد میں کوئی نہ تھا۔ آپ مسجد میں عرض کر رہے تھے۔

سبحانك اللهم انت ربى حقا سجدت  
لك يا رب تعيدا وارقا اللهم ان ضعيف  
فضاعقه لى۔

اے اللہ تبارک و تعالیٰ میرا رب حقیقی ہے۔ میں نے اقرار عبودیت  
اور غلامی کے طور پر تجھ کو کیا ہے۔ اے اللہ میرا علم کم ہے  
اس میں اضافہ فرما۔

۳۔ کافی میں ابو القداح نے امام صادقؑ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کا اختتام یوں ہے کہ۔ میرے والد ہمیشہ ذکر خدا میں مصروف رہتے تھے حتیٰ کہ جب ان سے مسائل دریافت کیے جاتے تو مسائل میں وقفہ کیے



دوران بھی آپ ذکر خدا ہی میں مصروف رہتے تھے۔ بعض اوقات میں دیکھتا تھا کہ بابا کی زبان ان کے حلق سے چٹ جاتی تھی۔

نماز صبح کے بعد تمام اہل خانہ کو جمع کر لیتے۔ ہم میں سے جو تلاوت قرآن کر سکتے تھے۔ انہیں تلاوت قرآن کا حکم دیتے اور جو تلاوت قرآن نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں طلوع آفتاب تک لا الہ الا اللہ کے ورد کا حکم دیتے تھے۔

### سخاوت امام محمد باقرؑ

۱۔ ارشاد مفید میں حسن ابن کثیر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حالات پلٹ گئے۔ غربت نے گھیر لیا۔ بھائیوں اور دوستوں نے منہ موڑ لیا۔

میں امام باقرؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

قبل ایک تو زمانہ دکھ دے رہا ہے دوسرے بھائیوں اور دوستوں نے منہ موڑ لیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بڑے بے ابرو ہوتے ہیں وہ اجاب جو دولت کے وقت گھیرا ڈالے رکھیں اور جب انسان مصائب میں گھر جائے تو ایک ایک کر کے ہرن ہو جاتیں۔

پھر غلام کو کچھ لانے کا حکم دیا۔ غلام ایک تھیلی لایا۔

آپ نے فرمایا۔ اس میں سات سو درہم ہیں۔ انہیں کام میں لا۔ جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتانا۔ پھر فرمایا۔

اپنے بھائی کی محبت کو اپنے دل سے پہچانا کر تیرے دل میں جتنی کسی کی محبت ہوگی۔ اس کے دل میں تیری محبت بھی اتنی ہی ہوگی۔

۲۔ عمر ابن دینار اور عبد اللہ ابن عبید سے مروی ہے کہ ہم جب بھی امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ نے ہمیں۔ لباس۔ اور کھانے کی اشیاء عطا فرما کر کہتے۔ یہ پیسے ہی تمہارے لیے رکھے گئے تھے۔

۳۔ سلمان ابن مقدم سے مروی ہے کہ امام باقرؑ کے پاس ہمیں بھی گئے۔ آپ نے ہمیں پانچ سو درہم سے لے کر ہزار درہم تک عنایت فرمائے۔ جو بھی آپ سے کوئی امید لے راتا تھا آپ نے کبھی خالی نہیں لوٹایا تھا۔

۴۔ مطالب السؤل میں امام باقرؑ کی کینز سلمہ سے مروی ہے کہ جب بھی سادات بنی ہاشم سے لوگ آپ کے پاس آتے آپ کثیر التیال ہونے کے باوجود انہیں اس وقت تک واپس جانے کی اجازت نہ دیتے جب تک انہیں کھانا نہ کھلا دیتے تھے۔

کھانا کھلانے کے بعد جب وہ رخصت ہوتے تو ہر ایک کے لباس اور پانچ سو درہم سے لے کر ہزار درہم تک عطیہ بھی عنایت فرمائے۔

ایک دن میں نے عرض کیا۔

قبہ ذرا کم عنایت فرمائیں۔ آپ کے اہل خانہ بھی کم نہیں ہیں۔

۵ امام صادقؑ سے مروی ہے کہ وقت شہادت بابا نے اپنے غلاموں کو اپنے پال بلیا۔ ان میں سے جتنے شہر پر قسم کے تھے انہیں آزاد کر دیا۔

اور جو شریف النفس تھے انہیں رہنے دیا۔

میں نے عرض کیا۔

قبہ ایہ آپ نے کیا کیا۔

آپ نے فرمایا۔

بیٹے! جتنے شرابی ہیں ان میں سے ہر ایک پر مجھ سے کسی نہ کسی وقت میں سختی ہوئی ہے مجھے امید ہے یہ لوگ اس آزادی کے عوض میری سختی معاف کر دیں گے۔

## امام محمد باقر کا صبر

کافی میں یونس ابن یعقوب سے مروی ہے کہ امام باقرؑ کا ایک کم سن بیٹا انتہائی بیمار ہو گیا۔ ہم عیادت کے لیے آئے دیکھا تو امام باقرؑ نے تماشا گریہ فرما رہے تھے۔

ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ خدا نخواستہ اگر بچہ فوت ہو گیا تو امام باقرؑ اپنے حواس بھی کھو بیٹھیں گے۔

ہم انہیں باتوں میں تھے کہ محدثوں کی صدائے نوحہ و شیوہ میں کئی گناہ اضافہ ہو گیا۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔

اسی اثناء میں ہم نے امام باقرؑ کو دیکھا گھر سے باہر آئے اور انتہائی مطمئن تھے۔ ہم دیکھ کر حیران ہی رہ گئے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبہ! آپ کو تو اس قدر اس بچہ سے پیار تھا کہ ہمیں یہ فکر ہو گئی تھی کہ کہیں اس کی وفات سے آپ کسی ذہنی حادثہ کا شکار نہ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگ ہمیں پہچانتے نہیں ہیں۔ میرا اس وقت رونا زہیم رہا تھا

اب بھی روؤں گا۔ لیکن یہ رقت ہوگی۔ اللہ جو بھی کرتا ہے وہ ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے۔

## امام محمد باقرؑ کے دور میں چند واقعات

### ۱۔ عبد الملک سے مناظرہ۔

دیلمی نے اعلام الدین میں روایت کی ہے کہ ایک شخص عبد الملک ابن مروان کے پاس آیا اور کہا۔  
اگر آپ اجازت دیں تو ایک دو باتیں کروں۔ بشرطیکہ میرے ساتھ وعدہ امان کریں۔

عبد الملک نے کہا۔ جو بات کرنا ہے کرے مجھے امان ہے۔

اس شخص نے کہا۔ یہ حکومت تجھے نص خدا و رسول سے ملی ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ نہیں

اس نے کہا۔ کیا تیری حکمرانی پر اجماع امت ہوا ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ کیا لوگوں کی گردن میں تیری پہلے سے بیعت تھی جسے نبھانے پر وہ مجبور ہوئے؟

عبد الملک نے کہا۔ نہیں

اس نے کہا۔ کیا تجھے اہل شوریٰ نے حکمران نامزد کیا ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ نہیں

اس نے کہا۔ کیا آپ نے یہ سب کچھ جبر اور غلبہ سے حاصل نہیں کیا۔

عبد الملک نے کہا۔ ہاں۔

اس نے کہا۔ جب نہ آپ کو اللہ نے منتخب کیا ہے نہ رسول نے مقرر کیا ہے نہ امت کا اجماع ہے۔ نہ اہل شوریٰ

نے چنا ہے۔ تو تو نے اپنے نام کے ساتھ امیر المومنین کیوں لگا رکھا ہے۔

عبد الملک نے کہا۔ میرے حدود و مملکت سے نکل جاؤ نہ قتل کروں گا۔

اس نے کہا۔ میں کب یہاں بیٹھنے کے لیے آیا ہوں۔ نکل تو میں جاؤں گا۔ لیکن خود ہی سوچ لے۔ یہ اہل عدل و انصاف

کا جواب نہیں ہے۔

امامی طوسی میں الزمرہ ثمانی سے مروی ہے کہ عبدالملک مکر میں خطبہ دے رہا تھا۔ جب اس نے پند و نصائح شروع کیے تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔  
ذرا ٹھہر جا۔ میری بھی بات سن لے۔

تم لوگ دوسروں کو حکم دیتے ہو لیکن اس پر خود عمل نہیں کرتے۔ دوسروں کو محرمات سے روکتے ہو لیکن خود نہیں رکھتے دوسروں کو نصیحت کرتے ہو لیکن خود نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اب بتاؤ کہ ہم تمہارے کردار کی اقتداء کریں یا تمہارے زبانی احکام کو مانیں۔

اگر تم کہو کہ ہماری میرٹ کی اقتداء کرو۔ تو کسی ظالم کی اقتداء کب جائز ہوتی ہے؟ اور کوئی مجرم کیسے مقتدا بن سکتا ہے تم لوگوں نے مال خدا کو فانی جاگہ بنا رکھا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ تمہیں جہاں سے حکمت و دانش ہاتھ آئے حاصل کر لو۔ تو پھر تم راستہ سے ہٹ جاؤ۔ ایسے لوگ موجود ہیں جو تمہاری نسبت فصاحت و بلاغت میں بھی زیادہ ہیں اور شرافت نفس اور دیانت میں بھی تم سے اچھے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم نے ان کے گھروں سے نکال دیا ہے ایک ایک کر کے انہیں تلوار یا زہر سے ختم کر ڈالا ہے۔ ہم نے تم لوگوں کے سامنے اپنی گردنیں اس لیے نہیں جھکائیں کہ تم جب دار بن جاؤ۔

یاد رکھو ہر ایک شخص کا مقررہ وقت اور معینہ مدت ہوتی ہے۔ ہر ایک کا نامہ اعمال لکھا جا رہا ہے جس میں ہر چھوٹا اور بڑا عمل ثبت ہو گا۔

اتنے میں اموی پولیس کے کچھ آدمی آئے اور انہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ پھر خدا معلوم اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔

عبدالملک ابن مروان آپ ہی کے زمانہ میں اپنے انجام کو پہنچا۔

خارج میں مروی ہے کہ جب ایکس برس اور ڈیڑھ ماہ حکومت کرنے کے بعد، اشوال ۱۲۷ھ کو عبدالملک حاصل جہنم ہوا تو چھپکلی کی شکل میں مسخ ہو گیا۔

امام محمد باقر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کی تمام اولاد یہ دیکھ کر گھبرا گئی۔ اور اسے تنہا چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ اور سوچنے لگے اب کیا کریں۔ جب کوئی مشورہ کر کے واپس آئے۔ تو مسخ شدہ چھپکلی بھی نہ تھی۔ چار پائی خالی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ پریشان ہوئے۔

بالآخر انہوں نے بڑھی کو بلوایا۔ اس کے سامنے کھجور کا ایک تنار رکھا اور اسے حکم دیا کہ اسے انسان کی طرح تراشیں کر دے۔ لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ جنازہ کل اٹھے گا۔ جب وہ بت تیار ہو گیا۔ تو اسے کفن میں رکھ کر دفن کر دیا گیا۔ کسی کو میت کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ اندا آل عبدالملک۔ بڑھی اور میرے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔

عمر ابن عبد العزیز اور زمانہ امام محمد باقرؑ

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوالمقدام ہشام سے روایت کی ہے کہ جب عمر ابن عبد العزیز شہداء قندار پر آیا تو اس نے والی مدینہ ابو بکر ابن عمر ابن حزم کو لکھا کہ۔  
چونکہ مذکور بنی اکرمؑ کی ذاتی اور شخصی ملکیت تھا جو دختر رسولؐ سے غلط طور پر لے لیا گیا تھا اب مذکور اولاد نہرا  
کو واپس کر دے۔

ابو بکر نے ماننے کی غرض سے چند سوالات کیے۔  
عمر نے اسے لکھا کہ۔ اگر میں کچھ لکھتا کہ۔

ایک گائے قربان کر دے تو کیا تو مجھ سے اس کا رنگ عمر اور قد پر چھتا میں نے تجھے صاف لکھا ہے کہ اولاد  
فاطمہؑ علی کو مذکور واپس کر دے۔

جب بنی امیہ نے دیکھا تو انہیں برا محسوس ہوا چنانچہ کوفہ سے ایک وفد صرف اسی غرض سے عمر کے پاس آیا کہ اسے  
ایسا کرنے سے روک دے۔

عمر نے انہیں کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ بنی اکرمؑ نے یہ فرمایا تھا۔ فاطمہؑ میرا لکڑا ہے جو بات فاطمہؑ کو ناراض کرتی ہے  
میں بھی اس سے ناراض ہوتا ہوں۔

سب نے کہا۔ ہمیں معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مذکور سرور کو بنی کی شخصی ملکیت تھی۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ بنی کو بنیؑ نے اپنی زندگی میں مذکور فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وفات بنیؑ کے بعد شیخین نے مذکور بیت المال کے نام پر بنت رسولؐ سے  
لے لیا تھا؟

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ۔ فاطمہؑ نے اس کے بعد شیخین سے تادم آخبات مکہ کی تھی؟

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ عثمانؓ کے زمانہ میں مذکور بیت المال کی بجائے میرے دادا امراءؓ کے پاس آگیا تھا۔

ادھر پھر معاویہؓ نے اسے میرے دادا کی ملکیت قرار دے دیا تھا۔

انہوں نے کہا۔ معلوم ہے۔

عمر نے کہا۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ۔ میرے دادا مروان نے فدک میرے باپ عبدالعزیز کو دے دیا تھا۔  
انہوں نے کہا۔ معلوم ہے

عمر نے کہا۔ میں بنت رسول کی ناراضگی اپنے سر نہیں لے سکتا۔ میں نے بعض بھائیوں سے فدک کا حصہ خریدا ہے۔  
اور بعض نے ہبہ کر دیا ہے۔ اور اب میں نے پورے کا پورا فدک اس کے حقداروں جو اولاد علی و زہراؑ تھے میں تقسیم کر دیا ہے  
میں نے بنی امیہ کی کوئی جائیداد اولاد علی کو نہیں دی۔ بلکہ اولاد فاطمہ کی اپنی وہ جائیداد جو بنی امیہ کے پاس آگئی تھی واپس  
کر دی ہے۔

شیخ صدوق نے وفدک کا واقعہ ہشام ابن معاذ کی روایت سے یوں لکھا ہے کہ۔  
ہشام کہتا ہے کہ میں عمر کا ہم نشین تھا۔ اقتدار کے فوراً بعد عمر نے منادی کرائی کہ جس کا کوئی حق ہو وہ آکر  
لے لے۔

ایک دن عمر سے دربان نے کہا۔

محمد بن علی آئے ہیں۔

عمر نے کہا۔ انہیں جلدی لے آؤ۔

جناب امام محمد باقرؑ تشریف لے آئے۔

عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

آپ نے پوچھا۔ عمر کس بات سے رو رہے ہو۔

میں نے عرض کیا۔ اے خدند رسول! آپ لوگوں پر اموی مظالم نے عمر کو رلا دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

عمر! دنیا بھی دیگر بازاروں کی طرح کا ایک بازار ہے۔ کچھ لوگ ایسا سوداے کے جاتے ہیں جو ان کے لیے سود مند  
ہوتا ہے اور کچھ ایسا سوداے کر نکلتے ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔

کتنے لوگ ہیں جنہیں یہ چیز فریب دیتی ہے جو اس وقت مجھے حاصل ہے۔ اور وہ اس فریب میں مبتلا رہ کر اس  
دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی زندگی پر پشیمان ہوتے ہیں کہ جو کچھ انہیں آخرت کے لیے چاہیے تھا وہ  
فرصت کے اوقات میں حاصل نہ کر سکے۔ اور نہ ہی جس چیز سے انہیں بچنا چاہتے تھا اس سے اپنے آپ کو  
بچا سکے۔

اس وقت وہ سوچتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ جمع کیا ہے اسے ازاد کے لیے کیا ہے جو ان کی تعریف تک نہیں  
کریں گے۔

اور اب جی کے سامنے پیش ہو رہے ہیں ایسے افراد ہیں جو کبھی غلط نہ کریں گے۔

اب ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں جو چیزیں ہم ان کے دور میں چاہتے تھے کہ وہ کریں ہمیں کرنا چاہیے اور جن چیزوں کے لیے ہم چاہتے تھے کہ وہ نہ کریں ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ سے ڈر، اور دو چیزیں بالخصوص مد نظر رکھنا۔

9۔ جو چیز تو یہاں تباہ ہے کہ جب دربار خالق میں پیش ہو تو تیرے پاس ہونا چاہیے اسے آج حاصل کر

ب۔ اور جس چیز سے کچھ خوف ہے کہ دربارِ خالق میں اسے میرے نامہ اعمال میں نہیں ہونا چاہتے اس سے دور رہ۔

اسے عمر آئے والوں کے لیے دروازہ کھلے رکھ۔ دربان ہٹا دے۔ مظلوم کی مدد کر۔ ظالم سے انتقام لے۔

عمر! یاد رکھ جس شخص میں تین چیزیں ہوں گی وہ کامل الایمان ہوگا۔

عمر دوازده ساله بود که پیشه گیاره

اور عرض اسکا ہل بست نبوت وہ کیا ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

۱۔ عمر انسان خوشی میں اس حد تک نہ جاتا کہ خوش خودی خدا کا خیال نہ رہے۔

۱۔ غصہ میں اس حد تک نہ جائے کہ حق سے تجاوز کر جائے۔

۲۔ قدرت کے وقت کسی سے ایسی حیرت نہ چھٹنے جو اس کی نہ ہو۔

یہ سنکر نے کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا۔ پھر ابو بکر والی مدینہ کے نام وہ خط لکھا جو سابقاً ابن ابی الحدید کی روایت سے پیش کیا جا چکا ہے۔

سب حضرت علیؑ اور عمر ابن عبد العزیز :-

ابن ابی الحدید نے شرح معجم البلدان میں عمر سے روایت کی ہے کہ میں بچپن میں عتبہ بن مسعود کی اولاد میں سے ایک شخص کے پاس قرآن پڑھتا تھا۔ ایک دن ظہر کے وقت میں بچوں میں کھیل رہا تھا۔ اور ہم حضرت علیؓ پر سب کر رہے تھے میرا استاد ہمارے قریب سے گزرا۔ میں نے کھیل چھوڑ دیا۔ اور قرآن پڑھنے کی خاطر مسجد میں چلا آیا۔ میرے استاد نے نماز کو معمول سے زیادہ طول دیا۔ اگرچہ میں سمجھ تو گیا کہ آج استاد مجھے پڑھانا نہیں چاہ رہا۔ لیکن وجہ میری سمجھ میں نہ آسکی۔ میں بیٹھا رہا۔ جب استاد نے دیکھا کہ میں چمٹ گیا ہوں۔ تو اس نے نماز ختم کی، لیکن منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! آخریت تو ہے۔

استاد نے ابدیدہ ہو کر کہا۔ تو بھی آج تک داماد بنی نہیں سب کرتا رہا ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں میں کرتا ہوں۔

استاد نے کہا۔ بھلا تجھے معلوم ہے کہ علیؑ کے شریک بدر ہونے کے بعد اللہ کب علیؑ سے ناراض ہوا ہے؟  
میں نے حیرت سے استاد کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

کیا علیؑ شریک بدر سے تھا۔

استاد نے کہا۔ تجھے کیا معلوم ایک بدر پر کیا موقوف ہے اسلام کی ہر جنگ تنہا علیؑ ہی نے توڑی تھی بشمول بدر  
اگر علیؑ اسلامی جنگوں میں نہ ہوتا تو آج اسلام نہ ہوتا۔  
میں نے موندت کرتے ہوئے کہا۔

حضور! مجھے یہ علم نہ تھا۔ آج کے بعد میں وعدہ کرتا ہوں میں اس غیبت میں حصہ نہیں لوں گا۔ اوصاں کے بعد میں  
نے کبھی یہ جہالت نہ کی۔

میرا آپ والی مدینہ تھا۔ بڑا اچھا خطیب تھا۔ جمعہ کے دن جب وہ خطبہ دیتا تھا تو میں بھی زیر منبر ہوتا تھا۔ میں اس  
وقت حیران ہوتا تھا۔ جب آخر خطبہ میں میرا آپ حضرت علیؑ پر سب کرتا تھا تو اس کی زبان پر کثرت اور بیان میں  
ایسی واضح کمزوری آجاتی تھی کہ میری طرح ہر سننے والا اسے محسوس کرتا تھا۔  
آخر ایک دن میں نے پوچھ لیا۔

کہ بابا جان! آپ اپنے وقت کے بے مثل خطیب ہیں۔ تمام خطبہ آپ اس طرح دیتے ہیں کہ سننے والے شش مشغول  
کرتے رہتے ہیں لیکن آپ جب سب علیؑ پر پہنچتے ہیں تو آپ کی زبان میں نہ صرف کثرت آجاتی ہے بلکہ آپ کا بیان بھی  
بودا اور بے مزہ ہو جاتا ہے۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے۔

میرے والد نے جواب دیا۔

بیٹے! یقین رکھ یہ ہم ہی ہیں کہ اس طرح کر رہے ہیں۔ یہ شخص جتنے فضائل و کمالات کا حامل تھا اگر ان لوگوں کو  
پتہ چل جائے تو ہمیں کہیں ٹھکانا تک میر نہ آئے۔

استاد سے تو میں پہلے ہی سن چکا تھا۔ اپنے والد کی یہ بات سننے کے بعد میں نے دل میں عہد کر لیا۔ کہ اگر اللہ  
نے اس حکومت میں میرا بھی حصہ رکھا ہے۔ اور مجھے اقتدار دینا ہے تو اپنے اقتدار کے اولین اوقات میں سب سے  
پہلے سب علیؑ بند کروں گا۔

دینی کی اطلاع الدین میں مروی ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے اپنے والی خراساں کے نام حکم بھیجا کہ اپنی رعیت کے  
علماء میں ایک سو عالم میرے پاس بھیج تاکہ میں ان سے تیرے متعلق سوال کروں۔

والی خراساں نے سو علماء کو جمع کیا۔ اور انہیں عمر ابن عبد العزیز کا پیغام دیا۔ سب نے کہا۔ عمر کی عدالت کا تقاضا  
یہ ہے کہ وہ ہمیں مجبور نہ کرے۔ اور ہمارے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جان نہیں سکتے۔ ہم اپنے میں ایک عالم کا انتخاب



کرتے ہیں آپ اسے بھیج دیں جو بات وہ کرے گا ہم سب کی ذہنی بات ہوگی۔

والی خراسان نے ایک عالم کو بھیج دیا۔

جب وہ عمر کے پاس آیا تو اس نے کہا۔

میں آپ سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

عمر نے کہا۔ نہیں تمام اہل دربار کے سامنے بات ہوگی۔

دو ہی صورتیں ہیں یا سچ بولے گا یا جھوٹ۔ اگر تو نے سچ بولا تو یہ سب تیری تصدیق کریں گے۔ اور اگر جھوٹ بولا تو تجھے جھٹکا دیں گے۔

اس عالم نے کہا۔ میں اپنے لیے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ آپ کے لیے کہہ رہا ہوں۔ ممکن ہے آپ کی اور میری گفتگو میں بعض ایسی باتیں آجائیں جنہیں ان لوگوں کا سن لینا تیرے حق میں بہتر نہ ہو۔

چنانچہ عمر نے مجلس برخاست کر دی۔

جب دونوں تنہا رہ گئے تو عمر نے عالم سے کہا اب بتا کیا بات ہے؟

اس عالم نے کہا۔ میں تو صرف ایک بات پوچھوں گا کہ۔

آپ کو یہ اقتدار کیسے ملا ہے؟

عمر کا فی دینک خاموش بیٹھا رہا۔

عالم نے کہا۔ کیا بات ہے آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔

عمر نے کہا۔ شاید پھر بھی کبھی نہ دوں۔

عالم نے کہا۔ آخر کیوں۔

عمر نے کہا۔ اگر میں کہوں کہ مجھے اللہ اور رسول کی طرف سے ملا ہے تو یقیناً جھوٹ ہوگا۔ اگر میں کہوں کہ اجماع امت سے ملا ہے۔ تو تو کہے گا کہ ہم بھی اسی امت سے ہیں اور ہم نے نہ اجماع کیا ہے۔ اور نہ آپ کو اقتدار دیا ہے۔

اگر میں کہوں کہ۔ مجھے اپنے باپ کی میراث ملی ہے تو تو کہے گا۔ آپ کے بھائی تو اور بھی تھے دوسروں کو کیوں نہیں ملی۔

عالم نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے خودی اتران کر لیا ہے کہ جو چیز آپ کے پاس ہے اس میں دوسروں کا بھی حق ہے۔

اب آپ مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں واپس چلا جاؤں۔

عمر نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ تو ہی واقعی داعظ اور عالم ہے۔

عالم نے کہا۔ پھر آپ بتائیں آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

عمر نے کہا۔ میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ جس نے مجھے مسند اقتدار پر بٹھایا ہے اس نے ظلم کیا ہے۔ ناسحق کیا ہے۔ اور غلط کیا ہے۔ اس نے امت مسلمہ سے زیادتی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اس کا اہل بھی نہیں تھا۔

عالم نے کہا۔ اگر آپ اسے قبول نہ کرتے اور کوئی دوسرا مسند اقتدار سنبھال لیتا۔ اور ویسے ہی کرتا جیسے اس کے بیشتر دوسرے تھے تو کیا اس کے گناہوں میں شریک ہوتے؟

عمر نے کہا۔ نہیں۔

عالم نے کہا۔ گویا آپ نے اپنی خوشی سے دوسروں کی بلا اپنے گلے میں ڈالی ہے۔ اور اپنی سلامتی فروخت کر کے دوسروں کو سلامتی دی ہے۔

عمر نے کہا۔ واقعا آپ واقف اور عالم ہیں۔

عالم اٹھا اور کہا۔

مجھے جلنے کی اجازت دیجئے جاتے جاتے آپ کو یہ بتا دوں کہ ہمارے آباء آپ کے آباء کی بدولت ہم آپ کی بدولت اور ہماری اولاد آپ کی اولاد کی بدولت جہنم میں جائے گی۔

امام محمد باقر دربار ہشام میں :-

امان الاخطار میں امام صادق سے مروی ہے کہ میرا والد تو ہر سال حج کو جایا ہی کرتے تھے اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک سال اتفاق ایسا ہوا کہ ہشام ابن عبدالملک بھی حج کو گیا۔

جب ہشام طواف کیلئے آیا تو اس وقت میں نے کھڑے ہو کر لوگوں کو اس طرح خطبہ دیا۔

الحمد لله الذي بعث محمداً بالحق نبياً وعززنا به واصطفانا من خلقه واختيارنا قد سعد من اطاعنا وشقى من اعدا لي بنا۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے محمد کو برحق نبی مبعوث کیا ہے اور ہمیں محمد کی بدولت معزز فرمایا ہے۔ ہم مخلوق خدا میں اللہ کے مصطفیٰ ہیں۔ ہم اللہ کے مختار ہیں۔ وہی شخص سعادت مند ہے جس نے ہماری اتباع کی اور وہی بد نصیب ہے جس نے ہم سے عداوت کی۔

ہشام کو میرے اس خطبہ کی اطلاع مل گئی۔ وہاں تو اس نے کچھ نہ کہا۔ البتہ جب ایام حج گزر گئے۔ ہم واپس مدینہ آگئے اور ہشام شام پہنچ گیا تو اس نے والی مدینہ کو حکم بھیجا کہ محمد باقر اور اس کے بیٹے کو شام بھیج دے۔

ہم شام آئے۔ تین دن تک تو ہمیں دربار میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ چوتھے دن ہمیں بلایا گیا۔ جب ہم دربار میں پہنچے تو ہشام نے اپنی طرف سے دربار کو بڑا بارعب بنا رکھا تھا۔ ہر طرف سسپاہی کھڑے تھے۔

ایک طرف انوی فوجوان تیراندازی کر رہے تھے۔  
میرے بابا آگے تھے میں ان کے پیچھے تھا ہشام نے میں دور سے کہا۔ اے محمد! ذرا ان جوانوں کے ساتھ  
تیراندازی تو کرو۔

میرے بابا نے فرمایا۔

ہشام اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ معذرت خواہ ہوں۔

ہشام نے کہا۔ آج میں تو معذرت قبول نہیں کروں گا۔ آپ تیرا اندازی کریں۔ پھر ایک شخص سے کہا۔ تو اپنی کمان محمدؐ ابن علی کو دے دے۔

میرے بابائے کمان لی۔ اس میں تیر رکھا اور نشانہ پر لگایا نشانہ کے عین وسط میں تیر لگا۔ دوسرا تیر لیا وہ پہلے تیر کو چیر کر نشانہ پر بیٹھا پھر تیسرا تیر دوسرے تیر کو چیر کر نشانہ پر جا لگا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تیر ایک دوسرے کو چیز کر نشانہ پر بیٹھے تو ہشام کو پسینے چھوٹ گئے۔ پہلو بدھنے لگا۔ حیرت سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ اور وہ کہنے لگا۔

واہ وا کیا کہنے اے محمد! آپ تو پورے عالم کے مقابل میں واحد تیر انداز ہیں۔ میں نے آج تک کسی کا ایسا نشانہ نہیں دیکھا۔ آپ نے تو حد کر دی۔

یہ تیر اندازی کی تعلیم آپ کو کس نے دی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پورے مینہ سے پوچھ لے۔ جو کسی نہ میرے ہاتھ میں کبھی کمان دیکھی ہو۔ تیرے اصرار پر آج ہی کمان کو ہاتھ لگایا ہے۔ جیسی یہ کمالات وراثت میں ملتے ہیں۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

شم اور ثنا الكتاب الذی

تمام نعمت اور کمال دین چاری وراثت ہے اور ترقیامت  
اس کمال کا حامل ہر ہی میں لایحالیہ ایک رہے گا۔

اس کمال کا حامل ہم ہی میں لانجام ایک رہے گا۔

اصطفينا من عبادنا۔

ہشام نے کہا: کیا تب میں ہم اور آپ ایک نہیں ہیں؟ آپ بھی عبد مناف کی اولاد ہیں اور ہم بھی عبد مناف کی اولاد ہیں؟

میرے والد نے فرمایا۔ نسب میں ایک بونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ اللہ نے ہمیں جن خصوصیات سے مختص فرمایا ہے۔ وہ خصوصیات ہمارے اختیار میں کہاں ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے رازوں سے آشنا کیا کہ

اور ہمیں اپنے علم کا مخزن قرار دیا ہے۔

ہشام نے کہا۔ اللہ نے محمد کو سیاح و سفیر ایک کا نبی بنا کر بھیجا ہے وہ عبد مناف ہی سے تھا پھر وراثت تمہیں کہاں سے مل گئی ہے؟

محمدؐ نے بعد کوئی ہی نہیں نہ ہی تم نے کبھی دعوائے نبوت کیا ہے۔

میرے بابا نے فرمایا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ نبی اکرمؐ حضرت علیؑ سے جو خصوصی گفتگو فرماتے تھے اور کسی سے نہیں کرتے تھے۔

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

بابا نے فرمایا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ نبی اکرمؐ نے مجھے علم کا ہزار باب تعلیم کیا ہے اور ہر باب سے میرے سامنے دس دس

باب علم کھلا ہے؟

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

بابا نے فرمایا۔ تو گویا آپ یہ تو مانتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کی نگاہ شفقت دوسرے اصحاب کی نسبت حضرت علیؑ پر زیادہ

تھی اور نبی اکرمؐ نے ہمیشہ حضرت علیؑ کو علم نبوت میں شریک اور حصہ دار رکھا۔

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

بابا نے فرمایا۔ تو پھر وہی علم ہے جس طرح نبی اکرمؐ حضرت علیؑ کو عنایت فرمایا۔ اسی طرح حضرت علیؑ سے وراثت

ہمیں حاصل ہوا ہے۔

ہشام نے کہا۔ میں نے سنا ہے حضرت علیؑ اپنے کو عالم غیب کہتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اللہ فرماتا ہے میرے

سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا۔

بابا نے فرمایا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اپنے نبی پر جو کتاب نازل کی اس میں ازل سے ابد تک کا تمام

علم ہے۔

ارشاد قدرت ہے۔

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ

ہم نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا

لِكُلِّ شَيْءٍ

بیان ہے۔

ہشام نے کہا۔ ہاں قرآن میں تمام علم موجود ہے۔

بابا نے فرمایا۔ پھر کوئی ایسا عالم ہو تو ہونا چاہیے جس کے پاس قرآن کا تمام علم ہو۔

ہشام نے کہا۔ ہاں ایسا عالم ہونا چاہیے۔

بابائے فرمایا قرآن میں ہے۔

کل شیء احصیناہ فی امام مبین۔ ہم نے امام مبین کو ہر شیء کا علم دے دیا ہے۔

پھر ارشاد رب العزت ہے۔

ما فرطنا فی الكتاب من شیء ہم نے کتاب میں کسی چیز کی غفلت نہیں کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

ما من آية فی السماء والارض الا فی آسمان وزمین میں جو بھی آیت ہے وہ کتاب مبین میں

کتاب مبین۔ موجود ہے۔

جب کتاب خدا میں سب کچھ ہے تو عالم کتاب کے پاس کیسے نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے وصیت فرمادی

تھی کہ علیؑ کے سوا مجھے کوئی غفلت نہ دے۔

یہ بھی آپؐ نے سنا ہوگا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا۔

میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے۔ علیؑ تاویل قرآن پر جنگ کرے گا۔ اگر علیؑ تاویل قرآن نہیں جانتا تھا تو

پھر تاویل قرآن پر جنگ کرنے کا کیا معنی ہوگا۔

یہ بھی آپؐ نے سنا ہوگا کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ علیؑ اقتضا کھ۔ تم میں سب سے عادلانہ فیصلہ

کرنے والا علیؑ ہے۔

پھر آپؐ نے عمران خطاب کا یہ اقرار بھی سنا ہوگا۔ لا اعلیٰ لہذاک عمر۔

ہشام کافی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔

پھر کہا۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔

بابائے فرمایا۔ جب سے تیرا حکم گیا ہے اور میں نے مدینہ چھوڑا ہے اس دن سے تمام الہیت گھبراتے ہوئے

ہیں۔ میری صرف یہی ضرورت ہے کہ آپؐ ہمیں واپس جانے کی اجازت دیں۔

ہشام نے ہمیں جانے کی اجازت دی۔ جب ہم دربار سے باہر نکلے اور دمشق کے بازار گزر کر آئے تو ایک بہت بڑا

میدان تھا اس میدان کے ایک کونے بہت سے لوگ جمع تھے۔

میرے بابائے دربانوں سے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ۔ پوری مملکت شام کے راہب اور قسب میں۔ جو اپنے اپنے گرجاؤں سے آتے ہیں۔

یہ ان کا سالانہ اجتماع ہے۔ ان کا بڑا پادری سال میں ایک مرتبہ ان لوگوں کو اسی میدان میں ملاقات کی اجازت دیتا ہے

اور یہ لوگ تمام مسائل اس سے پوچھتے ہیں اور آج ان کا سالانہ دن ہے۔

میرے والد نے سر کو ڈھانپ لیا۔ مجھے بھی سوچھپائیے کی ہدایت فرمائی۔ اور اسی مجمع کی طرف چلے گئے

وہاں جا کر ہم دونوں بیٹھ گئے

جب دربان نے جا کر ہشام کو مطلع کیا تو اس نے بھی کچھ لوگوں کو بھیج دیا تاکہ جو کچھ وہاں پیش آئے اسے مطلع کریں۔

اتنے میں پادری آگیا اس نے دونوں ابرو پٹی سے اوپر باندھ رکھے تھے۔ وہ اس مجمع کے وسط میں آیا تمام پادری اس کی تعظیم کو اٹھے ہر ایک نے اسے سلام کیا۔ اسے صدر مجلس میں بٹھایا۔ پادری نے بیٹھنے کے بعد تمام کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب سب بیٹھ گئے تو اس نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ اسے پورے مجمع میں صرف ہم دو غیر مانوس نظر آتے۔

چنانچہ اس نے میرے والد سے پوچھا۔

آپ ہم سے ہیں یا امت مرحومہ سے؟

بابا نے فرمایا۔ ہم امت مرحومہ سے ہیں۔

پادری نے کہا۔ علمائے امت سے ہیں یا جہال سے؟

بابا نے فرمایا۔ ہم جہاں سے نہیں ہیں۔

پادری یہ جواب سنا کر لرز گیا اور کہا۔

میں چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔

بابا نے فرمایا۔ جو چاہے پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اہل جنت کھائیں گے میٹیں گے لیکن ان کے بول و براز نہیں ہوگا۔ اس دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص کھائے بھی اور پیئے بھی۔ لیکن بول و براز نہ ہو۔ اگر واقف اسچ ہے تو دنیا میں اس کی کوئی مثال دیں۔

بابا نے فرمایا۔ یہ تو بڑی معمولی بات ہے۔ جنت کی یہ مثال ہر شخص دیکھ کر ہی دنیا میں آتا ہے۔ جب شکم مادر میں۔

ہوتا ہے۔ پانچ ماہ کے بعد کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی ہے لیکن بول و براز نہیں ہوتا۔

پادری نے حیرت سے کہا۔ آپ نے تو کہا تھا میں علماء سے نہیں ہوں۔

بابا نے فرمایا۔ آپ کو اشتباہ ہوا ہے میں نے کہا تھا۔ میں جہال سے نہیں ہوں۔

ہشام کے آدمی یہ سب کچھ سن رہے تھے۔

پادری نے کہا۔ اچھا ایک اور مسئلہ پوچھتا ہوں۔

بابا نے فرمایا۔ پوچھ۔

پادری نے کہا۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ مرنے والے جنت کھانے کے باوجود کم نہیں ہوں گے۔ اور ہمیشہ تروتازہ

رہیں گے۔

اس کی دنیا میں کوئی مثال۔

بابا نے فرمایا۔ جس زمین پر آپ بیٹھے ہیں یہ زمین کب ختم ہوتی ہے یا کب باسی ہوتی ہے۔ ہمیشہ تروتازہ اور ہر نئی فصل کے لیے شاداب اور تیار رہتی ہے۔

پادری یہ جواب سن کر ایک مرتبہ پھر ٹپا۔ اور کہا۔

ایک اور سوال کا جواب بھی دے دو۔

بابا نے فرمایا۔ پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ شب دروز میں وہ کون سی ساعت ہے جو نرات شمار ہوتی ہے نہ دن۔

بابا نے فرمایا۔ صبح صادق کے طلوع کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے کا وقت نہ دن میں ہوتا ہے نہ رات

میں۔ یہ وہ وقت ہے جس میں ہر جاگنے والا سو جاتا ہے۔ ہر بیمار آرام محسوس کرتا ہے۔ اور ہر بے ہوش ہوش میں آجاتا ہے۔

اس جواب پر پادری اس طرح ٹپ اٹھا جیسے اسے پچھونے کاٹ لیا ہو۔ اور کہنے لگا بس ایک مسئلہ بچ

گیا ہے۔

بابا نے فرمایا وہ بھی پوچھ لے۔

پادری نے کہا۔ مجھے ایسے دو بھائیوں کے نام بتائیے جو ایک دن پیدا ہوئے۔ ایک دن فوت ہوئے۔ لیکن وقت وقات

ایک کی عمر ڈیڑھ سو برس اور دوسرے کی پچاس برس تھی۔

بابا نے فرمایا۔ یہ دونوں بھائی عزیز اور عزیز تھے عزیز تیس برس کا تھا جب اللہ نے اسے موت سے دوچار

کر دیا۔ سو سال بعد اس کے گدھے کے زندہ کیا۔ بعد میں وہ بیس برس زندہ رہا۔ جب عزیز پچاس برس کی عمر

میں فوت ہوا تو اس کا بھائی ڈیڑھ سو برس کی عمر میں اسی دن فوت ہوا۔

یہ سن کر پادری اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے پادریوں سے کہنے لگا! آج تم لوگوں نے مجھے رسوا کیا ہے۔ تم نے ایک

ایسے مسلمان عالم کو یہاں بٹھا دیا ہے۔ جو ان تمام علوم سے واقف ہے جو میرے پاس ہیں۔ لیکن جو علوم اس کے پاس

ہیں میں ان سے واقف نہیں ہوں۔

گویا تم نے مسلمانوں کو اپنے سروں پر مسلط کر دیا ہے۔ اور اب وہ جگہ جگہ تمہیں رسوا کرتے پھریں گے۔ آج کے بعد

میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

تمام نصرانی پادری پریشان ہو کر چلے گئے۔ جب سب چلے گئے۔ تو ہم بھی اٹھے اور جہاں ہمارا قیام تھا۔ ہم اس

جگہ آ گئے۔

ہشام کو بھی پتہ چل گیا۔ اور پورے دمشق میں یہ بات پھیل گئی۔ اہل دمشق کا ہمارے مکان پر جمع لگ گیا۔ اور وہ لوگ بابا سے مختلف باتیں پوچھنے لگے۔

اتنے میں ہشام کا ایک قاصد آیا جس کے پاس بہت سے انعامات تھے اس نے وہ سب انعام ہمارے سامنے رکھ کر ہشام کا پیغام دیا کہ۔

آپ ابھی ابھی اور اسی وقت دمشق سے واپس مدینہ پہلے جائیں۔ آپ کے یہ ایک لمحہ کا قیام بھی خلاف قانون ہوگا۔

آبِ اہل و مشق کے ذہن خراب کر دیں گے۔

ہم مکان سے باہر آئے تو سواریاں تیار تھیں۔ ہم سوار ہوئے اور مدینہ کی راہ لی۔

راستہ میں مدین نامی بستی پڑتی تھی۔ دمشق سے مدینہ آنے والے رات کا قیام اسی بستی میں کرتے تھے کیونکہ مدین سے آگے دوسری آبادی بہت دور تھی اور راستہ میں بے آب و گیاہ صحرا تھا۔

جب ہم مدین میں آئے تو ہشام کا پیغام سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ والی مدین کے نام ہشام کا پیغام یوں تھا۔  
 تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ابو تراب کی اولاد سے دو افراد ایک بزرگ اور دوسرا بچہ محمد ابن علی اور جعفر ابن  
 محمد آرہے ہیں۔ جو بڑے جادوگر اور جھوٹے ہیں یہ دونوں اسلام کے مدعی ہیں۔ لیکن اسلام سے ان کا  
 کوئی تعلق نہیں۔ آج یہ لوگ نصرانیوں کے سالانہ اجتماع میں شریک ہوئے ہیں۔ اور ان سے کافی دیر تک  
 مصروف گفتگو رہے ہیں۔

مجھے ڈر ہے کہیں یہ لوگ اپنے جادو کی وجہ سے اہل مدین کو ہمارے خلاف نہ کر دیں۔ اس لیے تمام شہر میں منادی کرادے کہ انہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور کوئی شخص نہ ان سے بات کرے اور نہ ان کی بات سنے۔ اور اگر کسی نے ان دونوں کو مہمان بنانے کی کوشش کی تو اس پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے گا۔

میرے والد نے مدین میں داخلہ سے پہلے اپنے دو غلاموں کو بھیج دیا کہ وہ ہم سے پہلے کسی جگہ کا انتظام بھی کر لیں اور سواریوں کے لیے چارہ وغیرہ بھی خریدیں۔ جو نئی غلام باب مدین پر پہنچے تو ان لوگوں نے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور فصیل پر چڑھ کر ہم پر سب دشتہم کرنے لگے۔ حضرت علیؑ پر سب ہونے لگا۔ اقصیٰ میں ہم بھی باب مدین پر پہنچ گئے۔

بابا نے ہزار منت کی نیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا۔

کنے لگے تم لوگ نصرانی ہو چکے ہو۔

بابائے فرمایا۔ تو پھر نصرائیوں کی طرح ہم سے جزیے لے لے اور دروازہ کھول دو۔



انہوں نے کہا۔ آپ سے جزیہ بھی نہیں لیا جائے گا اور نہ دروازہ کھولا جائے گا۔

اس وقت میں نے دیکھا۔ بابا کے چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ انہوں نے نوئے آسمان دیکھا۔ اور مجھے فرمایا۔ جعفر یہیں کھڑے رہنا میرے آنے تک اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

بستی کے عقب میں پہاڑی تھی۔ بابا اس پہاڑی پر گئے۔ دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھی اور باوازل بلند یہ آیت پڑھی۔

الی مدین اخا ہم شیعبا.... ذات احیث کے حکم سے سیاہ آندھی اٹھی۔ اس ہوائ نے بابا کی آواز پوری بستی کے کانوں میں پہنچا دی۔ تمام اہل مدین مکانوں کی چھت پر چڑھ کر بابا کی طرف دیکھنے لگے۔ انہی میں ایک انتہائی بوڑھا شخص تھا۔ اس نے اہل مدین سے کہا دیکھو۔

بخدا! میں نے آج تک غلط نہیں کہا اور نہ ہی آج غلط کہتا ہوں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں شعیب بنی نے کھڑے ہو کر قوم کے لیے بددعا کی تھی اور قوم شعیب معذب ہوئی تھی۔ یہ شخص اسی جگہ کھڑا ہے۔ اور اس کی آوازیں وہی درد ہے جو میں نے اپنے آباء اجداد سے جناب شعیب کے متعلق سنا ہوا ہے۔ ان کے سامنے دروازہ کھول دو۔ انہیں اندر آنے دو۔ یقیناً یہ غی زادہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس سیاہ آندھی کے بعد کوئی عذاب ہی نہ آجائے۔

اس بوڑھے کی منت و سماجت سے اہل مدین نے ہمارے سامنے دروازہ کھول دیا۔ ہم اندر آ گئے۔

والی مدین نے تمام یہ کیفیت ہشام کو بکھر کر بھیج دی۔

ہشام نے جواب لکھا کہ اس بوڑھے کو گرفتار کر لے۔ اور کسی ذریعہ سے ان دونوں باپ بیٹوں کو کھانے یا شربت وغیرہ میں زہر ملا کے دے دے۔ تاکہ یہ لوگ مدینہ نہ پہنچ سکیں۔

## نافع غلام عمر اور امام محمد باقرؑ

روضہ الکافی میں ابوریح سے مروی ہے کہ جس سال ہشام حج کو آیا۔ امام باقرؑ ایک جگہ تشریف فرما تھے اور مختلف قسم کے لوگوں نے آپ کے گرد گیارہ ڈال رکھا تھا۔ اور آپ سے مسائل دریافت کر رہے تھے۔

ہشام جب طواف کے لیے آیا تو عمر ابن خطاب کا غلام نافع بھی اس کے ساتھ تھا۔

نافع نے ہشام سے کیا کہا۔ حضور! یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟

ہشام نے کہا، محمد ابن علی بیٹھا ہے اور لوگ اس سے مختلف قسم کے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ کوئی دالے اسے نبی کی حد تک سمجھتے ہیں۔

نافع نے فرمایا، اگر آپ اجازت دیں تو آج میں اس کے علم کی قلعی کھول دوں؟ ہشام نے کہا، ایسا ہو جائے تو منہ مانگا انعام دوں گا۔

نافع نے کہا، وعدہ یاد رکھنا اور میں ابھی اسے لاجواب کر کے حاضر ہوا۔

یہ کہہ کر نافع اس مجمع میں آیا، لوگوں کے اوپر سے جھانکا، اسے راستہ مل گیا، آپ کے سامنے آیا، اور کہنے لگا۔

اے محمد ابن علی میں نے تورات، زبور، انجیل، اور قرآن چاروں کتابیں پڑھی ہیں، میرے پاس ایسے چند سوال ہیں جن کا جواب نبی، وحی نبی، یا فرزند نبی کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔ اگر مجھے اجازت ہو تو میں اپنے سوال پوچھ لوں۔

امام باقر نے فرمایا، نافع جو تیرا جی چاہے پوچھ لے

نافع نے کہا، مجھے یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ اور محمدؐ کے درمیان کا کتنا فاصلہ تھا؟

امام باقر نے فرمایا، تیرے عقیدہ کے مطابق بتاؤ یا اپنے عقیدہ کے مطابق

نافع نے کہا، دونوں بتا دیں۔

امام باقر نے فرمایا، تیرے بقول چھ سو برس کا فاصلہ تھا اور میرے نزدیک پانچ سو برس کا فاصلہ تھا۔

نافع نے کہا، جب ان دونوں کے مابین اس قدر فاصلہ تھا تو پھر اس آیت کا کیا معنی ہوگا،

وَاسْأَلْ مِنْ ارْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا۔

جب محمدؐ آئے تو کوئی نبی نہیں تھا، پھر آپؐ کو سابقہ انبیاء سے سوال کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ اگر آپ نے تفصیل

حکم نہیں کی تو گناہ گار بنتے ہیں۔ اگر آپ نے کی ہے تو کیسے کی ہے جب کہ تمام انبیاء تو پہلے گزر چکے تھے۔

امام باقر نے فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات شب

میر کرائی۔

جب آپؐ شب معراج چوتھے آسمان پر پہنچے اللہ نے تمام انبیاء کو صف بستہ کیا۔ جبریل نے افق و اقامت کہی

ان دونوں میں جبریل نے محی علی خیر العمل کہا۔ ان حضورؑ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے

تو جبریل یہ آیت لے کر آیا۔

ان حضورؑ نے تمام انبیاء سے سوال کیا۔

یا معشر الانبیاء علی ما بعثتم۔

اے گروہ انبیاء آپ کو نبوت کن شہدائے پر ملی تھی۔

سب نے بیک زبان کہا۔

علی اقرار رات ثلاث۔

اللہ نے ہم سے تین اقرار لیے تھے۔

اول الاقرار بوحدا نية۔ پہلا اقرار اپنی توحید کا لیا۔ ہم نے لا الہ الا اللہ پڑھا۔

ثانی الاقرار برسالتك۔ دوسرا اقرار آپ کی رسالت کا لیا۔ ہم نے محمد رسول اللہ پڑھا۔

ثالثها بولاية علی ابن ابی طالب۔ تیسرا اقرار ولایت علی کا لیا۔ ہم نے علی ولی اللہ پڑھا۔

نافع نے کہا۔ اسے فرزند رسول آپ نے سچ فرمایا ہے۔ اب اس ایت کی تفسیر فرمائیں۔

اولویری الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناهما۔ ارض و سما رتق تھے ہم

نے انہیں کھولا۔

امام باقر نے فرمایا۔ جب اللہ نے حضرت آدم کو زمین پر بھیجا اس وقت نہ تو آسمان سے بارش ہوتی تھی اور نہ

زمین سے کچھ نکلتا تھا۔ حضرت آدم کے زمین پر آنے کے بعد آسمان سے بارش شروع ہوئی اسے اللہ نے آسمان کے رتق

سے تعبیر کیا ہے۔ اور زمین سے انگھوری پیدا ہونا شروع ہوئی۔ اسے اللہ نے فتق ارض سے تعبیر کیا ہے۔

نافع نے کہا۔ فرزند رسول آپ نے سچ فرمایا ہے۔

ایک مسئلہ رہ گیا ہے۔ وہ بھی بتادیں۔

اللہ کب تھا۔

امام باقر نے فرمایا۔ بندہ خدا! یہ تو نے کیسا سوال کیا ہے۔ اللہ کب نہ تھا تا کہ میں تجھے یہ بتاؤں کہ اللہ

کب تھا؟

نافع نے کہا۔ فرزند رسول آپ نے سچ فرمایا ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔ نافع اگر اجازت دے تو میں بھی ایک بات پوچھ لوں؟

نافع نے کہا۔ فرمائیے۔

امام باقر نے فرمایا۔ نردانیوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ اگر تو کہتا ہے کہ امیر المومنین نے ان سے جنگ کی تھی

تو تو گویا تو ان کے مرتد ہونے کا اقرار کرے گا۔ اور اگر تو کہے کہ امیر المومنین ان سے جنگ میں حق پر نہ تھے تو تو

کافر ہو جائے گا۔

نافع بلا جواب دیئے واپس مڑا۔ اور کہتا چلا گیا۔ بخدا! آپ اعلم الناس ہیں۔ بخدا! آپ اہل بیت نبوت میں

سے ہیں؟

جب ہشلم کے پاس پہنچا تو ہشام نے کہا،

سنا کیا ہوا؟

نافع نے کہا۔ ہونا کیا تھا۔ اہل کوفہ اپنے موقف میں سچے ہیں۔ وہ اسے نبی نہیں مانتے۔ جانشین رسول مانتے ہیں اور وہ لوگ برحق ہیں۔

## ۲۔ نافع ابن ازرق سے مناظرہ

روضۃ الکافی میں محمد ابن مبشر سے مروی ہے کہ نافع ابن ازرق نے ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں میں بیٹھ کر یہ بڑا بچی کہہ کر مجھے مشرق و مغرب میں کسی ایسے شخص کا پتہ چل جائے جو حضرت علیؑ کو نہروانیوں کے مقابلہ میں حق پر سمجھتا تو میں چل کر اس کے گھر جاؤں گا اور اس سے مناظرہ کروں گا۔

جب اس نے یہ کہا۔ تو مجمع میں سے ایک ایسا شخص اٹھا جو نافع کے مقتدیوں سے نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ تو تو بڑی لمبی بات کر رہا ہے۔ اولاد علیؑ اب بھی موجود ہے۔

نافع نے کہا۔ کیا اولاد علیؑ میں کوئی عالم ہے۔

اس شخص نے کہا۔ جب تو دعویٰ کرنے لگتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے مشرق و مغرب میں تیرے سوا کوئی عالم ہی نہیں۔ حالانکہ تیرا یہ سوال ہی تیری جہالت کی دلیل ہے۔ بھلا اولاد علیؑ کبھی عالم کے بغیر رہی ہے۔ محمد ابن علیؑ آج بھی مدینہ میں علوم علیؑ کی تبلیغ کر رہا ہے۔

نافع اسی وقت اٹھا۔ اپنے مقتدیوں میں سے چند چیدہ چیدہ افراد ساتھ لیے۔ اور مدینہ پہنچ گیا۔

امام باقرؑ کا دق الباب کیا۔

غلام باہر آیا۔ اسے بتایا کہ میں نافع ہوں۔ غلام نے جا کر عرض کیا کہ نافع اجازت مانگتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ وہ مجھ سے کیا لینے آیا ہے۔ وہ مجھ پر اور میرے دادا علیؑ پر تبرا کرتا ہے۔

ابو بعبیر نے عرض کیا۔ قبلہ وہ آپؑ سے جنگ نہروان کے سلسلہ میں مناظرہ کرنے آیا ہے۔

آپؑ نے غلام سے فرمایا۔

جاسے کہہ کل آنا۔

دوسرے دن امام باقرؑ نے تمام مہاجرین و انصار کی اولاد کو جمع کیا۔ عمامہ نبوی سر پر رکھا۔ بجائے نبوت کندھوں

پر سجائی۔ عصائے نبوی ہاتھ میں لیا۔ اور باہر تشریف لائے۔

تمام مہاجرین و انصار کی اولاد سے فرمایا۔ جس جس کو فضائل حضرت علیؑ کے سلسلہ میں کوئی حدیث یاد ہو

وہ سنائے۔

سب سنائے گئے۔

نافع نے کہا۔ میں ان تمام فضائل کو برحق مانتا ہوں۔ میری بات ان فضائل سے نہیں ہے۔ میرا معاملہ تو بعد از تحکیم سے ہے۔

جب ہمارے والدین انصار کے فرزندوں نے واقعہ خمیر سنایا۔ اور یہ حدیث سنائی۔

لَا عَظِيمَ الرَّايَةِ عَدَا رَجُلًا كَرَارًا غَيْرَ فَرَارٍ بِحَبْلِهِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ - وَيُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

امام باقر نے فرمایا۔ اس حدیث کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔

نافع نے کہا۔ حق ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اس کا تعلق تحکیم سے قبل سے ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔ اس کا تعلق تحکیم سے قبل سے نہیں بلکہ حضرت علیؑ کی زندگی کے آخری لمحہ تک سے ہے۔

نافع نے کہا۔ وہ کیسے۔

امام باقر نے فرمایا۔ جب اللہ نے حضرت علیؑ کو بقول رسولؐ محبوب خدا بنایا۔ تو اس وقت اللہ کو یہ علم تھا کہ علیؑ نہروانیوں

سے جنگ کرے گا یا نہیں تھا؟

اگر تو یہ کہہ دے کہ اللہ کو علم نہیں تھا تو کافر ہو جائے گا۔

نافع نے کہا۔ اللہ کو علم تھا۔

امام باقر نے فرمایا۔ کیا اللہ کو یہ علم تھا کہ علیؑ کی نہروانیوں سے جنگ میری اطاعت میں ہوگی یا نافرمانی میں یا

علم نہیں تھا۔

نافع نے کہا۔ اللہ کو علم تھا۔

امام باقر نے فرمایا۔ جب اللہ کو علم تھا کہ علیؑ کی نہروانیوں سے جنگ میری نافرمانی میں ہوگی تو اس کے باوجود

اللہ نے علیؑ کو محبوب سمجھا۔ یا نہروانیوں سے جنگ کو اپنی اطاعت سمجھ کر علیؑ کو محبوب سمجھا؟

نافع لا جواب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا! واقعا آپ اہل بیتؑ ہوتے ہیں۔ اب کم از کم میرے سامنے حق و

باطل واضح ہو گئے ہیں۔

### ۳۔ عمر ابن ذر اور اس کے ساتھی

رجال کشی میں ثور ابن ابی ناحتہ سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے عازم سفر ہوا راستہ میں  
 میں عمر ابن ذر۔ ابن قیس اور صلت ابن بہرام کا ہم سفر ہو گیا۔  
 راستہ میں ایک مقام پر میں عمر ابن ذر کو کہتے ہوئے سنایں نے چار ہزار مسکد لکھا ہوا ہے۔ جو محمد ابن علی  
 سے پوچھوں گا۔

ثور کہتا ہے میں یہ سنکر پریشان ہو گیا۔ جب مدینہ میں آئے تو میں سب سے پہلے امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوا اور  
 انہیں بتایا کہ عمر ابن ذر اور اس کے ساتھی یہ پروگرام بنا کر آ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: کل صبح وہ آئیں گے تو ان سے پیسے اکٹھا۔

دوسرے دن میں صبح صبح آپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

میرے پہنچنے کے بعد وق الباب ہوا۔

غلام دروازہ پر گیا۔ واپس آکر اس نے بتایا کہ عمر ابن ذر اور اس کے ساتھی ہیں۔

آپ نے فرمایا: ثور جا انہیں اندر لے آ۔

میں اٹھ کر گیا۔ انہیں اندر لے آیا۔

وہ سب خاموش ہو کر بیٹھ گئے کسی نے بھی کوئی بات نہ کی۔ کافی دیر خاموشی کے بعد امام باقر نے از خود مسائل بیان

کرنا شروع کر دیئے۔ کھانے کا وقت ہو گیا۔ آپ نے غلام سے دسترخوان لگانے کو کہا۔ جب دسترخوان لگ

گیا۔ تو آپ نے فرمایا: اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہر ایک چیز کی ایک حد مقرر فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ اس دسترخوان کی

بھی حد ہے۔

عمر ابن ذر نے کہا: اس دسترخوان کی کیا حد ہے۔

آپ نے فرمایا: دسترخوان کی حد یہ ہے کہ جب لگایا جاتا ہے تو بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ اور جب اٹھایا جاتا ہے

تو الحمد فقہی جاتی ہے۔

جب کھانا ختم ہوا تو آپ نے فرمایا: پانی پلا۔ جب غلام نے صراحی سامنے رکھی تو آپ نے فرمایا: اس اللہ کی حمد

ہے جس نے اس صراحی کی حد مقرر کر دیا ہے۔

عمر ابن ذر نے کہا: اس صراحی کی کیا حد ہے۔

آپ نے فرمایا اس کی حد یہ ہے کہ جب انسان منہ لگا تا ہے تو بسم اللہ پڑھتا ہے اور جب پی لیتا ہے تو الحمد للہ کہتا ہے۔ پھر سب خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔

بالآخر امام باقرؑ نے سکوت توڑا اور فرمایا۔

اے فرزند ذر۔ ہمارے جو آثار تم تک پہنچے ہیں ان میں سے کچھ تو ہمیں بھی سناوے۔

عمر ابن ذر نے عرض کیا۔ ہاں قبہ ارشاد نبوی ہے۔ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ الثَّقَلِیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ دَعَتْ رُحٰی

اٰہْلِیْنِیْ اِنْ مَسَّکُمْ بِہِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ حَتّٰی یَرِدَ اَعْلٰی الْخَوْضِ۔

آپ نے فرمایا۔ اے فرزند ذر کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

عمر ابن ذر نے کہا۔ بالکل صحیح ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اب بھلا بتا۔ اگر قیامت کے دن نبی اکرمؐ تم سے پوچھ لے کہ جو دو چیزیں میں چھوڑ کے آیا تھا۔

ان سے تم نے کیا سلوک کیا؟

تو کیا جواب دو گے۔

میں نے دیکھا۔ عمر ابن ذر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے کہا قبہ! اس کے سوا ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کو پھاڑ دیا تھا اور آپ کی ذریت کو قتل کر دیا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اے فرزند ذر۔ قیامت میں انسان سے صرف تین سوال کیے جائیں گے۔

و۔ عمر کس میں گزاری ہے؟

ب۔ دولت کہاں سے لی تھی اور کہاں خرچ کی تھی۔

ج۔ کمال حشر سے محبت رکھی تھی یا نہیں۔

اس کے بعد وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اجازت لیکر باہر چلے گئے۔

امام باقرؑ نے غلام سے فرمایا۔

فرا جا کر اس باہر کیا تبصرہ کرتے ہیں۔

غلام نے واپس آکر بتایا۔ کہ عمر ابن ذر کے ساتھ اسے ملا تھا اسے ملا تھا کہ تو ہمیں کس لیے لایا تھا۔ اور یہاں کیا

کرتا رہا۔ تو نے تو ایک سوال بھی نہیں پوچھا۔

عمر ابن ذر نے کہا۔ بھلا میں اس شخص سے کیا سوال کرتا جس کا علم اتنا زیادہ ہے کہ وہ دسترخوان اور پاتی کی

حدود بھی جانتا ہے۔ اور جس نے ہمیں بتا دیا ہے کہ قیامت کے دن میری ولایت کا سوال تم سے اللہ کے گا۔

## شامی عالم

روضۃ الکافی میں محمد بن عظیم سے مروی ہے کہ امام باقر کے پاس شام سے ایک عالم آیا اور اس نے کہا۔  
اے فرزند رسول! ایک مسئلہ نے بڑا الجھا دیا ہے۔ تین آدمیوں سے سوال کیا ہے ہر ایک کا جواب دوسرے سے  
مختلف ہے۔

امام باقر نے فرمایا کیا بات ہے۔

شامی نے کہا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے مخلوق میں سے سب سے پہلے کیا چیز خلق کی ہے۔ بعض نے  
بتایا ہے کہ۔

اللہ نے سب سے تقدیر کو پیدا کیا ہے۔

بعض کا نظریہ ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ مخلوق اولیٰ روح ہے۔

آپ نے فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ نے اس ہستی کو پیدا کیا ہے۔ جس سے ہر شے پیدا ہوئی ہے۔ ارشاد  
قدرت ہے۔

جعلنا من الماء کل شیء حی۔ ہم نے ہر زندہ شے کو پانی سے پیدا کیا ہے۔

ہر شے کو اللہ نے پانی سے منسوب کیا ہے۔ لیکن پانی کو کسی شے سے منسوب نہیں فرمایا۔

پانی کے بعد اللہ نے ہوا کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہوا کو پانی پر مسلط کیا ہے۔ ہوا نے پانی کو بھی  
شگاف کیا۔

جس سے جھاگ پیدا ہوئی۔

جھاگ سے اللہ نے زمین کو پیدا کیا۔

زمین کو پانی پر ٹھہرایا۔

پھر پانی ہی سے آگ پیدا کی۔

آگ نے پانی کی سطح کو شگاف نہ کیا۔ اور بھاپ پیدا ہوئی۔ اللہ نے اس بھاپ سے آسمان بنائے۔ آسمان کو

زمین کے اوپر سائبان کی طرح تن دیا۔ پھر اللہ نے آسمان و زمین میں تقدیم و تاخیر کی نسبت یوں بتائی والارض بعد

ذلك و دعاها اس کے بعد زمین کو بچھایا۔



شامی نے عرض کیا۔ اللہ نے فرمایا ہے زمین و آسمان لبتہ تھے۔ پھر ہم نے انہیں کھولا۔ اور اسل کا کیا معنی ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آسمان سے بارش نہیں برستی تھی۔ اور زمین سے کچھ اگتا نہیں تھا۔ آسمان سے بارش اور زمین میں قوت روئیدگی پیدا کرنے کا نام فتن ارض و سما ہے۔ شامی نے کہا۔

اشهد انك من اولاد الانبياء وان علمك علمهم۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اولاد انبیاء سے ہیں۔ اور آپ کا علم علم انبیاء ہے۔

## طاؤس میانی

سرکارِ طبری نے احتجاج میں ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام باقر تشریف فرما تھے کہ طاؤس میانی اپنی جمعیت کے ساتھ آیا اور۔

عرض کی۔ اگر اجازت ہو تو چند ایک سوال کروں؟

آپ نے فرمایا۔ پوچھ جو پوچھنا ہے۔

طاؤس نے کہا۔ نبی نوع انسان کی تہائی کب ختم ہوئی تھی؟

آپ نے فرمایا۔ تو بھول رہا ہے۔ پوچھنا چوتھائی کا چاہتا تھا اور سبقت لسانی کی وجہ سے تہائی کہہ رہا ہے۔

چوتھائی اس دن ختم ہوئی تھی جس دن قایل نے ہابیل کو شہید کیا تھا؟

طاؤس نے کہا۔ سچ فرمایا ہے آپ نے۔

یہ فرمائیں کہ ان دو میں سے نبی نوع انسان کسی کی اولاد ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ نبی نوع انسان ان دونوں میں سے کسی کی اولاد نہیں ہیں۔ چوتھ نوع انسان جناب شیت کی اولاد ہیں۔

طاؤس نے کہا۔ آدم کو آدم کیوں کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چونکہ آدم کی مٹی نیچی زمین کی اوپر والی سطح سے لی گئی تھی۔ اور اسے اویم کہا جاتا ہے۔ اس لیے آدم کو آدم کہا گیا ہے۔

طاؤس نے کہا: ابلیس کو ابلیس کیوں کہا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: ابلیس کا معنی مایوس ہونا ہوتا ہے۔ چونکہ ابلیس ہمیشہ کے لیے رحمت خدا سے مایوس ہو گیا ہے۔

اس لیے اسے ابلیس کہا گیا ہے۔

طاؤس نے کہا: جنوں کو جن کیوں کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: جن کا معنی پوشیدہ ہو جانا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ مخلوق نظروں سے پوشیدہ ہے اس لیے اسے جن کہا جاتا ہے۔

طاؤس نے کہا: سب سے پہلا جھوٹ کونسا تھا؟

آپ نے فرمایا: سب سے پہلا جھوٹ ابلیس نے اس وقت بولا تھا۔ جب اس نے سجدہ آدم سے انکار کے جواب میں کہا تھا کہ:

میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ میری تخلیق آگ سے ہے اور آدم کی مٹی سے ہے۔

طاؤس نے کہا: وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے شہادت تو سچی دی تھی لیکن جھوٹے تھے۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ منافق ہیں جنہوں نے شہدائے انک لہ رسول اللہ - کہا تھا۔ لیکن اللہ نے فرمایا ہے کہ شہادت کے الفاظ تو ان کے حق میں لیکن چونکہ ان کا عقیدہ نہیں ہے اس لیے جھوٹ بول رہے ہو۔

طاؤس نے کہا: وہ کونسا پرندہ ہے۔ جو صرف ایک مرتبہ اڑا ہے نہ اس سے پہلے کبھی اڑا تھا نہ بعد میں اڑا ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ کرہ طور ہے۔ جب اسے اللہ نے بنی اسرائیل کے سروں پر بلند کیا تھا۔ اور زمین سے پرواز کر کے ہوا میں آیا تھا۔

پھر ان کے توبہ کر لینے کے بعد اپنی جگہ پر واپس آ گیا تھا۔

طاؤس نے کہا: قرآن میں وہ کون سا رسول ہے جسے اللہ نے بھیجا ہو۔ لیکن وہ نہ جنوں سے تھا نہ انسانوں سے تھا اور نہ ملائکہ سے تھا۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ کوہ ہے جسے اللہ نے قابیل کے سامنے اس وقت بھیجا تھا جب وہ قتل بائیل کے بعد لاش اٹھائے پھر رہا تھا اور اسے چھلے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ تو اللہ نے کوہ کو بھیجا جس نے دوسرے کوہ کو مارا اور مار کر اسے زمین میں چھپا دیا۔

طاؤس نے کہا: وہ کون ہے جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ اس نے اپنی قوم کو ہدایت کی ہے لیکن نہ جس سے پہلے نہ انسان ہے اور نہ ملائکہ سے ہے؟

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ جیوٹھی ہے جس نے اپنی قوم کو اس وقت جناب سلیمان کے لشکر سے ڈرایا جب آپ کہہ رہے تھے اللہ نے اس جیوٹھی کا تذکرہ قرآن میں کیا ہے۔

طاؤس نے کہا قرآن میں ایسی کون سی شئی ہے جس پر تہمت باندھی گئی ہو اور وہ نہ قوم جن سے ہو نہ انسان سے اور نہ ملائکہ سے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ بھیڑیا ہے جس پر فرزند لیلان یعقوب نے اس وقت تہمت لگائی تھی جب وہ یوسف کو کنوئیں میں ڈال کر۔ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر جناب یعقوب سے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

طاؤس نے کہا قرآن میں وہ کون سی شے ہے جو حکم ہو یا زیادہ ہر دو صورتوں میں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ جناب طاہر کی وہ نہر ہے۔ جب آپ جلالت کے مقابلہ میں جا رہے تھے۔ اور اس نہر سے گزرے تو آپ نے اپنی فوج سے کہا تھا کہ اس سے پانی پینا خواہ تھوڑا یا بہت حرام ہے۔

طاؤس نے کہا وہ کون سی صلوٰۃ ہے جو واجب بھی ہے اور بلا وضو پڑھی جاسکتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ محمد و آل محمد پر درود ہے۔ واجب بھی ہے اور بلا وضو پڑھی جاسکتی ہے۔

طاؤس نے کہا وہ کون سا روزہ ہے۔ جس میں کھانے پینے کی پابندی نہ ہو۔

آپ نے فرمایا۔ یہ روزہ صرف اور صرف ایک تھا اور وہ تھا جب جناب عیسیٰ کی ولادت ہوئی تو جناب مریم نے

اپنی قوم سے کہا تھا کہ۔

میں نے آج اللہ کی منت ماننی ہے کہ کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

طاؤس نے کہا۔ وہ کون سی شئی ہے جو گھٹی بھی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چاند۔

طاؤس نے کہا۔ وہ کون سی شے ہے جس میں اضافہ ہوتا ہے لیکن کمی نہیں ہوتی؟

آپ نے فرمایا۔ سمندر۔

طاؤس نے کہا وہ کون سی شے ہے جس میں کمی ہوتی ہے لیکن اضافہ نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا۔ عمر۔

## ابو حنیفہ اور امام باقرؑ

شرح بیچ اہل سنت میں ابوالقاسم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام باقرؑ کے پاس آیا آپ اس وقت مسجد میں بیٹھے تھے۔

ابو حنیفہ نے کہا: کیا میں آپ کے پاس بیٹھ جاؤں۔

امام باقرؑ نے فرمایا: تو معروف آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تو میرے حلقے میں بیٹھے۔

ابو حنیفہ بیٹھ گیا۔ اور

کتنے لگا۔ کیا آپ امام ہیں۔

آپ نے فرمایا: نہیں تو

ابو حنیفہ نے کہا: کو فرمادے کہتے ہیں کہ آپ امام ہیں۔

آپ نے فرمایا: پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔

ابو حنیفہ نے کہا: آپ انہیں لکھ کر بتادیں کہ۔

میں امام نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا: اگر وہ نہ مانیں تو؟

ابو حنیفہ نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی بات نہ مانیں گے۔

آپ نے فرمایا: وہ تو غائب ہیں۔ حاضر کو دیکھ کر غائب پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ آپ بھی اہل کو فر

سے ہیں۔

آپ نے مجھ سے بیٹھنے کی اجازت مانگی میں نے نہ دی۔ لیکن آپ پھر بھی بیٹھ گئے۔ جب آپ حاضر ہیں اور آپ

میری بات نہیں مانتے تو وہ جو غائب ہیں کیسے مانیں گے۔

## عبد اللہ ابن معمر لیشی

کشف الغمہ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ عبد اللہ ابن معمر لیشی نے امام باقر سے کہا۔  
میں نے سنا ہے آپ جو ازنتعہ کے قائل ہیں۔

آپ نے فرمایا جسے اللہ نے حلال کیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے پہنچایا ہے۔ اور صحابہ نے عمل کیا ہے۔ میں کیسے اسے  
حرام کہہ سکتا ہوں۔

عبد اللہ نے کہا۔ عمر تو نے منع کیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے تو اپنے مولیٰ کے قول پر قائم رہ اور میں اپنے مولیٰ کے قول پر پابند رہوں۔

عبد اللہ نے کہا۔ اگر آپ کی عورتیں یہ کام کریں تو کیا آپ پسند کریں گے۔

آپ نے فرمایا۔ بھندہ خدا! بات میری عورتوں یا آپ کی عورتوں کی نہیں ہے۔ بات اس کی ہے جو تجھ سے  
اور متعہ کو منع کرنے والے سے زیادہ مخیر ہے جب اس نے اسے حلال کیا ہے تو پھر ہم حرام کرنے والے کون  
ہوتے ہیں۔

کیا تو مدینہ کے جولاہوں میں سے کسی جولاہے کو رشتہ دے گا؟

عبد اللہ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں یہ تو دائمی نکاح کی بات ہے۔

تو کیوں حلال خدا کو حرام کر رہا ہے۔

عبد اللہ نے کہا۔ میں حلال کو حرام نہیں کر رہا۔ جولاہے میرا کفو نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کمال ہے تیرے تدبیر پر۔ اگر مدینہ کا جولاہا نیک ہو۔ صالح ہو۔ اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو تو

اللہ اسے حور عین سے شادی کرائے گا۔ اللہ نے جسے حور عین کا کفو قرار دیا ہے تو اپنی جھوٹی قومیت میں تکبر اور سرکشی  
کی بدولت اسے کفو نہیں سمجھتا۔

عبد اللہ نے کہا۔ واقعاً آپ لوگوں کے دل علم کی کان ہیں۔ اور علم کے نفع بخش میوہ جات الہی کے دلوں میں  
درخت پر لگا سکتے ہیں۔

## مختلف مسائل کے جواب

### ۱۔ شراب۔

فروع کافی بنی امیہ کا تب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام باقرؑ مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے کہ قریش کے چند افراد نے آپ کو مسجد میں بیٹھ دیکھا۔ آپ کے گرد کافی لوگ تھے۔

قریشوں نے پوچھا۔ یہ کون بیٹھا ہے۔

انہیں بتایا گیا۔ فرزند رسولؐ محمدؐ ابن علیؑ ہے۔

انہوں نے ایک جوان کو بھیجا کہ جا کر اس سے پوچھ۔ تمام گناہوں میں سے عظیم تر گناہ کون سا ہے؟

اس جوان نے آکر امام باقرؑ سے پوچھا۔ کہ گناہوں میں سے بڑا گناہ کون سا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ شراب خوری۔

اس نے جا کر بتایا۔

تو انہوں نے کہا۔ پھر جا کر پوچھ۔ اس نے دوسری مرتبہ آکر پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ شراب خوری۔

اس نے آکر بتایا۔

انہوں نے کہا۔ پھر جا۔ اور پوچھ۔ جب وہ تیسری آیا۔ اور پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے! میں دو مرتبہ تجھے بتا چکا ہوں کہ شراب خوری گناہوں کی جڑ ہے۔

شراب خوری سے نہ پیدا ہوتا ہے۔

شراب خوری چوری کو جنم دیتی ہے۔

شراب خوری قتل پر آمادہ کرتی ہے۔

شراب خوری شرک پر مائل کرتی ہے۔

جس طرح مادر شراب انگور کی بیل پودے سے درخت پر چھنا جاتی ہے۔ اسی طرح شراب تمام گناہوں کو جنم

دیتی ہے۔

## ۲۔ دنیا میں اندھا آخرت میں بھی اندھا ہوگا :-

اجتہاج میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص امام باقر سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ۔  
 من کان فی الدنیا اعمیٰ فہو فی الآخرۃ  
 اعمیٰ ۔  
 رہے گا ۔

آپ نے فرمایا ۔ آیت میں اندھے سے مراد بصارت کی عدم موجودگی نہیں بلکہ بصیرت کا نہ ہونا ہے ۔ یعنی جو شخص تخلیق ارض و سما گردش لیں و نہار ۔ اور ان جیسی دیگر تمام آیات الہیہ کو دیکھ کر اللہ کو نہیں دیکھ سکتا ۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کون اندھا ہوگا ۔  
 اور جو شخص یہاں اوراک توحید سے بے بہرہ اور اندھا ہوگا ۔ ظاہر ہے وہ قیامت میں بھی اندھا ہی محسوس ہوگا ۔

## ۳۔ رویت باری :-

اجتہاج میں سنن سے مروی ہے کہ ایک خارجی امام باقر کے پاس آیا اور کہنے لگا ۔  
 آپ کس کی عبادت کرتے ہیں ۔  
 آپ نے فرمایا ۔ اللہ کی ۔

اس نے کہا ۔ کیا آپ نے اللہ کو دیکھا ہے ۔  
 آپ نے فرمایا ۔ ہاں چشم بصارت سے نہیں نگاہ بصیرت سے دیکھا ہے ۔ چشم ایمان سے دیکھا ہے ۔ اس کی معرفت کسی قیاس سے نہیں ہوتی ۔ جو اس سے ماوراء ہے ۔ مخلوق کے مشابہ نہیں ہے ۔ اور تمام آیات الہیہ اس کی دلیل ہیں ۔

وہ کبھی اپنے فیصد میں کسی پر ظلم نہیں کرتا ۔ اور وہی لاشریک موجود ہے ۔  
 وہ شخص یہ سن کر حیران ہوا ۔ اور کہنے لگا ۔  
 واقعاً آپ لوگ ہی اس مسند کے اہل ہیں ۔

## ۴۔ جناب حسنین انھو کے صلیٰ فرزند ہیں :-

روضۃ الکافی ابو الجارود سے مروی ہے کہ میں ایک دن امام باقر کی خدمت میں آیا ۔  
 آپ نے فرمایا ۔ ابو الجارود یہ لوگ جناب حسنین کے متعلق کیا کہتے ہیں ۔

میں نے عرض کیا۔ قید وہ انہیں فرزند رسول تسلیم نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا۔ تم کیا جواب دیتے ہو؟

میں نے عرض کیا۔ ہم آیات قرآن میں حضرت عیسیٰ کا ذریت نوح سے ہونا اور ایسا مباہلہ پیش کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اس کے جواب میں وہ کیا کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ بیٹی کی اولاد بعض اوقات اولاد کہی جاتی ہے۔ لیکن وہ صلیبی اولاد نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا۔

ابو الجارود! میں تجھے آج ایک ایسی آیت کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ اگر وہ اسے تسلیم کر لیں گے تو انہیں ماننا پڑے گا

کہ جناب حسنین انحضرت کے صلیبی فرزند ہیں۔ اور اگر وہ نہ انہیں گے تو انہیں آیت سے انکار کرنا پڑے گا۔ اور جب آیت سے انکار کریں گے تو کافر ہو جائیں گے۔

میں نے عرض کیا۔ قید فرمائیے۔

آپ نے یہ آیت پڑھی۔ حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم و اخواتکم سے و حلائل انہن من الذین من اصلاہن

نک پڑھی اور فرمایا۔ ان سے پوچھ۔

آیت میں جن عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے ان میں صلیبی بیٹے کی بیوی سے نکاح باپ کیلئے حرام فرمایا

گیا ہے۔

اب بتاؤ کہ جناب حسنین میں سے کسی کی بیوی سے انحضرت نکاح کر سکتے ہیں؟

اگر وہ ہاں کریں گے تو کافر ہو جائیں گے اور اگر

نہ کریں گے تو انہیں ماننا ہو گا کہ جناب حسنین انحضرت کے صلیبی بیٹے ہیں۔

## ۵۔ وفات جناب محمد حنیفہ ۱۔

بحاریں مروی ہے کہ کیسانہ میں سے ایک شخص نے امام باقر کے ساتھ جناب محمد حنیفہ کی زندگی پر گفتگو کی۔

آپ نے فرمایا۔ تم لوگوں نے یہ کیا حماقت کر رکھی ہے۔

جناب محمد ہمارے گھر کے فرد تھے یا آپ کے گھر کے۔

اس نے کہا۔ آپ کے گھر کے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر ہمیں زیادہ معلوم ہونا چاہیے یا آپ کو؟

اس نے کہا۔ آپ کو۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے بابائے بتایا تھا کہ میں محمد حنیفہ کے غسل کہن۔ تجہیز اور نماز جنازہ اور تدفین تک



تمام مراحل میں موجود رہا ہوں۔

اس نے کہا۔ آپ کے والد کو اسی طرح اشتباہ ہوا ہو گا جس طرح یہودیوں کو حضرت عیسیٰ کے سلسلہ میں اشتباہ بھی ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تو اپنے اسی استدلال کا ثالث مان لے گا۔

اس نے کہا۔ مان لوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تیرے اسی استدلال سے تیری تردید ہو جائے تو پھر اپنے اس غلط عقیدہ کو چھوڑ دے گا اس نے کہا۔ چھوڑ دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ جب یہودیوں کو اللہ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق قبلائے اشتباہ کیا تو یہودی حضرت عیسیٰ کے دوست تھے یا دشمن؟

اس نے کہا۔ دشمن تھے۔

آپ نے فرمایا۔ اب خود بتا کیا میرا والد محمد حنیفہ کا دوست تھا یا دشمن؟

اس نے کہا۔ دوست۔

آپ نے فرمایا۔ اشتباہ میں دوستوں کو ڈالا جاتا ہے یا دشمنوں کو؟

اس نے کہا۔ دشمنوں کو۔

آپ نے فرمایا۔ اب بتا اللہ کو کیا ضرورت تھی کہ میرے والد محمد حنیفہ کے دوست تھے کہ اشتباہ میں

ڈالتا ہے۔

اس نے اسی وقت اپنے عقیدہ سے توبہ کر لی۔

زید ابن حسنؑ اور امام باقرؑ:

جس طرح جناب عبداللہ ابن عباسؓ کو انھوں نے چچا زاد ہونے کے ناطے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں حزب اقتدار نے لانے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ وغیرہ میں جناب ابن عباسؓ سے احادیث بکثرت ملتی ہیں۔ حالانکہ انھوں نے

کی وفات کے وقت جناب ابن عباسؓ کی عمر حدود بیس تک بھی نہیں پہنچی تھی۔

لیکن جناب ابن عباسؓ اس چیز کو جان گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے کبھی بھی حضرت علیؑ کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بالکل اسی طرح جب سلسلہ امامت فریت مظلوم کربلا میں چلا۔ اور واقعہ کربلا کے بعد اموی حکومت کی چوبیس ہل لگیں جو روز بروز کمزور تر ہوتی چلی گئی تو اموی حکمرانوں نے بھی ہر دور میں اکمل اہل بیت کے سامنے کسی نہ کسی کو لانے کی

کوشش ترک نہ کی۔

یہ لوگ اولاد امام حسنؑ کو ہمیشہ اس بات پر اکاتے رہتے تھے کہ تم لوگ علیؑ کے بڑے بیٹے حسن کی اولاد ہو امامت تمہارا حق تھی۔

جب کہ امام حسینؑ کی اولاد مدعی امامت بنی رہتی ہے۔ تم خاموش رہتے ہو۔

جناب سجادؑ کی زندگی تک ان لوگوں نے اولاد حضرت علیؑ کو سامنے کرنے کی کوشش کی۔ سرکاری پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا تھا۔ شیعان آل محمدؑ کو تقسیم کرنے کی خاطر حکومت خرچ بھی کرتی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ جو لوگ ہمیں نہیں مانتے چلو نہ مانیں خود بھی تو ایک سیٹھ پر جمع نہ ہوں۔

اموی کوششوں نے مظلوم کربلا کے بعد پہلے تو جناب محمد صنیعہؑ کو سامنے لانے کی کوشش کی۔ لیکن جب ان کی طرف سے ناکام ہو گئے تو پھر شیعوں کو آگے بڑھا دیا۔ ہر دور میں اور ہر قوم میں ایسے سادہ لوح افراد مل جاتے ہیں۔ جو معمولی سی کوشش سے پھرتل اور ہٹکت جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے جناب محمد کو از خود امام کہنا شروع کر دیا۔ بالآخر جناب محمدؑ نے جناب سجادؑ سے معذرت کی۔ جناب سجادؑ کے حالات میں سابقہ اسود کا واقعہ گزر چکا ہے یوں جناب محمدؑ کے خلوص اور ان کے تدبیر نے اس اموی چال کو ناکام بنا دیا۔

البتہ جناب باقرؑ کے زمانہ میں اولاد امیر المومنینؑ چونکہ ذریعہ تھی۔ اور اولاد امام حسنؑ ہو گئی تھی۔ اس لیے اموی نمک خواروں نے سادات بنی فاطمہ اور شیعان آل محمدؑ کو تقسیم کرنے کی خاطر اولاد امام حسنؑ کو آگے کیا۔ زیادہ تو کامیاب نہ ہو سکے۔

لیکن کچھ نہ کچھ کامیابی ہو گئی۔

اور زید ابن حسنؑ اموی ایجنٹوں کے جال میں پھنس گئے۔

زید نے امام باقرؑ سے اس بات پر نزاع شروع کر دی کہ۔ ہمارا بھی میراث رسول میں حصہ ہے۔ لہذا تبرکات انبیاء میں سے بالعموم اور تبرکات نبی اکرمؐ سے بالخصوص ہمیں نصف دے دو۔

زید نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ امام باقرؑ نے اپنے بھائی زید کو اپنی طرف سے نمائندہ بنا کر عدالت میں بھیجا۔

دوران گفتگو زید ابن حسنؑ نے جناب زید ابن علیؑ سے کہا۔

آپ سندھی ماں کے بیٹے ہیں۔

چونکہ جناب زید ابن علیؑ کی والدہ سندھ سے تھیں۔ اس لیے زید ابن حسنؑ نے اسی مناسبت سے کہا تھا۔

جناب زید ابن علیؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔

صرف اتنا کہا کہ آپ میرے محترم اور بزرگ ہیں۔ آپ نے بلاوجہ میری ماں کا نام لیا ہے۔ جس کا تعلق ہمارے اس

نزاع سے نہیں تھا۔ اس لیے میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ سے اس سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے اور امام باقر کو سب کچھ بتایا۔

اس کے بعد امام باقر خود حاضر عدالت ہوئے۔

اور آپ نے زید بن حسن سے فرمایا۔

آپ نے اپنی بٹل میں جو چھری چھپا رکھی ہے۔ اگر وہ میرے برحق ہونے کی شہادت دے دے تو تو مان جائے گا۔

آپ نے فرمایا: فیدے کہا ہاں مان جاؤں گا۔

اینها السکينة بالله عليك الطقي۔ اے چھری تجھے اللہ کی قسم! بول۔

زید کی بٹل سے چھری زمین پر گر گئی۔ اور اس نے توحید رسالت اور ولایت کی شہادت دینے کے بعد کہا۔

یا زید انت ظالم ومحمد ابن علی احق منک بمیراث رسول اللہ۔ اے زید تو ظالم ہے اور میراث رسول کی نسبت سے محمد بن علی تجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ جس پتھر پر ہم دونوں کھڑے ہیں۔ اگر یہ پتھر میرے حقدار ہونے کی گواہی دے دے تو پھر تو مان جائے گا۔

زید نے کہا۔ مان جاؤں گا۔

آپ نے پتھر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ایها الحجر بالله عليك انطق وقل ما تعلقہ۔ اے پتھر تجھے اللہ کی قسم بول اور جو تو جانتا ہے۔ وہ بتا دے۔

پتھر زید کے قدموں میں لرزا۔ شہادت توحید رسالت اور ولایت دینے کے بعد کہا۔

یا زید انت ظالم ومحمد ابن علی احق منک منک۔ اے زید آپ ظالم ہیں اور محمد بن علی اس چیز کے زیادہ حقدار ہیں جس کا تو ان سے مطالبہ کر رہا ہے۔

فی ما تطلبہ۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اچھا جو سامنے یہ درخت کھڑا ہے اگر یہ میرے حق میں شہادت دے دے تو تو

مان جائے گا۔

زید نے کہا۔ مان لوں گا۔

آپ نے درخت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

ایتها الشجرة بالله عليك انطقی وقولی ما تعلمین۔ اے درخت تجھے اللہ کا واسطہ بول اور جو جانتا ہے بیان کر۔

درخت نے اپنی جگہ چھوڑی امام باقر کے قریب آیا۔ توحید۔ رسالت اور ولایت کی شہادت کے بور کہا۔  
یا زید انت ظالم والحق مع محمد ابن علیؑ۔ اسے زید کو ظالم بنی حق جن محمد ابن علیؑ کے ساتھ ہے۔  
ان میں معجزانہ شہادتوں کے بعد زید کے پاس نزاع کا کوئی جواز نہ رہا تھا۔ فیصلہ ہو گیا۔ عدالت سے باہر  
آ گئے۔

زید وہاں سے سیدھا ہشام کے پاس گیا اور اس سے کہا۔  
مد ہو گئی ہے تمہاری مملکت میں جادوگر رہتے ہیں اور تم نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔  
ہشام نے کہا۔ کون جادوگر ہے۔  
زید نے امام باقرؑ کے متعلق سب کچھ سنا کر کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں محمدؐ آپ کی حکومت کے لیے خطرہ نہ  
بن جائے۔

یہ وہ نازک جملہ تھا جس سے ہر حکمران پھرک اٹھتا ہے۔ ہشام کیسے پرسکون رہ سکتا تھا۔  
ہشام نے کہا۔ دیکھ زید۔ ہم پہلے ہی کربلا کے واقعہ سے کافی بدنام ہو چکے ہیں۔ میں تو محمدؐ کو قتل نہیں ہی  
کروں گا۔

اگر میں اسے گرفتار کر سکے یہاں بلوالوں تو تو قتل کرے گا۔  
زید نے کہا جب تو حکمران ہو کر قتل نہیں کر سکتا تو پھر میں کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ ویسے اگر تو قتل نہیں کر سکتا  
تو کم از کم اسے نظر بند تو کر سکتا ہے۔ تاکہ تیری حکومت کسی متوقع خطرہ سے محفوظ رہ جائے۔  
ہشام نے کہا تیرا یہ مشورہ مناسب ہے۔  
چنانچہ ہشام نے اپنے گورنر مدینہ کو احکامات جاری کر دیئے۔  
جواب میں والی مدینہ نے لکھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہم حکم کے بندے ہیں۔ جیسے حکم ہو گا پابندی کریں گے اور تمہیں میں کوتاہی نہیں ہو گی۔ محمدؐ ابن علیؑ سے  
میں مطمئن ہوں وہ کہیں نہیں جائے گا۔ مدینہ ہی میں ہے اور میری نظروں میں ہے۔ چونکہ ہم آپ کے نیک خوار ہیں اس لیے  
ہمارا فرض ہے کہ آپ کو ہر بات سے آگاہ کر دیا جائے۔  
جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کے پاس زید ابن حسنؑ پہنچ گیا ہے۔ اور آپ اسی کو استعمال کر رہے ہیں۔  
زید ابن حسنؑ کا مدینہ میں نہ اپنوں میں کوئی مقام ہے نہ بیگانوں میں۔ وہ احساس کمتری کا شکار ہے۔ اس کا  
خیال یہ ہے کہ اگر محمدؐ ابن علیؑ سامنے سے ہٹ جائے تو شاید شیعیان آل محمدؐ اس کے قدموں میں گر  
جائیں گے۔

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ شیعیان آل محمدؐ کتنے سخت جان ہیں۔ اموی حکومت کی کتنی سختیاں جھیل رہے ہیں

مگر بایں بمرہ اموی حکومت کے سامنے آج تک نہیں جھکے۔ دولت اور تشدد کو وہ خاطر میں ہی نہیں لائے  
محمد بن علیؑ کے پاس وہ سب کچھ ہے جو اس قوم کے افراد کو مطلوب ہوتا ہے۔ محمد بن علیؑ اس وقت میرے خیال  
کے مطابق روئے ارض پر سب سے زیادہ زاہد، متقی، پرہیزگار، عابد، رات مصلیٰ پر گزارنے والا۔ اور دن روزہ سے  
بتانے والا واحد وہ فرد ہے جس کے پاس دولت و عمل کے علاوہ علم رسول بھی ہے۔ اور یہی علم و عمل ہی ہے جو شیعیان  
آل محمدؑ کو اس کی طرف کھینچا ہے۔ اور جس کے مقابلہ میں شیعیان آل محمدؑ اموی تشدد برداشت کر لیتے ہیں۔ اس  
سے حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میرے جاسوس ہر وقت اس کی محض میں موجود رہتے ہیں۔ مجھے پل پل کی خبر  
ہوتی ہے۔

آپ زید بن حسن کو سمجھادیں کہ اگر محمد بن علیؑ نظر بند بھی ہو جائے تو بھی شیعیان آل محمدؑ اس کے پاس نہیں  
آئیں گے۔

کیونکہ زید علم و عمل ہر دو سے تہی دامن ہے۔  
کہیں ایسا نہ ہو کہ اموی حکومت جسے کربلا اور کربلا کے بعد آل محمدؑ سے تصادم نے کمزور سے کمزور تر کر دیا ہے  
ہمارے اس اقدام سے اور کمزور ہو جائے۔

ویسے جو ہم حکم تعمیل ہوگی۔

میں جواب کے انتظار میں ہوں۔

جب عبد الملک کو خط ملا تو اس نے زید کو دکھایا۔

زید نے خط پڑھ کر کہا۔

آپ کے والی مدینہ کی باتیں سب درست ہیں۔ ویسے محمدؑ کے پاس

انحضور کا اسلحہ، تلوار، خنجر، انگوٹھی، عصا اور دوسرے تبرکات ہیں۔ اگر آپ کو مل جائیں تو کتنی خوش نصیبی  
ہوگی۔

اگر محمدؑ دینے سے انکار کرے تو اس سے آپ کے لیے اسے راستہ سے ہٹانے کا موقع بھی مل جائے گا۔

عبد الملک نے کہا۔ یہ بات درست ہے۔

عبد الملک نے اپنے والی کو خط لکھا کہ محمد بن علیؑ کو ایک لاکھ درہم دے دو اور اسے کہو کہ نبوی تبرکات آپ کے

حوالہ کر دے آپ وہ تمام چیزیں مجھے بھیجی اور یقیناً

والی مدینہ خط لے کر امام باقرؑ کے گھر آیا۔

اور آپ کو وہ خط دکھایا۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے چند دن کی مہلت دے۔

والی مدینہ نے مہلت دی ۔

امام باقرؑ نے چند دن بعد مطلوبہ سامان تیار کر کے والی مدینہ کو دے دیا ۔

والی مدینہ نے شام بھجوا دیا

عبدالملک نے زید کو بلا کر دکھایا ۔

زید نے کہا ۔ ان میں سے کوئی چیز بھی نبوی تبرکات سے نہیں ہے ۔

عبدالملک نے والی مدینہ کو خط لکھا ۔

والی مدینہ وہ خط لے کر آپ کے پاس آیا ۔

آپ نے فرمایا ۔ عبدالملک سے کہہ دے میرے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ خواہ قبول کریں یا نہ کریں ۔

والی مدینہ کا خط ملنے کے بعد عبدالملک نے زید کو گرفتار کر کے مدینہ بھجوا دیا ۔ اور امام باقرؑ کو لکھا کہ آپ کا

آمدنی آپ کے پاس آ رہا ہے ۔

اسے کچھ سکھائیں ۔

ساتھ ہی عبدالملک نے والی مدینہ کو زہر آلود زین بھجوائی ۔ کہ امام باقرؑ کو کسی طریقہ سے اس پر ہی سوار

کرائیں ۔

والی مدینہ ابراہیم ابن ولید نے وہ زین گھوڑے پر کسوائی ۔ آپ کو دعوت دی ۔ آپ اس پر سوار ہوئے نہر

نے جہم پر اثر کیا ۔ گھر اگر جب اترے تو صاحب فراش ہو گئے ۔ تین دن تک صاحب فراش رہے ۔ اور اس عالم فانی

سے رخصت ہو گئے ۔

آپ نے دم آخر وصیت فرمائی ۔

جعفر بیٹے میں اپنی فلاں اراخی دس برس کے لیے وقف کر رہا ہوں ۔ اس کی جملہ آمدان نوٹہ گر عورتوں پر خرچ

کرتے رہنا ۔ جو میرے بعد دس برس تک مٹی میں میرے لیے عزاداری کریں ۔

## امام محمد باقرؑ کی اولاد

ارشاد شیخ مفید کے مطابق آپ کے پانچ فرزند اور دو بیٹیاں تھیں ۔

- ۱- امام جعفر صادق { ان دونوں کی والدہ جناب ام فروزہ بنت عباس بن محمد بن ابوبکر تھیں۔ اس مخدومہ کا نام فاطمہ تھا۔
- ۲- عبد اللہ افطح
- ۳- عبد اللہ اصغر { یہ دونوں ام حکیم سے تھے
- ۴- ابراہیم
- ۵- علی
- ۶- ام سلمہ { ان کی والدہ کا نام مورخین کو نہیں مل سکا۔
- ۷- زینب



# امام جعفر صادق علیہ السلام

تاریخ ولادت :- ۷ اربیع الاول ۸۳ھ بروز سوموار

شہادت :- ۱۵ اشوال ۱۴۸ھ

مدفن :- جنت البقیع

امام زین العابدین اور امام محمد باقر کے ساتھ ۱۲ برس گزارے۔ یعنی امام زین العابدین کی شہادت کے وقت آپ کی عمر بارہ برس تھی۔

دادا امام زین العابدین کے ہمد۔ والد محرم امام باقر کے زیر سایہ ۱۹ برس گزارے۔ یعنی امام محمد باقر کی شہادت کے وقت آپ کا سن مبارک ۳۱ برس تھا۔

والد محترم امام محمد باقر کے بعد اپنا زمانہ امارت ۲۴ برس نصیب ہوا۔

عمر شریف :- ۶۵ برس

آپ کے زمانہ میں حکمران :-

- ۱۔ ہشام ابن عبد الملک کا آخری زمانہ۔
- ۲۔ یزید ابن عبد الملک ابن مروان ۔
- ۳۔ ولید ابن یزید ابن عبد الملک ابن مروان
- ۴۔ ابراہیم ابن ولید ابن یزید ابن عبد الملک ابن مروان
- ۵۔ مروان حمار ابن محمد
- ۶۔ ابوالعباس سفاح۔
- ۷۔ ابو جعفر منصور۔

یہ اموی حکمران تھے۔

یہ دونوں عباسی حکمران تھے۔ منصور ہی نے آپ کو زہر دلوایا تھا جس سے شہادت ہوئی۔



اصول کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میرے بابا نے میری والدہ سے فرمایا۔

یا ام فروہ انی لا دعوا لله لمدن بنی شیعتنا  
فی الیوم واللیلۃ الف مرق لان نحن فیما  
ینوبنا من المرزا یا نصبر علی ما نعلم  
من الثواب و هو یصبر و ن علی  
ما لا یعلمون۔

اصول کافی میں جمیل ابن دراج سے روایت ہے ہمارے متعدد علمائے اسے روایت کیا ہے۔ کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔

لا تتکلموا فی الامام فان الامام یسمع  
الکلام وهو فی بطن امه فاذا وضعتہ  
کتب الملک بین عینیہ تمت کلمۃ  
ربک صدق وعد لا یبدل لکلماتہ  
والله السميع العلیم فاذا قام بالامر  
رفع له فی کل بلاد منار ینظر منه  
الی اعمال العیاد۔

اصول کافی میں فرارہ سے مروی ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا ہے۔

للامام عشر علامات یولد مطہراً اذا  
وقع علی الارض وقر علی راحیہ رافعاً  
صوتہ بالشہادتین لا یجنب۔ تنام  
عینہ ولا ینام قلبہ۔

لا یتشاب۔ ولا یمطی ویری من خلفہ  
کما یری من قد امہ۔ بخیر کراخہ المساک۔

اذا لبس درع رسول الله کانت علیہ وقفا  
واذا لبس غیرہ من الناس طویلہم وقصیرہم  
ذات علیہ شبیراً۔ وهو محدث الی ان تنقضي ایامہ۔

اگر ذرہ رسول پینے تو اسے فطرتی ہے۔ اگر غیر امام  
ذرہ رسول پینے خواہ دراز قد ہو یا کوتاہ قد ایک باشت  
بڑھ جاتی ہے۔ ولادت سے بے کرم آخر تک عالم ہوتا ہے۔

آپ کے اسمائے گرامی :-

نام :- جعفر  
 کیفیت :- الوعید اللہ

ابو اسماعیل

ابوالنخاس

اليوم موعدي

الغالب :-

صادق

ط

## مقام

کامل

## نتیجہ

## کتابت

فاضل

بجاریں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادقؑ نے خریس کنانی سے پوچھا۔

آپ کے والد نے آپ کا نام خریس کیوں رکھا ہے۔

خیر میں نے کہا یہ سوال میں بھی آپ سے کر سکتا ہوں کہ آپ کے والد نے آپ کا نام جعفر کیوں رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں تجھے بتاؤں۔ تیرا والد جاہل تھا۔ اسے علم نہیں تھا۔ کہ خریس ابلیس کے ناموں میں سے

ایک ہے۔

میرا والد عالم تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جعفر جنت میں ایک تہر کا نام ہے۔ تیرے والد نے تیرا نام خریس

اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اور میرے والد نے میرا نام جعفر رکھ کے اپنے علم کا ثبوت دیا ہے۔

نقش انگشتر :-

فرسہ کافی کے مطابق آپ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

## نص امامت

اصول کافی میں ابو ابراہیم کافی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام باقر کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ امام صادق چلتے ہوئے آئے۔ آپ نے فرمایا۔

ابو ابراہیم میرا یہ بچہ ان افراد سے ہے جن سے اللہ نے وارث کتاب ہونے کا اور امام بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اصول کافی میں ہشام ابن سالم نے امام صادق سے روایت کیا ہے کہ دم آخر میرے پدر بزرگوار نے مجھے وصیت فرمائی تھی۔

یا جعفر اوصیک باصحابی خیرا۔  
قلت جعلت فداک واللہ لا اذعنہم  
والرجل یکون منہم فی المصر۔  
اے جعفر میرے شیعوں کا خیال رکھنا  
میں نے عرض کیا۔ میں قربان جاؤں۔ بخدا میں ان کو ان کے  
گھروں میں بھی نہیں بھولوں گا۔

جابر ابن یزید جعفری نے عرض کیا۔ آپ کے بعد قائم بالامر کون ہوگا۔  
آپ نے امام صادق کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔  
یہ قائم بالامر ہوگا۔

اصول کافی میں عبد اللہ علی سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے جب میرے والد کا وقت وفات قریب آیا  
تو انہوں نے مجھے فرمایا۔  
جعفر! چند گواہ بلا کے لا۔

میں نے قریش سے چار افراد بلائے۔  
ان میں عبد اللہ ابن عمر ابن خطاب کا غلام مانع بھی تھا۔  
آپ نے فرمایا۔ میری وصیت سمجھ لے۔  
میں وہی وصیت کرتا ہوں جو جناب یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔ اسلام کی حالت میں جان دینا۔

پھر فرمایا۔ محمد ابن علی اپنے بیٹے جعفر کو وصیت کرتا ہے کہ  
مجھے اسی چادر میں کفن دینا جس میں میں نماز پڑھتا رہا ہوں۔  
مجھے عمامہ بھی بندھانا۔

میرے مزار کو مستطیل بنانا  
میرے مزار کی بلندی چار انگلی رکھنا۔

کفن کی گریں قبر میں اتارنے کے بعد کھول دینا۔  
یہ وصیت لکھنے کے بعد آپ نے گواہوں کو جاننے کی اجازت دے دی۔ جب وہ باہر چلے گئے تو میں نے عرض کیا۔

قبلہ ایہ امور ایسے تھے جن کے لیے گواہوں کی ضرورت محسوس ہوتی؟  
آپ نے فرمایا۔ بیٹے! میں نے گواہ صرف اس لیے بلائے تھے تاکہ کل یہ لوگ کسی اور کو عہدہ امارت پر تیرے مقابلہ میں لاکھڑا نہ کریں۔  
بخاری میں محمد ابن مسلم سے مروی ہے کہ میں امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں امام صادقؑ ابھی آگئے مکن تھے۔

سر پر چٹا تھی۔ امام باقرؑ نے فرمایا۔  
اے محمدیہ ہے تیرا وہ امام جسے نبی اکرمؐ نے صادقؑ فرمایا ہے۔ اس کے شیعہ دینا اور آخرت میں منظور ہوں گے۔ اور اس کے دشمن دنیا و آخرت میں ملعون ہوں گے۔ میرے بعد اس کی اقتدا کرنا۔ جو پوچھا ہوا اس سے پوچھ لے۔

یہ سکر امام صادقؑ مسکرا دیئے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلیہ ہنشا کہاں سے آتا ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ اے فرزند مسلم عقل دل میں ہے۔ غم میں جگر میں ہوتا ہے۔ سانس پھیپھڑے سے پیدا ہوتا ہے اور ہنستا آبی سے برآمد ہوتا ہے۔  
میں کہنے لگا۔ اس جواب پر اتنا متحیر ہوا کہ بے ساختہ اٹھ کر امام صادقؑ کا سر چوم لیا۔

امام مالک اور امام جعفر صادقؑ :-

شیخ صدوقؒ نے خصال میں محمد ابن زیاد ازہری سے روایت کی ہے کہ۔ میں نے مالک ابن انس نقیہ اہل مدینہ سے سنا ہے وہ کہہ رہا تھا۔  
میں جب کبھی جعفر صادقؑ کے پاس گیا۔ وہ مجھے تکیہ دیتے تھے۔ میرا کافی احترام کرتے تھے۔ اور مجھے کہتے تھے مالک مجھے تجھ سے محبت ہے۔

یہ سنکر میں بہت خوش ہو جاتا تھا۔ اور اللہ کی حمد کرتا تھا۔  
میں نے ہمیشہ انہیں تین میں سے ایک حالت میں دیکھا ہے۔ یا وہ کھڑے ہوئے مصروف عبادت ہوتے یا بحالت روزہ ہوتے۔ اور یادِ خدا میں مصروف ہوتے۔

جعفر صادقؑ اپنے وقت کے عظیم تر زاہدوں اور ان علماء سے تھے جو ہر وقت خوف خدا سے لرزتے رہتے تھے بے شمار احادیث نبویہ کے حامل تھے۔ ان کی محفل میں بیٹھنے والا ہر شخص اپنی فکر کے مطابق کوئی نہ کوئی نائدہ بیکر ہی اٹھتا تھا۔

جب کبھی وہ قال رسول اللہ کہتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے بیباختہ آنسو بہنے لگتے تھے۔  
روضۃ الکافی میں حفص ابن غیاث سے مروی ہے اس نے کہا میں نے امام صادقؑ کو کوفہ کے باغوں میں کچھ تلاش کرتے ہوئے دیکھا۔ بالاخر آپ ایک کجور کے قریب آئے۔ وہاں کھڑے ہو کر انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد میں بجدہ میں گئے نہیں نے پاؤں سو سچ گئی۔ جب بجدہ سے سر اٹھایا تو کجور کا سہارا لگا کر فرمایا۔  
اے حفص یہی وہ کجور ہے جس کے متعلق اللہ نے جناب مریم سے فرمایا تھا۔  
کجور کے تنے کو بلا تجھے تو تازہ پھل دے گی۔

فروع کافی میں ابان ابن تغلب سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے یہاں گیا۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ امامت جماعت کو ارہے تھے۔ میں نے رکوع و سجود میں گنا انہوں نے ۳۴ مرتبہ سبحان ربی العظیم و تحمدا و سبحان ربی الاعلیٰ و حمده پڑھا۔

خراج میں منصور ابن یعقل سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ آیا۔ روضہ رسولؐ پر گیا زیارت کی۔ جب واپس آنے لگا تو دیکھا مزار رسولؐ کے قریب امام جعفر صادقؑ مسجد میں تھے۔ انہیں دیکھ کر میں بیٹھ گیا۔ جب ان کا بجدہ طویل ہو گیا۔ تو میں نے تسبیح پڑھنا شروع کی۔ میں نے ۴۰ مرتبہ سبحان اللہ کہا تو آپ نے بجدہ سے سر اٹھایا۔ اور اپنے گھر کی طرف چلے آئے۔ میں بھی بویلا

دل میں سوچنے لگا کہ اگر آپ نے مجھے کچھ پوچھنے کی اجازت دی تو عرض کروں گا۔

قبہ اگر آپ اتنا طویل بجدہ دیں تو ہمیں کیا حکم ہے۔

آپ اندر تشریف لے گئے۔

میں دروازہ پر کھڑا تھا۔ آپ کا غلام مصارف دروازہ پر آیا۔ اور کہا کہ اندر آجائیں۔ میں اندر گیا تو آپ اپنی سند پر تشریف فرما تھے۔

مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ اے منصور تمہیں اختیار ہے کم پڑھو یا زیادہ۔ لیکن یہ یقین رکھو بارگاہ خالق میں قبول صرف تمہارا ہی عمل ہوگا۔

مطالب السؤل میں سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس گیا۔ دیکھا تو آپ نے خزانہ صحت کا جویہ پس رکھا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور حیرت کے مارے میری نگاہ آپ کے جبے سے اٹھنے کا نام نہ لے رہی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ ثوری کیا بات ہے تو مسلسل میرے جبہ کو دیکھ رہا ہے۔

میں نے کہا۔ حضور! میں آپ کے جہ میں کھو گیا ہوں۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ نہ تو یہ آپ کا لباس ہے اور نہ ہی آپ کے اباد اجداد کا لباس ہے۔

آپ نے فرمایا۔ سیفان بھلا اس وقت ملتا کیا تھا۔ غربت اور ناداری کا زمانہ تھا۔ اولاً تو مزدوری ملتی نہ تھی۔ اگر ملتی بھی تھی تو اس قدر کہ اس سے نہ تن ڈھانپا جاسکتا تھا۔ اور نہ پیٹ پھر کھانا میسر آسکتا تھا۔

آج اللہ کا فضل ہے امت مسلمہ کے پاس مافوق فرائع آمد ہیں۔ اگر آج ملتا ہے تو نعمت خدا سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو کیا حرج ہے۔ اگر آج صحابہ کرام اور نبی کریم ہوتے تو یقیناً وہ بھی اللہ کی اس نعمت سے مستفید ہوتے۔

پھر آپ نے خزانہ کا جبرہ ایک طرف کر کے مجھے فرمایا۔ یہ بھی دیکھ لے۔ میں نے دیکھا تو سخت ادن کا لباس تھا۔ جو جبرہ کے نیچے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹور لی! یہ لباس اس کے لیے ہے اور یہ خزانہ آپ لوگوں کے لیے ہے، ہمارا اصلی لباس یہی ہے جو میں نے نیچے پہن رکھا ہے جو انڈر کیلئے ہے اسے چھپا رکھا ہے اور جو آپ لوگوں کے لیے اسے ظاہر کر رکھا ہے۔ اب ذرا اپنا لباس بھی دیکھ تو لے جو اپنے لیے پہن رکھا ہے اسے چھپایا ہوا ہے اور جو لوگوں کے لیے ہے اسے ظاہر کر رکھا ہے۔

خواجہ میں معاذیہ ابن وہب سے مروی ہے کہ ایک دن آپ بازار مدینہ میں سوار ہو کر گزر رہے تھے۔ اچانک سواری سے اتر کر سجدہ ریز ہو گئے۔

میں نے عرض کیا۔ قید! سجدہ کا یہ کونسا مقام تھا۔

آپ نے فرمایا۔ معاویہ۔ نعمات خدا کیلئے جہاں اور جب بھی سجدہ کر لیا جائے وہ اس کا مقام ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ بانزار ہے اور لوگوں کی آمدورفت ہے؛

آپ نے فرمایا۔ کسی سے جا کر پوچھ لے۔ تیرے سوا مجھے کسی نے بھی دیکھا ہے۔

رجال کشی میں محمد ابن زید شام سے مرزی ہے کہ امام صادقؑ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ گھر جا کر غلام بھیجا وہ مجھے بلا کر آپ کی خدمت میں لے گیا۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے۔

میں نے عرض کیا: تبہ! آپ کے موالیوں کا کوئی وطن رہ گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر بھی آیا کہاں سے ہے۔

میں نے عرض کیا کہ فرم سے

آپ نے فرمایا کہ کوئی کس شخص سے متعارف ہے؟

میں نے عرض کیا۔ بیشک ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تجھ سے کیسے سلوک کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ کوئی اچھا سلوک نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا۔ بہترین مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمان کی مدد کرے اور کسی کو بھی فائدہ پہنچائے۔

میں نے کبھی ایسی رات آرام سے نہیں گزاری جس میں مجھ سے کوئی حاجت مندا آیا ہو۔

بھلا تیرے پاس کتنی رقم ہے۔

میں نے عرض کیا۔ غریب آدمی ہوں صرف دو سو درہم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے دکھا۔

میں نے کھول کر سامنے رکھ دیئے۔

آپ نے تیس درہم اور دو دینار کا اپنی طرف سے اضافہ فرمایا۔ اور رات کے کھانے کی دعوت دی۔

دوسرے سال جب میں آیا۔ تو آپ کے پاس نہ گیا۔

آپ نے غلام بھیجا۔ جب میں حاضر ہوا تو فرمایا۔

تو نے زیادتی کی ہے آیا کیوں نہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبل آپ کا غلام نہیں کیا تھا اس لیے حاضر نہیں ہوا۔

آپ نے فرمایا۔ جب تک قاسم شہر میں مقیم ہے اس وقت تک تو مجھے ہی غلام سمجھ لے اور میں روزانہ کے لیے

تجھے بلارہا ہوں۔ مجھے جس چیز کی ضرورت ہو مانگ لیا کر۔

میں نے عرض کیا۔ قبل اغرت نہیں جا رہی کوئی دعا تعلیم فرمائیے۔

آپ نے فرمایا۔ لکھ لے۔ آپ نے یہ دعا لکھوائی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَا مَنْ أَرْجُوهُ كُلَّ خَيْرٍ. وَ أَمِنْ سَخَطِهِ عِنْدَ كُلِّ شَرٍّ يَا مَنْ يُعْطِي

الْكَثِيرَ بِالْقَلِيلِ يَا مَنْ أَعْطَى مَنْ سَأَلَهُ تَحْتَمَانُهُ وَرَحْمَةً يَا مَنْ يُعْطِي مَنْ لَمْ يَسْأَلْهُ وَلَوْ يَعْرِفُهُ

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآهِلْبَيْتِهِ وَأَعْطِنِي بِمَسْئَلَتِي يَا كَافِيَ الدُّنْيَا وَجَمِيعِ الْآخِرَةِ فَإِنَّهُ غَيْرُ مَنْقُوصٍ مَا

أَعْطَيْتَ وَزِدْنِي مِنْ سَعَةِ فَضْلِكَ يَا كَرِيمُ۔

روضۃ الکافی میں عبد الحمید سے مروی ہے کہ میں مسجد الحرام میں داخل ہوا وہاں مجھے امام صادق کا غلام بھی

نظر آگیا۔

میں اس کے قریب گیا۔ تاکہ اس سے امام کے متعلق پوچھوں۔ جب قریب گیا دیکھا تو آپ سجدہ میں تھے۔

پہلے تو میں نے کافی دیر انتظار کیا۔ پھر میں نے نوافل پڑھنا شروع کر دیا۔ کئی نوافل پڑھ چکے تھے کہ بعد بھی دیکھا تو آپ سجدہ میں تھے۔

میں نے غلام سے پوچھا۔

آپ کس وقت سے سجدہ میں ہیں۔

اس نے کہا۔ آپ کے آنے سے بس تھوڑی سی دیر پہلے سجدہ میں گئے تھے۔

میری آواز سن کر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اور فرمایا۔ عبدالحمید میرے قریب آ۔ میں قریب ہوا۔ سلام

عرض کیا۔

انتہی میں کچھ آوازیں آنے لگیں۔

فرمایا۔ یہ کیسی آوازیں ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قدریہ۔ مرجہ اور مغزلہ آپس میں مناظرہ کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آسمجد سے باہر چلیں۔

جونہی مسجد سے باہر نکلے ان لوگوں کی نظر آپ پر پڑ گئی۔ وہ سب کے سب آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے فرمایا

مجھے تنگ نہ کرو۔ میں اس وقت تمہارے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو۔ مجھے معاف رکھو۔

ہم باہر آ گئے۔

آپ نے فرمایا۔ عبدالحمید! یاد رکھ یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے رہیں۔ جتنے سجدے دیتے رہیں اور عبادت کرتے

رہیں ان کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔ بھلا ایلیس اگر تاقیامت بھی سجدہ میں پڑا رہے۔ کیا اللہ اس کا سجدہ قبول کرے گا۔

میں نے عرض کیا۔ نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ صرف اس لیے کہ اس نے سجدہ آدم سے انکار کر دیا ہے۔ جب تک وہ اسی طرح ہے جس طرح

اللہ نے فرمایا ہے۔

سجدہ آدم نہ کرے اس وقت تک اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ لوگ خواہ کتنی بھی عبادت کر ڈالیں جب تک

اس طرح عبادت نہ کریں جس طرح اللہ نے فرمایا ہے ان کی ایک عبادت بھی قبول نہیں ہوگی۔ اللہ نے امام حق اللہ سے

لینے کا پابند کیا ہے۔ ان لوگوں نے امام خود بنا ڈالے ہیں۔ جب تک طریقہ عبادت امام حق سے نہ لیا جائے۔ اور

اللہ کی مرضی پوری نہ کی جائے بھلا اللہ کیسے کسی عمل کو قبول کرے گا۔



## آپ کا علم اور عفو!

بحار میں مروی ہے کہ ایک حاجی مدینہ میں آیا اور مسجد نبوی میں سو رہا تھا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے اپنا سلمان سنبھالا اسے اشتباہ ہو گیا کہ میری ہیمانی چوری ہو گئی ہے۔ وہ باہر دوڑا دیکھا تو امام صادقؑ جا رہے تھے وہ آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔

آپ کے دامن میں چٹ گیا۔ اور کہنے لگا۔

آپ نے میری ہیمانی چرائی ہے۔

آپ نے فرمایا: چرائی ہے یا نہیں چرائی اس بات کو رہنے دے تو بتا اس میں تیری کتنی رقم تھی۔ اس نے کہا: ہزار دینار۔

آپ نے فرمایا: امیرے ساتھ۔ آپ اسے گھزلانے۔ اسے بٹھایا۔ پانی پلایا۔ اور غلام سے فرمایا: اسے ایک ہزار دینار دے دے۔

جب وہ واپس آیا اور اس نے دوبارہ سلمان چیک کیا تو اسے اپنی ہیمانی مل گئی۔ وہ شرمندہ ہو کر واپس آیا اور آپ کی خدمت میں ہزار دینار واپس کیے۔ اور معذرت کی۔ آپ نے فرمایا: جو ہم دیتے ہیں واپس نہیں لیتے۔

اس نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟

جب اسے بتایا گیا۔ فرزند رسول صادق آل محمدؑ تو اور شرمسار ہوا اور کہنے لگا۔ ان کا حق بھی یہی ہے جو اس نے کیا ہے۔

بحار میں سید جعفری سے مروی ہے کہ میں مکہ میں حج کو آیا۔ انتہائی تنگ دست تھا۔ میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔

اپنا حال بیان کیا۔ وہ خاموش رہے۔ کچھ دیر بعد وہاں سے اٹھا۔ جب آپ کے دروازہ پر آیا۔ تو ایک ہیمانی پڑی تھی۔ میں نے اسے اٹھایا۔ اس میں موجود پیسے دیکھے تو اس میں سات سو دینار تھے۔ میں واپس آیا اور ہیمانی کا واقعہ بتایا۔

میرا خیال تھا کہ آپ مجھے اس میں تصرف کی اجازت دے دیں گے۔

لیکن آپ نے فرمایا۔ مجھے اسے ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے تھا۔ اب جب اٹھالی ہے تو جا اور اس کا اعلان کر کے مالک کو تلاش کر کے اسے دے دے۔

میں انتہائی پریشان ہو کر باہر آیا۔ منیٰ میں آیا۔ تھیلی کا اعلان کیا۔

ایک شخص نے آکر کہا۔  
تھیلی میری ہے۔

میں اور زیادہ پریشان ہو گیا۔ اس سے تھیلی کی علامت پوچھی۔ جب اس نے علامت بتادی تو میرے پاس اسے دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔  
میں نے بیدلی سے تھیلی اسے دی۔ وہ علیحدہ گیا۔ اس نے اپنی رقم گنی۔ پھر اس میں سے ستر دینار نکال کر مجھے دیئے اور کہا۔

اگر سات سو دینار رکھ لیتا وہ حرام تھے۔ اب ستر دینار بے یہ تیرے لیے حلال ہیں۔  
میں نے بے لیے اور واپس امام صادقؑ کی خدمت میں آکر انہیں سارا حال سنا دیا۔ آپ نے غلام سے فرمایا: تیس دینار اسے دے دے۔

غلام نے تیس دینار دے دیئے۔ اب میرے پاس پورے سو دینار ہو گئے تھے۔ اور میں آتے ہوئے جتنا تنگ دست تھا جاتے ہوئے اتنا ہی خوشحال پلٹا۔

فروع کافی میں مفضل ابن قیس سے مروی ہے کہ میں اتنا ہی تنگ دست تھا۔ امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ اور انہیں اپنی حقیقت سے آگاہ کیا۔

آپ نے غلام سے پوچھا۔  
تیرے پاس کتنے پیسے ہیں۔  
اسی نے عرض کیا۔ چار سو دینار  
آپ نے فرمایا۔ مفضل کو دے دے۔

جب غلام نے دیئے تو میں نے عرض کیا۔ قبل میں آپ سے مانگنے تو نہیں آیا تھا۔ مجھے خجالت محسوس ہو رہی ہے۔

میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ آپ میرے حق میں دعا فرمادیں تاکہ اللہ میرے رزق میں بھی کچھ وسعت فرمادے۔

آپ نے فرمایا۔ دعا تو میں کروں گا۔ انشاء اللہ۔ یہ پیسے رکھ لے اور ہر ایک کے سامنے اپنی تنگ دستی کا شکوہ نہ کیا کر۔

دینا کوئی نہیں ہے لیکن انسان کی قیمت گر جاتی ہے۔

امالی طوسی میں امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی ہے کہ میں اپنے بابا کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ اشجع شاعر آیا۔ آپ کی طبیعت ذرا ناساز تھی۔

آپ اشجع کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کوئی نئی چیز لکھ کے لایا ہے۔

اشجع نے عرض کیا۔ قبلہ لایا تو تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت ناساز ہے اس لیے پھر کسی وقت سناؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں ابھی سنا۔

جب اشجع نے قصیدہ سنایا تو آپ نے غلام سے پوچھا۔

کتنے پیسے ہیں تیرے پاس

اس نے عرض کیا۔ چار سو

آپ نے فرمایا۔ اشجع کو دے دے۔

اشجع نے وہ لے لیے شکریہ ادا کیا اور عرض کی قبلہ بعض انتہائی خطرناک صحرائوں اور جنگلوں سے گزرنا ہوتا ہے کوئی ایسی شئی تعلیم فرمائیے کہ اسے پڑھنے کے بعد خطرہ نہ رہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب کبھی ایسے مقام پر آجائے اور خطرہ محسوس کرے تو پناہ دایاں ہاتھ سر پر رکھ لیا کر۔ اور یہ آیت پڑھ لیا کر۔

افغیر دین الله یبغون وله اسلم من فی السماوات والارض طوعاً او کرہاً والیہ ترجعون۔

اشجع کہتا ہے کہ اس کے بعد کبھی بھی مجھے خطرہ محسوس نہیں ہوا۔

بجاریں حفص ابن ابی قرقہ سے مروی ہے کہ امام صادق اپنی عجا بچا کر اس پر دیناروں کی تھیلیاں رکھتے اور غلام سے فرماتے۔

فلاں فلاں اشعی کے گھر دے کے کہ انہیں یہ نہ بتانا کہ جعفر نے دی ہیں۔ انہیں کہنا کہ عراق سے آپ کے لیے بھیجی گئی ہیں۔

ایک دن غلام واپس پلٹا تو آپ نے فرمایا۔ بھلا وہ لوگ کچھ کتنے بھی ہیں؟

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ کہتے ہیں۔

اہل عراق کا بھلا ہو کہ نبی اکرم کے رشتہ کا خیال رکھتے ہوئے ہمیں نہیں بھولتے ورنہ جعفر صادق کو اتنا مال دار ہونے کے باوجود ہمیں پوچھتا بھی نہیں ہے۔

بجاریں حفص ابن ابوعائشہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے ایک غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ اس نے دیر کر دی۔ آپ خود اس کے تعاقب میں آئے۔

راستہ میں دیکھا تو ایک جگہ وہ غلام سو رہا تھا۔

آپ اس کے سر ہانے بیٹھ گئے۔ اور اپنی جبا سے اس پر کپکپا جھلنا شروع کر دیا۔ جب غلام اپنی مرضی سے اٹھا اور اس نے امام صادق کو دیکھا تو ڈر گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ویسے اتنا خیال رکھا کرو کہ رات تمہارے آرام کے لیے ہوتی ہے۔ اور دن میں ہمارا بھی کچھ حق ہوتا ہے۔

## آپ کا صبر

فروع کافی میں علی ابن باباط سے مروی ہے کہ جب کبھی آپ پر کوئی مصیبت آتی تھی تو فرماتے تھے۔  
الحمد لله الذي لم يجعل مصيبتى في

دینی۔  
الحمد لله الذي لو شاء ان تكون مصيبتى

اس اللہ کی حمد ہے جس نے اتنی ہی مصیبت سے دوچار کیا ہے  
اگر وہ چاہتا تو اس سے بھی بڑی مصیبت دے سکتا تھا۔  
الحمد لله على الامر الذي شاء

اس اللہ کی حمد ہے جس نے اس معاملہ کو جیسے چاہا ویسے  
ہو گیا۔  
ان يكون فكان -

## آپ کے صدقات

فروع کافی میں ہارون ابن عیسیٰ سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ نے اپنے غلام سے پوچھا۔ آج کتنے پیسے بچ رہے ہیں۔

اس نے عرض کیا۔ چالیس دینار۔

آپ نے فرمایا۔ صدقہ کر دے۔

غلام نے عرض کیا۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہ رہے گا۔

آپ نے فرمایا۔ ہمیں اللہ اور دے دے گا۔

تقریباً دس دن بعد اتفاقاً میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کو چار ہزار دینار موصول ہوئے۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ اب دیکھ لیا ہے۔ ہم نے راہ خدا میں چالیس دینار دیئے تھے۔ اب اللہ نے ہمیں چار ہزار

دینار دے دیئے ہیں۔

فروع کافی میں مسع ابن عبد الملک سے مروی ہے کہ ہم امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ کے عہانتے انگوڑوں

کا طشت رکھا تھا۔

ایک سائل نے اگر سوال کیا۔

آپ نے انگوڑ کا ایک گچھا اٹھا کر اسے دیا۔

اس نے کہا: مجھے انگوروں کی ضرورت نہیں ہے اگر ایک دو درہم مل جائیں تو بہتر ہیں۔

آپ نے انگور کا کچھا طشت میں رکھ دیا۔

اور فرمایا: جو کچھ تو نے کہا ہے اللہ اسے سن رہا ہے۔

سائل چلا گیا۔ کچھ دیر بعد پھر واپس آیا۔

اور کہنے لگا: وہی انگور کا کچھا ہی دے دیں۔

آپ نے اسے کچھ نہ دیا۔ اور فرمایا: اللہ نے تیری بی بیات بھی سن لی ہے۔

اس کے بعد پھر ایک سائل آیا۔ اس نے سوال کیا: آپ نے اسے انگور کے چند دانے اٹھا کر دیئے۔

اس سائل نے وہ دانے لیے اور کہنے لگا: الحمد للہ الذی رزقنی۔ اور جانے لگا۔

امام صادق نے فرمایا: ذرا ٹھہر جا۔ وہ رک گیا۔

آپ نے دونوں ہاتھوں پر اور انگور رکھ کے اسے دیے۔

اس نے لیکر کہا: الحمد للہ رب العالمین اور جانے لگا۔

آپ نے فرمایا: ذرا ٹھہر جا۔ وہ ٹھہر گیا۔

آپ نے پورا طشت اٹھا کر اس کے حوالہ کر دیا۔

سائل نے لے کر کہا الحمد للہ رب العالمین اور جانے لگا۔

آپ نے فرمایا: ذرا ٹھہر جا۔

پھر غلام سے پوچھا: کتنے پیسے ہیں تیرے پاس؟

غلام نے عرض کیا: بیس درہم ہیں۔

آپ نے فرمایا: سائل کو دے دے۔

غلام نے وہ بیس درہم سائل کو دے دیے۔

سائل نے بیس درہم لیکر کہا: الحمد للہ ہذا منک وحدک لا شریک لک اور جانے لگا۔

آپ نے فرمایا: ذرا رک جا۔ سائل رکا۔

آپ نے قمیص اتاری اور سائل کے حوالہ کر دی۔

سائل نے قمیص لے کر کہا: جزاک اللہ یا ابا عبد اللہ خیراً۔ پھر وہ چلا گیا۔

آپ نے فرمایا: اگر سائل مجھے دعائے دینے کی بجائے حمد خدا کرتا رہتا تو میرے پاس جو کچھ بھی تھا۔

اسے دیتا رہتا۔

فروغ کافی میں ہشام ابن سالم سے مروی ہے کہ ہر شب جب رات تاریک ہو جاتی تو امام صادقؑ رڑیوں کی گٹھڑی

پشت پر اٹھا کر منہ کو کیڑے سے لپیٹ کو مغرباٹے مدینہ کو درپر جا کر خاموشی سے تقسیم کرتے کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کون ہے؟

جب آپ کی شہادت ہو گئی اور وہ سلسلہ منقطع ہو گیا تو غریبائے مدینہ کو یہ معلوم ہوا کہ ہمیں کھلانے والا ہی فرزند رسول تھا۔

فروع کافی بن معلیٰ ابن خنیس سے مروی ہے کہ ایک رات امام صادقؑ انتہائی تاریکی چھا جانے کے بعد گھر سے باہر آئے اور سیرون مدینہ کی راہ لی ہیں نے اندازہ کیا کہ آپؑ نبی ساعدہ کے علاقہ میں جا رہے ہیں۔ یہیں بھی پیٹھے ہو لیا۔ راستہ میں ایک مقام پر مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے آپؑ کے ہاتھ سے کوئی چیز گری ہے۔ اور آپؑ بیٹھ کر اندھیرے میں تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے قریب جا کر سلام کیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابن خنیس ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں حضور!

آپ نے فرمایا۔ یہ میں بیٹھ جاؤ چیز ملتی جائے اسے جمع کرتا جا۔ میں بیٹھ گیا۔ اور جمع کرنے لگا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ روٹیاں ہیں اور جن کپڑے میں آپ نے اٹھا رکھی تھیں۔ وہ کپڑا پھٹ گیا ہے۔ جب روٹیاں جمع ہو گئیں۔ تو میں نے عرض کیا

قبلہ اجازت دیں تو میں اٹھا لوں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں میں خود اٹھاؤں گا یہ میرا حق ہے۔

البتہ اگر چاہے تو میرے ساتھ چل

میں آپ کے ساتھ چلا آیا۔ آپ محمد بنی ساعدہ میں آئے، مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ لوگ پہلے سے انتظار میں تھے۔ آپ نے حسب ضرورت روٹیاں تقسیم کیں اور واپس ہو گئے۔

وایسی میں آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابن خنیس! اللہ نے اپنی ہر مخلوق کے لیے خازن مقرر کیے ہوئے ہیں جو اس مخلوق کے اعمال کا حساب رکھتے ہیں۔ لیکن صدقہ کے لیے اللہ نے کوئی خازن مقرر نہیں کیا۔ صدقہ کا حساب خود رکھتا ہے۔

میرے والد جب حدیث کرتے تھے تو سائل کے ہاتھ میں دینے کے بعد ایک مرتبہ واپس لیتے تھے۔ اسی شے کو بوسہ دے کر آنکھوں میں لگاتے تھے پھر سائل کو دے دیتے تھے۔

رات کا صدقہ غضب الہی کو خاموشی میں کرتا ہے۔ گناہانِ عظیم کو محو کرتا ہے۔ اور حسابِ قیامت کو آسان کرتا ہے۔

جب کہ دن میں صدقہ دولت اور عریں اضافہ کرتا ہے۔  
حضرت عیسیٰ ایک مرتبہ دریا کے کنارے سے گزرے آپ نے ایک روٹی دریائیں ڈال دی۔  
آپ کے صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ دریائیں ڈالنے سے کیا فائدہ؟  
ہم خود کھا لیتے۔

آپ نے فرمایا۔ دریا کے جانور بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور انہیں کھانا ثواب عظیم ہے۔  
مشارق الانوار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک سائل نے سوال کیا۔  
آپ نے غلام سے پوچھا۔ کتنے پیسے ہیں۔  
غلام نے عرض کیا۔ چار سو درہم  
آپ نے فرمایا۔ اسے دے دے۔

غلام نے اسے دے دیئے۔  
جب وہ لیکر جانے لگا۔ تو آپ نے غلام سے فرمایا اسے واپس بلا۔ غلام نے واپس بلایا۔ اس نے عرض کیا۔  
قبلہ خیریت تو ہے۔ میں نے مانگا آپ نے دے دیا۔ پھر کوئی خاص بات ہے؟  
آپ نے فرمایا۔ میرے نانا کا حکم ہے کہ جب مانگنے والا لینے کے بعد الحمد للہ کہے۔ تو اسے اتنا دو کہ وہ محتاج نہ  
رہے۔ اس وقت میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے۔ یہ میری انگوٹھی ہے جس کی قیمت دس ہزار ہے لے لے۔

## آپ کے مخالفین کے اعترافات

ابن شمر اشوب نے روایت کی ہے کہ امام صادق ؑ کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد جتنے بھی آپ کے مخالف تھے  
وہ اپنی تمام تر مخالفت کے باوجود کہا کرتے تھے۔

امام صادق ؑ تھے۔ اللہ کی ناطق ایت تھے۔  
ہر اچھائی میں سابق تھے۔ انہوں نے اپنے ساتے گناہوں کے  
دروازے بند کر رکھے تھے۔

الامام الصادق والعلو الناطق  
بالمکرات سابق باب السیئات

ان کی ساتے نیکی کا ہر دروازہ کھلا رہتا تھا۔  
زیب جو تھے۔ زیب گو تھے۔

رائق و باب الحسنات فاتق لم  
یکن عیا یا۔ ولا سبیا ولا ضحیا

وما طماعا ولا حبا اعدا ولا  
نماما ولا ذما ما ولا  
اكو لا وما عجولا ولا  
حلولا ولا ترثارا  
ولا مهذرا ولا طعانا ولا  
لعانا ولا همارا ولا لمارا  
ولا كنارا-

نه خريص تھے۔ نه لالچی تھے۔  
نه گھبرتے تھے۔ نه چلچلری کرتے تھے۔ نه کسی کی مذمت  
کرتے تھے۔  
نه پر خور تھے۔ نه جلد باز تھے۔ نه اکت جانے والے تھے۔  
نه انتقام لیتے تھے۔ نه فضول گو تھے۔ نه طنز کرتے تھے۔  
نه لعنت کرتے تھے۔ نه ترش رو تھے۔ نه بد اخلاق تھے۔  
اور نه دون نظرت تھے۔

### عبد اللہ ابن مبارک :

سوق الموحسین ہے کہ عبد اللہ ابن مبارک جب بھی آپ سے ملتے تھے۔ تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔  
انت یا جعفر فوق المداح و  
المداح عناء۔  
اتما الاشراف ارض ولهم  
انت سماء۔  
جاز حد المداح من قد ولدته  
الانبياء۔ الله اظهر دينه و  
اعزه بمحمد۔  
والله اكرم بالخلافة جعفر ابن محمد

اے جعفر! آپ ہر تعریف سے بالا ہیں۔ اور ہر تعریف آپ کے  
مقابلہ میں پیچ ہے۔  
کہہ ارض کا ہر شریف زمین ہے اور آپ اس زمین کا  
آسمان ہیں۔  
اولاد انبیاء مدح کی حدود سے آگے ہی رہتے ہیں۔  
اللہ نے محمد کو عزیز کر کے اس کے ذریعہ اپنے دین کو  
غالب کیا ہے۔  
اور جعفر ابن محمد کو خلافت سے مکرم فرمایا ہے۔

### سالم ابن ابو حنیفہ :

امالی طوسی میں سالم ابن ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ جب امام باقر کی وفات ہوئی تو سالم اپنے مریدوں سے یہ کہہ کر آیا کہ  
تم یہیں بیٹھو میں جعفر ابن محمد کی تعزیت کر کے آتا ہوں۔  
سالم نے تعزیت کے بعد کہا :-  
بخدا! جو شخص کہتا تھا۔ قال رسول اللہ۔ آج وہ چلا گیا ہے۔  
امام صادق نے فرمایا :- ذات حدیث کا ارشاد ہے جو میری راہ میں کھجور کا ایک دانہ صدقہ کرے۔ میں اس ایک دانہ  
کو کوہ احد سے بڑا کر کے اس کا اجر دوں گا۔



سالم یہ سُنکر جب باہر نکلا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔  
تعجب ہے امام باقرؑ تو آنحضرتؐ سے براہ راست روایت کرتے تھے اور قال رسول اللہ کہتے تھے۔ لیکن جعفر ابن محمدؑ  
براہ راست قال اللہ کہتا ہے۔

## امام مالک !

شیخ صدوق نے امالی میں حمین ابن یزید نوفلی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام مالک سے سنا ہے وہ کہہ  
رہے تھے۔

میں نے آج تک زہد۔ فضل۔ عبادت۔ علم اور تقویٰ میں جعفر ابن محمدؑ سے افضل کوئی بھی نہیں دیکھا ہے  
میں جب بھی ان کے پاس گیا انہوں نے مجھے احترام سے بٹھایا۔ جب بھی بات کرتے تھے سچ ہی فرماتے تھے شریعت  
کا جو حکم بھی بتاتے تھے۔ حدیثی ابی عن ایسہ عن جدہ قال : قال رسول اللہ - کہہ کر بیان  
کرتے تھے۔

## غیاث ابن حفص !

سلیمان ابن داؤد سے مروی ہے کہ غیاث ابن حفص نے جب کبھی امام صادقؑ کے سلسلہ سند سے حدیث بیان کی تو  
حدیثی خیر الجعافہ۔ کہہ کر بیان کرتا تھا۔

بحار میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ مذہبی اختلاف کے باوجود امام صادقؑ سے چار ہزار محدثین نے یہ احادیث  
روایت کی ہیں۔

ابن مقفہ نے ایک علیحدہ کتب لکھی ہے جس میں اس نے صرف شاگردان امام صادقؑ کے اسماء کی فہرست دی ہے  
اکثر سربراہان مذاہب نے آپ ہی سے کسب فیض کیا ہے۔

امام مالک

شعبہ ابن حجاج

سفیان ثوری

ابن جریر

عبد اللہ ابن عمر

روح ابن قاسم

سفیان ابن عیینہ

سلیمان ابن بلال

اسماعیل ابن جعفر

حاتم ابن اسماعیل

عبد العزیز ابن مختار

دعبل ابن خالد

ابراہیم ضہیان

امام شافعی

ابوالویب سجستانی

امام حنبل

وغیرہ نے براہ راست بھی اور بالواسطہ بھی آپ سے احادیث نقل کی ہیں۔

سین الدولہ نے قاضی کو عبد الحمید راکی سے امام مالک کے متعلق پوچھا۔

تو عبد الحمید نے کہا۔

بھلا جس شخص نے جعفر ابن محمد جیسے سرچشمہ علم سے کسب فیض کیا ہو اس میں کوئی شک ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ آپ کو ملنے آیا۔

آپ نے ہاتھ میں عصا رکھا تھا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔

اے فرزند رسول! ابھی تک تو آپ جوان ہیں اور عصا کے بغیر نہیں چلتے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر انسان عصا کے بغیر چل بھی سکتا ہو تو بھی ہاتھ میں عصا رکھنا سنت ہے۔ علاوہ ازیں یہ عصا میں

نے تبرک رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ عصا رسول ہے۔

ابو حنیفہ تیزی سے آگے دوڑا اور عصا کو ہاتھ میں لیا۔

آپ نے فرمایا۔ اے کیا کر رہا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ چونکہ عصا رسول ہے اس لیے بوسہ لیتا ہوں۔

آپ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا۔

ابو حنیفہ! تعجب کی بات ہے۔ لکڑی کے اس عصا کا بوسہ لیتا ہے۔ جسے انحضرتؐ نے اپنی زندگی میں ہاتھ میں

لیا تھا۔ اوصاف اسے ایک صدی سے اوپر گزر چکا ہے میرے اس ہاتھ کا بوسہ کیوں نہیں لیتا۔ جس میں

خون رسول ہے۔

ابو حنیفہ سے کٹر خاموش ہو گیا۔

ایک دعوت کے مطابق ابو حنیفہ کی ماں امام صادق کے عقید میں تھی اور ابو حنیفہ آپ کا شاگرد تھا۔ محمد ابن حسن بھی آپ کے شاگردوں سے تھا۔

یہی وجہ ہے کہ عباسی حکمران ان دونوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

ابو یزید بسطامی نے تیرہ برس امام صادق کی بیرونی خدمت کی۔

ابا ہریم ابن ادہم اور مالک ابن دینار امام صادق کے غلام تھے۔

ایک دن سفیان ثوری آپ کے پاس بیٹھا تھا۔

آپ نے کوئی بات کی تو سفیان نے کہا۔

قبلہ یہ بات تو جوہر ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جوہر تو محض ایک پتھر ہوتا ہے۔ جوہر سے کہیں زیادہ بیش بہا ہے۔

بحاری میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ نوح ابن دراج نے ابن ابویلی سے پوچھا۔

آپ نے آج تک جو احکام صادر کیے ہیں یا فیصلے کیے ہیں کبھی کوئی فتویٰ یا فیصلہ واپس بھی

لیا ہے۔

ابن ابویلی نے کہا۔ کبھی کسی کی بات نے مطمئن نہیں کیا۔ البتہ اگر جعفر ابن محمد میرے کسی فتویٰ یا فیصلہ کی توثیق کرے

تو قبول کر لیتا ہوں۔

حلیۃ الاولیاء - الابانہ - اسباب النزول - الترغیب والترہیب - شرف المصطفیٰ - فضائل

الصحابہ - تاریخ طبری - بلاذری - الخطب - مسند ابو حنیفہ - الکافی - قوت القلوب اور وغیرہ کے تمام مصنفین نے آپ

سے احادیث روایت کی ہیں۔

ایک دن منصور نے آپ سے کہا کہ۔ ابو مسلم خراسانی نے آپ سے مزار حضرت علیؑ کی نشاندہی کا مطالبہ

کیا تھا۔

آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

کیا آپ کو معلوم بھی ہے یا نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہمارے پاس جو حضرت علیؑ کی اپنی تحریر ہے اس کے مطابق آپ کا مزار عبداللہ ابن جعفر ہاشمی کے

زمانہ میں ظاہر ہو گا۔

منصور یہ سن کر خوش ہو گیا۔

بعد میں آپ نے مزار کو ظاہر کیا۔ جب منصور کو اس کی اطلاع ملی تو منصور نے کہا۔ واللہ ہذا امر صادق۔

اس کے بعد سے آپ کا لقب ہی صادق پڑ گیا۔  
کشف النعمہ میں عبید اللہ علی اور عبیدہ ابن بشر سے مروی ہے کہ ہم امام صادق علیہ السلام کے حضور بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

انني اعلم ما في السموات وما في الارض -  
وما في الجنة وما في النار وما كان  
وما يكون الى ان تقوم الساعة  
ثم سكت -

ثم قال اعلم من كتاب الله  
تطراً هكذا ثم بسط كفه  
وقال ان الله يقول فيه  
بيّان كلشيئ .

ارشادِ مفید میں ہے۔ امام صادق فرمایا کرتے تھے۔  
 علمنا غایب و مزیور و نکت فی  
 القلوب و نقر فی الاسماء و ان  
 عندنا الجفر الاحمر و الجفر الابيض  
 و مصحف فاطمة۔  
 آپ سے جب ان الفاظ کی تفسیر پوچھی گئی۔  
 تو آپ نے فرمایا۔

اما الغابر فالعلم بما يكون  
اما المزبور فالعلم بما كان  
اما المنكث في القلوب فهو

اما الغابر فالعلم بما يكون  
علم غابر علم ما يكون ہے ۔  
اما المزبور فالعلم بما كان  
علم مزبور علم ما كان ہے ۔  
اما المنكت في القلوب فهو الالهام  
دل میں نکتہ ہے مراد الہام ہے ۔  
اما المنقر في الاسماع فهو حديث الملائكة  
نسماع کلامہم ولا تری اشتباہہم ۔  
کانون میں پہنچنے والے علم سے مراد ملائکہ کی باتیں ہیں ۔ ہم بات تو سنتے ہیں ۔ لیکن بات کرنے والے کو نہیں

اما الجعفر الاحمر فوعا، فيه سلاح رسول الله لن يخر حتى يقوم قائمنا جعفر احمر و صندوق ہے جس میں نبی اکرم کے ہتھیار ہیں جنہیں ظہور قائم پر برآمد کیا جائے گا۔

اما الجفر الابيض فوعا فيه توراة موسى وانجيل عيسى وزبور داود وكتب الله الاولی۔  
جعفر ابیض وہ صندوق ہے جس میں موسیٰ کی تورات۔ عیسیٰ کی انجیل۔ داؤد کی زبور اور دیگر تمام سابقہ آسمانی  
صحیفے ہیں۔

اما مصحف فاطمه ففیه ما یکون من حادث واسماء کل من یملک الی ان تقوم الساعة۔  
مصحف فاطمہ میں تاقیامت رونما ہونے والے حادثات کی تفصیل اور تاقیامت آنے والے۔ حکمرانوں کے  
نام ہیں۔

واما الجامعة فهو کتاب طولہ سبعون ذراعاً املاء رسول الله وخط علی ابن  
کدی دی ہوئی اٹھاسے حضرت علیؑ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا  
ہے۔ بخدا اس میں قیامت تک لوگوں کے ضروریات  
موجود ہیں۔

میری حدیث میرے بابا کی حدیث ہوتی ہے۔  
میرے بابا کی حدیث حدیث علی ابن ابی طالب ہوتی ہے۔  
حدیث علی حدیث رسول ہوتی ہے۔ اور  
حدیث رسول قول خالق اکبر ہوتا ہے۔

### علم غیب :

ابن شمر آشوب نے صفوان ابن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔  
بخدا! ہمیں اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے۔  
ایک شخص نے عرض کیا۔  
قبہ! کیا آپ علم غیب بھی جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ مجھے ہدایت دے۔ میں مردوں کی صلب میں موجود نطفوں سے جنم لینے والے افراد اور عورتوں  
کی رحم میں پرورش پانے والے بچوں کو بھی جانتا ہوں۔  
بخدا! اگر میں چاہوں تو تمہیں کوہ تہامہ پر موجود ایک ایک پتھر کو گن کر بتا دوں۔  
میں تمہیں تاقیامت شب و روز میں پیش آنے والے تمام واقعات بتا سکتا ہوں۔  
میرے بعد تم میں اتنی جنگ ہوگی کہ تم ایک دوسرے کو کھا جاؤ گے۔  
بخدا میں ابن بکر سے مراد یہ ہے کہ ایک دن امام صادقؑ نے اپنے بازو پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔



آپ نے فرمایا۔ اچھا اس ستارے کا نام بتادے جب وہ طلوع کرتا ہے تو گائیں جنسی خواہشات میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ ایسے سوال کر رہے ہیں جن سے میں موردِ ثقی طور پر لاعلم ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اے نبی کیا۔ آپ کے یمن میں علماء رہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قید بہت بڑے بڑے جید علماء ہیں۔ ایک پل میں گھوڑے کے ایک دن کا سفر طے بھی کر لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ پھر تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مدینہ کا عالم ایک پل میں پوری کائنات کا چکر لگا سکتا ہے گویا مدینہ کا عالم بینی علماء کی نسبت زیادہ اعلم ہے۔

اصول کافی میں سلم خیر سے مروی ہے کہ ایک نصرانی طبیب نے امام صادق ؑ سے اپنے جسم کی تفصیل پوچھی تھی۔

آپ نے فرمایا۔

اللہ نے انسان کے بارہ جوڑ اور دوسو چھیالیس ہڈیاں پیدا کی ہیں۔ جسم انسان میں ساٹھ رگیں ہیں۔ رگیں تمام جسم کو سیراب کرتی ہیں۔ ہڈیاں ان تمام رگوں کو باہم متصل رکھتی ہیں۔ اور ادھر ادھر جھٹکتے نہیں دیتیں۔ گوشت ہڈیوں کو باہم ملاتے رکھتا ہے۔ پٹھے گوشت کو محفوظ دیتے ہیں۔

انسان کے ہاتھوں میں بیسی ہڈیاں ہیں۔ اکتالیس ایک ہاتھیں اور اکتالیس دوسرے ہاتھیں۔ تحصیل میں اڑتیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔ کلائی میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اور کہنی سے اوپر بازو میں ایک ہڈی ہوتی ہے۔

پاؤں میں تینستا لیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔ پاؤں میں چونتیس پنڈلی میں دو۔ گھٹنے میں تین ران میں ایک اور کولہرو میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔

صلب میں بارہ شکے ہوتے ہیں۔

ہر پہلو میں نو سلیاں ہوتی ہیں ۔

سینہ میں اٹھ بڑیاں جوتی ہیں۔

سر میں چھتیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔

منہ میں اٹھائیس ہڈیاں اور

بتیس دانت ہوتے ہیں۔

کافی میں ابو دہقان اور ابن ماسویہ سے مروی کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔

انسانی مزاج چار اقسام کے ہوتے ہیں۔

۱۔ دومی :- یعنی خونی یہ مزاج غلاموں کی قسم سے ہے اور بعض اوقات غلام بھی اپنے مالک کو قتل کر دیا کرتا ہے۔

۲۔ ریکی :- یعنی ہوائی۔ مزاج کی یہ قسم دشمن کی طرح ہوتی ہے۔ ایک طرف سے روکنے کی کوشش کریں تو دوسری طرف سے حملہ آور ہوگی۔

۳۔ بلفی :- مزاج کی یہ قسم بادشاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں مروت اور مدارات ہوتی ہے۔

۴۔ سودادی :- مزاج کی یہ قسم زمین کی مانند ہے۔ جب زمین میں زلزلہ آتا ہے تو روئے زمین پر رہنے والے تمام لرز جاتے ہیں۔

ابن دہقان نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول! مزاجوں کا یہ تجزیہ بخدا! آج تک کسی بھی حکیم کی کتاب میں نہیں دیکھا۔

روضۃ الکافی میں ہشام خفایہ سے مروی ہے کہ مجھ سے امام صادقؑ نے پوچھا۔

میں نے سننا ہے تو علم نجوم جانتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ نہ صرف جانتا ہوں۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ عراق میں ایسا کوئی شخص نہیں جو علم نجوم میں مجھ سے زیادہ ماہر ہو۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا تمہارے نزدیک آسمانی حرکت کی کیا کیفیت ہے۔

میں نے سر سے ٹوپی اتاری۔ اسے انگلی پر گھمایا اور عرض کیا۔ اس طرح۔

آپ نے فرمایا۔ اگر حرکت آسمان اسی طرح ہے جس طرح تو کہہ رہا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تخلیق کے یوم اول سے لیکر آج تک دب اکبر اور قطبی ستارہ نے ایک دن بھی حرکت نہیں کی؟

میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ نے بالکل ایسی نئی بات کی ہے کہ جسے نہ تو میں جھٹلا سکتا ہوں اور نہ ہی بتا سکتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ علمائے نجوم میں سے کوئی بھی آپ کے اس سوال کا جواب نہیں دے پائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ سیکھ اور نہ ہو کا باہمی فائدہ کتنا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ حضور! سیکھنا ستارے کا نام میں نے آپ سے پہلے کبھی نہیں سنا۔

آپ نے فرمایا۔ تو گویا تم لوگوں نے ایک ستارے کو بھی غائب کر دیا ہے۔ ایسی صورت میں تم حساب کس طرح کرتے ہو۔

اچھا یہ بتا کہ چاند نہ ہوتے روشنی حاصل کرتا ہے یا نہ چاند سے اور ایک دوسرے سے کتنے درجے پر ملاقع ہیں؟



میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں یہ بھی نہیں جانتا  
آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ چاند سورج سے کتنی روشنی حاصل کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میں اس سے بھی واقف نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ۔ جب دو بادشاہ میدان جنگ میں آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ دونوں کے پاس  
نجومی ہوتے ہیں۔ اور دونوں کے نجومی اپنے اپنے بادشاہ کو فتح و ظفر کی بشارت دیتے ہیں۔ پھر جب جنگ شروع ہوتی  
ہے تو ایک شکست کھاتا ہے اور ایک فاتح ہے۔ جب نجومیوں نے دونوں کی کامرانی کی بشارت علم نجوم کے حساب  
سے دی ہے تو ایک کا حساب غلط کیوں ہو جاتا ہے۔

سید سلیمان

حیدر آباد، الطیف آباد، پلاٹ نمبر ۸-۵۹

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نہیں جانتا

آپ نے فرمایا۔ تو سچ کہتا ہے۔ تو نہیں جانتا

ویسے حساب درست ہے لیکن حساب دان کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام مخلوق کے روز و لادت۔ سال و لادت  
اور وقت و لادت سے آشنا ہو۔

کافی بن سلیمان ابن خالد سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق سے سردی اور گرمی کا فلسفہ پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ اے سلیمان گرمی اور سردی کی وجہ صرف دو مسئلے مریخ اور زحل ہیں۔ ان دونوں کی ارتقاعی اور  
غیر ارتقاعی حرکت ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہے۔ مریخ جب مائل بار تفاع ہوتا ہے تو گرمی شروع ہو جاتی ہے اور  
سردی کم ہونے لگتی ہے۔

اور جب زحل مائل بار تفاع ہوتا ہے تو سردی شروع ہو جاتی ہے۔

جب کبھی گرمیوں میں سردی آجائے تو یہ چاند کے عمل کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب کبھی سردیوں میں گرمی آجاتی ہے  
تو یہ سورج کی وجہ سے ہوتا ہے۔

فروع کافی بن عبد اللہ ابن سنان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادق عیسیٰ ابن موسیٰ کے پاس جا رہے تھے  
راستہ میں قاضی ابن شبرہ سے ملاقات ہو گئی۔

آپ نے قاضی سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔

ابن شبرہ نے کہا۔ آپ کی طرف آ رہا تھا۔ اللہ نے میرا سفر کوتاہ کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں خیریت تو تھی؟

ابن شبرہ نے عرض کیا۔ والی کو فتنے ایک سوال کیا ہے۔ مجھے اس کا جواب نہیں آتا تھا۔ آپ کے پاس

آ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا: کونسا سوال ہے۔

ابن ستمبر نے کہا: سوال یہ ہے کہ روئے ارض پر سب سے پہلا معاہدہ کس نے لکھا تھا۔

آپ نے فرمایا: یہ کوئی اتنا مشکل سوال تو نہ تھا۔

اس نے عرض کیا: جس بات کا جواب نہ آتا ہو وہ مشکل ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا: جب ذات احدیت نے جناب آدم کے سامنے آپ کی ذریت پیش کی اور جناب آدم نے اپنی ذریت کے ایک ایک بنی کو دیکھا۔ جب جناب داؤد پر رے کے تو دیکھا۔ انتہائی دلکش نوجوان ہے۔ اور بڑی دلفریب آواز ہے۔

آپ کو بڑا پسند آیا۔ لیکن جب عمر کو دیکھا تو کم تھی۔

جناب آدم نے عرض کیا: بار الہا! تو نے اسے اتنی جوانی دے کر عمر صرف چالیس برس رکھی ہے۔ یہ تو کم ہے۔

ذات احدیت نے فرمایا: آدم اگر چہ میں نے تیری اولاد کی عمریں اور رزق مقدر کر دیے ہیں لیکن چونکہ ام الكتاب میرے پاس ہے اس لیے اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

جناب آدم نے عرض کیا: اگر اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے تو میں اپنی عمر میں سے ساٹھ برس اپنے اس بیٹے کو دیتا ہوں تاکہ اس کی عمر پورے ہو جائے۔

ذات احدیت نے جبریل کو حکم دیا: جبریل نے یہ معاہدہ لکھ لیا۔ جناب آدم سے دستخط لے لیے اور سر ہمہر کر دیا۔

جب جناب آدم کے پاس ملک الموت آیا۔

تو آپ نے فرمایا: ابھی تک تو میرے ساٹھ برس باقی ہیں۔

ملک الموت نے عرض کیا: آپ وہ ساٹھ برس جناب داؤد کے کھاتے میں ڈال چکے ہیں میرے پاس وہ معاہدہ موجود ہے جس پر آپ کے دستخط ہیں۔ اور وہ معاہدہ یہ ہے۔

روئے ارض پر سب سے پہلا جو معاہدہ لکھا گیا تھا وہ یہ ہے۔

فروع کافی ہیں ابو جعفر احوال سے مروی ہے کہ ایک زندیق نے مجھ سے سوال کیا کہ۔

اللہ نے کس مصلحت کے تحت ایک ہزار میں سے پچیس زکوٰۃ مقرر کی ہے۔

میں نے کہا: جس مصلحت کے تحت صبح کی نماز دو رکعت ظہر میں کی چار رکعت مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی چار رکعت مقرر کی ہے۔

وہ خاموش ہو گیا۔

بعد میں اتفاقاً امام صادقؑ سے ملاقات ہو گئی۔ اگرچہ وہ زندیق خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے اس کا سوال برابر کھٹکتا رہا۔

میں نے امام صادقؑ سے وہی سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے دولت اور مساکین دونوں کا حساب کیا ہے۔ اور جتنا مساکین کے لیے قابلِ کفایت تھا۔ دولت مندوں پر اتنا فرض کر دیا ہے۔ اگر اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی تو اللہ اس سے زیادہ مقرر کرتا۔

ایک دن وہی زندیق پھر مجھے مل گیا۔ میں نے اسے امام صادقؑ کا یہ جواب بتایا۔

وہ تڑپ کر کہنے لگا: جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ بات تمہارے نبی اکرمؐ کے اہل بیت سے کسی فرد نے ہی بتائی ہے۔

اگر میں کسی کے سامنے سر جھکانے پر کبھی آمادہ ہو گیا تو یقیناً اسی شخص کے قدموں میں سر رکھوں گا۔  
فروع کافی میں معاویہ ابن عمار سے مروی ہے کہ مفضل ابن غیاث کی بہن فوت ہو گئی ہے۔ اس نے جو ترکہ چھوڑا تھا اس میں اس نے ۱۳ فی سبیل اللہ دینے کی۔ ۳۱ مساکین میں تقسیم کرنے کی۔ اور ۳۱ اسے حج کرانے کی وصیت کی۔

ترکہ کم تھا۔

میں اور مفضل ابن ابی لیلیٰ کے پاس آئے اس کے سامنے صورت حال رکھی اور پوچھا کیا کریں؟

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: خواہ کم ہے یا زیادہ جیسے وصیت کی ہے ویسے عمل کر دو۔

ہم مطمئن نہ تھے۔ کیونکہ ۱۳ اسے حج نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس پیسہ کے ضیاع کا خطرہ تھا۔ چنانچہ ہم ابن شبرمہ کے پاس آئے۔

اس نے بھی وہی جواب دیا جو ابن ابی لیلیٰ نے دیا تھا۔

ہم ابو حنیفہ کے پاس آئے۔

اور اس سے پوچھا۔

اس نے بھی وہی جواب دیا۔

پھر ہم اتفاقاً مکہ میں آئے۔ وہاں امام صادقؑ کا پتہ چل گیا کہ آپؑ بھی مکہ میں ہیں مفضل نے کہا: چل کر امام

صادقؑ سے پوچھ لیں۔

ہم آپ کے پاس آئے۔ اور آپ سے پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: چونکہ حج فریضہ واجبہ ہے۔ فی سبیل اللہ اور مساکین کو دینا مستحب اور باعثِ ثواب





میں نے کہا۔ مجھے آپ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور آپ کے پاس ہی آیا ہوں۔  
انہوں نے کہا۔ پوچھ کیا پوچھتا ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کا موزوں پر مسج کے بارے میں کیا خیال ہے؟  
انہوں نے کہا کچھ افراد موزوں پر مسج کو سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم اہل بیت ایسا نہیں کرتے۔  
میں نے دل میں کہا۔ یہ پہلی بات ہے۔

پھر میں نے پوچھا۔ ملی مچھلی کے متعلق آپ کا خیال ہے؟ حلال ہے یا حرام ہے؟  
انہوں نے کہا ہے تو حلال مگر ہم اہل بیت نہیں کھاتے۔  
میں نے کہا۔ یہ دوسری بات ہے۔

پھر میں نے کہا۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے۔ میں تجھے آسمان کے ستاروں کے برابر طلاق دیتا ہوں۔  
اس عورت کا کیا حکم ہے۔

انہوں نے کہا۔ عورت تو تین طلاقیں سے طلاق ہو جائے گی۔ دیگر تعداد طلاق دہندہ کے لیے باعث عذاب و  
سزا ہوگی۔

میں نے دل میں کہا۔ یہ تیسری ہوئی۔

میں نے کہا۔ نبیند کے متعلق کیا خیال ہے حلال ہے یا حرام؟  
انہوں نے کہا۔ ہے تو حلال ہی لیکن ہم اہل بیت نہیں پیتے۔

میں نے دل میں کہا۔ یہ چوتھی ہے۔

اور اٹھ کھڑا ہوا۔ باہر آیا کچھ لوگ ملے۔ ان سے کہا۔ لوگوں میں تو بڑا چرچا ہے کہ اہل بیت نبی میں ایک نہ ایک  
عالم رہتا ہے لیکن اب تو معاملہ صاف ہے یہ گھر بھی ختم ہو گیا۔ میں پھر مسجد میں آیا۔ کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ان سے پوچھا  
اہل بیت میں کوئی عالم ہے۔

انہوں نے پھر عبد اللہ ابن حسن کا نام لیا۔

میں نے کہا۔ انہیں تو میں ابھی دیکھ کے آ رہا ہوں۔ وہ تو مجھ جیسے ہیں۔

ایک شخص نے سر بلند کر کے کہا۔ جعفر ابن محمد کے پاس چلا جا۔ وہاں سے تجھے وہ سب کچھ مل جائے گا۔ جو  
تو چاہتا ہے۔

میں نے دیکھا۔ دیگر تمام افراد نے اسے سلامت کی۔

بہر صورت میں نے ان سے آپ کے گھر کا پوچھا۔

کسی نے نہ بتایا۔ وہ شخص بھی اب خاموش ہو گیا تھا۔



میں نے باہر آ کر ایک آدمی سے آپ کا گھر پوچھا۔ اس نے نشانہ ہی کر دی۔ میں نے دق الباب کیا۔ ایک غلام باہر آیا۔ اور اس نے کہا۔ اے کلبی آ جا۔

یہ سن کر میں حیران ہو گیا کہ اس غلام کو کس نے بتایا ہے کہ میں کلبی ہوں۔ خیر میں اندر گیا حجرہ میں ایک سن رسیدہ شخص مصلائے عبادت پر بیٹھا تھا۔

اس نے مجھے دیکھ کر پہلے خوش آمدید کہا۔

پھر مسکرا دیا۔ اور کہا۔

کیا تو نسب بتاتا ہے؟

میں نے کہا۔ ہاں۔

اس نے کہا۔ کیا اپنا نسب بھی بتا سکتا ہے۔

میں نے کہا۔ جو تمام عرب کے نسب بتاتا ہوں تو اپنا کیسے نہ بتاؤں گا۔ میں نے اپنا نسب بیان کرنا شروع کیا اور پانچویں پشت پر پہنچ کر ابن فلاں کہا۔ تو اس نے کہا غلط بتا رہا ہے۔ وہ تو فلاں چرواہے کا بیٹا تھا۔

میں نے دل میں کہا۔ میں تو اپنا عیب اپنے تک محدود رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اسے تو سب کچھ معلوم ہی ہے۔

پھر اس نے خود کہا۔ ان باتوں کو چھوڑ جس کام کے لیے آیا رہے۔

میں نے کہا۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میں تجھے آسمان کے ستاروں کے برابر طلاق دیتا ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس نے کہا۔ کیا سورۃ طلاق پڑھتا ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے حفظ ہے۔

اس نے کہا۔ بھلا پڑھ۔

جب میں اس آیت پر پہنچا۔ طلقوہن لعدتھن واحصوا لعدۃ

تو آپ نے فرمایا۔ اس میں کہیں ستاروں کا تذکرہ ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں۔

میں نے دوسرا سوال پوچھا۔

اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے۔ میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں تو؟

آپ نے فرمایا۔ کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق حکم ہو گا۔ طلاق صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب عورت

ایام باہوری سے خالی ہو اور اس طہر میں مرد نے مباشرت نہ کی ہو۔ ورنہ عادل گواہ بھی موجود ہوں۔

میں نے تیسرا مسئلہ پوچھا۔

موزوں پر مسج کے سلسلہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جب قیامت کے دن ہر محشر ہونے والے کے اجزاء اس کے جسم سے متصل ہو جائیں گے۔ تو موزے جس جانور کے چمڑے سے بھی بنے ہوئے ہو گئے۔ اس جانور کا چمڑا بھی اس کے جسم پر چلا جائے گا تو جو لوگ موزوں پر مسج کرتے ہیں ان کا وضو کہاں جائے گا۔

میں نے چوتھا مسئلہ پوچھا۔

مٹی مچھلی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے حلال ہے یا حرام؟

آپ نے فرمایا۔ جب اللہ نے بنی اسرائیل کے مجرموں کو مسج کیا۔ تو کچھ کو سمندر میں بھیجا۔ مٹی مچھلی بھی انہی میں سے ہے۔

میں نے پانچواں مسئلہ پوچھا۔

نبیذ کیا ہے اور حلال ہے یا حرام؟

آپ نے فرمایا۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آئے تو تبدیلی آب و ہوا کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے تو صحابہ نے شکوہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ نبیذ بنا کر پی لیا کرو۔

جب صحابہ نے طریقہ پوچھا۔

تو آپ نے فرمایا۔ گھجور کے چند دانے پانی کے شیکینے میں ڈال دیا کرو اور اسے پیتے رہا کرو بعد میں لوگوں نے اس نبیذ کو دوسرے معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور بعض نے تو شراب کی حد تک پہنچا کر اسے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

ان مسائل سے میں مطمئن ہو کر اٹھا۔ اور تادم مرگ مسک آل محمد پر عمل کرتا رہا۔

### تقدیر سادانی

بحار میں مروی ہے کہ ایک خارجی نے امام صادق ع کے شاگرد ہشام ابن حکم سے پوچھا۔

کیا غیر عرب عربوں میں شادی کر سکتے ہیں۔

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

خارجی نے کہا۔ کیا عرب قریش میں شادیاں کرتے ہیں؟

ہشام نے کہا۔ ہاں۔

خارجی نے کہا کیا قریش بنی ہاشم میں شادی کرتے ہیں۔

ہشام نے کہا ہاں۔

خارجی امام صادقؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہشام نے اس طرح کہا ہے۔

آپ نے فرمایا ہشام نے درست کہا ہے۔

خارجی نے کہا اگر یہ درست ہے تو پھر میں آپ سے خواستگاری کرتا ہوں۔

امام صادقؑ نے فرمایا تیرا کفو تیری قوم ہے۔

ذاتِ احدیث نے ہمارے لیے صدقہ جو ہاتھوں کی لیل ہے ہم اللہ پر حرام کیا ہے۔ اس بنیاد پر ہم اللہ کے اس

اقتیاز کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جو اس نے ہمیں دوسروں سے دیا ہے۔ اور ہم اپنی اس نصیحت میں جو اللہ نے ہمیں

عنایت کی ہے کسی ایسے کو شریک نہیں کر سکتے جو اس نصیحت میں شریک نہیں۔

خارجی یہ سنکر اٹھا اور یہ کہتا گیا کہ جس طرح آج جعفر ابن محمدؑ نے مجھے لاجواب کیا ہے بخدا! اس طرح آج تک

کسی نے نہیں کیا۔

خصالی اور علی النشرائع میں شیخ صدوقؑ نے منصور کے ہم پیالہ ربیع سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ

منصور کے دربار میں بیٹھے تھے۔ وہاں ایک ہندوستانی طبیب بیٹھافن طب میں مہنگا فیان کر رہا تھا۔ امام صادقؑ خاموشی

سے سن رہے تھے۔

جب وہ طبیب اپنے موضوع سے فارغ ہوا تو اس نے امام صادقؑ سے کہا جو کچھ میرے پاس ہے اگر چاہیں تو

میں آپ کو پیش کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو آپ

کے پاس ہے۔

طبیب نے کہا آپ کے پاس کیا ہے۔

آپ نے فرمایا میں گرم کا علاج سرد سے سرد کا گرم سے خشک کا تر ہے۔ تر کا خشک سے کہ کے معاملہ

اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں وہی دوائیں استعمال کرتا ہوں۔ کہ جن کی ہدایت نبی اکرمؐ نے بھی

فرمائی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ۔ معدہ بیماریوں کا گھر ہے۔ بخار کو روا کی حیثیت حاصل ہے۔ اپنے جسم کو اس کی اپنی عادات پر

باقی رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

طبیب نے کہا یہی تو طبابت ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو کیا سمجھتا ہے یہ اصول علاج و صحت میں نے طب کی کتابوں سے لیے ہیں۔



طیب نے کہا: میرا خیال نہیں ہے مجھے یقین ہے۔

کیونکہ جو کچھ آپ نے کہا۔ کتب طب کے علاوہ کہیں نہیں ملتا۔

آپ نے فرمایا۔ بخدا! آج تک میں نے طب کی ایک کتب بھی نہیں دیکھی۔ مجھے جو کچھ ملا ہے اللہ کی طرف

سے ملا ہے۔

اچھا یہ بتا۔ طب میں میں اعلم ہوں یا تو؟

ہندوستانی نے کہا۔ میرے خیال میں اس وقت دنیا طے میں مجھ سے زیادہ اہم کوئی بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا مجھے چند سوالوں کی اجازت دے گا۔

طیب نے کہا۔ طب کے سلسلہ میں آپ چوچا ہیں پوچھیں۔

انام صلوٰۃؑ نے فرمایا۔ یہ سر میں چھوٹے چھوٹے خانے کیوں ہوتے ہیں؟

طیب نے کہا: یہ تو مجھے معلوم نہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا: سر پہ بال کیوں ہوتے ہیں؟

طیب نے کہا۔ میں نے اس کی وجہ نہیں پڑھی۔

امام صادقؑ نے فرمایا: یہ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے :-

طیب نے کہا: کسی کتاب میں اس کی وجہ نہیں دیکھی۔

امام صادقؑ نے فرمایا یہ پیشانی میں لکھیں اور جھریاں کس لیے ہوتی ہیں؟

طیب نے کہا: نہیں معلوم۔

امام صادقؑ نے فرمایا: یہ ابرو آنکھوں کے اوپر کیوں ہیں؟

طیب نے کہا۔ بھگوان جانتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ آنکھیں بادامی شکل میں کیوں بنائی گئی ہیں۔

طیب نے کہا۔ کہیں نہیں دیکھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا: یہ ناک کو آنکھوں کے درمیان کس لیے رکھا گیا ہے۔

طیب نے کہا۔ کسی جگہ نہیں پڑھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ مومنجیں منہ کے ادیر کیوں ہیں؟

طیب نے کہا۔ نہیں جانتا۔

امام صادقؑ نے فرمایا: دانت لیے اور دواڑھیں چوڑھی کیوں بنائی گئی ہیں

طیب نے کہا: علم طب کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ناکہ سوراخ کا رخ نیچے کی طرف کیوں ہے؟  
طیب نے کہا۔ نہیں معلوم۔

امام صادقؑ نے فرمایا: مردوں کی دھڑکیوں بوق ہے؛  
طیب نے کہا: کسی استناد نے نہیں بتایا

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں؟  
طیب نے کہا۔ جھگوان قسم امیں نے کہیں نہیں دیکھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ ناخن اور بال زندگی سے کیوں خالی ہوتے ہیں؟  
طیب نے کہا، نہیں معلوم

امام صادقؑ نے فرمایا۔ دلِ نغمِ صنوبر کی طرح کیوں بنایا گیا ہے۔  
طیب نے کہا۔ میں نے کہیں نہیں پڑھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اچھا یہ تو بتا دے کہ پچھوڑے دو کیوں ہوتے ہیں اور یہ اپنی جگہ متحرک کیوں رہتے ہیں؟ -

طیب نے کہا۔ میں نے کہیں دیکھا نہیں ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا: یہ تو بتا دے کہ بزرگواروں سے پتلا اور درمیان سے مڑ گیا کیوں ہوتا ہے۔

طیب نے کہا: کسی نے اس کی وجہ نہیں لکھی۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ یہ گروے تحم لویا کی طرح کیوں ہوتے ہیں؛ طیب نے کہا۔ نہیں پڑھا۔

امام صلوات نے فرمایا۔ یہ گھٹنے صرف پیچھے کی طرف کیوں مڑتے ہیں۔  
طیب نے کہا۔ نہیں معلوم

امام صادقؑ نے فرمایا۔ تو تصدیق کر رہا ہے کہ میرے ان تمام سوالات کا تعلق فن طب سے ہے؟

طیب نے کہا: اگر میں انکار بھی کروں تو کون مانے گا۔ ان مسائل کا تعلق فی طب ہی سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو تسلیم کرتا ہے کہ آج تک فنِ طب پر کبھی کبھی کتاب میں سے کسی بھی کتاب میں ان سوالوں کا جواب موجود نہیں ہے۔

طیب نے کہا: بالکل میں تسلیم کرتا ہوں کہ فنی طب کی کسی کتاب میں موضوع نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ: ”میں نے یہ سب معلومات کے مطابق کوئی طبیب ان سوالوں کے جواب دینے کے لیے“

طیب نے کہا: میرے علم کے مطابق کوئی بھی ان سوالوں کے جواب نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔

کیونکہ میرا علم الہی ہے۔ جس ذات نے انسان کو خلق فرمایا ہے۔ اسی ذات نے نبی کو نبی کے ذریعہ ہم آئمہ اہلبیت کو اس علم سے نوازا ہے۔

طیب نے عرض کیا۔ اگر نوازش فرما سکیں تو اب ان سوالوں کے جوابات بھی مرحمت فرمادیں۔  
آپ نے فرمایا۔ اللہ نے سرمیں مانے اس لیے رکھے ہیں کہ چونکہ سر گول ہے اگر اس میں خانے نہ ہوں تو صداخ  
قوراحمہ آدر ہو جاتا۔

یہ ان خالوں کی وجہ ہے کہ صداع کا حملہ نہیں ہوتا۔

بال سر پر اس لیے پیدا کیے ہیں تاکہ بالوں کے ذریعہ دماغ میں ردغیات پہنچائے جاسکیں۔ سر پر یہ موجود بخارات انہی بالوں کے سواروں کے ذریعہ خارج ہوتے رہتے ہیں۔ سر پر بالوں کی موجودگی سے سر سردی اور گرمی سے محفوظ رہتا ہے۔

پیشانی کو بالوں سے اس لیے خالی رکھا گیا ہے کہ پیشانی آنکھوں میں روشنی پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اس میں روشنی اس طرح جمع رہتی ہے جس طرح دریاؤں میں پانی جمع رہتا ہے۔ دماغ سے آنکھوں تک آنے والی دریدیں اس روشنی کو جمع رکھتی ہیں۔

پیشانی میں کیمرے اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ سر سے گرنے والے فضہ جات سے بھی آنکھیں محفوظ رہی رہیں۔

ابرو آنکھوں کے اوپر اس لیے پیدا کیے گئے ہیں تاکہ گیگیٹر کا کام دیں اور حسب ضرورت روشنی آنکھوں تک پہنچتی رہے۔

آپ نے خود کوئی بار تجربہ کیا ہو گا کہ جب روشنی بہت زیادہ ہو جائے اور ارداسے نزدیک سکیں تو انسان فوری طور پر روشنی کی شدت سے بچنے کی خاطر آنکھوں کے سامنے ہاتھ کا سایہ بنا دیتا ہے تاکہ آنکھوں کی برداشت سے زیادہ روشنی نہ آنے لگے۔

ناگ کو دونوں آنکھوں کے درمیان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اسے آنکھوں میں روشنی کی مساوی تقسیم کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

پیشانی کی دریدوں میں جمع ہونے والی روشنی ناک میں موجود مصلحات کے ذریعہ آنکھوں میں آتی ہے۔ اور ناک دونوں آنکھوں کو برابر برابر روشنی تقسیم کرتا ہے۔

آنکھوں کو با دمی صورت میں اس لیے بنایا ہے تاکہ سر مچو پھرنے میں آسانی ہو۔ اور آنکھوں کی بیماری نازل ہو۔ اگر یہ آنکھیں گول یا مربع ہوتیں تو سر مچو پوری آنکھ میں نہ پھرایا جاسکتا جس کی وجہ سے دوا آنکھ کے ہر گوشے میں

نہ جاتی اور نہ بیماری پوری آنکھ سے نکلتی۔

ناک کے سوراخ نیچے اس لیے رکھے گئے ہیں تاکہ دماغ سے خارج ہونے والے فضلہ جات آسانی خارج ہو سکیں۔ اور بیرونی تروتازہ ہوا اور خوشبو آسانی دماغ میں اور پر جاسکے۔

اگر یہ سوراخ نیچے کی بجائے اوپر ہوتے تو نہ دماغی فضلہ جات خارج ہوتے اور نہ خوشبو اور تازہ ہوا آسانی دماغ میں پہنچتی۔

موچھیں اور لب منہ کے اوپر اس لیے بنائے گئے ہیں تاکہ دماغ سے خارج ہونے والے فضلہ جات منہ میں نہ پڑیں۔ اسی جگہ رک جائیں۔ اور انسان کھاتے پیتے وقت بد مزہ نہ ہو۔

مردوں کے داڑھی اس لیے پیدا کی گئی ہے تاکہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے کیہ مرد ہے یا عورت پہلی نظر میں دیکھنے والا مرد اور عورت میں امتیاز کرے۔

دانٹوں کو لمبا اور داڑھوں کو چوڑا اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ انسان جو کچھ کھائے دانت پہلے اسے کاٹ کر باریک کریں۔ پھر دانت داڑھوں کے حوالہ کریں اور داڑھیں اسے پس کر منہ کے حوالہ کریں۔

بھٹیوں کو چھونے کی خاطر بالوں سے صاف رکھا گیا ہے۔ اگر بھٹیوں پر بال ہوتے تو انسان کسی چیز کو چھو کر معلوم نہ کر سکتا کہ نرم یا گرم۔ سخت ہے یا ٹھنڈی وغیرہ۔

ناخنوں کو اور بالوں کو زندگی سے اس لیے محروم رکھا گیا ہے۔ کہ ان کا حد سے بڑھ جانا برا ہوتا ہے اور ان کا کاٹنا باعث حسن ہوتا ہے۔ اگر ان میں روح حیات ہوتی تو کوئی شخص بھی نہ ناخن اتر داتا اور نہ بال کٹواتا۔

اشد نے دل کو اس لیے تخم صنوبر کی مانند بنایا ہے کیونکہ اسے الٹا لٹکانا تھا۔ اس کا منہ پتلا اور نیچلا حصہ موٹا رکھا ہے۔ تاکہ پیچھے پڑے گی ہوا اس میں پہنچ کر سرد کرتی رہے اور دماغ کی حرارت سے جلانہ دے۔

پیچھے پڑے دواں اس لیے بنائے گئے ہیں تاکہ دل کو ہر پیچھے پڑے سے ہوا پہنچتی رہے۔

جگر کے کنارے باریک اور درمیان کو اس لیے موٹا رکھا گیا ہے تاکہ منہ پر وزن پڑتا ہے اور منہ کے بخار کو خیر کرتے ہیں۔

گردے کو تخم لوبیا کی طرح اس لیے بنایا ہے۔ کیونکہ ایڑھ کی ہڈی سے منی گردوں میں قطرہ قطرہ ٹپکتی ہے۔ اور ہر دوسرا قطرہ پہلے قطرے کو آگے دھکیلتا ہے

اگر گردے گول یا مربع ہوتے تو دوسرا قطرہ پہلے کو آگے نہ دھکیل سکتا۔ اور انسان بوقت مباشرت کوئی لطف نہ اٹھا سکتا۔ بلکہ بعض اوقات منی کے چند قطرات گردوں کے کسی گوشہ میں رک جائے۔ جس سے انسان مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

گھٹنوں کو اس لیے پیچھے موڑا ہے تاکہ انسان کو چلنے میں تکلیف نہ ہو۔ انسان آگے چلتا ہے۔ اگر گھٹنے آگے  
 مڑتے تو انسان چلتے چلتے گر جاتا۔

طیب نے اٹھ کر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ ہے علم۔ لیکن یہ بتائیں کہ آپ کو کیسے حاصل  
 ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے بتا دیا ہے کہ۔ مجھے اپنے دربار کے ذریعہ نبی کو نین سے ملایا ہے اور آپ کو اللہ جو  
 خالق انسان ہے نے عنایت فرمایا تھا۔

طیب نے کہا۔ واقعا یہ علم الہی ہے۔ آپ وارث نبی ہیں۔

اشھد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وانك حجة الله في الارض۔

عل الشرائع میں بعد اللہ ترشی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام صادق کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے سنا ہے تو اپنے قیاس کے مطابق حکم دیتا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ آپ نے سچ سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ قیاس اچھا نہیں ہے۔ انسان کے قیاس میں غلطی ہو جاتی ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ غلطی کیسے ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ابلیس کتنا زیرک تھا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ بہت زیرک تھا میں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جب اس زیرک کا قیاس غلط ہو تو پھر کسی اور کا قیاس کیسے درست ہو سکتا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ابلیس کا قیاس کیسے غلط تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ابلیس نے آگ اور مٹی کی ظاہری طبیعت کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ آگ کی طبیعت

بلندی پسندی ہے اور مٹی کی فطرت پستی پسندی ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ظاہر اُتوبات درست ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ظاہر ابھی غلط ہے اور یہی غلطی ابلیس کو بے ڈوبی تھی۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ظاہر اُگیس غلط ہے۔

آپ نے فرمایا۔ آگ خائن ہے اور مٹی امین ہے آگ میں جو چیز ڈال دو واپس نہیں ملے گی اور مٹی میں جو چیز

ڈال دو کئی گنا زیادہ ہو کر ملے گی۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ میں نے اس پہلو پر کبھی نہیں سوچا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ درانیا اس کر کے بتائیں کہ اللہ نے کانوں میں کڑواہٹ۔ آنکھوں میں نمکینی۔ ہونٹوں میں شیرینی اور

۵۵۰ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَلِي الْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

اور ناک میں مروی کیوں بیدار کی ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ مجھے نہیں معلوم اس کی وجہ کیا ہے؛

آپ ہی فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔

اگر کانوں میں کڑواہٹ کا زہر نہ ہوتا تو حشرات الارض میں سے جو چیز بھی کان میں جاتی انسان مر جاتا۔ اب جو چیز کان میں داخل ہوتی ہے وہ کڑواہٹ کے زہر کی وجہ سے خود مر جاتی ہے۔

اللہ نے آنکھوں میں نمکیں اس لیے پیدا کی ہے کہ ان میں چربی ہے اگر نمکیں نہ ہوتی تو آنکھوں کے ڈھیلے پگھل جاتے یہ نمکیں ہے جو انہیں پگھلنے نہیں دیتی۔

اللہ نے ہونٹوں میں اس لیے شیرینی رکھی ہے تاکہ انسان میٹھی اور کڑوی چیزیں امتیاز کر سکے۔ اگر ہونٹوں میں شیرینی نہ ہوتی تو تنخ و شیرین میں امتیاز نہ ہوتا۔

اللہ نے ناک کو اس لیے سرد رکھا ہے تاکہ دماغ سے گرنے والے فضلہ جات ناک میں آکر ٹھنڈے ہو جائیں اور پھر باہر آئیں۔

## امام صادق ہر زبان میں بات کر سکتے تھے؛

بصائر الدرجات میں عمار سابطی سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق نے بطنی زبان میں مجھ سے گفتگو کی میں سکر حیران رہ گیا۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ امیں نے نبی بنط میں بھی ایسا فصیح اللسان نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ عمار! صرف بطنی میں نہیں۔ میں چھت خدا ہوں اور ہر حجت خدا دے ارض کی تمام زبانوں میں اہل زبان سے فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔

بصائر الدرجات ہی میں فرقہ سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے پاس تھا۔ آپ نے ایک عجی غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو وہ انک انک کر مری میں بات کرنے لگا۔ جس سے کوئی واضح مفہوم سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ گھیر امت۔ اپنا زبان میں ہی بتا دے میں ہر زبان سمجھتا ہوں۔

بصائر میں عامر ابن علی جاسمی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا۔

قبذہ کیا اہل کتاب کا ذبح جائز ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر وہ تکبیر پڑھ کر ذبح کریں جس کی انہیں ہدایت کی گئی ہے تو جائز ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبذہ کیا آپ جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں ہر زبان جانتا ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ قبذہ میں اہل کتاب کی تکبیر کھنچا جاتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ لکھ لے۔

یا روبرو اتا دو نان یا یلوہینوا صلح عولام اشرقد شینوا بمسوتا سنوا تو اعلیٰ ہشغیطا۔

تبارکت انت الہنا ملک العالمین الذی قد سنا باوامرہ وامرنا علی الذبح۔

تو اسے اللہ اہمارا معبود۔ بابرکت اور عالمین کا حکمران ہے تو وہ ہے جس نے ہمیں اپنے احکام سے مقدس کیا ہے۔ اور ہمیں ذبح کا حکم دیا ہے۔

بصائر میں اسماعیل ابن ہبران سے مروی ہے کہ امام صادق ؑ کے پاس برما کا ایک شخص رہتا تھا۔ ایک دن وہ اجازت لے کر رخصت ہوا۔

چند گھنٹوں کے بعد واپس آیا۔

ہم نے پوچھا۔ کیا بات ہے۔ صبح تو تو جا رہا تھا؟

اس نے کہا۔ ایک اہم مسئلہ پوچھنا بھول گیا تھا۔

پھر وہ آپ کے سامنے گیا۔ آپ نے اسے مسکرا کے دیکھا اور فرمایا۔

یابنت رعایا صیابنا حل۔ یعنی بیٹھ دیو ک الماء لا تا کل پانی کے پرندوں کے انڈے مت کھانا۔

بصائر میں جسریل کے ایک شیعہ سے مروی کہ۔

بستی میں ایک شخص رہتا تھا جو ہر وقت مجھے رافضی کہتا تھا اور گالیاں بک کر اذیت دیتا تھا۔ بستی میں اسے قرۃ العین (بستی کا بندر) کہا جاتا تھا۔

میں حج کو آیا۔

امام صادق ؑ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دیکھتے ہی مجھے فرمایا۔

فرقہ ما ثامت۔ یعنی مات قرۃ العین بستی کا بندر مر گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ابھی؟

آپ نے فرمایا۔ ابھی ابھی۔

میں نے وہ دن اور وقت نوٹ کر لیا۔

جب واپس گھر آیا۔ میرا بھائی مجھے ملا۔ میں نے اس سے بستی کے حالات پوچھے۔ اس نے نبطی زبان کے وہی الفاظ دہرائے جو امام صادقؑ نے فرمائے تھے۔

میں نے پوچھا۔ کب ہوا ہے۔

جب اس نے تاریخ اور وقت بتایا تو میں نے اسے امام صادقؑ کے بتائے وقت سے متفق پایا۔

خارج میں ابان ابن ثعلب سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس آیا۔ دروازہ پر مختلف علاقوں کے لوگ بھی موجود تھے۔ جب ہمیں جانے کی اجازت ملی۔ اور ہم جا کر بیٹھے تو آپؑ نے ایک حدیث بیان فرمائی جسے ہر زبان والے نے اپنی زبان میں سمجھا۔

وہاں سے اٹھ کر باہر آئے۔ تو عرب نے عربی میں کہا۔

آپؑ نے یہ فرمایا ہے۔

ایرانی نے فارسی میں کہا۔ آپؑ نے یہ فرمایا ہے۔

جشنی نے حبشہ میں کہا۔ آپؑ نے یہ فرمایا ہے۔

سقلینی نے سقلیہ میں کہا۔ آپؑ نے یہ فرمایا ہے۔

سب حیران ہو کر واپس آئے اور آپؑ کی خدمت میں اپنی مشکل عرض کی۔

آپؑ نے فرمایا۔ بات ایک ہی ہے۔ تمہاری زبانوں میں اختلاف کی وجہ سے ہر ایک کو اپنی زبان میں سمجھائی گئی ہے۔

بھاڑیں فارسی سے مروی ہے کہ چند ایرانی آپؑ کے پاس آئے۔

آپؑ نے فرمایا۔

من جمع مالا یحرمہ عندہ اللہ

جس نے مال جمع کیا اللہ اسے اس کے مال کی مقدار کے مطابق معذب کرے گا۔

عن مقدارہ۔

انہوں نے عرض کیا قبہ ہمیں عربی نہیں آتی۔

آپؑ نے مسکرا کے فرمایا۔ میں نے کہا ہے۔

ہر کہ درم اندوز و جزایش جہنم باشد

ایک نے عرض کیا۔ قبہ آپؑ کو فارسی خوب آتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے روئے ارض پر اپنی جت قرار دیا ہے۔ اگر مجھے کہ ارض پر بولی جانے والے ہر زبان

نہیں آئے گی تو پھر میں جت خدا کیسے رہ سکتا ہوں۔



اللہ نے ایک شہر مشرق میں اور ایک شہر مغرب میں آباد کیا ہے۔ ہر شہر کے گرد فصیل ہے۔ اس میں ایک ہزار دروازہ ہے۔ ہر دروازہ کے پیچھے دس دس ہزار محلے ہیں۔ ہر محلہ کی زبان دوسرے محلہ والوں سے مختلف ہے۔ اور میں حجت خدا ہونے کی حیثیت سے تمام زبانیں جانتا ہوں۔

آئمہ کے پاس ملائکہ کی آمد و رفت !

دلائل اللامۃ از طبری میں یونس ابن خلیعان سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے دروازہ پر گیا۔ دق الباب کیا۔ اندر سے مقتب باہر آیا۔ اور مجھے اندر جانے کی اجازت دی۔

میں تو اندر چلا گیا۔ لیکن مقرب حسبِ عادت میرے ساتھ نہ آیا۔ میں جب اندر گیا تو مجھے امام صادقؑ کی شکل و صورت کا ایک شخص نظر آیا۔

ہیں نے حسب معمول سلام کیا۔

اس نے جواب سلام دیا۔ اور کہا۔

بصورت ایمان آیا ہے یا بحالت کفر؟

میں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

اس نے کہا۔ اندر آ جا۔

جب میں آگے بڑھا تو وہاں بے شمار مخلوق تھی۔ جن کی صورتیں ایک جیسی تھیں۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا جس کی داڑھی میں تھوڑے تھوڑے سفید بال تھے۔ اس نے میرے ہاتھ سے پکڑا۔ دروازہ کی دلیں پر لایا۔ میری آنکھیں چند ہی آنے لگیں۔

میں نے کہا، السلام علیک یا بیت اللہ و نورہ و حجابہ

اس نے جواب دیا۔ وعلیک السلام یا یونس۔

وہ شخص حیا گیا۔ ایک اور آگیا اس نے پوچھا۔

تجھے کس کی تلاش ہے؟

میں نے کہا۔ مجھے امام صادقؑ سے ملنا ہے۔

اس نے ایک کمرہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ اس میں چلا جا۔ میں اندر گیا تو امام صادقؑ کو تشریف فرما دیکھا۔

ان کے سامنے پرندوں نما دوشخص بیٹھے تھے۔ اور باتیں کر رہے تھے۔ مجھے ان کی ایک بات بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی البتہ امام صادقؑ جو بات کرتے تھے اسے سمجھ لیتا تھا۔

جب وہ دونوں باہر چلے گئے۔

تو میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کون تھے؟

آپ نے فرمایا: یونس! ہم ظلمات میں محل نور ہیں۔ ہم وہ بیت معمور ہیں جو اس میں داخل ہو گیا اس میں رہ گیا۔

ہم حجت خدا ہیں۔

میں نے عرض کیا، قید آج ایک عجیب بات دیکھی ہے۔

ایک شخص آپ کی شکل میں تھا۔

آپ نے فرمایا۔ یونس ہماری صورت کو فی بھی اختیار نہیں کر سکتا۔ وہ تیسرے آسمان کا ایک ملک تھا۔ جسکی خواہش تھی کہ اسے جو تھے آسمان پر بھیجا جا جائے۔

میں نے عرض کیا۔ وہ جو گھر میں کثیر تعداد موجود تھی؟

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ ملائکہ ہیں جو حضرت حجت کے ساتھی ہوں گے۔ اور یہ اس وقت تک آسمان پر واپس نہیں جائیں گے جب تک ظہور قائم نہیں ہو جاتا۔

بھائو! ابھی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ!

ایک علم تو وہ ہے جو ناقابلِ تغیر ہے۔ اور آپ کو حیمین ولادت سے عطا کیا جاتا ہے لیکن وہ علم جو یہود کو

اللہ ما یشاء ویثبت . کے مطابق ہے وہ کیسے عطا ہوتا ہے .

آپ نے فرمایا: ابو بصیر! جو علم سائل تک ناقابلِ تغیر ہوتا ہے وہ شبِ قدر عطا ہوتا ہے۔ اور جس میں روزانہ

تبدیلی کا امکان ہوتا ہے۔ اور جو سفارشیں ہم کرتے ہیں وہ علم و روزانہ صبح سے شام تک کیلئے صبح کو اور شام سے صبح تک کے لیے شام کو عطا ہوتا ہے۔

بعض اوقات کوئی ملک کمزور ہوتا ہے اور

بعض اوقات ہمارے دل میں ڈالا جاتا ہے۔

آئمہ اہل بیت کے پاس جنوں کی آمدورفت :

کشف الغم میں علماء سنی سے مروی ہے کہ امام حجج میں ہیں روزانہ امام صادقؑ کے ہاں آتا تھا۔ ان کی

مختل میں بیٹھ کر معالم دین حاصل کرتا تھا۔ ایک رات میں کیا حبیب اجازت لی تو مجھے کہا گیا ہے کچھ دیر انتظار کرے۔

میں باہر خیمہ میں بیٹھ گیا۔

کچھ ایسے نوجوان آئے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ ان کی صورتیں دیہاتی جاٹوں جیسی تھیں۔

انہوں نے اجازت لی۔

آپ نے فوراً انہیں اندر بلایا۔

کافی دیر بعد عیسیٰ شلقان نے مجھے اندر بلایا۔ جب میں وہاں گیا۔ تو جن جاٹوں کو میں نے جاتے دیکھا تھا۔ وہ وہاں موجود نہ تھے۔

میں نے عرض کیا۔ قہد! ایک گروہ ابھی ابھی آپ کے پاس آیا تھا۔ لیکن اب نہ تو یہاں نظر آتے ہیں اور نہ ہی میں نے انہیں واپس جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چند بھات تھے جو اپنے مسائل دریافت کرنے آئے تھے۔

بصائر الدرجات میں مفضل ابن عمر سے مروی ہے کہ خراسان سے دو شخص اپنے واجبات لے کر مدینہ میں امام صادقؑ تک پہنچنے کی خاطر روانہ ہوئے۔ رستے میں آئے تو وہاں انہیں ایک شخص نے ایک تھیلی دی کہ یہ بھی امام صادقؑ کی خدمت میں پیش کر دینا۔

تمام راہ میں وہ دونوں اس مال کا تحفظ کرتے رہے۔ جب بیرون مدینہ پہنچے تو انہوں نے اطمینان کے لیے ایک مرتبہ پھر مال کو دیکھا۔ جب سنبھالا تو رے میں دی جانے والی تھیلی نہ دی۔

دونوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

امام کو کیا جواب دیں گے۔

کافی وقت پریشان رہنے کے بعد آخر انہوں نے یہ سوچ کر اطمینان کر لیا۔ کہ امام کو ہمارا مکانی تحفظ بھی

معلوم ہو گا۔

کہ ہم نے کوتاہی اور غفلت نہیں کی۔ ہم تمام بات بتا دیں گے۔

پھر چلیے انہوں نے حکم دیا دیسے کریں گے۔

مدینہ میں آنے کے بعد سب سے پہلے وہ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام و نیاز کے بعد مال

پیش کیا۔

آپ نے فرمایا۔ وہ رازی والی تھیلی کہاں ہے۔

دونوں نے تمام حال تفصیل سے بتا دیا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تھیلی دیکھ لو تو پہچان لو گے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قہد ضرور پہچان لیں گے۔

آپ نے غلام کو حکم دیا کہ فلاں جگہ فلاں رنگ کی جو تھیلی رکھی ہے اٹھا لا۔  
جب غلام اٹھا کے لایا۔

تو آپ نے فرمایا۔ اسے پہنا نوید وہی ہے۔

دو دنوں نے عرض کیا۔ حضور! بلا شک وہی ہے۔

لیکن یہ آپ کے پاس کیسے پہنچ گئی؟

آپ نے فرمایا۔ اگر میرے پاس تمہاری بیرون مدینہ کی جانے والی یہ گفتگو پہنچ سکتی ہے کہ امام کو ہمارا مکانی

تحفظ معلوم ہو گا۔ تو یہ تھیلی بھی ہم تک پہنچ سکتی ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ تبہ میں بھی تو معلوم ہو کہ کیسے پہنچی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے اچانک کچھ رقم کی ضرورت تھی۔ اور مجھے معلوم تھا کہ تم میرے ہی لیے رقم لا رہے ہو۔

چنانچہ میں نے تمہارے ایک جن بھائی کو بھیجا جو یہ تھیلی اٹھا کر لے آیا۔

بصائر الدرجات میں مروی ہے کہ ابو عبد اللہ حجاج کے قاتلے روانہ کیا کرتا تھا۔ ایک سال اس نے امام صادق

کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلاً اب کے سال میں آپ ہی کے ساتھ جاؤں گا۔ اگر آپ تشریف لے گئے تو جاؤں گا ورنہ نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں تو چل۔

میں نے ابو الفضل سدر کے ذمہ کچھ کام لگائے ہیں اگر اس نے سرانجام دے دیئے تو ہم انشاء اللہ تجھے راستہ

میں آلیں گے۔ اور میں تجھے بذریعہ خط مطلع کر دوں گا۔

جب ہم دو دن اور ایک رات کا سفر کر چکے۔ تو ایک بڑا طویل القامت گندہ رنگ والا آدمی آیا۔ اس نے

مجھے امام صادق کا خط دیا۔ جس کی مہر ابھی تک خشک نہیں ہوئی تھی۔ میں حیران تو ہوا لیکن خاموش رہ گیا۔ خط لے لیا۔

وہ واپس چلا گیا۔

میں نے خط پڑھا۔ لکھا تھا۔ ابو الفضل نے ہمارا کام کر دیا ہے۔ ہم انشاء اللہ عنقریب تجھے آلیں گے۔ تو

جہاں ہے وہیں رک جا۔

جب آپ تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا۔

حضور! دو دن اور ایک رات کا کافی سفر ہم کر چکے تھے۔ لیکن آپ کا جو خط ملا ہے۔ اس کی مہر ابھی تک

خشک نہیں ہوئی تھی اسے دیکھ کر مجھے ایک خیال تو ہوا کہ کہیں جعلی نہ ہو۔

لیکن بایں ہمہ میں آپ کے حکم کی تعمیل میں بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ انسانوں کی طرح قوم جن میں بھی ہمارے شیعہ ہیں۔ اور اس قسم کی فوری ضرورت کے لیے بعض

اوقات ہم ان سے بھی کام لے لیتے ہیں۔

بصائر الدرجات میں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک سال میں امام صادق ؑ کے ساتھ حج کو آ رہا تھا۔ ہم مکہ اور مدینہ کے مابین تھے۔

ایک سیاہ کتا ہمارے قریب آیا۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔ ہم سے کیا لینے آیا ہے۔

میں نے دیکھا۔ وہ کتا ایسے غائب ہوا جیسے اسے پر لگ گئے ہوں اور اڑ گیا ہو۔ میں نے عرض کیا۔ حضور!۔

یہ کیا بلا تھی۔

آپ نے فرمایا۔ ہشام مر گیا ہے۔ اور یہ جنات کا پیغام رسال ہے۔ اپنی قوم میں ہشام کی خبر مرگ پھیلنا رہا ہے۔

بصائر الدرجات میں امام صادق ؑ کے غلام مقتب سے مروی ہے کہ ایک سال امام صادق ؑ مکہ میں حج پر تھے میں بیرون مدینہ کسی کام کی غرض سے گیا ہوا تھا۔ میں ایک جگہ کھڑا تھا۔ کہ ایک شخص نے مجھے امام صادق ؑ کا خط لاکر دیا۔ اس کی ہر بالکل تازہ اور گیلی تھی۔

میں نے خط کھولا۔ اس میں چند ضروری ہدایات تھیں۔

میں نے سوچا پڑھ کر کہ خط لانے والے سے پوچھوں تو یہی کہ تو کب امام سے ملا تھا۔ جب میں نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔

عمل تو میں نے خط کے مطابق کیا۔ لیکن جب امام صادق ؑ واپس تشریف لائے تو ان سے خط کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے فرمایا۔ انسانوں کی طرح جن بھی ہمارے شیعوں میں۔ اور جب کوئی فوری اور ضروری کام درپیش ہوتا ہے تو ہم ان سے بھی کام لے لیتے ہیں۔

آئمہ اہل بیت اور اسمائے طوک و شیعہ!

بصائر الدرجات میں ابو حمزہ سے مروی ہے کہ میں ابو بصیر کو لے کر امام صادق ؑ کے پاس آیا۔ راستہ میں ابو بصیر نے مجھے کہا۔

امام صادق ؑ کی موجودگی میں نہ بات کرنا اور نہ کچھ کہنا۔

جب ہم نے دق الباب کیا۔ تو جواب میں میں نے امام صادق ؑ کی آواز سنی۔ غلام کو فرمایا۔ جا ابو محمد آیا ہے۔

دروازہ کھول۔

غلام نے دروازہ کھولا۔ ہم اندر داخل ہوئے سلام کیا۔ میں نے دیکھا۔ آپ کے سامنے ایک کتاب رکھی تھی جس میں آپ کچھ دیکھ رہے تھے۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ کیا تو بزاز ہے۔

یہ سنکر میں کانٹے لگا اور عرض کی۔ جی حضور!

آپ نے اس صحیفہ میں پھر دیکھ کر فرمایا۔ کیا تو ہی بزاز ہے ناں؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں ہی بزاز ہوں۔

جب وہاں سے رخصت ہو کر واپس ہوئے تو راستہ میں میں نے ابو بصیر سے کہا۔ جو اتفاق آج ہوا ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

ابو بصیر نے کہا۔ کیا ہوا؟

میں نے کہا۔ امام صادقؑ کے سامنے ایک صحیفہ رکھا تھا۔ انہوں نے دو مرتبہ اس میں دیکھا۔ دونوں مرتبہ مجھ سے پوچھا۔

کیا تو بزاز ہے؟ اور دونوں مرتبہ مجھ پر روزہ طاری ہو گیا۔

ابو بصیر نے حسرت سے پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا۔ افسوس ہے تو نے مجھے اسی وقت بتایا ہوتا یہ وہی صحیفہ ہے جس میں تائیات شیعان آل محمدؑ کے نام ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا۔ تجھے تیرا نام صحیفہ میں دکھائے۔

میں نے کہا۔ آپ نے جب وہاں جانے سے پہلے مجھ پر بولنے اور کچھ کہنے کی پابندی لگا دی تھی۔ پھر میں آپ کو کس طرح بتاتا۔

بصائر الدرجات میں حبابہ والبیہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ ہمارا ایک پڑوسی ہے جو آپ کے فضائل و محمد کا قائل ہے۔

کیا وہ آپ کے شیعہ سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اس کا نام کیا ہے۔

میں نے نام بتایا۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ ذرا ناموس لے کے آ۔

وہ ایک بہت بڑی کتاب اٹھا کر لایا۔ آپ نے اسے کھولا۔ ہاں وہ ہمارے شیعہ سے ہے یہ اس کا اور اس کے باپ کا نام ہے۔

بصائر الدرجات میں بجا بن کر دین سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا۔

ہمارے شیعوں سے ہماری محبت کا ميثاق عالم ذر میں لیا گیا تھا۔ اس دنیا پر آنے کے بعد اہل بیت میں سے ہر جہت خدا کو صالح اور غیر صالح شیعہ کا علم ہوتا ہے۔ ہمارے پاس وہ علم ہے جس کی بدولت ہم کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ لیکن لوگ ہمارے محتاج ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس وہ صحیفہ ہے جو نبی اکرم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے نکھوایا ہے اور ہمارے جدا محمد علی نے اپنے ید اللہی ہاتھ سے نکھایا ہے۔

بصائر ہی میں زراہ سے مروی ہے کہ میں۔ عبد الواحد ابن فختار۔ نعمان اور عمر ابن شجرہ امام صادق کے پاس بیٹھے تھے۔ کچھ دیر بعد عمر چلا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ابن شجرہ تھا۔

ہم نے عرض کیا۔ ہاں حضور! بڑا اچھا آدمی ہے۔ آپ کے مولیوں سے ہے۔ ہر قدم پر حجاب آل محمد کی ہر ممکن مدد کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے۔ تم کیا جانو کہ یہ شخص کتنا خبیث ہے۔ زراہ کہتا ہے کہ۔ جب ہم وہاں سے اٹھے۔ ادباً ہر آئے۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ ابن شجرہ کی زیادہ تعریف نہیں کرنا چاہیے تھی۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ۔

ابن شجرہ ارتکاب محرمات میں کتنا حریص رہتا ہے۔

بصائر میں فضیل سے مروی ہے کہ۔ میں امام صادق کے پاس آیا۔ آپ ایک صحیفہ دیکھ رہے تھے۔ کافی دیر بعد آپ نے فرمایا۔

فضیل مجھے معلوم ہے میں کیا دیکھ رہا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ نہیں حضور!

آپ نے فرمایا۔ میں صحیفہ فاطمہ دیکھ رہا تھا۔ اس میں تاقیامت آنے والے حکمرانوں کے نام ہیں۔ اولاد امام حسن میں سے کسی کا نام حکمران کی حیثیت سے اس میں نہیں ہے۔ اسی لئے جب میں محمد ابن عبد اللہ کو دیکھتا ہوں تو مجھے ترس آجاتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے حصول اقتدار کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا پھر رہا ہے۔ لیکن مجھے اس کا نام اس صحیفہ فاطمہ میں کہیں بھی نظر نہیں آ رہا۔

بصائر میں حمران سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا۔

قبیلہ! کیا آپ کے پاس تو رات۔ زبور۔ انجیل اور صحف انبیاء بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ حمران جو کچھ اللہ نے سرور انبیاء کو دیا تھا۔ وہ سب ہمارے پاس ہے۔ اور اللہ نے انھیں کو صحف انبیاء کے علاوہ شب و روز میں رونما ہونے والے واقعات کا علم بھی دیا تھا۔ اللہ نے ہمیں اس علم کا

وارث بھی بنایا ہے۔

ہر حجت خدا تمام حیوانوں اور پرندوں کی زبان سمجھتا ہے :

خراج میں صفوان ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم امام صادق کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے ایک بکروٹے کو ذبح کرنے کی خاطر گرایا۔

بکروٹے نے عجیب انداز میں آواز نکالی  
امام صادق نے اس شخص سے فرمایا : ذرا ٹھہر جا۔  
دور رک گیا۔

آپ نے فرمایا : کتنے میں لیا ہے ۔  
اس نے عرض کیا : چار درہم ہیں ۔

آپ نے چار درہم دے دیے اور فرمایا : اسے یہیں پھوڑ جا۔  
پھر ہم آپ کے ساتھ باہر نکلے۔ ایک باز نے تیر پر حملہ کیا۔ تیر اڑ کر آپ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ آپ نے باز سے کچھ فرمایا۔  
باز واپس چلا گیا۔

میں نے عرض کیا : حضور! آج دو باتیں بڑی عجیب دیکھی ہیں۔ پہلے آپ نے بکروٹے کی قیمت دے کر اسے ذبح نہیں ہونے دیا۔ اب باز کے شکار میں آتے ہوئے تیر نے آپ کا ہتھ لایا آپ نے باز کو کچھ فرمایا۔ وہ چلا گیا۔

آپ نے فرمایا : صفوان ! اللہ نے جناب سلیمان کو پرندوں کی زبان سمجھنے کے علم سے نوازا تھا۔ اور ہمارا نبی سلیمان سے افضل تھا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ نے ہمارے نبی کو اس علم سے محروم رکھا ہو؟  
میں نے عرض کیا : نہیں قید

آپ نے فرمایا : جو علم ان حضور کے پاس تھا آپ نے اپنے خلفاء کو عنایت فرمایا ہے۔ بکروٹے کو جب ذبح کرنے کی خاطر اس شخص نے گرایا۔ تو بکروٹے نے مجھے فریاد کی۔ میں نے اس کی قیمت مالک کو دے کر اسے ذبح ہونے سے بچالیا۔ جب باز نے تیر پر حملہ کیا۔ تو تیر نے میرے ہاتھ پر بیٹھ کر مجھ سے درخواست کی کہ مجھے بچائیں۔ میں نے باز کو کھانسی اور شکار تلاش کر۔

اگر لوگوں میں قوت برداشت ہوتی تو میں ! نہیں پرندے کی بولی سنا تا ۔



خراج میں علاء بن سبابہ سے مروی ہے کہ ایک شخص امام صادق ؑ کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے۔

ایک ہدہ آپ کے سامنے بیٹھا تھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے عرض کیا۔ حضور! آیا تو ایک مسئلہ پوچھنے تھا۔ لیکن ہدہ کو آپ کے سامنے یوں بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا اور اب پیہر پوچھوں گا کہ یہ اس طرح خلاف معمول بے قراری سے کیوں بیٹھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ پہلے آیا تھا اور اسے شکوہ کیا تھا کہ فلاں درخت پر گھونسا ہے جب بھی انڈوں سے میرے بچے نکلنے ہیں ایک سانپ آکر انہیں کھا جاتا ہے۔

آپ مجھے اس سانپ سے نجات دلائیں۔

میں نے اللہ سے دعا کی تھی۔ وہ سانپ مر گیا تھا۔

اب یہ ہدہ مجھے بتاتے آیا ہے کہ اس بچے زندہ ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ مسئلہ تو میرا بھی کچھ اسی قسم کا ہے۔ میرا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا۔ جب بھی پیدا ہوتا ہے مر جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہارے گھر ایک سیاہ کتیا آتی ہے۔ تیری بیوی اسے روٹی کھلاتی ہے۔

اب جب تو گھر جائے گا تو وہ کتیا پھر آئے گی۔

اسے کہنا۔

تجھے فرزند رسول جعفر بن محمد کہہ رہا تھا۔ اللہ تجھ پر رحمت کرے۔ ہمارا گھر چھوڑ دے۔ اور ہمیں مزید مبتلائے مصیبت نہ کر۔

وہ کتیا تمہارا گھر چھوڑ دے گی۔ اور تیرا کوئی بچہ پیدا ہونے کے بعد نہیں مرے گا۔

اب بحمد اللہ میرے تین بچے ہیں۔

کامل الزیادہ میں داؤد ابن فرقد سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام صادق ؑ کے ہاں بیٹھا تھا۔ کبوتروں کا ایک جوڑا اپنی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ داؤد معلوم ہے کبوتر کیا کہہ رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قید! مجھے کیا معلوم

آپ نے فرمایا۔ قاتلان حسینؑ پر لعنت کر رہے ہیں۔ کبوتروں کو گھروں میں رکھا کرو۔ باعث برکت ہوتے ہیں۔

بحار میں عمرو بن شیم نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادق ؑ کے ساتھ آپ کی زرعی اراضی پر گئے۔ ہم راستہ میں تھے کہ ایک بھیڑ یا آگیا۔

آپ کے غلاموں نے اسے بھگانے کا ارادہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ آنے دو ممکن ہے۔ کوئی حاجت مند ہو۔

بھیڑ یا قریب آگیا۔ اس نے اپنے اگلے پاؤں گھوڑے کی گردن پر رکھے۔ ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ کا گھوڑا ذرا بھی نہ گھبرا یا۔

بھیڑ سے سر بلند کیا۔ اور امام صادق ؑ کے سامنے منہ کر کے کچھ کہا۔

آپ نے اسے جواب دیا۔ وہ واپس چلا گیا۔

ہم نے پوچھا۔ آقا یہ کیا بات تھی۔

آپ نے فرمایا۔ بھیرے نے شکوہ کیا تھا کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک غار میں اس کی مادہ بچہ جننے کے مراحل

سے گزر رہی ہے۔ درد ذہ نے اسے کافی تکلیف دے رکھی ہے۔ آپ دعا کریں تاکہ اللہ اسے اس تکلیف سے

جلدی نجات دے اور ایسا بچہ دے جو آپ کا محبوب ہو۔

میں نے اسے دعا دی ہے اور وہ چلا گیا ہے۔

کچھ دن بعد پھر اسی زمین میں تھے کہ وہی بھیڑ یا اپنی مادہ اور بچے کے ساتھ امام صادق ؑ کے پاس آیا۔ بچے نے اپنا

سر آپ کے قدموں پر رکھا۔

آپ نے تینوں سے کوئی بات کی وہ واپس چلے گئے۔

آپ نے ہمیں بتایا کہ بھیڑ یا اپنے بچے کو میرے پاس یہ وعدہ کرانے آیا تھا کہ وہ اولاد نہ ہو جس سے کسی سید زادے اور

مجان آل محمد میں سے کسی کو قتل نہیں کرے گا۔

خارج میں ابن بکر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم امام صادق ؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک ہرنی آگئی۔ اس نے

اپنی زبان میں کچھ کہا۔

آپ نے اسے کچھ کہا وہ واپس چلی گئی۔

امام صادق ؑ نے فرمایا۔ مدینہ کے فلاں شخص کو جانتے ہو۔

ہم نے عرض کیا۔ قید جانتے تو ہیں لیکن وہ تو یہودی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چلو اس کے گھر چلیں۔

ہم نے عرض کیا۔ آقا بات کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے ہرنی دیکھی ہے۔

ہم نے عرض کیا حضور! دیکھی ہے۔

ہم نے فرمایا۔ بہرہی نے شکوہ کیا ہے کہ مجھے مدینہ کا فلاں شخص شکار کر کے لایا ہے۔ اب میں اس کی قید میں ہوں۔ میرا پاؤں زخمی ہے۔ اور اس نے میرے دونوں پاؤں کو باندھ رکھا ہے۔ میں دوڑ نہیں سکتی۔ میرے چھوٹے چھوٹے دوپچے ہیں جو ابھی تک چرنے کے قابل نہیں۔ آپ میری ضمانت دے دیں وہ مجھے آزاد کر دے۔ میں واپس چلی جاؤں۔

جو نہی میرے بچے چرنے کے قابل ہوئے ہیں واپس اس کے پاس آ جاؤں گی۔  
ہم نے عرض کیا۔ تبتہ! آپ ضمانت دیں گے۔

ہم نے عرض کیا۔ قیدہ! آپ ضمانت دیں گے۔

آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ میں حجت خدا ہوں؟

ہم نے عرض کیا۔ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر یہ بھی نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں صرف تم انسانوں کے لیے حجت خدا نہیں ہوں، روئے ارض پر بسنے والی ہر چیز کے لیے حجت خدا ہوں۔ جب ہر نبی نے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں ضرور اس کی ضمانت کر دوں گا۔

آپ یہودی کے پاس آئے۔ اسے فرمایا۔ اس ہرنی کو میری ضمانت پر چھوڑ دے جب اس کے بچے خود کھانے پینے کے قابل ہو جائیں گے تو واپس آجائے گی۔

یہودی نے کہا: فرزند رسول میرے حیوان ہے۔ کیا اعتبار؟

اب نے فرمایا۔ اگر تو مجھ پر اعتبار کرے تو میں ہر فی پر اعتبار کروں گا۔

یہودی نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔

چھ ماہ بعد وہ یہودی ہرنی کو لے کر امام صادق کے پاس آیا۔ کلمہ بھی پڑھا اور عرض کیا آپ کی ضمانت پر ہرنی واپس آگئی ہے۔ اب میں اسے آپ کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔

شیر اور حجت خدا:

بحار میں ابو خالد کا بی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا۔

ابو خالد! یہ میرا رقبہ لے کر نکلاں جگہ چلا جا وہاں اسے زمین پر رکھ دینا۔ پھر جو زندہ بھی سامنے آئے اسے میرے

یاس لے آ۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر میری جگہ کسی اور کو یہ خدمت سونپتے تو بہتر تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو خالد! میری جگہ اگر تجھے منظور یہی کام کہتا تو کیا تو اسے بھی یہی جواب دیتا۔

میں نے خاموشی سے رقعہ لے لیا۔ اور جہاں آپ نے فرمایا تھا وہاں گیا۔ میں نے رقعہ زمین پر رکھ دیا۔ میں نے دیکھا ایک شیر فوراً باہر آگیا۔ اسے دیکھتے ہی میری توجہ ان نکل گئی۔ لیکن اس نے مجھے کچھ نہ کہا۔ میں آگے چلنے لگا وہ میرے پیچھے چلنے لگا۔

جب امام صادقؑ کے پاس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ وہ آپ کے سامنے اس طرح کھڑا ہے جیسے اس میں جان تک نہیں۔

آپ نے اسے کوئی بات فرمائی میں نہ سمجھ سکا۔ کیا فرما رہے ہیں۔ وہ شیر چلا گیا۔

میں حیران تھا کہ کیسے خاموش کھڑا تھا اور کس طرح چلا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو خالد! کیا بات ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ شیر آپ کے رقعہ پر چلا آیا یہاں خاموش ہی کھڑا رہا۔

آپ نے کچھ فرمایا۔ پھر چلا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے اسے کام بھیجا ہے جب واپس آجائے گا تو تجھے بتا دوں گا۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ شیر آپ کے کام کر کے واپس جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ ضرور آئے گا۔

میں نے عرض کیا۔ اگر آپ مجھے کام بھی فرما دیں تو میرے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا مفضل! میرے لیے کچھ پیسے لارہا ہے۔

اسے ابھی پہنچنے میں دیر تھی اور مجھے ابھی پیسے کی ضرورت تھی۔ میں نے شیر سے کہا ہے۔ کہ وہ ایک تھیلی وہاں سے لے آئے۔

میں حیران وار ہو کر آپ کا منہ دیکھنے لگا۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا بات ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میری حیرت تو پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ اب مجھے نہ صرف شیر کی واپسی کا انتظار کرنا

پڑے گا بلکہ مفضل کے آنے تک میں آپ کے دسترخوان پر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ تصدیق کر کے جانا۔

ابھی ہم انہی باتوں میں تھے کہ تھیلی منہ میں لیے شیر آگیا۔ اس نے تھیلی آپ کے قدموں میں رکھی۔ اور خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

آپ نے اسے کچھ فرمایا۔ وہ واپس چلا گیا۔

چند دن بعد مفضل آگیا۔

مفضل نے عرض کیا۔ قید انتہائی شرمندہ ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں کیا بات ہے؟

مفضل نے عرض کیا۔ فلاں شخص نے آپ کے لیے کچھ رقم بھیجی تھی۔ لیکن جب فلاں جگہ ہم نے پڑا دیا وہاں ایک شیر آگیا۔ اس نے پہلے تو سامان کو لوگوں سے خالی کیا۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس کے سامنے جاتا پھر اس نے میرا سامان ادھر ادھر پھینکا۔ اس میں سے وہی تھیلی منہ میں دب کر بھاگ گیا۔

مجھے ایک تو شرمندگی ہے کہ آپ کی امانت ضائع ہو گئی۔ اور دوسرا اس بات پر حیرت ہے کہ آج تک کوئی ایسا واقعہ نہیں سنا۔

کہ شیر رقم کی تھیلی لے کر بھاگ جائے۔

میں بھی سکا رہا۔ اور آپ بھی ہنس دیے اور فرمایا۔ وہ تھیلی پہچان لے گا؟

مفضل نے عرض کیا۔ ضرور پہچان لوں گا۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ فلاں تھیلی اٹھا کے لا۔

غلام تھیلی اٹھا کے لایا۔

آپ نے فرمایا۔ پہچان یہی ہے۔

مفضل نے عرض کیا۔ میرے والدین قربان جائیں یہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اس شیر کو بھی پہچان لے گا۔

مفضل نے عرض کیا۔ قبلہ پہچان لوں گا۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ ابو خالد جایہ رقم لے جا اور شیر کو بلا لا۔

میں گیا۔ حسب سابق آپ کا رقم زمین پر رکھا وہی شیر آگیا۔ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ جو نئی مفضل

نے دیکھا کہنے لگا۔

قبلہ ہی تھا۔

امالی ابو المفضل میں عبد الغفار ابن حسن سے مروی ہے کہ ابراہیم ابن ادہم کوفہ آیا میں بھی اس کے ساتھ تھا۔

منصور کا زمانہ تھا۔ امام جعفر بھی کوفہ آئے ہوئے تھے۔ جب امام جعفر کوفہ سے واپس مدینہ آنے لگے تو دربار منصور کے

کافی سر کردہ افراد آپ کو الوداع کہنے کی خاطر بیرون کوثر ایک منزل تک آئے ان میں سفیان ثوری اور ابراہیم ادہم بھی تھے۔

ایک جگہ راستہ میں ایک شیر کھڑا تھا۔  
تمام کے قدم از خود رک گئے۔

سب نے امام صادق سے کہا۔ اس شیر کو آپ ہی راستہ سے ہٹائیں۔ آپ آگے بڑھے۔ شیر کے قریب گئے اس کے کان سے پکڑا اور راستہ سے دور لے جا کر کچھ فرمایا۔ وہ شیر وہاں سے چلا گیا۔ پھر جب یہ لوگ جا کر آپ سے ملے تو آپ نے فرمایا۔ اگر انسان اللہ کی اطاعت کرتا تو شیروں سے باربرداری کا کام لے سکتا تھا۔  
کشف القمہ میں عبد اللہ ابن یحییٰ کاہلی سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا اگر کبھی درندہ سے پالا پڑ جائے تو کیا کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ پالا تو کئی مرتبہ پڑا ہے۔ کرنا کیا ہوتا ہے۔ جان نکل جاتی ہے۔ اور کہیں چھپ چھپا کر جان بچاتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ آئندہ اس طرح نہ کیا کر۔ آیت الکرسی پڑھ کے درندہ کو یوں مخاطب کیا کہ وہ راہ چھوڑ دے گا۔

عزمت عليك بعزيمة الله وعزيمة محمد رسول الله وعزيمة سليمان ابن داود و  
عزيمة علي امير المؤمنين من بعده -

عبد اللہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ اس عمل کو آزمائے کا موقع ملا۔ شیر تھا اور آدم خور بنا ہوا تھا۔ اس راہ سے کبھی کوئی بچ کر نہیں گیا تھا۔ لیکن میں نے جب یہ دعا پڑھی۔ تو میں نے دیکھا کہ شیر نے سر جھکا لیا۔ اور دم دبا کر چلا گیا۔

## قبولیت دعا

بحار میں راشد سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے اگر امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ ویسے تو اللہ کی مرضی ہے جب بھی اہل بیت کے مصائب ختم کرے۔ لیکن بعض اوقات آپ کے اعداء کی لاف زنی سکندر دل کو بڑی کوفت ہوتی ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ کیسے۔

اس نے عرض کیا۔ حکیم کلبی آل محمد کی جو کتاب ہے اور بازار کوفہ میں بیٹھ کر اشعار کہتا ہے۔  
 آپ نے فرمایا۔ تجھے کوئی شعر یاد ہے؟  
 اس نے عرض کیا۔ قبلہ صرف ایک شعر سنا سکتا ہوں۔  
 آپ نے فرمایا۔ سنا۔  
 اس نے یہ شعر سنایا۔

صلبنا لکم زیداً علی جذع نخلة ولسا رمهد یا علی الجذع یصلب  
 ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر مولی پڑھایا ہے۔ میں نے نہیں سنا کہ ہمدی بھی کھجور کے تنے پر مولی  
 چڑھتا ہے۔

آپ کا جسم کا پنے لگا۔ آپ نے کانپتے ہاتھ بند کیے اور عرض کی۔  
 اللہم ان کان کاذا بافسلط علیہ کلبا باراہا! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اپنے کتوں میں سے کوئی  
 من کلابک۔ کتا اس پر مسلط فرما۔

حکیم کلبی کسی کام کی خاطر بیرون کوفہ آیا۔ شیر نے حملہ کیا۔ پھاڑ کے کھا گیا۔  
 بعد میں امام صادق کو مدینہ میں اطلاع ملی تو آپ نے سر بسجود ہو کر عرض کیا۔  
 الحمد للہ الدای صد قتا  
 وعدہ۔

بصائر الدرجات میں معاویہ ابن وہب اور ابن سنان سے مروی ہے کہ ہم اس وقت مدینہ میں تھے جب داؤد  
 ابن علی نے معنی ابن خنیس غلام امام صادقؑ کو بلا کر شہید کر دیا۔  
 امام صادقؑ نے داؤد کے پاس آنا جانا ترک کر دیا۔  
 ایک ماہ گزر جانے کے بعد داؤد نے اپنے پانچ سپاہی بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ اگر جعفرؑ نہ آئے تو اس  
 کا سر لانا۔

جب وہ آئے تو ہم آپ کی اقتداء میں نماز ظہر پڑھ رہے تھے۔  
 جب نماز سے فارغ ہوئے تو سپاہیوں نے کہا آپ کو داؤد نے بلایا ہے۔  
 آپ نے فرمایا۔ اگر میں نہ آؤں تو؟  
 انہوں نے کہا۔ ہمیں بے تو جانا ہے اگر آپ کا سر آپ کے قدموں پر نہ آیا تو پھر ہم خود صرف سر ہی لیکر  
 جائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہاری دنیا اور آخرت کی بہتری اسی میں ہے کہ چلے جاؤ۔

انہوں نے کہا۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ ہمیں تو آپ کو یا آپ کے سر کو لے جانے کا حکم ہے اور ہم تعمیل حکم کے سوا کوئی کام نہیں کریں گے۔  
جب آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ نہیں ٹل رہے تو آپ نے دست دعا بند کیے۔ ہم دعا تو نہ سن سکے ہم نے صرف آخری لفظ سنے۔ الساعه الساعه۔

ابھی آپ نے دست دعا نیچے نہیں کئے تھے کہ باہر گریہ و زاری کا طوفان بپا ہو گیا۔  
آپ نے ان سپاہیوں سے فرمایا۔ اگر مجھے لے چلنا ہے تو میں آتا ہوں لیکن یہ بتادوں کہ تمہیں حکم دینے والا مر گیا ہے۔

انہوں نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابھی تو بھلا چنگا تھا۔  
آپ نے فرمایا۔ بھلے چنگے بھی نمٹوں میں مر جاتے ہیں۔ ایسا کرو ایک آدمی چلا جائے۔ چار آدمی یہیں میری نگرانی کرو۔ جانے والا جا کر میری بات کی تصدیق کرے اگر میں نے سچ کہا ہے۔ تو پھر تم جاؤ اپنی تنخواہ حلال کرو۔ اور اپنے حاکم کا ماتم کرو۔

اگر میری بات غلط ہوئی تو پھر مجھے ساتھ لے جانا میں آ جاؤں گا۔  
انہوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔ ایک آدمی گیا۔ تھوڑی دیر بعد پریشان ہو کر واپس آیا۔ اور ان سے کہنے لگا۔

اب آ جاؤ۔ ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ داؤد مر گیا ہے۔  
جب وہ واپس پیچھے گئے تو ہم نے عرض کیا۔ قید یہ کیسے ہو گیا۔  
آپ نے فرمایا۔ اس سفاک نے میرے غلام کو بے گناہ شہید کر دیا تھا۔ اور اب میرے درپے تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ ٹلنے والا نہیں ہے تو میں نے بارگاہ خالق میں اس کے لیے بددعا کی۔ اللہ نے ایک ملک کو بھیجا جس نے اس کے دل میں نیزہ مارا اور وہ فی النار ہو گیا۔

خارج میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص آ کر امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔  
فلاں شخص نے آپ کے خلاف منصور کے ہاں جہنمی کھائی ہے۔ اس وقت منصور غصہ سے دیوانہ ہو رہا ہے اس کے سپاہی ابھی آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔

آپ چند دنوں کے لیے روپوش ہو جائیں۔  
آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ چلتی ہوئی کیا کہا ہے؟  
اس نے بتایا کہ چلتی ہوئی منصور سے جا کر کہا ہے۔ کہ جعفرؑ ابن محمدؑ تیرے خلاف خروج کی تیاری کر رہا ہے۔



آپ نے فرمایا۔ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب کسی شخص میں اللہ کی عنایت کردہ کوئی فضیلت پوشیدہ ہوتی ہے اور اللہ اس کمال کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو صاحب کمال کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں جو باغیوں کو ہر وقت اس کے خلاف برا بھلا کرتے رہتے ہیں۔

تو یہی بیٹھ جب بلانے والے آئیں گے تو میرے ساتھ منصور کے دربار میں چلنا اور وہاں قدرت خدا ملاحظہ کرنا۔ وہ شخص بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد منصور کے سپاہی آگئے۔

انہوں نے پیغام دیا کہ منصور نے یاد کیا ہے۔

آپ خاموشی سے اٹھے اور ان کے ساتھ چلے گئے۔

جب دربار میں پہنچے تو سلام کیا۔ اور ایک طرف بیٹھ گئے۔

منصور نے کہا۔ کیا آپ لوگوں کو ہمارے خلاف جنگ پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے۔

منصور نے کہا۔ ہاں میرا ایک غلام ہے جو گواہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہ جھوٹ بکتا ہے۔

منصور نے کہا۔ میں اسے کب چھوڑتا ہوں۔ بھرے دربار میں اس سے قسم لوں گا۔ اگر جھوٹا ہوا تو اپنی

سزا پائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر اس نے جھوٹی قسم کھائی تو اپنے کیفر کو خود پہنچ جائے گا۔

منصور نے اپنے سیکرٹری سے کہا۔

اس سے قسم لے۔

منصور کا سیکرٹری اس سے قسم لینے لگا۔ کہہ۔ واللہ باللہ ثبوت اللہ میں نے سچ کہا ہے۔

آپ نے فرمایا نہیں اس طرح نہیں۔ مجھے اپنے کہا کے ذریعہ اپنے جد امجد سے حدیث موصول ہوئی ہے کہ جب

ایک انسان اللہ کو واحد لا شریک۔ محبوب و رحیم مان کر قسم کھاتا ہے تو چونکہ وہ پہلے اللہ کی ہر صفت کا اقرار

کر چکا ہوتا ہے۔ اس لیے خواہ قسم جھوٹی بھی ہو اس کا اقرار توحید ذات باری کو اسے مذہب کرنے میں رکاوٹ

بن جاتا ہے۔

منصور نے کہا۔ اگر آپ اس قسم سے مطمئن نہیں تو پھر آپ خود ہی جیسے جی چاہے قسم لے۔

آپ نے فرمایا۔ یوں کہہ۔

اگر میں جھوٹا ہوں تو اس کی طاقت اور قوت سے بری ہو اور مجھے اپنی طاقت اور قوت پر بھروسہ ہے۔  
اس شخص نے اسی طرح کہہ دیا۔

آپ نے اس کی قسم سنا کر عرض کیا۔ اللہ امتہ ان کا دبا۔ بارالہا! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو  
اسے موت دے دے۔

وہ شخص وہیں گرا اور مر گیا۔

منصور مطمئن ہو گیا۔

منصور نے کہا۔ آپ کی کوئی ضرورت؟

آپ نے فرمایا۔ فوری ضرورت یہ ہے کہ جب سے تو نے بلایا ہے میرے بچے اور اہل خانہ پریشان میں اگر تو

مطمئن ہے تو مجھے جانے کی اجازت دے دے تاکہ میں انہیں جا کر تسلی دوں

منصور نے آپ کو اجازت دی۔ آپ رخصت ہو کر گھر تشریف لائے۔

وہ مردہ اسی حالت میں پڑا تھا۔ اسے اٹھا کر چار پائی پرٹا یا تو وہ اٹھ بیٹھا۔

اس نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہنے لگا۔

تم غلط سمجھ رہے ہو۔ جو کچھ میں نے امام صادق سے کیا ہے اسی کی مجھے سزا ملی ہے۔ اور میں اس وقت عذاب

کے بدترین لمحات سے گزر رہا ہوں۔ تم بھی غضب خدا سے ڈرو اور امام صادق کے حق میں اپنی نیتیں درست

کر لو۔

یہ کہہ کر وہ شخص پھر لیٹ گیا۔ اہل دربار نے دیکھا تو وہ پہلے کی طرح مردہ تھا۔ بالآخر اسے دفن کر

دیا گیا۔

خواجه ہی میں یثیٰ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم مکہ میں امام صادق کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے آپ

نے اپنے غلام سے فرمایا۔

جائز مرم سے پانی بھرا

غلام گیا۔ اور کچھ دیر بعد غمزہ صورت لے کر خالی آگیا۔

آپ نے پوچھا۔ کیا بات ہے۔

اس نے عرض کیا۔ فلاں قریشی نے مجھ پر تشدد بھی کیا ہے اور پانی بھی نہیں لینے دیا۔

آپ کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے لبوں کو حرکت دی۔

پھر فرمایا۔ اب جا۔ پانی لے آ۔

وہ غلام گیا۔ پانی تو لایا مگر پریشان تھا۔

آپ نے پوچھا۔ کیا ہوا؟  
اس نے عرض کیا۔ قبہ اودہ شخص زمر میں گر کر مر گیا ہے۔

خارج میں صفوان ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ مجھے عبدی نے بتایا ہے۔ ایک سال حج کے موقع پر مجھے میری بیوی نے کہا۔ عرصہ ہوا ہے زیارت امام صادقؑ نہیں کی۔ اگر اس سال حج پر چلے جاتے تو شرف زیارت بھی ہو جاتا۔

میں نے کہا۔ میرے پاس تو ایک کوڑی بھی نہیں۔  
پھر حج پر کیسے جائیں گے۔

میری بیوی نے کہا۔ یہ میرے زیورات ہیں میرا خیال ہے ان سے ہم حج تو کر ہی لیں گے۔  
میں زیورات کو لے کر بازار میں گیا۔ فروخت کیا۔ زاد راہ کے پیسے مل گئے۔ ہم نے تیاری کی اور روانہ ہو گئے۔

حج سے فارغ ہو کر ہم مدینہ آ رہے تھے کہ راستہ میں میری بیوی بیمار ہو گئی۔ جوں جوں مدینہ قریب آتا گیا اس کے مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔

جب مدینہ پہنچ گئے تو میری بیوی زندگی کے آخری سانس لینے لگی۔ میں نے ٹھکانا بنایا بیوی اور سامان سفر کو وہاں چھوڑا۔

اور امام صادقؑ کے پاس آیا۔

آپ نے حال احوال پوچھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبہ اودہ اشتیاق ہے کہ گھر سے چلی تھی۔ لیکن شاید آپ کی زیارت اس کے مقدر میں نہ تھی۔ وہ سخت بیمار ہے۔ اور میں بایں ہو کر آیا ہوں۔

آپ نے کافی دیر تک سر جھکائے رکھا۔

پھر فرمایا۔ کیا بہت پریشان ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! پریشانی تو ہے، مگر ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر وہ اللہ کو پیاری ہو گئی تو تنہائی تصور بھی مشکل ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے اللہ سے دعا کی ہے اور اللہ نے دعا قبول فرمائی ہے۔ جا اسے اناقمہ ہو چکا ہے۔ جب تو جائے گا تو کینز اسے کچھ میٹھا کھلا رہی ہو گی۔

میں خوشی خوشی واپس آیا۔ دیکھا تو وہ اٹھ کر بیٹھی ہوئی تھی اور کینز اسے کچھ کھلا رہی تھی۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے؟

اس نے کہا۔ الحمد للہ اچھی ہوں۔

میں نے سے بتایا کہ مجھے امام صادقؑ نے اس طرح بتایا ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے امام صادقؑ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اب میری عمر کتنی بڑھ گئی ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ مجھے وہ بتا کر گئے ہیں کہ اب میری عمر بیس برس مزید بڑھ گئی ہے۔

میں نے کہا۔ وہ کیسے۔

اس نے بتایا۔ جب آپ باہر گئے ہیں آخری سانس لے رہی تھی۔ ملک الموت میرے سامنے تھا۔ اور قبض

روح پر آمادہ تھا۔

کہ امام صادقؑ تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا۔ کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہمد میں کیا بتاؤں کیا حال ہے۔ میرا شوہر آپ کی زیارت کو گیا ہے۔ یہ ملک الموت اس وقت

آپ کے سامنے قبض روح کی خاطر موجود ہے۔

آپ نے ملک الموت سے فرمایا۔ کیا تجھے اللہ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ تو ائمہ اہل بیت کی اطاعت

کرے گا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ حضور! آپ ہی حجت خدا ہیں۔ ایک میں کیا۔ تمام کائنات کو آپ کی اطاعت

کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے اللہ سے بیس برس کے لیے درخواست کی ہے کہ اس عورت کی زندگی میں

اضافہ فرادے۔

اب تو واپس چلا جا۔ اور بیس برس کے بعد اس کی روح قبض کر لینا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ حضور! جیسے ارشاد ہو یہ کہہ کر ملک الموت واپس چلا گیا۔ اور امام صادقؑ بھی

باہر تشریف لے گئے۔

عبداللہ ابن بسطام زیات نے اپنی کتاب میں داؤد رقی سے روایت کی ہے کہ ہم امام صادقؑ کے پاس بیٹھے

تھے کہ جابرہ والبیہ آئی۔

اور اس نے بڑے عمدہ مسائل پوچھے۔

آپ نے مسائل کے جواب دیئے۔

جابرہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

آپ نے فرمایا۔ جابرہ کیا بات ہے؟

جوابہ نے عرض کیا۔ حضور! میں عورت ہوں۔ اور مجھے ایک مرض لاحق ہو گیا ہے۔ میں تو اسے اپنے گناہوں کا کفارہ اور مراتب میں اضافہ سمجھتی ہوں۔ لیکن آپ کے مخالف اس مرض کو آپ سے محبت کی سزا قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محبت اہل بیت کا یہی انجلم ہوتا ہے۔ اگر اس کا انام و اتقاد واجب الطاعت ہو تو وہ اللہ سے دعا کرتا اور یہ شفا یاب ہو جاتی۔

آپ نے لبوں کو آہستہ آہستہ حرکت دی۔ ہم سمجھ نہ سکے کہ آپ نے کیا پڑھا ہے۔ پھر فرمایا۔ جبابہ اندر جانور توں  
 کو بلا کر انہیں اپنا مرض دکھا۔ اگر باقی ہو تو مجھے بتانا۔  
 جبابہ اندر گئی کچھ دیر بعد واپس آئی۔ آپ کے قدموں میں گر گئی۔ اور عرض کیا۔ حضور اب مجھے امید ہے اب وہ  
 حضور شرمندہ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ جاو اور انہیں بتا کہ۔ یہی تو وہ ایک ہی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے ہم ہر تکلیف برداشت کر لیتے ہیں لیکن محبت آل محمدؐ سے دستکش نہیں ہوتے۔

اولی الامر اور تبدیلی جنس :

خارج میں ہر صلت نے امام رضا کے ذریعہ امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ۔  
ایک دن میں اپنے بابا کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ہمارے ایک موائی نے بابا کو اطلاع دی کہ دروازہ پر ایک  
بہت بڑا نافرمان سے اذن باریابی کا خواہش مند ہے۔

بابا نے غلام کو حکم دیا۔ پتہ کر کون ہیں؟  
غلام نے جا کر سالار قافلہ سے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہیں؟  
اس نے بتایا۔ میں ہندوستان کے علاقہ سند سے آیا ہوں  
جب غلام نے اکر بتایا۔

تو بابا نے فرمایا۔ اس مجلس اور خان کو میرے سامنے مت لاؤ۔  
 کئی دن وہ لوگ ہمارے دروازہ پر کھڑے رہے۔ آخر یزید ابن سلیمان اور محمد ابن سلیمان کی سفارش پر بابا نے  
 انہیں اجازت دی۔

جب وہ اندر آئے تو سالار خانہ نے بابا کے قدموں میں گر کر عرض کیا۔  
 قبلہ میں ہندوستان کے علاقہ سندھ سے وہاں کے بادشاہ کا ایک خط اور کچھ تحائف لے کر حاضر ہوا تھا۔  
 عرصہ ہو گیا ہے آپ نے بارہ یابی کی اجازت تک نہیں دی۔ کیا اولاد انبیاء اپنے دروازہ پر آنے والوں کے ساتھ یہی  
 سلوک کرتی ہے۔

بابا نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا دیا۔

پھر فرمایا۔ تجھے کچھ وقت کے بعد اس کا پتہ چل جائے گا۔ پھر بابا نے مجھے حکم دیا کہ خط کھولوں تو یہ خط کچھ اس طرح تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جعفر ابن محمد جو ہر شخص سے پاک کی خدمت میں۔

شاہ ہند کی طرف سے۔

الابعد! اللہ نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے۔ مجھے تحفہ ایک کینز ملی ہے۔ میرے خیال میں ہندوستان میں اس سے زیادہ حسین کوئی نہ ہوگی۔ میری آپ سے عقیدت اور محبت نے تقاضا کیا ہے کہ آپ ہی اس کے اہل ہیں۔ جب میں نے اسے کچھ زیورات جو اہر اور خوشبو کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے اپنی مملکت میں سے ہزار نیک آدمی کا انتخاب کیا۔ ہزار میں سے سو نیک آدمی چنا۔ سو میں سے دس نیک چنے۔ پھر دس میں سے ایک کا انتخاب کیا ہے۔ اس کا نام میزاب ابن حباب ہے۔ میری نظریں اس سے زیادہ اور قابل اعتماد کوئی نہ تھا۔

آپ مذکورہ اشیاء اس سے قبول فرمائیں۔

بابا نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ تو خائف ہے۔ تجھے جو چیز امانت سونپی گئی ہے تو نے اس میں خیانت کی ہے

لہذا واپس چلا جا۔

ایلی نے قسم کھا لیا میں نے کوئی خیانت نہیں کی۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تیرا لباس تیری خیانت کی شہادت دے دے تو کیا کلمہ پڑھے گا۔

ایلی نے کہا۔ آپ مجھے کلمہ پڑھنے کے وعدہ سے معاف فرمائیں۔

بابا نے فرمایا۔ پھر اپنے ہاتھ سے وہ سب کچھ لکھ کر اپنے بادشاہ کو بھیج دے جو تو نے کیا ہے۔

ایلی نے کہا۔ اگر میں نے کچھ کیا ہو تا تو ضرور سمجھ دیتا۔ جب میں نے نہ کچھ کیا ہے۔ اور نہ مجھے علم ہے

کی لکھوں۔

بابا نے فرمایا۔ یہ پستین جو تو نے پہن رکھی ہے اسے اتار کے ایک طرف رکھ دے۔

ایلی نے پستین اتار کے ایک طرف رکھ دی۔

بابا اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ مجھ میں یہ دعا پڑھی۔

اللهم انی استلک بمعاد العز من عرشک ومنتهی الرحمة من کتابک۔ ان تصلى علی

عبدک ورسولک و امینک فی حلقک وآلہ وان تاذن لقروہذا الہندی ان تتکلم بما تعلم من الہندی۔

تاکہ میری اس محفل میں موجود ہمارے اولیاء میں ہر شخص اپنے کانوں سے سنے۔ ان کے لیے اہل بیت کی آیات میں سے ایک آیت پڑھو اور ان کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنو۔

پھر یلاستین سے فرمایا۔

تکلم بما تعلم من الہندی۔ اس ہندی کا تمام سفرنامہ اور اس کے اعمال سنا دے ہم دیکھ رہے تھے کہ ہمارے سامنے وہ پوستین سکڑی۔ پھر آہستہ آہستہ بلند ہونا شروع ہو گئی۔ اور دہنے کی صورت اختیار کر لی۔

اور یوں گویا ہوا السلام علیک یا بن رسول اللہ۔ ہندی بادشاہ نے اس شخص کو اس کینز اور دیگر تمام اشیاء پر امین بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ ایک صحرائیں سخت بارش آگئی۔ ہمارے پاس جو کچھ تھا سب بھیگ گیا۔ بارش رک گئی۔ سورج نکلی آیا۔ سردار قافلہ نے کینز کے خادم غلام کو بلایا جس کا نام بشر ہے۔

اور کہا کہ یہ سانسے لیتی ہے وہاں چلا جا۔ یہ پیسے بے لے اور کچھ کھانے پینے کا سامان لے آ۔ جب وہ غلام چلا گیا تو ایلچی نے کینز سے کہا کہ اس بیٹے کو خیمہ اور گیلی جگہ سے نکل کر وہ دوسرا خیمہ ذرا اونچے جگہ پر دھوپ میں لگواتے اس میں آجا۔

چونکہ باقی تھا۔ کینز خیمہ سے نکلی۔ اس نے پنڈلی سے کپڑا اٹھالیا۔ جب اپیلی کی نظر پڑی تو یہ اپنے قایو میں نہ رہا۔

جب اس نے کینز سے بات کی۔ تو اس نے بھی انکار نہ کیا۔ یوں دونوں کی خواہش اور رضامندی سے خیانت ہوئی اور دونوں اس خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

جب اپیلی نے یہ بات سنی تو بابا سے کہنے لگا۔ مجھ پر ترس کریں۔ غلطی ہوئی ہے۔ اس نے تمام واقعات کا اقرار کر لیا۔

پوستین کو بابائے حکم دیا کہ بس یہی کافی ہے۔ اب اپنی اصل شکل میں آجاء۔ اور پوستین پھر دینے سے پوستین بن گئی۔

یابانے پستین کو حکم دیا کہ اس کے گلے میں قٹ ہو جا۔

ہم نے دیکھا کہ یوستین نے گلے میں اپنا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔

تھی کہ اپنی کادم گھسنے لگا۔

آپ نے یوستین سے فرمایا۔ اب اسے چھوڑ دے۔ اور تیری ڈیوٹی ہے کہ اسے بادشاہ تک واپس پہنچائے گی۔

کہیں راستہ میں بھاگ نہ جائے۔ وہی جو چاہے اس سے سلوک کرے۔

ایچی نے کہا۔ آپ جو چاہیں سزا دے دیں۔ مجھے واپس نہ بھیجیں بادشاہ بڑا سخت ہے۔ آپ مجھ سے ہدیہ وصول کر کے مجھ پر رخصت کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تو اسلام قبول کرے تو میں یہ کینز مسترد کرنے کی بجائے تجھے دیتا ہوں۔

ایچی نے کہا۔ اسلام قبول کرنا میرے بس سے باہر ہے۔

بابا نے دیگر تحائف قبول کر لیے۔ اور کینز کو واپس کر دیا۔

جب وہ کینز کو واپس لے کر ہندوستان پہنچا تو کچھ عرصہ کے بعد بابا کو شاہ ہند کا خط موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا۔

ابا بعد۔ جب آپ کا نوازش نامہ مجھے موصول ہوا۔ اور میرے اپچی نے مجھے بتایا کہ آپ نے دیگر مشاہدہ قبول کر لی ہیں۔ لیکن کینز واپس کر دی ہے۔ میں حیران ہوا کہ آخر آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ چند لکے کی بے قیمت اشیاء آپ نے رکھ لی ہیں۔

میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر میں نے سمجھ لیا کہ اولاد انبیاء بلا سبب کسی چیز کو مسترد نہیں کرتے میں نے خط کھولا۔

خط میں بھی آپ نے صرف کینز کے واپس کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور وجہ نہیں لکھی کہ کیوں واپس کر رہے ہیں میرا شک اور بڑھ گیا۔

بالآخر میں نے اپچی سے کہا۔ کہ تجھے سچ کے سوا کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی۔ سیدھی سیدھی بات بتا۔ جب کینز اور اپچی کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے نفیض کی گئی تو اپچی نے بھی اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اور کینز نے اعتراف جرم کے علاوہ پوستین کی شہادت بھی سنا لی۔ میرا ایمان پہلے سے بھی پختہ ہو گیا ہے۔ میں انشاء اللہ عنقریب سلطنت چھوڑ کر حضور کی خدمت میں پہنچنے والا ہوں۔

ایچی اور کینز دونوں کو میں نے قتل کر دیا ہے۔

والسلام

کچھ عرصہ بعد وہ بھی آگیا۔ اور پھر تمام زندگی بابا کے قدموں میں رہا۔

مطالب السؤل میں محمد ابن طلحہ نے تو حسب ذیل روایت نقل کی ہے۔ لیکن کشف الغمہ میں علی ابن عیسیٰ نے نقل روایت کے بعد اس کی توثیق اور شہرت کے سلسلہ میں کافی سے زیادہ حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں۔

لیث ابن سعید سے مروی ہے کہ سالہ میں حج پر گیا۔ مگر آیا۔ جب نماز عصر پڑھ لی تو تفریح کے لیے کوہ ابونقیس پر چڑھ گیا۔

وہاں دیکھا تو ایک شخص سجدہ میں تھا۔ میں نے سنا۔ اس نے۔



ایک سانس کے مطابق - یارب  
ایک سانس کے مطابق - رب  
ایک سانس کے مطابق - یا اللہ  
ایک سانس کے مطابق - یا جی  
ایک سانس کے مطابق - یا رحیم اور  
سات مرتبہ یا رحم الراحمین کہا۔  
پھر کہا۔

اللهم انی اشتہی عذبا فاطم عینہ

اللهم ان یروی قد اختلقا۔

بارہا۔ مجھے انگوروں کی خواہش ہے کھلا دے۔  
اے اللہ میری دونوں چادریں کہنے ہو گئی ہیں۔  
بخدا! اس کی دعا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ۔ اس کے سامنے انگوروں سے لبریز پشت اور چادریں آگئیں۔ جب  
وہ انگور کھانے بیٹھا تو میں نے آگے بڑھ کر کہا۔  
میں بھی کھاؤں گا۔  
اس نے کہا کس بنا پر۔

میں نے کہا۔ اس وقت پورے کہ ارض میں کسی جگہ انگور نہیں ہیں۔ اس لیے جب آپ دعا مانگ رہے تھے ہیں  
اس خواہش سے امین کہہ رہا تھا کہ بے موسم کے انگور کھاؤں گا۔  
اس نے کہا۔ آجا۔ مگر ایک شرط ہے کہ ایک دانہ بھی پس انداز نہیں کرے گا۔  
ہم دونوں جب میر ہو گئے تو میں نے دیکھا انگوروں کا طق دیسے کا ویسا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اس سے  
ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔

پھر وہ طبق میری آنکھوں کے سامنے غائب ہو گیا۔  
اب اس نے کہا۔ ان دو چادروں میں سے جو تجھے پسند ہوئے۔  
میں نے کہا۔ مجھے چادروں کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نے کہا۔ اچھا ایک طرف ہو جاتا کہ میں کپڑے بدل لوں۔  
میں ایک طرف ہو گیا۔ اس نے کپڑے بدلے۔

دونوں پرانی چادریں ہاتھ پر رکھ کر ابوقیس سے نیچے اترا میں لہجی پیچھے چلا آیا۔ جب اترے تو ایک شخص  
سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔  
اے فرزند رسول! اللہ آپ کو لباس دے گا۔ مجھے لباس عنایت فرمائیے۔

آپ نے دونوں چادریں اسے دے دیں۔ اور آگے نکل گئے۔  
میں نے اس سائل سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟  
اس نے جواب دیا۔

یہ جعفر ابن محمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے۔  
میں جلدی آگے بڑھا۔ تاکہ آپ سے کچھ احادیث سن سکوں۔ لیکن پھر تمام حج میں مجھے کہیں نظر نہ آئے۔  
خواجه میں مفصل ابن عمر سے مروی ہے کہ میں منی میں امام صادق کے ساتھ تھا۔ ایک مقام پر ایک عورت اپنے چند  
بچوں کے ساتھ ایک مردہ گائے کے قریب بیٹھی رو رہی تھی۔  
امام صادق نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟  
کیوں رو رہی ہے؟

اس نے کہا۔ میرا تو تمام ترکہ ہی ایک گائے تھی۔ اور اسی گائے سے میں اپنے بچوں کا پیٹ پالتی تھی۔ اب جب  
یہ سوچتی ہوں کہ اب کیا ہوگا۔ تو بے ساختہ آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔  
آپ نے فرمایا۔ کیا تو چاہتی ہے کہ اسی گائے کو زندہ کر دے یا نعم البدل عنایت فرادے؟  
عورت نے انتہائی ترش روئی سے آپ کی طرف دیکھا۔  
اور کہنے لگی۔ اگر آپ میری ننگساری نہیں کر سکتے تو کم از کم میرا مذاق تو نہ اڑائیں۔ آپ تصور نہیں کر سکتے کہ میں کتنی  
وقت کتنی مصیبت میں گھری ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا۔  
اس نے کہا۔ اگر تو اتنا باکمال ہے تو پھر میں تو یہ چاہوں گی کہ میری ہی گائے مجھے دوبارہ مل جائے۔  
آپ نے زیر لب کچھ پڑھا۔  
اور گائے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

عورت گائے کو بھول گئی۔ آپ کے قدموں کی طرف دوڑی۔  
آپ نے فرمایا۔ حاجیوں کا رشتہ ہے کہیں گائے نہ گھو بیٹھے۔ گائے کو سنبھال  
یہ کہہ کر آپ آگے بڑھ گئے۔

خواجه میں راسخ سے مروی ہے کہ مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ مجھے ایک مسئلہ کے جواب کی  
ضرورت تھی۔

چنانچہ میں امام صادق سے مسئلہ پوچھنے آیا۔ مجھے بتایا گیا۔ ایک شیعہ شاعر سید حمیری فوت ہو گیا ہے۔ آپ اس  
کے خانہ میں شرکت کرنے گئے ہیں۔

میں قبرستان میں آیا۔ آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے مسئلہ بتایا۔ میں واپس ہونے لگا۔ آپ نے میری عبا کو سختی سے پکڑ کر فرمایا۔

یہ تم لوگ علم کہاں سے تلاش کرتے پھرتے ہو؟  
میں نے کہا۔ جہاں سے مل جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: جو لوگ مسند امامت کے وارث ہیں ان سے کیوں علم نہیں لیتے۔ میں نے کہا: کیا آپ امام زمانہ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر میں نہیں تو اور کون ہے۔  
میں نے کہا۔ آپ کی امامت کی کیا دلیل ہے۔

آپ نے فرمایا جو چاہے پوچھ لے ۔

میں نے کہا۔ میں کچھ پوچھتا نہیں ہوں۔ میرا ایک بھائی اسی قبرستان میں دفن ہے اگر آپ اسے زندہ کر دیں تو میں آپ کی امامت کو تسلیم کر لوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ اس قبرستان میں تیرا جو بھائی مدفون ہے اس کا نام احمد تھا اور وہ ہمارا شیوہ تھا۔ جب زندگی میں تم نے اس سے جرم شیعیت کی بدولت بائیکاٹ کیے رکھا تھا۔ اب تجھے اس سے کیسے محبت پیدا ہو گئی ہے۔

میں نے کہا۔ میں تو صرف دلیل امامت کے بطور اس کا خواہش مند ہوں۔  
آپ میرے بھائی کی قبر پر آئے۔  
اور فرمایا۔

یا احمد قم باذن اللہ و باذن جعفر ابن محمد اے احمد اللہ اور جعفر ابن محمد کے اذن سے اٹھ جا۔  
میں نے دیکھا۔ قبر شگافہ ہوئی۔ اور میرا بھائی کفن میں پیشا ہوا قبر سے باہر آیا۔ امام صادق کو سلام کیا۔  
اور کہا۔

فرمایا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔ تیرا بھائی تجھے دیکھنا چاہتا ہے اور میری امامت کی دلیل کا خواہش مند تھا۔

احمد نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ یا اخی اتبعہ واللہ انہ حق۔ بھیا اس کی اتباع کرے بخدا! یہی اہم حق ہے۔

یہ کہہ کر میرا بھائی والیس قبر میں گیا اور سو رہا۔

بصائر الدرجات میں جمیل ابن دراج سے مروی کہ ایک دن میں امام صادقؑ کو کئی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت

بڑی پریشان روتی بیٹی ہوئی آپ کے پاس آئی۔

آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ بڑی مدت کے بعد اللہ نے بچہ دیا تھا۔ لیکن پھر واپس لے لیا ہے۔ خدا کے لیے میرا بچہ مجھے واپس دلا دیں۔

آپ نے فرمایا۔ گھبرا نہیں۔ واپس گھر جا۔ غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا خود ہی مانگ لے اللہ دوبارہ عنایت فرما دے گا۔

یا من وھب لی ولداً شیعاً  
جد دلی ھبۃً - اے وہ ذات جس نے نہ ہونے کے بعد دیا تھا۔ مجھے ایک مرتبہ پھر واپس کر دے۔

کچھ دیر کے بعد وہ عورت اپنے بچے کو سینے سے لگائے مسکراتی ہوئی آئی اور آپ کے قدموں میں بچہ ڈال دیا۔

اور عرض کی۔ قبلہ آپ کی نوازش ہے۔

خواجه میں دائود رتی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام صادق کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان آنسو بہاتا ہوا آیا۔

آپ نے پوچھا۔ کیوں رو رہا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! منت مانی تھی کہ حج پر جاؤں گا اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ گھر سے چلا۔ راستہ میں بیمار ہو گئی۔

یہاں مدینہ میں آکر مر گئی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر اب جا اور دفن کر دے

اس نے عرض کیا۔ حضور! آپ کے پاس اس لیے تو نہیں آیا کہ آپ دفن کا مشورہ دیں۔

آپ نے فرمایا۔ میت کو دفن ہی کیا جاتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ آپ فرزند رسول ہیں۔ میری درخواست ہے میری بیوی زندہ کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا اس سے بہت محبت تھی۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ! اگر محبت منوں اور میروں میں بتائی جاسکتی تو ضرور عرض کرتا کہ مجھے اس سے کتنی محبت تھی

اب تو صرف زبان ہی سے کہہ سکتا ہوں کہ میری بیوی کے مرنے سے میری محبت ہی مر گئی ہے۔

آپ نے تھوڑا سا سر جھکایا۔

پھر منہ بلند کر کے فرمایا۔ جا اللہ نے تیری بیوی کو زندہ کر دیا ہے۔

وہ واپس چلا گیا۔

کچھ دیر بعد آکے عرض کی۔ حضور! آپ کی نوازش

میں یہ سب کس رہا تھا لیکن مجھے اطمینان نہیں تھا۔

امام صادقؑ نے میرے دل کا چور ٹاڑ لیا۔

فرمایا۔ داؤد کیا تیرا دل نہیں مان رہا۔

میں نے کھینا ناہو کر عرض کیا۔

تبدل ہوا تو رہا ہے لیکن اطمینان چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا جب وقت آئے گا تو اطمینان بھی ہو جائے گا۔

جب سات ذی الحجہ کا دن آیا۔ تو مجھے فرمایا۔

کیا۔ مکہ جانا چاہتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آج سات ذی الحجہ ہو گئی ہے۔ اب مکہ پہنچتے پہنچتے حج کا وقت تو گزر جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ میرا اونٹ لے کر مدینہ کے باہر جا۔ چلتے ہیں۔ اگر اللہ نے چاہا تو حج کر ہی لیں گے۔

میں حیران تھا کہ کیا کرتے ہیں۔

میں اونٹ لے کر بیرون مدینہ آیا۔

آپ پیادہ وہاں موجود تھے۔ خود سوار ہوئے۔ مجھے پیچھے بٹھایا۔ ہمارا تھیں لی۔ اور مجھے فرمایا۔ آنکھیں بند کرے

میں نے آنکھیں بند کیں۔ پھر آپ نے اونٹ بٹھایا میں آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ آنکھیں کھول دے اونٹ سے اترا ا حرام باندھ لیں۔ میں نے جب آنکھیں کھولیں تو ہم منبقات پر

تھے۔ حیرت کے مارے میرا برا حال ہو گیا۔ ہم نے ا حرام باندھے۔

آپ نے فرمایا۔ اب پیدل چلیں گے۔ آپ نے ہمارا خود پکڑی۔ ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور مجھے فرمایا۔ آنکھیں

بند کر لے۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔

آپ نے فرمایا۔ کھول دے۔ میں نے آنکھیں کھولیں دیکھا تو سامنے بیت اللہ تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اب مجھے تنہا چھوڑ دے جا اعمال حج کر عشاء کی نماز کے وقت سواری تیار رکھنا۔

میں اونٹ کو ساتھ لے کر علیحدہ ہو گیا۔ نماز عشاء کے بعد میں نے اونٹ تیار کیا۔ آپ آگئے۔ اونٹ پر سوار ہوئے

مجھے پیچھے بٹھایا۔ آپ نے سورۃ قل اور سورۃ یسین کی تلاوت کی۔ آپ نے کئی مقامات پر رک کر اعمال کیے۔ جب

صبح طلوع ہوئی آپ اٹھے۔ اذان و اقامت کہی۔ نماز صبح پڑھی۔ پہلی رکعت میں آپ نے الحمد کے بعد سورۃ الفتحی اور

دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ توحید پڑھی۔ بعد از نماز تہنیت میں مصروف رہے۔ جب سورج طلوع ہونے لگا

تو ہی نوجوان اپنی بیوی کے ساتھ ہمارے قریب سے گزرا۔ جو نبی اس کی بیوی نے امام صادقؑ کو دیکھا دوڑ کر آپ کے قدموں پر آگری۔

نوجوان نے قریب آکر سلام کیا۔

اور بیوی سے پوچھا۔ کیا بات ہے۔

اس نے جواب دیا۔ یہی تو وہ تھا جس نے اس وقت ملک الموت کو میری روح واپس کرنے کا حکم دیا تھا جب وہ

میرے جسم سے لے کر سونے آسمان جا رہا تھا۔

آپ نے میری طرف دیکھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر یہ نہ بھی بتاتی تو میں کل سے سب کچھ مان چکا ہوں۔

خارج میں یونس بن ظبیان سے مروی ہے کہ ہم کافی افراد امام صادق کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ میں نے

عرض کیا۔

حضور! حضرت ابراہیمؑ نے کون کون سے پرندے ذبح کیے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ صرف پوچھنا چاہتے ہو یا دیکھنا چاہتے ہو۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر دکھادیں تو کیا ہی بات ہے۔

آپ نے آواز دی۔

یا طاؤس۔ ایک مور اڑ کر آپ کے سامنے بیٹھا۔

پھر آواز دی۔

یا مغرب۔ ایک کوا اڑتا ہوا آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

پھر آواز دی۔

یا باز۔ ایک باز آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

پھر آواز دی۔

یا حمامہ۔ ایک کبوتر اڑتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ انہیں ذبح کرو۔ اور جس طرح جی چاہے ان کے گوشت کو ملاؤ۔ ہم نے انہیں ذبح کیا۔ گوشت کا

قیہ بنایا۔ آپس میں کس کیا۔

آپ نے پہلے مور کا سر ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ ابئی ابئی یا طاؤس! ہمارے آنکھوں کے سامنے مور کا گوشت

اڑنے لگا۔ اور آپ کے ہاتھ میں سر کے ساتھ لگ کر موبنے لگا۔

چند لمحات میں مور مکمل ہو کر چلنے لگا۔

اسی طرح ایک ایک پرندے کو ملا تے گئے وہ زندہ ہو کر چلنے لگا۔  
خواجه میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک سال ایام حج میں بڑا رش تھا۔  
میں امام صادق کے ساتھ تھا۔ میں نے کہا۔  
قبہ کتنے زیادہ حاجی ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ نہ کہہ کہ حاجی کتنے زیادہ ہیں۔ یوں کہہ کہ شور و غل کتنا زیادہ ہے۔  
میں نے عرض کیا۔ قبہ یہ سب مسلمان ہی تو ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ مسلمان میں انسان نہیں ہیں۔ ہر ایک اپنے کردار کے مطابق قیامت میں اٹھے گا۔ اگر دیکھنا چاہے  
تو میں ان کی حقیقت سمجھ دیکھا دوں۔

میں نے عرض کیا حضور! ضرور دیکھوں گا۔

آپ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھر دیا۔ میں بینا ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ اب دیکھ۔ میں نے جو دیکھا ہے۔ بخدا! کہیں کہیں انسان نظر آئے۔ اکثریت مختلف قسم کے  
جانوروں کی تھی۔

## مکونبی تصرفات :

خواجه میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ میں ایک ارمینہ سے واپس آ رہا تھا۔ بہت مقروض تھا۔ سوچ رہا تھا  
کہ واپس جو نہی گھر گیا قرض خواہ تنگ کریں گے۔ اور جیب میں کچھ دینے کو بھی نہیں ہے۔ اسی عالم میں کسی نے میرا  
نام لے کر پکارا۔

میں نے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف دیکھا لیکن مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ پھر میں نے اوپر دیکھا تو میرے پسینہ چھوٹ  
گیا۔ امام صادق ہوا میں کھڑے مجھے دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبہ! میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا۔ اپنے آپ سے پوچھئے۔ خواب ہے یا حقیقت۔

میں نے کہا۔ جب آپ کو دیکھتا ہوں تو حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور جب آپ کو ہوا میں کھڑے ہوئے اور یہاں  
مدینہ سے مہینوں کے فاصلہ پر دیکھتا ہوں تو خواب معلوم ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ داؤد! مجھے یہاں پچیس میں ایک کام تھا۔ اسی سلسلہ میں آیا تھا۔ تو بڑا پریشان جا رہا تھا۔ میں نے  
سوچا کہ مجھے تیری پریشانی کا حل بتا دوں۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! پھر آپ نے کیا حل نکالا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ اس وقت تک تیرا قرضہ ادا نہیں ہوگا۔ جب تک تو قرآن حفظ نہیں کرے گا۔  
پھر آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

میں واپس آیا۔ اور حفظ قرآن میں مصروف ہو گیا۔ پانچ چھ ماہ میں میں نے قرآن حفظ کر لیا۔ اور حفظ قرآن کے ایک  
دو ماہ بعد میرا تمام قرضہ بھی ادا ہو گیا۔

بحاریں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کمرہ میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے  
زمین پر پاؤں مارا۔

میں نے دیکھا تو جیسے خزش پھٹ گیا۔ نیچے سے ایک بہت بڑا سمندر رونما ہوا۔ سمندر میں چاندی کی بڑی بڑی  
کشتیاں تیرتی پھر رہی تھیں۔

آپ نے ایک کشتی کو اشارہ کیا۔ ملاح فوراً کشتی لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ کشتی پر سوار ہو گئے۔ میں بھی اجازت لے کر  
کشتی میں بیٹھ گیا۔

کشتی سمندر میں تیرنے لگی۔ کافی دور نکل جانے کے بعد ایک جزیرہ آیا۔ میں نے دیکھا جزیرہ میں تھوڑے تھوڑے  
ناصے پر چاندی کے خیمے نصب تھے۔ آپ کشتی سے اتر کر ایک خیمہ میں چلے گئے۔ میں وہیں کشتی میں بیٹھا رہا۔ کافی دیر بعد  
آپ واپس تشریف لائے اور ملاح سے واپس چلنے کو کہا۔

ملاح ہمیں اسی جگہ لے کے آیا۔ جہاں ہم سے کشتی پر بیٹھے تھے۔ ہم اتر کر باہر آئے۔ سمندر غائب ہو گیا۔ پتے  
کا طرح زمین ہوا ہو گئی۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ کیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ جس خیمہ میں گیا تھا۔ اسے دیکھا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ وہ نواں خیمہ تھا۔ جو میرا تھا۔

پہلا پہلا خیمہ نبی اکرم کا تھا۔

اس سے متصل دوسرا خیمہ جناب ام المومنین خدیجہ کا تھا۔

تیسرا خیمہ امیر المومنین علی کا تھا۔

چوتھا خیمہ ام السادات فاطمہ زہرا کا تھا۔

پانچواں خیمہ امام حسن کا

چھٹا امام حسین کا۔

ساتواں امام زین العابدین کا



اٹھواں میرے بابا کا اور

نواں خیمہ میرا تھا۔

بھارت میں حفص ثمار سے مروی ہے کہ جن دنوں معلیٰ ابن خنیس کو تختہ دار پر چڑھایا گیا۔ ان دنوں ایک روز میرے امام صادق کی خدمت میں بیٹھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ حفص! میں نے معلیٰ کو چند ہدایات دی تھیں۔ لیکن اس نے میری کسی ہدایت پر عمل نہیں کیا اب نتیجہ تیرے سامنے ہے کہ وہ پس دیوار زمان پائیز نیچر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ کے موالیوں سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہمارے موالیوں سے ہے۔ اسی لیے تو ان مصائب سے دوچار ہے۔ ایک وقت معلوم تک ہمارے موالی ایسے ہی سنگین حالات سے دوچار رہیں گے۔ اگرچہ معلیٰ نے میری ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی ہم اسے بھولے نہیں ہیں۔

ایک دن میں زندان میں میں نے معلیٰ کو پریشان دیکھا۔

میں زندان میں گیا۔ اور معلیٰ سے کہا۔

کیا بچوں کے لیے پریشان ہے۔

معلیٰ نے کہا۔ حضور! ہر شخص ان حالات میں بچوں کے لیے تڑپتا ہے۔

میں نے معلیٰ کے چہرہ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

اور معلیٰ سے پوچھا۔

بھلا اب آنکھیں کھول کر دیکھ۔ کہاں ہے۔

معلیٰ نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ تو حیرت سے کہنے لگا۔ مجھے ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے میں اپنے گھر

اور بچوں میں ہوں۔

میں نے اسے بتایا۔

واقف! یہ تیرا اپنا گھر ہے۔ اس وقت کچھ دیر کے لیے تو اپنے گھر میں آزاد ہے۔ اپنے بچوں سے ملے میں

تھوڑی دیر بعد واپس آ جاؤں گا۔

میں معلیٰ کی نظروں سے روپوش ہو گیا۔ معلیٰ نے اپنے بیوی بچوں کو بلایا۔ سب اسے یوں دیکھ کر حیران

رہ گئے۔

معلیٰ نے انہیں بتایا کہ میں کچھ دیر کے لیے یہاں ہوں معلیٰ نے تمام بچوں سے جی بھر کے پیار کیا

پھر میں گیا۔ معلیٰ کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا۔

اور اس سے پوچھا اب بتا تو کہاں ہے؟

معلیٰ نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا۔ اور بتایا کہ یہ تو آپ کا دولت خانہ ہے۔

میں نے اسے بتایا۔ ہاں معلیٰ یہ میرا گھر ہے۔ میں مجھے صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری محبت پھولوں کی سیج نہیں ہے کاٹوں کی وادی ہے۔ ایک دو دن تک مجھے شہید کر دیا جائے گا۔ لہذا ذہنی طور پر اپنے آپ کو تیار کر لے۔

بجاریں عبداللہ ابن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق سے حوض کے متعلق پوچھا۔ حضور آدم سے لے کر تاقیامت ذریت حضرت آدم میں سے اتنی کثیر تعداد خوش نصیبوں کی پینے والی ہوگی۔

آخر وہ حوض کتنا بڑا ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ بصرہ سے صفائیک حوض کوثر کا رقبہ ہوگا۔

پھر سکا کر فرمایا۔ کیا دیکھنا چاہتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! اس سے زیادہ کونسی خوش نصیبی ہوگی۔

آپ نے فرمایا۔ پھر امیر سے ساتھ چل

آپ مجھے بیرون مدینہ لے گئے۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا۔ مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے زمین میں ٹنگا ہو گیا ہے۔

نیچے سے ایک موزن دریا سامنے آگیا۔ ایسے دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے ہم کسی اور دنیا میں آگئے

ہیں۔ نہ دنیا کے طول کا پتہ چل رہا تھا اور نہ عرض کا۔ جہاں ہم کھڑے تھے وہ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے جزیرہ ہو۔

ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔

اس پانی میں چادرنگ نظر آرہے تھے۔ برف سے زیادہ سفید پانی تھا۔ دودھ کی طرح سفید بھی تھا۔ یا قوت

جیسا سرخ شراب بھی تھا۔ اور شہد جیسا گاڑھا بھی تھا۔

میں نے عرض کیا۔ بتدیہ کہاں سے آ رہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہی ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جنت میں چار دریا ہوں گے پانی کی

نہر۔ دودھ کی نہر۔ شراب کی نہر۔ اور شہد کی نہر۔

اس دریا کے کنارے پر ایک جگہ چند عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں بلوریں جام تھے۔ آپ

نے ایک کو اشارہ کیا۔

وہ جلدی سے قریب آئی۔ اور عرض کی۔

حضور ایک پنا پسند فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے اور عبداللہ ابن سنان کو پانی ہی پلا دو۔

اس نے دو جام بھرے ایک امام صادق کو اور دوسرا مجھے دیا۔ میں نے جب سے وہ پانی پیا ہے۔ اس کے بعد سے کبھی پیاس کی شدت محسوس نہیں کی۔ عرصہ گزر گیا ہے۔ لیکن اس کا فائقہ آج میرے منہ پر مل رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آج بڑا عجیب منظر دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

عبداللہ جب ہمارا شیخ عالم فانی کو الوداع کہتا ہے تو اس کی روح اسی نہر پر آتی ہے۔ اور جب ہمارا دشمن دینا سے نکلتا ہے تو اس کی روح دادی برہوت جو بین میں ہے میں پہنچتی ہے۔

خصال میں امام صادق سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

امام کے سامنے یہ کائنات بالکل اس طرح ہوتی ہے۔ جن طرح تمہارے ہاتھ میں گیند ہوتی ہے۔ جس طرح تم گیند کو اپنے ہاتھ میں جیسے چاہے گھما سکتے ہیں۔ اسی طرح امام کائنات کو جس رخ سے دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔

بحار میں ہشام ابن سالم سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔

اللہ نے ایک شہر مشرق میں پیدا کیا ہے جس کا نام جابلق ہے۔ ایک شہر مغرب میں پیدا کیا ہے۔ اس کا نام جابر ہے۔ دونوں شہروں کے گرد فصیل ہے اور فصیل میں بارہ ہزار دروازے ہیں۔ ہر دروازوں کے بائیں تین میل کا فاصلہ ہے۔

ہر دروازہ پر ایک برج ہے۔

ہر برج میں بارہ ہزار مسلح سپاہی موجود ہیں جو قیام قائم کے منتظر ہیں۔

کافی میں بجلان ابن صلح سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص آیا۔ اور اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا۔

حضور! کیا یہ حضرت آدم کا خیمہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ حضرت آدم کا خیمہ ہے۔

علاوہ ازیں بھی اللہ نے بہت کچھ پیدا کر رکھا ہے۔ تمہارے اس مغرب کے علاوہ انتالیس مغرب

ہیں۔ ہر مغرب کی سرزمین مخلوق خدا سے بربز ہے۔ ان میں سے کسی نے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کی نافرمانی

نہیں کی۔

جن طرح تم ان سے ناواقف ہو۔ اسی طرح وہ لوگ تم سے نا آشنا ہیں۔ انہیں یہ بھی علم نہیں ہے کہ اللہ نے کسی آدم کو بھی پیدا کیا ہوا ہے۔

وہ صرف ہمارے جد امجد محمد مصطفیٰ کی رسالت اور ہماری امامت سے واقف ہیں اور ہمارے اعدا سے تباہ کرتے ہیں۔

سائل نے عرض کیا: حضور! جب انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ نے کسی آدم کو پیدا کیا ہے تو وہ پھر آپ کے ان اعداء سے کیسے تبرکرتے ہیں۔ جو اولاد آدم سے ہیں۔

آپ نے فرمایا کیا تمہیں ابلیس کے متعلق کچھ علم ہے۔

ساتھ سے عرض کیا۔ حضور! صرف اتنا علم ہے کہ وہ اولاد آدم کا دشمن ہے اور اولاد آدم کو بائیس سے تیرا کرنے کا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بس اسی طرح انہیں بھی صرف یہی معلوم ہے کہ اعدائے آمل کون ہیں۔ اور ان سے تیزان کا جزو ایمان ہے۔

سبحار میں سلیمان ابن خالد سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔ کائنات عالم کی ہر مخلوق خواہ انسان ہو۔ جن ہو۔ ملک ہو آسمان میں ہو یا زمین میں۔ اللہ نے ہر مخلوق کے سامنے ہماری ولایت پیش کی ہے۔ اور ہر مخلوق کی نجات کا میزان ہماری ولایت ہے۔

خارج میں عبدالرحمن ابن حجاج سے مروی ہے کہ ایک سال سفر حج میں میں انام صادق کے ساتھ تھا۔ ایک جگہ میں نے عرض کیا۔

قیلہ امام کی علامت کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: عید الرحمن امام اللہ کی اس قوت کا نمائندہ ہوتا ہے کہ اگر وہ اس پہاڑ سے چننے کو کہے تو وہ چلنے لگے۔

بخدا! جب میں نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو پہاڑ نے سر کا شروع کر دیا۔

آپ نے ہمارے مخاطب ہو کر فرمایا۔

تورک جا میں نے کچھ چلنے کا حکم تو نہیں دیا۔

بحارِ حسن ابن عطیہ سے مروی ہے کہ عباد بصری کوہ صفیہ پر امام صادقؑ سے کھڑا ہوا تھا۔

عبداللہ نے کہا۔ میں نے ایک بات سنی ہے آپ سے تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

کون سی بات ہے۔

عباد نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ نگاہ قدرت میں مومن کو عفا اور مردہ سے زیادہ محروم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے کہا ہے۔

کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ کائنات عالم مومن کی اطاعت پر مامور ہے۔ اگر مومن اس کو مردہ سے چلنے کو کہے تو وہ چلا آئے۔

عباد نے دیکھا تو مردہ نے اپنی جگہ چھوڑنے لگا تھا۔

امام صادق ؑ نے مردہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

تو ٹھہر جا۔ میں نے تجھے آنے کو نہیں کیا ہے۔

خواجه میں عبد اللہ بنی سے مروی ہے کہ ایک سال سفر حج میں میں امام صادق ؑ کے ساتھ تھا۔ دوران سفر ایک جگہ

تمام قافلہ کے پاس پانی ختم ہو گیا۔

مسلنے ایک تالاب تھا۔

امام صادق ؑ نے مجھے فرمایا۔

جا اس تالاب میں دیکھ پانی ہے۔

میں نے جا کر دیکھا وہاں پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ حضور! وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ اٹھے۔ تالاب کے کنارے پر تشریف لائے۔

کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے تالاب اللہ نے تجھے جو پانی ذخیرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہمیں اس سے بقدر ضرورت

میرا کر دے۔

پورے قافلہ نے دیکھا کہ تالاب سے پانی پھوٹنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے تالاب پانی سے جبریز ہو گیا۔ تمام قافلہ نے

حسب ضرورت پانی پیا بھی اور مشکینے بھی پر کر لیے۔

خواجه میں ابو دیم مدنی سے مروی ہے کہ ایک سال حج کے لیے روانگی میں تاخیر ہو گئی۔ اور میں امام صادق ؑ کے

ساتھ سفر حج پر نہ کر سکا۔

جب میں مکہ میں آیا اور مقام شجرہ پر گیا۔ تاکہ نماز باجماعت ادا کر لوں۔ وہاں گیا تو دیکھا امام صادق ؑ ایک طرف

بیٹھے مصروف تسبیح تھے۔

مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ابو یرم کیا نماز پڑھ لی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ابھی آیا ہوں۔

میں نے نماز پڑھی آپ اٹھے میں بھی آپ کے ساتھ چلا آیا راستہ میں مجھ سے پوچھا آج پریشان پریشان نظر آ رہا ہے کیا بات ہے۔؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ پریشان تو ہوں لیکن وجہ میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہی۔

آپ نے فرمایا۔ میرا خیال ہے رات تو نے مچھلی کھالی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قید آپ کا خیال درست ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر مچھلی کے بعد چند دن کھجور کے کھا لیتا تو یہ پریشانی نہ ہوتی۔

پھر آپ ایک کھجور کے پاس آئے۔ موسم کھجوروں کا نہ تھا۔

بے اثر کچور کے درخت سے مخاطب ہوئے۔

یا جِذْعِ اطْعِمْنَا مَا خَلَقَ اللّٰهُ  
اے درخت اللہ نے جو تجھے دیا ہے اس میں سے ہمیں

فیک - بھی کھلا دے۔

میں نے دیکھا۔ کچور میں چل نکل آیا۔ پھر وہ پکنا شروع ہوا۔ چند سیکنڈ میں چل پک گیا۔ آپ نے خود بھی کھایا

اور مجھے بھی کھلایا۔

خراج میں داؤد رتی سے سروی ہے کہ ایک دن میں امام صادقؑ کے پاس تھا۔ امام کاظمؑ ابھی کم سن تھے

آپ کے قریب آئے۔

آپ نے گودیں بٹھایا۔ اور فرمایا۔

بیسے کیا حال ہے؟

کم سن امام نے عرض کیا۔ حضورِ ارحمت خدا کے زیر سایہ گزر رہی ہے۔ آج دل انگوروں اور اناروں کے لیے

چاہ رہا تھا۔

میں نے کہا۔ سبحان اللہ! بچوں کے بھی کیا کہنے۔ نہ وقت دیکھتے ہیں نہ موسم۔ مطالبات شروع کر دیتے ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔

داؤد اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ کبھی حجت خدا کی خواہش رائیگاں نہیں کرتا۔ درباغ میں چلا جا انگوروں کی

سے کہہ دے کہ حجت ابن حجت انگری کا خواہش مند ہے۔ وہاں سے مجھے انگری مل جائیں گے۔ پھر انار کے کسی

سے یہی کہہ دے وہ مجھے اندر دے دے گا۔

میں خاموش ہو کر اٹھا۔ باغ میں آیا۔

ایک بیل کے پاس کھڑا اور امام صادق کا فقرہ دہرایا میں حیران رہ گیا جب میں نے دیکھا کہ میرے سامنے

مالی شاخ پر انور کا پکا ہوا لچھا جولنے لگا۔ میں نے اسے توڑنا پھر اندر کے پردہ کے قریب آ کر وہی جملہ دہرایا۔

دوپکے ہوئے انار میرے سامنے جھونٹے گئے۔ میں نے انہیں بھی توڑا۔ اور کس امام کی خدمت میں لایا۔ آپ وہیں بیٹھ کر کھانے لگے۔ اور مجھے دیکھ کر فرمایا۔

داؤد یہ ان انگوروں سے کہیں زیادہ لذیذ ہیں جو ماوراء سینہ کو ملتے تھے۔

بصائر میں یونس ابن ظلیان۔ مفضل ابن عمر۔ ابوسلمہ سراج حسین ابن فیدر سے مروی ہے کہ ہم امام صادق کے پاس بیٹھے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

اللہ نے زمین کے تمام خزانے ہمیں دیئے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو زمین پر پاؤں کی ٹھوکر مار کر اس سے مطابہ کروں تو آپ تمام خزانے اگلی دے گی۔

یہ فرمانے کے بعد آپ نے زمین پر پاؤں سے ایک گیر کھینچی اور فرمایا۔ ممکن ہے ان میں سے کوئی بتلائے شک ہوئے۔ انہیں میری بات کی تصدیق کرادے۔

ہمارے سامنے زمین میں شکاف ہوا۔ ہم نے دیکھا بالشت بالشت پر سونے کے ٹکڑوں کے انبار لگے ہوتے تھے آپ نے ایک ٹکڑا اٹھایا اور ہمیں دے کر فرمایا۔

اچھی طرح دیکھ لو۔

ہم نے باری باری دیکھا اور حیران رہ گئے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ نے اتنا آپ کو دیا ہے۔ اور آپ کے شیعہ عزت کا شکار ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ نے ہمارے اور ہمارے شیعہ کے لیے آخرت میں جو مقدر کر رکھا ہے وہ دنیا کی اس دولت سے کہیں بہتر ہے۔

اور اللہ نے ہمارے اعداء کے لیے آخرت میں جو مقدر کر رکھا ہے وہ اس دنیا کے مصائب اور تکالیف سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔

بصائر میں عمر جلاب سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔ جناب آصف بن برخیا کے پاس اللہ کے بہتر اسمائے عظم ہیں سے صرف ایک اسم تھا جس کے ذریعہ اس نے طرفہ العین میں تخت بقیس منگوایا تھا اور ہم اہل بیت کے پاس بہتر اسم عظم ہیں۔

بصائر میں عمدا باطمی سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ اسم کے اثرات کیا ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو برداشت نہیں کر سکے گا۔

میں نے بہت اصرار کیا۔ کہ مجھے کچھ تو دکھائیں۔

آپ اندر گئے۔ کچھ دیر بعد مجھے اندر بلایا۔

میں نے دیکھا آپ نے زمین پر صرف انگشت شہادت رکھی ہوئی تھی۔ اور کچھ پڑھ رہے تھے۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے پورا کمرہ گردش میں ہے۔ میرا سر چکرانے لگا۔ میں جلدی سے بیٹھ گیا۔ اور عرض کیا: قبلہ بس مزید میں کچھ برداشت نہ کر سکوں گا۔  
آپ نے فرمایا: میں نے تو تجھے کہنا تھا کہ تو برداشت نہ کر سکے گا۔

### علم نجیب اور امام صادقؑ!

بصائر میں شہاب ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مجھے چند مسائل دریافت کرنا تھے۔ میں امام صادقؑ کے پاس آیا۔

آپ نے مسکا کے فرمایا۔

کیا مسائل پوچھنے آیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ۔

آپ نے فرمایا۔ تو خود پوچھے گا یا میں ہی تجھے تیرے مسائل اور ان کے جواب بتا دوں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر آپ ہی نوازش فرمادیں تو میری عقیدت مزید اضافہ ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ تو ایسے جنبی شخص کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے جس نے غسل کرنے کی خاطر مشک کے ٹوٹے کے ذریعہ پانی لیا۔ اور اس کا ہاتھ مشک کے پانی کو چھو گیا۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! ایک مسئلہ تو یہی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

دوسرا مسئلہ تو یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر جنبی آدمی ہاتھ دھونے سے پہلے بھول کر پانی میں ہاتھ

دال دے تو۔

میں نے عرض کیا۔ دوسرا مسئلہ ہی تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر جنبی کا ہاتھ ظاہری نجاست سے خالی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

تیسرا مسئلہ تو یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر ایک جنبی شخص غسل کرتا ہے۔ اور اس کے جسم سے چند قطرات ٹپک کر پانی میں جا گریں تو۔

میں نے عرض کیا۔ حضور ہی سوال ہے۔



آپ نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

بصائر میں اسماعیل ابن عبد العزیز سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ اور دیگر ائمہ اہل بیت کے لیے بہت زیادہ عقیدت رکھتا تھا اور بہت زیادہ فضائل بیان کیا کرتا تھا۔

ایک دن امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔

آپ نے فرمایا۔

اسماعیل ہمیں ہمارے مقام سے نرگراؤ اور نہ اوپر لے جاؤ۔ ہمیں اللہ کی مخلوق سمجھ کر چوچا ہو کہو۔

بصائر میں خالد ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت بیٹھا تھا۔ اور بھی بہت سے لوگ تھے ہر شخص اپنی بات کر رہا تھا۔ میں حیران تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ۔

کاش یہ لوگ جانتے کہ وہ کس کے حضور بیٹھے ہیں۔ اور مجھے تو ایسے لگتا ہے۔ جیسے اللہ کے دربار میں ہوں۔

امام صادقؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا۔ اور فرمایا۔

خالد بنجد! ہم اللہ کی مخلوق ہیں۔ ہم اللہ کے سامنے جھکتے ہیں مگر ہم وہ دعویٰ کرنے لگیں جو تو سوچ رہا تھا۔ تو ہمارے پاس ان کمالات میں سے کچھ سمجھا رہے۔

جو کچھ ہے اللہ کی دین ہے۔

میں نے قدم بوس ہو کر عرض کیا۔ قہد! بہت بڑا اشتباہ تھا جو آپ نے دور کر دیا ہے۔ آج کے بعد وہ کچھ سوچوں گا۔ جو آپ نے فرمایا ہے۔

کشف الغمہ میں شعب بن عقر قونی سے مروی ہے کہ میں علی ابن حمزہ اور ابوبصیر کے ساتھ امام صادقؑ کے پاس گیا۔ میرے پاس تین سو دینار تھے۔ وہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ آپ نے ایک مٹھی بھر دینار رکھ لیئے اور بقیہ مجھے واپس دے کر فرمایا۔

شعب یہ دینار جہاں سے اٹھائے تھے وہیں رکھ دینا۔

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھے راستہ میں ابوبصیر نے پوچھا۔ شعب تو نے سوچا ہے کہ امام نے یہ پیسے کیوں واپس کر دیئے ہیں؟

میں نے کہا۔ میں کیا سوچ سکتا ہوں۔ ان کی مرضی

اگر سب قبول کر لیتے تو میری خوش نصیبی ہوتی۔

ابوبصیر نے کہا۔ شعب ایسی بات نہیں ہے۔ میں کافی دقت سے ائمہ اہل بیت کی خدمت میں رہ رہا ہوں۔ جو دینار

آپ نے واپس کیے ہیں ان میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوگی

میں نے کہا کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ جس طرح قبول کیے جانے والے پیسے میرے تھے اسی طرح واپس کیے جانے والے پیسے بھی میرے ہی تھے۔

ابو بصیر نے کہا۔ شعیب تیری باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تو مجھ سے کوئی بات چھپا رہا ہے۔ ممکن ہے مجھے بتانے میں کوئی نقصان ہو میں زیادہ اصرار نہیں کرتا۔

البتہ تجھے یہ بتادوں کہ امام صادقؑ نے تجھے جو ہدایت کی ہے کہ جہاں سے اٹھائے تھے۔ وہیں رکھ دینا۔ تجھے اس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔

میں نے پوچھا۔ آخر سوال میں کیا فائدہ ہو گا؟

ابو بصیر نے کہا۔ شعیب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دینار تو نے اشتباہاً اٹھائے ہوں۔ اور تیری ملکیت نہ ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غنقریب کوئی ایسی ضرورت تجھے پیش آنے والی ہو جس کا تجھے علم نہیں لیکن نگاہ امام نے اسے دیکھ لیا ہو۔

میں نے کہا۔ ابو بصیر واقعاً آپ کو صحت امام میں ایک وقت گزرا ہے۔ اب میں آپ کو بتا ہی دوں لیکن پہلے مجھے یہ دینار گن لینے دے۔

ابو بصیر نے کہا۔ ہاں ہاں گن لے

میں نے دینار گنے۔ سو دینار تھے۔

ابو بصیر نے کہا۔ کتنے ہیں۔

میں نے کہا۔ سو دینار ہیں۔

اور میں یہ دینار صرف استماناً اٹھا کے لایا تھا یہ میرا مال نہیں ہے۔ میں نے اپنے بھائی کے دیناروں میں سے اس کے علم میں لائے بغیر صرف اس غرض سے اٹھائے تھے کہ آپ لوگ جو ہر وقت امام صادقؑ کی غیب دانی کے فضائل بیان کرتے رہتے ہیں اس کی تصدیق کر لوں۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو کچھ آپ بتاتے ہیں واقعاً سچ ہے اور میرے لیے یہ آپ کی امامت حقہ کی ایک واضح دلیل ہے۔ اس دلیل روشن کے بعد اب میرا امام صادقؑ کی امامت کا معتقد نہ ہونا میری تیرہ بختی کے سوا کچھ نہ ہو گا۔

بصائر الدرجات میں ابراہیم ابن منہزم سے مروی ہے کہ ایک رات میں امام صادقؑ کی خدمت سے جب یہ اپنے گھر مدینہ میں آیا۔ تو کسی بات پر میری اور میری ماں کے مابین تکرار ہو گئی۔ اور میری زبان سے کچھ ترش الفاظ نکل گئے۔

دوسری صبح جب میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

اے ابراہیم رات تو نے ماں سے اچھا سلوک نہیں کیا۔

سبیل سکینر  
حیدر آباد، سندھ، پاکستان

میں نے گھبرا کے عرض کیا۔ حضور! اس دقت تو کوئی بھی جاگ نہیں رہا تھا۔ آپ کو کس نے بتایا ہے؟  
آپ نے فرمایا۔ ابراہیم یہ نہ پوچھ کہ مجھے کس نے بتایا ہے۔ میں کائنات عالم میں حجت خدا ہوں۔ اور  
ہر حجت خدا اپنے دور میں اپنی رعیت کے تمام حالات سے باخبر رہتا ہے۔ اور آئندہ ایسی بات بھی نہیں  
ہونا چاہیے۔

تجھے معلوم نہیں کہ تیری ماں کا شکم وہ مقام ہے جہاں تو نے نو ماہ اطمینان سے گزارے۔  
تیری ماں کی گود وہ گوارہ ہے جہاں تو ایک عرصہ تک نازوں سے کھیتا رہا ہے۔ اور  
تیری ماں کا سینہ وہ برتن ہے جہاں سے تو دو برس تک میہراب ہوتا رہا ہے۔  
میں نے معذرت کر کے آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنے کا عہد کیا۔

بصاخر میں حدث ابن حصیرہ از دی سے مروی ہے کہ کوفہ میں سے ایک شخص خراسان آیا اور اس نے اہل خراسان  
کو امام صادقؑ کی اطاعت کی دعوت دی۔

اہل خراسان تین گروہوں میں بٹ گئے۔  
کچھ لوگ آپ کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔  
کچھ لوگوں نے سرے سے انکار کر دیا۔ اور  
کچھ لوگ انتشار سے بچنے کی خاطر بین بن رہے۔

پھر ہر گروہ نے اپنا ایک ایک نمائندہ مدینہ میں امام صادقؑ کے پاس بھیجا۔ جن گروہ نے آپ کی امامت کو  
تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس کے نمائندہ کے ساتھ کینز تھی۔ راستہ میں بین بین گروپ کے نمائندہ نے اس کینز سے  
تعلقات استوار کر لیے اور ارتکاب فجور کیا۔

جب یہ وفد امام صادقؑ کی خدمت میں پہنچا تو گفتگو کا آغاز بین بین گروپ کے نمائندہ نے کی۔  
امام صادقؑ نے اس سے پوچھا۔  
تو کس گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔

اس نے کہا میں غیر جانبدار اور انتشار ناپسند گروہ سے ہوں۔  
آپ نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔

تیری انتشار ناپسندی کا دار و مدار صرف میری امامت کو تسلیم کرنے سے ہے۔ اس دقت تیری دیانت اور تیرا  
زہد کہاں تھا۔ جیت نہر کے کنارے تو کسی کی کینز سے منہ کالا کر رہا تھا۔  
وہ جلدی سے آپ کے قدموں پر گرا اور عرض کیا۔  
قد اب بس اس سے آگے کچھ نہیں۔

بصا ترین صفوان ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ ایک دن جعفر ابن محمد اشعث اور میں اکٹھے ہو گئے۔ یہ جعفر مجاہد آل محمد سے تھا۔

میں نے پوچھا۔ جعفر تیرا باپ تو دشمنان آل محمد سے تھا۔ تو کیسے اس طرف آ گیا ہے۔

جعفر نے کہا۔ واقعاً میرا باپ دشمنان آل محمد سے تھا۔ لیکن بھلا خدا اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اور اسی نے ہی ہمیں یہ راہ دکھائی ہے۔

میں نے پوچھا۔ وہ کیسے؟

جعفر نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرا باپ محمد اشعث منصور کے مقربین سے تھا۔ ایک دن نے منصور نے میرے باپ سے کہا۔

مجھے ایک دانش مند قاصد کی ضرورت ہے جو امین بھی ہو۔

میرے باپ نے اسے اپنے ماموں ابن مہاجر کا بیٹہ دیا۔

منصور نے ابن مہاجر کو بلایا۔ اور اسے ہزاروں دینار دے کر کہا۔ مدینہ چلا جا۔ محلہ بنی ہاشم سادات بنی فاطمہ کو جمع کر لینا۔ یہ دینار ان میں تقسیم کرنا۔ اور کہنا کہ میں شیعان خراسان سے ہوں۔ یہ دینار انہی لوگوں نے بھیجے ہیں۔ اور وہ آپ لوگوں کی حکومت کے منتظر ہیں۔ پھر ان سے فرداً فرداً رقم کی وصول کی رسید بھی لکھو ایسا اور جو پیغام وہ اہل خراسان کے نام دیں وہ بھی لکھو ایسا۔

ابن مہاجر مدینہ آیا۔ رقم تقسیم کی۔ واپس کو فرمایا منصور کے پاس آیا۔ اور سادات بنی فاطمہ کے تمام پیغامات اس کے سامنے رکھ کے کہا۔

ہر ایک نے کوئی نہ کوئی پیغام دیا ہے لیکن جعفر ابن محمد نے نہ رقم قبول کی ہے اور نہ کوئی پیغام دیا ہے۔

منصور نے پوچھا۔ کیوں بھلا۔

ابن مہاجر نے بتایا۔ کہ تمام سادات بنی فاطمہ میں دینار تقسیم کیے۔ امام صادق وہاں نہ تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ مسجد نبوی میں ہوں گے۔ میں وہاں آیا۔ وہ مصروف نماز تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میری کسی بات کرنے سے قبل مجھے کہنے لگے۔

بندہ خدا! تو خود بھی آل محمد کے معاملہ میں اندسے ڈر۔ اور اپنے بادشاہ سے بھی کہہ دینا کہ آل محمد نے ابھی ابھی آل مردان کی حکومت گزاری ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ نہ صرف ان کے گھر ویران ہیں بلکہ آل مردان نے ان کی تھوئیاں اور دل بھی اجاڑ دیئے ہیں آل محمد کے پاس کیا رکھا ہے۔ ان میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی ہے کہ وہ تمہاری حکومت کے لیے کوئی خطرہ بن سکیں۔

انہیں کچھ دن چین کا سانس لینے دو۔ تمہارے پہلو میں آج بھی وہ افراد بیٹھے ہیں جو عداوت آل محمد پر

ادھار کھا چکے ہیں۔ اور ان کی خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح آل محمد کا ایک فرد بھی اس دنیا میں سانس لینے والا نہ بچے۔ انہی لوگوں سے تم جاسوس کا کام لیتے ہو۔ اور یہی لوگ آل محمد کے خلاف چنل غوری کر کے تمہیں بھر کا تے رہتے ہیں۔

جو گفتگو میرے اور آپ کے مابین تھی تمام کی تمام امام صادقؑ نے اس طرح مجھے بتا دی جیسے وہ ہمارے ساتھ تیسرے ہوں۔

منصور نے کہا۔ واثماً امام صادق درست کہتا ہے۔ آل محمد میں اب اتنی سکت نہیں کہ وہ حصول اقتدار کی کوئی کوشش کر سکیں۔

ابن ہباج سے یہ واقعہ سننے کے بعد میرے باپ نے عداوت آل محمد سے توبہ کر لی۔ اور اب ہمارا پورا گھر بھرا اللہ مواباں آل محمد سے ہے۔

خراچ میں ابن ابوالعلاء سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے اگر اپنی بیوی کی بد اخلاقی کا شکوہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے یہاں میرے پاس لے کے آ۔

وہ اپنی بیوی کو لے آیا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ تو اپنے شوہر سے اچھا سلوک نہیں کر سکتی۔

اس نے کہا۔ میں جب اسے دیکھ نہیں سکتی تو اچھا سلوک کیسے کر سکتی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اس طرح تو عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔

اس نے کہا۔ جس زندگی میں مجھے میرا شوہر نظر آئے میں اس زندگی سے اس موت کو ترجیح دوں گی جس میں مجھے یہ تو نظر نہیں آئے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے لے جا۔

یہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گی۔

چوتھے دن وہی شخص آپ کے پاس آیا۔

اتفاقاً اس وقت بھی میں آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا۔

آپ نے پوچھا۔ بیوی کا کیا بنا؟

اس نے عرض کیا۔ قید ابھی دہن سے فارغ ہو کر آ رہا ہوں۔

خراچ میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ ۱۲۷ھ میں امام صادقؑ کے ساتھ حج کو آ رہا تھا۔ میرا ایک بھائی تھا جو

سرے کا دشمن اہل بیت تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ میں جوں نہیں رکھتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کے گھر کئی دن سے ناگہبے

میں نے حج پر روانگی کے وقت گھر والوں سے کہہ دیا کہ اتنا اسے دے دینا۔  
ہم نے ایک اونٹ بٹھایا۔

ہم نے ایک اوٹ بٹھایا۔  
امام صادقؑ نے فرمایا۔

امام صادقؑ نے فرمایا ۔

داؤد جلدی یہاں سے سامان اٹھالے ابھی سیلاب آنے والا ہے۔ ڈوب جائے گا۔ تو نے بھائی سے خور و  
رجی کی ہے اس کی وجہ سے تجھ یہ مصیبت طل رہی ہے۔

میں نے وہاں سے سامان دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کیا بھی تھا کہ سیلاب کا ریلہ آگیا۔ جن لوگوں نے امام صادقؑ کی اس بات کو مذاق سمجھا تھا وہ اپنے تمام سامان سے محروم ہو گئے۔

خارج میں مروی ہے کہ امام صادقؑ کے ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں کچھ مالی واجبات آپ کی خدمت میں لایا۔ ساتھ یہ خیال بھی کیا کہ بہت بڑی رقم ہے جو میں آپ کو دے رہا ہوں۔

جب میں آپ کے سامنے آیا۔ ابھی تک رقم کی تھیدیاں آپ کو پیش نہیں کی تھیں۔ آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ کوئی بیڑی جو ملے رکھ لے اٹھا کے لے آ۔

میں نے آپ کی طرف دیکھا۔

آپ نے زیر لب کچھ پڑھا۔ جب غلام طشت اٹھا کے لایا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ سب دیناروں سے

آپ نے غلام سے فرمایا۔ اسے انڈیل دے میری حیرت پہلے سے زیادہ بوجھ گئی۔ جب میں نے دیکھا کہ طشت کا اتنا وزن تھا جتنے دینار نکلتے جسے گئے۔ حتیٰ کہ میرے اور نام صادق کے ماہین ایک ڈھیر سا لگ گیا۔

ان دیناروں کو دیکھ کر مجھے اپنی لائی ہوئی رقم حقیر معلوم ہونے لگی۔

اپ نے مجھے فرمایا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم تمہاری رقم کے محتاج ہیں۔ بخدا! ہم تم سے صرف تمہارا مال پاک کرنے کی خاطر لیتے ہیں۔

خارج بحر خاٹ سے مروی ہے کہ میں فطر ابن خلیفہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ابن ملاح آگیا۔ اور بیٹھ کر میری طرف دیکھنے لگا۔

فطر نے ابن ملاح سے کہا جو بات کرنا چاہتا ہے وہ کہہ تجھے کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کوئی بات ایسی ہے جو تیرے اندر محفل رہی ہے۔

ابن ملاح نے کہا: میں آپ کو بات تو سناتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہیں آپ مجھے پاگل نہ سمجھیں

فطر نے کہا۔ اس میں پاگل سمجھنے والی کون سی بات ہے۔ اگر ماننے والی ہوتی تو مان لیں گے۔ ورنہ نہیں مانیں گے۔

ابن ملاح نے کہا۔ میں رافضیوں کے امام صادقؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ ہم باتیں کر رہے تھے کہ ایک لخت جعفرؑ نے کوفہ کی طرف دیکھا اور پریشان ہو کر اناشد وانا الیہ راجعون پڑھنے لگا۔

میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

جعفرؑ نے بتایا۔ میرا چچا زید فلاں جگہ شہید کر دیا گیا ہے۔

یہ کہہ کر اٹھا اور اندر چلا گیا۔

میں نے وہ وقت اور تاریخ نوٹ کر لی۔ جب مدینہ سے واپس آیا۔ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ کوفہ کی طرف سے آتا ہوا ایک شہسوار ملا۔

میں نے اس سے کوفہ کے حالات پوچھے۔

اس نے بتایا۔ زید ابن علی فلاں دن فلاں وقت شہید ہو گیا ہے۔

یہ وہی وقت تھا جو جعفرؑ نے بتایا تھا۔

فطر نے کہا۔ اس میں حیرت کی کونسی بات ہے۔ ہم جعفر کو مانیں یا نہ مانیں یہ تو ہر شخص کو ماننا پڑتا ہے کہ جعفرؑ کے پاس علم بالکل وہی ہے جو نبی اکرمؐ کے یا علیؑ کے متعلق سننے میں آتا ہے۔

کشی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔

آپؑ نے فرمایا۔ ابوبصیر اگر ایک بات برداشت کر سکے اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنے کا وعدہ کرے تو

مجھے بتاؤں؟

میں نے عرض کیا۔ حضور! انشاء اللہ کسی کو نہ بتاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا۔ داؤد ابن علی اگلے سال کچھ دنوں کے لیے حکمران بننے والے ہیں۔ اور اس کے ہاتھ سے میرا

قریب ترین صحابی علی ابن خنیس شہید ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! کس جرم میں شہید ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا۔ داؤد علی سے میرے صحابہ کی فہرست مانگے گا۔ علی تم لوگوں کے نام بتانے سے انکار کر دے گا

اور داؤد کو جواب دے گا۔

کیا تب مجھے قتل سے ڈرارہا ہے؟

بخدا! اگر احباب صادقؑ میں سے کوئی صحابی میرے قدم تلے ہو اور تو مجھے پاؤں اٹھانے کے حکم دے تاکہ تو

صحابی امام صادقؑ کو قتل کر سکے۔ تو جب تک میرا سر حیرے جم پر ہوگا۔ اس وقت تک میں قدم تک بھی نہ

اٹھاؤں گا۔

اس جواب پر برہم ہو کر داؤد اسے شہید کر دے گا۔

بخدا ایک سالانہ بعداً نکل وہی واقعہ پیش آیا۔ اور سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔

دلائل حیمیری میں عبدالحمید ابن عیسیٰ مروی ہے محمد ابن عبد اللہ میرا بڑا دوست تھا منصور نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے بڑی سخت جیل میں ڈال دیا۔

اگلے سال حج کے موقع پر یوم عرفات مکہ میں امام جعفر سے ملاقات ہوئی۔

انہوں نے پوچھا۔ تیرے دوست کا کیا حال ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قیدِ ظالم کے پنجہ میں ہے دعا فرمائیں اسے نجات مل جائے۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں بہت اداس ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میں بھی واقعاً اداس ہوں۔

لیکن اس کے کہیں بچے پریشان ہیں وہ ہے۔ مجھے بے گناہ۔

آپ نے سر سونے آسمان بلند کیا۔

پھر فرمایا۔ مبارک ہو منصور نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

بعد میں جب محمد ابن عبد اللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا۔

منصور نے تجھے کس دن چھوڑا تھا۔

اس نے بتایا۔ یوم عرفہ بعد العصر

یہ وہی وقت تھا جب امام جعفرؑ نے مجھے مبارکباد دی تھی۔

کشف الغمہ میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ جو ہمیشہ حکومت کا طرف دار بن رہتا تھا۔ اور

حلال و حرام مال جمع کرتا رہتا تھا۔ ہر وقت راگ رنگ اور شراب و شہاب کی محفلیں جھی رہتی تھیں۔ مجھے بڑی تکلیف ہوتی

تھی۔ میں نے کئی مرتبہ اسے اپیل کی وہ کم از کم حق پڑوسی کا خیال رکھے۔

آخر تک اگر ایک مرتبہ اس نے مجھے کہا۔ تجھے معلوم ہے میں کتنا گناہگار ہوں۔ میرے گھر میں حلال کی ایک پائی

بھی نہیں ہے۔ تم نیک لوگ ہو۔ تمہارا رہنا بھی نیک ہے۔ اگر تیرا امام مجھے نجات کی ضمانت دے دے تو پھر میں یہ

سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جاؤں گا۔

اگلے سال حج سے فراغت کے بعد میں مدینہ آیا۔

آپ کی آگے زیارت کے بعد اپنے پڑوسی کے متعلق عرض کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اسے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ جعفر صادق کہہ رہا تھا اگر تو یہ سب کچھ چھوڑ دے تو میں ضمانت

لے لوں گا۔

میں واپس کوفہ آیا۔ پڑوسی ہونے کی وجہ سے وہ بھی میری ملاقات کو آیا۔ میں نے اسے امام صادقؑ کے سلام دیے



اور ساتھ یہ غام بھی دیا۔

اس نے کہا: "واقعاً تو سچ کہہ رہا ہے۔"

میں نے قسم کھائی

وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دن بعد مجھے اس کا پیغام ملا۔ میں گیا تو وہ اپنے مکان میں دروازہ کے عقب میں ہی

کھڑا تھا۔

اس نے کہا ابو بصیر میں نے تیری قسم پر اعتبار کر لیا ہے۔ خلوص نیت سے توبہ کی ہے۔ میرے گھر میں جو دوسروں کا مال تھا سب تقسیم کر دیا ہے۔ اس وقت میرے پاس حلال کا لباس بھی نہیں ہے۔ اور میں بھی دروازے کے عقب میں بالکل غریبان ہوں۔

میں فوراً شیعوں کے پاس گیا۔ خندہ کیا۔ لباس خریدا۔ کھانے پینے کا سامان مہیا کیا۔

کچھ دن بعد مجھے یہ چلا کہ وہ بیمار ہے اور مجھے یاد کر رہا ہے۔

جب میں گیا تو وہ زندگی کے آخری سانس گن رہا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ انتہائی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد

اسے غش آیا۔

غش سے افاقہ ہوا تو مسکرا کے کہنے لگا۔

ابو بصیرؓ نے سچی قسم کھائی تھی۔ مولائے صادقؑ نے وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ اس کے بعد وہ

فوت ہو گیا۔

میں جب حج پر آیا۔ اور زیارت امام کو گیا۔ تو آپ نے میری بات کرنے سے پہلے فرمایا۔ ابو البخیر ہم نے تیرا وعدہ

پورا کر دیا ہے۔

کشف الغمہ میں مالک جہنی سے مروی ہے کہ ہم مدینہ میں بیٹھے فضائل آل محمد کا تذکرہ کر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب غلو و تقصیر کا نتنہ شباب پر تھا۔ کچھ آل محمد کے حق میں حد غلو کو پہنچ چکے تھے۔ اور کچھ حدود تقصیر میں داخل ہو چکے تھے۔

دورانِ مذاکرہ ہمارے ذہن بھی اس حد تک بلند پرواز ہو گئے کہ ہم نے آلِ محمد کے لیے حدودِ اربعہ کو چھوٹا

شروع کر دیا۔

اسی دوران ہم نے دیکھا تو امام صادقؑ ہمارے سر پر کھڑے تھے۔

ہمیں نہیں پتہ کہ وہ کس سے آئے اور کس طرف سے آئے۔

ہم جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

کپ نے فرمایا: اے خالد! اسے مالک کی گفتگو ہے۔

میں نے عرض کیا: قبلہ افضل آل محمد ہی ہمارا موضوع سخن ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یقین رکھو۔ ہم مخلوق ہیں۔ ہمارا ایک معبود ہے۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ جو چاہو کہو اور مانو لیکن وصیت میں کبھی نہ لے جانا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

مؤلف، اس قسم کی متعدد روایات لکھنے کے بعد صاحب کشف الغمہ تبصرہ کے انداز میں لکھتا ہے کہ اگرچہ غالیوں عقیدہ ناقابل تسلیم ہے۔ لیکن ان کے نقلی کردہ واقعات ائمہ کے معجزات، کرامات، علم غیب اور خارق عادات امور تو اتر کی حد تک ہیں اور صحیح ہے عقیدہ غلاۃ کو سامنے رکھ کے ان واقعات اور روایات سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ائمہ میں عقیدہ غلاۃ سے بھی محفوظ رکھے۔ اور ان کرامات و معجزات ائمہ کے انکار سے بھی محفوظ فرمائے۔

امامی طوسی میں خسان ابن سدیہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے عالم خواب میں نبی اکرمؐ کو دیکھا۔ آپ کے سامنے  
رومال سے ڈھکا ہوا ایک طشت تھا۔

آپ نے رومال اٹھایا۔ میں نے دیکھا طشت میں تازہ کھجور تھے۔ آپ نے کھانا شروع کیا۔ میں قریب ہوا اور عرض کی۔ قبلہ! مجھے بھی عنایت فرمائیں۔ آپ نے ایک ایک کر کے اٹھو دانے مجھے دیئے۔ میں نے اور مانگے۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

دوسرے دن میں امام صادقؑ کے پاس آیا۔

بالکل اسی طرح کے رومال سے ڈھکا ایک طشت رکھا تھا جیسا میں نے عالم خواب میں انحضرت کے سامنے دیکھا تھا۔ امام صادقؑ نے میرے سامنے رومال ہٹایا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دیسی کھجوریں تھیں جیسی انحضرت کے طشت میں تھیں۔

آپ نے کھجوریں کھانا شروع کیں۔ میں نے مانگیں۔ آپ نے ایک ایک کر کے اٹھ دانے دیئے۔ میں نے اور سوال کیا آپ نے فرمایا۔

اگر میرے نانا مات کے وقت زیادہ دیتے تو میں بھی اضافہ کرتا۔

## امریکیوں کی عراق میں آمد

مجالس مفید میں سیر سے مروی ہے کہ ایک دن میں آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ کوفہ سے کچھ لوگ بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

جج ممنون ہونے سے پہلے جج کرلو۔ اس وقت سے پہلے جج کرلو جب صحرا میں جانے پر پابندی لگ جائے۔ نخل اور دریاؤں کے مابین سرزمین عراق کی مسجد گرائے جانے سے پہلے جج کرلو۔ مقام نورا کے اس درخت کھجور کے کٹنے سے پہلے جج کرلو جس سے جناب مریم کو ولادت عیسیٰ کے لہد بے موسم کھجوریں ملی تھیں۔ یہ وہ وقت ہوگا۔ جب جج پر پابندی لگ جائے گی۔ درختوں پر پھل نہیں لگیں گے۔ رزخوں میں گرانی کی وجہ سے قتل عام ہوگا۔ ہر طرف قحط ہوگا۔ حکمران ظالم ہوں گے۔ ایک طرف مصائب ہوں گے دوسری طرف بے ادبیاں ہوں گی۔ بھوک ہوگی۔ فتنے ہوں گے۔

اے اہل عراق! جب خراسان کی طرف سے جھنڈے آئیں گے تمہارے پر بڑا برداشت ہوگا۔

اے اہل رے۔ جب ترک حملہ کریں گے تمہاری تباہی ہوگی۔

اے اہل عراق! جب اہل رے کا حملہ ہوگا تم ذلیل ہو جاؤ گے

اے اہل عراق! شط العرب تمہیں بے ڈوبے گی۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ کون لوگ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ مدیران کے کان چو ہوں کی طرح نوکیلے ہوں گے۔ ان کی دریاں ندر ہوں گی۔ لوہے میں ڈھکے ہوئے ہوں گے۔ ان کی زبان جنوں جیسی ہوگی۔ آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ سب بے پوش ہوں گے۔

ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان لوگوں کے ہاتھوں وہ بے گناہ قتل ہو گئے جن کا قتل ہمارے تاام کے

ظہور کا سبب بنے گا۔

بجاریں مامون مکی سے مروی ہے کہ میں امام صادق ؑ کے حضور بیٹھا تھا کہ خراساں سے ایک شیعوں آیا اسلام دعا کے بعد اس نے عرض کیا۔

قبہ آپ کب تک نرم پالیسی اختیار کیے رہیں گے۔ حتیٰ آپ کا ہے قابض دوسرے ہیں۔ کم از کم خراساں میں ایک لاکھ شیعہ کو تو میں جانتا ہوں۔ جو آپ کے قدموں میں اپنا سر کٹوانے پر تیار ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ خراسانی اللہ آپ کو جناحے خیر دے۔

خراسانی نے دو تین مرتبہ پھر اصرار کیا۔

بالآخر آپ نے کینز کو تندور جلانے کا حکم دیا۔ جب تندور جل گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ خراسانی اس تندور میں کود جا۔

خراسانی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ قبہ آپ کو اپنی حد کا واسطہ مجھے اس حکم سے معاف فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے معاف کر دیا۔

اسی اثنائیں ہارون کی جوتے ہاتھ میں لیے آپ کی خدمت میں آکر ہاتھ۔ آپ نے ہارون سے فرمایا۔ ہارون جوتے رکھ دے اور اس تندور میں کود جا۔

ہارون نے انتہائی اطمینان سے جوتے رکھے اور تندور میں کود گیا۔

آپ خراسانی سے محو گفتگو ہو گئے۔ کافی دیر بعد خراسانی از خود عرض کیا۔ قبہ وہ ہارون تو جل کر کوئلہ ہو گیا ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ ہارون کو نکالیں۔

جب ہم تینوں تندور پر آئے۔ دیکھا تو ہارون بیٹھا انگاروں سے کھین رہا تھا۔

خراسانی کا حیرت سے منہ کھل گیا

امام صادق ؑ نے پوچھا۔ خراسانی اب بتا خراسان میں اس جیسے کتنے شیعہ ہیں۔

خراسانی نے عرض کیا۔ قبہ ایسا تو ایک بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہمیں ایسے شیعوں کی ضرورت ہے اور ایسے شیعہ جب طین گے اس وقت کا بھی میں علم ہے۔

بعد میں امام صادق ؑ کے غلام معتب سے مروی ہے کہ امام صادق ؑ کے پاس کافی لوگ بیٹھے تھے۔ وق الباب

ہوا۔ میں دروازہ پر گیا۔

دیکھا تو جناب دید تھے۔

میں نے آکر آپ کو اطلاع دی۔

آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ تم اس کمرہ میں چلے جاؤ۔ دروازہ بند کرلو۔ اور اس طرح بیٹھ جاؤ کہ زید چچا کو تمہاری موجودگی کا علم نہ ہو۔

پھر مجھے فرمایا۔ چچا کو لے آ۔

میں نے نہیں اندر بلایا۔ آپ اٹھے تعظیم کی۔ اپنے پاس بٹھایا۔

مجھے وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ کچھ دیر تک تو آہستہ آہستہ باتیں ہوتی رہیں۔ پھر جناب زید کی آواز بلند ہو گئی۔

انہوں نے کہا۔

اے جعفرؑ! اپنا ہاتھ بڑھاتا کہ میں آپ کی بیعت کر لوں۔ اور یہ میرا ہاتھ آپ میری بیعت کر لیں۔ اب میں ان دو میں سے ایک کے علاوہ کسی بات پر راضی نہ ہوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ چچا اللہ آپ پر رحم کرے۔ اللہ آپ کو معاف کرے۔

زید نے کہا۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ میں اب جا رہا ہوں صبح آؤں گا۔ آپ سوچ لیں اور دو میں سے ایک چن لیں۔

آپ نے فرمایا۔ چچا اللہ آپ پر رحم کرے۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔

زید اٹھ کر چلا گیا۔

جو لوگ اندر بیٹھے تھے باہر آئے اور جناب زید کے سسہ میں اہانت آمیز گفتگو کرنے لگے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ایسی بات مت کرو میں جانتا ہوں اگر ہمارے چچا کا میاب ہو جاتے تو یقیناً وہ کسی قسم کی خیانت نہ کرتے وہ دل کے صاف ہیں۔ لیکن وہ کا میاب نہیں ہوں گے۔

رات کو کم سو گئے۔ ابھی تک امام صادقؑ تہجد کے لیے نہیں اٹھے تھے کہ دق الباب ہوا میں دروازہ پر گیا۔ دیکھا تو جناب زید زار و قطار رو رہے تھے۔

میں نے امام صادقؑ کو بتایا۔ آپ اٹھے اور حکم دیا انہیں اندر لے آ۔

وہ جناب زید کو اندر لایا۔ وہ پیچھیں مار کر روئے لگے۔

امام صادقؑ نے تسلی دیتے ہوئے پوچھا کیا بات ہے۔

جناب زید نے کہا۔ کیا بات ہے آپ ناراض ہیں جب تک آپ راضی نہیں ہوں گے اس وقت تک میں نہ ہوں گا۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ میں نے کب آپ سے کہا ہے کہ میں ناراض ہوں۔

جناب زید نے کہا۔ ابھی ابھی میں سو رہا تھا۔ عالم خواب میں آنحضرتؐ حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ جناب زیدؑ

کو دیکھا ہے۔

سب نے اکر کہا ہے۔ تجھے جعفر سے بیعت مانگنے کی جرات کیسے ہوئی ہے۔ تو نے اسے ناراض کر دیا ہے ہم بھی اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے۔ جب تک جعفر راضی نہیں ہوگا۔ اور آپ مجھے معاف فرمادیں۔  
آپ نے فرمایا یہ چچائیں راضی ہوں۔ آپ کا انجام مجھے نظر آ رہا ہے۔ شہادت کے بعد آپ کے جسم کو سولی پر لٹکایا جائے گا۔  
جناب زید نے امام صادق کو وصیتیں کیں اور رخصت ہو گئے۔

## ہرن سے باتیں!

خواجه میں ابو عبد اللہ بنی سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادق کے پاس بیٹھے تھے۔ مختلف موضوعات زیر بحث آتے اسی دوران علم امام پر بھی گفتگو ہوئی۔ کسی نے کہا۔ امام علم غیب جانتا ہے۔ تمہی نے کہا نہیں جانتا میں انہی کے ساتھ تھا جو نہ جاننے پر مصر تھے۔

امام صلیق نے فرمایا۔

بنی تو علم امام سے تو انکار کرتا ہے۔ لیکن اس وقت تو نے انکار کیوں نہ کیا تھا جب فلاں شخص نے تجھے کینز فروخت کرنے کو دہی تھی اور تو نے راستہ میں فلاں دریا پار کرنے کے بعد فلاں درخت کے نیچے اس کینز سے منہ کالا کر کے انت میں خیانت کی تھی۔

میں نے عرض کیا۔ آج کے بعد کم از کم میں تو انکار نہیں کروں گا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ بات آج سے بیس برس پہلے ہوئی تھی۔ اور اللہ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ البتہ میں اس سے توبہ کر چکا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے توبہ کر لی ہے۔ لیکن اللہ کے حق سے؟ کیا تو نے مالک کینز سے بھی اس خیانت کی معافی مانگی ہے؟

میں شرمسار ہو کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اٹھے گھوڑے پر سوار ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ ہویا۔ بیرون دینہ صحرائیں آئے۔ مجھے پیاس لگی۔

میں نے عرض کیا۔ حضور پیاس لگ رہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ضرورت تو میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ کچھ فائدہ ملے گا۔ تو سامنے ایک کنواں نظر آیا۔

آپ نے فرمایا۔ کنوئیں سے پانی لے آ۔

میں کنوئیں کے کنارے پر گیا۔ نیچے جھانکا تو بہت گہرا تھا۔ اور پانی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! ایک تو کھانا بہت گہرا تھا اور دوسرا میرے خیال میں اس میں پانی نہیں ہے

آپ کنوئیں کے کنارے پر آئے اور فرمایا۔

اے کنوئیں! اللہ نے تجھے جو پانی ودیعت کیا ہے اس میں سے ہمیں بھی پلا دے۔

میں نے دیکھا۔ کنوئیں سے پانی بلند ہونے لگا۔

حتیٰ کہ کناروں تک آ گیا۔

ہم نے پانی پیا۔ جب ہم سیراب ہو چکے تو پانی پھر نیچے اترنا شروع ہو گیا۔ چند لمحوں میں ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے

پانی کا نام و نشان تک نہ ہو۔

پھر آگے بڑھے۔ راستہ میں کھجور کا ایک خشک درخت تھا۔ آپ اس کے قریب آئے۔ دایاں ہاتھ کھجور پر رکھا اور

فرمایا۔ اللہ نے تجھے جو میوہ دیا ہے ہمیں بھی کھلا۔

میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ خشک درخت ہوا ہو گیا۔ پھل لگ گیا۔ پھر پھل پک گیا۔ ہم نے کھجوریں کھائیں اور آگے

بڑھ گئے۔ کھجور کا درخت پھر پہلے جیسا ہو گیا۔

کچھ آگے بڑھے ایک ہرن آ گیا۔ اس نے امام صادق کے قدموں پر سر پر رکھ دیا۔ اور کچھ اداں اس کرنے لگا۔ آپ

نے فرمایا۔ ابھی مدینہ واپس جا کر کروں گا انشاء اللہ۔

ہرن واپس چلا گیا۔

میں نے عرض کیا۔ قبہ میرے واقعہ سے لے کر تمام واقعات ہی عجیب تھے لیکن سب سے زیادہ حیرت انگیز ہرن کا

واقعہ ہے۔ کیا اس نے آپ سے کوئی بات کی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

ہرن کہہ رہا تھا کہ میری مادہ کو مدینہ کے فلاں شکاری نے گرفتار کر لیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آپ

جانتے ہیں بچوں کو ماں ہی پال سکتی ہے۔ بہرہ بانی فنا کر آپ میری مادہ کو اس شکاری کو قید سے آزاد کر دیں۔ میں نے ہرن سے

وعدہ کیا ہے کہ میں مدینہ واپس جا کر انشاء اللہ کروں گا۔

جب ہم مدینہ آئے تو امام صادق اپنے گھر جانے کی بجائے اس شکاری کے گھر آئے۔ دق الباب کیا۔

شکاری باہر آیا۔

آپ نے پوچھا۔ کیا تو نے پچھلے دو تین دنوں میں کوئی ہرنی شکار کی ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبہ کی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اب تیرے پاس ہے۔

اس نے عرض کیا۔ ہاں حضور میرے پاس ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا فروخت کرے گا۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! خیال تو نہیں تھا۔ اگر آپ کو ضرورت ہے تو میں پیش کیے دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے ضرورت تو ہے اگر بخوشی فروخت کر دے۔

ٹھکاری نے قیمت مقرر کی آپ نے اسے رقم دی اور ہرنی کو ساتھ لے آئے۔ گھر پہنچنے کے بعد آپ نے ہرنی کو آزاد کر دیا۔

میں نے دیکھا آزاد ہونے کے بعد ہرنی نے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا۔ آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ جا تیرے بچے تیرے انتظار میں ہیں۔

میں نے دیکھا ہرنی کی آنکھوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ خاموش ہو کر واپس پلٹی اور صحرا کی طرف چلی گئی۔ پھر آپ نے فرمایا۔

الحمد لله كثيرا كما هو الله  
امر يحسدون الناس على ما اناهم  
الله من فضله -  
اے بچی تو نے قرآن میں یہ آیت پڑھی ہوگی  
کیا یہ لوگ اللہ کے ان بندوں سے حسد کرتے ہیں جن کو اللہ  
نے اپنی غایت سے بہت کچھ دیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ حضور! پڑھتا رہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ بھئی بخدا ہم ہی وہ ہیں جن سے حسد کیا جاتا ہے۔

خرانج میں علی ابن حمزہ سے مروی ہے کہ ایک سال مجھے مفرج امام صادق کے ساتھ نصیب ہوا۔ راستہ میں ایک جگہ بھوک لگی۔ آپ ایک کھجور کے پاس آئے۔ زیر لب کچھ پڑھا۔ میں نے دیکھا کھجور پر پھل لگ گئے۔ اور پک گئے۔

آپ نے فرمایا۔ ہمارے ہاتھ نہیں پہنچ رہے۔

کھجور کا درخت جھک گیا۔

آپ نے فرمایا۔ آکھائے۔ ہم نے کھجوریں کھا ئیں جب سیر ہو گئے تو درخت پہلے کی طرح خشک اور بے ثمر ہو گیا۔ اتنے میں ایک بدوی ہماری قریب آیا اور کہنے لگا۔

ایسا جادو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ ہم آل محمد ہیں۔ ہمارے میں نہ کبھی کوئی جادوگر رہا ہے اور نہ ہم جادو کرتے ہیں اللہ سے دعا مانگتے ہیں اللہ نوازش فرماتا ہے اور ہمارا کام ہو جاتا ہے۔



اس بدی نے کہا۔ جادو کے سوا ہم نے ایسے کرشمے نہ دیکھے ہیں نہ سنے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا جادو سے انسان جانور بن جاتا ہے؟

بدی نے کہا۔ نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تیری مرضی ہو تو میں اللہ سے دعا کروں اللہ تجھے کتے کی شکل میں مسخ کر دے۔

بدی نے کہا۔ اگر آپ ایسا کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ میں کتابنا قبول کر لوں گا۔

آپ نے دست دعا بلند کیے۔ چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ عرب گمنا بن گیا۔ اور دوڑ گیا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اجازت دیں ذرا میں اس کا تعاقب کر کے دیکھنا چاہتا ہوں کہاں جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ضرور جاؤ۔ ویسے یہ سیدھا گھر جائے گا دہاں کتوں کی طرح گھول گھول کرے گا۔ اس کے گھروالے

ڈنڈوں سے اس کی مرمت کریں گے۔ اور گھر سے بھگا دیں گے۔

میں اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا گیا۔ وہ سیدھا گھر گیا۔ جونہی اس کی بیوی نے دیکھا۔ اس نے ڈنڈا اٹھا لیا۔ اور باہر

بھگنے لگی۔ وہ بار بار گھستا چاہتا تھا۔

لیکن بیوی نے اسے اندر نہ جانے دیا۔

میں واپس آیا۔ ہم اس جگہ سے چل کر آگے بڑھے۔ دو تین دن بعد ایک جگہ ہم بیٹھے تھے کہ امام صادق نے فرمایا

اے ابن محمرہ آج وہ عرب بصورت کتا آ رہا ہے۔

میں نے دور سے دیکھا ایک کتا دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ امام صادق کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ بھوک سے بری حالت

تھی۔ کمر در ہو گیا تھا۔

آپ کے سامنے کھڑا ہو کر ایسے معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے رو رہا ہو اس کی آنکھوں سے پانی بے تحاشا بہہ چلا

جار رہا تھا۔

بالآخر امام کو ترس آ گیا۔ آپ نے دست دعا بلند کیے۔ وہ کتا پھر انسان بن گیا۔ جونہی انسان کی شکل میں آیا دوڑ کر

آپ کے قدموں پر گرا۔

آپ نے فرمایا۔ اب تیرا ایمان درست ہوا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اگر اب بھی میرا ایمان درست نہیں ہوا تو اور کس کا ہو گا۔ اب دنیا ماننے یا نہ ماننے میں

نے تو آپ اپنے ساتھ سب کچھ دیکھ کر مان لیا ہے۔ کہ واقعی آپ فرزند رسول۔ امام حق۔ اور حجت خدا ہیں۔ اب میرے

پاس نہ ماننے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔

خواجه میں داؤد دقتی سے مروی ہے کہ میرے دو بھائی بغرض زیارت روضۂ رسولؐ قاصد مدینہ ہوئے راستہ میں پانی

نہم ہو گیا۔ ایک کو پیاس نے بہت مجبور کیا کہ وہ نڈھال ہو کر بے ہوش ہو گیا۔

دوسرے کے پاس سوئے دعا کے اور کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ اس نے آئمہ اہل بیت سے استغاثہ شروع کیا۔ دوران استغاثہ ایک شخص آیا۔

اس نے پوچھا کیا بات ہے؟

میرے بھائی نے کہا۔ بتانے کی کیا ضرورت ہے۔

میرا بھائی شدت پیاس سے قریب المرگ ہے۔

اس نے کہا۔ گھبرات۔

پھر اس نے حبیب سے کسی درخت کی تروتازہ شاخ نکالی اور میرے بھائی کے منہ میں رکھ دی۔ کچھ دیر بعد

میرا بھائی اٹھ بیٹھا۔ پھر پورے سفر میں اسے پانی کی ضرورت نہ رہی۔

زیارت روضہ مصطفیٰ سے فراغت کے بعد امام صادقؑ کے پاس آئے۔ آپ نے خیر وعافیت کے بعد پوچھا۔ میں

نے شجرہ طوبی سے تروتازہ شاخ کا ایک ٹکڑا بھیجا تھا وہ کہاں ہے۔

میرے بھائی نے عرض کیا۔

حضور! جب میرا بھائی میرا ہو کر اٹھ بیٹھا تھا اس وقت فرط مسرت سے مجھے تو کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ مجھے

نہیں معلوم کہ وہ شاخ کہاں ہے۔

شاید ہم اسے وہیں بھول آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم ایسا ہی کرتے ہو جب مصیبت آجائے تو پکارتے ہو۔ جب مصیبت ٹل جائے تو پھر

بھول جاتے ہو۔

میرے بھائی نے معذرت کی۔

آپ نے فرمایا۔ معذرت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شاخ اس وقت بھی میرے پاس ہے۔ پھر آپ نے وہ شاخ

نکال کر میرے بھائی کو دکھائی۔

اس نے پہچان لی اور کہنے لگا اتفاقاً یہی شاخ تھی۔

ہم جیسے ہیں۔

خراج میں محمد ابن مسلم سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معلیٰ ابن خنیس روتا ہوا آیا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے۔

معلیٰ نے عرض کیا۔ قبیلہ باہر کچھ لوگ ہیں جو آپ کے شیعہ کہلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمدہ امامت کے سوا آئمہ کو ہم

پر کون سی تفصیلت حاصل ہے جیسے ہم ویسے وہ۔

آپ یہ سن کر کچھ دیر تو خاموش رہے پھر کھجوروں کا لشت منگوایا۔ اس میں سے کھجور کا ایک دانہ اٹھایا۔ اسے دو حصوں

میں تقسیم کیا۔ کھجور تادل فرمائی اور گٹھلی کو اسی جگہ زمین میں بودیا۔ اسی وقت اس گٹھلی سے کھجور کا پودا بھوٹا۔ جو ہمارے  
دیکھتے دیکھتے بڑا ہوا۔ اس پر پھل لگا۔ جو انہی لمحات میں پک گیا۔ آپ نے اس سے ایک دانہ کھجور کا توڑا۔  
اسے دو نیم کیا اس میں سے ایک سفید ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ معنی کو دیا اور فرمایا۔ اسے پڑھ لے۔ معنی نے پڑھا تو اس میں  
لکھا تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم لا اله الا الله محمد رسول الله -  
وعلى المرتضى والحسن والحسين ومحمد بن علي و  
جعفر بن محمد وموسى بن جعفر - وعلى ابن موسى - ومحمد بن علي وعلى ابن محمد وحسن بن علي والنجمة القائم كلمات الله واويلها  
حقاً حقاً -

پھر فرمایا۔ کوئی کیا کہتا ہے۔ اور کیا مانتا ہے تو اس کی پروا نہ کرو اپنا عقیدہ درست رکھ  
خواجه میں ہشام سے مروی ہے کہ جب کبھی امام صادق کو کچھ اشیاء کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ مجھے رقعہ تحریر فرماتے

اور میں رقمہ دیکھنے کے بعد ان کے حکم کے مطابق رقمہ کو پھاڑ ڈالتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے رقمہ لکھا میں نے پڑھا لیکن اس خیال سے نہ پھاڑا کہ اس رقمہ کو اپنے پاس تعویذ کے بطور رکھوں گا۔ جب میں امام صادقؑ کو ملا تو انہوں نے فرمایا: ہشتام تعویذ کے یہ ہیں تجھے کچھ اور دے دیں گے۔ میرے رقمہ کو پڑھنے کے بعد پھاڑ دما کر۔

خارج میں علی ابن میرہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں منصور کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے غلام سے کہا۔ میں اسی وقت امام صادقؑ کو بلاتا ہوں۔ جب وہ میرے پاس آجائے تو تلواریں برہنہ رکھنا میں اشارہ کروں گا۔ تو اسے قتل کر دینا۔

پھر منصور نے امام صادقؑ کو بلایا۔ جب آپ داخل دربار ہونے لگے۔ تو میں نے سنا آپ نے صرف یہ جملہ پڑھا۔

یا من یکفی خلقه کلہ ولا یکفیہ احد  
اکفتی من شرہ -  
آپ آگے آگئے منصور کا غلام آپ کے عقب میں تھا۔ میں نے اسے محسوس کیا جسے غلام کو منصور نظر نہ آتا تھا اور منصور کو غلام دکھائی نہ دیتا تھا۔

جب کافی دیر گز گئی۔ امام صادق کے ساتھ منصور کھڑا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اور بائیں دائیں بھی دیکھتا رہا۔ جب اسے غلام نظر نہ آیا تو تنگ آکر اس نے امام صادق سے کہا۔  
ایک ضروری کام کے لیے آپ کو اس گری میں تکلیف دی تھی۔ لیکن میرا خیال ہے ابھی قبل از وقت ہے۔

آپ جائیں آرام کریں۔

جونہی آپ دربار سے باہر گئے۔ منصور نے غلام سے کہا۔ تو کہاں دفع ہو گیا تھا۔ میں تجھے اشارہ کے لیے تلاش کرتا رہا۔

غلام نے کہا حضور! میں تو کہیں نہیں گیا۔ امام صادقؑ کے عقب میں کھڑا رہا۔ اور آپ کو تلاش کرتا رہا۔ آپ مجھے نظر ہی نہیں آئے۔

منصور نے کہا۔ اب اگر یہ واقعہ تو نے کسی کو بتایا تو تیری خیر نہیں۔

خواجه میں ہشام ابن حکم سے مروی ہے کہ ایک شخص امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ قید۔ میرا گھر ادھر دامن کوہ میں ہے میں چاہتا ہوں کہ یہاں مدینہ میں ایک مکان خرید لوں تاکہ جب کبھی یہاں آؤں تو مع اہل و عیال رہ سکوں۔

یہ دس ہزار درہم ہیں آپ مہربانی فرما کر کوئی مناسب مکان میرے لیے خرید لیں۔

آپ نے دس ہزار درہم لے لیے۔

وہ واپس چلا گیا۔

ایام حج میں مکہ میں وہی شخص ملا۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی تک مدینہ میں نے کوئی مکان نہیں خریدا۔ تجھ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں کہ کیا دنیا میں خریدے گا یا آخرت میں خرید لیا جائے تو وہ زیادہ بہتر نہیں ہوگا۔

اس نے عرض کیا۔ قید! اگر مکان آخرت میں مل جائے تو ہوگا تو یقیناً بہتر۔ لیکن مجھے اس کی ضمانت کون فراہم کریگا اور وہ کتنے رقبہ میں ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ ضمانت تو میں تحریری دوں گا۔ اور تیرے کورقبہ تو میں نہیں بتا سکتا۔ البتہ حدود دار بعد بتائے دیتا ہوں۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ حدود اربعہ ہی بتادیں۔

آپ نے فرمایا۔ جنت میں تیرے مکان کی ایک طرف غار رسولؐ۔ دوسری طرف خانہ امیر المومنین علیؑ تیسری طرف امام حسنؑ کا مکان اور چوتھی طرف امام حسینؑ کا دولت کدہ ہوگا۔

اس نے عرض کیا۔ حضور! مجھے قبول ہے آپ کچھ دیں۔

آپ نے اسے تحریر کر دیا۔

اور دس ہزار درہم سادات نبیؐ فاطمہؑ میں تقسیم کر دیئے۔

وہ تحریر لے کر چلا گیا۔ جب گھر پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ چند دن بیمار رہنے کے بعد فوت ہو گیا۔ وقت وفات اس نے

اپنے اہل خانہ سے قسم لی کہ امام صادقؑ کی یہ تحریر میرے کفن میں میرے ساتھ رکھو گے۔  
اہل خانہ نے وہ تحریر اس کے ساتھ دفن کر دی۔

دوسرے دن جب اس کے گھر والے اس کی قبر پر گئے۔ تو وہی تحریر قبر کے اوپر رکھی تھی۔ اور اس کے پچھلی طرف لکھا تھا۔

ہم نے جعفر ابن محمد کا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

بحاریں ابو صباح کثافی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی زیارت کو آیا۔  
زیارت کے بعد عرض کیا۔

قید ہمدان میں جعد ابن عبد اللہ میرا پڑوسی ہے جو دشمن امیر المؤمنین ہے اور ہر وقت سب کرتا رہتا ہے۔ اگر  
آپ اجازت دیں تو میں اسے قتل کر دوں؟

آپ نے فرمایا۔ اسلام نے اس قسم کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ اللہ خود اسے کافی ہے۔  
ابو صباح کہتا ہے کہ جب میں واپس آیا۔ اور نماز صبح کے لیے اٹھا۔ تو میں نے منادی سنی کہ جبار بن جعد ابن عبد اللہ  
اپنے بستر پر سوچ کر پکا ہو گیا ہے اور مر گیا ہے۔

اس کے جنازہ پر جانے والوں نے بتایا کہ جب اسے چارائی سے اٹھایا جانے لگا۔ تو اس کا گوشت ہڈیوں سے  
جدا ہو کر بکھر گیا۔

اہل خانہ نے چارپائی کو زمین پر الٹ دیا۔ دیکھا تو نیچے سیاہ ناگ پڑا تھا۔

چونکہ وہ غسل کے قابل رہا تھا اور نہ کفن کے قابل۔ اس کے سترے ہوئے گوشت اور ہڈیوں کی گٹھری باندھ کر اسے  
گڑھے میں ملا جنازہ ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔

خواجه میں مقض ابن عمر سے مروی ہے کہ منصور نے اپنے والی مکہ مدینہ کو حکم دیا کہ جب  
جعفر ابن محمد اپنے اہل و عیال سمیت گھر میں ہوں اس وقت ان کا گھر جلا دے۔  
والی نے رات کے وقت گھر کو چاروں طرف سے آگ لگوا دی۔

ہم نے دیکھا۔ امام صادقؑ نے اپنے اہل و عیال سے فرمایا۔ اطمینان سے بیٹھ رہو۔ ڈرنے اور بھاگنے کی  
ضرورت نہیں ہے۔

انہیں یہ حکم دے کر خود اٹھے اور آگ پر چل کر فرمانے لگے۔ انا ابن ابراہیم خلیل اللہ۔ پورے  
مدینہ والوں نے دیکھا کہ آگ کے شعلے تو بھڑکتے رہے۔ لیکن نہ تو دروازے جلے اور نہ ہی مکان کو کسی قسم کا کوئی  
نقصان پہنچا۔

اصول کثافی میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادقؑ منصور کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک سائل آیا۔

پہلے تو اس نے منسوب کچھ مانگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر اس نے امام صادق ؑ سے مانگ لیا۔  
آپ نے قریب ہی فرش سے ریت کی تین مٹھیاں بھر کے اسے دیں۔ اور فرمایا۔ ہنگا کرنا۔  
وہ ریت لے کر باہر نکلا۔ تو منصور نے ایک غلام سے کہا۔ یہ تو مٹی لے کر جا رہا ہے۔ اسے کیا کرے گا۔ اگر مانگنا ہی تھا تو  
بادشاہ سے مانگنا جو کم از کم تجھے کچھ رقم ہی دے دیتا۔  
اس نے جواب دیا۔ میں نے اس سے مانگنا ہے۔ جس کی عطا پر مجھے یقین ہے۔  
وہ گھر آیا۔



حیدرآباد الحنفیہ، پرنٹ نمبر ۸۱-۸۲

بیوی نے پوچھا۔ یہ کس نے دی ہے۔

اس نے کہا۔ امام صادق ؑ نے۔

بیوی نے پوچھا۔ انہوں نے کچھ کہا بھی تھا؟

اس نے کہا۔ ہاں صرف اتنا کہا تھا کہ۔ ہنگا کرنا۔

بیوی نے کہا۔ وہ صادق ؑ ہے۔ ایک چٹکی سی اٹھائے اور کسی اہل معرفت کے پاس جا کر بیچ مجھے اس مٹی سے  
دولت کی بو آ رہی ہے۔

اس نے ایک چٹکی اٹھائی۔ اور صراف بازار میں چلا گیا۔ دو چار صرافوں کو دکھائی۔ ایک یہودی صراف نے پوچھا۔ کیا یہی

ہے یا اور بھی ہے۔

اس نے کہا۔ اور بھی ہے۔

یہودی نے کہا۔ اس چٹکی کے دس ہزار درہم دیتا ہوں۔ اگر اور ابھی دینا چاہے تو اس کے وزن سے دس ہزار

فی چٹکی دوں گا۔

اس نے وہ خاک دے دی اور کئی لاکھ درہم لے کر گھر آ گیا۔

اصول کافی میں یزید ابن عمر ابن ابیہرہ کے غلام وفید سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ یزید مجھ پر برہم ہو گیا۔ اور اس  
نے قسم کھائی ہے کہ قتل کیسے بغیر مجھے نہیں چھوڑے گا۔ میری آنکھوں کے سامنے دنیا تاریک ہو گئی۔ مجھے اور کوئی  
جائے پناہ نہ ملی۔ میں سیدھا امام صادق ؑ کے پاس آیا۔ اور انہیں تمام واقعہ بیان کر کے ان سے پناہ کی درخواست  
کی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ تو واپس جا۔ اور یزید کو میرا سلام کہنا۔ اور اسے کہنا کہ ہم نے تیرے غلام وفید کو پناہ دی ہے تو

اس سے کوئی برا سلوک نہ کرنا۔

میں نے عرض کیا۔ قیدہ شافی خبیث ہے۔ آپ کا دشمن ہے۔ وہ کب مانے گا۔

آپ نے فرمایا۔ تو واپس جا اور میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کر۔

میرے پاس اب اس کے سو کوئی چارہ نہ تھا۔  
 چنانچہ میں واپس آیا، صحرائیں آ رہا تھا۔ ایک عرب کاہن ملا۔ اس نے مصافحہ کیا۔ اور کہنے لگا مجھے ہاتھ ایسے نظر  
 آ رہے ہیں جیسے مجھے قتل کر دیا جائے گا۔  
 پھر اس نے کہا۔ فرادایاں پاؤں جوتے سے نکال۔  
 میں نے پلاں نکالا۔  
 اس نے کہا۔ پاؤں بھی مقتول شخص جیسے ہیں۔  
 پھر اس نے کہا۔ ذرا پشت سے کپڑا ہٹا۔  
 میں نے پشت سے کپڑا ہٹا یا۔  
 اس نے کہا۔ پشت بھی مقتول کی نظر آتی ہے۔  
 پھر اس نے کہا۔ زبان نکال۔  
 میں نے زبان نکالی۔

وہ بے ساختہ کہنے لگا۔ جہاں جا رہا ہے۔ وہیں جا تجھے کوئی خطرہ نہیں۔ تیری زبان پر مجھے ایسا پیغام نظر آ رہا ہے  
 کہ اگر پہاڑ کو دے دے تو اپنی جگہ چھوڑ دے۔  
 میں شام میں آیا۔ دربان سے اجازت مانگی۔ جب اندر گیا۔ تو زید بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔  
 خائن کو اس کے قدم بالآخرے کے آہی گئے ہیں۔  
 میں خاموش رہا۔

اس نے جلاو کو حکم دیا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر ابھی اسی جگہ قتل کر دے۔  
 میرے ہاتھ پاؤں بندھ گئے۔ وہ چمڑا لایا گیا جس پر قتل کیا جاتا تھا۔ جلاو نے تلوار میان سے نکال کر کہا۔  
 میرے دل میں نہ کوئی ڈر تھا اور نہ خوف۔ جب جلاو تلوارے کر میرے قریب آیا۔  
 تو میں نے کہا۔

اے امیر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا کوئی آدمی مجھے گرفتار کر کے نہیں لایا۔ میں خود ہی آیا ہوں۔  
 زید نے کہا۔ جب موت آنی جاتی ہے تو مرنے والا خود چل کر موت کی آغوش میں آ جاتا ہے۔

میں نے کہا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ مجھے میری زندگی یہاں لے کر آئی ہو۔ آپ دیکھ رہے ہیں میرے ہاتھ پاؤں بندھ  
 چکے ہیں۔ اس وقت میں کہیں بھاگ نہیں سکتا  
 زید نے کہا۔ ہاں۔

میں نے کہا۔ میرے پاس آپ کے نام ایک پیغام ہے۔ جلاو کو حکم دیں۔ ذرا دور ہو جائے۔ میرا پیغام سن لیں۔ بعد میں

جیسے آپ کا جی پاب ہے کریں۔ میں کوئی رکاوٹ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔

یزید نے کہا: بتا کیا پیغام ہے۔

میں نے کہا: میں تنہائی میں دوں گا۔

یزید نے تمام دوسرے بیٹھنے والوں کو باہر چلے جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے۔

پھر میں نے امام صادقؑ کے سلام اور پیغام دیا۔

یزید نے تین دفعہ قسم کے ساتھ مجھ سے پوچھا۔

میں نے تینوں مرتبہ قسم دے کر بتایا۔

یزید نے خود اٹھ کر میرے ہاتھ پاؤں کھولے۔ اور کہا: اب جب تک تو مجھے اسی طرح نہیں باندھے گا میں راضی نہیں ہوں گا۔

بالآخر جب اس نے اصرار کیا تو میں نے پہلے اسے باندھا پھر کھولا۔ پھر یزید نے مجھے کہا: اب امیر میں نہیں تو امیر ہوگا۔ جیسے کہے گا ویسے تعمیل ہوگی۔

## امام اور منصورؑ

شیخ صدوقؑ نے امالی میں محمد بن طلحہ ثنائی نے مطالب السؤل میں اور علی بن موسیٰ نے مہج الدعوات میں منصورؑ کے وزیر ریح سے روایت کی ہے کہ۔

ایک سال منصورؑ پر آیا تھا۔ دشمنان آل محمدؑ نے اس کے کان بھرے ہوئے تھے۔ اور وہ امام صادقؑ سے کافی ناراض تھا۔

اس نے مجھے حکم بھیجا کہ: جعفر بن محمد کو پاب بچلان میرے پاس بھیج۔ اور لانے والے ایسے ہوں جو تمام راستہ میں اسے سکھ کا سانس نہ لینے دیں۔

مجھے خیال تک نہ رہا۔ اور میں منصورؑ کا یہ حکم بھول گیا۔

پھر دوسرا حکم دیا۔ میں اسے بھی بھول گیا۔

پھر تیسرا حکم آیا۔ جن میں منصورؑ کھل کر مجھ پر برتا تھا۔

میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ انہیں تمام حالات بتائے اور عرض کیا: آپ اہل خانہ کو وصیت کر کے جائیں اب کے مجھے ایسے لگتا ہے کہ آپ کو شہید کر دیا جائے گا۔



آپ خاموشی سے چلے آئے۔ جب منصور کے پاس آئے میں اس وقت منصور کے پاس بیٹھا تھا۔ منصور غصہ سے  
 ماگل ہو رہا تھا۔

جو نبی امام صادقؑ اس کے سامنے آئے۔ اس نے انتہائی جدت سے کہا۔  
اے جعفرؑ آپ کو معلوم ہے کہ نبی اکرمؐ نے آپ کے دادا علیؑ سے کہا تھا کہ اگر میں تیرے وہ فضائل بیان  
کروں جو اللہ نے تجھے دیے ہیں تو میری امت کے لوگ اس طرح تیرے قدموں کی خاک کو چاٹیں گے کہ طرح  
نضاری عینی کے قدموں کی مٹی کو آنکھوں سے لگاتے ہیں۔  
تیرے دادا نے متعدد مرتبہ کہا ہے۔ میرے سلسلہ میں دو قسم کے افراد غالی محب اور دشمن جہنم  
جائیں گے۔

تجھے معلوم ہے کہ علیؑ نے یہ جملہ صرف اس لیے کہا تھا تاکہ لوگ اس کے متعلق حد سے تجاوز نہ کریں۔

اور اگر حضرت عیسیٰ اس عقیدہ کے جواب میں خاموش ہو جائے جو نصاریٰ نے ان کے سلسلہ میں اپنا رکھا تھا تو یقیناً اللہ انہیں اس خاموشی کی سزا دیتا۔  
گذشتگان تو اس طرح کریں۔ اور آج تیرے متعلق تیرے شیعہ پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ اور تو خاموش بیٹھاں رہا ہے۔ گویا تو شیعوں کی اس عقیدہ پر راضی ہے کہ جب عوام اور جاہل شیعہ کہتے ہیں کہ جو حق صادق زمانہ کا بہترین فرد اور زمانہ کی عزت ہے۔

جعفر صادقؑ روئے ارض پر حجت خدا ہے۔  
جعفر صادقؑ احکام الہی کا ترجمان اور علم خالق کا خزانہ ہے۔

جعفر صادقؑ اللہ کا میزانِ عدل ہے۔  
 جعفر صادقؑ اللہ کا وہ نور ہے جس کی روشنی میں چلنے والے تاریکی سے نکل کر مقاماتِ نور میں  
 پہنچے ہیں۔

جو شخص جعفر صادقؑ کے داد اعلیٰ کی ولایت کا قائل نہ ہو اللہ اس کے اعمال قبول نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی میزان پر توے گا۔

لوگ تیری طرف وہ باتیں منسوب کر رہے ہیں جو تجھ میں نہیں ہیں۔ لوگ تجھے حد سے زیادہ بڑھا رہے ہیں اور تو خاموش بیٹھا ہے۔

کیا تجھے معلوم نہیں کہ سب سے پہلا حق کہنے والا آپ کا جدا مجد تھا اور اس کی سب سے پہلا تصدیق کرنے والا بھی آپ کا جدا مجد تھا کیا تیرا حق نہیں بنتا کہ تو ان کی سیرت پر عمل کرتا۔

امام صادق نے فرمایا۔

منصور! میں شجرہ نبویہ کی شاخ ہوں۔ میں بیت النبوة کی ایک روشن کرن ہوں۔

میں سفرائے خاق میں سے ایک ہوں۔ میں شریف گود کا پروردہ

ہوں۔ میں ان چراغوں میں سے ایک ہوں جنہیں اللہ نے روشن کیا ہے۔

میں اللہ کا کلمہ باقیہ ہوں۔

منصور نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: خدا معلوم اس شخص میں کیا ہے کہ میں جب بھی اس سے بات کرتا ہوں مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ایسا سمندر ہے جس کی نہ گہرائی کا علم ہے اور نہ وسعت کا۔ سوائے دیانت شرف: علم، حلم اور کرم کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں۔

امام صادق نے فرمایا: منصور تجھے جو بھی اپنے رشتوں کے خلاف آمادہ کرے یقین سمجھ لے وہ تیرے قتار تیرے اقتدار، تیری عزت، تیری حکومت، اور تیرے منصب کا مخالف ہے کیا تو نے اللہ کا یہ حکم نہیں پڑھا: جب کوئی فاسق اطلاع کے آئے تو پہلے اس اطلاع کی صداقت پر کھ لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جذبات کی رویں قدم اٹھا بیٹھو جس کے بعد ندامت ہو۔

بنی ہاشم تیرے معاون ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تیرے اقتدار کا دشمن نہیں آج تیرا تو حق تھا کہ اگر کوئی قطع رحمی کرتا تو خود صدر رحمی کرتا۔ جن لوگوں نے تجھے محروم رکھا تھا تو انہیں عطا کرتا۔ جن لوگوں نے تجھ پر حکم کیا تھا تو ان کو معاف کرتا۔ صدر رحمی کیا کر۔ اللہ تیری عمر میں اضافہ کرے گا منصور اٹھا۔ امام صادق کا گلے لگایا۔ اپنے ساتھ سند اقتدار پر بٹھایا، اور کہنے لگا: آپ نے مجھے بہت بڑی نصیحت کر دی ہے۔

آپ نے میرے خوابیدہ ذہن کو جگا دیا ہے۔

پھر ربیع سے کہا: امام صادق کو ز اوراہ دے۔

ربیع کہتا ہے کہ جب آپ منصور کے پاس سے اٹھے تو میں نے پوچھا:

حضور! مجھے معلوم ہے کہ منصور آپ کے آنے سے پہلے کس طرح کھول رہا تھا۔ اور اب بھی میں نے دیکھا ہے کہ وہ ہوم ہو گیا ہے۔

آپ نے کیا دم کیا ہے۔

امام صادق نے فرمایا: ربیع میں نے کیا دم کرتا۔ جب میں منصور کے پاس آنے لگا تو میں نے اللہ سے

یہ دعا کی تھی۔

اللہم احفظنی بعینک الی لا تنام۔ اے اللہ اپنی نہ سونے والی آنکھ سے میرا تحفظ فرما

وَإِكْتَفَى بِرُكْنِكَ الَّذِي لَا يَرَامُ -

مجھے اس طاقت سے تحفظ دے جس کا کوئی بھی ارادہ  
تیک نہیں کر سکتا۔

اللهم انت اكبر واجل لما اخاف واحذر.

اے اللہ! جن سے میں گھبراتا ہوں تو ان سے کہیں اہل ہے

اللهم بك ودفع في نحره -

اے اللہ! میں تیرے نام اس کے سینہ پر مارتا ہوں اور

واستعين بك من شره -

اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اس دعا کے بعد تو نے دیکھ لیا کہ وہ پہلے کس طرح تھا اور اب کس طرح ہو گیا ہے۔

۲۔ امام صادقؑ دوسری مرتبہ دربار منصور میں:

مہیج الدعوات میں رنج سے مروی ہے کہ ایک سال مجھے منصور کے ساتھ حج پر آنے کا اتفاق ہوا راستہ میں منصور نے مجھے کہا۔

ربیع! جب مدینہ پہنچیں تو مجھے جعفرؑ اُس محمدؐ یاد دلانا۔ میں سمجھتا ہوں میرے سوا اُسے کوئی بھی قتل نہیں کرے گا۔

اور جب تک جعفر زندہ ہے اس وقت ہماری حکومت کو استحکام نصیب نہیں ہوگا۔

میں نے کہا۔ میں ضرور یاد دلاؤں گا۔

جب مدینہ پہنچے تو مصروفیات کچھ اس قدر بڑھیں کہ مجھے امام صادقؑ تو بجائے خود مجھے اپنا بھی ہوش نہ رہا۔

تے ہوئے راستہ میں منظور نے کہا۔

ربیع میں نے تجھے مدینہ پہنچنے سے قبل کہا تھا کہ مدینہ میں مجھے جعفرؓ ابن محمدؓ یاد دلانا۔ لیکن تو نے یاد بھی

دولت

اب جب کہ سے واپس مدینہ جائیں گے تو یاد دلانا، اگر آپ کے تو نے مجھے یاد نہ دلایا تو میں تجھے قتل

لوں گا۔

میں نے کہا اب کے ضرور یاد دلاؤں گا میں نے اپنے تمام غلاموں سے کہہ دیا کہ واپس مدینہ آنے کے بعد مجھے

بن محمد یادولانا ۔

جب واپس ہوئے تو تمام راہ میں میرے غلام مجھے یاد دلاتے رہے۔ جب مدینہ پہنچ گئے۔ تو میں نے منصور

دولدار۔

منصور نے ہنس کر کہا۔ ہاں جا اور اسے لے کے آ۔ لیکن اسے یوں نہ لانا۔ کیڑے اور کھینچ کے لے آ۔

میں نے کہا۔ تعمیل حکم کروں گا۔

میں امام صادق کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔

قبضہ منصور نے بلایا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ٹھیک میں چلتا ہوں۔ میں تیار ہوں۔

آپ میرے ساتھ چلنے لگے۔

میں نے کہا۔ قبضہ منصور نے کہا تھا۔ پکڑ کے اور کھینچ کے لانا۔

آپ نے فرمایا۔ پھر تجھے تعمیل کرنا چاہیے۔

میں نے آپ کے دامن عبا سے پکڑ لیا۔ اور اس طرح چلنے لگا جس طرح میں انہیں لے جا رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا

تھا۔ امام کے لب ہل رہے تھے۔ جب منصور کے پاس پہنچے۔ تو اس نے حلاوت کو پہنے ہی بلایا ہوا تھا۔

خونہی امام صادق منصور کے سامنے گئے۔ وہ اٹھا۔ آپ کو گلے لگایا۔ اپنے قریب مسند پر بٹھایا۔ اور

احوال پرسی کی۔

پھر مجھے کہا۔ ربیع ایک تھیلی ایک غلت اور کچھ دوسرے لباس جعفر کو دے دے۔

میں حیران تھا کہ جب سامنے نہیں ہوتا تو قتل کے منصوبے بنا تا ہے اور جب سامنے آجاتے ہیں تو انعام و

اکرام دیتا ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ آپ واپس جانے کے لیے اٹھے۔

منصور نے مجھے کہا۔ جا جعفر ابن محمد کو ان کے گھر تک چھوڑ کے آ۔

میں آپ کے ساتھ ہوا۔ راستہ میں میں نے عرض کیا۔ قبضہ منصور کے ارادہ سے تو میں پہلے واقف تھا بلکہ صرف

میں ہی کیا۔ جو بھی منصور کے ساتھ رہتے ہیں وہ ب واقف تھے۔ اور ہمیں یقین تھا کہ اب کے وہ قتل کیے بغیر آپ کو

واپس نہیں جانے دے گا۔ جب میں آپ کے ساتھ جا رہا تھا۔ تو میں دیکھ رہا تھا آپ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے۔ آپ

کیا پڑھ رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ ربیع! میں حرف۔ حسبی الرب من المرئوبین۔ حسبی الخالق من المخلوقین۔ پڑھ

رہا تھا۔

۳۔ امام صادق تفسیری مرتبہ دربار منصور میں:

بیچ الدعوات میں ابراہیم ابن جبر سے مروی ہے کہ ایک سال جب امام صادق ربذہ میں تھے منصور نے بھی چند دن

وہیں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

جب ربدہ میں منصور کا قیام ہو گیا تو کہنے لگا۔

کوئی ہے جو جعفر ابن محمد سے میری جان چھڑا دے۔ یہ عجیب شخص ہے جو کہتا ہے کہ اگر عبد اللہ ابن حسن کامیاب ہو گیا تو حکومت میری ہوگی۔ اور اگر وہ مارا گیا تو میں محفوظ ہوں۔ بخدا اب اسے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

منصور نے مجھے کہا۔ اسے ابن جلد جا اور جعفر کے گلے میں رسی ڈال کرے آ۔

میں آپ کے مکان پر آیا۔ وہاں نہ تھے۔ پھر مسجد میں آیا دیکھا تو آپ دروازے پر اس طرح کھڑے تھے جیسے میرے انتظار میں ہوں۔

میں شرم کے مارے وہ کام تو نہ کر سکا۔ جو منصور نے کہا تھا۔

میں نے کہا حضور! آپ کو منصور نے یاد کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میں تیرے انتظار میں تھا۔ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دے پھر چلتے ہیں۔

آپ مسجد کے اندر گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ کوئی دعا مانگی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ پھر آپ باہر آئے اور مجھے فرمایا۔

تو منصور کے حکم تعمیل کر جیسے اس نے کہا ہے مجھے ویسے چل۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ فرزند رسول ہیں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور منصور کے پاس لے کر چلا۔

جب میں دروازہ میں داخل ہونے لگا۔ تو آپ کا ایک جملہ میں نے سنا۔ یارب جبرائیل و میکائیل۔ اتنے میں منصور کے سامنے آگئے۔ منصور لیٹا ہوا تھا۔

جو نبی اس نے آپ کو دیکھا۔ اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا۔

کیا یہ سچ ہے کہ عبد اللہ ابن حسن کو آپ اس لیے آگے بڑھا رہے ہیں کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو حکومت آپ کو ملے گی اور اگر وہ ناکام ہو گیا تو آپ محفوظ رہیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ منصور میں نے پہلے بھی تجھے کہا تھا۔ اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ چغخوروں سے بچ کے رہنا۔ وہ لوگ تمہاری حکومت پسند نہیں کرتے۔ اور تمہیں آپس میں لڑا کر کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس قسم کی بات

نہ پہلے کبھی کی ہے اور نہ ہی آئندہ ایسا ارادہ ہے۔

منصور نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ آرام فرمائیں۔

جب آپ واپس چلے گئے تو منصور نے عیسیٰ ابن علی سے کہا۔ جا کر ذرا جعفر سے پوچھ لے۔ عبد اللہ ابن حسن

میرا خیر خواہ ہے یا امام صادق کا؟

عسلیٰ کا بیان ہے کہ ابھی آپ راستہ میں تھے۔ میں نے کہا: منصور پوچھ رہا ہے۔ بعد اللہ میرے ساتھ ہے۔ یا آپ کے ساتھ ہے؟

امام صادقؑ نے فرمایا: وہ میرے ساتھ ہے۔

جب میں نے واپس آکر منصور کو بتایا تو اس نے کہا: جعفرؑ نے سچ کہا ہے۔ بعد اللہ اسی کے ساتھ ہے۔

## ۴۔ امام صادقؑ چوتھی مرتبہ دربار منصور میں!

مہیج میں ربیع نے ابراہیم ابن جلد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ منصور نے مجھے مدینہ سے امام صادقؑ کو گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا۔

میں تعمیل حکم کی خاطر مدینہ گیا۔

امام صادقؑ کو واقعہ بتایا۔ آپ تیار ہو گئے۔ اور میرے ساتھ چلے آئے۔ جب ہم بغداد دربار پر پہنچے تو میں نے امام صادقؑ کو باہر بٹھایا۔ خود اندر آیا۔ منصور کو بتایا۔

منصور نے سیب ابن زہیر کو بلوایا۔ اسے تلوار دی اور کہا: جب جعفرؑ اندر میرے سامنے آئے اور میں تجھے اشارہ کر دوں تو اسے قتل کر دیتا۔

میں واپس آیا۔ آپ سے عرض کیا: یہ ظالم آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ بہت غصہ میں ہے۔ اگر کوئی وصیت ہو تو مجھے کر دیں۔

آپ نے فرمایا: ذرا مجھے اس کے سامنے جانے دے۔ اگر ٹھنڈا نہ ہوا تو میں اس سے وصیت کی اجازت مانگ لوں گا۔ آپ اٹھے اور زیر لب کوئی دعا پڑھی۔ جسے میں نہ سمجھ سکا میں دیکھ رہا تھا۔ جیسے آپ منصور کے قریب ہوتے گئے۔ اسی کا غصہ ماند پڑتا گیا۔ جب آپ بالکل اس کے قریب پہنچ گئے۔ تو مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے بھڑکتی آگ پر کسی نے نموں پانی ڈال دیا تو۔

منصور نے انتہائی انکساری سے کہا:

اے جعفرؑ! میں نے آپ کو صرف اس لیے تکلیف دی ہے کہ آپ سے چند گلے کر لوں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے پچازاد اولاد حسن میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ اگر میرے علاوہ کوئی اور حکمران ہوتا تو یہ لوگ خاموشی سے اس کے مطیع ہوتے۔

آپ نے فرمایا: منصور مجھے اپنے آباء کے ذریعہ سرور انبیاء سے چند احادیث موصول ہوئی ہیں جن کا تعلق صلہ رحمی

سے ہے اگر تو کہے تو سنا دوں؟

منصور نے کہا۔ ضرور سنائیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے نبی مانا کا ارشاد ہے۔ نیکی اور صلہ رحمی سے عمریں اضافہ ہوتا ہے اور دولت میں ترقی ہوتی ہے۔

میرے نانا نے فرمایا ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ملک الموت اسے بھول جائے اور بیماری اس کے قریب نہ آئے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

میرے نانا نے بتایا ہے کہ شب معراج میں نے ایک شخص کو عرض الہی سے چٹ کر قطع رحمی کرنے والے کا شکوہ کرتے ہوئے دیکھا تو۔ میں نے جبریل سے پوچھا۔ اس کے درمیان اور جس کا شکوہ کر رہا ہے اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

جبریل نے بتایا۔ سات پشتوں کا۔

منصور نے ابراہیم کو حکم دیا کہ جعفر کو اچھی سواری اور چار ہزار دینار دے کر واپس کر دو۔

بعد میں میں نے عرض کیا۔ حضور! وہ ظالم تو بڑے عنصر میں تھا آپ نے کیا کیا کہ وہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔

اپنے فرمایا۔ مجھے کیا کرنا تھا۔ میں نے اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر دیے تھے۔ اللہ نے اپنی قدرت سے سب کچھ کیا۔

امام صادق پانچویں مرتبہ دربار حضور میں!

مہینہ الدعوات میں محمد ابن ربیع سے مروی ہے کہ منصور نے ہفتہ میں ایک دن یوم ذبح کے نام سے مقرر کر رکھا تھا۔

اس دن منصور اپنے محل کے سرخ قہر کے نیچے بیٹھا تھا۔ اور اپنے سیاسی مخالفین کو قتل کرتا تھا۔ اور یہ ان دونوں کی بات ہے جب محمد ابن عبداللہ ابن حسن اور ابراہیم ابن عبداللہ ابن حسن منصور کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے تھے۔

منصور کے حکم کے مطابق امام جعفر مدینہ سے بغداد آئے ہوئے تھے۔ پورا دن اور رات کا کافی وقت منصور نے اسی مذبح میں گزارا۔

جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو میرے باپ ربیع کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

ربیع تھے معلوم ہے کہ میں تیرا کتنا احترام کرتا ہوں۔ اور مجھے میرے نزدیک کتنا مقام حاصل ہے؟

میرے باپ نے کہا۔ آپ کی عنایت ہے۔

منصور نے کہا۔ میرے سیاسی مخالفین بڑھتے جا رہے ہیں اور اس سلسلہ میں مجھے تیرے تعاون کی ضرورت بھی ہے۔

میرے باپ نے کہا۔ آپ کے حکم کو بلا تعمیل نہ پہنچے چھوڑا ہے ناب چھوڑوں گا۔

منصور نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے جعفر صادق کو مدینہ سے بلایا ہوا ہے؟

میرے باپ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

منصور نے کہا۔ مجھے چند ایسے خطوط ملے ہیں جو جعفر صادقؑ نے اپنے خراسان کے موابیوں کو لکھے ہیں۔ اور انہیں میری بغاوت پر آمادہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں آج جعفر کا قبضہ تمام کر دوں۔

میرے باپ کا بیان ہے کہ میں نے دل میں انا لہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور منصور سے کہا۔ اگر جعفر صادقؑ ان خطوط سے انکار کر دے تو؟

منصور نے کہا۔ وہ انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسی کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔

میرے باپ نے کہا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ جعفرؑ کے کچھ جذباتی شیعوں نے جعفرؑ کے نام سے لکھے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بنی امیہ کے خیر خواہ میں سے جو سازشی روپوش ہیں انہوں نے یہ شرارت کی ہو۔

منصور نے کہا۔ بہر صورت جو بھی ہو۔ خواہ سازش ہے یا کچھ اور ہو تو جعفرؑ کے نام سے رہی ہے۔ میں بھی اس قصہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آئندہ نہ کسی کی سازش کا مایاب ہو اور نہ جذباتی شیعوں کو بھی ایسا موقع ملے۔

میرے باپ نے کہا۔ جیسے آپ کی مرضی۔

منصور نے کہا۔ اس وقت رات کافی گزر چکی ہے۔ اسی وقت جا۔ جعفر کا دق الباب نہ کرنا۔ دیوار پھاند کر اندر جانا اور جس حال میں ہو اسی حال میں گرتا کر کے لے آ۔

میرا باپ وہاں سے اٹھا۔ اس نے مجھے بلایا اور کہنے لگا۔

حمد اس وقت میں دوبا ہے پر کھڑا ہوں۔ ایک طرف فرزند رسول کی زندگی ہے اور دوسری طرف میری اور تمہاری زندگی ہے۔

اگر منصور کا حکم مان کر جعفرؑ کو گرتا کر کے لاتا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ وہ امام جعفرؑ کو قتل کر دے گا۔

آخرت چلی جائے گی۔ اور اگر گرتا نہیں کرتا تو منصور نہ صرف مجھے بلکہ تم سب بھائیوں کو بھی تختہ دار پر چڑھا دے گا۔

میں نے کہا۔ بابا جان! میں آپ کے حکم کا پابند ہوں اپنے تمام بھائیوں کی نسبت میں ذرا زیادہ سنگدل تھا۔ کافی



دیر سوچنے کے بعد بابا نے کہا۔

بیٹے دنیا گزارنا بھی بڑا مشکل ہے۔ جا جعفرؑ کو گرفتار کر کے لے آ۔ ہاں یہ یاد رکھنا جس حالت میں ہو اسی حال میں گرفتار کر رکھ لانا۔

میں نے آٹھ دس سپاہی لیے۔ انہیں سیڑھی لانے کو بھی کہا۔ ہم گئے۔ سیڑھی لگائی۔ دیوار پھانسی میں نے دیکھا تو امام صادقؑ نے ایک ڈھیدا ڈھالا کرتے ہیں رکھا تھا۔ اور لنگ باندھے ہوئے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں رک گیا۔ جب انہوں نے نماز ختم کی تو میں نے کہا۔

آپ کو منصور نے یاد کیا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے میں کپڑے پہن لوں۔

میں نے کہا۔ مجھے حکم بھی ہے کہ جس حالت میں آپ ہوں اسی حالت میں آپ کو لایا جائے۔ مجھے یہ اجازت نہیں کہ آپ اپنی اس حالت میں کوئی تبدیلی کریں۔ آپ کو اسی وقت اسی حالت میں چلنا ہوگا۔ امام صادقؑ نے یہ شکوہ ہم نہ کیا۔ کہ تم نے حق الباب کیوں نہیں کیا۔ دیوار پھانسی کیوں آئے ہو خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگے۔

میں نے دیکھا آپ کا سن ستر برس سے اوپر تھا۔ اور ہمارے ساتھ چلتے ہوئے تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ مجھے ترس آگیا۔ میں نے ایک سپاہی سے کہا۔ امام صادقؑ کو اپنے گھوڑے پر بٹھادے تو کسی اور کے ساتھ بیٹھ جا۔ جب ہم دربار پر پہنچے تو میں نے دیکھا میرا باپ منتظر تھا۔

امام صادقؑ نے میرے باپ سے کہا۔ تیرے بیٹے نے تو مجھے کپڑے بھی نہیں بدلنے دیئے۔ اگر تو اجازت دے تو میں دور کت نماز پڑھ لوں۔

میرے باپ نے کہا۔ منصور اس وقت غصہ میں ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ لیکن بہر حال آپ نماز پڑھ لیں۔

امام صادقؑ نے انتہائی اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک طویل دعا بھی مانگی۔ اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

میرے بابا آگے چلے ہم پیچھے تھے۔ درمیان میں امام صادقؑ تھے جب منصور کے سامنے ہوئے تو انہوں نے زیر لب پھر کچھ پڑھا شروع کر دیا۔

جب منصور کے روبرو جا کے کھڑے ہوئے تو منصور نے کہا۔ اے جعفرؑ آپ کیوں لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں؟

امام صادقؑ نے فرمایا۔ میں قبل ازیں چار مرتبہ تجھے بتا چکا ہوں کہ سیاسی لحاظ میں گوشہ نشین ہوں۔ اگر کوئی میرے نام

سے کرتا ہے اس کا حجاب وہ میں نہیں ہوں۔

منصور نے کہا: میرے پاس آپ کے لکھے ہوئے خطوط ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا: منصور میں نہیں سمجھتا کہ کیوں اس قدر احساس عدم تحفظ میں مبتلا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں خراساں کے شیعوں کو خط لکھوں اور وہ خط مجھے بھیج دیں۔ آپ اس پہلو پر کیوں نہیں سوچتے کہ جو آپ کو اپنے خاندان کے خلاف آمادہ پیکار کر رہے ہیں وہی از خود خط لکھتے ہیں۔ اور پھر آپ کو دے دیتے ہیں۔

منصور نے بالشت بھرتواریام سے لگالی اور کہا: آپ درست نہیں کہہ رہے۔ یہ خط جعلی نہیں ہیں۔ پھر تلوار کو میان میں ڈال لیا۔

امام صادقؑ نے فرمایا: اگر جعلی نہیں ہیں تو پھر جن کو میں نے لکھے ہوں گے وہ بھی تو آپ کے پاس انعام کی خاطر آئے ہوں گے۔

منصور نے پھر تلوار میان سے پہلے کی نسبت زیادہ نکالی اور کہنے لگا: کیا آپ مجھے جھٹلا رہے ہیں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

لیکن پھر تلوار کو نیام میں ڈال لیا۔

امام صادقؑ نے فرمایا: آپ جذباتی نہیں۔ خط میں نے آپ کے ذریعہ تو نہیں لکھے تینا کہ آپ کو جھٹلاؤں میں تو آپ کو سوچنے کی ایک لائن دے رہا ہوں اور ان دروغ باتوں کو جھٹلا رہا ہوں۔ جن کا تعلق نہ خراساں سے ہے نہ آپ کی خیر خواہی سے ہے۔

ان کا تعلق صرف اور صرف آپ کو کمزور کرنے سے ہے۔ اور یہیں بیٹھ کر جعلی خط بناتے ہیں اور پھر آپ کو دیکھ کتے ہیں۔

کیونکہ خط ہم نے خراساں سے حاصل کیا ہے۔

منصور نے کہا: ایسے افراد میرے ارد گرد نہیں ہیں ان سب پر مجھے پورا پورا اعتماد ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا: جس طرح محبت اور عداوت اندھے اور بہرے ہوتے ہیں اسی طرح اقتدار بھی اندھا ہوتا اور بہرا ہوتا ہے۔ آپ اس وقت آپ بہت منصوبہ میں ہیں۔ ذرا یہ سوچیں کہ بنی امیہ جو نہ صرف میرے بلکہ آپ کے بھی دشمن تھے۔ جب میں نے آپ کے سامنے کسی منصوبہ میں شریک ہو کر بنی امیہ کے خلاف کبھی کسی کو کچھ نہیں کہا تھا۔ تو اب آپ کے خلاف میں کسی سے کیوں کچھ کہنے لگا ہوں۔ میری عمر ستر سال سے تجاوز کر رہی ہے۔ میری زندگی تمہارے سامنے ہے۔

منصور نے پھر پوری تلوار نیام سے نکالی اور کہا: میں تیرا قصہ ہی پاک کر دینا چاہتا ہوں۔ پھر فوراً تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔

امام صادقؑ نے فرمایا: موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے۔ جب وہ تمہیں چاہے گا تو میں ایک لمحہ بھی زمین پر نہیں گزار سکوں گا خواہ لاکھ لشکر میرے محافظ ہوں۔ اور جب تک وہ زندہ رکھے گا مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔ خواہ ساری دنیا ہی مخالف ہو جائے۔ اگر میری زندگی ہی ختم ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

منصور نے میرے بابا سے کہا: ربیع ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جعفرؑ پیچ کہہ رہا ہے۔ ایسا کہ میری اپنی سواری کا گھوڑا اور دس ہزار دینار دے کر انہیں اپنے مقام پر واپس بھیج دے۔ ان کے ساتھ جا اور مکان پر پہنچانے کے بعد ان سے پوچھنا اگر ہمارے ہاں رہنا چاہیں تو ہم سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ اگر واپس مدینہ جانا چاہیں تو ہمیں سے کوئی اعتراض نہیں۔

ربیع کہتا ہے کہ میں حیران و پریشان کبھی امام جعفرؑ کو دیکھتا تھا اور کبھی منصور کو۔ جب میں امام صادقؑ کو ان کے مکان پر چھوڑ کے واپس آیا تو منصور اسی طرح بیٹھا تھا۔ میں نے منصور سے کہا:

حضور! آپ کو یاد ہے۔ قبل ازیں چار مرتبہ آپ نے امام جعفرؑ کو ارادہ قتل سے بلایا ہے۔ لیکن جس طرح آج آپ غصہ میں تھے اس طرح پہلے کبھی نہ تھے۔ اور جس طرح آج آپ نے امام صادقؑ سے سلوک کیا ہے اس طرح پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ تین مرتبہ آپ نے توارمیان سے نکالی۔ میں یہی سمجھا کہ آج آپ کسی جلاوکی خدمات بھی حاصل نہیں کریں گے۔ اور ہر مرتبہ آپ نے توار کو میان میں کر لیا۔ پھر آپ نے پہلے سے زیادہ احترام کے ساتھ امام جعفرؑ کو واپس بھیج دیا۔

منصور نے کہا: ربیع بات میں تجھے بتاتا ہوں۔ لیکن اگر اس کی بھک بھی باہر نکل گئی تو میں نہ صرف تجھے بلکہ تیری نسل میں سے بھی کسی کو نہ چھوڑوں گا۔

میں نے کہا: جب آپ زندہ ہیں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ منصور نے کہا: اور خطرہ تو نہیں ہے صرف یہ ڈر ہے کہ بنی ناظر اور چوڑے ہو جائیں گے اور یہ واقعہ سنکر بنی عباس بزدلی کا شکار ہو جائیں گے۔ بنی ناظر کے علم و فضل اور کمال ہے کوئی جاہل ہی انکار کر سکتا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ اقتدار نے ہمیں اندھا کر رکھا ہے۔

میں نے کہا: ایسی کوئی بات ہے؟ منصور نے کہا: جب میں نے پہلی مرتبہ توار کھینچی بنی اکرمؑ میرے اور جعفرؑ کے درمیان حائل ہو گئے اور مجھے فرمایا: خبردار میں نے توارمیان میں ڈال لی۔

جب میں نے دوسری مرتبہ توار کھینچی تو پھر رسول اکرمؐ میرے اور جعفرؑ کے درمیان آگئے۔ اب کے انہوں نے طمانچہ سامنے کیا اور کہا: منصور اگر تو نے فرما بھی حرکت کی تو تجھے حاصل جہنم کر دوں گا۔ میں نے خوف کے بارے توار

میان میں ڈال لی اور یہ سمجھا کہ میرا وہم ہے۔ لیکن جب تیسری مرتبہ میں نے تلواریں نکال تو اس وقت میرے اسی قدر قریب آگئے کہ میں کانپنے لگا تھا۔ اور اب بنی اعظم کے ہاتھ میں ایک آتشیں جاکب تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ منصور میں تجھے تیسری مرتبہ روک رہا ہوں۔ اگر اب تو نے جسارت کی اور میرے بچے کو کچھ کہا۔ تو پھر اپنا انجام بھی دیکھ لینا۔

ریح کہتا ہے کہ پھر میں امام صادق کو ملا اور عرض کی قبل!

آپ نے دو دعائیں مانگی تھیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں ریح۔ اگر مجھے تیری جان کا خطرہ نہ ہوتا تو جو کچھ منصور نے مجھے دیا ہے میں تجھے دے دیتا۔

ہاں تو نے مدینہ میں میری زمین مجھ سے مانگی تھی۔ اب وہ زمین میں تجھے دیتا ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ قبل اب تجھے زمین کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مجھے وہ دونوں دعائیں عنایت فرمادیں میرے لیے زمین سے زیادہ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ریح ہم اہل بیت ہی دی ہوئی چیزیں واپس نہیں لیتے۔ جب زمین میں نے تجھے دے دی ہے اب تیری ہے۔ یہ لے زمین کے بہرہ کی تحریر ہے۔ اور یہ دونوں دعائیں بھی میں نے تیرے لیے لکھوا کر رکھ لی تھیں۔

## تتمیل سکینہ

چند آداب لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-۱

### ۶۔ دربار منصور میں چھٹی مرتبہ اور بغداد میں دوسری مرتبہ

مہج الدعوات میں صفوان ابن بہران سے مروی ہے کہ مدینہ کے ایک مخزومی نے منصور کو اس وقت شکوہ کیا جب محمد و ابراہیم ابن عبد اللہ ابن حسن منصور کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔ خفیہ اطلاع دی کہ جعفر صادق کا غلام علی ابن خنیس آج کل موالیاء آل محمد سے پیسے جمع کر رہا ہے اور امام صادقؑ یہ تمام رقم عبد اللہ کی اس مہم میں خرچ کرے گا جو آپ کے خلاف چلائی جا رہی ہے۔

اطلاع بھیجنے کے بعد یہ مخزومی خود بھی بغداد چلا گیا۔

منصور یہ اطلاع ملتے دانت پیسنے لگا۔ اور اس نے والی مدینہ داؤد ابن علی کو حکم بھیجا کہ جعفر ابن محمد کو فوراً بغداد بھیجا جائے۔

داؤد نے امام صادق کو منصور کا حکم سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ میں انشاء اللہ کل صبح روانہ ہو جاؤں گا

دوسرے دن آپ اونٹ پر سوار ہو کر عازم بغداد ہو گئے۔ بغداد پہنچنے کے بعد آپ نے منصور کو اطلاع بھجوائی  
منصور نے فوراً آپ کو بلایا۔

جب آپ منصور کے سامنے گئے تو آپ نے ایک دعا پڑھی اور فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ ایسے مجھے  
یاد کیا ہے۔

منصور نے کہا۔ آپ نے ٹھیک سنا ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ آپ میری خلاف عبد اللہ کی ہم جوئی میں مالمی  
امداد کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے غلط سنا ہے۔

منصور نے کہا۔ میں درست سنا ہے۔

پھر منصور نے مخزومی کا وہ واقعہ آپ کے پیش کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اس مخزومی نے مجھ پر الزام لگایا ہے۔ اور جھوٹ بکا ہے۔

منصور نے کہا۔ کیا آپ قسم دیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ میں اپنی صداقت کی قسم ضرور دوں گا۔ لیکن اس سے پہلے اگر مخزومی موجود ہے تو آپ اسے میرے  
رو برو کر میں تاکر میں بھی اس سے ایک دو سوال کروں۔

منصور نے مخزومی کو بلایا۔

مخزومی حاضر ہو گیا۔

امام صادق نے فرمایا۔ یہ خط تو نے لکھا تھا۔

مخزومی نے کہا۔ ہاں میں نے لکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے جو کچھ لکھا ہے تجھے ذاتی طور پر یقین ہے یا سنی سنائی ہے۔

مخزومی نے کہا۔ مجھے ذاتی طور پر یقین ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے لکھا ہے اس کی صداقت پر قسم کھائے گا۔

مخزومی نے کہا۔ دس بار قسم کھاؤں گا۔

آپ نے منصور سے فرمایا۔ آپ اس سے قسم لے لیں۔

منصور نے مخزومی سے کہا قسم کھا

مخزومی قسم کھانے لگا۔ واللہ الذی۔

آپ نے فرمایا۔ اس طرح نہیں تو اس طرح قسم کھاؤ۔ ابرؤالی اللہ من حول اللہ وقوتہ والنجائی حولی وقوتی۔ جو کچھ میں نے  
لکھا ہے سچ ہے۔

مخزومی نے پس و پیش کی۔  
منصور نے برہم ہو کر کہا جو قسم جعفرؑ دے رہا ہے تجھے یہی کھانا ہوگی۔

مخزومی نے ناچار یہی قسم کھائی۔

ابھی تک قسم پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ گرا اور گر کر مر گیا۔

منصور نے کہا اس خط کے سلسلہ میں تو میں مطمئن ہو گیا ہوں کہ غلط تھا۔ لیکن یہ بتائیں کہ جب ہم قسم دیتے

ہیں تو لوگوں کو کچھ نہیں ہوتا۔

اس قسم سے یہ فوراً کیوں مر گیا ہے۔

آپ نے فرمایا تم لوگ قسم دیتے وقت واللہ باللہ کہتے ہو حالانکہ اللہ بڑا کریم ہے جب ایک شخص اپنے

کلام کے آغاز میں اللہ کا نام لے لے۔ اللہ اس کا مواخذہ فوراً نہیں کرتا۔ میرے نانا کا ارشاد ہے کہ جب کسی کے جھوٹ

اور سچ کا پتہ کرنا ہو تو اسے اس طرح قسم دو جس طرح میں نے اس مخزومی سے کہا ہے۔

## ۲۔ امام صادقؑ کی ساتویں مرتبہ دربار منصور میں :

مہیج الدعوات میں محمد بن عبد اللہ اسکندری سے روایت ہے کہ مجھے منصور سے وہ تقرب حاصل تھا یہ خواہد

کسی کو نہیں تھا۔

میں منصور کی ہر غلوت و جلوت میں اس کا راز دان رہتا تھا۔

ایک دن منصور کہنے لگا۔

محمد بن نے سادات بنی فاطمہ میں سے کم و بیش سو سے زیادہ سرکردہ افراد تو قتل کر دیئے ہیں لیکن

تا حال جعفرؑ نے مجھے ایسا کوئی موقع نہیں دیا۔ اور جب تک جعفرؑ زندہ ہے اس وقت مجھے اطمینان نہیں

آئے گا۔

محمد نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت امام صادقؑ عمر کے اس مقام پر ہیں جہاں خواہش اقتدار ختم ہو جاتی

ہے وہ آپ کے لیے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہیں۔ وہ تو ہر وقت مصلائے عبادت پر ہی بیٹھ رہتے ہیں۔

منصور نے کہا مجھے معلوم ہے تو شیعیان اکل محرم سے ہے۔ لیکن مجھے بھی یہ معلوم ہے کہ اقتدار بانجھ ہوتا ہے

میں نے آج قسم کھائی ہے کہ جعفرؑ ابن محمد کو کچ رات ہی قتل کر دوں۔

محمد کہتا ہے میں نے اناللہ پڑھا اور بڑا پریشان ہو گیا۔

منصور نے جلا دکو بلایا۔ اور کہا جب جعفرؑ ابن محمد میرے پاس آکر بیٹھ جائے اور میں اسے باتوں میں لگا لوں۔ اسی

دوران میں سر سے ٹوٹی اتاروں کا جو نہی میں ٹوٹی اتاروں تو جعفرؑ کو قتل کر دینا۔

پھر منصور نے امام جعفرؑ کو لانے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا جب امام صادقؑ تشریف لائے تو ان کی دونوں ہونٹیں لرز رہی تھیں۔

منجھ ایسے محسوس ہوا جیسے پورا محل اس طرح لرز رہا ہے جس طرح موجوں میں گھری ہوئی کشتی لرزتی ہے۔ منصور امام صادقؑ کے قریب گیا اور آپ کے کندھے کا اس طرح سہارا لیا جس طرح ایک گرنے والا شخص کسی کا سہارا لیتا ہے۔ زہ منصور کے سر پہ شاہی تاج تھا اور پاؤں میں جوتے تھے۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ تمام جسم کپکپا رہا تھا۔ منصور کا چہرہ لمحہ بلغم بدل رہا تھا۔

منصور نے امام صادقؑ کو تخت پر بٹھایا۔ خود اس طرح دوزانو ہو کر آپ کے سامنے بیٹھا جس طرح مجرم غلام آقا کے سامنے بیٹھا ہے۔

کہنے لگا۔ فرزند رسولؐ اس وقت آپ کیسے تشریف لائے؟

آپ نے مسکرا کے فرمایا۔ مجھے پیغام ملا ہے کہ منصور بیمار ہے۔

منصور نے کہا قاصد نے غلط کہا ہے۔ میں بھلا اس وقت آپ کو کیسے تکلیف دے سکتا تھا۔ آپ کرام فرمائیں اگر کوئی ضرورت ہو تو فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ میری صرف یہ ضرورت ہے کہ تو بلا ضرورت مجھے ہر وقت بلانا چھوڑ دے۔

منصور نے کہا۔ میری تو بہن میں آپ کو کیوں بلاؤں گا۔

امام صادق ؑ تشریف لے گئے۔ منصور نے خواب آور دو منگو اتائی اور سو گیا۔ میں بیٹھا رہا نصف شب کے بعد منصور بے دار ہوا۔ مجھے بیٹھا دیکھ کر خوش ہوا اور کہنے لگا میں رنج حاجت سے فارغ ہوں۔ پھر کچھ کچ کا دانقہ پتاؤں گا۔

کچھ دیر بعد منصور نے کہا۔ جب جعفرؑ نے میرے صحن میں قدم رکھا تو میں نے ایک اتنا بڑا اثر دیا دیکھا کہ میرے اوسان خطا ہو گئے اس اثر دہانے منہ کھول رکھا تھا۔ اثر دہا کا پھیلا ہونٹ زمین پر اور ادیر وال جیڑا میرے محل کے بلند گنگڑے تک پہنچ رہا تھا۔ اثر دہا کی زبان انکارے اگل رہی تھی۔ اس نے مجھے فصیح عربی میں کہا۔ اگر جعفرؑ ابن محمدؑ کو کچھ بھی ہوا تو میں اس لورے محل کو مع کینوں کے ننگل لوں گا۔

مجدد کہتا ہے میں نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے اکل محمد میں سے ایک فرد ایسا رہتا ہے جو آدم سے خاتم تک تمام علوم انبیاء اور کمالات مرسلین کا وارث ہوتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ جعفر انہی میں سے ہے۔

اگلے سال میں نے منصور کو امام صادقؑ کی زیارت کی اجازت مانگی۔ منصور نے بخوشی مجھے اجازت دے دی۔ جب

میں حاضر ہوا تو قدم بوس ہو کر عرض کی۔ آپ کو اپنے جدا مجد کا واسطہ ہے آپ مجھے وہ دعا تعلیم کریں جو آپ نے منصور کے پاس جاتے ہوئے پڑھی تھی۔

آپ نے فرمایا۔ محمد اتنا پریشان کیوں ہوتا ہے۔ ہم آل محمد بخیل نہیں ہیں۔ البتہ ناپلویں سے بچتے ہیں۔ تو اس کا اہل ہے یہ دلعلم ہے۔ لے لے۔

شرح شافیر میں ریخ سے منقول ہے کہ منصور نے بابل کے جادوگروں میں سے ستر معروف جادوگروں کو بلایا اور ان سے کہا۔ میں نے سنا ہے تم ان جادوگروں کی اولاد ہو جنہوں نے حضرت موسیٰ سے مقابلہ کیا تھا۔ آج دیکھ رہے ہو یہ جعفر ابن محمد تمہاری طرح کا جادوگر ہے۔ اس نے میرا تک میں دم کر کھا ہے۔ اگر اسے زیر کرو تو منہ مانگا انعام دوں گا۔

ان جادوگروں نے کہا۔ اگر وہ جادوگر ہو تو آپ یقین کریں اس وقت روئے ارض پر ہم سے بڑا جادوگر کوئی نہیں زبر ہو جائے گا۔

وہ دربار میں آئے اور ہر ایک نے ایک درندہ کی بت بنا کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ جو دیکھنے والوں کو زندہ معلوم ہوتے تھے۔ دربار منصور میں ہر طرف بیٹھ گئے۔ اور ہر جادوگر اپنے درندہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

جب دربارِ اراستہ ہو گیا تو منصور نے ام صادقؑ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے۔ جب آپ نے جاوید گروں کے درندوں کو دیکھا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا۔

شاید تم بھی تجھے نہیں پہچانتے۔ میں فخر موسیٰ کا فرزند ہوں۔ اور حجت خدا ہوں۔ آج کے بعد پھر کبھی تم کسی کو دھوکا نہ دے سکو گے۔ موسیٰ کے عصا نے سانپوں کو کھایا تھا۔ لیکن آج میں تمہارے تخلیق کردہ ان بے جان درندوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ جاندار نہ کہ تمہیں نگلیں۔

پھر کیا تھا ہر زندہ اپنے بنانے والے پر جھپٹا اور ان کی آن میں اسے ہٹ کر گیا۔ یہ دیکھ کر منصور غش کر گیا۔

جب اسے افاقہ ہوا تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

اے وارث رسول! مجھے معاف فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔ گھبرامت تجھے معاف کیا ہے۔ تیرا حساب قیامت کو ہوگا۔  
منصور نے کہا۔ اور وہ جا دوگر۔

آپ نے فرمایا۔ جس دن موسیٰ کا صحابہ جادوگروں کے سانپ واپس کرے گا۔ اسی دن یہ درندے جادوگر واپس کر دیں گے۔

بجائے محمد اس سعید سے مروی ہے کہ میرا لالہ ٹیکس بڑا زیادہ تھا اور میرے پاس ادائیگی کے لیے کچھ نہ تھا۔



مجھے چند مفتوں کی مہنت چاہیے تھی ٹیکس وصول کرنے والے محمد ابن سماء موالیاں آل محمدؐ سے تھا۔ میں امام صادقؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔

تقدہ محمد کے نام ایک رقعہ دے دیں تاکہ کچھ دنوں تک ٹل جائے۔  
آپ نے فرمایا۔ جا محمد سے کہہ دے کہ۔  
جعفر ابن محمد کہہ رہا ہے۔

جس نے ہمارے موالی کا احترام کیا اس نے کرم خدا پایا  
جس نے ہمارے موالی کی توہین کی اس نے غضب خدا کو دعوت دی ۔  
جس نے ہمارے شہید پر احسان کیا اس نے گویا امیر المومنین علیؑ پر احسان کیا ۔  
جس نے امیر المومنینؑ پر احسان کیا اس نے گویا نبی کو تین کو ممنون کیا ۔ اور ۔  
جس نے نبی کو تین کو ممنون کیا ۔ اس نے گویا اللہ کو ممنون کیا اور  
جس نے اللہ کو ممنون کیا وہ قیامت میں ہمارے ساتھ ہوگا ۔

میں محمد کے پاس آیا۔ اسے بتایا۔ اس نے تین مرتبہ مجھ سے قسم لی ہے کہ کیا واقعاً امام صادق نے یہ فرمایا ہے کہ؟  
میں نے جب تین مرتبہ قسم اٹھائی تو اس نے اپنے کمرک کو بلایا۔ اور اسے کہا۔ کہ دیجھ ابن سعید کا لگان کتنا ہے؟

اس نے دیکھ کر بتایا۔ ساتھ ہزار دینار  
محمد نے کہا۔ اسے شادے۔

پھر محمد نے مجھے ایک تھیلی، ایک کینز اور ایک گھوڑا مع سارے مسلمان کے دیا۔  
میں امام صادق کے پاس آیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا، تو خود سنا لے گا یا میں سنائوں؟  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی زبان میں زیادہ حسن ہے۔  
پھر آپ نے اول سے آخر تک اس طرح تمام واقعہ سنایا۔ جیسے آپ ہمارے ساتھ ہوں۔

ابو حنیفہ سے چند سوال :

اجتہاج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابوحنیفہ امام صادقؑ کے پاس آیا۔ ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میں بھی ابوحنیفہ کے ساتھ تھا۔

امام صادقؑ نے پوچھا۔

میں نے سنا ہے آپ اہل عراق کے مفتی ہیں۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر آپ اور لوگ یہ نہ کہتے کہ جعفرؑ ان محمدؐ نے بے اعتنائی کی ہے اور کوئی گفتگو نہیں کی تو میں آپ تعظایہ باتیں نہ کرتا۔

آپ کس بنیاد پر فتویٰ دیتے ہیں؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ قرآن سے۔

آپ نے فرمایا۔ گویا آپ کو قرآن کے ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور تاویل و تنزیل کا علم ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ ایت ہے۔ سپردانیہا لیلیٰ وایاماً آمینین۔ شب دروزامن سے رہو اس سے کیا مراد ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ مکہ اور مدینہ کے مابین کا علاقہ مراد ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اپنے علم اور انصاف سے بتا کیا مکہ اور مدینہ کے درمیان کبھی کوئی قافلہ نہیں لٹا؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ کئی قافلے لٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اب یا اللہ نے غلط کہا ہے یا آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

اچھا۔ دوسری ایت ہے۔ من دخلہ کان ا منا۔ جو بھی آگیا وہ محفوظ ہو گیا۔ اس سے کونسی جگہ مراد ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ بیت اللہ مراد ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا عبد اللہ ابن زبیر بیت اللہ میں قتل نہیں ہوا تھا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ وہیں قتل ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ پھر اللہ کا وعدہ کیا ہوا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ قرآن کا تو مجھے زیادہ علم نہیں ہے۔ البتہ قیاس میں میری دسترس وسیع ہے اور میرے اکثر فتاویٰ کی بنیاد قیاس ہی ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ از روئے قیاس زنا زیادہ جرم ہے یا قتل؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ قتل۔

آپ نے فرمایا۔ جب قتل زیادہ جرم ہے تو از روئے قیاس قتل کیلئے گواہ زنا کی نسبت زیادہ ہونا چاہتے تھے۔

جب کہ حکم شریعت اور آپ کے قیاس میں تضاد ہے۔  
اچھا از روئے قیاس پیشاب زیادہ نجس ہے یا نہی؟  
ابو حنیفہ نے کہا۔ پیشاب۔

آپ نے فرمایا۔ اگر پیشاب زیادہ نجس ہے تو پھر از روئے قیاس پیشاب کے بعد غسل اور خروج منی کے بعد صرف وضو کافی ہونا چاہیے تھا۔

جب کہ شریعت آپ کے قیاس کے برعکس ہے۔  
ابو حنیفہ نے کہا۔ مجھے اپنی فکر پر زیادہ اعتماد ہے اور قرآن و قیاس کی نسبت میں زیادہ فتوے اپنی فکر کے مطابق دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کی فکر اس مسئلہ میں کیا فتوے دے گی۔ جب ایک آقا اور غلام ایک وقت میں شادی کریں۔

ایک رات مباشرت کریں دونوں نطفہ ایک وقت متعقد ہو جائے۔ دونوں کی بیویاں ایک کمرہ میں رہتی ہوں۔  
نواہ بعد دونوں کی بیویاں ایک کمرہ میں دو بچے جنیں مکان کی چھت گر جائے۔ دونوں مائیں دب کر فوت ہو جائیں۔ اور  
دونوں بچے زندہ رہ جائیں۔

اب آپ کی فکر کے مطابق ان دونوں بچوں میں سے مالک کون ہوگا۔ غلام کون ہوگا۔ وارث کون ہوگا اور  
ترک کون ہوگا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ حضور! میرے پاس زیادہ مسائل حدود و تعزیرات کے آتے ہیں۔ ان میں تو میں طاق ہوں ان  
دیگر مسائل میں میں نے کبھی زیادہ فکر نہیں کی۔

آپ نے فرمایا۔ اگر ایک نابینا۔ بینا کی ایک آنکھ پھوٹ دے اور ایک ہاتھوں سے مجروح صحیح شخص کا ہاتھ کاٹ  
دے تو ان پر حد کس طرح جاری ہوگی۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ میرا زیادہ مطالعہ بعثت انبیاء کا ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا کہ حضرت موسیٰ و ہارون سے اللہ نے فرمایا ہے اذہبا الی قوعون لعلہ یتذکراد و غشی  
تم دونوں قوعون کے پاس جاؤ ممکن ہے وہ ڈر جائے۔ اس میں لفظ لعل شک کے لیے ہے

کیا اللہ کو بھی شک تھا؟

ابو حنیفہ خاموش ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ ابو حنیفہ آپ نے قرآن سے لاعلمی ظاہر کی۔ قیاس بنیادین نہیں۔ حدود کا تدارک  
نہیں۔ بعثت انبیاء سے خاتم الانبیاء واقف تھے اور نقص رائے کا تو خود اعتراف کرتا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ آج کے بعد قیاس اور رائے سے فتویٰ نہیں دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ جس طرح ہوس اقتدار میں ایسا نہیں کر سکے ویسے تو بھی ایسا نہیں کر سکے گا۔  
اختصاص شیخ مفید میں سماع سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابو حنیفہ سے لاشی کے متعلق سوال کیا۔ ابو حنیفہ نے کافی سوچا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔  
بالآخر اس نے سائل سے کہا۔

یہ میرا پھر افضیوں کے امام کے پاس لے جا اور لاشی میں فروخت کر دے جو قیمت وہ دے لے آنا۔ تجھے بھی پتہ چل جائے گا اور مجھے بھی وہ شخص امام صادق کی خدمت میں پھر لایا۔ اور کہا فروخت کرنا چاہتا ہوں۔  
آپ نے فرمایا۔ ابو حنیفہ نے بھیجا ہے اور اس کی قیمت لاشی ہے ناں؟  
اس نے کہا۔ ہاں اسی طرح ہے۔

آپ نے اپنے غلام سے فرمایا۔ پھر لیکر صطبل میں باندھ دے۔

آپ مصروف گفتگو ہو گئے۔

اس شخص نے کافی انتظار کیا جب کچھ نہ ملا تو عرض کیا۔ قید۔

پھر کی قیمت؟

آپ نے فرمایا۔ کل صبح ابو حنیفہ کو بھیج دینا۔

دوسرے دن صبح ابو حنیفہ آگیا۔

آپ نے فرمایا۔ پھر کی قیمت لینے آیا ہے؟

ابو حنیفہ نے کہا۔ ہاں

آپ نے غلام سے فرمایا۔ میرے گھوڑے پر زین کس دے۔ آپ ابو حنیفہ کو لے کر باہر صحرائیں گئے۔ بہت

دور نکل گئے۔ دن چڑھ گیا۔ دور سرب نظر آ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ وہ کیا نظر آ رہا ہے۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ پانی۔

آپ آگے بڑھے جب وہاں پہنچے تو کچھ نہ تھا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ہے آپ کے پھر کی قیمت وصول کریں۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ یہ کیسے لاشی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ قرآن میں اسی کو لاشی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد قدرت ہے حتی اذا جاء له یحیٰۃ شیتا۔

جب پیام سرب دیکھ کر آتا ہے تو آگے لاشی ہوتی ہے۔



ابو حنیفہ خاموش ہو گیا۔ جب واپس آئے تو ابو حنیفہ پریشان تھا۔ شاگردوں کے پوچھنے پر بتایا کہ پھر مفت میں گیا۔ کیونکہ سراب ہی لاشی ہوتا ہے۔ اور جعفر صادقؑ نے مجھے سیراب پر جا کھڑا کر کے کہا۔ اپنے پھر کی قیمت وصول کر لے۔

## گناہان کبیرہ از قرآن

اصول کافی میں امام موسیٰ سے مروی ہے کہ ایک دن عمر و ابن عبید امام جعفرؑ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا مجھے قرآن سے گناہان کبیرہ کی فہرست درکار ہے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو۔  
آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

- ۱۔ شرک باللہ۔ ارشاد باری ہے۔ ان الله لا یفران یشرک بہ۔
- ۲۔ رحمت خدا سے مایوسی۔ و یعدہ الیاس من روح الله تعالیٰ یقول یا ناس من رُوح الله الا القوم الکافرون
- ۳۔ عذاب خدا سے اطمینان۔ لا یا من مکر الله الا القوم الخاسرون۔
- ۴۔ حقوق والدین۔ براہ والدی ولم یجعی جباراً ستقیا۔
- ۵۔ قتل۔ من قتل مؤمناً متعمداً اُجراؤہ جہنم خالداً فیہا۔
- ۶۔ میدان جنگ سے فرار۔ من یولہم یومئذ ذبکالا موتجراً لقتال و مجیراً الی قتلہ فقد باء بغضب من الله و ما واة جہنم و بئس المصیر۔
- ۷۔ پاک دامن عورت پر شہمت کرنا۔ لغنوا فی الدنیا و الآخر و لہم عذاب عظیم۔
- ۸۔ مال یتیم کھانا۔ انما یا کلون فی بطونہم ناراً۔
- ۹۔ سود خوردی۔ الذین یا کلون الربا لایقومون الا کمایقوم الذین یتخبطہ الشیطان من المس۔
- ۱۰۔ جادو۔ لمن اشتراہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق۔
- ۱۱۔ زنا۔ من یفعل ذلک یلق اتاماً یضاعف لہ العذاب یوم القیامہ و یخلد فیہ مہاتاً۔
- ۱۲۔ جھوٹی قسم۔ الذین یشرون بعہد الله وایمانہم ثمنا قلیلاً اولئک لاخلاق ہم فی الآخرۃ۔
- ۱۳۔ بخل۔ من یغلل یات مما غسل یوم القیامۃ۔
- ۱۴۔ انکار زکوٰۃ۔ فتکوی بہا جباہم و جنوبہم و ظہورہم۔
- ۱۵۔ جھوٹی گواہی۔ من یکتمہا فانہ اثم قلبیہ۔
- ۱۶۔ شراب خوری۔ اللہ نے شراب خوری سے اسی طرح منع فرمایا ہے جس طرح بت پرستی سے روکے ہے
- ۱۷۔ عمد ترک نماز۔ اقیمو الصلوٰۃ ولا تکتونوا من المشرکین۔



۱۸۔ عہد شکنی

۱۹۔ قطع رحمی — ادلیک لہم اللعنة ولہم سوء الدار۔

## خلافت !

فروع کافی میں عبدالحکیم ابن عقیبہ سے مروی ہے کہ مکہ میں میں امام صادق ؑ کے حضور بیٹھا تھا۔ کہ معتزلہ کا ایک گروہ جن عمرو ابن عبیدہ واصل ابن عطاء تھے ابن سالم اور ان کے علاوہ دیگر کافی رؤسا تھے بصورت گروہ آپ کے پاس آ گئے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ولید قتل ہو گیا تھا۔ اور اہل شام اقتدار عامہ پھوٹ چکے تھے۔ ان لوگوں نے اتنا شور و غل کیا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

امام صادق ؑ نے فرمایا۔ دیکھو ہر آدمی بات نہ کرے۔ تم لوگ اپنے میں سے ایک نمائندہ منتخب کر لو۔ وہ مجھ سے بات کرے۔

جہاں آپ کا نمائندہ لائش کھائے آپ اس سے تعاون کریں۔

تمام نے عمرو ابن عبیدہ کو اپنا نمائندہ منتخب کر لیا۔

عمرو ابن عبیدہ نے کہا۔ ولید قتل ہو گیا ہے۔ مسند خلافت خالی ہے۔ ہم محمد ابن عبداللہ ابن حسن کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور محمد کی سرکردگی میں جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارا ساتھ دے گا۔ ہم اس کا ساتھ دیں گے جو غیر جانبدار رہے گا ہم اسے نہیں چھیڑیں گے۔ جس نے ہمارے ساتھ لڑنا چاہا ہم لڑیں گے۔ آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ مع اپنے شیعوں کے ہمارا ساتھ دیں۔ اس کے بعد عمرو خاموش ہو گیا۔

امام صادق ؑ نے تمام دیگر افراد سے پوچھا۔ تم سب کا یہی مقصد ہے۔

سب نے کہا۔ بالکل یہی۔

آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ ہم صرف اس وقت ناراض ہوتے ہیں جب اللہ کی نافرمانی کی جائے۔ اگر اللہ کی اطاعت کی جائے ہم سے مشورہ لیا جائے یا ہم نے ہمیشہ رضا مندی کا اظہار کیا ہے۔ اے ابن عبیدہ اب یہ بتائیں کہ اگر یہ تمام امت آپ کو یہ ذمہ داری سونپ دے اور آپ سے کہے کہ جسے آپ خلیفہ بنانا چاہیں بنا دیں تو آپ کیا کریں گے۔

ابن عبیدہ نے کہا۔ میں شوریٰ سے خلیفہ بناؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ اس شوریٰ میں تمام امت مسلمہ شامل ہوگی یا مخصوص افراد

ابن عبید نے کہا: تمام امت مسلمہ شامل ہوگی۔

آپ نے فرمایا: عالم وغیر عالم۔ فقیہ وغیر فقیہ۔ قریش وغیر قریش۔ عرب و عجم سب شامل ہوں گے۔

ابن عبید نے کہا: ہاں سب شامل ہوں گے۔

آپ نے فرمایا: اب یہ بتائیں کہ آپ ابو بکر و عمر کے موالیوں سے ہیں یا دشمنوں سے؟

ابن عبید نے کہا: ان کے موالیوں سے ہوں۔

آپ نے دوسرے تمام لوگوں سے یہی سوال کیا۔

ان سب نے بھی جواب میں ابن عبید کی تائید کی۔

آپ نے فرمایا: اے ابن عبید آپ قولا ان کی موافقت اور عملا ان سے مخالفت کر رہے ہیں۔

ابن عبید نے کہا: نہیں میں قولا اور عملا ہر دو را اعتبار سے ان کی موافقت میں ہوں۔

آپ نے فرمایا: عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں کسی سے مشورہ کیے بغیر ابو بکر کی بیعت کی تھی۔ پھر ابو بکر نے کسی

سے مشورہ کیے بغیر عمر کو نامزد کیا تھا۔ پھر عمر نے خلافت کو صرف چھ افراد میں منحصر کر دیا۔ اور تمام مہاجرین و انصار کو

شورحی سے باہر رکھا۔ البتہ اپنے بیٹے ابن عمر کو شریک مشورہ کیا۔ لیکن اسے حق و دھڑ نہ دیا۔ اور دم مرگ تمام مہاجرین و

انصار کو وصیت کی کہ ان چھ افراد کو تین دن تک کمرہ میں بند رکھا اور اگر کسی ایک کی خلافت پر اتفاق کر لیں تو فیہا۔

ورنہ چھٹیوں کو قتل کر دیتا۔ اگر متحد ہو جائیں اور دو اختلاف کریں تو ان کی گردن اٹا دینا۔ کیا تم یہ راستہ اختیار

کر دو گے۔

سب نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: اچھا ابن عبید یہ بتائیں کہ آپ نے تمام امت مسلمہ کو اپنے پسندیدہ شخص کی دعوت دی اور

تمام نے بلا اختلاف اسے قبول کر لیا۔ تمہارے سامنے ان مشرکین کا معاملہ ہوگا جو نہ اسلام قبول کریں اور نہ جزیہ دیں

ایسے افراد کے لیے تمہارے پاس کیا سلوک ہوگا۔ اور ریت رسول کی ہے۔

ابن عبید نے کہا: ہم انہیں دعوت اسلام دیں گے۔ اگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو ان پر جزیہ عائد

کریں گے۔

آپ نے فرمایا: خواہ غیر اہل کتاب مجوسی مشرکین اور ریت پرست بھی ہو؟

ابن عبید نے کہا: ہاں سب کا حکم برابر ہوگا۔

آپ نے فرمایا: کیا تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے؟

ابن عبید نے کہا: ہاں۔

آپ نے فرمایا: ارشاد قدرت ہے، ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔

حرام خدا اور رسول کو حرام نہیں سمجھتے۔ اہل کتاب میں سے جو دین حق کو قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ ذلت گوارا کر کے جزیہ پر راضی ہو جائیں۔

اہل کتاب اور غیر اہل کتاب میں تفریق کی گئی ہے۔ آپ نے دونوں کو ایک لاٹھی سے بانٹنے کا حکم کہاں سے لیا ہے۔

ابن عبید نے کہا میں نے لوگوں سے اسی طرح سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب قرآن موجود ہے تو پھر لوگوں سے سننے سنائے احکام کی کیا حیثیت ہے۔ اچھا اسے بھی چھوڑا یہ بتا کہ اگر ان لوگوں نے اسلام اور جزیہ ہر دو سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے جنگ کی۔ آپ فاتح بن گئے۔ حاصل ہونے والی غنیمت کا کیا کریں گے۔

ابن عبید نے کہا۔ پانچ حصوں میں تقسیم کروں گا۔ خمس نکال کر باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بتائیں کہ آپ خمس کسے دیں گے۔

ابن عبیدہ نے کہا۔ ایک حصہ رسول کا ہے۔ ایک اقرباء کا ہے۔ ایک یتامیٰ کا ہے اور ایک مساکین کا ہے انہیں دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ رسول کا حصہ کسے دے گا۔

ابن عبید نے کہا۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ کچھ اہل بیت رسول کو دلاتے ہیں۔ کچھ حق خلیفہ سمجھتے ہیں۔ اور کچھ مسلمان مجاہدین کے اقرباء کو دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تیرا کیا خیال ہے۔

ابن عبید نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا بقیہ چار حصے تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کرے گا۔

ابن عبید نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر ایسا کیا تو میرا رسول کی مخالفت ہوگی۔ آپ مدینہ کے فقہاء اور سن رسیدہ افراد سے پوچھ لیں۔ ان حضور نے عربوں سے اس بات پر صلح کی تھی کہ تم مسلمانوں سے جنگ میں تعاون کرو گے لیکن غنیمت میں حصہ دار نہیں ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا چھوڑ۔ یہ بتائیں کہ آپ زکوٰۃ وصول کریں گے تو اسے کیسے تقسیم کریں گے۔

ابن عبید نے کہا۔ جو مستحق قرآن میں بتائے گئے ان کو دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ قرآن میں بتائی گئی اقسام میں سے اگر ایک قسم کے دس ہزار افراد ہوں اور ایک قسم کا صرف ایک فرد موجود ہو تو کیا ایک حصہ دس ہزار کو دے گا اور ایک حصہ ایک مسلم فرد کو دے گا۔



آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ تاویہاتی اور شہریوں کے صدقات وصول کر کے سب کو اکٹھا کر کے سب میں تقسیم بھی کرے گا۔

ابن عبید نے کہا ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی میرے رسول کے خلاف ہے یہ فقہائے مدینہ اور مدینہ کے سن رسیدہ لوگ موجود ہیں ان سے پوچھ لے نبی اکرمؐ کے صدقات دیہاتیوں میں اور شہریوں کے صدقات شہریوں میں تقسیم فرماتے تھے۔

اے ابن عبیدہ۔ اے ابن عبید کے ہاتھ آنے والو! اللہ سے ڈرو مجھے میرے والد نے اپنے والد کے ذریعہ نبی اکرمؐ سے حدیث بیان کی ہے کہ جو شخص اپنے اقتدار کی خاطر کسی ایک مسلمان کی گردن بھی مارے وہ ضال اور مضل ہے۔

## صوفیوں کو درس

فروع کافی میں مشدہ ابن صدقہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ چند صوفی امام صادقؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ہم لوگوں کو ترک دنیا کی تبلیغ کرتے ہیں لیکن آپ انہیں حصول زر کا سبق دیتے ہیں۔ آپ بھی ایسا کیوں کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس تبلیغ ترک دنیا کی دلیل کہاں سے ہے۔ انہوں نے کہا۔ قرآن سے۔

آپ نے فرمایا۔ وہ دلائل ہمیں بھی تاؤ۔ کیوں کہ قرآن سے زیادہ کوئی چیز قابل اتباع نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ ذاتِ احدیث نے نبی اکرمؐ کے بعض صحابہ کے متعلق بتایا ہے۔

یُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ  
وَمَنْ يُوقِ شَهْرَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
يُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَبِّهِ مَسْكِينًا وَ  
يَتِيمًا وَاسِيرًا۔

یہ دوسرے لوگ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود بھوکے ہی ہوں جو لوگ نفلِ نفس سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہی نفع یافتہ ہیں۔ محبتِ خدا میں مسکین۔ یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اب آپ فرمائیں۔ ہم نے یہ دو آیات پیش کی ہیں آپ نے فرمایا پہلے تو آپ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو قرآن کے نسخ و منسوخ اور محکم اور متشابہ وغیرہ کا

علم ہے؟

انہوں نے کہا۔ پورے قرآن کا دعوے تو ہم نہیں کر سکتے۔ البتہ بعض قرآن کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔  
آپ نے فرمایا۔ جب بقول تہارے تم پورے قرآن کا علم نہیں رکھتے۔ تو یہ آیات جو آپ نے پیش کی ہیں یہ قرآن  
کے کس حصہ سے ہیں۔ پھر یہی صورتِ احادیثِ نبویہ کی ہے۔

اب سنو اجویات تم نے پیش کی ہیں۔ ان میں ذات احدیت نے چند افراد کی طرح فرمائی ہے۔ یہ وہ افراد ہیں جو صے کے لیے وہ چیز جس میں انہوں نے دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دی تھی۔ ان کے لیے مباح اور جائز تھی۔ اللہ کی طرف سے ان پر حرام اور ناجائز نہیں تھی۔ ذات احدیت نے ان کے عمل کے خلاف حکم دیا ہے۔ اگر ہمیں قرآن میں ان کے اس عمل کے خلاف حکم مل جائے تو پھر ہم ماننا ہوگا کہ وہ حکم اس آیت میں بتائی گئی تفسیر سے ماخوذ حکم کا نسخہ ہوگا یا نہیں۔

انہوں نے کہا۔ یقیناً ناسخ ہوگا۔  
نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔ اگر کسی کے پاس کھجور کے چند دانے یا چند روٹیاں یا چند دینار یا چند درہم ہوں  
اور وہ انہیں خرچ کرنا چاہے۔

تو سب سے پہلا نمبر والدین کا ہے۔

دوسرا نمبر اس کی اپنی ذات اور اہل و عیال کا ہے۔

تیسرا نمبر اقرباء، کلبہ۔

چوتھا نمبر بڑی سی فقراء کا ہے اور

یہ انچواں نمبر فی سبیل اللہ کا ہے۔

آپ نے اپنے آخری ایام میں انصار کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو ان کے لیے کچھ کر کے جانا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے بعد بھوکے مرتے رہیں۔

انہوں نے کہا۔ یہ تو آپ احادیث پڑھنے لگے ہیں۔ آپ نے کوئی ایسی آیت نہیں بتائی جو ہماری تبلیغ کے خلاف ہو۔

آپ نے فرمایا۔ حدیث قرآن ہی کی مفسر ہوتی ہے۔ وہی حدیث قابل تسلیم نہیں ہوتی۔ جو قرآن کے خلاف ہو یا جس کا مسند محدثین ہو۔ میں نے جو احادیث سنائی ہیں۔ نہ تو یہ مخالف قرآن ہیں اور نہ ان کی سندیں کوئی خدشہ ہے۔

وہی آیت بھی ہے۔

ارشاد باری ہے ۔

والذین اذا انفقا ولهم یسر فوالہم وہ لوگ (مومن) ہیں جو بوقت خیرج نہ تو اسراف کرتے ہیں

وہ لوگ (مومن) ہیں جو بوقت خراج نہ تو اسراف کرتے ہیں

يَقْتَرُوا دُكَّانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا - اور نہ بخل کرتے ہیں۔ ان دونوں کے بین بین ہی اعتدال کے  
دیکھے اللہ نے آپ کے دعویٰ اور تبلیغ کے خلاف فرمایا ہے۔  
دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ - اللہ اسراف کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ نے جن طرح بخل سے منع فرمایا ہے اسی طرح اسراف سے بھی روکا ہے۔ بقول آپ کے جو کچھ اس وقت کسی  
کے پاس ہے اگر وہ اپنے پرترجیح دے کے کسی کو دے دے۔ پھر اللہ سے دے لئے رزق کرے تو نبی اکرم سے مروی احادیث  
کے مطابق اللہ اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔

آنحضور نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ

اللہ میری امت کے چند افراد کی دعا قبول نہیں کرتا۔

ایسا شخص جو والدین کے لیے بددعا کرے

ایسا شخص جو کسی کو تجربہ کے بغیر قرض دے اور مقروض انکار کر دے۔

ایسا شخص جو اپنی بیوی کے خلاف بددعا کرے۔

ایسا شخص جو گھر میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ کر دے لئے رزق مانگے۔

ایسا شخص جسے اللہ وافر دولت دے اور وہ اسے خرچ کر کے دعا مانگے میرا اللہ مجھے رزق دے۔ جواب میں

ارشاد قدرت ہے۔ کیا پہلے بھی میں نے ہی تجھے وافر دولت نہیں دی تھی؟ پھر تو نے کیوں مینا نہ روی سے خرچ نہ کیا؟

تو نے میرے حکم کے خلاف کیا کیوں اسراف کیا ہے۔

ایسا شخص جو کسی ذرا رحم کے خلاف بددعا کرے۔

علامہ ازیں اللہ نے خرچ کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا ہے۔ اللہ یہ برگزیدہ نہیں کرتا کہ جو کچھ وہ دے اسے رات

کو سونے سے پہلے خرچ کر دو۔ اور صبح اس طرح کنگلے ہو کر اٹھو۔ جسے کہ کسی سائل کو دینے کے لیے بھی کچھ نہ بچے

نتیجہ یہ ہوگا کہ سائل نہ دینے پر ملامت اور مذمت کرے گا۔

اور مسئلہ عند پشیمان و نادم ہوگا۔

یہی درس فات احادیث نے اپنے جیب کو دیا ہے۔

لَا تَجْعَلْ يَدَكَ فَغْلُولَهُ وَلَا تَبْسُطْهَا كَلًّا - نہ تو اپنے ہاتھ باندھ کے رکھ۔ اور نہ ہی اپنی جیب کو

المبسط - خالی رکھ۔

مقصود قدرت یہ ہے کہ۔ مانگنے والے کبھی بھی کوئی عند قبول نہیں کرتے۔ اگر آپ نے اپنی تمام جیب خالی کر دی تو

آپ خود کف انوس تے رہیں گے۔

یہ ہیں احادیث نبویہ جو مفسر قرآن اور قرآن کی تصدیق کرتی ہیں۔

آپ لوگ یہ جانتے ہیں کہ آپ جتنے بھی زاہدین جائیں آپ کا زہد جناب سلمان اور جناب ابوذر سے کم ہی رہے گا؟

انہوں نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ جناب سلمان کو جب وظیفہ ملتا تھا۔ تو اپنے سال کے اخراجات الگ کر کے رکھ لیتے تھے۔ جب کسی نے آپ سے استراض کیا۔

کہ آپ اتنے معزز اور زاہد صحابی رسولؐ ہو کر بھی ایک سال کے اخراجات جمع کر کے رکھتے ہیں حالانکہ آپ کو ایک مائس کا بھی بھروسہ نہیں۔

آپ نے جواب دیا۔ بندہ خدا جس طرح ہر لمحہ موت کا انتظار کرنا چاہیے اسی طرح ہر لمحہ زندگی کی امید بھی رکھنا چاہیے۔ نہ موت کے خوف سے بھوکا مرنا چاہیے اور نہ زندگی کی امید میں ہزاروں برس کا ذخیرہ جمع کرنا چاہیے۔ جہاں اللہ نے طول عمر کی دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ وہاں اللہ نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ طول عمر کی امید بھی رکھا کر دو۔

جناب ابوذر کو دیکھئے۔ آپ کے پاس اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ تھے۔ مالدار تھے۔ بوقت ضرورت اپنے لیے مہمانوں کے لیے اور پڑوسیوں کے اونٹ تک نہر کر دیتے تھے۔ اور خود دوسروں جیسا حصہ لیتے تھے۔

اے راہبوں کے پیروکارو! مجھے میرے باپ نے اپنے اہل کے ذریعہ نبی اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

نہات دنیا کے مقابلہ میں اگر مومن کے جسم کو قینچی سے کاٹا جائے تو اس کے لیے بدرجہا بہتر ہے۔

تم اپنے جسم کیوں نہیں کٹواتے۔

اگر ایک قاضی ایک شوہر کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیوی کے سال کے اخراجات ادا کرے۔ تو اب اس کی دوہی

صورتیں ہیں۔

قاضی کو عادل کہو۔ یا ظالم

اگر ظالم کہو گے تو دنیا تمہیں ملامت کرے گی۔ اور اگر عادل کہو گے تو تم اپنے دعویٰ کے خلاف خود ہی گواہ بن جاؤ گے

کیونکہ بیوی کو سال کے اخراجات وہی ادا کر سکے گا جس کے اپنے پاس کچھ ہو گا۔

اگر بقول تمہارے سب لوگ تمہاری طرح زاہدین جائیں تو یہ بتاؤ کہ۔ خمس۔ زکوٰۃ۔ فطرہ اور دیگر صدقات کسے دیئے

جائیں گے۔

اگر تمہارا دعویٰ زہری دوست مان لیا جائے اور کوئی شخص اپنے گھر میں کچھ ہی بچا کر نہ رکھے۔ اور جیسا کہ تم

تبلیغ کر رہے ہو کہ حکمِ خدا ہی یہی ہے۔ تو پھر خداوندِ عالم نے۔ یہ ذکوۃ۔ اور خمس وغیرہ کے احکام کو فی غلط دیتے ہیں حضرت سلیمان جو کہ معصوم بنی تھے۔ انہوں نے جب اللہ سے یہ سوال کیا کہ مجھے ایسی حکومت دے۔ جیسی ہمیں کسی کو نہ دی ہو۔ تمہارے بقول حضرت سلیمان نے ایسی حکومت مانگ کر اور اللہ نے ایسی حکومت دے کر غلطی کی ہے۔

جب حضرت یوسف نبی معصوم نے شاہ مصر سے مطالبہ کیا تھا کہ حکومت کا تمام خزانہ میرے حوالے کر دے تمہاری تبلیغ کے مطابق جناب یوسف نے بھی گویا غلط ہی کیا تھا۔

جناب ذوالقرنین جسے اللہ نے روئے ارض کا حکمران بنادیا تھا۔ تمہارے بقول گویا اللہ نے غلط کیا تھا۔  
دیکھو! احکام خدا کو اپنی خواہشات کے مطابق نہ لانا اپنی خواہشات کا حکام الہیہ کا تابع بنانا۔

توحید پر مذکور ۱۵

کافی میں ابو منصور سے مروی ہے کہ ایام حج میں ایک سال ابن ابوالعوجاء ابو المقضع اور ابو العوجاء بیٹھے تھے  
لوگ مصروف طواف تھے۔

ابو المقحط نے کہا۔ یہ جتنے لوگ مصروف طواف ہیں ان میں اگر انسانیت ہے تو صرف اس شخص میں جو وہ بیٹھا ہے۔

ابو العوجانے کہا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

ابوالمقفع نے کہا: جو علم، حلم، شرافت، متانت اور دیگر اوصاف اس میں ہیں یہ سب لوگ ان اوصاف سے خالی ہیں۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ جب تک میں خود نہ آزمائوں اس وقت میں نہیں مانوں گا۔

ابوالمقعقع نے کہا: اگر تو اس کے پاس چلا گیا تو کہیں کا نہ رہے گا۔ اس کی بات ماننے کا نہیں اور اپنا عقیدہ چھوڑ

بیٹھے گا۔ بہتر ہے اس کے پاس نہ جا۔

ابو العوجاء نے کہا: میرا خیال ہے تو مجھے اس سے منع کر رہا ہے کہ تو نے جو اس کی تعریف کی ہے۔ اب تجھے

سہرا ہے کہ اگر میں اس کے پاس چلا گیا تو وہ میری تعریف پر پورا نہیں اترے گا اور مجھے شرمندگی اٹھانا

پڑے گی۔

الامقع نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو اب تو جہاں لیکن خیال رکھنا اپنے نظریات پر ڈٹے رہنا۔

ابو الحجاج جلا گیا۔ کافی دیر بعد واپس آیا۔ تو کہنے لگا۔ اگر چہ اس کا رنگ رپ شکل و صورت اور

نشت و برجات انسانوں جیسی ہے لیکن میں اسے انسان ماننے پر تیار نہیں ہوں یہ کوئی فرشتہ ہے۔ جو بیشک انسان بیٹھا ہوا ہے۔

ابو القفیع نے کہا۔ وہ کیسے؟

ابو العوجانے کہا۔ جب میں اس کے پاس جا کر بیٹھا اور دیکھ لوگ ایک ایک کر کے چلے گئے۔ جب صرف وہ اور میں پنج رہے۔ تو کہنے لگا۔

اگر معاملہ اس طرح ہے جس طرح یہ طواف کرنے والے کہتے ہیں اور ہے بھی فی الواقع اسی طرح تو پھر یہ لوگ نجات پا جائیں گے۔ اور تم نعمہ جہنم بن جاؤ گے اور اگر معاملہ اس طرح ہوا جس طرح تم کہتے ہو۔ جب کہ اس طرح نہیں ہے تو پھر تم اریہ لوگ برابر رہو گے۔

میں نے کہا۔ وہ کیا کہتے ہیں اور ہم کیا کہتے ہیں؟

مجھے تو کسی بات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا؟

اس نے کہا۔ تم دونوں مختلف نظریات رکھتے ہو۔ پھر بات ایک کیسے ہو سکتی ہے یہ طواف کرنے والوں کا عقیدہ ہے کہ یوم حشر ہوگا۔ حساب و کتاب ہوگا۔ ثواب و عقاب ہوگا۔ اور تم لوگ ان چیزوں سے انکار کرتے ہو۔ میں نے اسے غیبت جان کر کہا۔ اگر بات ایسی ہی ہے جیسے یہ لوگ کہتے ہیں اور اللہ فی الواقع موجود ہے تو پھر وہ ماننے آکر لوگوں کو اپنی دعوت خود کیوں نہیں دیتا تا کہ یہ اختلاف نہ رہیں۔

اس نے کہا۔ وجود باری علیحدہ معاملہ ہے۔ لوگوں کے اختلافات علیحدہ معاملہ ہیں۔ کیا اختلافات کو عدم وجود کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے۔

میں نے کہا۔ نہیں۔

اس نے کہا۔ اس ذات کو کیسے معدوم کہا جاسکتا ہے۔

جس نے تجھے نہ ہونے کے بعد وجود دیا۔

جس نے تجھے پہننے کے بعد تجھے بڑا کیا۔

جس نے کمزوری کے بعد تجھے طاقتور بنایا۔

جس نے طاقتور بنانے کے بعد تجھے دوبارہ کمزور کیا۔

جس نے تندرستی میں تجھے بیمار کیا۔

جس نے بیماری میں تجھے صحت دی

جس نے غصہ میں تجھے ٹھنڈا کیا۔

جس نے اعتدال میں تجھے غصہ دیا۔

جس نے خوشی میں تجھے غم دیا۔  
جس نے غم میں تجھے خوشی دی۔  
جس نے بغض میں تجھے محبت دی۔  
جس نے محبت میں تجھے عداوت دی۔  
جس نے عاجزی میں تجھے عزم دیا۔  
جس نے عزم میں تجھے عاجز کیا۔  
جس نے ناپسندیدگی میں تجھے خواہش دی۔  
جس نے خواہش میں تجھے ناپسندیدگی دی۔  
جس نے خوف میں تجھے امن دیا۔  
جس نے امن میں تجھے خوف دیا۔  
جس نے مایوسی میں تجھے امید دلائی۔  
جس نے امید میں تجھے مایوس کیا۔

اسی طرح میری ایک ایک وہ صفت گنتا چلا گیا جو مجھ میں تھیں اور جن سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔  
ابو المقفع نے کہا۔ اب میری بات کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ اس کے متعلق اب کبھی مجھ سے بات نہیں کروں گا۔ تیری بات سے میں کہیں زیادہ سمجھ لگا ہوں۔

ارشاد مفید میں عباس ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ۔ ابوالعوجاء ابن طاووت ابن اعمیٰ اور ابن مقفع اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ مسجد الحرام میں بیٹھے تھے۔ امام صادق بھی ایک گوشہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مختلف لوگ اپنی ضرورت کے سائل دریافت کر رہے تھے۔

ابوالعوجاء کے ساتھیوں نے اس سے کہا۔ کیا اتنی ہمت ہے کہ علم و دانش کے اسی پہاڑ سے ٹکرے کر آج سے اپنے چاہنے والوں کے سامنے شرمندگی ہو۔

ابوالعوجاء نے کہا۔ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ میرے ایک سوال کا جواب بھی نہ دے پائے گا۔

ابن مقفع نے کہا۔ ذرا سنبھل کے جاننا یہ دوسرے مسلمان علماء سے مختلف ہے۔ اپنے دعوے کے مطابق علم نبوت کا

وارث ہے۔ اور میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے اسے لا جواب کیا ہو۔

ابوالعوجاء اٹھ کر آپ کے پاس چلا آیا۔ آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

اسے دیکھ کر دوسرے تقریباً اب لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔

ابو العوجاء نے کہا۔ اے ابوبکر اللہ سنا ہے آپ فرزند رسولؐ اور علم رسولؐ کے وارث ہیں آپ کی بڑی علمی ثبوت سنی ہے۔

چند ایک سوالات میں اگر فوازش فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ اتنی تمہید کی کیا ضرورت تھی۔ جو پوچھنا ہے پوچھ لے ابو العوجاء نے کہا۔

یہ کیا تماشا ہے کہ ہر سال آپ لوگ اس گھر میں جمع ہوتے ہیں۔

اس بے جان پتھر کو بوسہ دینے کی خاطر ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں۔

پتھروں سے بنے ہوئے اس گھر کی پوجا کرتے ہیں۔

اس کے ارد گرد اونٹ کی طرح دوڑ لگاتے ہیں۔

جو دانش مند بھی آپ کے ان مضحکہ خیز کاموں کو دیکھتا ہے ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ اس معاملہ میں ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور آپ کے جدا جدا اسی کے بانیوں سے تھے۔ کچھ ہیں بھی سمجھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ابو العوجاء جو گمراہ ہو جاتا ہے۔ جو راستہ سے بھٹک جاتا ہے اور جس کا دل بے نور ہو جاتا ہے اسے پر سنجیدگی میں مذاق اور ہر دانش میں جہالت نظر آتی ہے۔

اگر تو اس سالانہ اجتماع کو امت مسلمہ کے عالمی مرکزی اجتماع کی نگاہ سے دیکھتا تو تجھے اپنی عقل پر رونا آتا۔

اللہ نے اپنی مخلوق کو آزمایا ہے کہ جو گھر بیٹھ کر میری توحید کا ذکر کرتے ہیں کیا وہ میرے حکم کی اطاعت میں گھر چھوڑ کر یہاں آتے ہیں یا نہیں آتے؟

جس مکان کو وہ اپنا قند سمجھتے ہیں اس کی تعظیم کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟

تجھے کیا معلوم کہ اللہ نے اسے کب بنایا ہے۔ اللہ نے اسے زمین پچھلنے سے دو ہزار برس قبل خلق کیا تھا۔ ایسی ذات کا حق ہے کہ جس بات سے روکے انسان رک جائے جس بات کا حکم دے انسان بجالائے۔ اللہ ہی تو ہے جس نے ادراج و اشکال عالم کو پیدا فرمایا ہے۔

ابو العوجاء نے کہا۔ اے جعفر آپ ایسی ذات کی بات کر رہے ہیں جو قطعاً غائب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ذات باری کو بھلا کیسے غائب کہا جاسکتا ہے۔

جو اپنی مخلوق کا شاہد ہے۔

جو ہر رک سے زیادہ قریب ہے۔



جو ہر مخلوق کی ہر بات سنتا ہے۔

جو ہر مخلوق کے دل میں پوشیدہ رازوں سے واقف ہے۔

جس سے کوئی جگہ خالی نہیں اور جو کسی جگہ سما نہیں سکتا

جس کے لیے کوئی مکان دوسرے کی نسبت قریب نہیں۔

اس کے وجود ذات پر اس کے آثار شاہد نہیں۔

اس کے افعال ہر جگہ اس کے وجود کے گواہ ہیں۔

وہ ذات جس نے محمد جیسے نبی کو آیات و معجزات دے کر مبعوث کیا ہے۔

اسی نبی مبعوث نے ہمیں ان عبادات کا حکم دیا ہے۔

اگر تجھے ان عبادات میں سے کسی عبادت کی مقولیت میں کوئی اشتباہ ہو تو مجھے بتائیں تیرا ہر اشتباہ دور

کرنے کو تیار ہوں۔

ابو العجاء سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اپنے ایک دوستاچی جو ساتھ لایا تھا انہیں لے کر اٹھ گیا۔

جب ابن مقفع وغیرہ کے پاس پہنچا تو ان سے کہنے لگا کہ آپ لوگوں نے مجھے اس کا صحیح تعارف نہیں

کرایا تھا۔

ابو العجاء کے ساتھیوں نے کہا کہ آج کے بعد کم از کم ہماری موجودگی میں کبھی ولایات لاف زنی نہ کرنا۔ آج ہم

نے تجھے دیکھ لیا ہے۔ ہمیں کم علم سمجھ کر بات بات پر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ لیکن وہاں تو بھگی بھی بنا بیٹھا

ہوا تھا۔

ابو العجاء نے طواف کرنے والے حجاج کی طرف اشارہ کر کے کہا تمہیں معلوم ہے یہ شخص اس دادے کا پوتا ہے

جس کی فکر نے ان لاکھوں آدمیوں کو جنم دیا ہے۔

اجتجاج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابن ابو العجاء نے امام صادقؑ سے حدوث عالم کی دلیل پوچھی۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تھوڑی سی فکر کی جائے تو بات بڑی آسان ہے۔ اور حدوث عالم از خود ثابت

ہو جاتا ہے۔

ابن ابو العجاء نے کہا۔

ہم تو فکر کر کے مر گئے لیکن ہماری سمجھ میں حدوث عالم نہ آسکا۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتا۔ کوئی چیز خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اگر اس کے ساتھ اسی جیسی اور چیز ملا دی جائے

تو وہ پہلے کی نسبت دگنی ہو جائے گی یا نہیں۔

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ضرور ہو جائے گی۔

آپ نے فرمایا۔ چھوٹی حالت سے بڑی حالت میں بدل جانا۔ پہلی حالت سے انتقال اور تغیر ہے یا نہیں۔

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ظاہر ہے انتقال بھی ہے اور تغیر بھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا کیا قدیم قابل انتقال و تغیر ہوتا ہے۔

جو چیز نہ ہونے کے بعد ہو سکتی ہے اور ہونے کے بعد معدوم ہو سکتی ہے وہ حادث ہے یا قدیم؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ آپ نے یہ استدلال تو اشیاء کے اس تغیر سے لیا ہے جو ان کے حجم میں ہوتا ہے۔ ہم

فرض کر لیتے ہیں کہ اس پرے عالم کی ہر ایک چیز کا حجم برابر ہے۔ اور ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے پھر آپ کیسے استدلال کریں گے؟

آپ نے فرمایا۔ اس وقت جو عالم ہلکے سامنے ہے۔ اس میں تو بہر نوع کچھ چیزیں چھوٹی اور کچھ بڑی

ہیں ناں؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ہاں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جو عالم تو فرض کر رہا ہے وہ عالم اسی عالم کی جگہ لے گا یا کہیں اور ہوگا؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ اسی عالم کی جگہ لے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اپنا جواب تو نے خود دے دیا ہے۔ یہ عالم کے موجودات میں کمی بیشی ہے۔ جب معدوم ہو جائے

گا تو گویا حادث تھا۔ جیسی معدوم ہوا اگر قدیم ہوتا تو معدوم نہ ہوتا۔ اور جو عالم اس کی جگہ لے گا وہ پہلے معدوم تھا۔ بعد میں

موجود ہوا۔ وہ بھی حادث ہو گیا۔ اگر قدیم ہوتا تو پہلے معدوم نہ ہوتا۔

علامہ ازیں اگر اس نکتہ کو چھوڑ کر تیری فکر کے مطابق بات کی جائے اور فرض کر لیا جائے کہ ایک عالم ازل سے ہے

اور اس کے ہر موجود کا حجم چھوٹا ہے ان میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ تو کیا ہر فکر سوچ نہیں سکے گی کہ اگر ان موجودات میں سے ہر

موجود کے ساتھ اسی جیسا اور موجود ملا دیا جائے تو اس کا حجم بڑھ جائے گا۔؟

ابن ابوالعوجاء نے کہا۔ ایسا سوچا جاسکتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جب اس طرح سوچا جاسکتا ہے تو پھر اس کے ساتھ یہ بھی سوچا جاسکتا ہے کہ ان کو حجم

اشیاء کے ساتھ جب کوئی چیز ملائی جائے گی تو ان کا حجم بڑھ جائے گا۔ اور جب بھی تغیر جائز ہوگا۔ حادث اشیاء

ثابت اور شے ہوگا۔

## عبداللہ دیصانی کا اسلام

اصول کافی کے مطابق عبداللہ دیصانی اپنے وقت میں دہریت کا بہت بڑا مبلغ تھا۔ اس نے کافی مسلمانوں کو راہ حق سے بھٹکایا۔

ایک مرتبہ امام صادقؑ کے شاگرد عزیز ہشام ابن حکم سے کہنے لگا۔

کیا آپ کا خدا تاد رہے؟

ہشام نے کہا۔ اس میں کیا شک ہے یقیناً وہ تاد رہے۔

عبداللہ نے کہا۔ کیا اللہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ پورے ارض و سما کو ایک انڈے میں سمودے بشرطیکہ نہ

انڈے کا وجود بڑھے اور نہ کائنات کا وجود سٹھے؟

ہشام خاموش ہو گیا۔ اور کہا۔ مجھے جواب کے لیے مہلت دے۔

عبداللہ نے کہا۔ تجھے ایک برس کی مہلت ہے۔

کچھ دنوں بعد ہشام مدینہ آیا۔ اور امام صادقؑ سے وہی سوال کیا۔

آپ نے فرمایا۔ ہشام کتنا آسان جواب ہے۔

ہشام نے عرض کیا۔ قبہ آپ کے لیے تو آسان ہے ہی۔ اگر میرے لیے بھی آسان ہوتا تو میں یقیناً آپ کو

تکلیف نہ دیتا۔

آپ نے فرمایا۔ تیرے حواس خمسہ میں سے خرد ترکوشا ماسد ہے؟

ہشام نے عرض کیا۔ حضور آنکھ۔

آپ نے فرمایا۔ آنکھ کا جو حصہ دیکھتا ہے اس کا حجم کتنا ہوگا؟

ہشام نے عرض کیا۔ زیادہ سے زیادہ نصف دانہ سمور کے برابر۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا اوپر نیچے دیکھ کے بتا کیا دیکھتا ہے۔

ہشام نے اوپر نیچے دیکھ کے عرض کیا۔ قبہ زمین اور آسمان۔

آپ نے فرمایا۔ یہ اتنا بڑا آسمان تیری آنکھ کی پتی میں سما گیا ہے۔

ہشام نے عرض کیا۔ قبہ سما گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تیری آنکھ کی پتی پھیل گئی تھی یا آسمان سکڑ گیا تھا۔

ہشام نے عرض کیا۔ قبہ نہ آنکھ کی پتی پھیلی ہے اور نہ آسمان سکڑا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو اللہ اس بات پر قادر ہے کہ انڈے سے کمر چھینیں ارض و سما سمودے اور ارض و سما میں

پتلی پتی رہے تو وہ اللہ انڈے میں کائنات سمو دینے پر کیوں قادر نہیں۔

ہشام واپس کو نہ آیا۔ عبد اللہ دیصانی ملاقات کو آیا۔ اور کہنے لگا۔

میں صرف ملاقات کو آیا ہوں۔ ابھی وہ مدت باقی ہے جو میں نے دی تھی۔ جواب مانگنے نہیں آیا۔

ہشام نے کہا: خواہ تو جواب نہ بھی لگے میں از خود تجھے جواب دے رہا ہوں۔

جب ہشام نے عبد اللہ کو جواب دیا۔

تو عبد اللہ نے کہا۔

ہشام ایمان سے بتانا کیا یہ جواب تیرا ہے۔

ہشام نے کہا: میں نے آل محمد کی دلالت تسلیم کی ہوئی ہے۔ اگر تو ایمان کا واسطہ نہ بھی دیتا تو بھی میں سیدھی بات

بتاتا کہ یہ جواب میرا نہیں ہے۔ صادق آل محمد کا بتایا ہوا ہے۔

عبد اللہ وہاں سے اٹھا اور اپنے چند حواریوں کو لے کر مدینہ آیا۔

امام صادقؑ کی زیارت کی اور کہا۔

مجھے وجود خالق کی دلیل دیجئے۔

آپ نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے۔

یہ سن کر عبد اللہ بغیر جواب دیئے اٹھ کھڑا ہوا اور باہر چلا آیا۔

حواریوں نے پوچھا: کیا بات ہو گئی تھی۔ جعفر نے تجھ سے نام پوچھا۔ اور تو کوئی جواب دینے کے بغیر اٹھ

کر چلا آیا۔

عبد اللہ نے کہا: اگر جعفر مجھ سے پوچھ لیتا کہ وہ کون اللہ ہے جس کا تو بند ہے تو بھلا میرے پاس کیا

جواب تھا؟

حواریوں نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو آئیے پھر واپس پختے ہیں اور آپ امام صادقؑ سے کہیں کہ میرا نام پوچھے بغیر

وجود خالق کی دلیل دیجئے۔

عبد اللہ کی ہمت بندھی۔ واپس آیا۔ اور کہنے لگا: آپ میرا نام پوچھے بغیر وجود خالق ثابت کر دیں۔

آپ نے ادھر ادھر دیکھا ایک بچے کے پاس انڈا تھا۔ آپ نے بچے سے فرمایا: چند منٹ کے لیے یہ

انڈا مجھے دے دیں۔

بچے نے انڈا دیا۔ آپ نے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔

عبد اللہ دیکھ رہا ہے۔ اسی انڈے پر کتنا سخت خلاف ہے۔ اس غول کے نیچے ایک بتا ہوا سونا اور دوسری ہتھی

ہوئی چاندی ہے نہ سونا چاندی میں ملتا ہے۔ اور نہ چاندی سونے میں ملتی ہے۔ اس میں کوئی ایسی راہ نہیں جس کے ذریعہ

ہمیں اس کے باطن کا پتہ چل سکے کہ گناہ ہے یا صبح۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس سے نرپیدا ہو گا یا مادہ۔ پھر اسی سونے اور چاندی سے رنگارنگ پرندے جنم لیتے ہیں۔

اب تو ہی بتا کیا اس کا کوئی مدبر ہے یا نہیں؟

عبداللہ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکایا۔ پھر کہنے لگا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واننا بحجۃ اللہ واما المخلوق حقائیں اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرتا ہوں۔

زندیق سے مناظرہ :

احتجاج میں مروی ہے کہ ایک زندیق نے امام صادقؑ سے سوال کیا ۔

آپ لوگ ایسے مبیود کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نظر نہیں آتا۔

آپ نے فرمایا۔ ہم معبود کو نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔

ہماری عقل ہمارے مہربان کو دلائل سے ثابت کرتی ہے۔ ہماری آنکھیں آثار مہربانہ دیکھتی ہیں۔ انبیاء نے ہمیں ہمارے

معبود کے وجود کی اطلاع دی ہے۔

زندیق نے کہا: کیا آپ کا معبود اتنی عظیم تر قدرت کے ہوتے ہوئے کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ آپ کے سامنے

آجائے اور آپ اسے دیکھ کر اس کی عبادت کر سکیں۔

آپ نے فرمایا۔ جو چیز محال ہو اس کا جواب نہیں ہوا کرتا۔

زندیق نے کہا۔ اگر ظہورِ خدا محال ہے اور محال کا جواب نہیں ہوتا تو پھر انبیاء کی بعثت کیسے ثابت ہو سکتی

46

ایسے نے فرمایا۔ ہاں بعثت انبیاء کا ثبوت واضح ہے۔ کیونکہ جو ذات اتنی عظیم ہو کہ مخلوق اس کے ظہور کی متحمل

اس کے سوا، ہونا یا ہیں جو خالق اور مخلوق کے باہم رابطہ ہوں۔ خالق کی طرف سے وہ مخلوق کو اللہ کے

کلام پہنچائیں سچ میں ان کی زندگی ہو۔ اور انہی سفر کا نام انبیاء ہے۔ ان کی بہشت ان کی صداقت، امانت۔

اور ایسے معجزات سے ثابت ہوتی ہے جن کی مثل مخلوق کا کوئی دوسرا فرد نہیں بجالا سکتا۔ مثلاً ہاڈرز انڈیا

کو بیٹا کرنا۔ مردہ کو زندہ کرنا۔ لکڑی کا جاندار سانپ میں بدل دینا وغیرہ۔

ہمارا نہ صرف عقیدہ ہے بلکہ تالونِ فطرت ہے کہ روئے ارضِ حجتِ خدا سے خالی نہیں رہ سکتا۔ انبیاء کے بعد

ہی کی پاکیزہ نسل سے دین خالق کے وارث رہے ہیں۔ جو انبیاء کے قائم مقام رہے ہیں اور امت نبی کو تبلیغ

رتے رہے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ اگر ہر دور میں ہر نبی کے بعد اس کی پاکیزہ اولاد میں سے ایسے افراد رہے ہیں جو نہایت نبی میں احکام خدا کی تبلیغ کرتے رہے ہیں تو پھر یہ اختلافات کیوں ہیں۔

آپ نے فرمایا کسی دور میں بھی اختلاف توحید۔ نبوت۔ اور قیادت میں نہیں رہا۔ اختلاف صرف بعد از نبی معرفت حجت میں رہا ہے۔ کچھ لوگ حجت خدا کی معرفت حاصل کر کے اس سے صراط مستقیم کا دعویٰ حاصل کرتے رہے ہیں اور کچھ لوگوں نے من مانی کر کے حجت خدا کی جگہ خود سے لی۔ جس کا نتیجہ امت کی گمراہی ہوا۔

زندیق نے کہا۔ پھر ایسی حجت خدا کا کیا فائدہ۔ جو لوگوں کو اپنا آپ نہ منوائے؟  
آپ نے فرمایا۔ حجت خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ اقتدار کی لاٹھی اس کے ہاتھ میں، حجت خدا کے لیے تحفظ دینا ضروری ہے اور یہ کام اقتدار کے بغیر بھی ہوتا رہتا ہے۔ کچھ افراد بہر طور ایسے رہتے ہیں جو حجت خدا سے احکام اسلام لے کر لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ یہ فرمائیے کہ اللہ نے عالم کو کس شئی سے پیدا کیا ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ لاشی سے۔

زندیق نے کہا۔ بھلا لاشی سے کوئی شئی کیسے خلق کی جاسکتی ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ دو ہی صورتیں ہیں۔

یا تو اللہ نے عالم کو شئی سے پیدا کیا اور یا لاشی سے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ اللہ نے شئی سے پیدا کیا ہے۔ تو پھر ہمیں اس شئی کو قدیم ماننا ہوگا۔ وہ حادث نہ رہے گی۔ اگر ہم قدیم مان لیں تو پھر ہمیں یہ بھی ماننا ہوگا کہ چونکہ قدیم میں تفسیر نہیں ہوتا۔ اور قدیم پر عدم طاری نہیں ہوتا۔

پھر ہمیں اس شئی کے متعلق یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ جو ہر واحد ہوگی۔ جب ہم جو ہر واحد مان لیں گے تو پھر ہمیں اس کا رنگ بھی ایک ہی ماننا ہوگا۔ جب رنگ ایک مان لیں گے تو پھر ہمیں سوچنا ہوگا کہ یہ مختلف رنگ اور مختلف جوہر کیسے رونما ہوئے۔

اگر اس شئی کو ہم مردہ مان لیں تو ہمیں سوچنا ہوگا کہ یہ زندگی کہاں سے آئی ہے؟  
اگر اس شئی کو زندہ مان لیں تو ہمیں غور کرنا ہوگا کہ موت کہاں سے ٹپک پڑی ہے۔

نہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عالم ایک میت سے وجود میں آیا ہے۔ کیونکہ میت کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔  
زندیق نے کہا۔ پھر یہ اذیت اشیاء کا عقیدہ کیسے آیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ ان لوگوں کا باطل نظریہ ہے جو ائمہ اور انبیاء کے منکر ہیں۔

زندیق نے کہا۔ جب اللہ کی کا محتاج نہیں ہے تو پھر اس نے یہ عالم کیوں پیدا کیا ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ اپنی حکمت۔ صفت اور تدبیر کے اظہار کی خاطر۔

زندیق نے کہا: تمام انسانوں کو ایک جیسا صالح کیوں نہیں بنایا۔

آپ نے فرمایا: اپنی مخلوق کے امتحان کی خاطر۔

زندیق نے کہا: اگر آپ کے بقول اللہ اتنا قادر ہے تو پھر اس نے ابلیس اپنے دشمن کو کیوں معاف کر رکھا ہے۔ اور اسے اتنے وسیع وسائل کیوں دیئے جن کی بدولت وہ مخلوق خدا کو گمراہ کرتا پھرتا ہے؟  
آپ نے فرمایا: اللہ نے ابلیس کو عداوت کے لیے نہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ابلیس اللہ کا دشمن نہیں ہے۔

انسان کا دشمن ہے۔ اللہ نے سجدہ آدم کا حکم ابلیس کے امتحان کی خاطر دیا تھا۔ جب وہ اس میں پورا نہ اترا تو اللہ نے اسے ملعون قرار دے دیا۔ اور اولاد آدم کو آگاہ کر دیا ہے کہ میری راہ سے تمہیں ابلیس ہی بھٹکائے گا  
زندیق نے کہا: کیا کسی غیر اللہ کو سجدہ کیا جاسکتا ہے۔  
آپ نے فرمایا: نہیں۔

زندیق نے کہا: جب کسی غیر اللہ کو سجدہ ناجائز ہے۔ تو اللہ نے سجدہ آدم کا حکم کیوں دیا  
آپ نے فرمایا: سجدہ اطاعت کا مظہر ہے۔ مقصد تو صرف یہ دیکھنا تھا کہ آیا۔ ابلیس واقعا اطاعت کرتا ہے یا یونہی چوہدری بنا ہوا ہے۔

اگر حکم خدا سے سجدہ کر لیتا تو وہ سجدہ فی الواقع اللہ ہی کا ہوتا۔

زندیق نے کہا: یہ علم کہانت کیا بلا ہے جس کی بدولت کہن اپنے مسائل کا ماضی کھنگال ڈالتا ہے اور مستقبل کی خبریں بھی دیتا ہے۔  
آپ نے فرمایا: کہانت کے مختلف پہلو ہیں۔ ان میں قدر مشترک صرف یہ ہے کہ کہن کے قبضہ میں کچھ خجائے ہوتے ہیں۔

جو اسے سائل کے ماضی اور مستقبل سے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن کہن کی ہر بات سچی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا ماخذ علم حقیقی نہیں ہوتا۔

کہن بعض اوقات سچ کہتے ہیں۔ اور اکثر اوقات جھوٹ بکتے ہیں۔

زندیق نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ مادرِ زنا و امیر ہوتے ہیں اور بعض لوگ پیدا نشی طور پر محتاج ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اس کے متعدد اسباب ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ نے دولت مند کو دولت دے کر آزمایا ہے کہ وہ میری راہ میں میرے احکام کے مطابق خرچ کرے یا نہیں۔ اور نادار کو تنگ دیا ہے کہ میرے احکام کے مطابق جھروٹ کرے یا نہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ۔ دولت مندوں کو اللہ نے دنیا میں کچھ دے دیا ہے جو ناداروں کو آخرت میں دے گا۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ نے ظرف کے مطابق دیا۔ جس میں جتنی قوت برداشت تھی اسے اتنا دیا ہے۔ زندگی نے کہا۔ بعض اوقات شیر خوار۔ خود در سال اور نابالغ بچے بڑی مسک بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حالانکہ نہ تو ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے جس کی انہیں سزا دے گئی ہو اور نہ کوئی دوسری ایسی بات ہوتی ہے پھر وہ بیمارے عذابِ مرض میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

بیماری کی کئی اقسام ہوتی ہیں۔

بعض امراض از راہ امتحان ہوتی ہیں۔

بعض امراض بطور سنا ہوتے ہیں۔

اور بعض امراض مقدم موت ہوتے ہیں۔

لیکن آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ امراض کی غفلت سے کچھ بیمار ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر اسطرح۔ اندا طواری اور جالینوس جیسے ماہرین طب کیوں مرنے جاتے۔ کیا انہوں نے یہ بھی اپنی صحت کے معاملہ میں کوئی غفلت کی تھی ہر مرض کا نہ ایک سبب ہوتا ہے اور نہ دوا۔ کچھ کی بیماری بعض اوقات موت کا مقدمہ ہوتی ہے۔

بعض اوقات والدین کی سزا ہوتی ہے۔

اور بعض اوقات والدین کا امتحان ہوتی ہے۔

زندیق نے کہا۔ کیا اللہ کو اس عالم میں کسی سے کوئی خوف یا ڈر ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔

زندیق نے کہا۔ پھر یہ درندے اللہ نے کس لیے پیدا کیے ہیں۔ دیہانپ اور بھوکس لیے خلق کیے ہیں؟

آپ نے فرمایا: کیا تو طبیب نہیں ہے۔

زندقی نے کہا۔ طبیب ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تیری حکمت بچھو درویشانہ۔ اور سنگ شانہ کے لیے سود مند نہیں ہے؟ کیا جو لوگ بستر پر نیند میں پیشاب کر دیتے ہیں ان کے لیے بچھو فائدہ نہیں ہے؟ کیا افضل تریاق زہر سانپ کا گوشت نہیں ہے؟ کیا مرض جذام کا آخری اور قطعی علاج سانپ کا گوشت نہیں ہے۔

زندیق نے کہا۔ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ ایسا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا جو دُندے تجھے بے ناؤدہ نظر آ رہے ہیں یہ سب اپنے مقامِ حکمت الہیہ کی صفت اور سود مند ہیں تجھے ان کی طرف نقصانات معلوم ہوتے ہیں۔ فوائد تو بے غبر ہے۔ لیکن تیری ناواقفیت اس بات کی دلیل نہیں کہ ان



میں فوائد ہی نہیں ہیں۔

زندیق نے کہا: اللہ کم از کم ایک سو سال بعد مرنے والے میں سے کسی کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر دیتا تاکہ وہ اگر زندوں کو وہاں کے حالات سے آگاہ کرنا ہے۔ اور لوگ مگر اسی سے بچ جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اولاً تو اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کی بات نہیں مانتے وہ مرنے کے بعد زندہ ہونے والوں کو بھی نہ مانتے اور۔

شنائت ایسا ہوتا رہا ہے۔ اصحاب کفہ تین سو برس بعد زندہ ہوئے۔ ان کی بات کسی نے نہیں مانی۔ خلیفہ ارمیا ایک سو برس بعد زندہ ہوئے۔ ان کی بات بھی کسی نے نہیں مانی۔

زندقی نے کہا یہ زرتشت کیا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ زرتشت نے دعوائے نبوت کیا تھا۔ بعض لوگوں نے اسے نبی مان لیا تھا۔ اور بعض نے اس کی نبوت سے انکار کر دیا تھا۔ اسے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ اور جنگل میں درندوں نے اسے اپنی غذا بنالیا۔

زندیق نے کہا۔ اسلام سے پہلے عرب دین کے زیادہ قریب تھے یا مجوسی؟  
آپ نے فرمایا۔ عرب زیادہ قریب تھے۔ کیوں کہ مجوسی تمام انبیاء کے منکر تھے۔ اور تمام الہامی کتب کے منکر تھے۔

مجوسی حکم ان کنخ و تنہا تین سو انہا کا قاتل تھا۔

مجموعی غسل جنابت نہیں کرتے۔

جاہلیت کے عرب غسل جنابت کرتے تھے۔

مچھلی ختمہ نہیں کرتے تھے۔

جسکے عرب کے بعض قبائل میں ختنہ رائج تھا۔

مخوسی مردوں کو جنگل میں پھینک آتے تھے جب کہ عرب دفن کرتے تھے۔

محوسی۔ ماں۔ بیٹی۔ بہن غرض بلا تميز تمام محرمات کو جائز سمجھتے تھے جب کہ عرب کے بعض قبائل ان رشتوں سے

نکاح حرام سمجھتے تھے۔

موسیٰ کہہ کر شیطان کہتا تھا جبکہ عرب اسے بت اللہ تسلیم کرتے تھے۔

زندہ لقمے کہا۔ محو حسوں کے نزدیک ہن سے نکاح کی دلس ہے۔

آپ نے فرمایا: کونسی دلیل۔

زندہ بننے کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم کا سلسلہ نسل بہن اور بھائی کے نکاح سے چلا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ غلط کہتے ہیں۔ نسی محرمات حضرت آدم سے قیامت تک ہر نبی کی شریعت میں ہی حرام رہے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ اللہ نے شراب کو کیوں حرام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ شراب ام الجبائش سے۔ شرابی اتنا مصلوب القفل ہو جاتا ہے کہ اسے نہ ماں کا خیال رہتا ہے نہ بہن کا۔ نہ اللہ کی نکر ہوتی ہے۔ نہ حرام و حلال۔ نہ صلح کا خیال کرتا ہے نہ امن کا۔ شرابی باگ و در پوری طرح شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جدھر شیطان چاہتا ہے اُدھر مڑتا ہے۔

زندیق نے کہا۔ خون کھانا کیوں حرام ہے؟

آپ نے فرمایا۔ جذام کے اسباب میں سے ایک اہم سبب خون کھانا ہے۔ خون کھانے سے انسان کا رنگ بدل جاتا ہے۔ دل سخت ہو جاتا ہے۔ جسم میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

زندیق نے کہا۔ پٹھے کھانا کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پٹھے کھانا بھی جذام پیدا کرتا ہے۔

زندیق نے کہا۔ مردار کھانا کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ مردار کا خون نکلنے کی بجائے اس کے جسم میں جم جاتا ہے۔ اور جو بد اثرات خون خوری سے ہوتے ہیں وہ تمام اثرات مردار خوری سے ہو سکتے ہیں۔

زندیق نے کہا۔ مچھلی بھی تو مردار ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں مچھلی مردار نہیں ہوتی۔ کیونکہ مچھلی کی تکبیر اس کا پانی سے باہر اپنی موت مرنا ہوتی ہے۔ پانی سے باہر مچھلی کے ٹپنے سے اس کے تمام مضر اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مچھلی میں خون نہیں ہوتا۔

زندیق نے کہا۔ زنا کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ زنا سے میراث اور صدر جمی جو انسانی معاشرہ کی جان ہے ختم ہو جاتے ہیں۔ زانیہ عورت کو نہیں معلوم ہوتا کہ حمل کس کا ہے۔ اور نہ بچے کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا باپ کون ہے۔

زندیق نے کہا۔ ہم جنسی کیوں حرام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہم جنسی سے نسل انسانی کے منقطع ہونے کا یقین ہے۔ جب مرد مرد پر گزارا کرے اور عورت کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ تو نسل انسان کیسے بڑھے گی۔

زندیق نے کہا۔ جب انسان اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے تو پھر غسل جنابت کیوں واجب ہے جب کہ جائز اور حلال کم ہے۔

صلان میں تو نجاست نہیں ہونا چاہیے تھی۔

آپ نے فرمایا۔

مرد کے لیے جنابت بالکل اس طرح ہے جس طرح عورت کے لیے ماہواری ہے۔ منی خون سے مختلف رنگ کی ہوتی ہے۔ لیکن فی الواقع خام خون ہی ہوتی ہے۔ جماع اسی وقت ہوتا ہے جب انسان کی شہوت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ جب مرد فدا رخ ہوتا ہے تو پورا جسم غلبہ شہوت کے کم ہونے سے سانس لیتا ہے۔ اگر مرد خیال کرے تو اسے اپنی عانس سے بھی بدبو سی محسوس ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان پورے بدن سے اٹھنے والی بدبو کو غسل سے ختم کرے۔

زندیق نے کہا۔ نبی افضل ہوتا ہے یا ملک۔

آپ نے فرمایا۔ نبی۔

زندیق نے کہا۔ جب اللہ ہر ایک ظاہر و باطن اور اعمال سے واقف ہے تو پھر اس نے ہر انسان کے ساتھ اس کے اعمال نوٹ کرنے کی کو کیوں مقرر کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ چونکہ انسان طبعاً اپنے اعمال کی تحریر سے گھبراتا ہے اس لیے اللہ نے ملائکہ مقرر کر دیئے ہیں تاکہ انسان اعمال میں محتاط رہے۔ اور قیامت کے دن ملائکہ بطور گواہ پیش ہوں۔

زندیق نے کہا۔ کیا ایمان اور کفر کے مابین کوئی تیسرا مقام بھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں۔

زندیق نے کہا۔ ایمان اور کفر کی تعریف کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ایمان اللہ کو نہ دیکھتے ہوئے اس طرح ماننا جس طرح وہ نظر آ رہا ہے۔ اور کفر انکار و توحید

ہے۔

زندیق نے کہا۔ شرک کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ شرک اللہ کریم کے ساتھ کسی کو شریک عبادت کرنے کا نام شرک ہے۔

زندیق نے کہا۔ کیا عالم بھی جاہل ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جس چیز کا عالم ہوگا اس نسبت سے عالم اور جس چیز سے جاہل ہوگا اس نسبت سے جاہل

کہا جائے گا۔

زندیق نے کہا۔ سعادت اور شقاوت کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ جو چیز باعث نجات ہو وہ سعادت اور جو چیز باعث ہلاکت ہو شقاوت کہلاتی ہے۔

زندیق نے کہا۔ قیامت لوگ برہنہ محسوس ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ کفن لباس ہوگا۔

زندیق نے کہا۔ کفن تو کہنہ اور خاکستر ہو چکے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ جو ذات جسم کو زندگی دے سکتی ہے۔ کیا اس کے لیے کفن کو زندگی دینا کون سا مشکل کام ہے۔

زندیق نے کہا۔ جن لوگوں کو دنیا میں کفن نصیب ہی نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا۔ ان کے بستر کا انتظام از خود کرے گا۔

زندیق نے کہا۔ کیا لوگ صرف بستر مختور ہوں گے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں ہر نبی کی امت کی ایک صف ہوگی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار صفیں ہوں گی۔

زندیق نے کہا۔ کیا اعمال تو بے جا بنیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ تو تو اومہ جس کو علم نہ ہو۔ اللہ عالم ہے اسے میزان کی ضرورت نہیں۔

زندیق نے کہا۔ میزان کے کیا معنی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ عدل۔

زندیق نے کہا۔ آپ کے قرآن میں ایک آیت ہے جس کا معنی ہے جس کا پلٹا بھاری ہو گا وہ خوشگوار زندگی بسر کرے گا اور جس کا پلٹا ہلکا ہو گا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس کا مفہوم کیا ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ جس کا ایمان پختہ ہوگا اور اعمال صالحہ کامل ہوں گے ترازوئے عدل میں اس کا پلٹا

بھاری ہوگا۔ اور جس کا ایمان ناپختہ ہوگا اور اعمال صالحہ میں نقص ہوگا۔ میزان عدل میں ان کا پلٹا ہلکا ہوگا۔

زندیق نے کہا۔ سنا ہے اہل جنت کے سامنے جو باغات ہوں گے اگر جنت کا باسی ایک پھل توڑے گا تو اس کی

جگہ فوراً دوسرا پھل لگ جائے گا۔

کیا یہ حقیقت ہے؟

آپ نے فرمایا۔ بالکل حقیقت ہے۔

زندیق نے کہا۔ مجھے سمجھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ جنت کا ہر درخت چراغ کی مانند ہوگا۔ جس طرح ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جا

سکتے ہیں۔ لیکن اصل چراغ میں کوئی کمی نہیں ہوتی اسی طرح اشجار جنت پر سے بھی جب ایک پھل توڑ لیا جائے گا۔

تو اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا۔

زندیق نے کہا۔ سنا ہے جنت میں کھانا پینا تو ہوگا۔ لیکن رفع حاجت کی حاجت نہیں ہوگی۔ کیا یہ سچ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں سچ ہے۔ جس طرح بچہ شکم مادر میں کھاتا پیتا ہے۔ لیکن بول و براز نہیں کرتا۔  
زندیق نے کہا۔ عرش بڑا ہے یا کرسی؟  
آپ نے فرمایا عرش بڑا ہے۔  
زندیق نے کہا۔ پہلے دن پیدا ہوا یا رات؟

آپ نے فرمایا۔ پہلے دن پیدا ہوا بعد میں رات پہلے زمین پیدا ہوئی بعد میں رات۔ اور پہلے سورج پیدا کیا پھر چاند۔

## تلامذہ امام صادق کے مناظرے

امام صادق نے اپنی علمی خدمات میں اپنے شاگردوں کو مخصوص علوم و فنون میں اتنا ماہر کر دیا تھا کہ ہر شاگرد ایک مخصوص فن میں ماہر تھا۔

رجال کشی اور اصول کافی کے مطابق شام سے ایک شخص مدینہ آیا۔

امام صادق کو سلام کیا۔

آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا کیسے آنا ہوا ہے۔

شامی نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں کہ آپ سے جو سوال بھی کیا جائے آپ اس کا جواب دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ حمران سے بات کرے۔

شامی نے کہا میں آپ سے گفتگو کی خاطر آیا ہوں۔ اور آپ مجھے حمران کے سپرد کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تو نے حمران کو لا جواب کر دیا تو یوں سمجھ لے کہ مجھے لا جواب کر دیا۔

حمران نے پوچھا۔ کس موضوع پر بات کرے گا؟

شامی نے کہا قرآن پر۔

کافی دیر تک قرآن پر مذاکرہ ہوتا رہا جب شامی نے دیکھا کہ حمران اس موضوع پر قبالہ نہیں کرتا تو۔

شامی نے کہا میں عربی ادب پر گفتگو کروں گا۔

امام صادق نے ابان ابن تغلب سے فرمایا۔

اب تو بات کر۔

جب شامی نے ابان کو عمری ادب میں ماہر دیکھا تو کہنے لگا میں فقہ پر بات کرنا چاہوں گا۔

امام صادق نے زرارہ سے فرمایا۔ شامی سے گفتگو کر۔

جب شامی نے دیکھا کہ فقہ میں زرارہ پیچ نہیں ہو رہا تو کہنے لگا۔ میں علم کلام میں مذاکرات کروں گا۔

امام صادق نے مومن طاق سے فرمایا۔

اس موضوع پر تو گفتگو کر۔

جب شامی نے مومن طاق کو علم کلام میں طاق دیکھا تو کہنے لگا اب میں امامت کی بات کروں گا۔

امام صادق نے ہشام ابن حکم سے فرمایا۔ اس موضوع پر تجھے گفتگو کرنا ہوگی۔ شامی سے فرمایا۔

بات کر۔

شامی نے کہا۔ مناسب ہوگا اگر اس سلسلہ کی ابتدا ہشام کرے۔

ہشام نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ آپ بتائیں کہ اپنی مخلوق کی عقل و فکر سے اللہ زیادہ واقف ہے یا مخلوق خود

شامی نے کہا۔ اللہ زیادہ واقف ہے۔

ہشام نے کہا۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو اہمیت دکھانے کا کیا طریقہ کیا ہے۔

شامی نے کہا۔ اللہ نے انبیاء بھیجے ہیں۔ تاکہ ہمارے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف و نزاع ہو تو انبیاء ہمارے

اس نزاع کو ختم کر سکیں۔

ہشام نے کہا۔ ہمارے نبی کے بعد اللہ نے کیا کیا؟

شامی نے کہا۔ اب ہمارے پاس کتاب خدا اور سنت نبوی ہے۔

ہشام نے کہا۔ کیا قرآن سنت نے رفع اختلاف کا مطلوبہ فائدہ دیا ہے۔

شامی نے کہا۔ ہاں ہمارے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کا کام کیا ہے۔

ہشام نے کہا۔ اگر قرآن و سنت نے مطلوبہ فائدہ فراہم کیا ہے تو پھر میرے اور آپ کے اختلاف کی بنیاد کیا

ہے۔ آپ شام سے ہمارے ساتھ مناظرہ کرنے آئے ہیں۔

شامی خاموش ہو گیا۔

امام صادق نے شامی سے فرمایا۔ بات کیوں نہیں کرتا؟

شامی نے کہا۔ اگر میں کہوں اختلاف نہیں ہے تو صراحتہ جھوٹ ہوگا۔ اگر کہوں قرآن و سنت کی بدولت

اختلاف ہے تو اپنے دعویٰ کو جھوٹا مانتا پڑتا ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت کے متعدد مقامات میں اور وہی مختلف مفہوم

ہی وجہ اختلاف ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا: جس طرح ہشام نے تجھ سے سوال کیا ہے۔ اسی طرح تو ہشام سے سوال کرے ممکن ہے اس کے جواب سے تو مطمئن ہو جائے۔

شامی نے کہا۔ آپ بتائیں کہ اللہ اپنی مخلوق کی فکر و عقل سے زیادہ واقف ہے یا خود مخلوق۔  
شامی نے کہا۔ اللہ۔

شامی نے کہا۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو صراطِ مستقیم دکھانے کا کیا انتظام کیا ہے۔

ہشام نے کہا۔ زمانہ رسولؐ میں یا اب؟

شامی نے کہا: زمانہ رسولؐ میں بھی اعداب بھی۔

مشمول نے کہا۔ زمانہ رسول میں تو خود ان حضور موجود تھے۔ جہاں تک اس وقت کا تعلق ہے تو یہ شخص جو اس وقت ہمارے سامنے بیٹھا ہے۔ اور اپنے باپ کے واسطے سے ان حضور تک سلسلہ مندر بیان کر کے فرمان رسالت بیان کرتا ہے۔ رفع اختلاف اور ہدایت حق کا نمائندہ ہے۔

شامی نے کہا۔ آپ کے لیے تو ایسے ہو گا۔ لیکن مجھے کیسے یقین آئے کہ ذاتِ عالیہ نمایندہ حق اور وحی رسولؐ ہے۔

ہشام نے کہا۔ اس کا تعلق تیری ذات سے ہے۔ دیسے ہمارے نزدیک تو اطمینان کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں جتنے وہ مملکت ہوں جو آپ خود انصاف سے پوچھنا چاہتے ہوں۔ اس سے پوچھ لیں اگر رسول کی طرح منقول اور قانع جواب سے نواز دے تو پھر آپ کا سختی منتاب ہے کہ آپ دین نبی بھی اس سے حاصل کریں۔

شامی نے کہا۔ اب میرے پاس مزید راستہ نہیں رہا میں صرف یہی پوچھنا چاہوں گا کہ کمر سے مدینہ تک میل سفر کیسے گزر رہا ہے اگر جواب دے دیں تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔

امام صلیق نے شامی کو اول سفر سے لے کر آخر سفر تک ایسے جزئیات بھی بتا دیے جن کا علم مولے اس شامی کے اور کسی کو نہ تھا۔

شامی نے اپنا حال سب سے سنے کے بعد اٹھ کر امام صادقؑ کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔ حق آج ہی نصیب ہوا ہے۔

ہشام ابن حکم جاثلیق !

شیخ صدوق نے کتاب التوحید میں یونس ابن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ مجھے ہشام ابن حکم نے

بتایا ہے۔

برہہ نامی جاثلیق نصاریٰ میں بڑا معروف عالم تھا۔ ایک دن میں اپنے دکان پر بیٹھا تھا۔ کہ سر سے اوپر عیسائی برہہ کو اپنے درمیان لیے ہوئے آگئے۔ میرے دکان پر چند لوگ بیٹھے فحش سے قرآن کا سبق لے رہے تھے عیسائیوں کی جمعیت دیکھ کر انہوں نے قرآن بند کر لیا۔

عیسائیوں نے ایک کرسی اٹھا رکھی تھی۔ میرے دکان کے باہر سڑک پر کرسی رکھی گئی۔ برہہ کرسی پر بیٹھا اور یہ کہنے لگا۔

ہشام! میں نے امت مسلمہ کے مختلف فرقوں سے گفتگو کی ہے۔ لیکن حقانیت اسلام اور عیسائیت کے بطلان پر مجھے کوئی بھی مطمئن نہیں کر سکا۔ مجھے معلوم ہوا کہ شیعیان آل محمد میرے سوالات کے جواب دے سکتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آج کل شیعوں میں آپ کی بڑی شہرت ہے۔ میں صرف تجھ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں۔ اگر میں نے عیسائیت کو حق ثابت کر دیا۔ تو ہمارے دین کا بول بالا ہو گا۔ اگر تو نے میرے دلائل کا اطمینان بخش جواب دے دیا تو ممکن ہے میں حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤں۔ اس وقت میں ستر برس کا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آخرت خراب نہ ہو۔

ہشام نے کہا۔ اے برہہ اگر آپ مجھ سے ایسے معجزات کی توقع لے کے آئے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ کے پاس تھے تو آپ کی بھول ہے۔ نہ میں عیسیٰ ہوں۔ نہ نبی ہوں۔ اور نہ وہی نبی ہوں۔ حضرت عیسیٰ ایک پاکیزہ روح تھے۔ انہیں اللہ نے آسمان سے اٹھالیا ہے۔

ان کے معجزات واضح اور دلائل روشن تھے۔ جسے اگر آپ مناظرہ کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں حسب توفیق آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔

برہہ نے کہا۔ آپ کے نبی اور مسیح میں کیا رشتہ ہے؟

ہشام نے کہا۔ حضرت مسیح ہمارے نبی کے چچا زاد ہیں۔ کیونکہ جناب مسیح حضرت اسحاق سے اور نبی اکرم جناب اسماعیل سے ہیں۔

برہہ نے کہا۔ حضرت عیسیٰ کا جناب اسحاق سے کیا رشتہ ہے۔

ہشام نے کہا۔ آپ کے حساب سے یا ہمارے حساب سے۔

برہہ نے کہا۔ ہمارے حساب سے۔

ہشام نے کہا۔ آپ کا خیال ہے کہ جناب عیسیٰ بھی ازلی ہیں۔ اور ازلی کے بیٹے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ ان دراز لیوں میں سے باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے۔

برہہ نے کہا۔ بڑی صاف بات ہے جو زمین نازل ہوا ہے وہ بیٹا ہے۔

ہشام نے کہا۔ اگر زمین پر نازل ہونے والے کو باپ ان لیا جائے تو کیا قباحت ہوگی۔



برہم نے کہا۔ خرابی ہوگی۔ اگر زمین پر آنے والے کو بیٹا مانیں تو بیٹا باپ کا رسول ہوگا۔ اور یہ بھی زیادہ نسب ہے۔

ہشام نے کہا۔ مخلوق خالق جب باپ ہے تو رسالت باپ اچھی ادا کر کے گایا بیٹا؟  
برہم نے کہا۔ مخلوق کے خالق باپ بیٹا دونوں ہیں۔

ہشام نے کہا۔ اگر باپ بیٹا دونوں خالق ہیں تو پھر دونوں جب تخلیق میں شریک تھے زمین پر دونوں کو آنے میں کوئی بات مانع تھی۔

برہم نے کہا۔ وہ ایک دوسرے کے شریک نہیں ہیں۔

بلکہ حقیقت ایک ہے صرف نام دو ہیں۔

ہشام نے کہا۔ آپ یوں کیوں نہیں کہتے کہ فی الواقع دو حقیقتیں ہیں اور نام ایک ہے۔

برہم نے کہا۔ آسمان میں رہنے والی بات نہیں کر سکتا۔

ہشام نے کہا۔ جب باپ بات نہیں کر سکتا تو پھر بیٹے کو بات کرنا کس نے سکھایا ہے۔

برہم نے کہا۔ بیٹا باپ ہی سے متصل ہوتا ہے۔

ہشام نے کہا۔ بیٹا ہی تو باپ سے جدا ہوتا ہے۔

برہم نے کہا۔ اس اختلاف سے عوام الناس نادانف ہیں۔

ہشام نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے جسے عوام الناس نہیں جانتے تو پھر بات میرے حق میں جائے گا گویا آپ

یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک وقت تھا جب باپ تھا اور بیٹا نہ تھا۔ اور آپ کے ساتھیوں میں سے ہر شخص میری اس بات کی گواہی دے گا۔

برہم نے کہا۔ نہیں اس سلسلہ میں ان کی بات نہیں مانوں گا۔

ہشام نے کہا۔ اگر آپ ان کی گواہی نہیں مانتے تو انہیں ساتھ کیوں لیے پھرتے ہیں۔

برہم نے کہا۔ باپ اور بیٹا قدرت قدیم کے دو نام ہیں۔

ہشام نے کہا۔ کیا یہ نام اسی طرح قدیم ہیں جن طرح قدرت قدیم ہے۔

برہم نے کہا۔ نہیں نام قدیم نہیں حادث ہیں۔

ہشام نے کہا۔ اسماء کو حادث مان کہ آپ زیادہ الجھ گئے ہیں۔

برہم نے کہا۔ وہ کیسے؟

ہشام نے کہا۔ اب تو باپ ہو جائے گا۔ اور بیٹا باپ بن جائے گا۔

برہم نے کہا۔ ہرگز نہیں۔

ہشام نے کہا۔ یقیناً ایسا ہی ہے کیونکہ اگر اس حادثہ میں اور بیٹے نے انہیں پیدا کیا ہے تو پھر پریمہ کے والد باپ ہو گا۔ اور اگر آپ نے ان اسما کو پیدا کیا ہے تو وہ باپ نہ رہے گا بیٹا بن جائے گا۔  
 بریمہ نے کہا۔ باپ روح کا اس وقت کا نام ہے جب وہ زمین پر نازل ہوا۔  
 ہشام نے کہا۔ جب زمین پر نازل نہیں ہوا تھا اس وقت اس کا نام کیا تھا۔  
 بریمہ نے کہا۔ اس وقت نام بیٹا تھا۔  
 ہشام نے کہا۔ نزل سے قبل اس روح کا نام ایک تھا یا دو۔  
 بریمہ نے کہا۔ روح بھی ایک تھی نام بھی ایک تھا۔  
 ہشام نے کہا۔ گویا آپ روح کو دو حصوں کو تقسیم کر کے ایک حصہ کو باپ اور ایک حصہ کو بیٹا بنا رہے ہیں۔  
 بریمہ نے کہا۔ نہیں باپ کا نام اور بیٹے کا نام ایک ہے۔  
 ہشام نے کہا۔ گویا بیٹا باپ کا باپ ہے۔ اور باپ بیٹے کا باپ ہے۔ یعنی باپ اور بیٹا ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔  
 اب بریمہ حیران وار ادھر ادھر دیکھنے لگا ساتھ والوں نے کہا۔ آج تک کسی سے پالا نہیں پڑا تھا۔ آج بری طرح گھر گئے ہو۔

بریمہ اٹھ کر جانے لگا۔  
 ہشام نے دامن پکڑ کر کہا۔ اگر آپ لا جواب ہو گئے ہیں تو اسلام قبول کر لیجئے۔ اگر آپ کے دل میں اور کوئی خلش ہے تو بتائیے میں دور کرنے کو تیار ہوں۔  
 ویسے اب مجھے اجازت دیں میں نصرت کے متعلق صرف ایک سوال کروں گا۔ پھر آپ کو جاننے کی اجازت ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ آج کی رات اس سوال پر غور کریں گے۔ اور کل آپ میرے پاس آکر اسلام کا اعلان کریں گے۔  
 بریمہ کے ساتھ والے پادریوں میں سے ایک نے کہا۔ ہشام آپ وہ مسئلہ میں رہنمائی کہیں ہم نہ ڈنگ جائیں۔

بریمہ نے کہا۔ نہیں ہشام آپ وہ مسئلہ ضرور بتائیں۔  
 ہشام نے کہا۔ کیا بیٹا وہ تمام علم جانتا ہے جو باپ کے پاس ہے۔  
 بریمہ نے کہا۔ ہاں۔  
 ہشام نے کہا۔ کیا بیٹے کے پاس تمام وہ قدرت ہے جو باپ کے پاس ہے۔  
 بریمہ نے کہا۔ ہاں۔

ہشام نے کہا۔ میرا سوال یہ ہے کہ جب علم اور قدرت دونوں برابر ہیں تو پھر ایک باپ کیوں ہے اور دوسرا بیٹا کیوں ہے۔ اور ایک ظالم کیوں ہے دوسرا مظلوم کیوں ہے؟  
بریدہ نے کہا۔ ظالم اور مظلوم تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔  
ہشام نے کہا۔ آپ نے غور نہیں فرمایا۔ باپ ظالم ہے اور بیٹا مظلوم ہے۔  
بریدہ نے کہہ نہیں تو۔

ہشام نے کہا۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ علم و قدرت میں مساوی ہونے کے باوجود ایک باپ بن گیا دوسرے کو بیٹا بنا کر سولی چڑھا دیا۔

ہشام نے کہا۔ بریدہ آپ تشریف لے جائیں رات بھر غور کریں۔ مجھے امید ہے کل آپ کے پاس اسلام کے سوا اور کوئی سیدھی راہ نہیں رہے گی۔

بریدہ پریشان پریشان واپس آیا۔ ایک عورت بریدہ کی خدمت کرتی تھی۔ اور بریدہ نے اس کی کوئی بات کبھی متروک نہیں کی تھی۔

جب اس نے دیکھا کہ بریدہ پریشان ہے اس نے پریشانی کی وجہ پوچھی۔

بریدہ نے ہشام سے مناظرہ کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا کہ میں لاجواب ہو کر آیا ہوں۔

عورت نے کہا۔ بریدہ آپ حق پر مڑنا چاہتے ہیں یا باطل پر۔

بریدہ نے کہا۔ تیرا بھلا ہو کون باطل پر مڑنا قبول کرتا ہے۔

عورت نے کہا۔ اگر آپ ہشام کے مقابل میں لاجواب ہو گئے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ آپ کا اپنا

موقف حق نہیں ہے۔

جب یہ سب ہو گیا کہ آپ کا موقف حق نہیں ہے تو آپ اسلام قبول کر لیں۔ اگر اب بھی آپ اپنے مسلک پر

اڑے رہے تو اس کا نام نزاع اور مخالفت ہوگا۔ اور نزاع و مخالفت میں کبھی حق نہیں ملتا شک ہوتا ہے اور شک کا

انجام جہنم ہے۔

بریدہ کو اس بڑھیا کی بات پسند آگئی۔ دوسرے دن تنہا ہشام کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔

ہشام مجھے یہ بتا کہ تیرا بھی کوئی ایسا بزرگ ہے جس کی تو اطاعت کرتا ہے۔

ہشام نے کہا۔ میں جس کی اطاعت کرتا ہوں اپنے کو اس کے خاک پا سمجھتا ہوں۔

بریدہ نے کہا۔ مجھے اس کے اوصاف بتا۔

ہشام نے کہا۔ نبی اوصاف یا حبیبی اوصاف؟

بریدہ نے کہا۔ دونوں۔

ہشام نے کہا۔ میرا قاتل میں روح قریش۔ اور جوہر ہاشم ہے۔ نسب میں جو بھی اس کا مقابلہ کرے گا بیچ ہوگا۔ آپ کو معلوم ہے قریش سید العرب ہیں۔ بنی ہاشم سید القریش ہیں۔ اور بنی عبدالمطلب سید بنی ہاشم ہیں۔ اور بنی فاطمہ سید بنی مطلب ہیں۔

بریدہ نے کہا۔ اب حسب کے متعلق بتا۔

ہشام نے کہا۔ اس کے شخصی اوصاف بتاؤں یا علمی کمالات۔

بریدہ نے کہا۔ پہلے شخصی اوصاف بتا۔

ہشام نے کہا۔ گناہوں سے پاک معصوم ہے۔ بخیل نہیں سخی ہے۔ بزدل نہیں بہادر ہے۔ جاہل نہیں عالم ہے۔ محافظ دین ہے۔ عسرت بنی سے ہے۔ غصہ کے وقت جمیع ہوتا ہے۔ ظلم میں بھی انصاف کرتا ہے۔ خوشی میں تواضع کرتا ہے۔ مخالف کی عیب جوئی نہیں کرتا۔ قرآن پر عمل کرتا ہے۔ اس کی دلیل کبھی خام نہیں ہوتی۔ کسی مسئلہ میں کبھی لاادری نہیں کہتا۔

بریدہ نے کہا۔ اگر شخصی اختلاف کو مد نظر نہ رکھا جائے تو پھر یہی شخص حضرت عیسیٰ ہی ہے۔ اگر یہ اوصاف درست ہیں تو پھر اسی پر ایمان بھی لانا چاہیے۔

ہشام نے کہا۔ اگر ایمان قبول کرے تو حق پائے گا۔

بریدہ نے کہا۔ مجھے اس کے پاس لے چل۔

دونوں مدینہ آئے۔ راستہ میں امام موسیٰ کاظم سے ملاقات ہوئی۔ ہشام نے بریدہ کو بتایا کہ جس کے پاس ہم جا رہے ہیں۔ یہ اس کا بیٹا اور اس کے بعد امام امت ہے۔

امام موسیٰ نے فرمایا۔ بریدہ انجیل جانتا ہے۔

بریدہ نے عرض کیا۔ اسی کا تو عالم ہوں۔

امام موسیٰ نے انجیل سے کچھ آیات کی تلاوت کی۔

بریدہ نے تڑپ کر کہا۔ بخدا! حضرت مسیح اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح آپ پڑھ رہے ہیں۔

پھر دونوں امام صادق کے پاس آئے۔

بریدہ نے اعلان اسلام و ایمان کیا۔ اور پوچھا۔ آپ کے جدید قرآن نازل ہوا تھا یا یہ انجیل آپ نے کہاں سے

لی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بریدہ صحف آدم سے لے کر انجیل تک تمام کتب انبیاء ہمیں بطور وراثت ملی ہیں۔

## مومن طاق کا دیگر افراد سے مناظرہ

احتجاج میں آتش سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اتفاقاً چند شیوخ اور شیخ مخالفین کو فہم میں ابو نعیم نخعی کے ہاں اکٹھے ہو گئے۔

ابن ابی جعفر مومن طاق بھی تھا۔ اور ابن ابی خدرہ بھی تھا۔

ابن ابی خدرہ نے دیکھا کہ گھر ابو نعیم نخعی کا ہے۔ اور اقتدار بھی ہمارے پاس ہے۔ چنانچہ اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھے ہوئے شیعوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

میرے پاس چار دلائل ایسے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس نہیں اور میں ان چار دلائل کی بنیاد پر ثابت کر سکتا ہوں کہ حضرت ابو بکر بشمول علی تمام صحابہ سے افضل تھے۔

مومن طاق نے کہا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کے پاس جواب ہے یا نہیں۔ اگر کوئی جواب دینا چاہے تو کیا اسے جواب دینے کا حق ہو گا۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ بڑے کھلے دل سے جو چاہے معقول جواب دے سکتا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ استدلال کریں گے۔ ہم جواب دیں گے۔ انصاف کون کرے گا۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ اس وقت ہمارے پاس ابو نعیم نخعی۔ ابواسحاق سبیعی اور سلیمان ابن مہران تین جید علمائے حق ہیں انہی کو ثالث مان لیتے ہیں۔

مومن طاق نے کہا۔ اگرچہ ان میں سے کوئی بھی شیعوں میں ہے۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ یہ تینوں ثالثی کرتے وقت جانبداری سے کام نہیں لیں گے۔ ہمیں قبول ہیں آپ اپنے دلائل پیش کریں۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔

حضرت ابو بکر خاتمہ رسولؐ میں انحصار کے ساتھ مدفون ہیں۔ اور اس شرف کی ابتدا حضرت ابو بکر ہی کو ملی ہے۔

حیات رسولؐ میں وقت ہجرت حضرت ابو بکر ہی آپ کے ساتھ غار میں ثانی الشین کا مصداق تھے۔ اور اس فضیلت میں اور کوئی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

مصلانے نبویؐ پر آخری نماز پڑھانے کا شرف حضرت ابو بکر کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔  
لقب صدیقؓ میں بھی حضرت ابو بکر کا کوئی شریک نہیں ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ میں آپ کے ہی دلائل سے آپ کا جواب دوں گا۔ اور قرآن سنت اور عقل سے ثابت کروں گا کہ نبی اکرم کے بعد حضرت واجب الطاعت امام تھے۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ بسم اللہ۔

مومن طاق نے کہا۔ آنحضور نے دم آخر اپنے گھر کو بطور میراث کے چھوڑا تھا یا تمام امت کے لیے صدقہ؟ ابن ابی خدرہ خاموش ہو گیا۔

ابونعیم نے کہا۔ آپ جواب دیں۔ مومن طاق نے سوال کیا ہے۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

ابو اسحاق نے کہا۔ آخر کوئی جواب تو دینا چاہیے۔ اتنا لبا سوال تو نہیں ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ اگر سوال لبا نہیں ہے لیکن جواب نہیں دیا جائے گا۔

سلیمان نے کہا۔ آپ کو کیسے معلوم ہے کہ جواب نہیں ملے گا۔

مومن طاق نے کہا۔ اگر ابن ابی خدرہ خانہ رسول کو میراث قرار دے۔ تو میرا دوسرا سوال یہ ہو گا کہ حضرت ابوبکر اپنی بیٹی ام المومنین عائشہ کو ملنے والے حصے میں دفن ہوئے ہیں۔ جب کہ تمام ازواج نبیؐ کو پورے حجرہ کا ۱/۸ ملے گا اور ۷/۸ دختر رسول کو ملے گا۔ اس صورت میں ام المومنین عائشہ کا حصہ اتنا نہیں بنے گا جتنا کہ حضرت ابوبکر کے مزار نے گھیر رکھا ہے۔ بقیہ کی اجازت کس نے دی ہے؟

اگر ابن ابی خدرہ خانہ رسول کو تمام امت کے لیے صدقہ بتائیں تو پھر معاملہ اس سے بھی سنگین ہو گا۔ حضرت ابوبکر کے تمام گھر والوں کا حصہ بھی اتنا نہیں بنے گا۔ جس میں ان کا مزار ہے۔ میرے خیال میں ابن ابی خدرہ کا ایک چوتھائی استدلال تو ختم ہو گیا ہے۔

جلیل مبینہ پاکستان  
حیدرآباد، سندھ

تینوں ثالثوں نے تصدیق کی۔

واقعاً ابن ابی خدرہ کا یہ استدلال کا لدم ہو گیا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ اسی ذیل میں ایک بات بالخصوص قابلِ توجہ ہے کہ زندگی میں جب آنحضورؐ نے مسجد نبوی میں کھنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دے کر اپنا اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا تھا۔ تو حضرت ابوبکر نے ایک چھوٹا سا سوراخ رکھنے کی درخواست کی تھی۔ جسے حضرت رسولؐ نے مسترد کر دیا تھا۔ کیا آپ تک یہ واقعہ پہنچا ہے۔

بشمول ثالث حضرت تمام نے کہا۔ ہاں ہم نے سنا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ آنحضورؐ نے زندگی میں جسے ایک سوراخ رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ بعد از حیات بھلا انہیں اپنے

ساتھ کب گوارا کرتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکر بلا اذن رسولؐ خانہ رسولؐ میں مور ہے ہیں۔

سب نے کہا۔ ظاہراً تو ایسے ہی ہے۔

اب غار کا واقعہ لے لیجئے۔ اس واقعہ میں دو چیزیں ہیں۔ ایک لائقِ حزن کی نہیں ہے۔ اور دوسرا اللہ کی طرف سے نزال سکینہ ہے۔

آپ ان میں سے کس کو وجہ استدلال قرار دیتے ہیں۔

ابن ابی خذرہ نے کہا: ظاہر ہے وجہ استدلال انزال سکینہ ہے۔ کیونکہ لاتحزن کی نہی مقام شرف نہیں ہے۔  
مومن طاق نے کہا: یہ انزال سکینہ صرف شب ہجرت دوران غار سے مخصوص ہے یا کبھی اور مقام پر بھی اُنزلے  
انزال سکینہ کیا ہے؟

ابن ابی خذرہ نے کہا۔ ایک جنگ میں بھی انزال سینہ ہوا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ اس فضیلت میں صرف حضرت ابوبکرؓ میں یا دیگر مومنین بھی شریک ہیں۔

ابن ابی خدرہ نے کہا: ظاہر ہے دوسرے مومنین بھی فبتریک ہیں۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ خود ہی بتائیں کیا حضرت ابو بکرؓ کس فضیلت میں تنہا ہیں۔ البتہ لاتحزن کے خطاب میں حضرت ابو بکرؓ لاشہ یکف نہیں۔

مثالوں نے کہا۔ نہیں یہ فضیلت دوسرے مومنین کو جب حاصل ہے اور ابن ابی خذرہ اس کا اعتراف کر رہا ہے اور قرآن میں اس کا ذکر بھی موجود ہے تو پھر واضح سی بات ہے کہ ابن ابی خذرہ کا یہ استدلال بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مومن طاق نے کہا۔ آپ کی بنیاد نصف ختم ہو چکی ہے اور نصف باقی رہ گئی۔

اب رہا حضرت ابو بکر صدیق کا ہونا تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کو لوگوں نے صدیق کہا ہے۔ اور حضرت علی کو اللہ نے صدیق کہا ہے۔ آپ کے پاس حضرت ابو بکر کے صدیق ہونے کی کوئی قرآنی نص نہیں ہے جبکہ حضرت علی کے صدیق ہونے کی دلیل امت عامہ موجود ہے۔ آپ سب کو معلوم ہو گا کہ جب نصاریٰ کے مقابلہ جھوٹوں پر لست کرنا تھی۔ تو اس مقابلہ میں نبی اکرمؐ حضرت علیؑ کو لے کر گئے تھے۔ اور یہ وہ نص ہے جو لوگوں کے دیئے گئے لقب پر یقیناً موزنی ہے۔

شمالیوں نے کہا۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔

مومن طاق نے کہا: آپ کے عقیدہ کی عمارت کے تین حصے کا لحد ہو چکے ہیں۔ ایک باقی ہے جو انتہائی آسانی سے ختم ہونے والا ہے۔

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ وہ کیسے۔

مومن طاق نے کہا: آپ نے جس آخری نماز کا حوالہ دیا ہے۔ آپ خود بتائیں کہ۔

حضرت ابو بکر کو آنحضرت نے وہ نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ یا حضرت ابو بکر از خود مصلیٰ رسالت پر کھڑے

1-2

ابن ابی خدرہ نے کہا۔ صاف بات ہے حضرت ابوبکر بلا جارت کیسے کھڑے ہو سکتے تھے۔ ان حضور ہی نے حکم دیا ہوگا؟

مومن طاق نے کہا۔ جزاک اللہ۔

اب یہ بھی وضاحت فرما دیجئے کہ ان حضورؐ نے جب خود حکم دیا تھا۔ تو یہ اطلاع ملنے پر کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے ہیں۔ اب شدت تکلیف کے باوجود ابن عباس اور علیؓ کا ہمارے کر خود کیوں تشریف لائے تھے اور حضرت ابوبکر کو معزول کیوں کر دیا تھا؟

ابن ابی خدرہ لا جواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

مومن طاق نے ثنائوں سے پوچھا۔ کیا آپ لوگ تصدیق کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی خدرہ کے چاروں استدلال اسکے اپنے دلائل سے مسترد کر دیتے ہیں۔

ثنائوں نے کہا۔ ہم تصدیق کرتے ہیں۔ اب ہماری خواہش ہے کہ آپ حضرت علیؓ کو قرآن۔ سنت اور عقل سے مفروض الطاعت ہونا ثابت کر دیں۔

مومن طاق نے کہا۔ ہاں۔ قرآن میں حکم ہے۔ کو نوائع الصادقین۔ میں نے قرآن سے علیؓ کا صادق ہونا ثابت کیا ہے۔

کیا ایہ مباہرہ کے پیش نظر حضرت علیؓ کو نوائع الصادقین کا مصداق ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ کیا کو نوائع الصادقین کے مطابق اطاعت علیؓ واجب ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ واقعاً اطاعت علیؓ واجب ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ نے لوگوں نے فرمان رسالت سنا ہوا ہے کہ۔ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ الثَّقَلِیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ اَہْلَ بَیْتِیْ مَا اَنْ تَمْسُکُمْ بِہِمَا لَنْ تَضِلُّوْا اِیْدِیْ لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یُرْوَا عَلٰی الْحَوْضِ۔

سب نے کہا۔ سنا ہوا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ یہ تطہر کے مطابق حضرت علیؓ مصداق اہل بیت ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ مصداق تطہر ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ حدیث رسولؐ کے مطابق علیؓ اور قرآن کبھی جدا نہ ہوں گے۔ اور جو قرآن سے جدا نہ ہو وہ

واجب الطاعت ہے یا نہیں؟

سب نے کہا۔ واجب الطاعت ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ ہر دانش مندی یہی کہتا ہے کہ اعلم کی اطاعت کی جائے۔ کیا بعد از نبی حضرت علیؓ اعلم الصحابہ



تھایا نہیں؟

سب نے کہا۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

مومن طاق نے کہا۔ آپ کی مرضی۔ میں نے قرآن، سنت اور عقل سے علی کا واجب الاطاعت ہونا ثابت کر دیا ہے

## سید ابن محمد حمیری

سید اسماعیل ابن محمد کیسائی فرقه سے تھا۔ اور جناب محمد حنیفہ کو امام غائب کہتا تھا۔ ایک مرتبہ امام صادق کے سامنے سید کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اسماعیل سید انشراح ہے لیکن کچھ لکھ ہے۔ شیخ صدوق نے کیسیانہ کے ایک رکن حیان سراج سے نقل کیا ہے۔

جب اسماعیل کو معلوم ہوا تو وہ امام صادق کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

قد مداری دنیا کی مخالفت صرف آپ آل محمد کی محبت میں مولے رکھی ہے اور آپ پھر بھی فرماتے ہیں کہ۔ اسماعیل کچھ لکھ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اسماعیل تجھ میں جو خوبی تھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ اور جو نقص تھا اس کا اظہار کیا ہے۔

اسماعیل حمیری نے عرض کیا۔ حضور امیری لکھ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تو محمد حنیفہ کو امام غائب نہیں مانتا۔

نوٹ:- یہ یاد رہے کہ اس کا نام ہی سید اسماعیل تھا۔ از روئے قوم غیر سید تھا۔

سید نے عرض کیا۔ اگر میں کچھ لکھ ہوں تو آپ مجھے مطمئن فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔ سید میرے قریب آ۔

سید قریب ہوا۔

آپ نے فرمایا۔ ذرا آنکھیں بند کرے۔

سید نے آنکھیں بند کیں۔

آپ نے فرمایا۔ اب کھول دے۔

جب سید نے آنکھیں کھولیں۔ تو اس نے دیکھا ایک قبرستان میں کھڑا ہے۔ عرض کیا حضور یہ کونسی جگہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ پہچاننے کی کوشش کر۔

سید نے ادھر ادھر دیکھا۔ اور عرض کیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یمن کا قبرستان ہے۔ میں دو تین مرتبہ یہاں اچکا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے درست سمجھا ہے۔ آپ آگے بڑھے اور ایک قبر کے سر پرانے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا مانگی۔ قبر میں شگاف ہوا، ایک شخص کفن لپیٹ کر سر اور داڑھی سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

امام صادق نے فرمایا۔ آپ کون ہیں؟

صاحب قبر نے کہا: میں محمد حنیفہ ابن علی ابن ابی طالب ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ میں کون ہوں۔

اس نے عرض کیا: آپ حجت خدا، جعفر صادق ابن محمد باقر امام امت ہیں۔

آپ نے سید کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا اب تجھے اطمینان ہوا ہے۔

سید نے عرض کیا حضور! مجھے تو مدینہ سے یمن کے قبرستان میں آنے کے بعد یقین ہو گیا تھا۔

اس کے بعد سید راہ حق پر آگیا۔ اور اس سلسلہ میں ایک قضیہ بھی نکلا۔

رجال کشی میں محمد ابن نعمان سے مروی ہے کہ میں سید محمد بنی کی عبادت کو گیا۔ میں نے دیکھا وہ زندگی کے آخری

ملات میں تھا۔ اور اس کا تمام چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اس کے اقرباء اس کے گود میں بیٹھے تھے۔ ان میں سے کچھ تو شیخہ تھے اور کچھ غیر شیخہ تھے۔ چہرے کی سیاہی دیکھ کر شیخہ پریشان تھے۔ اور غیر شیخہ خوش نظر آ رہے تھے۔

مجھے معلوم ہوا تھا کہ امام صادق منطور کی طلبی کے بعد واپس آگئے ہیں۔ میں فوراً واپس آیا۔ اور امام صادقؑ کی خدمت

ہیں عرض کیا۔  
ہو رہے ہیں۔

آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: چلے دیکھ لیں۔

راستہ میں میں نے عرض کیا: حضور! سید بہت بڑا شہرابی تھا۔

آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ اور چلتے رہے

میں نے ایک مرتبہ پھر عرض کیا۔ قبلہ اسید نیند پتا تھا۔

آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی۔

تیسری مرتبہ میں نے پھر بتایا۔

آپ نے ایک سرد آہ کھینچ کر فرمایا۔ مجھے تو قہر ہے اللہ میری جہادِ مجید کی محبت کے مقابلہ یہ جرمِ معاف فرمادے گا۔

جب ہم سید کے پاس پہنچے۔ تو سید اسی حالت میں تھا۔ زبان گنگ تھی۔ چہرہ سیاہ تھا۔ اور جسم میں تشنج تھا۔

سید کے سر ہلنے سے اچھے اور آواز دی بسید۔

سید نے آنکھیں کھولیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہ بولنا چاہتا ہے لیکن بول نہیں سکتا۔  
آپ نے زیر لب دعا پڑھی۔ جس کے بعد سید کی زبان کھل گئی۔ اس نے عرض کیا۔  
قبل اپنے موالیوں سے بھی یہ سلوک ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ سید اب کچھ نہیں ہوگا۔

سید نے عرض کیا۔ قبل اب تو کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی کوئی کم تو نہیں تھا۔ پھر سید نے اسی حالت میں یہ قصیدہ کہا۔

احب الذی من مات من اهل دده  
تلقاه بالبشری لدی الموت یضحک  
ومن مات یہوی غیره من عدوه  
فلیس له الا الی النار مسلک ابا  
حسن تفدیك واسرتی ومالی  
واصحب فی الارض املک۔ ایا حسن  
انی بفضلك عارف دانی بحبل من  
مد اک لمسک وانت وحی المصطفی  
وابن عمر فاننا نعادى مبغضیک  
ونترک۔

میں اس کا موالی ہوں جو اپنی محبت میں مرنے والوں سے  
دم ترک بشارت لے کر ملتا ہے اور موالی مسکرتے ہوئے  
موت کا استقبال کرتا ہے۔ جو اس کے دشمنوں کی محبت میں  
مرتے ہیں۔ ان کی راہ۔ جہنم کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔ اے  
ابو الحسن آپ کے نام پر میری جان۔ میرا خاندان میرا مال  
اور زمین میں جو میری ملکیت ہے قربان ہو جائیں۔ اے  
ابو الحسن میں آپ کے ہر شرف کا معترف ہوں اور میں آپ  
کی موت سے متمسک ہوں۔ آپ مصطفیٰ کے دھی اور  
چچا زاد ہیں۔ ہم آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں  
اور تبر کرتے ہیں۔

اس کے بعد سید نے آنکھیں بند کیں۔ اور پڑھا۔ لا الہ الا اللہ حقاً حقاً۔ اشهد ان محمداً رسول اللہ حقاً حقاً  
واشهد ان علیاً ولی اللہ حقاً حقاً۔ ہاتھ پاؤں سیدھے کیے۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔  
سرکارِ طریقی نے سہل ابن زبیر سے روایت کی ہے۔ سہل کہتا ہے میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دن کا  
پہلا وقت تھا۔ ابھی تک اور کوئی بھی نہیں آیا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی امام رضاؑ نے فرمایا۔ خوش آمدی سہل۔ میں ابھی تجھے بلانے کی خاطر غلام بھیجنے والا تھا۔  
میں نے عرض کیا۔ حضور! کوئی حکم تھا۔ خیریت تو ہے؟

آپ نے فرمایا۔ خیریت ہی ہے۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ تجھے سنا نا چاہتا تھا۔ اس خواب سے میں بڑا  
حیران ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ اللہ نے خیر دکھائی ہو۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک جگہ میرے لیے ایک بیڑھی نصب کی گئی ہے۔ اس کے ایک مورینے ہیں

میں نے اس میٹرھی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ جب ایک زینہ نیچے رہا تو مجھے ایک باغ نظر آیا۔ پھر میں آخری زینہ پر بلند ہوا میرے سامنے باغ میں جانے کے لیے راستہ تھا وسط باغ میں ایک انتہائی شفاف گنبد نما مکان تھا۔ اس مکان میں سردار بنیاد تشریف فرما تھے۔

آنحضور کے دائیں بائیں دو نوجوان بیٹھے تھے ان کی پیشانیوں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک ستور بھی تھی۔ اور آنحضور کے سامنے ایک اور نوجوان بیٹھا تھا۔ ان کے پہلو میں ایک شخص کھڑا تھا۔ اور وہ ایک قصیدہ پڑھ رہا تھا۔

جب میں قریب ہوا تو آنحضور نے مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر فرمایا۔ رضایا بیٹے اپنے جد امجد علیؑ کا سلام کرو۔ میں نے حضرت علیؑ کا سلام کیا۔ پھر فرمایا۔ یہ تیری دادی زہراؑ ہے اس کا سلام کرو۔ پھر فرمایا بیٹے یہ تیرا دادا حسینؑ ہے اور یہ حسنؑ ہے ان کا سلام کرو۔ پھر فرمایا۔ بیٹے ہمارے اس شاعر سید اسماعیل حمیری کو سلام کرو۔ میں نے اسے سلام کیا۔

آنحضور نے سر سے فرمایا۔ ذرا ضایا بیٹے کو وہی قصیدہ ابتداء سے سنناؤ۔  
میں نے قصیدہ ابتداء سے سنایا۔ قصیدہ کا پہلا مصرعہ تھا۔

لام عمرو باللوی مربع

تقام لوی میں ام عمرو کی منزل ہے۔

طامسة امسلامہ بلقعر۔

جو کہنہ بچکی ہے اور اس کے آثار مٹا چاہتے ہیں۔

جب سید اس قصیدہ سے فارغ ہوا تو آنحضور نے مجھے فرمایا۔ رضایا بیٹے یہ قصیدہ یاد کر لو اور ہمارے شیعوں کو یہ قصیدہ حفظ کراؤ۔

## ازواج امام صادقؑ اور آپ کی اولاد

ارشاد شیخ مفید کے مطابق امام صادق کے سات بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ زوجہ صرف دو تھیں۔  
فاطمہ بنت حسین ابن علی ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب۔

اور حمیدہ بربرہ

بیٹے:

اسماعیل امین

عبداللہ

موسمی

اسحاق

عجائب

سہ

بیٹیاں

فاطمہ

اسماء

ام فروه

اسماعیل آپ کی زندگی ہی میں مقامِ عریض پر فوت ہو گیا تھا۔ جس کا جنازہ مدینہ لایا گیا اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

وفات اسماعیل ابن امام جعفرؑ

بھار کے مطابق جناب اسماعیل امام صادق ؑ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ امام صادق ؑ نے اسماعیل کی زندگی ہی میں امام موسیٰ کی امامت کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن عباسی سیاست نے فقیہین تفریق پیدا کرنے اور شیعہ قوت کو تقسیم کرنے کی خاطر اپنے تنخواہ دار شیعوں کے لباس میں چھوڑے۔ جنہوں نے لوگوں میں یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ امامت بڑے بیٹے کا حق ہے۔ اگر امام صادق ؑ کسی وجہ سے ناراض ہو کر بڑے بیٹے کو اس کا حق نہیں دے رہے کہ ہمارا حق ہے کہ ہم اسے اس کا حق دیں۔

ان سیاسی گماشتوں نے کچھ آدمی ایسے آدمی پیدا کر لیے۔ چونکہ اللہ نے امام موسیٰ کو منصب امامت سے نوازا تھا اور امام صادق اس کا متعدد مرتبہ اعلان کر بھی چکے تھے۔ اس لیے ذاتِ اہدیت نے جناب اسماعیل کو امام صادقؑ کی زندگی ہی میں اٹھالیا۔ امام صادق کو علم لدنی سے معلوم تھا کہ یہ سیاسی وظیفہ خوار شیعہ میں پھوٹ ڈالنے کی خاطر بہت کچھ کریں گے چنانچہ جناب اسماعیل کی وفات کو پوری شہرت دی۔

آپ نے وفات اسماعیل پر اپنے دونوں بیٹوں اسحاق اور علی کے علاوہ سرکاری وغیرہ سرکاری اور شیعہ وغیرہ شیعہ میں سے تیس اہم افراد کو بلایا اور غسل سے لے کر دفن تک انہیں ساتھ رکھا۔ کئی مرتبہ اسماعیل کے چہرہ سے کفن ہٹا کر لوگوں کو چہرہ دکھایا۔ داؤد رقی جیسے جاسوسوں کو خود منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھنے کو فرمایا۔ پھر جمع میں پوچھا۔ یہ کون ہے؟

داؤد نے کہا۔ اسماعیل ابن صادق ہے۔ جن لوگوں کو آپ نے بالخصوص مدعو کیا تھے۔ ان میں سے بعض کے نام تاریخ نے یہ بتائے ہیں۔ مفضل ابن عمرو۔ معاذ ابن کثیر۔ عبد الرحمن ابن حجاج۔ فیض ابن مختار۔ یعقوب سراج۔ حران ابن اعین۔ ابو بصیر۔ داؤد رقی۔ یونس ابن ظبیان۔ یزید ابن سلیط۔ سلیمان ابن خالد اور صفوان جمال۔ جناب اسماعیل





